

U-0276

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَاللَّهُ بَيِّنٌ وَتَعَامُنُ لِرَبِّهِمْ سَوَاقِدٌ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ طَائِعِينَ وَخَائِفِينَ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَلَهُ يَسْجُدُونَ

فِيضُ اللَّهِ

مِنْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ يَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

يُفْرِدُونَ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ جَزَاءُ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ

مَطْعَمٌ لَهُمْ وَرِزْقٌ كَثِيرٌ
وَلَهُمْ فِيهَا مَزِينٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى
رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَآحِبِّهِ أَجْمَعِينَ أَنَا بَعْدُ فَمِنْ رَحْمَةِ الْكَرِيمِ الشَّامِ
مِنْ حَبِيبِ الْبَخَائِي رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى تَحِيَّةً وَاسْمًا وَكَلِمَةً تَعَالَى قَلَمِهِ وَأَنْصَارُهُ
سَيِّدِي كَمَا وَقَفْنَا وَمِنْ قَوْمِهِ لَتَرْوَعُهُ وَإِنِّي لَأَمْرٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الغسل

۱۳۸

پسین عین مجمر کے غسل میں اہم مسئلہ را اور حقیقی معنی کا جاری ہونا یا نہی کا ہے
مفسر پر اور شرع شریعت میں غسل کہتے ہیں طہارت مخصوصہ کو جو مشہور اور معروف ہے
یعنی دھونا تمام ظہر بدن کا ساتھ بالون کو اور اہم تجاری کی مراد وہاں ہی ہے ہے اور غسل
ساتھ زیر عین کے مطلق دھونے کو کہتے ہیں اور غسل ساتھ پیش عین اور پیش کے اور نہی
کو کہتے ہیں جس کو ساتھ دھویا جاتا ہے اور غسل ساتھ زیر عین کے اس چیز کو کہتے ہیں
جو پانی کے ساتھ ملا کر دھویا جاتا ہے جیسے کھلمی اور تیشی اور شیشان وغیرہ اور غسل
ساتھ پیش عین کے کسی بھی چیز سے رکھتا ہو اور غسل اس پانی کو بھی کہتے ہیں جو تیشی
کے نیچے ڈرے ہو یا ہر اور اور پیشان کا سے غسل کرنا ہے اور غسل کا سے غسل
لو کرنا ہے نہایت تنگ اور کسی اسکے سے آتا ہے دوسرے کو غسل کا باعث ہونا
تہا بیان عام سے ہو شرعی ہو یا غیر شرعی اسے غسل غیر شرعی ہی
از کتاب الغسل

اور اگر ہو تم پاک پس نہاد اور غسل کرو تا آخر آیت اعلم شكون تک اور ترجمہ باقی آیت کا آخر تک یہ ہے
 آدم اگر ہو تم پاک یا آدم کو کبھی تم میں سرکان ضرور ہے۔ صحت کرو تو سورۃ نوح میں پاک
 تم پانی پس قصد کرو۔ منی پاک کا پس ہو تم اسے گواہ۔ ہوں ہوں کو اس میں نہیں راہ گواہ
 نو کہ کرے اور یہ تمہارے کچھ بھی و لیکن راہ گواہ ہے نو کہ پاک کرتے کو نو کہ پوری کرے بغت اپنی
 اور یہ تمہارے تو تم شکر کرو و قد ایدھا الذین امنوا الی قولہم حقوا حقوا ترجمہ یعنی فریاد
 خدا تعالیٰ سے ہو کہ جو ایمان لائے جو سنت رسول خدا نماز کے و جو تم نہت یہاں تک کہ جانو تم کیا
 کہتے ہو اور نہ جانتے کہ نہ دے دے کہ ہاں تک نہ ہو آخر آیت تک کہ تحقیق اس میں معافی ہے
 و الا شئ ولا ف اور بخاری کی غرض ان دون آیتوں کے لئے ہے کہ نہ ہی آدمی غسل کا واجب
 ہو تا قرآن سے ثابت ہو۔ اور اس آیت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب تک کہ نہت ہو نماز کا
 جائز نہ ہو اور مسجد میں نہیں داخل کرے۔ یہ وقت ہے اور غسل کہتے ہیں تمام اعضا کے وضو کو ساتھ
 نیت عبادت کے انتہی سے آب رسی کا **باب الوضوء بقیہ غسل نہانے سے پہلے وضو نہت**
 ہے **حد ثنا عبد اللہ بن یوسف قال اذ مالک عن حنبل عن ابن عمر عن عائشہ**
روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اغتسل من العنا بیدہ فغسل بیدہ ثم یوضا
کما یوضا للصلوۃ ثم یدخل اصابعا فی الماء فیمسک بها اصول السعیر ثم یصب علیہ
تحت غریف ریدہ ثم یغض الماء علی جلدہ کلہ ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ عبادت
روایت ہے کہ مہربانی صلی اللہ علیہ وسلم جب نہانے کا ارادہ کرتے تو اول ہاتھوں شریعت کرتے
پہلی ہاتھوں کو پانی میں داخل کرتے پس خلال کرنے ساتھ ان کے ہاتھوں کی جڑوں کو پیر اپنے
دونوں ہاتھوں اپنے سر پر پین چلو پانی ڈالتے پیر اپنے تمام بدن پر پانی بہا دیتے و
جناب کا معنی دوسرے کا گور چوڑا جاتے دور کے مکانوں اور پر شیدہ گھون میں ہو
اسیے جامع کر نیوالے پر چربی بولا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ جماع کر نیوالا عبادت کے دور ہے جب تک غسل
نہ کر لیا اس لیے اور کہو جنسی بولا گیا اس معلوم ہوا کہ جناب سے نہانے کے وقت پہلے وضو کرنا سنت
اور بعد اس کے نہانے میں وضو کے اعصار پر خواہ پانی یا آب یسور خواہ ڈالے و وضو طح سے جائز
و لیکن اگر نہ پانی ڈالنا ہو تو دونوں میں غسل جنابت کی نیت کرنی ضرور ہے یعنی ابتدا میں وضو میں
نیت کرنی کہ میں جنابت سے نہانے لگا ہوں اور نیز غسل سے پہلے وضو کہ میں وضو طح میں
اور کبرے حاصل ہو جاتی ہیں یعنی وضو ہی ہو غسل ہی۔ اور غسل جنابت کا کہنا امام ابو حنیفہ اور

ترجمہ بخاری

۱۳۹

ترجمہ بخاری

امام شافعی امام احمد وغیرہ اکثر اماموں کے نزدیک مستحب ہے اور امام مالک وغیرہ بعض کثرت دیکھتے ہیں
 ہے مگر اس حدیث سے اس کا وجہ ثابت ہوتا ہے اور نہ استحباب بن اطلال سے کہا کہ اس پر دلیل ہے
 لیکن اس اجماع میں کلام ہے جیسے کفر الباری میں مذکور ہے اور بالون کی جڑ ہون کو خلل
 کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بدن پر بہت مال ہون تو اون کی جڑ ہون کو بھی خلل کرے اور غائدہ اس کا یہ
 کہ خلل کرنے سے تمام بدن اور بالون میں پانی پہنچ جاتا ہے اور یہ خلل کرنا بالاتفاق ہے
 نہیں لیکن اگر گوند وغیرہ سے بال جھے ہوئی ہوں تو ایسی حالت میں خلل کرنا اور بالون کی جڑ
 میں پانی پہنچانا واجب ہو گا ذکرہ شیخ الاسلام الحافظ بن حجر رحمۃ اللہ علیہ شرح الباری
 حاکم ثنا محمد بن یوسف قال ثنا سفیان بن عیینہ عن سالی بن ابی حمزہ
 عن کریم بن ابی عیسیٰ عن ميمونة زوجة النبي صلى الله عليه وسلم قالت لو شاء
 رسول الله صلى الله عليه وسلم وضوءه للصلاة غدير جليته غسل فرجه ورسا
 أصابعه من الأذى ثم أفاض عليه الماء ثم نحر رجليه فغسلهما هذه غسله
 من الجنابة ترجمہ میوزرمت روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا جیسے کہ آپ
 نماز کی واسطے وضو کیا کرتے تھے مگر آپ اپنے دونوں پاؤں کو نہ دھویا اور اپنی شرمگاہ کو نہ دھویا اور
 ہونا پاکی آپ کو لگی تھی اس کو دھو کر کیا پھر آپ نے اپنے پیروں پر پانی بہایا پھر اپنے پاؤں کو کنار سے دھو کر کیا سو انکو
 دھویا یہ طریق ہے حضرت کو نہانے کا جنابت کثرت اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہانے کا
 وضو کرنا سنت ہے جب جماع یا احتلام سے نہانے کے تو پہلے وضو کر لیں اور اس حدیث سے یہی
 معلوم ہے کہ پاؤں کو غسل کرنے کو پہلے دھو کر کنار سے دھو کر مگر یہ بات عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو
 ہی گزر چکی ہے اور وجہ تطہیر کی ان دونوں حدیثوں میں دو طرح سے ہو سکتی ہے
 اس طور سے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وضو سے مراد اکثر وضو کا ہے یعنی ہوا پاؤں کے
 اور کل وضو اپنے نہانے سے پہلے کیا دوم اس طرح کہ ان دونوں حدیثوں کو دو حالتوں میں محمول کیا جاوے
 یعنی کبھی اپنے پاؤں کو پہلے دھویا اور کبھی پیچھے دھویا مگر سنت یہی ہے کہ پاؤں کو غسل سے پہلے
 دھو کر اس لیے کہ اس حدیث میں صریحاً موجود ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل سے
 پہلے کنار سے دھو کر پاؤں کو دھویا ہے اور صراحت مقدم ہوئی ہے ولایت پر اور نیز میوزرمت کی
 اس حدیث کو بعض مفسرین میں کان اذا غسل الرجلان اغتسل جودوام یہ ولایت کرتا ہے
 پس کم ہو گا اکثر انذاعات کو انہیں صورت بغیر تسلیم بعض اوقات غسل سے پہلے وضو کرنا اس کی

ادکی سنت کے متانی بنین ہو گا اور علم بالصلوٰۃ ایضاً لایزال اور اس حدیث میں کوئی مسئلہ ثابت
 ہوتے ہیں اہل یہ کہ وضو میں تعزین جائز ہے یعنی پہلے ایک عضو کو نہ دنا پہر ساعت کر بعد وضو سے کو نہ دنا
 دویم یہ کہ غسل میں برن پر پانی بہانا فقط ایک بار واجب ہے۔ سوم یہ کہ جو شخص غسل کی سنت سے وضو کرے اور
 پہر نہاویسے تو اس کے لیے دویم وضو کرنا ضروری نہیں جب تک کہ اس کا وہ وضو نہ توٹے۔ چہارم یہ کہ
 غسل اور وضو کے واسطے پانی منگولے میں دو ستر آدمی سے نہ درجائی جائز ہے ایسے کے بعض
 طریقوں میں اس حدیث کے یہ لفظ آیا ہے وَشَعْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَسَايَ مِمَّا يَكُونُ
 کہ اسے حضرت کے نہانے کو اسطو پانی نہ کر رکھا۔ پنجم یہ کہ تنجی بائین ہاتھ سے کرے اور دانے ہاتھ
 سے اور پانی ڈالتا جاوے ایسے کے بعض طریقوں میں اس حدیث کو یہ لفظ آیا ہے ثُمَّ افزع يمينه على شماله
 یعنی پہر حضرت نے اپنے دانتے ہاتھ سے اپنے بائیں پر پانی ڈالا۔ ششم یہ کہ جو شخص برن سے چلو
 بہرہ کے نہانا چاہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو استنجے سے پہلے دھوویسے ایسے کے
 شایہ اور نہیں کوئی ناپاکی جو جس کو وہ مکروہ جائے لیکن اگر پانی نوٹے میں ہو تو اس وقت نوٹے سے
 اسے استنجا پہلے کرے۔ ہفتم یہ کہ نہانے کے پیچھے جو قطرے پانی کے بدن سے گرتے ہیں وہ پاک ہیں
 ایسے کے بعض طریقوں میں اس حدیث کے یہ لفظ آیا ہے کہ شتہ آپ کو بدن پونچنے کے واسطے
 ایک کپڑا دیا سو اپنے اس کو نہ لیا پس معلوم ہوا کہ قطرے پانی کے آپ کے کپڑوں پر گرتے رہے
 ہونگے فتح الباری محضاً بعض حنفیہ اس حدیث کو دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ اپنی شرمگاہ کو ہاتھ
 لٹکانے سے وضو نہیں لگتا ہے ایسے کہ اس میں استنجا بعد وضو کے واقع ہوا ہے سو جواب اس کا
 یہ ہے کہ حدیث بعد میں باہون سے پیچھے ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے غسل مذکرہ فم مہیدہ
 بالارض ثم معوض وشفق الخ یعنی پس آپ نے اپنی شرمگاہ کو دھویا پہر اپنے ہاتھ کو مٹی سے دھویا
 پہر مٹی کی اور ناک صاف کیا آخر حدیث نمک اور امام بخاری نے اس حدیث کو آٹھ بار مختلف طریقوں
 سے ذکر کیا ہے ہون سب میں بھی ذکر ہے کہ استنجا پہلے کیا ساتھ لفظ ثم وفاق کے پس اس حدیث
 میں بھی مراد ہوگی کہ استنجا وضو سے پہلے کیا لان الاحادیث یفسر بعضها بعضاً **باب**
 حَسْبُ الْوَجِيلِ مَعَ الْفَرْقَةِ مَرَّةً وَادْعُ عَوْرَتَكَ مَلِكُ رَبِّكَ بَيَانٌ لِّهَذَا أَيْ كَيْفَ بَرْتَنُ سَ وَنُونُ
 كَوْنُ حَسْبُ كَرْنًا جَائِزٌ حَدَّثَنَا أَبُو بَرٍّ أَيْ قَالَ سَلَمَةُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ
 عَنْ عَمْرِو بْنِ عَدَاةٍ قَالَتْ كُنْتُ أَعْتَمِلُ أَكَاوَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِذَا
 وَأَجِدُ مِنْ قَلْبِي يَقَالُ لَهُ الْفَرْقَةُ تَرْتَجِمُ عَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَعَنَ رَوَيْتُ عَنْ كَمِينٍ أَوْ

رسول صلوٰۃ علیہ وسلم دو نو ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور وہ برتن ایک بائیں ہاتھ پر لیا کرتے تھے
 فرق کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا اگر مرد اور عورت ہوں تو آپس میں مل کر ایک برتن سے
 غسل کریں یعنی بادی بادی کے ساتھ برتن سے چلو بہر بہر اگر اپنے اوپر ڈالتے جاویں تو اس
 سے نہانا جائز ہے اور اس کے باقی استعمال نہیں ہوتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد و عورت
 بیوی کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا جائز ہے اور اس طرح عورت کو بھی اپنے خاوند کی شرمگاہ کی طرف
 جانہ ہے اور فرق دو صاع کا ہوتا ہے اور صاع اگر تیزی و تندی کے حساب سے قریب تین سیر کے ہوتا
 ہے فقہ باری کا کہے **الصَّوْلُ وَالصَّاعُ وَتَحْوِیْہُ اَکْبَرُ** اور اس کی مانند کے ساتھ غسل کرنا
 بیان **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا
 أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ لَنَا وَخَافَتْهُ حَلَاةٌ فَغَسَّ
 فَاكْتَمَا الْخَوْفَ عَنْ غَسْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَدَعَتْ بِإِذْنِ الْخَوْفِ مِنْ مَلْعٍ
 فَأَغْتَسَتْ وَأَفَاضَتْ عَلَى رَأْسِهَا وَبَيْنَ يَدَيْهَا جَابِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ
 يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَبِهِ وَابْنُ أَبِي عَدَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ مَرْجُمَةً بَوَسَّتْ نَوَاسِئَ حُرِّ بْنِ
 عَائِشَةَ كَارِضًا حِيَامًا عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لَمْ يَأْسِ لَهَا سَوَافَتْ رَمَوْا بِهَا نَوَاسِئَ لَهَا
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسَلَ رَأْسَ حَالٍ بُوْجِہَہِ یعنی حضرت کس قدر پانی سے غسل کیا کرتے
 تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعد ریناع کے ایک برتن نگوایا پس اس میں غسل کیا اور اپنے سر پر
 پانی بہا یا اور ہمارے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ایک پردہ تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یزید بن ہارون
 اور ہمز اور عبدی کی روایت میں بخوس صاع کے بڑے قدر صاع آیات ہے **فَظَہَرَ** اس حدیث سے
 معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت عائشہ کا سر واد پر کا بدن نہ لگتا تھا اور باقی بدن اون کا
 ڈھانکا ہوا تھا اور وہ دونوں عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے اس واسطے اس نے ستر نہ کیا۔ اور اس سے بھی معلوم
 ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو ایک کام کی تعلیم کرنے لگے تو ستر نہ کرے کہ وہ کام اس کے سامنے کر کے
 دیکھو ورنہ وہ اس سے اس لیے کہ وہ کام دیکھو اس لیے سے آدمی کے دل میں حرم جاتا ہے۔
**حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ لَنَا وَخَافَتْهُ حَلَاةٌ فَغَسَّ
 فَاكْتَمَا الْخَوْفَ عَنْ غَسْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَدَعَتْ بِإِذْنِ الْخَوْفِ مِنْ مَلْعٍ
 فَأَغْتَسَتْ وَأَفَاضَتْ عَلَى رَأْسِهَا وَبَيْنَ يَدَيْهَا جَابِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ
 يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَبِهِ وَابْنُ أَبِي عَدَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ مَرْجُمَةً بَوَسَّتْ نَوَاسِئَ حُرِّ بْنِ
 عَائِشَةَ كَارِضًا حِيَامًا عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لَمْ يَأْسِ لَهَا سَوَافَتْ رَمَوْا بِهَا نَوَاسِئَ لَهَا
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسَلَ رَأْسَ حَالٍ بُوْجِہَہِ****

فوق حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مرد اور عورت ہوں تو آپس میں مل کر ایک برتن سے غسل کریں

سے روایت ہو کہ وہ درویش کا باپ اور ایک جماعت دوسری لوگ ہی جابر بن عبد اللہ کے پاس پہنچے ہوئے تھے سو اس جماعت نے جابر بن عبد اللہ سے غسل کا حال پوچھا یہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے بعد پانی سے غسل کیا کرتے تھے سو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا جیسے ان کے جواب میں کہ ایک صاع پانی کا غسل کے لیے تم کو کافی ہے سو ایک مرد نے کہا کہ ایک صاع مجھ کو کافی نہیں ہو سکتا ہے سو جابر نے کہا کہ ایک صاع پانی کفایت کرتا تھا اس شخص کو جسے بال نحو سے زیادہ تھے اور جو تجھ سے بہتر نہا یعنی پیچھے تھے صلوات اللہ علیہ وسلم کو (ابو جعفر نے کہا) کہ پھر جابر نے ایک کپڑے میں ہکو نما زپڑائی کی جسے ہماری امامت کرائی۔ اور زیادہ بندک اور کوئی کپڑا ان کے ہونہ ہو پھر نہیں تھا **ف** غرض جابر بن عبد اللہ کی وہی کہ حضرت کو تو ایک صاع پانی کا غسل کے واسطے کافی ہو جاتا تھا حال آنکہ حضرت کو بال بھی تجھ سے زیادہ تھے پھر تم کو ایک صاع پانی کیسے کافی نہیں ہو سکتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ ایک صاع پانی سے زیادہ کے ساتھ غسل کرنا مکروہ ہے۔ مگر یہ جابر کا قول ہے والا یہ ایک افع کا ذکر ہے ہمیشہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہیں تھا اسی لیے کہ صحیح مسلم میں عادت رہنے اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہو کہ میں اور حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ایک فرق سے غسل کیا ہے اور فرق شافعی اور ابن عیینہ وغیرہ کے نزدیک تین صاع کا ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں مسلم نے لکھا کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے تین مد سے غسل کیا ہے۔ پس مختلف حالات پر اس حدیث جابر کو حل کیا جاویگا۔ اور یا اس حدیث جابر کو استجاب پر معمول کیا جاویگا اور اس سے کہ پیش کو جو پیرے صاع سے غسل کرنا محتب ہے اور اس سے زیادہ پانی کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے یا یہ کہ بلا حاجت اس سے زیادہ کرنا مکروہ ہے اور حاجت ہو تو جائز ہے الغرض صاع سے زیادہ پانی کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے۔ اور اسی پر تمام اہل اہل اسلام کا اجماع ہو چکا ہے جیسے کہ بارہ اول میں مذکور ہو چکا ہے واللہ اعلم **حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُبَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِمُّونَةُ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ اَنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ أَبُو عَمْرٍو لَوْ كَانَ ابْنُ عُبَيْنَةَ يَقُولُ اخْبِرَا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مِمُّونَةَ وَالْقِيَمِیُّ يَرْوِیْهِ أَبُو نَعِيمٍ تَرَجَمَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَنِیُّ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَوَايَتِهِ وَكَهْ مَقْرُونِي صَلَّی اللہ علیہ وسلم اور کبھی بیوی میمونہ رضی اللہ عنہا کو تو ایک تن سے غسل کیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے کہا کہ ابن عیینہ (راوی اس حدیث کا) اخیر عمر میں اس حدیث میں ابن عباس اور حضرت کو درمیان میمونہ کا واسطہ بیان کیا کرتا تھا یہ ابن عباس نے خود حضرت کو میمونہ کے ساتھ غسل کرتے تھیں دیکھا ہے بلکہ میمونہ

فصل فی بیان غسل

۱۴۳

فصل فی بیان غسل

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فقط ایک ہی بار اپنی بدن پر پانی بہا یا اسپر یا وہ نہیں کیا **باب مَنْ**
لَبَّأَ بِالْحِلَابِ وَالْعَلِيبِ عِنْدَ الْغُسْلِ غُسْلُكَ کے وقت برتن پانی اور خوشبو... کے ساتھ شروع کرنے
 کا بیان یعنی غسل کے وقت پانی کا برتن طلب کرنا اور اس سے غسل کرنا اور بدن کو میل سے پاک
 صاف کرنا یا غسل سے پہلے خوشبو کا استعمال کرنا سنتِ عرفِ حلال کہتے ہیں ایک برتن کو کہ مقدار
 کوزہ کے ہوتا ہے اور اس میں ایک صاع پانی کا آتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حلاب ایک خوشبوی کا
 نام ہے جو بعض میوہ جات کو درختوں سے پھور کر نکال لیتے ہیں عرب لوگ نہانے سے پہلے اسکو استعمال
 کیا کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حلاب عرقِ حلاب کو کہتے ہیں کہ عرب لوگ غسل کے وقت اسکو
 پہلے استعمال کیا کرتے ہیں اور اس باب یہ سب معنی بن سکتے ہیں لیکن حدیثِ باب کو اول معنی کی بہت
 مناسب ہے اور اس ترجمہ کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ غسل کے واسطے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 پانی کا برتن منگواتے اور غسل کرتے اور کبھی خوشبو طلب کرتے اور غسل سے پہلے اسکو استعمال کرتے
 و اسد علم بالصواب **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّسَائِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حُظَلَّةَ عَنِ**
الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا
بِشَيْءٍ مِثْلَ الْحِلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ قَبْلَ دُخَانِ رَأْسِهِ الْإِمِينُ ثُمَّ الْكَاسِرُ فَقَالَ بِهَذَا
عَلَى وَسْطِ رَأْسِهِ ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 جب باراہ کرتے غسل کرنے کا جنابت سے تو حلاب کی مانند یعنی بقدر صاع کے ایک برتن منگواتے یعنی
 حکم فرماتے کہ یہ برتن پانی سے بہا ہوا آپ کو پاس لایا جاوے سو آپ دو نو ہاتھوں کے ساتھ پانی
 لیتے یعنی برتن سے پس اپنی سر کی داہنی طرف سے شروع کرتے پہر بائیں طرف سے پس ڈالتے ساتھ
 انگوٹھی درمیان سر پہنے کو یعنی اپنی دو نو ہاتھوں کا ایک چلو پانی لیکر پہلے سر کی داہنی طرف دہوتے پہر دوسرے
 چلو سے بائیں طرف دہوتے پہر تیسرے چلو سے پانی سر کے درمیان ڈالتے اور اپنی سر کو دہوتے **ف**
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل کرنے کو واسطے پانی کا برتن منگوانا اور اس سے غسل کرنا جائز ہے اور ایک
وجہ یہ مطابقت اس حدیث کی ساتھ باب کے وجہ مذکورہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ داہنی طرف
سے شروع کرنا مستحب ہے اور غسل جنابت میں تین چلو کافی ہو جاتے ہیں فخر **باب الْمَضْمُونَةِ وَ**
الْإِسْتِشْقَافِ فِي الْجَنَابَةِ غسل جنابت میں کل کرنی اور ناک میں پانی ڈالنے کا بیان یعنی کیا واجب
 ہے یا سنت ہے **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ**
قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِمُونَةُ قَالَتْ صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ

یعنی کہ نہ تھکے نہ بھارتے نہ بیرون صنی اللہ تعالیٰ عنہا سو روایت ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی ڈالا یعنی کسی برتن میں ڈال کر رکھا تاکہ اس کے ساتھ غسل کریں سو (اول) آپ نے اپنے دلہنے ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا سو ان دونوں کو دھو یا پھر اپنی شتر گاہ کو دھو یا پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر راس میں سکو کے ساتھ دھو یا پھر اس کو دھو یا پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے منہ کو دھو یا اور اپنے سر پر پانی بھریا یا پھر کندھ پر ہونے یعنی غسل کر کے ٹہکی جگہ سے سوا پڑے نہ تو پاؤں کو دھو یا پھر اپنے پاس و مال لایا گیا یعنی بدن پر نہ کچھ کپڑے سوا اپنے اسے بدن کو نہ پونچھا امام بخاری نے کہا کہ نہ بیغض کا معنی لم شمس بہا کر لینے آپ اس و مال کے ساتھ اپنے بدن کو نہ پونچھا بلکہ تری کو اپنے بدن پر چھوڑ دیا ف غرض امام بخاری کی یہ کہ غسل جنابت میں کھلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا دو لو سنت ہیں واجب نہیں ہیں ایسے کہ آئینہ بات میں اسی حدیث میں صاف آگیا ہے نہ تَوَضَّأُ وَصَوَّوْهُ لِّلصَّلَاةِ یعنی پہلے آپ کے نماز کے وضو کی مانند وضو کیا پس اس کی ثابت ہوتا ہے کہ کھلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا دو وضو کے ساتھ نماز میں اور اجماع ہو چکا ہے اس کے غسل میں وضو فرض نہیں ہے اور جب کہ وضو فرض نہ ہو تو کھلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا بھی فرض نہ ہو گا ایسے کہ یہ دو وضو کے تابع ہیں کذا فی الفتح اور حنفیہ کہ نیکر کے غسل جنابت میں کھلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے وہ کہتے ہیں کہ کھلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا وضو کے ساتھ خاص نہیں ہیں اور یہ جس کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض حکم وضو و غسل کے (جو وضو کے ضمن میں مشترک ہیں) دو طرح سے معمول ہوں یعنی سنت بھی ہوں اور واجب بھی ہوں ایسے کہ نہ واجب ہونا ان حکم کا وضو کی حیثیت سے ہو سکتا ہے کہ وہ واجب ہے کہ بیان بھی واجب نہ ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ غسل کی حیثیت سے واجب ہوں سو جواب اس کا یہ ہے کہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہو بلکہ ایک دوسرے کو مستلزم ہیں غلطاً ازین کسی حدیث سے ان دونوں کا فرض ہونا غسل میں ثابت نہیں ہوتا ہے پس اس تکلف کی کوئی حاجت نہیں ہو اور بعض لوگ اس آیت فَاغْتَسِلُوا سے دلیل پکڑتے ہیں کہ غسل میں کمال مبالغہ کا حکم آیا ہے پس تمام ظاہر میں کا پاک کرنا واجب ہو اور منہ اور ناک کا اندر ظاہر بدن میں داخل پس کھلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا بھی واجب ہو گا سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ شاہ ولی اللہ صاحب

۱۴

محدث دہلوی نے مصنفی شرح موطا میں لکھا ہے کہ یہ استدلال ضعیف ہر اسلئے کہ معنی مبالغہ کا استیعاب تمام بدن میں ظاہر ہو چکا ہے یعنی یہاں مبالغہ کا معنی یہ ہر کہ تمام بدن کو ترک و کوئی جگہ خشک چھوڑ دینا پس دلالت کرنا مبالغہ کا مضمر اور استباق کے وجوب پر اس سے لازم نہیں آتا ہے و امد اعلم بالحق اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غسل اور وضو کے بعد کسی کپڑے رومال وغیرہ سے اپنی بدن کو دھونا مستحب اسلئے کہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلوٰۃ علیہ وسلم کی یہ ہمیشہ کی عادت تھی کہ آپ غسل کو بعد اپنے بدن کو رومال سے پونچھ ڈالا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کے پاس و مال لایا گیا اور اس موقع میں آپ کا بدن پونچھنا شاید اس وجہ سے تھا کہ یہ کپڑا بہت میل ہوا ہوا تھا یا اس واسطے تھا کہ بعد غسل کے کپڑے سے بدن پونچھنا لوگ واجب نہ سمجھیں کہ اب مَسْحُ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لَتَكُونَ أَتَقَى مِثْلِي کے ساتھ ہاتھ مانچھا تا کہ زیادہ تر پاک ہو جاوے یعنی استنجے کے بعد مٹی سے ہاتھ دھوئے تھے

میں حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَكْثَمُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ رَبِيعِ بْنِ حَبَّاسٍ عَنْ مِثْوَنَةَ أُمِّ النَّبِيِّ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِيَدَيْهِ ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَائِطَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ جُمِعَ مِثْوَنَةُ رَضَا لَعَلَّ عَنْهَا رَوَايَتُ

ہے کہ مقرر بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت کو سب سے غسل کیا سو اول ہاتھ سے اپنی شرکاء کو دھویا پھر اس کو دیوار کے ساتھ مانچا یعنی واسطے صاف کرنے کے پھر اپنی نماز کو وضو کی مانند وضو کیا سو جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو اپنے دونوں پاؤں کو دھویا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ استنجے کے بعد مٹی کے ساتھ ہاتھ مانچنے مستحب میں اسلئے کہ اس سے ہاتھ اچھے طرح پاک اور صاف ہوتا ہے اور ناپاکی اچھی طرح سے دور ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ملاقات اس حدیث کی ساتھ باب کا

هَلْ يَدْخُلُ الْجَنْبُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدَيْهِ قَدْ رُغِيَ الْجَنَابَةُ

عربی آدمی کے ہاتھ پر سوا جنابت کو اور کوئی پلیدی ہو تو اس کو پانی کے برتن میں بے وضو دھوے ہاتھ

اَوَّالِنَا جَائِزٌ هِيَ يَأْتِيهِمْ مِنْ طَرَفِ امَامِ بَخَارِيِّ فِي اس باب کو باندھتے ہیں ہر کہ جنس کے ہاتھ پر جب کوئی پلیدی نہ ہو تو اس کو پانی کے برتن میں بے وضو دھوے ہاتھ اَوَّالِنَا جَائِزٌ ہ اسلئے کہ جنابت کے سبب کوئی وضو ناپاک نہیں ہوتا ہے اور پلیدی مکمل جنابت کی سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے جیسے کہ حقیقی پلیدی سے ناپاک ہو جاتا ہے چنانچہ اسی کی تائید میں امام بخاری نے پہلے آثار صحابہ کو ذکر کیا ہے وہ یہ

مِنْ وَأَخْذَ ابْنِ عُمَرَ وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الظُّهْرِ لَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ

ابو الولید قال حدثنا شعبہ عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن جابر قال سمعت انس بن مالک یقول کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمرأة من نسائه یغتسلان من الماء واحد ثم جمعا ثم غسلوا عنهما من الماء علیہ وسلم اور اگر کسی بیوی کو ایک بیوی کے دو ٹوکرا ایک برتن پر غسل کیا کرتے تھے زاد مسملہ و وہب بن جریج عن شعبہ عن الجبابرة یعنی مسلم اور وہب کی روایت میں جنابت کا لفظ زیادہ ہے ان دو ٹوکروں سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کو جنابت مانع نہیں ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں برتن سے ہاتھ کو ساتھ پانی اٹھا کر اپنے بدن پر ڈھکرتے تھے پس اگر جنابت کی وجہ سے ہاتھ ناپاک ہو تو پانی کے اندر ہاتھ ڈالنے سے ناپاک ہو جاتا اور غسل کرنا اس سے جائز نہ ہوتا جیسے کہ مذکور ہو چکا ہے پس مناسبت یہ حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے **باب من افرغ یمینہ علی شمالہ فی الغسل غسل کے وقت دستیں دینے سے ہاتھ بائیں پر پانی بہانے کا بیان** **حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مِمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ وَضَعْتُ يَدِي** اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسلًا واستترته فصب على يديه فغسلها مرة أو مرتين قال سليمان لا أدري أذكر ألتا لثة أم لا ثم أفرغ يمينه على شماله فغسل فرجيه ثم دلك يده بالأرض أو بالطحيط ثم مضمض واستنشق وغسل وجهه و يديه وغسل رأسه ثم صب على جسده ثم كفى فغسل قدميه فناولته خرقه فقال يديه هكذا ولم يرد هذا ترجمہ سیور رضی اللہ عنہ نے کہا روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے پانی لا کر رکھا اور آپ کو پردہ کیا یعنی لوگوں سے پوشیدہ کیا سو آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی گرایا پس اس کو دھویا ایک بار یا دو بار سلیمان (راوی) نے کہا مجھ کو معلوم نہیں کہ سالم نے تیسری بار ہونا ذکر کیا ہے یا نہیں پھر گرایا پانی کو اپنے دھونے والے ہاتھ کے بائیں ہاتھ پر سو اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین یا دیوار سے رگڑا پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ اور ڈھونڈ کو دھویا اور اپنے سر کو دھویا پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہایا پھر کنارے ہوئے یعنی نہانے کی جگہ سے سو اپنے دونوں پاؤں کو دھویا سو میں نے آپ کو کپڑا دیا یعنی بدن پر پونچھنے کے واسطے سو آپ نے ہاتھ اشارہ کیا یعنی یہ کہ میں کپڑا نہیں لیتا ہوں اور آپ نے کپڑے کو نہانے کا اشارہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استنجے میں مستحب یہی ہے کہ اپنے دلہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی گرائے اور بائیں سے استنجا کرے

باب تَغْرِيقِ الْغُضْلِ وَالْوَضُوءِ غُضْلُ اُورِ وَضُوْءُ كے کاموں میں جذائی کرنے کا بیان **ف**
 وضوء کے غلوں میں جذائی کرنی دو طوطے ایک کے غسل اور وضوء کے درمیان کوئی دوسرا کام کر لیا
 دوسرا ہر کہ اعضا کو پے پے نہ ہو و بلکہ جب ایک عضو خشک ہو جاو تو پیر دوسرے کو دھو کہ مثلاً پہلے
 ایک پاؤں کو دھو جب وہ خشک ہو جاو تو پیر دوسرے کو دھو تو اس طرح وضوء کے اعضا میں غلطی
 کرنی جائز ہے چنانچہ امام بخاری نے اسکی تائید میں ابن عمر کا اثر نقل کیا ہے وہ یہ ہے وَیُنْكَرُ
 عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنْ غُضِّلَ قَدَمٌ مِنْهُ بَعْدَ مَا جَفَّتْ وَضُوءُهُ یَعْنِیْ ابْنُ عُمَرَ مَنِ امْسَكَ رِجْلَهُ رِجْلًا
 کئی ہے کہ اُسے وضوء خشک ہو جانے کے بعد اپنی دونوں پاؤں کو دھو یا ف ابن عمر کے اس اثر
 کو امام غافقی نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے لیکن اس میں اسطور سے ہر کہ ابن عمر نے بازار میں
 وضوء کیا اور اپنے پاؤں کو نہ دھو یا پیر مسجد میں چل گئے وہاں جا کر اپنے موزوں دھو کر پہن لیا اور نماز پڑھی
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَبِیْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ
ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَوْلَى بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَصَّغَتْ لِلنَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهِ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ مَامَرَةً تَيْنِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا
ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَکِرَهُ ثُمَّ دَلَّكَ يَدَهُ الْاُخْرَى ثُمَّ مَقْصَصَ
وَأَسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَیَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ صَبَّ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ
تَخَفَّى مِنْ مَقَامِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ جَمَعَ اسْکَا وَهِيَ اُجْوَادٌ بِرِجْلَيْهِ ثُمَّ رَأْسَهُ ثُمَّ يَدَيْهِ
 کی جگہ سے کنارے کو پیر پیر دونوں پاؤں کو دھو یا ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء کو اعضا میں تغریق
 جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا سو اپنی آؤں کو ہاتھوں کو غسل سے پہلے دھو یا اور پاؤں
 کو غسل سے پہلے دھو یا کنارے ہو کر اور اگر پاؤں ہونے کو غسل کے اندر داخل کیا جاوے اور تغریق ساتھ
 ایک طرف ہونے کو غسل کی جگہ سے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا یا جاوے تو اس حدیث کی مطابقت
 تمام ترجمہ سے ہو جاوے گی اور یا تغریق غسل کو تغریق وضوء پر قیاس کیا جاوے گا۔ اور غرض امام بخاری کی اس باب سے
 رد کرنا ہے۔ اس شخص کا جو وضوء میں موالات اور پے درپے اعضا ہونے کو واجب کہتا ہے جیسے کہ امام
 مالک وغیرہ و باس التوفیق **باب** اِذَا جَامَعَ ثَمَّةٌ عَادَ وَمَنْ دَاخَلَ فِی سَلَاةٍ فِی غُضْلِ
 وَاحِدٍ جِبْ كَمَنْ دَاخَلَ عَوْرَتَ كُوسَا تَهْ اَکِبْ اَرْحَبَتْ كَرِ اُورِ دُوسری بار پیر محبت کرے یعنی دونوں
 جماعوں کے درمیان وضوء نہ کرے تو اسکا کیا حکم ہے اور جو شخص کہ ایک غسل میں اپنی تمام ہویوں پہلے
 یعنی درمیان جماعوں کے غسل نہ کرے بلکہ سب کے ساتھ جماع کر کے بعد کو فقط ایک ہی بار غسل کر لیا

تو اسکا کیا حکم ہے یعنی جائز ہے یا نہیں **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ**
وَيَحْيَى بْنُ مَعْيُودٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ إِدْرِيسَ عَنْ أَبِي يَحْيَى قَالَ دُرُكُوتُ لِعَائِشَةَ
فَقَالَتْ يَحْكُمُ اللَّهُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ كُنْتُ أَطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ فَيُطَوُّ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ
يُصَلِّيُ حَتَّى مَا يَنْصَحُ ترجمہ ابراہیم کے باب محمد بن قیس سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر کا قول سنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس فرمایا وہ قول نکاح یہ ہے کہ میں ایسی خوشبو کے استعمال کو جائز نہیں کرتا ہوں جسکا اثر احرام بانہ سے کہ بعد باقی رہی سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خدا ابو عبد الرحمن (ابن عمر کی کنیت ہی پر رحمت کرے) کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو ملا کرتی تھی یعنی احرام باندھنے سے پہلے انکو اپنی تمام خوشبو پہرتے یعنی سب کے ساتھ جماع کرتے پہر صبح کرتے حالت احرام میں اور آپ خوشبو کی گنتی مٹاتی یعنی خوشبو کی کا اثر بعد احرام کے باقی رہتا ہے و ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماع کے درمیان میں غسل نہیں کیا ہے بلکہ سب کے ساتھ جماع کر کے بعد کو فقط ایک ہی غسل کیا ہے خاصکہ آئندہ حدیث سے اور اس کی حدیث سے جو مسلم میں ہے صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپ فقط ایک غسل کیا ہے پس ثابت ہو کہ دو جماعوں کو درمیان میں غسل کرنا واجب نہیں بلکہ کئی بار جماع کر کے بعد کو فقط ایک غسل کر لینا ہی جائز ہے اور جس حدیث میں ہر جماع کے ساتھ تازہ غسل کرنا لکھا ہے وہ سوائے مراد استحباب ہی ہے ہر جماع کے ساتھ تازہ غسل کرنا مستحب ہے پس جو ان کے منافعی نہیں ہو گا پس دو عدد یوں میں تطبیق ہو جاوے گی اور جب کہ دو جماعوں کے درمیان میں غسل نہ کرنا جائز ہے تو دونوں کے درمیان وضو ترک کرنا بھی جائز ہو گا پس مطابقت اس حدیث کی ساتھ ترجمہ کے ظاہر ہو گئی و بابت التوفیق اور غرض امام بخاری کی رائے یہ ہے اس شخص پر جو دو جماعوں کو درمیان وضو کو واجب کہتا ہے جیسے کہ اہل ظاہر وغیرہ **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَزَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُورُ عَلَى نِسَائِهِ فِي السَّاعَةِ أَوْ أَحَدَةٍ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ هُنَّ أَحَدُ عَشْرَةٍ فَلَمَّا كُنَّ أَكْنَ أَطِيبُهُ قَالَ كُنَّا نَحْدُثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِينَ قَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ النَّسَاءَ حَتَّمْنَ نِسْوَةً** ترجمہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمہاری بیٹی

۱

۱۴۴

۱۴۵

۱۴۶

۱۴۷

۱۴۸

۱۴۹

۱۵۰

۱۵۱

۱۵۲

۱۵۳

۱۵۴

۱۵۵

۱۵۶

۱۵۷

۱۵۸

۱۵۹

۱۶۰

۱۶۱

۱۶۲

میں ہونہ اور وہ اوصفیہ اور ینب بنت خدیجہ اور یحیٰ بن زینب نے انس سے کہا (قادر کا قول ہے) کہ کیا حضرت (اتنی بیویوں کے ساتھ صحبت کرنے کے قوت رکھتے تھے) (سو) انس نے (اداسی جواب میں) کہا کہ ہم لوگ میں صحابہ آپس میں کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مرد کی قوت دی گئی ہے اور عید کی روایت میں قادر سے گیارہ عورتوں کے بدلے نو عورتوں کا ذکر ہے سوانہ دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق اسطرح سے ہے کہ اصل منکوحہ عورتیں نو تھیں اور دو لونڈی تھیں اور بااختلاف اوقات پر محمول ہے یعنی کبھی گیارہ تھیں اور کبھی نو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماع کے درمیان میں غسل نہیں کیا بلکہ سب سے بعد کو ایک بار غسل کیا اس لیے کہ ایک ساعت میں گیارہ بار جماع کرنا اور گیارہ بار غسل کرنا مشکل ہے اور بھی وجہ نہایت حدیث کو ترجمہ سے **بَابُ غَسْلِ الْمَذِيَّ وَالْوُضُوءِ مِنْهُ** مذی کے دھونے اور اس سے وضو کرنے کا بیان **ف** مذی کہتے ہیں اس پانی سفید چمکے والی جو عورتوں کے ساتھ کہیں کی وقت آلت کر سر آجاتا ہے اور اس کے نکلنے سے کچھ لذت معلوم ہوتی ہے۔ **حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدٌ عَنْ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ الْخَمَرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي نَجْمٍ قَالَ كُنْتُ جُلُوسًا فَمَرَّتْ رَجُلًا يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَكُنْ ابْنَتُهُ فَقَالَ تَوَضَّأَ وَغَسَلَ ذَكَرَهُ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيَّ وَرَأَيْتُ أَنَّهُ جَلَسَ عَلَيَّ فَجَلَسْتُ عَلَيْهِ** کو حضرت سے یہ مسئلہ پوچھنے کا حکم کیا بسبب ہونے کی بیٹی کے میرے نکاح میں سے شرم سے میں خود حضرت سے نہ پوچھ سکا بلکہ دوسرے آدمی کو پوچھنے کا حکم کیا پس اس نے حضرت سے مسئلہ پوچھا سو حضرت نے فرمایا کہ وضو کر اور اپنی آلت کو دھو ڈال یعنی غسل اس صورت میں واجب نہیں ہے فقط وضو آتا ہے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مذی کا دھو ڈالنا اور اس سے وضو کرنا واجب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مذی کھرچ ڈالنے سے کپڑا پاک نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اس کو دھو یا نہ جاوے بخلاف منی کے کہ اس کی کھرچ ڈالنے سے بھی کپڑا پاک ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتی ہے غرض امام بخاری کی اس باب سے واسطہ علم بالصواب اور ذکر اس باب کا کتاب الغسل میں واسطے دفع کرنے ظن غسل کے ہے مذی آنے سے واسطے ہم شکل ہونے اور سکے کے ساتھ منی کے **بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَبَقِيَ أَثَرُ الطَّلَبِ** اگر کوئی شخص اپنے بدن پر خوشبوئی طے پھیرسل کر ڈالے اور خوشبوئی کا اثر (یعنی رنگ اور بو اس کی) غسل کے بعد بدن پر باقی رہے تو اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ یاد رہتا ہے **حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّازٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ النَّخَعِيِّ**

۵
نمبر
۱۵۵

عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَذَكَرْتُ كَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أَحَبُّ أَنْ أَصْبَحَ مَجْرَمًا أَنْفَضَ
 طَبِيبًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَيِّبَتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ
 ثُمَّ أَصْبَحَ مَجْرَمًا ترجمہ محمد بن منتشر سے روایت ہو کہ میں نے عائشہ سے پوچھا اور ابن عمر کا قول اُس نے ذکر
 کیا (وہ قول یہ ہے) میں نہیں دوست کہتا ہوں اس بات کو کہ صبح کروں ساہتہ احرام کے درجہ ایک
 ٹیکتی ہو جسے خوشبوئی یعنی احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا اثر بدن پر باقی رہنے کو میں پسند
 رکھتا ہوں سو عائشہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی تھی پہر آپ ہی سب
 بیویوں میں پہر سے پہر سے محبت کی پھر صبح کی حالت احرام میں یعنی اسی کی صبح کو آپ نے
 احرام باندھ لیا ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر خوشبو بدن پر مالش کر کے غسل کر ڈالے اور بعد غسل کے
 خوشبوئی کا اثر بدن پر باقی رہا تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ یہ امر جائز ہے اور یہی غرض ہے امام بخاری
 کی اس باب سے حدیث ثناء آدم بن ابی ایاس قال حدثنا شعبہ قال أخبرنا الحكم
 بن عیینہ عن ابراہیم عن اوس عن عائشہ قالت کانی أنظر إلى وبيص الطيب
 في مفرق رسول الله وهو محرم ترجمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہو کہ گویا کہ ان
 اب دیکھ رہی ہوں چکنا خوشبوئی کا سر مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حالانکہ آپ
 محرم تھے ف یہ دونو حدیثیں ایک واقعہ کا ذکر ہے یعنی یہ خوشبوئی آپ کے احرام باندھنے سے پہلے
 استعمال کی تھی پہر جب آپ نے غسل کر کے احرام باندھا تو اس کا اثر اور چکنا بعد غسل کو بھی باقی رہا
 پس یہی وجہ سے مطابقت حدیث کی ساتھ ترجمہ باکے یا وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ وہ غسل جو
 احرام کی ہے اسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک نہیں کیا پس اگر خوشبوئی کا باقی رہا تھا احرام
 باندھنے سے پہلے کا ہے **باب** تحليل الشعر حتى لا اظن أنه قد اذوى بشرته افا
 عليه سر کے بالوں کا خدال کرنا یہاں تک کہ جب تک نہ کہ بدن نہ ہو گیا ہے یعنی جو بالوں کے
 نیچے ہو تو اس پر پانی بہا دیو **باب** حدثنا عبدان قال أخبرنا عبد الله قال أخبرنا هشام
 ابن عروة عن أبيه عن عائشہ قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اغتسل
 من الجنابة غسل يديه وتوضأ وضوءه للصلاة ثم اغتسل ثم غفل يديه شعره
 حتى إذا ظن أنه قد اذوى بشرته أفاض عليه الماء ثلث مراتب ثم غسل سائر
 جسده وقالت كنت اغتسل أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم من أنا واحد نعرف
 منه جميعا ترجمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہو کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵
نمبر
۱۵۵

ایسا ایسے کہ ایسے تمام میں کہ جہاں دل غسل بعض ایسا کا بیان کرتے ہیں اور پھر بعد ازاں بدن کو مٹوانا
 ذکر کرتے ہیں اور قرینہ حال یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیان مراد باقی بدن ہے سوا حقان ہضامہ کو
 کے اور یہی جو ہوتا اس حدیث کو ساتھ ترجمہ کے اور شیخ ابن حجر نے کہا ہے کہ میمونہ کا قول (غسل جہ)
 معانی ہی معنی پر محمول ہے یعنی باقی بجز ہڈی کے بعد اسکے میمونہ رمنے فرمایا کہ حضرت نو بعد غسل کے
 کنار ہو کر اپنے پاؤں کو دھویا پس اگر چہ وہ سے تمام بدن مراد ہوتا تو دوسری بار کناری ہو کر پاؤں
 کو دھوئے گی کوئی حاجت نہیں تھی ایسے کہ تمام بدن میں پاؤں بھی داخل میں ہیں معلوم ہوا کہ
 تمام بدن اس سے مراد نہیں ہے بلکہ باقی بدن مراد ہے پس مناسبت یہ حدیث کی ترجمہ سے ظاہر
 ہو گئی وہاں التوفیق **باب** اِذَا ذَكَرَ فِي السُّجْدَةِ اَنَّهُ جُنُبٌ خَرَجَ تَحْتَ اُخْرَى وَلَا يَتِمُّ
 جب کسی شخص کو مسجد کے اندر ہوتے ہوئے اپنا جنبی ہونا یاد آ جاوے تو اسکو چاہیے کہ اُسی حالت
 میں ویسے ہی مسجد سے باہر نکل جاوے اور تیمم نہ کرے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ**
عُمَانَ بْنَ مَعْرُوفٍ قَالَ اَنَا يُونُسُ بْنُ الزُّهْرِيِّ عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ اَقَامَتِ الصَّلَاةُ
وَعَبْدُ اللَّهِ الصَّفْوَةُ قِيَامًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِي
مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَغَسَلَ ثَمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ قَطْرًا
فَصَلَّيْنَا مَعَهُ تَابِعَهُ عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا عَنْ مَعْرِ بْنِ الزُّهْرِيِّ دَوَاهُ لَوْلَا زَيْدُ عَنِ الزُّهْرِيِّ
 ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر گئی گئی احمد
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکلے ایسے آپ تکبیر سنکر نماز پڑھانے کو واسطے مجھ سے
 باہر نکلے پس جب آپ مصلے پر کھڑے ہوئے تو آپ کو اپنا جنبی ہونا یاد آ گیا سو فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ میں
 کھڑے ہو پھر آپ پلٹ گئے گھر کی طرف سو آپ نے غسل کیا پھر گھر سے باہر آئے اور حالانکہ آپ کو سر
 سے پانی ٹپک رہا تھا سو آپ نے تکبیر کی اور ہم نے آپ کو ساتھ نماز پڑھی وہ اس حدیث سے معلوم ہوا
 کہ اگر مسجد کے اندر ہو تو کسی کو اپنا جنبی ہونا یاد آ جاوے تو اُسی حالت میں مسجد سے باہر نکل جاوے اور
 مسجد سے باہر نکلنے کو واسطے تیمم کرنا واجب نہیں ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم نہیں کیا
 بلکہ پانی سے ہی چلے گئے تھے اور عرض امام بخاری کی کہ ذکرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ مسجد سے نکلنے
 سے پہلے تیمم کر لیوے جیسے کہ ثوری و اسحاق و غیرہ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل جنابت بعد
 جو قطرے پانی کے بدن پر نہ ہوں نہ ناپاک نہیں ہیں ورنہ مسجد کو اندر آ کر انا جائز نہ ہوتا اور اس حدیث
 سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت نماز اور تکبیر تحریمہ کو درمیان نہیں اور توقف کرنا جائز ہے **باب**

اور خدا سے شرم نہیں کرتے سو فرمایا کہ بہ نسبت آدمیوں کی خدا سے شرم کرنی زیادہ شائق ہو اور ظاہر
 اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ننگے ہو کر نہانا خلوت میں بھی حرام ہے ولیکن چونکہ موسیٰ اور ایوب
 کی حدیث (جو آتی ہے) سے ننگے ہو کر نہانا جائز معلوم ہوتا ہے اس لیے اس حدیث بہر کو فضیلت بہ
 معمول کیا جاوے گا تاکہ سب شیون میں تطبیق ہو جاوے پس معنی یہ ہوگا کہ ننگے نہانا جائز ہے ولیکن برہ کر
 نہانا افضل ہے پس مطابقت حدیث کی ترجمہ کی دوسری جزو سے ظاہر ہے حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
 بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هُكَيْمِ بْنِ مَنِئٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عَرَاءَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضِهِمْ وَ
 كَانَ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوا وَاللَّهِ مَا مَعَ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ
 مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ إِذَا رَفَلَ هَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ تَوْبَهُ عَلَى حَجْرٍ فَقَرَأَ الْحَجْرُ بِتَوْبِهِ فَجَمَعَ مُوسَى
 فِي آثَرِهِ يَقُولُ تَوْبِي يَا حَجْرُ تَوْبِي يَا حَجْرُ حَتَّى نَظَرْتُ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلَى مُوسَى وَقَالُوا وَاللَّهِ
 مَا مَوْسَى بَأْسٍ وَأَخَذَ وَطْفُوقَ الْحَجْرِ ضَرْبًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالْحَجْرِ سِتَّةَ أَوْ
 سَبْعَةَ ضَرْبًا بِالْحَجْرِ ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ
 بنی اسرائیل کے ننگے نہایا کرتے تھے ایک دوسرے کی شرک گاہ کو دیکھتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام تنہا نہایا کرتے
 تھے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ موسیٰ ہمارے ساتھ اس لیے نہیں نہاتا ہے کہ اس کو بادشاہ کی بیماری ہے یعنی اس کے
 خضیع ہو چکے ہیں سو موسیٰ ایک بار نہانے کو گئے تو اپنے کپڑے پتھر پر رکھ کر کھڑا ہوا پتھر لگنے لپڑے کو موسیٰ
 علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑی یہ بات کہتے ہوئے میرے کپڑے چوڑا دی پتھر میرے کپڑے چوڑا دی پتھر یہاں تک
 بنی اسرائیل نے موسیٰ کی شرک گاہ کو دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ قسم ہے اللہ کی موسیٰ کو کوئی عیب بیماری
 نہیں ہے پتھر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ موسیٰ کی طرف خوب نظر کر چکے پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا کپڑا لیا پتھر
 کو مارنے لگے ابو ہریرہ کہہ اقسام اللہ کی تحقیق شان یہ ہے کہ پتھر پیچھے یا سات نشان ہیں بسبت ٹ مارنے
 ف اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی قوم میں ننگے ہو کر نہانا اور ایک دوسرے کی شرک گاہ کو دیکھنا
 جائز تھا اور موسیٰ علیہ السلام جو تنہا غسل کرتے تھے تو ان کا عمل فضیلت پر تھا اور باوجود کہ موسیٰ علیہ السلام
 آدمیوں کے درمیان تو ننگے چلے گئے اور اپنی شرک گاہ کو پرہیز کیا پس اگر حرام ہوتا تو یہ پیغمبر ہو کر ایسا کبھی نہ کرتے
 بلکہ ممکن نہیں تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلوت میں ننگے ہو کر غسل کرنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کا ننگے ہو کر نہانا بیان کیا اور پھر اس پر سکوت کیا پس اگر جائز نہ ہوتا
 تو اس کو بیان کر دیتے اور یہی ہو جو مناسبت کی ساتھ ترجمہ کے اور یہ جو فرمایا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ کی

میں جو بخاری کے ساتھ ساتھ دیکھنا جائز

۱۶۰

شرنگاہ کو دیکھ لیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرورت کو وقت یعنی روا اور معالجہ وغیرہ کے واسطے
 غیر کی شرنگاہ کو دیکھنا جائز ہے (فتح الباری) **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
قَالَ بَيْنَا أَيُّوبُ يُغْتَسِلُ عُرْيًا ذَا فَحْرٍ عَلَيْهِ جِرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْتَبِي
فِي ثَوْبِهِ فَنَادَاهُ رَقَبُهُ يَا أَيُّوبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْكَ عَمَّا تَدْعِي قَالَ بَلَى وَعِزَّتِكَ وَلَكِنْ لَأَعْنِي
بِئْسَ بَرَكَتِكَ وَدَوَاؤُكَ هَلِمَ عَنْ مَوْتِي بِعَقْبِهِ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَطَّارِ بْنِ يَسَّارٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَيُّوبُ يُغْتَسِلُ عُرْيًا نَأْتِرْجُمُ
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس حالت میں حضرت ایوب
 تنگ نہا رہتے تھے تو انہیں شنگی ٹڈی کا جھنڈا گر پڑا تو حضرت ایوب آپ پر ہر کر اپنے کپڑے میں کھنکھنے
 لگے سو ان کے رب نے کہا اے ایوب کیا میں نے تجھ کو مالدار نہیں کیا اور اس مودے کی ٹڈی سے جس کو
 تو دیکھتا ہے پر وہ انہیں کر چکا یعنی تو محتاج نہیں ہے اور اس بات پر ہی دنیا کی تجھ کو کچھ حاجت
 نہیں ہے اس کو کیوں جمع کرتا ہے **فَكَهَنَ** میں ایوب علیہ السلام اپنے گہر میں نہا رہتے تھے
 کہ یکا یک ٹڈی کی ٹڈی میں آسمان گرنے لگیں جب گہر کا صحن بہر گیا تو حضرت ایوب علیہ السلام انگو
 اکھڑے میں جمع کرنے لگو تب خدا تعالیٰ نے فرمایا **فَاتَّخَذَ** حضرت ایوب نے کہا کہ کیوں نہیں مجھ کو تیرے
 عزت کی قسم ہے کہ مجھ کو مال کی تو کچھ پر وہ انہیں لیکن تیری برکت اور عنایت کی چیز سے مجھ کو
 بے پروا ہی نہیں ہے یعنی اس مال کا لینا محتاجی کے سبب پیکہ تیری عطا سمجھ کر لیتا ہوں اور
 یہ ٹڈیوں کا اگر ناجو خارق عادت ہے تیری کرمیات اور عنایات سے ہے پس اسے آدمی کسی طرح بے پروا
 نہیں ہو سکتا ہو کہ غلام مالک کی عطا کی ہوئی چیز سے کسی حالت میں بے پروا نہیں ہو سکتا کہ اس کو
 خوشی مالک کی ہر بانی پر ہے مال پر نہیں **فَاسْأَلَتْ** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برہنہ ہو کر غسل کرنا درست
 اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ایوب کو مودے کی ٹڈی سینے پر چھڑکا دینے کے نہانے پر بنین چیز کا پس معلوم
 ہوا کہ برہنہ نہانا جائز ہے اگر منع ہوتا تو خدا تعالیٰ نے حضرت ایوب کو اس سے ہی منع کر دیتا اور اس حدیث
 سے یہ معنی ثابت ہوتا ہے کہ اگر بے طبع اور بے تلاش مال بلجاوی تو اس کو عنایت خدا کی سمجھ کر لے لینا
 تو مکمل کے مخالف نہیں ہے **بَابُ التَّسْوِيفِ فِي الْعُسْرِ حَيْثُ النَّاسُ أَوْ مِثْلُ ذَلِكَ كَوْرٍ وَبُرْهَانُهُ**
 نہانے کا بیان **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ**
الْعَزِيزِ أَنَّ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَلْحَةَ أَخْبَرَتْ أَنَّهَا سَمِعَتْ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَلْحَةَ
تَقُولُ دَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَيْ فَوَجَدْتُهُ يُغْتَسِلُ وَ

نہانے کا بیان
 حدیث میں ہے کہ اگر بے طبع اور بے تلاش مال بلجاوی تو اس کو عنایت خدا کی سمجھ کر لے لینا
 تو مکمل کے مخالف نہیں ہے

۹۰

محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے

۱۶۳

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کا تعلق صحابہ سے ہے

جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے

کو اختلام نہیں ہوتا ہے اور واسطے موافقت سوال کے باب عرق الجرب وأن السلول لا یخس من جنی کے پسیدے کو کیا حکم ہے اور مسلمان ناپاک نہیں ہوتا ہے حدیث ثانی عن ابن عبد اللہ قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا حیدر حدیثنا بکر عن ابی رافع عن ابی ہریرۃ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقیہ فی بعض طریق الدینۃ وهو جنب فاحتسب منہ فذہبت فاعشلت ثوبہا فجاء فقال این کنت یا اباہریرۃ قال کنت جنباً فکرمھت أن أجالسک وأنا علی عذر مکاری قال سبحان اللہ إن المؤمن لا یخس من جہت ابی ہریرۃ رخصۃ اللہ عنہ سے روایت ہو کر موقوف مدینہ کے بعض اہل میں ملے اور حالانکہ میں غیبت سے تھالیے مجھ کو نہانے کی حاجت تھی سو میں حضرت سے پیچھے کو لیٹ آیا یعنی آپ سے ایک کنارہ ہو گیا سو میں نے جا کر غسل کیا پھر میں آیا یعنی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ ابی ہریرۃ تو کہاں تھا میں نے عرض کی کہ مجھ کو غسل کی حاجت تھی سو میں نے آپ کی پاس ناپاکی کے ساتھ بیٹھنے کو کر دیا جانے بی غسل آپ کی خدمت میں حاضر ہونا مجھ کو بڑا معلوم ہوا حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک ہے (یہ حدیث صحیح ہے) ابی ہریرۃ کو اس قول پر اپنے تعجب کیا یعنی امت پاک ہے اس سے کہ آپ سرگرم کیا جاوے اس بات کا کہ اس نے مسلمان کے ناپاک ہونے کو ساتھ حکم کیا ہو تحقیق ناپاک دار ناپاک نہیں ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسا ناپاک جنبی ناپاک نہیں ہوتا ہو پس اس کے ساتھ ملکر بیٹھنا اور اس کے چہرہ نا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان جنبی کا پسینہ پاک ہے یا پسینے کے جب ایسا ناپاک جنبی ناپاک نہیں ہوگا پسینہ میں ناپاک نہیں ہوگا پسینے کے جب جنبی پاک ہو تو اس کے ساتھ ملکر بیٹھنا اور مصافحہ وغیرہ کرنا بھی جائز ہوگا اور اکثر اوقات اسے پسینہ بھی لگ جائے پس معلوم ہوا کہ ناپاک جنبی کا پسینہ ناپاک نہیں ہے یہی حال ہو گا کہ جنبی اگر فقط غیبت سے اس کا بدن ناپاک نہیں ہوتا ہے جب تک کہ نجاست حقیقی اس کے بدن کو باہر سے نہ لگے اور اس حدیث میں یوں کی قید اتفاقی ہے احقر اذی نہیں ہے جیسے کہ مذہب جمہور علماء کا ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی فوائد معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو کام عظیم نشان ہوا اسکے واسطے طہارت کر لیوے اور وہ مسلمان کے نزدیک کون کی عظمت اور تکریم کرنی مستحب ہے اور انکی صحبت میں اچھی طرح سے پاک صاف ہو کر بیٹھنا چاہیے تیسرے یہ کہ جب تاج اپنے متبع سے جدا ہونے لگے تو چاہیے کہ متبع سے اذنی لپیٹ لے لے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کہاں تھا اتنے معلوم ہوا ہے کہ اپنے متبع سے جدا نہ ہو ورنہ لگے لگے طہارت کر لیوے چہاں کہ یہ کہ متبع کو لائق ہے کہ اپنے تابع کو اچھا کام پیش کر دے اگر چہ اسے سوال ہو گیا ہو پھر یہ کہ اول وقت جو غسل کو تاخیر کرنا جائز ہے ششم یہ کہ غیبت کی حالت میں غسل کرنے سے پہلے اپنا کوئی کام کر لینا جائز ہے ہفتم یہ کہ اگر جنبی کو یوں بن گیا کہ

تو کوئیں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے **بَابُ الْجَنْبِ يَخْرُجُ فِي السُّوقِ وَغَيْرِهِ جَنِبِي كَاكْبَرِ**
 باہر نکلنا اور بازار وغیرہ میں چلنا پہرنا جائز ہے **وَقَالَ عَطَاءٌ يُحْتَمُّ الْجَنْبُ وَيُقَالُ اُطْفَاةٌ وَيُحْتَمُّ**
رَأْسُهُ وَإِنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ يَغْتَسِلْ عَطَا کہ ہا کہ جنبی کو بھیجی لگنا اور ناخن کاٹنا اور سر نہ دانا جائز ہے اگرچہ
 وضو بھی کیا ہو ف مطابقت اس اثر کی ترجمہ باب کو ساتھ بطور سے ہر کہ جیسے بازار میں چلنا ایک کام ہے
 ایسے ہی ناخن کاٹنا وغیرہ بھی ایک کام ہے اور جب کہ جنبی کو بے غسل کے یہ کام کرنے جائز نہیں تھے
 ہی بازار میں چلنا بھی جائز ہوگا **حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَّاعٍ حَدَّثَنَا**
سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَنَا أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكُونُ
عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَأَنَّهُ يَوْمَئِذٍ شَبَّعَ نِسْوَةَ ترجمہ ان رضی اللہ عنہ سے روایت
 کہ مقرر بنی صلوات اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں پر چڑھتے تھے ایسے سب کے ساتھ صحبت کرتے تھے ایک ان میں
 اس دن انہی بیویوں میں نہیں ف مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے بطور ہے کہ آپ ایک حجرے سے
 دوسرے حجرے جاتے تھے ایسے ایک بیوی سے صحبت کر کے پھر دوسری کے حجرے میں چل جاتے تھے پھر اس کے ساتھ
 صحبت کر کے تیسری کے حجرے میں چل جاتے تھے وہ علی بن ابی القیس اس طرح بغیر غسل کے حجرے حجرے پرتے اور
 دوسری میں غسل نہ کرتے پس معلوم ہوا کہ جنبی کو بے غسل کے کسی قدم چلنا پہرنا جائز ہے **حَدَّثَنَا**
عِيَّاشُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ يَكْرِ عَنْ ابْنِ رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
وَسُورَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّا جَنَّبُ فَأَخَذَ بِيَدِي فَشَبَّعَ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ فَأَسْلَمْتُ
فَأَتَيْتُ الرَّجُلَ فَأَخْسَلْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ
فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْكُفْرَ لَا يَنْجِسُ ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ مجھ کو راہ بنی تمیز
 صلوات اللہ علیہ وسلم نے او مجھ کو نہانے کی حاجت تھی سو اپنے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا سو میں آپ کے ساتھ چلا گیا
 یہاں تک کہ آپ بیٹھ گئے یعنی ایک جگہ میں سو میں چپ کر کھل گیا یعنی آپ کو اطلاع نہ کی اور اپنی جگہ میں آیا اور
 غسل کیا پھر آپ کو پاس حاضر ہوا اور مالانکہ آپ بیٹھی ہوئے تھے سو فرمایا کہ تو کہاں تھا ام ابو ہریرہ پس میں نے آپ سے
 عرض کی یعنی ایا حال بیان کیا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے کہا اسدیاک ہے مقرر ایا نہ را آدمی ناپاک نہ
 ہوتا یعنی اگرچہ اس کو نہانے کی حاجت ہو ف جب ابو ہریرہ حالت جنابت میں گھر سے باہر آئے اور حضرت
 کے ساتھ چلے پھر تے رہے بے غسل کے اور حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ہی بعد اطلاع کے کہہ جائز نہ کہا تو اس سے
 معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں بے غسل کے بازار وغیرہ میں چلنا پہرنا جائز ہے اور اس حدیث میں اگرچہ بازار
 کا ذکر صریح موجود نہیں ہے لیکن کوچہ اور بازار کا اس حکم میں کو فرق نہیں ہے **بَابُ كَيْفَ تَوَضَّعَ الْجَنْبُ**

ترجمہ ان رضی اللہ عنہ سے روایت کہ مجھ کو راہ بنی تمیز

صلوات اللہ علیہ وسلم نے او مجھ کو نہانے کی حاجت تھی سو اپنے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا سو میں آپ کے ساتھ چلا گیا

اور نسخہ اسکی وہ حدیث ابو ہریرہؓ کی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے اسلئے کہ صحیح مسلم میں اسی حدیث کے
آخر میں **اِنْ لَمْ يَنْزِلْ** کا لفظ صریح آگیا ہے یعنی جب مرد اور عورت کی شتر مگاہ مل جاوے اور ذکر مرد کا عورت
کی شتر مگاہ کے اندر چلا جاوے تو غسل واجب جاتا ہے منی نکلے خواہ نہ نکلے اور سیح روایت کیا ہے اکثر
صحابہؓ نے طحاویؒ کی روایت کی ہے کہ عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ
صحبت بڑا نزال میں غسل واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ واجب نہیں سو عمرؓ نے کہا کہ جب تم نے اہل بدر
ہو کر اس میں اختلاف کیا ہے تو جو لوگ تمہارا بعد ہوئے انکا کیا حال ہوگا سو حضرت علیؓ نے عمرؓ کو کہا
کہ اے امیر المؤمنین اگر تو اس مسئلے کی تحقیق کرنی چاہتا ہے تو کسی شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میویوں کے
پاس بھیج دے اور اس پر مسئلہ دریافت کر سو حضرت عمرؓ نے کسی دمی کو عائشہؓ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا یہ حضرت
عائشہؓ رضی اللہ عنہا پر پاکہ جب وہ کاختہ عورت کو ختنہ سے آگے بڑھ جاوے تو غسل واجب جاتا ہے یعنی صحبت
بے انزال سے بھی غسل واجب اور یہ حدیث جو آئی ہے انما المار من المار یعنی غسل صرف منی نکلنے سے
واجب ہو جاتا ہے تو اسکا جواب اول یہ ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ حکم احتلام میں سے ہے یعنی اگر خواب میں منی
سے جم کرے تو غسل واجب نہیں ہو جب تک کہ منی نہ دیکھو ورم سند امام احمد میں ابی بن کعبؓ روایت
ہے کہ یہ فتویٰ ابتدائی اسلام میں تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا سو صحبت بڑا نزال میں غسل کا واجب ہے نا حدیث
کے منطوق سے ثابت ہوا اور ترک غسل انما المار من المار کی مفہوم سے ثابت ہوتا ہے اور منطوق مقدم
ہوتا ہے مفہوم پر لیکن صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت صحبت بے انزال میں غسل کو واجب نہیں مانتا
ہیں اور امام بخاریؒ کا یہی مذہب ہے شاید ائمہ نسخ کی حدیث نہیں پہونچی واعد اعلم اور بعضے شارحین نے
میں کہ بخاریؒ کے قول (العسل احوط) کا یہ معنی ہے کہ دین میں غسل ثابت ہوا امام شیخ الاسلامؒ شیخ ابن حجرؒ نے
فرمایا کہ ظاہر یہی بات معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ اگر امام بخاریؒ عدم وجوب غسل کا قائل ہوتا تو جواز ترک
غسل کا باب باندھتا مگر اسنے ایسا نہیں کیا اور نہ ایسا کہا بلکہ صرف ایک حکم اس حدیث کا بیان کیا ہے
والله اعلم بالصواب **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ كِتَابُ الْحَيْضِ وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى**
وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَحْيَىٰ قُلْ هُوَ آدَىٰ كَاعْتَرَلُوا النِّسَاءَ فِي الْحَيْضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا
طَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ترجمہ یہ
کتاب بیان میں احکام حیض کے اور بیان میں قول خدا صریح بزرگ شان اللہ کے کہ پوچھتے ہیں تجھ سے حکم حیض کا
تو کہہ وہ گندگی ہے سو تم پروردگار تو نے عورتوں سے حیض کے وقت یعنی حیض کے دنوں میں انکو ساتھ جماع نہ کرو اور
نزدیک نہ ہو اسنے جب تک کہ پاک ہو دین پھر جب ستماری کر لیں تو جاؤ انکے پاس یعنی جماع کرو ساتھ لے کر جانے

انما المار من المار و بارہ اختتام ہے یا نسخہ

حکم یا نیکو اللہ نے میرے کی طرف سے پیچیدگی کی طرف اللہ کو خوش آتے ہیں تو بکر نیولے یعنی اس چیز
 سے کہ خدا نے منع کیا ہے اور خوش آتے ہیں ستمرائی ولے نجاست اور پیدہ می سے ف شان نزول
 اس آیت کا یہ ہے کہ یہود میں جب رتوں کو حیض آتا تھا تو اُس کے ساتھ ملکر نہیں کہاتے تھے بلکہ گہرے سکو
 نکال دیتے تھے اور نصاریٰ حیض کے دنوں میں بھی جاع کرتے تھے سو صحابہؓ نے اس کا حکم پوچھا پس آیت نازل
 ہوئی یعنی اُس کے ساتھ ملکر کھانا اور ایک مکان میں رہنا جائز ہے مگر جاع کرنا اُس کے ساتھ حالت حیض
 میں جائز نہیں اورت میں حیض کا منع ہے پہنا اور جاری ہو نا اور حوض بھی اسی سے ماخوذ ہے
 اس لیے کہ اس کی طرف پانی بہہ کرتا ہے اور چونکہ یہ خون بھی عورت کو رحم سے بہتا ہے اس لیے اُس کا نام
 حیض کہا گیا اور شہر میں حیض اُس خون کو کہتے ہیں جو عورت کو رحم سے باخ ہوئی کے بعد باہر آیا
 و بلا جب کئی من معلوم آتا ہے اور جو خون کہ عورت کو رحم سے کسی علت اور بیماری کی وجہ سے آدھ
 اس کو اخراج کہتے ہیں اور جو خون کہ بچ جننے کے بعد کئی دن تک آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں اور یہ دونوں
 کو یا حیض کی فرع میں اسی وجہ سے ان کو حیض کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے اور اس لیے اُن کے مسائل کو حیض
 کے مسئلوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور امام بخاری نے اس آیت کو اس کتاب الحیض کے ابتدائیل میں
 ذکر کیا ہے کہ یہ اس سے احکام حیض میں اور محل اور سے احکام حیض میں مذکور ہیں اور حیض کہتے ہیں
 بلکہ حیض کو یا وقت حیض کو یا ب کثرت کان بدو الحیض وقولہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى نَبَاتِ آدَمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ أَوَّلَ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلَى نَبِيِّ رَزَقَ
 قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَحَدِيثُ النَّبِيِّ أَكْثَرُ بَابِ اس بیان میں کہ حیض کس طرح شروع ہوا یعنی قدیم زمانہ
 سے ہی یا پہلے زمانے میں پیدا ہوا ہے اور بیان میں قولی حضرت مسلمانہ علیہ وسلم کے کہ حیض ایک چیز
 ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی عورتوں پر مقرر کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ حیض پہلے بنی اسرائیل پر
 بیجا گیا تھا امام بخاری نے کہا کہ حدیث حضرت کی اکثر ہے یعنی عام ہے باعتبار اظہار کے اس لیے کہ نبی
 آدم علیہ السلام بنی اسرائیل وغیرہ کی عورتوں سب کو شامل ہے ف بعض کہتے ہیں کہ ابتدا حیض کی بنی
 اسرائیل سے ہوئی اُن سے پہلو عورتوں کو حیض نہیں آیا کرتا تھا نبی عبد اللہ بن مسعود رضی سے روایت ہے کہ
 بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں سب ایک جگہ اکٹھے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے سو عورتوں نے مردوں کو چھوڑ دیا
 لیا سو اللہ تعالیٰ نے ان پر حیض ڈال دیا اور ان کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا سو امام بخاری نے اس قول
 کو رد کر دیا ہے کہ حیض صرف بنی اسرائیل سے اول شروع نہیں ہوا ہے بلکہ قدیم زمانہ سے چلا آیا کہ
 اور آدم کی تمام عورتوں پر مقرر کیا گیا ہے اور کوئی زمانہ اور کوئی قوم اُس سے خالی نہیں ہے اور تائید

کرتا ہے اسکی جو حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ابتدا حیض کی حضرت حواؑ پہ ہوئی جب جنت سے اتاری گئیں اور ابن مسعودؓ کے قول کی حدیث مذکور کے ساتھ تطبیق بھی ہو سکتی ہے باین طور کہ مراد بنی اسرائیل پر حیض بھیجے نہ تھا اگر انکو حیض مدت تک جاری رہا کرتا تھا واسطے عذاب کرنے انکے کے ساتھ اسنے نہ یہ کہ ابتدا حیض کی پہلے ان پر ہوئی تو بنی اسرائیل پر پہلے حیض بھیجنے کے میسر ہی ہو سکتے ہیں کہ حیض تو ابتداء زمانہ سے ہی چلا آتا ہے ولیکن اس میں علت و حرمت کا حکم صرف بنی اسرائیل ہی سے شروع ہوا ان سے پہلے حیض کے باب میں کوئی حکم علت و حرمت نازل نہیں ہوا تھا پس اس توجہ سے دونوں تطبیق ہو جاوے گی میں مذہب میں صورت اس حیض کا قول لانا ایک علمہ فائدہ کے واسطے سمجھا جا سکے گا و امہ علم حد ثنا علی بن عیسیٰ اللہ قال ثنا سفیان قال سمعت عبد الرحمن بن القاسم قال سمعت القاسم یقول سمعت عائشہ تقول نقول خرجنا لانی لا الحیض فلما کنا بصرہ حضرت فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابکی فقال مالک انقضت قلت نعم قال ان هذا امر کتبہ اللہ علی بنات ادم فانقضی ما یقضی الحاج عنان لا تطوفی بالبيت قالت وصحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نساءہ بالبقر ترجمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ حج کے ارادے سے نکلے یعنی مدینہ سے مکہ کو حج کی نیت کر روانہ ہوئے اور عمرہ کا ارادہ نہ تھا سو جب ہم مقام ہرم (ایک جگہ کا نام ہے دس میل یا نہ میل کے) پر پہنچے تو مجھ کو حیض آگیا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور حالاکہ میں وہی تھی سو پوچھا فرمایا کیوں قی ہو گیا تھا حیض آگیا ہے میں نے کہا ہاں (مجھ کو حیض آگیا ہے) سو فرمایا کہ مقرر حیض ایک چیز ہے کہ خدا نے ہر عورت پر (ازلی) لکھ دیا ہے یعنی یہ حیض کوئی نئی چیز نہیں کہ فقط تجھی کو لکھا گیا ہو بلکہ سب عورتوں کو اتنے ہی اور سب کا یہی حال ہوتا ہے پس کوئی عجب بات نہیں پھر پھر ونا کیسا ہی سہ تو اگرچہ احکام کہ اور حاجی اور اگر تو ہیں لیکن بیت اللہ کا طواف بھیجیے اس کے گرد مت گھومو کہ طواف کو بیت اللہ کا طواف کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت فاطمہؓ کی طرف سے ایک عورت فرمائی کہ میں نے اس حدیث کو معلوم ہوا کہ یہ میں قدیم سے چلا آیا ہے کوئی آج کل کی نئی بات نہیں بلکہ درازال سے عورتوں کے حق میں لکھا گیا ہے باب غیسل الحائض ذات وجہا و ترجمہ حیض والی عورت کا اپنے خاوند کے سر کو دھونا اور انگلی پینچ کر لکھا گیا حکم کہ اسے حد ثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن هشام بن عروة عن ابيہ عن عائشہ قالت امر رجل مرأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا حائض و ترجمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۹

کے سر کو لنگی کیا کرتی تھی حالت حیض میں و اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت اگر اپنے خاوند کو
 لنگی پہیرے تو جائز ہے اور مرد ہونا بھی بطریق دلالت کو ثابت ہوتا ہے پس صحاح حدیث ترجمہ سے ظاہر
 یا یکہ بدن کو چھو زمین و نو مشترک میں پس غسل بھی ثابت ہوا و یکا حلال تھا ابن ابراہیم بن موسیٰ
 قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ
 أَنَّهُ سَمِعَ أَخْذَمِيَّ الْحَارِثِيَّ أَوْ تَدْنُو مِيَّ وَهِيَ جُنُبٌ فَقَالَ عُرْوَةُ كُلُّ ذَلِكَ عَلَى هَيْئَةٍ وَكُلُّهَا
 يَخْذَمْنِي وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ أَخْبَرَنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تَرْجُلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْتَنِي مُجَاوِرٌ فِي السَّجْدِ يُدْنِي
 لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي تَحْرِيهَا فَتَرْجُلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ ترجمہ زودہ رفتہ روایت ہو کہ اس سے کسی نے یہاں
 کہ کیا حیض والی عورت کو جنابت کی حالت میں اپنے خاوند کی خدمت کرنا اور اس کے نزدیک ہونا جائز نہیں
 سو عروہ ذکر کیا کہ جو کچھ تو نے بیان کیا یہ سب مجھ پر سان ہے یعنی میں حائض اور منی عورت سے خدمت
 کروانی جائز رکھتا ہوں اور اس کام میں کسی پر کچھ گناہ نہیں (یہ بعد اس کے عروہ نے اس حدیث عائشہ سے سنا
 کیا وہ یہ ہے اور کہا کہ مجھ کو عائشہ نے خبر دی ہے کہ وہ حضرت کے سر کو لنگی کیا کرتی تھیں حالت حیض
 میں اور علامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں ہٹکاف بھیجے ہوئے تھے (لنگی کروانے کے
 وقت) آپ اپنے سر کو عائشہ رفتہ کے نزدیک کر دیا کرتے تھے اور حالانکہ وہ اپنے حجرہ میں ہوتیں اور وہ
 حجرہ مسجد کے ساتھ ملا ہوا تھا سو عائشہ آپ کو لنگی کیا کرتیں حالت حیض میں و اس حدیث سے معلوم
 ہوا کہ حیض والی عورت کو خاوند کے سر کی لنگی پہنا جائز ہے اور یہی طرح بوجہ اشتراک کو ملاست میں محکا
 مرد ہونا بھی جائز ہے اور وجہ استدلال عروہ کی اس حدیث عائشہ سے اس طور پر ہے کہ جب لنگی کرنا
 حیض میں جائز ہے تو اور خدمت کرنی بھی جائز ہوگی اور جب حالت حیض میں عورت سے خدمت کرنا
 جائز ہے تو جنابت میں بھی اس سے خدمت کروانی جائز ہوگی اور یہ قیاس علی ہے و اللہ اعلم اور اس حدیث
 سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حیض والی عورت کا بدن اور پسینہ پاک ہو اور یہ کہ عتکاف والو کو سوا جماع کے
 سے اور خدمت یعنی جائز ہے اور یہ کہ حیض والی کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے بَابُ قِرَاءَةِ
 الرَّجُلِ فِي تَحْرِيقِ الْقِرَامِ بیوی حائض کی گو دین بیچ کر قرآن پڑھے گا کیا حکم ہے وَكَانَ أَبُو طَالِبٍ
 يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى ابْنِ رَزِينٍ فَتَأْتِيهِ بِالْمَقْصُوفِ فَقَسَّكَ بَعْدَ الْقِيَةِ ترجمہ زودہ رفتہ
 سے روایت ہو کہ وہ اپنی لونڈی کو حیض کی حالت میں ابی رزین کی طرف بھیجتے یعنی قرآن لے کر دے
 سو وہ لونڈی قرآن کو اس کے علاوہ لینے بند غلاف کو ساتھ لے کر اس کے پاس لواتی و مطلب اس

صحیح بخاری

ابو جریج

ابو جریج

ابو جریج

ابو جریج

ابو جریج

ابو جریج

ابو جریج

ابو جریج

ابو جریج

ابو جریج

ابو جریج

اور نفاس کو حیض نام رکھنا عرب کے زبان میں مشہور معروف ہو جو احکام کو حیض کے واسطے میں دوسری احکام
بعینہ نفاس کے لیے ہیں اور جو چیزیں کہ حالت حیض میں منع ہیں وہ چیزیں حالت نفاس میں بھی منع
ہیں اور جو کام اور عین جائز ہیں اس میں بھی جائز ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ
حیض والی عورت کو ساتھ ایک چادر اور ایک لحاف میں ملکر سونا جائز ہے اور یہ کہ مستحب ہو عورت
کے لیے کہ حیض کے دنوں کے واسطے علیحدہ کپڑے پہنا کر رکھے کاب مباحثہ نہ تھا حیض والی
عورت کو بدن کے ساتھ بدن ملانا جائز ہے حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَتْ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ عَنْ مَرْثَدَةَ
عَنْ أَبِي كَرِيمٍ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالْبَيْتِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ آيَةٍ وَاحِدَةٍ وَكَلَا نَا حُبًّا وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتِيهِ فَيَا شَرُّنِي وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يَجْرُجُ
وَأَسْلَمَ إِلَيَّ وَهُوَ مَعْتَكِفٌ فَأَغْتَسَلَهُ وَأَنَا حَائِضٌ ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دو دو ایک تن سے غسل کیا کرتے تھے اور ہم دونوں جنابت سے ہوتے اور تمہی حضرت صدیق
الاعظم علیہ وسلم مجھ کو حکم دیتے تھے یعنی نہ بند باندھنے کا حالت حیض میں سو میں نہ بند باندھ لیتی ہوا تھا
بدن کے بدن لگاتے اور نہ حائضہ کرتے اور حضرت ابن عمر کو میری طرف نکالا کرتے تھے اور آپ نے تکلف میں نہ تھا
سو میں آپ کے سر کو دو ہوا الٹی حالت حیض میں ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت کے بدن سے
بدن لگانا جائز ہے بشرط کہ ازار سے اوپر ہو اور حد ازار کی فقہاء کے نزدیک ناف سے لیکر زانو تک ہے
سونا ف سے نیچے مباشرت کرنی امام ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک کے نزدیک حرام ہے اور بعض اماموں کے
زودیک جائز بشرط کہ جماع سے بچ کر اور اسے جواز کو ترجیح ہے اس لیے کہ دوسری حدیث مسلم میں انس
سے صاف آچکا ہے کہ صغیر اکل سے الا الجماع یعنی حیض والی عورت کو ساتھ جو چاہو کر مگر جماع نہ کرو
اور امام ثوری اور حاکم اور احمد اور امام محمد اور طحاوی وغیرہ کا یہی مذہب ہے اور جو لوگ کہ ناف سے نیچے مباشرت
کرنے کو منع کہتے ہیں وہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے دلیل لاتے ہیں جو جواب اس کا یہ ہے کہ امام ابن دقیر
نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے اسکی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ وہ مجرد فعل ہے پس اس کے
استحباب پر محمول کیا جاؤ گا کہ اسے بیون میں تطبیق ہو جاوے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے آتی ہے
وہ نو طرفین کو مضرت ہے اس لیے کہ جیسے ازار سے نیچے مباشرت کر نہیں خوف جماع کا ہے ایسے ہی ازار
سے اوپر مباشرت کرنے سے بھی خوف جماع کا ہے پس یہ دو نو طرف سے کسی کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے
اور نہ اس ازار کے اوپر مباشرت کرنی جائز نکلتی ہے اور نہ اس سے نیچے جس اصل یہ ہے کہ وہ محض راء
عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے سو وہ حجت نہیں یا یہ کہ جس شخص کو قوت ضبط شہوت کی ہو اس کو عورت کے بدن

فمنع نفاس
کے لیے باندھنا
وہ جائز ہے
ع
بشرط
معدنیہ
فانزہ
۱۵۲
الحدود
بوزن

اور پاک شہر ہے اور حیض والی پاک نہیں ہو پس اس کے لیے نماز کا ناجائز نہونا ظاہر تھا بخلاف روزہ کے کہ اس میں طہارت وغیرہ شرط نہیں ہے پس اس کا ترک کرنا محض ایک کام تعبدی اور غیر قیاسی تھا سو جب کہ امام بخاری نے روزہ کو کہو مکر بیان کر دیا اور نماز کو بیان نہ کیا کہ سمجھنے والا خود سمجھ لے گا اور اس سے اوچی کسی مسئلہ ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ پہلے نبیوں کی شرع میں بھی حکم تھا کہ حیض والی نہ نماز پڑھتی اور نہ روزہ رکھتی تھی دوسرا یہ کہ عید کے دن عید گاہ کی طرف نکلتا مستحب ہے اور امام کے لیے مستحب ہے کہ اس دن میں لوگوں کو صدقہ دینے کا حکم کرے تیسرا یہ کہ فقیروں کے لیے غنیوں سے مانگنا جائز ہے چوتھا یہ کہ عورتوں کو عید گاہ میں جانا جائز ہے بشرطیکہ مردوں کے کنارے اور دور رہیں کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو و پانچواں یہ کہ امام کے لیے عورتوں کو وعظ کرنا جائز ہے چھٹا یہ کہ کسی کی نعمت کہا کہ تمک حرامی کرنی حرام ہے اور اسطرح لعن اور گالی گلوچ وغیرہ بری باتوں کو کہنا جائز نہیں ہے بلکہ کبیر گناہ ہے واسطے ہونے اسکے سبب دخول آگ کا سنا تو ان یہ کہہیں ان گناہوں کو بھی گھر جاتا ہے جسکے سبب آدمی دین سے خارج نہیں ہوتا ہے ایسے کہ اپنے خاوندوں کی ناشکری کو کفر فرمایا انہوں نے کہ نصیحت اور عظامین مبالغہ اور سختی کرنی جائز ہے جسکے سبب ایک عیب نفع ہو جاوے مگر اس میں شرط ہے کہ کسی خاص آدمی کو مخاطب نہ کیا جاوے ایسے کہ عام طور سے بلا تخصیص وعظ کرنا سننے والی پر بہت آسان ہوتا ہے ناوان یہ کہ صدقہ عذاب کو دفع کر دیتا ہے اور بندوں کے آپس میں گناہ کو مٹا دیتا ہو دسواں یہ کہ شاگرد کو استاد کے ساتھ تکرار کرنا جائز ہے زیادہ تحقیق کے واسطے اور اسطرح مرید کو اپنے پیر اور یہ جو فرمایا کہ تم عقلمند مرد کی عقل کو کہو دیتی ہو یہ سوچ سے ہو کہ مرد عورتوں کی محبت اور عشق میں مبتلا ہو بیہوش ہوتے ہیں پس جو عورتیں کہتی ہیں میں ہر مرد کرتے ہیں میں یہی معنی ہوا کہ عقل ہارنے کا ہو کہ یہی عورتیں کسی کام ناجائز کا بھی حکم کرتی ہیں پس جب مرد اس کام کو کرتا ہے تو عورتوں کو بھی اسکا گناہ ہوتا ہے بوجہ بتلانے اس کام کے پس یہ بھی ایک سبب ہوا کہ نقصان دین کا جاد ب نفعہ الحائض النکاح کما لا الطواف بالکعبۃ احرام کی حالت میں اگر عورت کو حیض آ جاوے تو اسکے لیے حج کی سبب عطا توں کو ادا کرنا جائز ہے مگر خانہ کعبہ کا طواف کرنا اسکو جائز نہیں ہے و قال ابن ابی کثیر لکما سأن تقرأ الایتین یعنی ابراہیم غنی نے کہا کہ حیض والی عورت کو قرآن کی آیت پڑھنا جائز ہے و اس اثر سے معلوم ہوا کہ حیض والی کے قرآن پڑھنے پر اجماع نہیں بلکہ اختلاف ہے دیکھو امام غنی نے اسکو قرآن پڑھنا جائز کہا ہے و کما یزید بن عباب بالقرآن لکما سأن تقرأ یعنی ابن عباس (صحابی سے) نے جنبی کے واسطے قرآن پڑھنا جائز کہا ہے و اس اثر سے معلوم

ہوا کہ جنبی کے قرآن نہ پڑھنے پر اجماع نہیں بلکہ اختلاف ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ اسکو جائز کہتے ہیں
 وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ تَرْجَمَهُ نَبِيُّ صَلَواتِہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَم ہر وقت
 اس کا ذکر کیا کرتے تھے یعنی خواہ طہارت کو ساتھ یا جنابت کو ساتھ ہوتے ف ذکر اس سے بیان ہر احوال
 ذکر ہے خواہ تلاوت قرآن کی ہو یا کچھ اور درود و طیفہ ہو پس اس سے ہی معلوم ہوا کہ جنبی کو جنابت کی حالت
 میں قرآن پڑھنا جائز ہے وَقَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةٍ لَمَّا نَزَّ مَرَّانَ مَخْرُجًا الْحَيْضَ فَيَكْثُرُ تَنكِيحُهُمْ
 وَيَذْخَرُونَ تَرْجَمَهُ ام عطیہ (صحابیہ) نے کہا کہ ہم کو حکم کیا جاتا تھا یعنی حضرت کو زمانے میں کہ باہر نکالیں
 ہم حیض والی عورتوں کو (یعنی عید کے دن) سو لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہیں اور ان کے ساتھ
 شریک ہو کر دعا مانگیں اور برکت کی امید کہیں جو اس یوز آدمی کو جمع ہو کر ذکر کرنے سے حاصل ہوتی
 ہے ف اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو حیض کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز ہے اسلئے کہ
 حضرت صلوات علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا مانگنا جائز کہا ہے اور دعا ایک عام ذکر ہے تلاوت قرآن
 وغیرہ سب کو شامل ہے وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَفْيَانَ أَنَّ هِرَ قَلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَعَهُ فَاذْفَنِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَبَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا
 إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكْ بِهِ شَيْئًا إِلَى قَوْلِهِ مُسْلِمُونَ
 ترجمہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جبکہ ابو سفیانؓ خبر دی کہ مقرر ہر قل (بادشاہ روم) نے حضرت کا خط
 طلب کیا سو اسکو پڑھا پس نگاہ اس میں یہ مضمون لکھا تھا شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان و مہربانیت
 رحم کرنے والا اور اس کتاب الہیہ پر جو ہمارا اور تمہارا و درمیان برابر ہے وہ بات یہ کہ ہم اور تم
 خدا کے سوا کسی کی عبادت اور پرستش نہ کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہریں اور ہم میں سے
 بعض آدمی بعضوں کو خدا کے سوا اپنا رب اور مالک بنا دیں سو اگر اہل کتاب قید سے مٹنے مؤثر ہیں تو
 اُن سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں حکم الہی کے مطیع ہیں ف اس حدیث سے ہی معلوم ہوتا
 ہے کہ مرد کو جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز ہے اسلئے کہ حضرت صلوات علیہ وسلم نے یہ خط روم
 والوں کی طرف لکھا حالانکہ وہ کافر تھے اور کافر جنبی ہوتے ہیں موجب جنبی کو خط (جس میں قرآن کی
 آیتیں ہوں) کا چھونا جائز ہے تو اسکا پڑھنا بھی اسکو جائز ہوگا وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَأَى حَاضَةً
 عَائِشَةَ فَسَكَتَ النَّاسُ كُلُّهَا عَنِ التَّلَاوُفِ بِالْبَيْتِ وَلَا تَصِلُ تَرْجَمَهُ جابرؓ سے روایت ہے
 کہ عائشہؓ کو حیض آگیا (یعنی احرام کی حالت میں) ہونے سے حج کے سبب مون کو ادا کیا مگر غایۃ کعبہ کا طواف
 نہ کیا اور نہ نماز پڑھی ف اس حدیث سے ہی معلوم ہوا کہ عورت کو حیض کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز ہے

۱۷۶
 غیبت
 راجع
 فیہ
 الفوائد
 فیہ

اسی لیے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے حیض والی کے واسطے حج کی سب عبادتوں کو اگر ناجائز نہ کہا ہے تو طواف خانہ کعبہ کے اور حج کو کاسون میں و عار بھی ہے اور لبیک بھی ہے اور ذکر بھی ہے اور جب حیض والی کو ان سب علون کا بجالانا جائز ہے تو اس طرح جنبی کو بھی یہ سب کچھ ادا کرنا جائز ہے اور ان دعاؤں اور ذکر اور قرآن میں کچھ فرق نہیں اور نہ کوئی دلیل صحیحہ اسکی مخصوص ہے میں لا محالہ دونوں کو قرآن کا پڑھنا بھی جائز ہوگا **وَقَالَ الْحَكَمِيُّ لَا ذَبَّحَ وَكَانَ جُنُبٌ وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ لَكُمْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ** یعنی کہا حکم نے کہ البتہ میں فرج کرتا ہوں حالت جنابت میں اور مذکور کے بلند شان والے نے فرمایا ہے کہ کہا و اس چیز سے کہ نہیں ذکر کیا گیا ہے اس پر نام اللہ کا فطرتاً کہ میں جنابت کی حالت میں فرج کرتا ہوں حالانکہ فرج سو ذکر خدا تعالیٰ کے جائز نہیں اور حیض اور جنت دونوں بالاجلی برابر ہیں پس اس معلوم ہوا کہ مرد کو جنابت کی حالت میں بسم اللہ اور قرآن وغیرہ پڑھنا جائز ہے سو اس طرح حاض کو بھی جائز ہوگا **حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَمْدَ فَلَمَّا جِئْنَا سَوَافَ طَلَّتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ فُلْتُ لَوْ دِدْتُ وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحْجِ الْعَامَ قَالَ لَعَلَّكَ نَحِيتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ ذَلِكَ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَأَفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي** ترجمہ عائشہ رضی سے روایت ہو کہ ہم لوگ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یعنی مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے صرف حج کے ارادے سے (یعنی عمرہ کا ارادہ نہیں تھا) اسی لیے کہ جنابت کے زمانے میں لوگ حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کو جائز نہیں جانتے تھے (سوجب ہم سرف (ایک جگہ کا نام ہے نو یا دس میل مکہ سے) کی منزل میں پہنچے تو وہاں مجھ کو حیض آگیا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور حالانکہ میں وہی تھی سو اپنے فرمایا کہ کس سبب روتے ہو میں نے کہا قسم اللہ کی مجھ کو یسین تھا کہ میں اس سال حج کو نہ آئی کہ اس حالت میں حج کیونکر ہوگا سو اپنے فرمایا شاید کہ تجھ کو حیض آگیا ہے میں نے عرض کی ہاں مجھ کو حیض آگیا ہے فرمایا یہ کوئی نئی چیز نہیں کہ صرف تجھ ہی ساتھ یہ واقع ہوا ہو بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ نبی آدم کی سب عورتوں پر پھریا ہے (یعنی ہمیں کچھ اختیار نہیں پیدائشی بات ہو اور سب عورتوں کو حیض آتا ہے پھر اس پر دنا کیوں ہی) سو تو ادا کر جو حاجی ادا کرتے ہیں یعنی حج کے سب کام ادا کر لیکن اتنا ہے کہ بغیر غسل کے خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے یا نیک کہ تو حیض سے پاک ہو جاوے و مقصود امام بخاری کا ان سب بیہودہ اور بدعتوں سے کہ عورت کو حیض کی حالت میں اور جنبی کو جنابت کی حالت میں قرآن اور

قوات قرآن مجید جلد ہفتم

ذکر وغیرہ کرنا سب جائز ہے اور وجہ دلالت کرنے ان حدیثوں کی اس سلسلہ پر بیان ہو چکی ہے اور جہو علما
 حنفیہ اور شافعیہ اور حنبلیہ کا یہ مذہب ہے کہ عورت کو حیض کی حالت میں اور منیٰ کو جنابت کی حالت میں
 قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے اور انکی سند وہ حدیث ہے جو اصحاب ثور روایت کی ہو کہ حضرت کو قرآن پڑھنے سے
 کوئی چیز نہیں روکتی تھی مگر جنابت اور یہ حدیث حسن ہے لائق محبت کو ہے ولیکن اس استدلال میں سبب
 اس لیے کہ یہ مجرد فعل ہے سو اپنے ماسو کے حرام پر دلالت نہیں کر سکتا ہے اور ایک سند جہوہ کی یہ
 حدیث ابن عمر کی ہے کہ مائض اور منیٰ قرآن کو نہ پڑھے ولیکن یہ حدیث سب طریقوں سے ضعیف ہے
 کما صرح بشیخ ابن حجر نے الفقمہ میں اسے استدلال صحیح نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیثین استحب اور
 پر معمول ہیں ولیکن تطبیق کے درمیان سب حدیثوں کے اور اسی بات کو زیادہ ترجیح ہے فان الاعمال اولیٰ
 من الایمال والحمد للہ بالصواب **باب الاستیحات** **فصل** استحاضہ کا بیان **فصل** استحاضہ اس خون
 کو کہتے ہیں جو عورت کی منفرگاہ سے حیض کے دنوں کے سوا اور دنوں میں ناکو یا عورت کو
 رحم سے نہیں آتا ہے بلکہ ایک گھبراہٹ سے جو رحم کے نزدیک سے اسکا نام ماضل ہے اور یہ اکثر بخاری
 کی وجہ سے آتا ہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ**
عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا أَطْمَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَلِكَ عَرَفْتُ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَتَيْتِ الْحَيْضَةَ فَأَتَوِي
الصَّلَاةَ فَلَا أَدْعُبُ قَدْ رُفِهَا فَغَسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِّيْ تَرْجَمَ مَا شَرَرْتِ مِنْهُ **روایت** کہ طم
 ابی حبیش کی بیٹی نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کی کہ یا حضرت مقرر ہیں کہ بی پاک نہیں ہوتی ہوں
 یعنی خون استحاضہ کا مجھ کو ہر وقت جاری رہتا ہے اور حیض کا بند ہونا معلوم نہیں ہوتا ہے اور حیض کی
 حالت میں نماز پڑھنی جائز نہیں ہے کیا میں نماز کو چھوڑ دوں یعنی بالکل ترک کر دوں جیسے کہ حیض کے
 دنوں میں ترک کی جاتی ہے سو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ یا ایک گھبراہٹ سے یعنی یہ خون ایک گھبراہٹ سے
 آتا ہے حیض کا یہ خون نہیں جسکی وجہ سے نماز پڑھنی منع ہو سو جب حیض آجاء تو پھر حیض کے دن آجاء
 تو نماز کو چھوڑ دو یعنی جسے دن کہ حیض کے آنے کی عادت ہو پس جب بقدر عادت کو ایام حیض کے
 گذر جاور میں تو اپنے بدن کے خون نہ ہڈاں اور ناز پڑھ یعنی ساقط ہو نماز کا صرف حیض کے دنوں میں ہے
 اور بعد اسکے نماز پڑھنی واجب ہو جاتی ہے میں غسل کر کے نماز کو دوبارہ کیا مگر ہفت جس عورت کو استحاضہ
 آتا ہو یعنی ہر وقت خون جاری رہتا ہو سو وہ اگر چہ عین استحاضہ کو پہچان سکتی ہے اور ان دنوں میں تکبیر کر
 سکتی ہو تو وہ حیض کو اعتبار کر لیں اور اس کے شروع ہونے اور ختم ہونے پر غسل کرے یعنی جب حیض کے دن

فصل استحاضہ

الطحاوی

فہم
تخافہ عالم

۱۵۹

۱۶۰

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۴

۱۶۵

۱۶۶

۱۶۷

۱۶۸

۱۶۹

۱۷۰

۱۷۱

۱۷۲

۱۷۳

۱۷۴

۱۷۵

آجادیں تو نماز کو چھوڑ دیو اور جب حیض کا اندازہ گذر جاوے تو غسل کر ڈالو پھر نماز کے واسطے علیحدہ علیحدہ وضو کرے اور ایک وضو کو ساہتہ ایک فرض نماز سے زیادہ نہ پڑھے اور جس عورت کو ان دونوں خون میں تمیز نہ کی قدرت نہ ہو وہ عورت اپنی طرف حیض کے دن مقرر کر لے لیو یعنی شہر میں کوا ابتدا میں اتنے روز تک حیض ہے پھر بعد کو استحاضہ پھر پھر ہی ہر نماز کے لیے علیحدہ وضو کرے اور جس عورت کی پہلے کچھ مدت تک مقرر تھی پھر بعد کو استحاضہ شروع ہو جاوے تو وہ عورت اپنی قدیمی عادت کو دن حیض میں تاکرے پھر بعد اسکے اسکا وہی حکم ہے جو اوپر گذر چکا ہے واسطہ علم بالصواب کابغ غنیل حم الحیض خون حیض کے دھوئے کا بیان حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ النَّزْدِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ سَأَلْتُ امْرَأَةً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِذَا دَا إِذَا أَصَابَ تَوْبَهُ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَمْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ تَوْبَهُ إِحْدَاكُمُ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لَتَضُمَّهُ ثُمَّ لَتُغْسِلْ فِيهِ

ترجمہ سمار سے روایت تاکہ ایک عورت حضرت علیؓ سے پوچھا کہ یا حضرت یہاں تک بلاؤ اگر ہم میں کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جاوے تو کیا کرے یعنی اسکو کس طرح پاک کرے سو حضرت صلوٰۃ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جاوے تو چاہیے کہ اسکو مل ڈالے یعنی اول تھوڑا سا پانی اسپر چھڑک کر اسکو اپنے ناخونوں سے مل ڈالے پھر اسکو پانی سے دھو ڈالو پھر نماز گزارو لیو عرف یہ باب کتاب الوضو میں پہلے ہی گذر چکا ہے اور فرق دو نوبتوں میں یہ کہ پہلے باب میں مطلق خون کا لحاظ سے خواہ حیض ہو خواہ اور خون ہو اور اس باب میں صرف خون حیض کا لحاظ ہے پس فرق دو نوبتوں میں اطلاق توفیق کا ہے اور اس حدیث کی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عورت کو خود مرد مسئلہ پوچھنا جائز ہے اور میں جو عورتوں کے حالات کو متعلق ہو اور یہ کہ عورت کی آواز حاجت کو لیے سننا جائز ہے اور یہ کہ جو چیز بری ہو اسکو ضرورت کو واسطے کہو لکھ دینا جائز ہے اور یہ خون حیض اور تخب خون کی طرح ہے یعنی واجب ہو ورنہ اسکا مثل اور خون کی اور یہ کہ خشک لمبیدی کو کہہ رہ لینا مستحب تاکہ آسانی سے دھویا جاوے حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا حَيْضُ ثُمَّ تَقَرَّصُ الدَّمُ مِنْ تَوْبِهَا عِنْدَ طَرَفِهَا فَتَغْسِلُهَا تَغْفِغًا عَلَى سَائِرِهِ ثُمَّ تَغْسِلُ فِيهِ تَرْجُمَةً ثُمَّ رَضَى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

عند توبہ کے بعد پھر پانی سے دھو کر

روایت ہے کہ ہم میں سے کسی کے پاس ایک کپڑے کے سوا کچھ نہیں تھا اسی میں حیض بیٹھتی سو جب اسکو کپڑے سے کچھ خون لگ جاتا تو اس پر لپٹی ہوتی لگاتی پھر اسکو اپنے ناخونوں سے مل دیتی یعنی پھر اسکو دھو دیتی
 ف سبابت اس حدیث کی ترجمہ سے ہطور پر ہے کہ جب معلوم ہو کہ عورتوں کے پاس فقط ایک
 ہی کپڑا ہوتا تھا تو لامحالہ اسی کپڑے کو پاک کر کے اسی میں نماز پڑھتی ہونگی اس حدیث سے ثابت
 کہ حیض والے کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور یہ جواز واسطے امام بخاری نے ثابت کیا کہ اسلام
 پہلے عورتوں کی علوت تھی کہ حیض بند ہو جانے کے بعد دوسرے کپڑے بدل کر بیٹھتی تھیں اور کپڑے
 بدلنے کو واجب جانتی تھیں سو امام بخاری نے ثابت کیا کہ حیض بند ہو جانے کے بعد دوسرے
 کپڑے بدلانے واجب نہیں بلکہ جو کپڑے حیض کی حالت میں پہنے ہوئے تھے انہیں بھی نماز پڑھنی
 جائز ہے اور یہ جو فرمایا کہ ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا سو یہ مخالفت ہے اس حدیث کی جو ام سلمہ سے
 مذکور ہو چکی ہے کہ حیض کے واسطے کپڑے علیحدہ بنارکھے ہوئے تھے سو تطبیق ان دونوں ہطور سے
 ہو سکتی ہے کہ یہ اولیٰ مذکور سے جمین نہایت تنگی تھی اور ام سلمہ کی حدیث اخیر زمانے پر محمول ہے
 جس میں کچھ کو وسعت ہو گئی تھی واسطے علم باب الطیب للبریۃ عند غسلہا من الحيض عورت
 کے یوحیٰ غسل کرنے کے وقت خوشبوئی لگانے کا بیان حد ثنا عبد اللہ بن عبد الوہاب
 قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن حفصۃ عن ام عطیۃ قالت کنا نمشی ان نخل علی
 میۃ فوق ثلاث الاصل ذویج اربعۃ اشہر وعشر اولیٰ نکحل ولا نطیب ولا نلبس
 ثوبا تصبوغ الا ثوب عصب وقد رخص کنا عند الظہر اذا اغتسلت احدا فامین
 یحییٰ ہا فی ثوبہ من کسب طفار وکنا نمشی عزائج الجناۃ مرۃ او ھشام بن حسان عن
 حفصۃ عن ام عطیۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
 روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو منع کر دیا تھا اس بات کو کہ کسی رومی پر تین دن سے زیادہ کو
 نہ کریں مگر جس عورت کا خاوند مرد ہو وہ عورت چار مہینے اور دس دن اسکا سوگ کرے اور ہمکو حکم ہوا کہ
 اپنے خاوندوں کو سوگ کو اندر نہ آگاہوں میں سر نہ لگاؤ اور نہ خوشبوئی لگاؤ اور نہ رنگا سو کپڑا پہنیں گے عصب
 (ایک قسم کا کپڑا ہوتا ہے میں میں کہ اسکے سوت کو رنگ کر کے بنتے ہیں) کا کپڑا میں پہنوں تو جائز ہو اور
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو رخصت دی کہ جب کوئی عورت حیض سے پاک ہوئے تو وقت غسل کرے تو
 اپنے بدن میں خوشبوئی استعمال کرے یعنی جس جس جگہ میں خون حیض کا لگا ہو اس جگہ میں ہلکا دتے تاکہ
 خون کی بدبو دفع ہو جادے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو منع کیا جنازہ کے ساتھ جانے سے

نفسہم
 الاول

نفسہم
 وکنا
 اسبغہ

۱۸۱

۵۵

نفسہم
 وکنا
 اسبغہ

۵۵

نفسہم
 وکنا
 اسبغہ

اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک کہ توبہ کے وقت بھان لے کر ہونا جائز ہے دوم یہ کہ جو مسئلہ شرم کا ہو جسے علاوہ کہنا ہو اس میں توبہ کی گناہیت کا لفظ بولا جاوے سوم یہ کہ کمرہ کا مومن میں تہیز اور اشارہ پر گفتار ناچاہیے چہارم یہ کہ مستحب ہے کہ بیان کرنا مسئلے کا واسطے سمجھانے سائل کے غم عالم کی کلام کی تفسیر کرنی اسکے پاس ہی جائز ہے جب معلوم ہو کہ یہ عالم برا نہ مانے گا ششم یہ کہ بڑھوکے ہوتے ہوئے چھوٹے سے مسئلہ پوچھ لینا جائز ہے ہفتم یہ کہ اگر سائل کو مسئلے کی سمجھ نہ آوے تو اسکو نرمی سے سمجھانا چاہیے ہشتم یہ کہ ہر شخص کا عیب چھپانا چاہیے ایسی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو خوشبوئی استعمال کرنے کا حکم کیا واسطے دفع کرنے بدبو خون حیض کے اور صاف کہو کہ بیان نہ فرمایا کہ تو اسکو اپنی شرمگاہ میں رکھ کے باوجود غُضَلُ الْحَيْضِ خون حیض کے دھونے کا بیان حدیث ثانیہ میں ہے۔
 حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ تَنَا مَنُودٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْحَيْضِ قَالَ خُذِي فِرْصَةً فَمْسِكِيهَا وَتَوَصَّيْ ثَلَاثًا فَإِنَّ اللَّهَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَبَحَى فَاغْتَرَسَ بِوَجْهِهِ أَوْ قَالَ تَوَصَّيْ بِهَا فَاتَّخِذْ تَهَاوُذَهَا فَخَبَرْتُهَا بِمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتَجِمُهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا مِنْ رِوَايَتِهِ
 کہ انصار کی ایک عورت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں حیض سے کیسے غسل کروں (یعنی حیض فارغ ہو کر غسل کرنے کا کیا طریقہ ہے) آپ نے فرمایا کہ روئی کا ایک ٹکڑا خوشبو آلودہ لو لے (یعنی بعد نزل کرنے بدن کے اور بالوں سر کے) اور اپنے بدن کو تین بار دھوؤ (اس عورت نے اس طرح تین بار سوال کیا) پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے شرم آگئی سو اپنے اُس منہ پیر لیا یا یہ فرمایا کہ اس سے اپنی بدن کو دھوؤ (اسپرس عورت کو غسل کرنے کی سمجھ نہ آئی سو عائشہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسکو پکڑ کر اپنی طرف کہیں چاہیں میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھا دیا ف اس باب سے عرض نام بخاری کی یہ ہے کہ عورت کو حیض سے پاک ہونے کو وقت غسل کرنا واجب ہے اور مناسبت اس حدیث کی باجیے اس عورت انصار یہ کہ اس قول میں ہو جو نے کہا کہ میں کیسے غسل کروں ایسے کہ یہ قول اسکا ولایت کرتا ہے اس بات پر کہ غسل کرنا اسکے نزدیک مسلم الثبوت تھا اور سوائے ان کے نہیں کہ سوال اسکا غسل کی کیفیت تھا یہاں اصل غسل سے اگر اصل غسل میں ہو تو شک ہو تا تو غسل کے وجوب سے سوال کرتی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکے قول پر سکوت فرمایا پس معلوم ہوا کہ اصل واجب باب اَمْتِطِطُ الْمَرْءُ عِنْدَ غُضَلِهَا مِنَ الْحَيْضِ عورت کو حیض سے غسل کرنے کے وقت لنگی کرنا بیان حدیث ثانیہ میں ہے۔
 حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ تَنَا ابْرَاهِيمُ قَالَ تَنَا زَيْدٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْلَكْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

بہترین سی انداز میں
 تاجزیر

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَكَنتُ مِنْ مَنَعَ وَلَمْ يَسْقِ الْهَدْيَ فَرَمَعْتُ أَنْفَا
حَاصَتْ وَلَمْ تَنْظُرْ حَتَّى دَخَلْتُ لَيْلَةَ عَرَفَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ وَإِنَّمَا
كُنْتُ مَنَعْتُ لِعَمْرَةٍ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْقِضِي نَأْسَكَ وَامْتَنِي طَوْلِي وَ
امْسِكِي عَنْ عَمْرَتِكَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا أَقْبَضْتُ الْحَجَّ أَمَرَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَأَعْمَرَنِي
مِنْ الشَّوْحِمْ مَكَانَ عَمْرَتِي الَّتِي كُنْتُ تَرْجُمُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِنْ يَمِينِ حَضْرَتِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاتِهِ أَحْرَامَ بَانَدُ مَسُومِينَ أَنْ لَوْ كُنْ مِنْ تَحْتِ جَبُونَ مَسَحَ كَارِوَهُ كَيَا تَهَا لَعَدَدِي (اسن)
کو کہتے ہیں کہ قربانی کے لیے غارِ کعبہ میں بیجا جاتا ہے) نہیں یہی بھی فتوح اسکو کہتے ہیں کہ یہاں تک
کا احرام باندھو اور مکہ میں جا کر غارِ کعبہ کا طواف اور صفا و روضہ کی سعی کر کے حلال ہو جاؤ یہی پھر انہوں نے
الحج کے دن نیا احرام باندھ کر حج ادا کر دیتے سو عائشہ روضہ نے کہا کہ مجھ کو حیض آگیا اور میں پاک ہو گئی
یعنی میرا حیض بند ہوا یہاں تک کہ عرفہ (مانوین کے دن) کی رات آگئی سو میں نے کہا یا حضرت یہ رات عرفہ
کی ہے اور میں نے عرفہ عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا سو حضرت صلو اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ تو اپنی بالوں
کو کہوں ڈال اور گنگلی کر اور عمرے کو چھوڑ دو سو میں نے ایسا ہی کیا (یعنی عمرے کا احرام توڑ کر حج کا احرام
باندھ لیا) سو جب میں حج کو ادا کر چکی تو آگے حبس کی رات میں عبد الرحمن (عائشہ روضہ کے حقیقی بھائی
تھے) کو فرمایا کہ عائشہ کے ساتھ جا کر اسکو عمرہ کروا لاؤں گے مجھ کو تنعم (ایک عید کا نام ہے حرم سے
خارج دو تین میل مکہ سے) سے جا کر عمرہ کروا یا بدلے اس عمرے کو جبکہ کہو میں نے پھر احرام باندھا تھا
فت اس حدیث معلوم ہوا کہ جب عورت حیض سے غسل کرے تو اپنی بالوں کو گنگلی کر لیوے اس لیے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ روضہ کو کہا کہ اپنے بالوں کو کہوں ڈال اور گنگلی کر اور بعضوں نے کہا ہے کہ غسل
احرام کیلئے تھا سو اسکا جواب یہ ہے کہ جب احرام کے غسل میں (جو مستحب ہے) گنگلی پیر یا جائز ہو تو حیض سے
غسل (جو واجب ہے) کر نہیں بطریق اولی جائز ہو گا اور حبس کی کہتے ہیں جس میں تشریق کے دنوں کو نکرو
منا سے پھر رات گذارتے ہیں کباب نقض المرأة وشعرها عند الحيض عورت کو حیض
سے غسل کرنے کے وقت بال کہوں ڈالنے کا بیان یہی ہے واجب یا سنت حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَمْعَانَ
قَالَ تَنَا أَبُو سَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرَيْبٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَرَاتِنَ لِهَلَالٍ فِي حَجَّةِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَاتِنَ بُولَ يَعْمُرُوهُ فَلَيْلٌ فَإِنِّي لَأَكْفِي أَهْلِي
لَا هَلْكَ لِعُمْرَةٍ فَأَهْلَ بَعْضَهُمْ يَعْمُرُوهُ وَأَهْلَ بَعْضَهُمْ يَحْجُّ وَكُنْتُ أَنَا مِنْ أَهْلِ بَعْضٍ فَأَذَرَكْنِي بُولُ
عُمْرَةٍ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِي عَمْرَتَكَ وَانْقِضِي نَأْسَكَ

ع
نفسہ
سورۃ
نفسہ

۱۸۲۷

وَأَمْتَرْتُ وَأَهْلِي مَجَّحْتُ فَعَمَلْتُ حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْخَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِيَ أَخِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ
 إِلَى بَيْتِي فَخَرَجْتُ إِلَى الشَّعْبِ فَأَهْلَكْتُ بَعْدَهُ مَكَانَ عُمَرُو قَالَ هَشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ
 مِنْ ذَلِكَ هَذِي وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ تَرْجُمُهُ عَائِشَةُ رَضِيَ عَنْهَا رَوَيْتُ عَنْهَا هَمْدُ مَدِينَةٍ
 حج کو چلے (۱) اور ہم نزدیک ہونے والے مہینہ ذی الحجہ کو (یعنی ذی الحجہ کا پانچویں چترہ)
 کے تہا صرف پانچ روز چڑھتے تھے باقی رہتے تھے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عمرے کا احرام
 باندھا چاہے وہ اسکا احرام باندھے یعنی احرام حج کا فسخ کر ڈالے اور عمرہ کرنے کو اس زمانہ میں بڑا
 سمجھے سو البتہ اگر میں ہدی نہ بھیجتا تو عمرے کا احرام باندھتا سو بعض صحابہ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا
 یعنی احرام حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور بعض نے حج کا احرام باندھا یعنی اسی سابق احرام حج
 پر باقی رہے (عائشہ رضی اللہ عنہا) اور میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھ لیا یعنی حج کا احرام توڑ ڈالا
 جسکی پہلے نیت کی ہوئی تھی سو عرفہ کے دن جبکہ حیض آگیا سو میں نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم سے
 شکایت کی (یعنی جبکہ حیض آگیا ہے اب میں کیا کروں) سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 عمرے کو چھوڑ دو اور اپنے سر کو کہوں ڈال اور اپنے بالوں کو کنگلی کر اور حج کا احرام باندھ لے سو میں نے
 ایسے ہی کیا یہاں تک کہ جب یام شرف کے بعد مناس سے تھک کر مقام حصبہ میں اگر رات ہو تو حضرت صلوات
 اللہ علیہ وسلم عبد الرحمن کو میرے ساتھ بھیجا (یعنی عمرہ کرانے کو) سو میں نے اسے ساتھ تنیم کی طرف نکلی اور
 وہاں احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا بدلے اس عمرہ کے جسکا میں نے احرام باندھا تھا شام (راوی) نے کہا کہ
 چیزوں میں کسی چیز میں ہدی واجب ہوگئی اور نہ روزہ اور نہ صدقہ واجبیت کو زمانہ میں حج کے دنوں
 میں عمرہ کرنے کو لوگ منع جانتے تھے اسی وجہ سے تمام صحابہ نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور رب کے دل
 میں ہی نیت تھی سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کا یہ عقاد توڑنے کو لیے فرمایا کہ جو عمرہ کرنا چاہے
 تو حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام باندھ لے یعنی ان دنوں میں عمرہ کرنا بھی جائز ہے منع نہیں جسکو کتب
 کا اعتقاد تھا اور یہ جو فرمایا کہ اگر میں اپنے ساتھ ہدی لاتا تو حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام باندھ لیتا تو یہ آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا تاکہ ظاہر کی مخالفت اندیشہ نہ کریں اور یہ جو فرمایا کہ ہدی میں ہدی اور روزہ
 وغیرہ کچھ واجب نہ ہوا سو اسکا مطلب یہ کہ یہ قرآن نہیں تھا مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متیق پر خون دینا
 واجب نہیں ہوا اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے حیض سے غسل کے وقت عورت کو بالوں کا کٹنا
 واجب ہے اسی لیے کہ اس میں امر وارد ہوا ہے اور مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے اور یہی مذہب حسن اور طواغیٹ کا
 اور جمہ علماء کرام نزدیک حیض سے غسل کے وقت بالوں کو کھولنا واجب نہیں ہوا انکی سند یہ حدیث ام سلمہ

عشر فرائض

موت باوجودی بولیں عانت

نفس اللہ

۱۸۶

میچ بخاری اس بول کے
دعا نہیں کرنا چاہیے
نفس مخلوق جو انسان
خلوق سے ہے انسان
جو خود غیر مخلوق ہے ان
پر واجب طاقت کی حیثیت
کی جاب ہے

یہاں اور اسید اور شفیق

کی ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ میری بال سخت گوندی ہوئے ہیں پس کہا میں غسل حیض یا جنابت کو لیے آنکھوں
 پہل لیا کر دن جو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کہو لاکر پس مراد اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ جناب کہا
 جاوے گا تا کہ دونوں میں تطہیر ہو جاوے یا اس عورت کو حق میں کہو لانا بالون کا واجب ہو گا جسکے بالون میں
 ہونے کو پانی پہنچ سکے اور حدیث ام سلمہ کی اس عورت کو حق میں معمول ہوگی جسکے بالون میں بغیر کہو لونا
 کے پانی پہنچ جاوے پس یہی تطہیر ہو سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب **باب قول اللہ عز وجل
 خُلِقَ مِنْ غَيْرِ مَخْلُوقَةٍ** باب بیان میں تفسیر قول اللہ تعالیٰ عند اور بزرگ شان کے اور وہ اللہ تعالیٰ
 کا ہمہ گیر مخلوقہ وغیرہ مخلوقہ یعنی ہمنو نمک پیدا کیا بولی صورت بنائی گئے اور بن صورت بنائی گئی جو حد ثنا
 مسدّد قال حدثنا حماد عن عبيد الله بن أبي بكر عن انس بن مالك عن النبي صلى الله عليه
 وسلم قال ان الله تبارك وتعالى وكل بالرحم ملكا يقول يارب نطفة يارب علقه يارب
 مضغه فاذا اراد الله خلقه قال اذكر اثم اننى شفى ام سعيده فما الرزق وما الاجل قال
 فيكتب الجنين ترجمہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے
 عورت کو رحم پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے وہ کہتا ہے کہ اسی رحم پر دروکار پیدا کیا ہے تو نے رحم خود نکال کر وہی
 سے نطفہ پیدا کیا ہے تو نے پیشی کو پیدا کیا ہے تو نے بولی کو ایسے فرشتہ تعرض کرتا ہے کہ اسی بار خدا یا بھان
 بولی تک تو اس نطفہ کی نوبت پہنچ چکی ہے اب اس آگے اسکے باب میں کیا حکم ہے اور فرق ان قولوں
 میں چالیس دن کا ہے سو جب اللہ تعالیٰ اس نطفہ مخلوق اور غیر مخلوق کی صورت کو پوری و تمام کرنی چاہتا
 ہے اور ارادہ حق کا اسکے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے تو اس وقت فرشتہ خدا کی درگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اے
 کی تصویر کیا ہے مرد ہے یا عورت بد بخت ہو گیا یا بخت پر بعد از ان عرض کرتا ہے کہ اسکی روزی کیا ہے
 یعنی کتنا طعام اور پانی اور کپڑا وغیرہ اسکی تقدیر میں ہے جس سے اپنی زندگی بسر کرے گا اور کتنی ہوجاتی اسکی
 یا سقوت میں موت اسکی سو مان کی پیٹ میں یہ سب کہہ کر کہا جاتا ہے یعنی بخت ہو یا بد بخت در روزی
 اور مدت حیاتی کی ف بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ہر ایک آدمی کا نطفہ اسکی بان کے پیٹ میں
 چالیس دن چھ ہفتا ہے پھر چالیس دن خلاق کی پیشی ہو جاتا ہے پھر چالیس دن گوشت کی بولی بن جاتا ہے
 پھر خدا اسکی حرف فرشتہ بھیجتا ہے وہ اس میں پہنچتا ہے اور ہر کو چار باتوں کے کہنے کا حکم ہوتا ہے آخر
 حدیث تک اور معنی حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ سب حکم اسکی پیشانی پر لکھ جاتے ہیں اور مناسبت اس حدیث
 کی ساتھ ترجمہ کے اس جہت سے ہے کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آیت
 میں جو مخلوق آیا تو مخلوق اس نطفہ کو کہتے ہیں جسکا گوشت اور پوست اور ہڈیاں وغیرہ ضروری

سب لیا ہو جاوے اور روح بھی اوس میں ڈالا جاوے اور اس پہلے اسکو غیر مخلوق کہتے ہیں اور اس حدیث سے زیادہ تر واضح ہے وہ حدیث جو طبری نے ابن مسعود رضی سے روایت کی ہے کہ جب عورت کا رحم میں نطفہ پڑتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک فرشتہ کو اسکی طرف بھیجتا ہے سو وہ فرشتہ خدا کی درگاہ میں عرض کرتا ہوگا کہ اے میرے پروردگار اسکی صورت پوری بنائی جاوے گی یا نہیں سو اگر حکم ہوتا ہے کہ اسکی صورت پوری نہیں بناوے گی تو اسکو رحم خون بناکر پہنیکدیتا ہے اور اگر حکم ہوتا ہے کہ اسکی صورت تمام کیجاوے گی تو فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار میرے اسکی کیا صورت ہوگی آخر حدیث تک میں معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے قول مخلوق تو غیر مخلوق سے یہ مراد ہے جو اس حدیث میں مذکور ہوا یعنی مخلوق اللہ تعالیٰ اسوقت فرماتا ہے جب کسی پیداکرنیکا ارادہ ہو یعنی اسکی صورت بنائی جاوے اور غیر مخلوق اسوقت فرماتا ہے جب کسی پیداکرنے کا ارادہ ہو یعنی اسکی صورت نہ بنائی جاوے اور مخلوق کا یہ معنی ہی ہو سکتا ہے کہ اسکی صورت پورائی چکی ہے یعنی اسکی آنکھ اور کان اور گوشت اور پوست اور ہڈیاں وغیرہ ضروری اجزاء بن چکے ہیں مگر اوس میں ابھی جان پڑی ہو اور غیر مخلوق کا یہ معنی کیا جاوے کہ ابھی اسکی صورت پوری نہ ہوئی ہو پس اندرین صورت حدیث اس کا یہ معنی ہوگا کہ خدا تعالیٰ اس نطفہ سے بھی انسان پیدا کرتا ہے جسکی صورت تمام ہو چکی ہے یعنی اس میں روح وغیرہ ڈالتا ہے اور اس نطفہ سے بھی انسان پیدا کرتا ہے جسکی صورت ابھی پوری نہ ہوئی ہو اور بدن بھی تمام نہ ہو اہو مگر یہ معنی سیاق آیت کو موافق معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ آیت میں مخلوق وغیرہ مخلوق دو نوع کے نطفوں سے خدا تعالیٰ انسان پیدا کرتا بیان فرمایا ہے اور شارحین نے کہا کہ اگر امام بخاری کی مراد اس حدیث کو حیض کے بالوں میں داخل کرنے سے یہ ہے کہ حاملہ عورت کو حمل کی حالت میں جو خون آتا ہے وہ حیض نہیں ہے اسلیے کہ اسوقت رحم بچہ کی تربیت میں مشغول ہے اسوقت خون حیض کو پس جو کبھی کسی اسکے رحم سے خون آجاتا ہے وہ حیض نہیں بلکہ وہ بچہ کی غذا کا فضل ہے یا کسی سے جو اوپر ہی مذکور ہے اہل کوفہ کا اور امام احمد اور اوزاعی اور ثوری اور شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے ولکن یہ سب اس حدیث سے استدلال کرنا ٹھیک نہیں ہے کہ ابینہ اشیم الحافظ فی الفتح استخرج عنہ کہتا ہے کہ اس حدیث کو کتاب الحیض میں ایسی مناسبت کو لیے داخل کیا ہو کہ جیسے بچہ رحم میں پیدا ہوتا ہو ایسے ہی حیض میں رحم سے آتا ہو پس اسکو واسطے اتنی مناسبت ہی کافی ہے واسطہ علم کا ہے کیف لکل الحائض بالجوارح والعرق حیض والی عورت کو حجر اور عمرے کا احرام باندھنا کس طور سے جائز نہ تھا حدیث ثنائیہ بن عمر کہ قال ثنا اللیث عن عقیل عن ایزد شہاب عن عروۃ عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجبنا لوداع فیما من اهل بقرۃ ومیما من اهل بقرۃ

معرف خلق اور غیرت

فَقَدْ مَنَّا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بَعْرَةً وَلَمْ يَهْدِ فَلْيَحِلَّ وَمَنْ أَحْرَمَ بَعْرَةً وَآهَدَ فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ خَرُّهُدِيَهُ وَمَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَلْيَتِمَّ حَجَّهُ قَالَتْ فَخِصْتُ فَلَمْ أَذَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ أَهْلِلْ إِلَّا بِبَعْرَةٍ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُصَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطُ وَأَهْلِلَ بِالْحَجِّ وَأَتَرَكَ الْعُمْرَةَ ففَعَلْتُ ذَلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ حَجَّتِي فَبَعَثَ مَعِيَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمَرَةَ تَمِيزُ الشَّعِيرِ ثُمَّ رَجَعْتُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا سَ رَوَيْتُ أَنَّ حَجَّ الْوَدَاعِ مِنْ بَيْنِ هُمُ حَضْرَتِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَ سَا تَهْتَمُّ بِهَلْ (بِئْسَ بَدِينَهُ) كَيْطَرَفِ حَجٍّ كِي نَيْتِ (س) سَوِي هُمُ مِنْ بَعْضُنَا نَحْنُ نَوَعْمُوهَا اِحْرَامُ بَانْدَا هَوَاتَهَا اَوْرَبَعْصُونَ نَحْنُ حَجَّ كَا اِحْرَامُ بَانْدَا هَوَاتَهَا سَوِي هُمُ كِي مِيْنَا اَپْسِ حَضْرَتِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَے فرمایا كِي جسے عمرہ كَا اِحْرَامُ بَانْدَا هُو اوردی سَا تَهْتَمُّ تِلَا یا هُو تَوَحَّلَالِ هُو جَاوِی یعنی اِحْرَامُ سے باہر آجَاوِی تا حَجَّ كے دون مین حَجَّ كے لیو عَلَمُ اِحْرَامُ بَانْدَا ہے اورد جسے عمرہ كَا اِحْرَامُ بَانْدَا هُو اوردی سَا تَهْتَمُّ تِلَا یا هُو تَوَدَّ نَدَّ حَلَالِ هُو (یعنی اِحْرَامُ سے باہر آوِی) یہاں تَنَكُّ كَا اِحْرَامُ سے باہر نکلنے كے لُكُو اِیْنِ قُرْبَانِی كَا ذَبْحُ كَرْنَا اورد جسے صرف حَجَّ كَا اِحْرَامُ بَانْدَا هُو تَوَ اِپْسَے حَجَّ كُو پورا كَرِی (عائشہ نے كہا) سو مجھ كو حیض آگیا اورد ہمیشہ آتا رہا یہاں تَنَكُّ كے خوف كا دن آگیا اورد جسے صرف عمرہ كَا اِحْرَامُ بَانْدَا هَوَاتَهَا سَوِي حَضْرَتِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھ كو فرمایا كِي اِپْسَے سر كے بالون كو كپھول ڈالنا اورد كنگلی كراور حَجَّ كَا اِحْرَامُ بَانْدَا هُو عمرے كو چوڑ دی سو بیٹھا ایسا ہی كیا یہاں تَنَكُّ كے مین اِپْسَے حَجَّ كو تمام كَرِی كی سو حَضْرَتِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے میرے سَا تَهْتَمُّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ كو بھیجا اورد مجھ كو تنقیم سے عمرے كرنیکا حكم فرمایا بدلے اس عمرہ كیا حَجَّ كَا اِحْرَامُ مِیْنِے پہلے بَانْدَا هَوَاتَهَا ف مِیْنِے سو نكلنے كے وقت اول سب لوگون كا ارادہ صرف حَجَّ كا تَهْتَمُّ اسیلے كے عمرے كو ان دنون مین جائز نہیْن جانتے تھے سو جب حَضْرَتِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے راہ مین لوگوں كو ان دنون مین عمرہ كیا جائز ہونا بیان فرمایا تو بعضون نے صرف عمرہ كیا اِحْرَامُ بَانْدَا هُو اورد بعضون نے صرف حَجَّ كا عمرہ بَانْدَا اورد جب كے مین پہونچو تو اِپْسَے فرمایا كِي جسے صرف عمرہ كیا اِحْرَامُ بَانْدَا اوردی سَا تَهْتَمُّ تِلَا یا هُو تَوَدَّ اِحْرَامُ سے باہر نہ آوِی بلکہ تمام حَجَّ ادا كَرِے اُسے باہر آوِی اورد جسے عمرہ كیا اِحْرَامُ بَانْدَا هُو اوردی سَا تَهْتَمُّ تِلَا یا هُو تَوَدَّ اِحْرَامُ سے باہر آجَاوِی اورد حَجَّ كے دون مین نیا اِحْرَامُ بَانْدَا كَرِ حَجَّ ادا كَرِے آخر حدیث تَنَكُّ اورد عرض امام بخاری كی اَزْ بَابِ كِي ہر كے حیض والی عورت كو اِحْرَامُ بَانْدَا ہونا اسی حالت مین حَجَّ ادا كَرْنَا جائز ہے اورد بعضون نے كہا كے اَمْرُ اس باب سے عائشہ عورت كے اِحْرَامُ كی کیفیت بیان كرناسے اورد وہ یہ ہے كے جب ہ اِحْرَامُ بَانْدَا ہے تو پہلے غسل كریوِی وَاَللّٰهُ عِلْمُ بَابِ اِقْبَالِ الْحَيْضِ وَادْبَارِہِ حیض كے آجانے اورد چلے جانے كا بیان یعنی حیض كے آجانے كی نشانی كیا ہے اورد اُس كے ختم ہوجانے كی نشانی كیا ہے وَكُنْ دِئْنًا وَتَبْعَتْنِ

یعنی حیض کی پیدائش پاک ہونے کو واسطے اور نماز پڑھ کر اب نماز کے منع کا وقت گزر چکا ہے ف
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استیضہ میں حیض کے آنے اور بند ہونے کی نشانی ہے کہ جو دن حیض کے مقررہ کلمے
ہوں یا جن دنوں میں استیضہ سے پہلے حیض آئے کی عادت تھی وہ دن آجائیں اور گزر جائیں اللہ اعلم
باب لا تقضی الحائض الصلوۃ عورت حیض کی حالت میں نماز کو چھوڑ دیوے اور پھر سکو قضا کرے
کرمہ و قال جابر بن عبد اللہ و ابو سعید عن الشیبی صلی اللہ علیہ وسلم تنبع الصلوۃ یمن
جابر و ابو سعید رحمہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیض والی عورت نماز کو چھوڑ دیوے
یعنی حیض بند ہو جانے کی بعد بھی قضا کرے اس لیے کہ نماز اسکو مباح ہے حدیث ثنائی سے ہے
اسمعیل قال ثنا ہمام قال ثنا قتادہ قال حدثنی معاذہ ان امرأۃ قالت لعمالتی انی
لا احل ان اصلو نھا اذا طهرت فقالت اخری روتہ انت قد کنا نخص مع الشیبی صلی اللہ علیہ
وسلم فلا یامرنا بہ او قالت فلا نفعلہ ترجمہ معاذہ رحمہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ اے نبی
سے پوچھا کہ جب کوئی عورت حیض سے پاک ہو جاوے تو کیا نماز کو قضا کرے کہ پڑھ لیوے یعنی وہ نماز جو حیض کے
دنوں میں فوت ہو چکی ہے سو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کیا تو خارجیوں کی قوم سے ہو مقرر ہو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین حیض پاکر نہاتھا تو حضرت ہکو نماز قضا کرنے کا حکم نہیں فرماتے تھے
یا یہ فرمایا کہ ہم نماز کو قضا نہیں کیا کرتے تھے (یہ راوی کا شک ہے) ف حور یہ منسوب ہے ہر طرف حور راکی اور
حور اشہر ہے دو میل پر کوئٹہ سے سب اول خارجیوں کی جماعت مان سے پیدا ہوئی جنہوں نے حضرت علی
سے بغاوت کی سو جو خارجیوں کا مذہب کہتا ہو وہ اسی نام سے مشہور ہے سو انکا عقائد یہ ہے کہ جو حدیث
ظاہر قرآن کے مخالف ہو وہ مردود ہے اور یہ شکر کسی قبیل سے ہے کہ ہم میں حیض والی پر نماز کا قضا کرنا واجب
اس لیے کہ ظاہر قرآن سے نماز کا قضا کرنا معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ بات بالا جماع باطل ہے سو عائشہ رضی اللہ
عنها جواب دیا کہ حیض کے دنوں کی فوت شدہ نمازوں کا قضا کرنا واجب نہیں اس لیے کہ اس حکم نماز کو بیان کرنے
کی سخت حاجت تھی واسطے بار بار آنے حیض کے حیاتی میں حضرت کو اور جب کہ آپ نے بار بار آنے
حیض کے نماز کا قضا کیا ہے فرمایا تو معلوم ہوا کہ نماز کا قضا کرنا واجب نہیں ہے خاص کر ایسی حالت میں کہ
آپ نے حیض کے فوت شدہ نماز کو قضا کرنے کا حکم فرمادیا اور لفظ قضا کا معنی عمل کرنا ہے بعد گزر جانے
اپنی وقت کو اور یہی اس لفظ کا معنی وقت پیدا کرنا بھی آتا ہے جیسے کہ تقضی الحائض الناسک میں ہے
یعنی عورت حیض کی حالت میں حج کی عبادتوں کو ادا کرے واجب الیقین مع الحائض ویحیی فی ظاہرہا
حیض کی حالت میں عورت کو ساتھ سونے کا بیان جو وقت کہ عورت اپنی حیض والی بیرون میں ہو چکی تھی

قال جابر بن عبد اللہ و ابو سعید عن الشیبی صلی اللہ علیہ وسلم تنبع الصلوۃ یمن جابر و ابو سعید رحمہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیض والی عورت نماز کو چھوڑ دیوے اور پھر سکو قضا کرے

مذہب خارج

معنی لفظ قضا

عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا مَعَ عَوَائِقُ أَنْ يَخْرُجَ فِي الْعِيدَيْنِ فَقَدِمَتْ امْرَأَةٌ فَزَلَتْ قَصْرَتِي
 خَلْفَ فُحْدَتِ عَنْ أُخْتِهَا وَكَانَ رَوْحُ اخْتِهَا غَزَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَتْهُنَّ حَتَّى
 غَرَوَتْ وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي مَسِيرَةٍ قَالَتْ فَكُنَّا نَدُّ أَوَى الْكَلْبِ وَنَقُومُ عَلَى فُسَاكْتِ أَخِي
 النَّبِيِّ أَعْلَى أَحَدًا نَابِئًا إِذَا الْمَيْكَنُ لَهَا جَلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ لَيْلِسُهَا صَاحِبُهَا
 مِنْ جَلْبَابِهَا وَلَيْسَتْ هَذِهِ الْخَيْرُ وَدَعْوَةُ السُّلَيْمِ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ سَأَلَتْهَا أَسَمِعْتِ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَابِي نَعَمْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ إِلَّا قَالَتْ بَابِي سَمِعْتُهُ يَقُولُ
 تَخْرُجُ الْعَوَائِقُ وَدَوَاتُ الْحُدُودِ وَالْحَيْضُ وَلَيْسَتْ هَذِهِ الْخَيْرُ وَدَعْوَةُ السُّلَيْمِ وَتَعْتَرِضُ
 الْحَيْضُ الْمَصْلُ قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحَيْضُ فَقَالَتْ أَلَيْسَتْ شَهْدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا
 ترجمہ حصہ ۴ سے روایت کہ ہم منع کیا کرتے تھے نوجوان عورتوں کو عیدوں میں نکلنے سے سو ایک عورت آئی
 نبی خلف کو محل (نام ہے ایک جگہ کا بصرہ میں) میں تری سوائے حدیث بیان کی اپنی بہن اور اسکی بہنوں
 نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملکر (کافروں سے) بارہ لڑائیں کی تھیں اس عورت کو کہا کہ چہ
 لڑائیاں ہیں میری بہن بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی (اسکی بہن کہتی ہے) سو ہم خبیون کا
 علاج کیا کرتی تھیں اور بیماروں کو سر پر کھڑی تھیں یہیں لیجئے اگلی خبر گیری کیا کرتی تھیں سو میری بہن نے
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا عید گاہ کی طرف نکلنے
 میں ہسکو کو گناہ ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہیے کہ پیٹا دے اسکو ساتھ والی اپنی چادر سے
 (یعنی اپنی چادر کا ایک کنارہ اوپر اٹھادیو یا بطور عاریت کو کوئی دوسری فاضلہ چادر اسکو پہننے کو دیو
 اور چاہیے کہ حاضر ہو دو نیکی کی مجلس میں اور مسلمانوں کی دعائیں (حصہ کہتے ہیں) سو جب ام عطیہ آئی تو
 اس سے پوچھا کہ کیا یہ حدیث مذکور تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو اسنے کہا کہ میرا باپ آپ پر قربان
 ہو ان میں سے یہ حدیث آپ سے سنی ہے اور ام عطیہ جب حضرت کا نام لیتے تو یہ کلمہ کہتی تھیں کہ میرا باپ آپ
 پر قربان ہو میں نے آپ کو سنا ہے فرماتے تھے کہ (عید کو دن) باہر نکلیں نوجوان عورتیں اور پردہ نشینان اور
 حیض والیاں اور چاہیے کہ حاضر ہو دو نیکی کی مجلس میں اور مسلمانوں کی دعائیں اور حیض والی عورتیں عید گاہ
 سے کنارہ اور دو ہیں حصہ کہتے ہیں میں نے (ام عطیہ کو) کہا کہ کیا حیض والی عورتیں بھی عید کو دن باہر نکلتی
 اگلو نکلتا نہیں چاہو اسنے جواب دیا کہ کیا جگہ کے دن عرفات میں حاضر نہیں ہوتے میں اور ایسی جگہ اور
 ایسی جگہ یعنی منہ و مذ و لغ و غیرہ میں یعنی جب عرفات وغیرہ میں حیض والی عورتیں حاضر ہوتی ہیں تو یہ عید
 کی طرف نکلنے میں کیا گناہ ہے ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورتوں اور نوجوان عورتوں کو

۴
 ۵
 ۶
 ۷
 ۸
 ۹
 ۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

عید گاہ کی طرف نکلتا جائز بلکہ مستحب اور حصہ ان عورتوں کو عید گاہ کی طرف نکلنے سے منع کیا کرتے ہیں سو جب
 ام عطیہ سے یہ حدیث سنی تو پہر منع کرنے سے باز آگئیں اور شاید یہ حدیث پہلے انکو نہیں پہنچی ہوگی اور یہی منہج
 ہے صدیق اکبر اور حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن عمر اور ام عطیہ وغیرہ کا اور ابن مسعود اور عائشہؓ وغیرہ عید گاہ
 کی طرف عورتوں کو نکلنے کو منع کرتے ہیں اور یہی مذہب اکثر علماء اثناعشریہ و حنفیہ کا مگر یہ حدیث سبب مقتدا
 ہے اور منع کی کوئی دلیل نہیں اور اس حدیث کو یہی معلوم ہوا کہ انکی کسی مجلسوں میں جیسے علم اور ذکر اور وعظ
 وغیرہ کی مجلسوں میں حاضر ہونا بہت ضروری ہو اور حیض والی عورت بھی ان مجلسوں میں حاضر ہو سکے
 اور اس کو یہی معلوم ہوا کہ اگر عورت کو چادر نہ ملے تو عید گاہ کی طرف نہ نکلے باب اذا احاضت فی
 شہر ثلاث حیض وما یصدق فی النساء فی الحيض والحمل فاما یکتب من الحيض لقول اللہ
 تعالیٰ ولا یحیل لھن ان یتکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن باب ہر جائن میں اسکے کہ جب ہو تو کو
 ایک مہینے میں نہیں حیض آ جاوے تو اسکا کیا حکم ہے اور عورتوں کی بات کو حیض اور حمل کے ظاہر کرنے
 کے باب میں سچا جانا جہاں تک کہ ممکن ہو حیض سے ساتھ دلیل اس آیت کو اور نہیں حلال ہے واسطے
 طلاق والی عورتوں کے کہ چہاں میں اس چیز کو جو پیدا کیا ہے اللہ نے لٹکے شکون میں فرزند یا حیض سے
 لینے حمل کے وقت اسکو یہ کہنا جائز نہیں کہ مجھ کو حیض آ گیا ہے اور حیض کے وقت اسکو یہ کہنا جائز نہیں کہ
 مجھ کو پاکی حاصل ہو گئی ہے اسلئے کہ اس میں عدت معلوم نہیں ہوگی اور حق رجعت کا باطل ہو جاوے گا اور
 جب کہ حمل اور حیض نہ ہو چھانا جائز نہ ہو تو جو وہ کہنگی پس لامحالہ قول انکا اس باب میں معتبر ہو گا پس یہ آیت
 دلیل ہے اسکو حیض اور حمل کے ظہار کرنے میں قول انکا مقبول ہے والا انکو منع کر نہیں کہ فائدہ پہنچا
 پس اس آیت کو معلوم ہوا کہ اگر عدت ایک مہینہ میں تین گنا آ جائے گا دعویٰ کرے تو قول انکا معتبر ہوگا ایسے
 کہ یہ ممکن ہے اور ایک مہینہ میں تین حیض آ سکتے ہیں پس یہی وجہ ہے مطابقت اس آیت کی ساتھ اس ترجمہ
 کو اور دوسری جزاء ترجمہ کی آیت کو ساتھ ملکر منزلہ دلیل کے ہر پہلی خبر ترجمہ سے واللہ اعلم و بئذ گوہن
 عین و شہرہ انحاءت ربینہ من یدھن انھن اھلھن عین و رضی دینہ انھن احاجبت فلا تاقا و شہرہ صلت
 یعنی حضرت علیؓ اور شہرہ قاضی سے روایت کیا کہ اگر کوئی عورت اپنی خاص لوگوں سے کئی گواہ دینا اور معاہدہ کر
 لے اس بات پر کہ مجھ کو ایک مہینہ میں تین حیض آ گئے ہیں تو اسکی اس قول میں تصدیق کی جاوے گی اور اس قول کو
 قبول کیا جاوے گا صرف مراد گواہوں سے عورتیں ہیں جو اسکے راز کی واقف ہوں پس اگر وہ عورتیں اس بات کی
 گواہی دیں کہ اسکو ایک مہینے میں تین گنا قول مقبول ہوگا اور عدت گذر جاوے گی اور پوری حدیث حضرت
 علیؓ اور شہرہؓ کی یہ ہے جو دارمی میں شعیب سے روایت ہو کہ ایک عورت حضرت علیؓ کے پاس اپنی خادہ

۱۹۳

۱۹۳

بہتر ہوئی آئی اسکے خاوند نے کہو طلاق دیدی تھی پس اس عورت ڈاکر کہا کہ مجھ کو ایک مہینے میں تین حیض
 آچکی ہیں پس حضرت علیؑ نے شریعہ سے کہا کہ ان دنوں کا فیصلہ کر دے اُسے جواب دیا کہ آپ کہتے ہو
 مجھ کو متوہ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے حضرت علیؑ نے فرمایا اگلا فیصلہ کر دو میرے شریعہ نے یہ کلام کہی
 جس کا یہی ترجمہ ہو چکا ہے لیکن دارمی میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ ہر حیض کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے
 پس شریعہ نے کہا کہ جائز ہے اس عورت کو نکاح عدت سے اور نکاح کرنا دوسرے خاوند سے حضرت علیؑ
 نے شریعہ کا یہ فیصلہ سنا کر فرمایا کہ خوب کیا ہے تم نے خوب کیا ہے تم نے یہ فیصلہ **وَقَالَ عَطَاءٌ أَفْزَاءُ هَلَّا مَا كَانَتْ**
يَعْنِي عَطَاءٌ کہا کہ حیض اس کا وہی معتبر ہے جو پہلے طلاق سے تھا ف یعنی اگر کسی عورت کو طلاق ملے تو اس کی عدت
 میں وہ حیض معتبر ہوگا جو طلاق سے پہلے عدت تھی تو پس اگر طلاق سے پہلے مثلاً اس کی ہمش کی یہ عادت
 کہ ہر مہینے میں اس کو ایک حیض آیا کرتا تھا تو اب اس کی عدت میں بھی یہی حیض معتبر ہوگا پس جب تین مہینے
 گزر جاویں گے تو اس کی عدت تمام ہوگی اور اگر اب اس کو طلاق کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ مثلاً مجھ کو ایک مہینے میں تین
 حیض آچکے ہیں تو اس کا یہ دعویٰ ہرگز مقبول نہیں ہوگا یہ عطا کا قول **يَوْمَ قَالَ أَبُو لَهِيمٍ** یعنی ابراہیم غمی کا
 قول ہی عطا کے قول کے موافق ہے **وَقَالَ عَطَاءٌ الْحَبِصُ يَوْمَ الْخَمْسَةِ عَشْرَةِ** یعنی عطا نے کہا کہ اقل
 مدت حیض کی ایک دن ات ہو اور اکثر مدت اس کی پندرہ دن ہیں **ف** امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور قول
 حنفیہ کے مذہب کے مخالف ہے **وَقَالَ مَعْقِرٌ عَنْ لَيْثٍ سَأَلْتُ ابْنَ رِبْعِينَ عَنْ الْمَرْثُومَةِ تَزَى الدَّمَ**
بَعْدَ فَرْطِهَا بِخَمْسَةِ أَيَّامٍ قَالَ الْإِسَاءُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ یعنی معمر اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اُسے
 کہا کہ ابن ربیع میں سے جو بچہ اس عورت کا حکم جو حیض سے پانچ دن بعد بد خون دیکھے (یعنی یہ خون حیض
 بدیم ہو سکتا ہے اور یہ پانچ دن اقل طہر ہو سکتے ہیں یا نہیں) سو ابن ربیع نے کہا کہ عورتیں اس خون کو باؤ
 تر و اقلت میں یعنی اگر عورت میں اس خون بدیم کو حیض بدیم یا بدیم دین تو اس کو قبول کرنا چاہیے **ف** ان
 سب تعلقات حدیثوں کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی کوئی حد معین نہیں ہے بلکہ وہ عورت کو کہنے پر
 موقوف ہے بشرطہ کہ ممکن ہو اور جبکہ حیض کی کوئی حد نہ ہوگی اور عورت کو قوت پر موقوف ہو تو اب جو
 عورت کہو گی اس کو قبول کیا جاوے گی اگر عورت کہو کہ ایک ماہ میں مجھ کو تین حیض آگئے ہیں تو اس کا یہ قول
 قبول ہوگا اور اس کی عدت گزر جاوے گی اور یہی وجہ ہے مناسبت ان اقوال کی ترجمہ سے اور مدت عدت
 طلاق کی ابو حنیفہ کے نزدیک ساہمہ دن ہیں اس لیے کہ طلاق شرعی ابتداء ہی طہر میں ہوتی ہے اور عدت
 تین حیض ہیں اور اقل طہر پندرہ دن ہیں اور اقل حیض تین دن ہیں اور جب طلاق ابتداء طہر میں واقع ہو
 اور اقل حیض کو اعتبار کیا جاوے تو اقل حیض کا وہاں اعتبار نہیں کیا جاوے گا اس لیے کہ اقل طہر اور اقل

ایک مہینہ میں تین حیض آئے ہوں تو اس کی عدت گزر جائے گی

۱۹۴

مدت حیض کے بعد دو مہینے یا اقل

حیض اسپین جمع نہیں ہوتے ہیں بلکہ باعتبار غالب عادت کو نصف اکثر مدت حیض کا کہ پانچ دن ہو جائیگا
اسی طرح دو طہر اور ایسے جاوے گا اور دو حیض میں جملہ ساٹھ دن ہونگے اور صاحبین کے نزدیک تالیس دن بہتر
باعتبار اقل حیض کے اول اور اقل طہر کے میں تین حیض ہونگے اور دو طہر ہونگے اور یہی ہے مذہب امام
نوی کا اور امام شافعی کے نزدیک مدت عادت کی تین طہر ہیں اور اقل طہر پندرہ دن ہیں اور اقل حیض کے
ایک دن اتار میں اگر ایسے طہر میں طلاق واقع ہو جس سے کہ صرف ایک ہی لحظہ باقی رہتا ہو اسکو ایک
طہر شمار کرتے ہیں اور ایک دن حیض لیتے ہیں اور پندرہ دن دوسرے طہر اور یہ ایک دن حیض اور پندرہ دن طہر
طہر میں جملہ تالیس دن اور ایک لحظہ ہوئے اور یہ موافق ہے واسطے قصہ علی اور شیرہ کے جب عمل کیا جاوے
ذکر شہر کا او سین اوپر لٹو کھڑے کمر کے اور اہل مدینہ کو نزدیک عادت اکثر عورتوں کی عرف پر موقوف ہے
ایک نے عورتوں کے حیض کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک اقل حیض اور اقل طہر کی کوئی حد معین
نہیں مگر جو عورتیں بیان کریں حکم کتاب احمد بن ابی رجاء قال أخبرنا ابواسامہ قال سمعت عیسیٰ
ابن عروہ قال أخبرنی ابی عن عائشۃ ان فاطمۃ بنت ابی جحیش سألت النبی صلی اللہ علیہ و
سلمہ فقال لک انی استخاض فلا اظہر افادح الصلوۃ قال لا ان ذلک عنی و لکن دعی الصلوۃ
قد را لا یتام النبی کنت یخضین فیہا ثم اغتسلی و صلی ثم جمہ عائشہ منہ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت
ابی جحیش کی بیٹی نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اسنے عرض کی کہ مجھکو استخاضہ کا خون ہر وقت جاری
رہتا ہے سو گیتا چھوڑ دوں نہا کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو نہ چھوڑ مقرر یہ خون ایک گ کا
ہے یعنی یہ حیض کا خون نہیں کہ نماز کو مانع ہو ولیکن چھوڑ دو نماز کو مقدار ان دنوں کے جن میں مجھکو حیض آیا کرتا
ہوا پھر غسل کر اور نماز پڑھیں بعد گزر جانے دنوں حیض کے اس حدیث میں مدت حیض کو اسکی امانت
پر یہ فرمایا اور اسکی عادت پر موقوف رکھا اور یہ مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف اشخاص کے پس اگر وہ
کہے کہ مجھکو ایک مہینہ میں تین حیض آگئے ہیں تو اسکو قبول کیا جاوے گا باب المصفرۃ والکدرۃ فی غیر
ایام الحيض عورت کو رحم سے غیر دنوں حیض میں روپانی اور سیاہ پانی آنے کا بیان حکم کتاب احمد بن
ابن سعید قال ثنا اسمعیل عن ابی ذؤب عن محمد بن عیسیٰ عن ام عطیۃ قالت کنا لا نغد الکدرۃ
والمصفرۃ شیمتہ ترجمہ ام عطیہ رحمہ اللہ روایت ہے کہ اگر روپانی اور سیاہ پانی کو کوئی چیز نہیں گناتے تو یہ یعنی عورت
صلوات اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پس حدیث حکما مرفوعہ ہے یہ حیض کے غیر دنوں میں عورت کو رحم سے
زرد پانی اور سیاہ پانی آنا حیض نہیں ہے اور نماز روزہ کو منع نہیں کرتا ہے بلکہ او میں نماز پڑھنی اور روزہ
رکھنا جائز ہے اور غیر ایام الحيض کی قید معلوم ہوتا ہے کہ حیض کے دنوں میں جو روزہ اور سیاہ پانی

عن عائشة عن عمر بن الخطاب عن عبد الرحمن بن عوف

۱۹۶

عن عائشة عن عمر بن الخطاب عن عبد الرحمن بن عوف

رحمہ سے آوے وہ عرض ہے جتنا کہ خالص غیب پانی نہ آوے جابِ عمر قدامہ عن ابن عمر کہ کیا
بیان حدیث ابراہیم بن السدیس عن عائشة عن ابن عمر کہ کیا
 عن عمر بن الخطاب عن عائشة عن عبد الرحمن بن عوف
 سنین فسألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فامرهم أن تغتسل فقال هذا
 عن عمر بن الخطاب عن عائشة عن عبد الرحمن بن عوف
 کو سات برس تک خونِ سخاوند جاری ہوا اس نے حضرت علیؓ سے پوچھا میں نے ہین نماز کو
 کیا حکم ہے سو حضرت علیؓ نے اس کو غسل کرنا فرمایا اور فرمایا کہ یہ ایک گ سے (یعنی یہ خون اس سے
 آتا ہے) سو ام حبیبہ ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتے تھیں حضرت علیؓ نے جو اس کو غسل کا حکم فرمایا
 تو اس سے ہر نماز کے لیے غسل کرنا ثابت نہیں ہوتا ہے اگر تسلیم کیا جاوے تو اس کو استجاب پر عمل کیا جاوے گا
 وجوب پر ایسے کہ فاطمہ بنت قیس کو اپنے ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرمایا غسل کرنا نہیں ہوا پس ام حبیبہ کی اس حدیث
 کو استجاب پر عمل کیا جاوے گا تاکہ دو نو حدیثوں میں تطبیق ہو جاوے یا اس کی عادت تھی ہر نماز کے ساتھ غسل کرنے
 کی واسطے سہرا ہی بدن کے **باب** فلو لم يجد ماء فامسح بغيره یعنی طواف زیارت کر لینے کو بعد اگر وضو
 کو حیض آ جاوے تو اس کا کیا حکم ہے طواف وداع سے منع کرتا ہے یا نہیں ف طواف فاضل کہتے ہیں طواف
 زیارت کو جو بعد تمام کرنے سب عبادتوں کے جمع کے مناسبت سے پھر کر دو سوین دن خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں +
حدیث ثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن عبد الله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن
 حزم عن ابيه عن عمر بن الخطاب عن عائشة عن عبد الرحمن بن عوف عن ابن عمر
 قال قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم لعلها تحبسنا الكعبة فمكنا طواف معك فقالوا بلى قال
 فاخرجني ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے حضرت علیؓ سے عرض کی کہ یا حضرت
 سو صغیر کو حبس کیا ہے آپ نے فرمایا شاید وہ لوگ بھی گئی ہو کہو میں نے کہ سے بچنے سے کیا تمہارے ساتھ بکرا رہنے
 طواف زیارت نہیں کیا تھا سب سے عرض کی ہاں کیا تھا سو فرمایا پس کل کل کر کے یہ طواف زیارت کر لینے
 طواف وداع ساقط ہو جاتا ہے ف یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے کہ جب آپ اور آپ کی سب بیویئیں ارکانِ حج
 فارغ ہو چکے تو آپ کی بیوی صغیر کو حبس کیا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حال حضرت سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ طواف
 زیارت کر لینے سے طواف وداع ساقط ہو جاتا ہے اب سب کو مارنے سے کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ بغیر اسکے وطن کو بھڑک
 جانا جائز ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حبس الی عورت کو طواف وداع کرنا جائز نہیں ہے ایسی حدیث کہ حضرت
 علیؓ نے صغیر کو حالتِ حبس میں طواف وداع کرنے سے منع فرمایا باوجودیکہ سنت ہے کہ عورت ہر اور بھی ہے

اللہ علیہ وسلم اور بے گون کو روک کہا ہے حالانکہ پانی نہ تو اُنکے ساتھ ہے اور نہ کہیں ایسی جگہ میں ہے سو لوگوں کو
 رخصت اللہ تعالیٰ نے اور حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سر کو میری ان پر رکھ کر سو گئے تھے سو ابو بکر
 نے مجھ کو کہا کہ تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بے گون کو روک کہا ہے حالانکہ پانی نہ تو کہیں ایسی جگہ
 میں ہے اور نہ اُنکے ساتھ ہے سو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا سو ابو بکر نے مجھ کو سخت جبر کا اور
 جو کچھ خدا نے چاہا سو اُس نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے بدن میں اٹھو کر مارنے لگو سو مجھ کو ہلنے سے
 کوئی چیز منع نہیں کرتی تھی مگر ہونا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میری ران پر لیٹنے اگر حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کا سر میری ران پر نہ ہوتا تو میں اپنی جگہ سے اُٹ جاتی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے
 وقت اُٹھ کر حالانکہ وہ بانی نہیں تھا سو خدا نے تمیم کی آیت اتاری سو لوگوں نے تمیم کیا اور نماز
 پڑھ کر بیٹھ کر پوچھا کہ اے ابو بکر کی اولاد یہ تمہاری پہلی برکت نہیں یعنی اس قسم کی تمہاری اور تمہاری
 بہت ہیں عائشہ نے کہا سو مجھے اونٹ کو اٹھایا سو مارا کو اسکے نیچے پایا یعنی وہ مار گم شدہ اُسکے
 نیچے سے مل گیا ف غرض امام بخاری کی اس حدیث سے یہ ہے کہ عائشہ نے جو یہ کہا ہے کہ اللہ نے آیت
 تمیم کی اتاری اُس آیت سے مراد آیت سورہ مدہ کی ہے جو باب کے ابتدائیں اس حدیث سے پہلے گزر چکی ہے
 اور اس حدیث کو کسی مسئلہ ثابت ہونے میں ایک یہ کہ جہان پانی نہ ہو وہاں نہیں ناجائز ہے اور
 جس راہ میں پانی ہو اس راہ میں چلنا جائز ہے دوم یہ کہ امام رعیت کو حقوق کا لحاظ کرنا ضرور ہے اگرچہ
 تہذیب اور یہ کہ ضائع شدہ چیز کو تلاش کرنا چاہیے اور جو سفر میں پیچھے رہا ہو اُسکے آتے تک بھٹکار کی
 چاہیے اگر میت ہو تو ہنگو دفن کرنا چاہیے سوم یہ کہ کسی خدمت کی شکایت اسکے باپ کی طرف کرنی جائز
 ہے چہارم یہ کہ باپ کو اپنی بیٹی کو پاس جانا جائز ہے اگر لڑکا خاوند بھی اُسکے پاس بیٹھا رکھتے ہو
 وقت نہ ہو اور بیٹی بھی استہائیں راضی ہو پیغمبر کہ باپ کا اپنی بیٹی کو ادب دینا جائز ہے اگرچہ اسکی
 شادی ہو چکی ہے اور اگرچہ بڑی ہو اور اپنے خاوند کو گھر میں چلی گئی ہو اور وہی طرح جو لوگ اپنی ہاتھ کے
 نیچے ہوں انکو ادب سکھانا جائز ہے بلاؤن امام کے ششم یہ کہ جس بات میں سونے والے یا نانا بڑے
 دلے یا قرآن پڑھنے والے یا علم کے ساتھ مشغول ہونے کو پریشانی حاصل ہو ایسی چیز اگر کسی کے مشر
 آدمی تو مستحب ہے کہ اس پر صبر کرے پیغمبر کہ اس آیت سے پہلے وضو کرنا فرض تھا ہشتم یہ کہ اس آیت سے
 معلوم ہوتا ہے کہ تمیم میں نیت کرنی واجب ہو اسلئے کہ معنی تمیم کا یہ ہے کہ قصد کرو اور یہی تمیم تمام
 فقہا کا سوا اور اسی کے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مٹی کو اٹھانا واجب ہو اور ہوا کا چلنا تمیم کے لیے کافی نہیں
 بخلاف وضو کو اسلئے کہ اگر مینہ برسا اور نیت وضو کی کر لے تو جائز ہے مگر اندھیری میں اگر کوئی تمیم کی

نیت کر کے تو تیم جائز ہے اور یہ قصد بعد قصد الگ کو واقع ہوا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ
 اس نے وہ بار اسما سے عاریت لیا ہوا تھا سو ان نون میں تطبیق اس طور سے ہے کہ نسبت کرنا اس بار کا فطر
 عانت کی باعتبار اسکے ہر کوہ ہوقت اس کو قبضہ و تصرف میں تھا اور نسبت کرنا طرف سما کی باعتبار
 اسکے ہر کوہ اس کو ملک تھا اور اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا
 جائز ہے اور مرد و نون کو زور نہانا خاندان کی زینت کر کے لے جانا جائز ہے اور یہ کہ عاریت کی چیزوں کو
 سفر میں لے جانا جائز ہے جب کہ چیز والی کی رضا مندی ہو **وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ هُوَ كُوفِيٌّ**
قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ النَّفْعِ قَالَ أَخْبَرَنَا هُثَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا سَيِّدَانُ
قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ الْقَفِيرُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
أُعْطِيَتْ خَمْسَةٌ لِمَنْ يُعْطِيهِمْ أَحَدُهُمْ ثَلَاثِينَ نَفْسًا بِالْمَرْغَبِ مِثْرَةً شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لَهُ أَلَاؤُهُنَّ مُعْجَدًا
وَهُوَ دَاوَاثِمَارٌ جُلٌّ مِنْ أَمْثَلِ أَذْكَاةِ الصَّلَاةِ فَلْيَصِلْ وَأُحِلَّتْ لِي الْمَعَامِلُ وَلَمْ يَحِلْ لِي أَحَدٌ
مِثْلِي فَأُعْطِيَتْ الشُّعَاعَةُ وَكَانَ الشَّيْءُ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعْثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً
 ترجمہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو پانچ
 نعمتیں ملین کہ مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملین مجھ کو فتح نصیب تھی دہاک سے پہلے نہ پہر کی راہ تک اور
 ساری زمین میرے واسطے مسجد گاہ اور پاک کرینوالی مقرر ہوئی یعنی ہر جگہ نماز اور تیمم درست سو جس کو
 میری امت اس جہان نماز کا وقت ملے وہ ان نماز پر ہر لمحوے اور حلال ہوگی میرے واسطے غنیمت کو مال اور
 مجھ سے پہلے کسی کو حلال نہ تھی اور مجھ کو شفاعت کا درجہ عنایت ہوا اور میں نے فقط اپنی قوم پر بھیجا جاتا تھا اور
 میں تمام عالم کے لوگوں پر بھیجا گیا یعنی ان پانچ چیزوں میں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم پر پیغمبر کی
 افضل ہے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا رعب تھا کہ بادشاہ روم خوف کہا تا تھا اور نصاریٰ کو سوا کجادات کا
 کہ اور جگہ نماز پر تہاد درست تھا است محمدی کو تمام زمین پر نماز اور تیمم کا حکم ہوا اور غنیمت کا مال بھی اسی
 کو درست ہوا اور قیامت میں اول حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی پیغمبر شفاعت نہ کر سکے گا اور بہت
 قلیح کی نبوت کا رتبہ کسی کو حاصل نہیں ہوا پھر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے اور بعض حدیثوں میں چیزیں ہیں کہ
 ذکر ہے سوشا یہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیغمبروں سے پہلے ہوگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ نوح علیہ السلام کی
 نبوت بھی عام تھی ایسے کہ اگر عام نہ ہوتی تو ان کی دعا سے کل خلقت غرق کیوں ہوتی۔ سو جواب یہ کہ
 ہر کوہ اتنا ہے کہ ان کے زمانہ میں تمام دنیا کی تمام قوموں میں پیغمبر بھی گئے ہوں اور نوح علیہ السلام کو بھی
 علم حاصل ہو گیا تھا کہ وہ ایمان نہیں لائے ایسے سب مخلوق پر بد دعا کی پس اس سے ان کی نبوت کا عام ہونا

میر غازی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پیغمبروں سے پہلے نبوت کا علم حاصل کیا تھا

ترجمہ اردو

اور اسپر کا دھڑلہ نہیں آتا ہے بلکہ وہ نماز واجبہ اس لیے کہ جیسے تیمم نام شروع ہونے کے وقت بڑھو نماز میں
یعنی جائز ہے ایسے ہی تیمم شروع ہونے کو بعد خاک پاکنے سے تیمم نماز پڑھ لینا بھی درست ہے اور
جیسے کہ فقط پانی کے نہ ملنے سے اگر کوئی بے وضو نماز پڑھتا اور سہواً ایسے ہی اگر دو نوہ طہین تو جب بھی
نے وضو نماز پڑھ لی یعنی جائز ہوگی اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی سائندہ ترجمہ کے پس اس سے ثابت
ہوگا جو پانی اور نہ ہو یا دوسرا سپر نماز فرض ہے اس لیے کہ صحابہ نے واجب جانکر نماز پڑھی تھی سو اگر ایسی
حالت میں نماز پڑھنی منع ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام انہیں انکار فرمائے اور یہی فرمایا اے ام شافعہ
اور احمد اور جبو محمدین کا جواب الشیخون فی الخضر **وَبِهِ قَالَا عَطَاءُ** اگر وضو کے لیے
پانی نہ ملے اور نماز کے وقت ہو جائے کا خوف ہو تو اس وقت میں تم یہ کہہ کر تیمم کرنا جائز
ہے اور یہی قول ہے عطاء تا بس کاف یعنی جو آدمی کہ اپنے گھر میں تھا ہو یعنی سفر میں نہ ہو تو اگر اس کو
وقت گھر میں وضو کے لیے پانی نہ ملے اور نماز کے وقت ہو جائے کا خوف ہو تو اس وقت اس کو پھر گھر میں
بھی تیمم سے نماز پڑھنی جائز ہے اور اس طرح جو شخص کہ پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو اس کو بھی گھر میں تیمم کرنا جائز ہے
اور یہی ہے مذہب امام شافعی کا ولیکن ان کے نزدیک تھا کہ نماز واجب ہو اور وہ حنفیہ کے نزدیک گھر میں
تیمم کرنا کسی وقت جائز نہیں **قَالَ الْحَسَنُ** طایفہ حدیثیں بصری سے کہا کہ اگر کسی بیابان کے پاس پانی ہو تو
اس کو پانی پکڑ لے لانا کوئی وجہ نہیں تو اس وقت میں ہا یا کو تیمم کرنا جائز ہے **وَأَقْبَلَ ابْنُ مَرْزُوقٍ** طایفہ ابن
عمرانی زمین سے جو صرف (ایک جگہ کا نام میں ہل میں ہے) میں تھی اس کے یعنی اپنی زمین کو دیکھ کر دینہ کو
اسے (سو مرد) یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے دو میل دینہ سے یہاں چلے پھر باندھتے جاتے تھے میں نماز عطر کا وقت
ہو گیا سو ابن عمر نے تیمم سے وہاں نماز پڑھی پھر دینہ میں آئے حالانکہ آفتاب بلند تھا سو نماز کو دوسرا وقت اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر گھر میں تیمم کر لینے کو جائز جانتے تھے کیونکہ وہ تین میل کو بافتلاق سفر نہیں کیا جاتا ہے
اور یہی ہے وجہ مناسبت کی ترجمہ کا وہ اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر نے وقت فوت ہو جانے کا کچھ نہ
نہیں کیا جو اس لیے کہ جب وہ دینہ میں داخل ہوئے وقت آفتاب بہت بلند تھا ولیکن شاید ان کو گمان نہ ہوا تھا کہ دینہ میں
جانے تک وقت نہیں ہو گیا اور ابن عمر کی فائدہ دہلنے سے وقت کے ساقط کرنے پر استدلال نہیں ہو سکتا ہے
اس لیے کہ بنا براس امکان کے لازم آتا ہے کہ اسکی قضایا اتفاق ساقط ہو جاوے حالانکہ علماء کو اس مسئلہ میں اختلاف ہے
امام شافعی نے جو اسپر نماز واجب ہوتی میں اور جس میں کہ شاید میں کہ ظاہر کا وضو باقی ہوگا انہوں نے چاہا کہ
کہ یہ وضو کہیں بھی پانی نہ پایا تو موت تیمم ہی پر اتفاق کیا لیکن جو جیٹیک نہیں ہے ایسے کہ وضو کے وقت
تیمم کرنا محض نوبات پر واجب علم حکم **قَالَ تَنَا لَيْتُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَسِيْدٍ**

وَالْأَمْرُ بِالْعَمَلِ وَالْأَمْرُ بِالْعَمَلِ

وَالْأَمْرُ بِالْعَمَلِ وَالْأَمْرُ بِالْعَمَلِ

وَالْأَمْرُ بِالْعَمَلِ وَالْأَمْرُ بِالْعَمَلِ

وَالْأَمْرُ بِالْعَمَلِ وَالْأَمْرُ بِالْعَمَلِ

الْكَفَرَجَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْوَلِيدِ قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جَحْظِمٍ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصَّغَمَةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ
 أَبُو جَحْظِمٍ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَخْرُجِ بَنِي جَمَلٍ فَلَقِيَهُ نَجْلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرْجِعْ
 إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجُدَارِ فَكَسَمَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ
 ترجمہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہو کہ میں اور عبداللہ بن سیرہم و دونوں ابو جحیم بن حارث کو پاس لے
 سو ابو جحیم نے کہا کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم (ایک دن) بیرون (ایک کنعان ہے مشہور مدینہ میں) کی طرف
 تشریف لائے تو آپ کو ایک مرد راہ میں ملا سو اُسے حضرت پر سلام کہی سو آپ نے اسکو سلام کا جواب نہ دیا
 یہاں تک کہ آپ ایک دیوار کے پاس لے اور تیمم کیا پھر اسکو سلام کا جواب دیا ف غرض نام بناری کی اس
 سے یہ کہ تیمم کو اپنے گہر میں پانی نہ ملنے کو وقت تیمم کر کے نماز پڑھ لی جاتی ہے ایسے کہ جب باوجود
 وضو نماز نہ ہونے جواب سلام کرنے کو کہیے گہر میں تیمم کر لیا تو اب جو شخص کہ فوت ہو جائے نماز کا وضو
 کرنا ہو اسکو گہر میں تیمم کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا ایسے کہ باوجود قدرت کہ بے وضو نماز جائز نہیں
 پس یہ وجہ سے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم کے وقت گہر
 پانی نہیں ملا اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کی غرض اس تیمم سے ناپاکی دفع کرنا اور نماز
 کا جائز ہونا نہیں تھا بلکہ آپ کی غرض یہ تھی کہ آپ وضو کرنا کو جس مشابہت حاصل کریں تا کہ ناپاکی ملنے
 ہو جاوے جیسے کہ مینی کے واسطے وضو کر نیسے ناپاکی ملے ہو جاتی ہے پس اس صورت میں حدیث ترجمہ
 موافق ہوگی جَابُ هَلْ يَفْقَهُ بِيَدَيْهِ بَعْدَ مَا يَضْرِبُ بِهَا الصَّغِيرَ لِلَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ترجمہ تیمم کو دونوں
 ہاتھوں کو زمین پر مارنے کو بعد ہر دو کس لینا کیسا ہے حَلَّ ثَنَا أَهْلُ الْقُرْبَى قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ ثَنَا الْحَكَمُ
 عَنْ دُرِّ عَرْشِ عَبْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ دُجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ
 إِنِّي أَتَيْتُ لَمْ أَصِلْ لَكَ فَقَالَ هَذَا ابْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مَا نَدُّوا كُنَّا فِي سَجَةٍ أَنَا وَأَنْتَ فَاجْتَنِبْنَا
 قَاتِلًا أَنْتَ فَلَمْ تَقُلْ وَأَمَّا أَنَا فَمَحَلَّتْ فَصَلَّيْتُ مَذْمُومًا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ الْأُذُنَ وَانْقَرَضَتْ فِيهَا
 ثُمَّ سَمِعَ يَهْوِجُهَا وَكَفَيْتُ ترجمہ عبدالرحمن بن ابی ہریرہ سے روایت ہو کہ ایک مرد حضرت عمرؓ کی پاس
 سوئے کہا کہ مجھکو نہانے کی حاجت ہو گئی ہے اور مجھکو پانی نہیں ملا سو عمارؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ کیا
 تجھکو معلوم نہیں ہے کہ ہم دونوں ایک غریب تھے سو مجھکو نہانے کی حاجت ہو گئی سو ایکس نے تو نماز نہ کی تھی
 تھی اور لیکن میں تو زمین پر لٹا جیسے کہ جانور لٹتا ہے سو زمین پر لٹ کر بیٹھے نماز پڑھ لی سو میں نے اگر یہ قصد

یہی ہے جو حضرت مسلمان علیہ وسلم کا حکم ہے اور صرف مسلمانوں پر مہم کرنے کی روایت کو تائید کرنا ہو کہ حضرت
 علیؑ پیغمبر کے بعد بھی یہی فتویٰ دیتے رہے اور راوی حدیث کا غیر سے زیادہ واقف ہوتا ہے خاص کر صحابی
 ہو اور مجتہد بھی ہو (فتہ) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ ذَرِّعِ بْنِ
 عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ عَزَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ قَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ كَثَّافٍ سَمِعْتُ قَاجِنَةَ وَقَالَ تَقُولُ فِيهِمَا
 ترجمہ عبد الرحمن سے روایت ہو کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا سو عمرؓ کو مارے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ
 ہم دونوں ایک لشکر میں تھے سو ہم دونوں کو نہایت کی حاجت ہو گئی (میں تمام حدیث بیان کی جو اوپر گزر چکی ہے)
 اور اس روایت میں نفی کے بدلے فعل کا لفظ آیا ہے معذرونا کا قریب قریب یعنی میرا ہتھون کو پہنچاؤ گا حَدَّثَنَا
 مُحَمَّدُ بْنُ كَيْسٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ ذَرِّعِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ عَزَى عَنْ أَبِيهِ
 عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ قَالَ عَمْرُو بْنُ كَثَّافٍ فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَكْفِيكَ
 الْوَجْهَ وَالْكَفَّيْنِ ترجمہ عبد الرحمن سے روایت ہو کہ عمارؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں میں پر لو اس میں حضرت
 مسلمان علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا سو حضرت نے فرمایا کہ مٹا دو وہ تو تھیلہ کو مل لینا تم کو کفایت کرتا تھا
 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي حَسَنٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ ذَرِّعِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ
 عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرُو بْنَ كَثَّافٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَيْسٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ ذَرِّعِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ
 ابْنِ ابْنِ عَزَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عَمْرُو بْنُ كَثَّافٍ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَسَمِعَ وَجْهَهُ
 وکفایت کرتا ہے ترجمہ اسکا یہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے و ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ فقط مٹا دو وہ تو تھیلہ
 کو مل لینا سے تمیم جائز ہو جاتا ہے اس پر زیادہ کرنا واجب نہیں ہے اور یہی ہے مذہب امام احمد اور حنابلہ اور حنفیہ
 اور ابن ہنزلہ اور ابن خزیمہ کا اور یہی منقول ہے امام مالک و اہل حدیث سے اور بعضوں نے کہا کہ اس سے صورت
 زمین پر ہاتھ مارنے کی ہے واسطے تعلیم کے یعنی اپنے ہاتھ سے کہلا دیا کہ تمیم کی صورت یہ تمیم کے تمام حصے
 بتلانے آپ کی طرف نہیں تھی۔ سو جواب رکایا ہے کہ ظاہر سیاق اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے کل
 تمیم کو بتلادیا اگر تعلیم غرض ہوتی تو ان کی فیکٹ فرماتے اور بعضے کہتے ہیں کہ وضو میں کہنیوں کے ہونا فرض
 ہے پس تمیم میں بھی اتنا ہی لازم ہے سو جواب رکایا ہے کہ قیاس سے مقابلہ نص کے اور قیاس نص کے مقابلہ میں
 مردود ہے اور معارض کے وہ قیاس جو آیت سقر کے اطلاق سے ثابت ہو پس نص کے ہونے ہوئی اسکی
 کوئی حاجت نہیں ہے (فتہ) جَابِ الصَّعِيدِ الْكُتُبُ وَصَوْرُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ يَصْغِبُ
 مسلمان ہانی پر قادی نہیں تو سکو خاک پاک سے تمیم کر لینا جائز ہے اور اس وقت خاک کا حکم مثل ہانی کی ہے

وَأَنَّهُ لَيَغْتَابُ الْغَائِبِينَ إِنَّهَا أَسَدٌ مُلَمَّةٌ مِّنْهَا جِئِينَ ابْنَدُكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَجَعُوا لَهَا جَسَعًا أَهْلًا مِنْ بَيْنِ كَجَعُوا وَدَقِيقَةً وَسَوِيقَةً حَتَّى جَعَمُوا لَهَا طَعَامًا جَعَلُوا فِيهِ
 ذُؤَبٍ وَحَلَوًا بَعِيرَهَا وَوَضَعُوا الثُّوبَ بَيْنَ يَدَيْهَا فَقَالَ لَهَا تَعْلَمِينَ مَا دَرَيْتُمَا مِنْ
 مَّائِلَتِ شَيْءٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِي اسْتَقَانَا قَاتَتْ أَهْلَهَا وَقَدْ اخْتَسَتْ عَنْهُمْ قَالُوا أَمَا جَعَلَكُمَا
 يَا مَلَكُةُ كَالْتِ الْعَجَبُ لَيَقِينِي زُجَلَانِ فَذَهَبَانِي إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يُعَالِلُهُ الصَّالِحِينَ
 فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا فَأَوَّلَهُ إِنَّهُ لَا تَعْرِفُ النَّاسَ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ وَقَالَتْ يَا صَبِيحَتَا
 الْوُسْطَى وَالسَّبَابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ فَقَعِيَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَوَّلَهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ يُغَيِّرُونَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ وَلَا يُصِيبُونَ الصَّغِيرَةَ النَّبِيَّةَ
 هِيَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا الْقَوْمُ مَا أَدْنَى أَنْ هُوَ لَا يَدْعُوكُمْ عَمَّا أَهْلُكُمْ كَمَا
 فِي الْإِسْلَامِ فَأَمَّا عَوْنُهَا فَدَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ صَبَا خَرَجَ مِنْ دِينِ إِلَى خَيْرِهِ وَقَالَ
 أَبُو الْعَالِيَةِ الْعَصَائِرُ مِنْ فِرْقَةٍ مِنْ أَهْلِ الْكَيْفِ يَقْرَأُونَ الذُّبُونُ أَصْبَحَ مِنْ تَرْجَمَةِ عَمْرٍاءَ سِرِّهِ
 کہ ہم حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمیں تھے سو ہم تمام رات چلتے رہی یہاں تک کہ جب اس کا اخیر آیا
 توڑی اس بات باقی رہ گئی تو کیا کیا ہم اتر پڑے اور سو گئے اور مسافر کو پہلی رات کو سونے کی کوئی چیز نہ
 تشرین نہیں ہے اس لیے تمام رات چلتے رہے یہاں تک کہ اس کا اخیر وہ وقت نہنڈک کا ہوتا ہے سو نہ جاگ
 آئی کہ کو کر آفتاب کی گرمی سے بھری جب آفتاب خوب بلند چڑھ آیا اور اس کی گرمی معلوم ہوئی تو اس وقت
 جاگ آئی سو سب پہلے فلان آدمی کو جاگ آئی پہلے سے بعد فلان آدمی کو پہلے فلان آدمی کو اور بار (ادوی)
 ان کے نام لیتا تھا لیکن جوف (جو اسکا گروہ ہے) انکو پہلے گیا پہلے بعد از ان چوتھے عمر کو جاگ آئی
 اور جب حضرت سویا کرتے تو آپ کو کوئی زچکا ماتہا یہاں تک کہ جو اپنے آپ بلگتے اس لیے کہ ہم نہیں جانتے
 تھے کہ آپ کو خواب میں کیا نظر آتا ہے یعنی اس لیے کہ اکثر اوقات آپ کو وحی خواب میں بھی آتی تھی پس شاید
 کہ کسی کو جگانے سے وحی میں کوئی خلل پیدا ہو) سو جب عمر رضی اللہ عنہما ہوئی اور لوگوں نے حال دیکھا کہ سو
 سو صبح کی نماز فوت ہو گئی ہے اور پانی اس کے گلاب میں نہیں ملتا ہے اور عمر نہ سخت کڑا آدمی تھا سو اس نے بند
 آواز سے اللہ اکبر کہا یعنی واسطے بڑی ہونے اس واقع کے اور واسطے جگانے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے شان
 طریقہ ادب کے سو ہمیشہ بلند آواز سے تکبیر کہتے رہی اور اس کے ساتھ جلاتے رہی یہاں تک کہ انکی آواز سے حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم جاگ اگئی ف بعضے لوگ یہاں پر شبہ کرتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ
 صلوات اللہ علیہ وسلم سو جاگ اگئے تھے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے تو ان دو وحدتیوں میں تعارض واقع ہوا ہے سو جواب
اسکا اول یہ ہے کہ مرد دل کے نہ سونے سے یہ ہے کہ جو محسوس چیزیں اس کے متعلق ہیں انکو وہ معلوم کر لیتا
ہے جیسے کہ بوجھ ہونا یا کسی درد الم کا پوچھنا اور نہیں کہ جو چیزیں ان کے متعلق ہیں انکو بھی معلوم کر لیتا
ہے بلکہ سونے کی حالت میں آنکھ کی متعلق چیزوں کو سونے کی حالت میں وہ معلوم نہیں کر سکتا ہے تو
جواب اسکا یہ ہے کہ دل کے نہ سونے سے یہ مراد ہے کہ وضو کا ٹوٹ جانا مجھ پر پیشہ نہیں رہتا ہے مگر یہ
جواب ثانی ٹھیک نہیں ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ وضو وغروب آفتاب کو معلوم کرنا آنکھ کا کام ہے نہ دل کا
پس جب آنکھ خواب میں ہو تو طلوع وغروب معلوم نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ دل بیدار ہو اور نیز ہو سکتا ہے کہ
باوجود بیداری دل کے آپکو ایسا استغراق حاصل ہوا ہو کہ سوائے اس کے کسی چیز کی طرف خیال نہ ہو جیسے
وحی کے بعض وقتوں میں ایسا ہی ہوا پس اسے دل کا سونا لازم نہیں آتا ہے فت سو جب حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگائی تو صحابہ نے اپنی حال کی آپ سے شکایت کی سو آپ نے فرمایا کہ بوجھ نقصان نہیں پہنچا
سے کوچ کر دو سو لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا سو تھوڑی دور چل کر اتر پڑے فت اس سے معلوم ہوا کہ جو مختصر
سفر میں سو جاؤ اور سوتے سو تو اسکی نماز فوت ہو جاوے سو جب اسکو جاگائی تو اسکو متحجج کہ اس جگہ سے
کوچ کر کے دوسری جگہ میں جائز ہے اور اگر کوئی جنگل ہو تو اس سے باہر نکل جاؤ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر
جگہ سے کوچ کرنے کا یہ سبب تھا کہ اپنے فرمایا یہ شیطان کی جگہ ہے یا اس واسطے کہ وہاں پانی نہیں تھا فت
سو آپ نے پانی منگوایا اور وضو کیا اور نماز کے بعد اذان کہی گئی سو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی فت اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں کو ایسے بھی اذان کہنا سنت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فوت
شدہ نمازوں کی جماعت جائز ہے فت سو جب حضرت اپنی نماز سے پہلے یعنی نماز ادا کر چکے تو یکایک
پھر دو کو کنارہ پر کھڑے ہوئے دیکھا کہ اُن سے لوگوں کے ساتھ مگر نماز نہیں پڑھی تھی آپ نے اسکو فرمایا کہ اے خدا
مرد تو نے لوگوں کو ساتھ مگر نماز کیوں نہیں پڑھی اور اسے عرض کی کہ مجھ کو نہانے کی حاجت ہو گئی تھی اور
غسل کے لیے مجھ کو پانی نہیں ملا ایسے میں نماز نہیں پڑھی آپ نے فرمایا کہ خاک پاک سو تیمم کر کہ مقررہ مجھ کو کفایت
کرتا ہے فت اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کو نہانے کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو غسل اور وضو دونوں
کے تیمم کافی ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عالم کو کسی شخص کی حال دیکھ کر سہلہ بنا جائز ہے اور بھی
معلوم ہوتا ہے کہ نماز جماعت پڑھنی چاہیے اور یہ کہ جو مختصر بغیر کسی عذر کو جماعت کو ترک کرے اسکو ملامت کرنی
جائز ہے اور یہ کہ انکار میں بھی نرمی سے پیش آنا چاہیے فت پھر حضرت ہاتھ چلے سو لوگوں نے آپ کے پیالہ
کی شکایت کی سو آپ اتر پڑے اور ایک دم کو بلایا (اور جا) راوی اس شخص کا نام لیتا تھا ولیکن عوف کو یا قمر

رہی اور علی رحمہ کو بلایا سودو نو کو کہا کہ جاؤ اور پانی تلاش کرو سو وہ دونوں چلے اور چلتے چلتے راہ میں ایک عورت کو ملے جو دو کپہاں پانی کے اپنے اونٹ پر دھر چکی تھیں درمیان پاؤں لٹکا کر بیٹھی ہوئی تھی سودو نو نے اس عورت کو پوچھا کہ پانی کہاں ہے جہاں تو لائی ہے اس نے کہا کہ گدڑا میرا پانی پر کل اس وقت تہ تیغ پانی یہاں سے آہٹہ پیر کی راہ پر ہے اور مرد ہمارے پیچھے ہیں بخود بھی پانی لائے تو اسے کھروں سے نکلے ہو کر ہیں اور غائب ہیں اس وقت وہ نے اس عورت کو کہا کہ اب ہمارے ساتھ چل اس نے کہا کہان چلوں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل اس نے کہا وہ شخص جس کو صبا بی کہتے ہیں وہ صبا بی اسکو کہتے ہیں جو ایک دین کو چھو کر دو سکے دین کو اختیار کرے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر اسیلے صبا بی کہتے ہیں کہ آپ نے قریش کا دین چھو کر دین ابراہیمی اختیار کر لیا تھا) فت سوان مونس نے کہا کہ وہ ہی شخص ہے جو تیرے خیال میں جو پس اس کے پاس چل سو وہ دونوں اسکو حضرت کو پاس آئے اور آپ کو مقبے بیان کر دیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور کپہاں کو دہنے سے اور زمین پانی گرنے کا حکم فرمایا اور آپ نے اوپر کے دونوں دھنوں کو بند کر دیا اور نیچے کے دونوں دھنوں کو کھول دیا اور لوگوں میں بلند آواز سے پکار دیا گیا کہ اپنے چار پائون کو پانی ملا لو اور خود بھی پوچھو اور مشکین ہر لو سو جسے چاہا پانی ملا لیا اور جس نے چاہا خود پی لیا فت اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسافر یا سیاہو یا اسکا چار پائیہ پیسا ہو تو ایسی حالت میں آپ پانی پینا اور اپنے چار پائی کو پلانا مقدم ہے غسل خباثت وغیرہ پر اگر پینے سے کچھ پانی بچ جاوے تو اس کے ساتھ غسل کر لیو ثم فت اور سب کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو پانی دیا جسکو نہانے کی حاجت ہوئی تھی سو فرمایا اٹھو لے جاؤ اور اپنے سر پر گدڑی اور غسل کر دو وہ عورت اپنی پانی کے اس سب معاملہ کو کھڑی دیکھ رہی تھی فت اگر کہا جاوے کہ اسکا پانی لینا بلا اجازت کیسے جائز ہو گا جواب کیا ہے کہ وہ عورت کافرہ ہر بیہوش اس سے جبراً پانی لینا جائز ہے اور اگر بالفرض یہ یہ بھی ہو تو کہا جاوے گا کہ ضرورت پیاس کی وجہ سے مسلمانوں کو اسکا پانی لینا مباح ہو گیا فت سو قسم خدا کی مقرر سب لوگ اس کپہاں سے پانی پی کر چلے گئے اور حالانکہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگے سے زیادہ تر بہرہوا ہے فت اتنے آدمیوں کا پانی پینا اور چار پائیوں کو پلانا اور وضو کرنا اور مشکوں میں پانی بہر لینا اور پھر اس کپہاں کا دیا ہی بہر نہا ایک بڑا معجزہ ہے اور دلیل قطعی ہے اور یہی سچی ہفت نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فت سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پانی کے بدلے اسکو کچھ کھانا جمع کرو دو صحابہ نے اس کے لیے کھجور اور آٹا اور ستھ کو جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ انہوں نے اس کے لیے بہت سا طعام جمع کیا اور اسکو ایک کپڑے میں باندھ دیا اور اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کرایا اور اس کپڑے طعام والے کو اس کے آگے رکھا اور اسکو کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تیرا پانی بہنے کو نقصان پہنچا

اور لیکن ہجوامد نے پانی پلا یا ہے فت اس سے معلوم ہوا کہ مشرکوں کے بتوں کو ہمتا کرنا جائز ہے جب تک کہ
 بیہمدی کا یقین نہ ہو جاوے کہ وہ عورت اپنی گہروالوں کو پاس لے آئی اور حالانکہ روکی گئی تھی اس لئے سو اہوں نے کہا کہ
 اگر غلطی تبھکو کس چیز نے روک کہا تھا اس نے جواب دیا کہ آج مجھ کو ایک عجیب معاملہ پیش آیا تھا جس کے سبب سے
 میں ک گئی وہ عجیب معاملہ یہ ہے کہ مجھ کو دو مرد ملے سو وہ دونوں مجھ کو اس پیغمبر (جس کو لوگ صالحی کہتے ہیں
 کے پاس لے گئے سو اس نے ایسا ایسا کام کیا یعنی میری کپہاں سے اپنے رشتہ کو پانی پلا یا تو حالانکہ کچھال میری
 ویسی کی ویسی ہی بہرئی ہی) سو قسم خدا کی البتہ وہ سب آدمیوں کے زیادہ تر جاوے کر ہے درمیان میں اور
 آسمان کے اور اس نے سب باہ اوڑھ لے لی اور آسمان کی طرف اشارہ کیا اور یا وہ خدا کا سپارہ رسول ہے
 سو مسلمان لوگ بعد ازاں اس کے گرد و گرد مشرکین پر لوٹا لے گیا کرتے تھے لیکن جس جماعت سے وہ عورت
 تھی اس کو کچھ نہ کہتے یعنی واسطے ہیہ سلام کے سو اس عورت نے فرامیدن اپنی قوم سے کہا کہ مجھ کو معلوم تھا
 ہے کہ یہ لوگ میری صحابہ نمکو عذرا چھوڑتے ہیں یعنی تمہاری گرد و گرد مشرکین پر جو یہ لوگ لوٹا لے کر گئے ہیں اور
 نمکو دیدہ و نہشتہ کو نہیں کہتے ہیں تو یہ بوجہ سہو و غفلت کر نہیں ہے اور نہ بوجہ خوف تمہاری کے بلکہ
 بوجہ ہیہ سلام تمہاری کے ہو کیا تم مسلمان ہونا چاہتے سو اہوں نے اس عورت کا حکم مان لیا اور مسلمان ہو
 امام بخاری نے لکھا صبا کا معنی ہوا ایک عین کو چھوڑ کر دو سر دین کو اختیار کرنا اور ابو العالیہ سے کہا کہ اختیار
 (یہ لفظ قرآن میں واقع ہوا ہے) اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پر عمل کرتے ہیں اور اصب (یہ لفظ بھی
 قرآن کا ہے) کا معنی ایک طرف میل کرنا اور جبکہ مناف غرض اس حدیث کو لائے مسی اس بات کو ثابت
 کرنا ہے کہ جب پانی نہ ملے تو اس وقت مٹی کے لیو پانی کا حکم ہے سو جب مٹی سے تیمم کر لے تو اس کے ساتھ
 فرض و نفل وغیرہ جو نماز چاہے سب کو پڑھنا جائز ہے جب تک کہ اس کا تیمم نہ لٹے اور دلیل یہ ہے حضرت کاؤ
 قول ہو کہ کہنے اس شخص جہنی کو فرمایا کہ تجھ کو مٹی سے تیمم کر لینا کفایت کرتا تھا اسیلے کہ ظاہر کفایت ہو ہی
 معلوم ہوتا ہے کہ مٹی کو حکم پانی کا ہے ورنہ کفایت ناقص ہوتی باوجودیکہ مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا
 ہے پس کفایت سے مراد کفایت کامل ہوگی نہ ناقصہ اللہ اعلم اور چونکہ اس حدیث میں صابی کا لفظ واقع ہوا ہے
 اسیلے امام بخاری نے اس کی مطابقت کرلیے یہ تینوں لفظ قرآن سے نکال کر ادنکا معنی بیان کر دیا کہ
 کا ایک ہی لہ ہے باب اذا خاف علی نفسه المرض او الموت او خاف العطش ثم
 یعنی جب کسی کو نہانے کی حاجت ہو جاوے اور وہ پانی کے ساتھ غسل کرے مسی بیماری کے زیادہ ہو جانے کا
 خوف کرے یا مرنے کا خوف ہو یا اس سے خوف کرے کہ اگر پانی خرچ کر ڈالوں گا تو یا اس سے مرنے کا تو اس
 حالت میں اس کو تیمم کرنا جائز ہے اگرچہ پانی ہی موجود ہو وینکرو ان عمرو بن العاص جنت فی الخ

الْأَيَّةُ فَمَا دَسَى عَبْدُ اللَّهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنْ أَلَوْ كُنْهْنَا لَمْ نَقْضِكَ إِذَا بَدَعْتَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ الْمَاءِ
 أَنْ يَكْفَعَهُ وَيَكْفَعُهُمْ لَقُلْتُ لَشَقِيقٍ فَأَمَّا كَرِهَ عَبْدُ اللَّهِ لِهَذَا فَقَالَ نَحْنُ تَرْجَمُهُ شَيْقِقُ بْنُ سَلَمَةَ
 کہ کہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابو موسیٰؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا سو ابو موسیٰ نے عبد اللہؓ سے کہا کہ یہاں تباہی اب عبد الرحمن
 (کہ کہ) کہتے ہیں عبد اللہ بن مسعودؓ کی اگر کسی کو نہانے کی حاجت ہو جاوے اور پانی نہ پاوے تو کیا کرے سو عبد اللہؓ
 کہا کہ وہ شخص نماز نہ پڑھے جب تک کہ پانی نہ پاوے سو ابو موسیٰ نے کہا کہ تو حدیث عمار کو کھڑج کر لیا جبکہ
 حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا کہ تم کو تیمم کر لینا کفایت کرتا تھا یعنی وہ حدیث تیرے فتویٰ کے
 مخالف ہی پس تو اسکا کیا جواب دیا کیا عبد اللہؓ نے جواب دیا کہ تم کو معلوم نہیں کہ عمرؓ نے عمارؓ کی حدیث کو
 نہیں مانا سو ابو موسیٰ نے کہا کہ عمارؓ کے قول کو چھوڑ دو یعنی اسے جسے قطع نظر کی ہماری پاس دوسری
 دلیل موجود ہے وہ یہ کہ تو آیت تیمم کا کیا جواب دیا کہ تیمم میں نص صریح ہے پس عبد اللہؓ کو اس وقت اس
 آیت کا کیا جواب آیا صرف اپنی راہ بیان کی سو کہا کہ اگر ہم لوگوں کو اس امر کی اجازت دیدیں کہ جنبی پانی
 نہ ملنے کو وقت تیمم کر لیا کرے تو جب کسی کو پانی نہ ملے گا وہ اسکو چھوڑ کر تیمم کر لے گا سو میں نے شقیقؓ سے
 کہا (یہ اعمش کا قول ہے) کہ کیا عبد اللہؓ نے صرف اس واسطے تیمم کو ناجائز رکھا ہے اسنے کہا ہاں
 صرف اسی لحاظ سے کہ اس حدیث میں معلوم ہوا کہ جب جنبی کو پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے
 اور پاس امیر بخاری کی صورت بھی بانی نہ ملنے میں داخل ہے اسلئے کہ جب بخوف بیماری اور پیاس کے
 اسکے اشتغال کرنے پر قادر نہ ہوا تو گویا کہ اسنے پانی کو نہ پایا پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی
 ساتھ ترجمہ باب کو داند اعلم اور مذہب عمرؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کا یہ ہے کہ جب کسی کو نہانے کی حاجت
 ہو جاوے اور غسل کے لیے پانی نہ پاوے تو اسکو تیمم کرنا جائز نہیں ہے حالانکہ یہ مذہب انکا نص قرآن حدیث کو مخالف
 ہے سو بعض علماء نے اسکی یہ تاویل کی ہے کہ انکے نزدیک آیت اولاستم الفسار میں ملاست جماع
 مراد نہیں ہے بلکہ مباشرت فاحشہ مراد ہے جس سے وضو لازم آتا ہے یعنی آلت اور فرج کو طائیس اُنکے نزدیک
 تیمم وضو کا بدلہ ہے غسل کا بدلہ نہیں ہے مگر یہ جواب عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول کے مخالف ہے جو اسنے ابو موسیٰؓ
 کے جواب میں کہا اسلئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہؓ کے نزدیک آیت مذکورہ میں ملاست
 مراد جماع ہے اسلئے اسنے ابو موسیٰؓ کی دلیل کا کچھ جواب دیا اور مذہب کہہ سکتا تھا کہ مراد ملاست جماع نہیں
 بلکہ دونو خشتوں کا ملاست ہے اور نیز جنبی کر لیے تیمم جائز ہونے پر بہت حدیثیں مطلق ہیں پس یہ تاویل ان
 میں نہیں مل سکتی ہو بلکہ اس تاویل کو وہ حدیثیں باطل کتنی ہیں عبد اللہ بن مسعودؓ کی محض رائے ہے اور
 ہم کسی راہ کے ساتھ مکلف نہیں ہیں بلکہ ہمیں لازم فقط اطاعت خدا و رسول کی ہے و بس حاشا کوئی

موافق ہو یا مخالف کسی سے سزا کا نہیں اور یہ فتوہ عبد اللہ بن مسعود کا بڑی بڑی دلیل ہے اس پر کہ قول صحابی کا محبت نہیں ہے اور عبد اللہ بن مسعود کا یہ کہنا کہ عمر نے عمار کی حدیث کو نہیں سنا اس میں ہی کلام ہے ایسے کہ عمار صحابی عادل اور فقیہ ہے اور اسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہو میں کیسے ممکن ہے کہ عمر اس کو قبول کرے حالانکہ عمر وہی سے کوئی لفظ اس کے انکار میں منقول نہیں ہے بلکہ مسلم کی روایت میں صاف آچکا ہے کہ جب عمر نے عمار کو کہا اور اسے تو غار سے کہا کہ اگر تو ناراض ہے تو میں ہر شے کو کہی بیان نہیں کروں گا سو عمر نے جواب دیا کہ میں تجھ کو حدیث بیان کرنے سے منع نہیں کر سکتا ہوں ایسے کہ پیغمبر ہل جاسے سو یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث نفس الامری میں ہی حق نہ ہو جاباب التَّائِيْدُ صَرْفَةً لِّعَيْنِ تَيْمَمٍ مِنْ فِقْطٍ اَبِي هِيَ بَارِئُ تَوْنِ كَوْزِ مِيْنِ رِيَارِ كِرْبَاتٍ اَوْ رُنْدُ كَوْلِ لَيْسَا كَانِي هِيَ دَوْبَارُهُ تَوْنِ كَوْزِ مِيْنِ پَرَارِ نَے كُوْجِ مَا حَبْتِ نَهِيْنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ مَوْكَأَ الْاَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَهُ اَبُو مُوسَى لَوْ اَنْتَ رَجُلًا اُجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا مَا كَانَ يَدِيْعُهُ وَيُصِلُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَتَيْمَمُ وَاِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ شَهْرًا فَقَالَ لَهُ اَبُو مُوسَى كَيْفَ تَصْنَعُونَ هَذِهِ الْاَيَّةُ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ تَوَلَّيْكُمْ يَحْيٰى وَمَا فَيَتَيْمَمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ رُخِصَ فِي هَذِهِ الْقَهْمُ لَا وَشَكَوْا اِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ اَنْ يَدِيْعُوْا الصَّعِيْدَ قُلْتُ وَارْمَا كَرِهْتُمْ هَذَا اِلَّا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اَبُو مُوسَى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمْرِو بْنِ الْاَخْطَابِ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَاُجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّعْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَرَعُ الدَّابَّةُ فَمَا كَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِمَّا كَانَ يَكْفِيكَ اَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا وَتَضْرِبَ بِكُمِيَّةٍ صَرِيَّةٍ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ تَقْضِيَهَا ثُمَّ تَسْمُرُ بِهَا ظَهْرَ كَفِّهِ يَمِيْنًا اَوْ ظَهْرَ يَمِيْنَالِهِ يَكْفِيهِ ثُمَّ تَسْمُرُ بِهَا وَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ اَفَلَمْ تَرَوْهُمْ لَمْ يَقْنَعُوا بِقَوْلِ عَمَارٍ وَرَدَّ اَدِيْعِي عَنْ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ مُوسَى فَقَالَ اَبُو مُوسَى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَارٍ لِعُمَرَ بْنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي اَنَا وَانْتَ فَاُجْنَبْتُ فَتَمَكَّنْتُ بِالصَّعِيْدِ فَاَتَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُخْبَرْنَا فَقَالَ اِمَّا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا وَمَسْمُ وَجْهَهُ وَكَفِّهِ وَاجِدَةٌ تَرْجُمُهُ اسكَا اَوْ بِرَ كَذِبٌ چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ابو موسیٰ نے عبد اللہ سے کہا کہ تو نے عمار کی حدیث نہیں سنی جو اس نے عمر کے پاس بیان کی تھی وہ یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک کلمہ کے لیے مجھ کو مجھ کو نہانے کی حاجت ہو گئی اور بیٹھے پانی نہ پا یا سو میں نے میں پہ لوٹا اس میں چار پاؤں لوٹا ہے یعنی عمار یہ سمجھی کہ جیسے غل میں

پانی سب جگہ پہنچا ضرور ہے ویسے ہی مٹی ہی ضرور ہوگی عامر کہتے ہیں کہ یہ قصہ میں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا سو آپ نے فرمایا کہ تمہکو تو فقط یہی کفایت کرتا تھا کہ تومارے اپنے دونوں ہاتھوں کو ہر چہرہ پر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ایک بار زمین پر مارا پھر اسکو جھاڑا پھر اس سے ملا پھر بائیں ہاتھ کو اپنی داہنی ہتھیلی پر یا ملا اپنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھراٹھے ملا اپنے منہ کو اور دوسری وایت میں ہر کو پھر ملا اپنے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کو ایک بار ف اس حدیث سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ تیمم فقط ایک بار زمین پر ہاتھ مارنا کفایت کرتا ہے ابن منذر نے کہا کہ یہی ہے مذہب جمہور علما کا اور یہ کہ ہاتھوں کا مسح کرنا واجب نہیں ہے اور یہ کہ ہاتھ کی مستقل مٹی منہ کے لیے کفایت کرتی ہے بعض کہتے ہیں کہ یہاں حقیقت تیمم کی بنا کرنی مقصود نہیں بلکہ صرف تعلیم مقصود ہے جو جواب اسکا اور گدڑ چکا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ واحدہ صفت مسح کی ہے ضرورت کی صفت نہیں ہے جو جواب اسکا یہ ہو کہ یہ تاویل ظاہر حدیث کی سرسر مخالف ہے اور بعض تسلیم ہم کہتے ہیں کہ جب بقول تمہارا تیمم دو ضربیں میں تو پھر مسح ہی دوبار بیان کرنا لازم تھا پس مسح کو ایک بار کے ساتھ مقید کرنا محض لغو ہے اور نیز مسح کو ایک بار کے ساتھ مقید کرنا یہی لازم آتا ہے کہ فرق صرف ایک ہی بار ہاتھ مارا ہوئے اور مرد اور ام نووی کی دوبار کو واضح مقصود کہتے ہیں سے باعتبار نقل سند کے ہو نہ باعتبار دلائل کے اور اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں ترتیب شرط نہیں ہے جابحد ثنا عبدک قال اذ عبدک للہ قال اخذ فاعرف عن ابی رجاء قال ثنا عمران بن حصین الخرائی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رآی رجلاً یغتسل لکم یصل فی القوم فقال یا فلان ما منعک ان یصل فی القوم فقال یا رسول اللہ اصابتی جنابة ولا ماء قال علیک بالصعبید فإنه ینکینک ترجمہ عمران بن حصین سے روایت کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو لکنا ہوا دیکھا کہ اُسے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی سو آپ نے فرمایا اے مرد تو نے ہمارے ساتھ ملکر نماز کیوں نہ پڑھی اُسے عرض کی کہ مجھکو نہانے کی حاجت ہوگئی تھی اور پانی نہیں ملا کہ اُسے غسل کرنا اپنے فرمایا کہ مٹی سے تیمم کر کہ مقررہ تمہیکو کفایت کیگا ف اس باب کو مٹی ترجمہ نہیں اور بعض نسخوں میں باب بھی نہیں ہے سو اس باب کو بلا ترجمہ لانے سے اس طرف اشارہ ہو کہ اس باب کو پہلے باب سے تعلق ہے اور وہ تعلق اسطرح ہے کہ جیسے علیک بالصعبید کا لفظ عام ہے مٹی کی سبقتوں کو شامل ہے ویسے ہی وہ باعتبار کیفیت تیمم کے بھی عام ہے شامل و ضربوں کو بھی اور ایک ضرب کو بھی پس یہی ہے وجہ مناسبت اس باب کی پہلو باب و اللہ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم	کتاب الصلوٰۃ
یعنی یہ کتاب بیان میں احکام نماز کے و لغت میں صلوٰۃ کا معنی دعا اور رحمت اور استغفار کا ہے	

اور شریعت میں نماز کہتے ہیں بقیہ مخصوصہ کو حسین قرآن اور رکوع اور سجود وغیرہ پایا جادو اور سنے لغوی نماز شریعت
میں موجود ہیں ایسے کہ دعا اور ستغفار وغیرہ سب نماز میں پایا جاتا ہے اور بعد ا بیان کے نماز سب عبادتوں
میں افضل ہے اور نام مذکور کے ہر طرف ہر اور کتاب الطہارت سے ہر کو سو اسطے مؤخر کیا گیا کہ طہارت نماز
کی شرط ہے اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر اور وسیلہ مقدم ہوتا ہے مقصود پر **باب کیف فرضت**
الصَّلَاةُ فِي الْأَمْرِ آتِيهِ مَعَ اجْرِكِ رَاتٍ مِّنْ نَّازِكِطِرْ فَرَضَ هُوَ وَكَالَ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي
أَبُو سَفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فِي حَدِيثٍ هَرَقَلَ فَقَالَ يَا هُرَاقَةُ ابْنِي الْيَتِيمُ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ بِالْصَّلَاةِ
وَالصَّلَاتِ وَالْعَقَابِ یعنی ابن عباس نے کہا کہ ابوسفیان نے مجھ سے ہر قل کی حدیث بیان کی سو میں نے
جیسا بیان کیا کہ وہ غیر ہر قل نماز اور سچ بولنا اور حرام سے بچنا سکھاتا ہے یہ حدیث **باب** بالوحی میں گذر چکی ہے
..... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ذکر میں ہجرت سے پہلے فرض ہوئی ایسے کہ ابوسفیان نے ہجرت
کے بعد حضرت محمد علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات انہیں کی سے اس وقت تک کہ ہر قل سے ملا اور اس کو بلا حجاب
کہ میں واقع ہوا ہے اور یہ بیان کرنا وقت نماز کا اگرچہ حقیقہ کیفیت نہیں ہے لیکن نے الحمد اسکے مقدمات
ہے پس یہی ہے جو مناسبت کی ساتھ ترجمہ **باب** **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ تَنَا اللَّيْثُ عَنْ**
يُوسُفَ بْنِ أَبِي شُعْبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
وَسَلَّمَ قَالَ فُوجِعَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي
ثُمَّ غَسَلَهُ مَاءَ زَمْزَمَ ثُمَّ جَامَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مِّمَّنْ لَيْتُ حِكْمَةً وَأَيُّهَا أَفَارُغَهُ صَدْرِي
ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَخَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لِحَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مِنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ لَعَنَ مَعِيَ مُحَمَّدٌ
فَقَالَ أَرْسِلْ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فُتِحَ عَلُونَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى عَيْنَيْهِ أَسْوَدٌ
وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوَدَةٌ إِذَا نَظَرَ قَبَلَ عَيْنَيْهِ صَوَّكَ وَإِذَا نَظَرَ قَبَلَ شِمَالِهِ بَكَى فَقَالَ مَرْحَبًا يَا يَتِيمُ السَّامِ
وَالْأَبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِحَبْرَتَيْهِ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا آدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ عَنْ عَيْنَيْهِ وَشِمَالِهِ
سَمُومٌ بَيْتُهُ وَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ
عَنْ عَيْنَيْهِ صَوَّكَ وَإِذَا نَظَرَ قَبَلَ شِمَالِهِ بَكَى حَتَّى خَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِحَازِنِهَا
افْتَحْ فَقَالَ لَهُ خَارِجُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ فَقَعْتُمْ قَالَ أَنَسٌ فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَاءِ آدَمَ
وَأَذْرِيْسَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَإِبْرَاهِيمَ وَلَمْ يَبْشُرْ كَيْفَ مَنَازِلَهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ
فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْبَيْتِ

مَلَكَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِذْنِ رَبِّهِ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْآخِرِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ
 هَذَا الدَّرِيسُ ثُمَّ مَرَّتْ بُنُوسِي فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْآخِرِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا
 قَالَ هَذَا مُوسَى ثُمَّ مَرَّتْ بَعِيسِي فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْآخِرِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ
 هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ ثُمَّ مَرَّتْ دَابِرَاهِمُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْآخِرِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ
 هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ ابْنُ شَيْبَةَ فَاخْتَبَرَنِي بَنُ حَزِيمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةً الْأَنْطَاقِيَّ
 كَانَا يَقُولَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَجَزَ بِي حَتَّى ظَهَرَتْ لِسْتَوِي سَمِعْتُ فِيهِ مَرْفَعًا
 الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَرْمٍ وَأَسْبُؤُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّصَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى أُمَّتِي مِائِينَ
 صَلَوَةٍ فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ عَلَى مُوسَى فَقَالَ مَا قَرَّصَ اللَّهُ لَكَ عَلَى أُمَّتِكَ قُلْتُ
 قَرَّصَ مِائِينَ صَلَوَةٍ قَالَ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَطِيقُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا
 فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى قُلْتُ وَضَعْتُ شَطْرَهَا فَقَالَ رَجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَطِيقُ ذَلِكَ
 فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَطِيقُ ذَلِكَ
 فَرَجَعْتُ فَقَالَ هِيَ خَسْرٌ وَهِيَ مَحْشُورٌ لَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ لَدَائِي فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى
 فَقَالَ رَاجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَقُلْتُ اسْتَغْنَيْتُ مِنْ رَبِّي ثُمَّ انْطَلَقْتُ بِي حَتَّى لَنَيْتُ بِي إِلَى السَّيِّدَةِ
 النَّهْثَى وَعِيشَتِهَا الْوَأْنُ لَا أَذِيرُ مَا هِيَ ثُمَّ ادْخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا حَبَابِلُ الْفُولِ وَرَوْدُ
 إِذَا رَأَيْتُهَا لَيْسَتْ بِتَرْجَمَةٍ بَوْدَرٍ مِنْهُ أَلَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ رَوَايَاتِهِ كَذَبَتْ عَنْهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرِيَا كَر
 سِيَرِ كَرِ كِي چیت کہولی گئی سہالت بن کہین کہین تعالیٰ نام دانی کے گھر شرف چیت پہاڑ لڑنے
 سے عزم کمال پہاڑ ہے بلدی پہونچنے میں اور تہذیب ہے سپر کوئی چیز غیر معتاد طلب کی گئی ہے
 یا چیت پہاڑ نے سوار اسکے لمبا سے سہل اشارہ ہے کہ آجکے سینہ بھی ویسے پہاڑ کر ملایا جاوے گا
 ف موجر ایل م آرا یعنی آسمان کے سوا سے میرا سینہ پہاڑ اپر اسکو زفرم کے بانی سے دہو یا پہر وہ ایک
 سو کھا طشت ایمان اور حکمت سے بہرہ والا یا پہر اسکو میرا سینہ میں گرا یا پہر اسکو ملایا اور جوڑ دیا اور اسچہر کر دی
 کا دوسرے شیطان سے محفوظ رہے ف مراد حکمت کمال علم اور معرفت الہی ہے اور تہذیب نفس کی
 اور تحقیق حق واسطے عمل کرنے اور اسکی خدمت سے باز نہنا اور مراد طشت سے حقیقی سننے پر پس معنی یہ
 کہ اس طشت میں کوئی ایسی چیز ڈالی گئی تھی جس سے کہ ایمان اور حکمت کا کمال حاصل ہو و میں اسکو مجازاً حکمت
 اور ایمان کہا گیا اس صورت میں حکمت اور ایمان حقیقت محسوسہ مراد ہوگی اور یا ایمان اور حکمت کو صورت
 محسوسہ میں متفصل کر دیا گیا ہو گا جیسے کہ اطفال کو تیاست کو دفن شکل دیا ہوگی وزن کے پیر یا موت کو مینہ

کی شکل دیجاو گی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ چارونحوہ پھاڑا گیا ہے اول شق صدر لڑکپن میں واقع ہوا ہے جب آپ علیمہ دایہ کے پاس تھے اسوقت آپ لڑکوں کے ساتھ کہیل رہے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آیا اور آپ کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور آپ کے سینہ کو پھاڑا اور اس سے خون جابو نکالا جو مادہ فساد اور گنہ کا تہادوم شق صدر دوسوین سال ہوا سوم شق صدر رسالت نازل ہونے کو وقت ہوا چہارم شق صدر اچکی رات میں ہوا لکڑا ذکرہ اشیعہ ابن جبر نے افخفت پھر جبرائیل علیہ السلام نے میرا تہہ پکڑا سو مجھ کو لے چڑھا پہلے آسمان تک اس حدیث میں سوری براق اور سیرسجد اچھے تک ذکر نہیں ہے شاید کہ راوی نے بوجہ اختصار کے لکھ کر ذکر نہیں کیا چنانچہ لفظ ختم کا تراخی پر دلالت کرتا ہے ت سوجب میں پہلے آسمان پاس پہنچا تو جبرائیل نے آسمان کے چوکیدار سے کہا کہ آسمان کا دروازہ کھول کر چوکیدار فرشتے کو کہا کہ کون ہے جبرائیل نے کہا میں جبرائیل ہوں اُس نے کہا کیا تیرے ساتھ بھی کوئی ہے جبرائیل نے کہا ہاں میرے ساتھ محمد ہے اس چوکیدار نے کہا کیا بولا یا گیا ہے جبرائیل نے کہا ہاں ف اس معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی امیر یا رئیس کے بغیر کے دروازہ پر چوکیدار ہو اسکو لازم ہے کہ اگر کوئی ایسی آدمی آئے گا چاہے تو اس سے خوب اچھی طرح تحقیق کر لے یوں کہ کون ہے اور کہاں آیا ہے اور اندر کیا کام اور بولا گیا ہے یا سن بولا یا آیا ہے اگر بن بولا یا آیا ہے تو بلا اجازت صاحب خانہ کے اسکو اندر نہ جائے دیوے اور اذن لینے والے کو لازم ہے کہ اپنا نام لے یوں تاکہ دوسرے کے ساتھ مشتبه نہ ہو جاوے ت سوجب دروازہ کھولا گیا تو ہم پہلے آسمان کو اوپر چڑھ گئے سو ناگاہ دیکھنا کیا ہوں کہ وہاں ایک مرد بیٹھا ہوا ہوا اسکی داہنی طرف بہت سی آدمی ہیں اور اسکی بائیں طرف ہی بہت سی آدمی ہیں سوجب وہ ہوا اپنی داہنی طرف دیکھتا ہے تو ہستیا ہو اور جیسا اپنی بائیں طرف دیکھتا ہے تو روتا ہے سو اسے (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر) کہا کہ کیا اچھا نیک بیٹا اور نیک پیغمبر آیا (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) میں جبرائیل سے پوچھا کہ کون مرد ہے جو داہنی طرف دیکھتا ہوتا ہے اور بائیں طرف دیکھ کر روتا ہے جبرائیل نے کہا یہ آدمی ہے سب آدمیوں کا باپ ہے مدیہ آدمی جو اسکی داہنی طرف اور بائیں طرف میں یہ اسکی اولاد کی روح ہیں ف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کافروں اور مسلمانوں کے پہلے آسمان میں ہیں لیکن اس سے سخت اعتراض آتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ ارواح کافروں کے سجن میں ہیں اور ارواح مومنوں کے بہشت میں ہیں نعمتیں کہاتے ہیں یہ پہلے آسمان پر انکا ایک جگہ جمع ہونا کیوں صحیح ہو سکتا ہے سو جواب لکھا یہ ہے کہ شاید گاہ گاہ سب کے ارواح حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کیے جاتے ہیں سو ارواح کا آدم پر پیش ہونا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آدم علیہ السلام سے ملاقات کرنا اتفاقا ایک

وقت میں واقع ہوا ہوگا اور سیدہ زینبؓ کرتی ہے یہ آیت لانا دیر منوں علیہا غزو اور عیال سے کفار اگت
 پیش کیو جاتے ہیں صبر و شام پس اس گیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کا بہشت اور دوزخ میں جانا
 گاہ ہوتا ہے گاہ نہیں ہوتا ہے اور دوسرے جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ جنت آدم علیہ السلام کی دہائی میں
 ہوا و جہنم بائیں طرف ہوا اور اسکے لیو دونوں سے پردہ اٹھایا گیا ہو اور تیسرا جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ حضرت آدم
 کے دلہنے اور بائیں وہ ارواح ہوں جو پیدا کیے گئے ہیں اور بائیں ہمت نون میں داخل ہو کر دنیا میں نہیں
 ہیں اور آدم علیہ السلام کو انکی عاقبت کی خبر ہو گئی ہوگی کہ یہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں وہ ارواح
 جو گنہگار ہیں یا بد نون میں داخل ہیں اور قرآن کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے لیو آسمان کو
 دروازی کہوئے نہیں جاتے ہیں سو جواب سکا یہ ہے کہ مراد اس سے کہ ہونا بطور تکریم اور رحمت کی ہے
 یہ مطلق ہے سو جو آدمی انکی دہائی طرف ہیں وہ بہشت کو رہنے والے ہیں اور جو آدمی انکی بائیں
 طرف ہیں وہ دوزخ کے رہنے والے ہیں یہاں تک کہ جبریل جھکولے چڑھا دوسرے آسمان تک جبریل سے
 اسکے جو کیدار سے کہا کہ آسمان کا دروازہ کہو کہ اس جو کیدار فرشتے جبریل سے وہی بات کہی جو پہلے
 آسمان ملنے کی کہی تھی سو اس کا دروازہ کہو لاگیا اس نے (راوی) نے کہا کہ ابو ذر نے ذکر کیا کہ حضرت مسلم اسد علیہ
 وسلم نے آسمانوں میں آدم اور ادریس اور موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات کی ولیکن ابو ذر
 نے انکی جگہوں کو بارتیب نہ کر نہیں کیا ایسے ابو ذر کی حدیث میں صرف محل طور سے ذکر ہے کہ حضرت علی
 علیہ وسلم نے ان پیغمبروں سے ملاقات کی ولیکن انہیں تفصیل نہیں کہ کون پیغمبر کون کون آسمان
 میں دیکھا فقط اسمیں ہے کہ آدم کو پہلے آسمان میں دیکھا بعد ابراہیم علیہ السلام کو چھوٹے آسمان میں
 دیکھا یعنی سوا ان دونوں پیغمبروں کو ابو ذر نے کسی کا مقام بیان نہیں کیا ہے وہ پیغمبروں میں جبریل نے
 فتح میں کہا ہے کہ سو اور ایت شریکے سب ایتوں سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسلم اسد علیہ وسلم نے
 ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں دیکھا سو اگر معراج کو کوئی بار قرار دیا جاوے تو اس میں کچھ غبار نہیں اور اگر
 معراج صرف ایک بار قرار دیا جاوے تو کہا جاوے گا کہ روایت جماعت کثیرہ کی راجحہ سے روایت شریکے ایسے
 کہ جماعت کی روایت میں صاف آپ کا ہے کہ اپنے ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کے ساتھ تکیہ لگا کر چڑھے
 دیکھا اور بیت المعمور بالاتفاق ساتویں آسمان میں ہے اور درحقیقت معراج کی حدیثیں پیغمبروں کی جگہوں میں
 مختلف اور متعارض ہیں سو یہ تعارض یا تو بعض راویوں کو شبہا پر عمل کرنے سے دفع ہو سکتا ہے اور بعض
 کہ دو نو آسمانوں میں دیکھا ہوگا کہ ان سے لے کر کہا کہ جبریل علیہ السلام حضرت کو میکہ اور یس علیہ السلام
 پہنچا دیئے تھے مگر کہا یعنی کیا اچھا نبی اور نیک پیغمبر آیا سو میں نے کہا یہ کون ہے جبریل نے کہا یہ یونس

پیغمبر ہے (حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پیغمبر میں ہونے علیہ السلام پر گزر اسوۃ اللہ علیہ السلام کہا گیا اچھا
 نیک پیغمبر اور نیک بہائی آیا میں نے کہا یہ کون ہے جبریل نے کہا سوئیے پیغمبر ہے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا پیغمبر میں عیسیٰ پر گزر اسوۃ عیسیٰ نے کہا کیا اچھا نیک پیغمبر اور نیک بہائی آیا میں نے کہا یہ کون ہے جبریل
 نے کہا یہ عیسیٰ پیغمبر ہے ف لفظ تم کا یہاں ترتیب کو واسطے نہیں ہے اس لیے کہ سب حدیثوں سے
 یہی ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ساتھ ملاقات ہونے علیہ السلام سے پہلے ہوئی ہے اگر تقدیر عراج
 پر حمل کیا جاوے تو ترتیب یہ صحیح ہو سکتی ہے ف پیغمبر میں ابراہیم علیہ السلام پر گزر اسوۃ ابراہیم نے کہا کیا
 اچھا نیک پیغمبر اور نیک بنیا آیا میں نے کہا یہ کون ہے جبریل نے کہا یہ ابراہیم علیہ السلام میں ابن شہاب
 نے کہا کہ ابن حزم نے مجھ کو خبر دی کہ مقرر ابن عباسؓ اور ابوجہ الضاری کہا کرتے تھے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کہ پیغمبر مجھ کو اور جبریل آیا گیا یہاں تک کہ میں ایک بلند جگہ پر پہنچا وہاں میں نے قلموں کو گھسنے کی آواز
 سنی یعنی جو احکام الہی و فضا کہ فرشتے لکھتے ہیں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو خدا نے میری ہمت
 نماز فرض کی ہر ایک دن میں پچاس وقت کی پیغمبر میں وہاں سے پٹ آیا سو میں نے علیہ السلام کے پاس
 ہو کر نکلا تو سوئیے نے کہا کہ خدا نے میری ہمت پر کیا فرض کیا میں نے کہا خدا نے میری ہمت پر ہر روز پچاس
 وقت کی نماز فرض کی ہے سو علیہ السلام نے کہا پس ملیٹ جا اپنے رب کے پاس اور اس سے اپنی ہمت
 کے لیے آسانی طلب کر سو مقرر میری ہمت ہی ہر روز پچاس وقت کی نماز ادا نہ ہو سکے گی ف سو میں نے علیہ
 السلام نے یہ واسطے فرمایا کہ وہ اس بات کا تجربہ کر چکے ہو چکے تھے اور بنی اسرائیل کو احکام الہی کے ساتھ
 امتحان کر چکے ہو چکے تھے ف سو میں خدا کی طرف یہ گیا اور اس سے آسانی طلب کی اپنی ہمت کو واسطے
 سو خدا نے میری ہمت بعض نمازین اتار ڈالیں پیغمبر میں سوئیے کے پاس ملیٹ آیا سو میں نے کہا کہ خدا نے
 میری ہمت کچھ نمازین اتار ڈالیں سو میں نے کہا پٹ جا اپنے رب کے پاس اسی لیے کہ مقرر امت تیری سے ہر روز
 اتنی نمازین ادا نہیں ہو سکیں گی سو میں خدا کے پاس ملیٹ گیا سو خدا نے کچھ نمازین اتار ڈالیں پیغمبر
 میں سوئیے کے پاس ملیٹ آیا سو میں نے کہا کہ پٹ جا اپنے رب کے پاس سو مقرر ہمت تیری اسکے ادا کرنے
 کی طاقت نہیں رکھتی ہے کہ میں خدا کے پاس ملیٹ گیا سو خدا نے فرمایا یعنی آخر بار میں بعد قبول
 کرنے غرض تحقیق نماز کے ہر روز پانچ نمازین ہیں اور وہ پچاس نمازین ہیں یعنی باعتبار ظاہر کے
 شمار اور عمل میں تو پانچ نمازین ہیں ولیکن ان کا ثواب پچاس نمازون کا ہے اس لیے کہ ایک نیکی کا ثواب
 دس گنا ہے پس ایک نماز کے بجائے دس نمازون کا ثواب ہوگا) نہیں بدلایا جاتا قول نزول کیجئے
 یعنی وعدہ اور وعید میں خلاف نہیں ہوتا ہے سو میں سوئیے کے پاس ملیٹ آیا سو میں نے کہا پٹ جا اپنے

۲۲۰

ذہبت صلوۃ خمسہ در شب جمعہ

رب پاس اور پانچ سے ہی تخفیف مانگ میں کہنا میں انہوں سے شرا گیا ہوں یعنی اب عرض نہیں کر سکتا ہوں
 ف یہ حدیث مجمل ہے ایسے کہ اس معلوم نہیں ہوتا کہ کتنی بار حضرت پست گئے اور ہر بار کتنی کتنی نماز
 تخفیف ہو گئیں و لیکن دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بار میں پانچ پانچ نمازین تخفیف ہوئے
 اور یہ زیادتی معتد علیہ ہے پس جن حدیثوں میں دس دس کا ذکر ہے یا شطر کا ذکر ہے اور سب سے پہلے
 ہوگی شاید راوی نے اختصار کے واسطے پانچ پانچ کو دس دس کر دیا ہو گا یا یہ کہ دس دس دس کی
 تخفیف ہوئی ہوگی اور پانچ بار پانچ پانچ کی تخفیف ہوئی ہوگی پس اس سے بھی سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی
 ہے و امداء علمت حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر جبکہ جبریل کے چلا یا یہاں تک کہ مجھ کو سدقۃ
 المبتنی یعنی پھر سر کی ہیری کے درخت بلند کر لے پونچا اور چھپا یا ہوا تھا اسکو طرح طرح کے رنگوں نے
 میں نہیں جانتا کہ کیا تھی حقیقت اُن رنگوں کی یعنی عجب طرح کے خوبصورت رنگ سپر چھائی ہوئے ہوتے
 کہ حقیقت اُمی کو امداء کے کوئی نہیں جانتا ہے ف یہ ہیری کا درخت ساتویں آسمان میں چھوڑا دیا
 جیسے آسمان میں ہے اور وہ ایک مقام ہے اور اسکو منہ سے ہوا سے کہتے ہیں کہ مخلوقات کو علوم اور اعمال
 اسکو تمام ہو جاتی ہیں اس سے آگے کسی کا علم نہیں بڑھتا ہے یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام کہیں گئے
 صلوات اللہ علیہ وسلم اُس سے بھی آگے بڑھ گئے ف پھر میں بہشت میں داخل کیا گیا سونا گاہ کیا دیکھتا ۲۲۱
 ہوں کہ اسمیں موتیوں کے گنبد ہیں اور ناکا اسکی خاک مشک ہے یعنی اسکی خوشبو مشک کی خوشبو کی
 کی طرح تھی اگرچہ وہ اعلیٰ قسم کی خوشبو دار مٹی ہے ف اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلوات اللہ
 علیہ وسلم معراج کی رات اپنی گھر میں تھے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم معراج
 کے وقت حلیم میں تھے اور حلیم اس مکان کا نام ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا تھا تو کعبہ
 داخل تھا جب قریش نے حضرت کی نبوت کو پہلے کعبہ بنایا تو اُس حیدر مکان کو کعبہ سوار کی طرف منسوب کر دیا
 سو طلبت ہو کہ اول حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے پھر جبرائیل حضرت کو حلیم میں لیکے پھر وہاں سے آسمان
 کو چڑھ گئے تو اس وجہ سے کہیں حضرت نے گھر کا ذکر کیا اور کہیں حلیم کا دو نو درست میں اور بعضی روایتوں
 میں امدانی کا گھر مذکور ہے امدانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے حضرت اور اسکا گھر ملا ہوا تھا گویا ایک
 ہی تھا اس وجہ سے کہیں اسکا ذکر کر دیا اور معراج حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو کے میں ہجرت سے اول ایک برس
 ہوئی اور اسمیں اختلاف ہے کہ معراج بدن سے ہوئی یا روح سے سوتے ہوئے یا جاگتے صحیح مذہب اہل سنت کا یہ ہے
 کہ بیداری میں روح اور بدن دونوں سے ہوئی چنانچہ صحیح حدیثوں سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے اور اسمیں بھی اختلاف
 ہے کہ معراج اسی ات میں ہوا ہے جس ات میں اپنے سجدہ اقصیٰ تک سیر کیا یا دوسری ات میں بعضے کہتے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

ہیں کہ دونو ایک ہی بات میں واقع ہوئے ہیں اب میں اور بعضے کہتے ہیں کہ دونو دو راتوں میں واقع ہوئے
 ہیں ایک بیداری میں اور دوسرے خواب میں لیکن صحیح حدیثوں میں علم کے نزدیک ہے کہ اس اور معراج دونو ایک ہی
 رات میں واقع ہوئے ہیں بیداری میں اور یہی مذہب ہے امام بخاری کا شیخ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس بات پر
 اختلاف کرنا جائز نہیں کہ بیت المقدس تک آپکا ایک رات میں سیر کرنا بیداری میں تھا اس لیے کہ اس پر ظاہر
 قرآن ناطق ہے اور اس لیے کہ قریش نے اسکا انکار کیا پس اگر بیت المقدس تک سیر کرنا خواب میں ہوتا تو
 قریش انکار نہ کرتے اور معراج ہجرت سے ایک سال تک میں واقع ہوا ہے ربیع الآخر کی ستائیسویں رات میں
 اور بعضے اور وقت میں کہتے ہیں وائد علم اور جو مکے سے بیت المقدس تک جانے کا انکار کر دیا وہ کافر ہے
 اس لیے کہ قرآن میں اسکا صاف بیان ہے اور بیت المقدس آسمانوں کو چڑھتا ہے کجاوا انکار کر دیا وہ بدعتی
 ہے اور معراج کی رات میں نماز فرض ہوئی یہ حکمت ہے کہ جب معراج کی رات میں حضرت صلوات اللہ علیہ
 وسلم ظاہر اور باطن سے پاک کیے گئے اور زمزم کے پانی سے آپکا سینہ دھویا گیا تو مناسب ہے کہ ایسی حالت
 میں نماز فرض کی جائے اس لیے کہ نماز چاہتی ہے کہ آدمی پاک ہو اور اس واسطے کہ فرشتوں میں آپکی بزرگی
 ظاہر ہو جاوے اور عرض امام بخاری کی اس حدیث کو اس باب میں لانے سے یہ ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے
 کہ معراج کی رات میں پہلے چار نمازوں کا حکم ہوا پھر اس سے تخفیف کی گئی اور آخر پانچ نمازوں پر اقرار
 پایا سو یہ ایک کیفیت ہے نماز فرض ہوئی کی کیفیتوں سے اور یہی ہے وجہ مناسبت حدیث کی ساتھ ترجمہ
 کے وائد علم حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال أخبرنا مالک عن صالح بن کيسان عن عروة
 بن الزبير عن عائشة أم المؤمنين قالت فرمن الله الصلوة حين فرمها ذلك حين ركن في
 الحضر والشفر كما قرئت صلوة الشفر وذيل في صلوة الحضر ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
 ہے کہ جب خدا نے پہلے نماز فرض کی سو دو رکعتیں فرض کیں چھ میں بھی اور چھ میں بھی یعنی سوائے نماز
 کے ہر وقت دو رکعت فرض پڑھے گا حکم دیا سو سفر کی نماز تو اسی پہلے حال پر برقرار رہی گئی یعنی
 دو ہی رکعت باقی رہی اور حضر کی نماز زیادہ کی گئی یعنی ہجرت کو بعد دو رکعتیں آسمان پر زیادہ کر دی لیکن
 مگر مغرب اور فجر اس حدیث سے ضعیف دلیل پکڑتے ہیں کہ سفر میں دو رکعت رخصت نہیں پھر جائز
 ہونے چار رکعت کو بلکہ سفر میں اصل اسی قدر نماز مشروع ہوئی ہے پس دو رکعت پڑھنا واجب ہے
 جواب اسکا یہ ہے کہ ابن عمر اور ابن عباس اور بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ پہلے سفر اور حضر میں
 دو دو رکعتیں نماز فرض تھیں پھر جب حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضر کی نماز میں دو رکعت
 اور زیادہ کی گئی مگر صبح کی نماز طول ہونے پر اسے دو رکعتیں ہی رکھ دی گئی اور مغرب کی نماز بھی اپنے

پہلے حال پر ہی ایسے کدو دن کو درتہر پہ رجب حصر کی نماز چار رکعتیں قرار پائی تو سفر کی نماز تخفیف ہو گئی وقت
نازل ہوئے آیت فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ کو دوتا یاد کرتا ہے اسی کی جواب بشیر نے شہر
مسند میں ذکر کیا ہے کہ قصر کرنا نماز کا حجت و وجہ چوتھے سال میں واقع ہوا ہے پس اس سے معلوم ہوا اگر عادت
کے اس قبل (کہ نماز سفر کی پہلے محل پر پڑھا اور یہی گئی) کا یہ معنی ہو کہ بافتبار مال الیہ الامر من التحقیق پر
رہی گئی نہ بسنے کا جبکہ فرض ہوئی تو اسی حال پر ہمیشہ کہی گئی پس اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز
سفر کا قصر کرنا واجب ہے اور اس مقام میں بہت طویل طویل بحث پر حقیقت قصر کو سفر میں واجب کہتے ہیں اور
شافعیہ وغیرہ واجب نہیں کہتے ہیں بلکہ مستحب جانتے ہیں اور دونوں کے پاس دلیلین ہیں لیکن اگر حقیقت کی
دلیلوں کو استجاب پر عمل کیا جاوے اور قصر کو مستحب قرار دیا جاوے جو از چہارگانہ کو توبہ حدیثوں میں
تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی شے بیکار نہیں رہتی ہے بخلاف وجوب کو کہ اس میں کئی حدیثیں متروک
العمل بھی جاتی ہیں اور اس حدیث کی کیفیت فرض ہونے نماز کی معلوم ہوتی ہے کہ پہلی دو دو رکعتیں فرض
ہوئی ہیں چار چار رکعتیں فرض ہوئی ہیں سفر میں تخفیف ہو گئی پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث
کی ساتھ ترجمہ کے جاب و جوب الصلوٰۃ فی الشیاب یعنی نماز میں کپڑے پہننا اور اپنی غمر مگاہ ڈھانپنا
واجب انکے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے ایسے کہ ستر نہ لگنا نماز کی شرط ہے وَقَوْلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ خُذُوا
زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَمَنْ مَّلَتْحَفًا فِیْ تَوْبَتِیْ اَحِیْدًا اَوْ رِیَّانٍ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنَّ کُلَّ ذَرِیَّةٍ
اٰتٰی کُلَّ یَا اٰتٰی زینت کر لیں اور اپنے کپڑوں کو نہڑو ایک فی ہر مسجد کے واسطے نماز کے یا طواف کر کے
یعنی طواف اور نماز انکے ہو کر ستر کر دو بلکہ کپڑے پہن کر روئیں یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ نماز میں اپنی ستر لگا
کو کپڑے سو چھپانا واجب ہونے کو نماز درست نہیں دَمَنْ مَّلَتْحَفًا فِیْ تَوْبَتِیْ اَحِیْدًا یعنی صرف
ایک کپڑے کو بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھنے کا بیان مقصود ایک کپڑے پیچیدہ ہو کر نماز پڑھنے سے گھر
بات پر شہادت ہے کہ نماز میں ستر عورت کرنا واجب ہے ایسے کہ کپڑے کو بدن پر لپیٹنا اسی وجہ سے تھا کہ اگر
لا وجود میں شرمگاہ کہل جاوے کو دین کو عن سلمۃ بن الاکوع اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ
تَوْبَتُہَا وَکَوْبَتُہَا یعنی سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا جبکہ اُس نے اپنے
ایک کرتہ میں نماز پڑھنے کا حکم پوچھا کہ بندہ اسکو اور کچھ لگا اگرچہ کانٹے سے ہو یعنی جو چیز معیتر ہو اس کے
ساتھ اس کرتہ کو اگلے بندہ کر لے تاکہ شرمگاہ کہل جاوے۔ اہم ہمارے کہا اس حدیث کی اسناد میں کلام
ہے و اس حدیث کو لائن میں اخارہ ہے طرف کہ آیت مذکورہ میں زینت سے مراد مطلق کپڑا ہی نہیں
میش قیمت کپڑوں سے اپنا آپ کو آرامتہ کرنا ضروری نہیں ہے اور یا اشارۃ اس میں ہے کہ اگر مقصود زینت ہوتی

تو کانٹے کو کپڑے نہ بند کر جاتے ومن صلی فی الثوب الذی یجامع یتدہ ما لہ یرینہ اذی یسے جن کپڑوں
 میں جم کر اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے جب تک کہ اس میں پیدیں نہ دیکھ لیوں ف یہ باب ص ۱۱
 حدیث ہو جو ابو داؤد و نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ معاویہ نے ام حبیبہ سے پوچھا کہ حضرت جماع و ا
 کپڑوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے اس نے کہا ہاں جب اس میں پیدیں نہ ہوتی مقصود اس باب سے ہے کہ ایسے
 کپڑے جو یہی نماز میں شرعاً نہ کو چھپانا جائز ہے و امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یطوف
 بالبت عریان یعنی حضرت نوزایا کہ طواف کرے اور نہ گھومے گرد کعبہ کوئی نکا آدمی ف یہ بھی ایک
 حدیث کا ٹکڑا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ستر عورت واجب ہے ایسے کہ غا کعبہ کا طواف نماز
 کا حکم رکھتا ہے اور جب کہ طواف نکو ہو کر جائز نہ ہو ^{تو پڑھنے کے} پڑھنی بطریق اولی جائز نہیں ہوگی ایسے کہ جو
 طواف میں شرط ہے وہ نماز میں ہی شرط ہے حد ثنا موسیٰ بن اسمعیل قال ثنا یزید بن
 ابراہیم عن محمد بن عطاء عن اُمّ عتیۃ قالت امرنا ان نخرج الخیض یوم البعیدین و ذوات
 الخلد و رفیتھن جماعۃ السلیین و دعونھن و تعزل الخیض عن مصلاتھن قالت
 امراء یتا رسول اللہ احدانا لیس لھا جلباب قال لیلینھا صاحبۃھا من جلبابھا و قال
 عبد اللہ بن رجاء حد ثنا عمران قال ثنا محمد بن سیرین قال حد ثنا ام عتیۃ سعت
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحذر ان یرحمہ ام عطیہ سے روایت ہو کہ مکہ حکم ہوا یہ کہ باہر نکالیں ہم دن عید
 حیض والی عورتوں کو اور پردہ نشین عورتوں کو و مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں اور انکی دعا میں شریک
 ہوں و حدیث الی عورتیں عید گاہ سے کنارہ میں ایک عورت نزع من کی کیا حضرت اگر ہم میں کسی کے
 پاس چادر نہ ہو تو کیا کر میںے باہر جا دیا حضرت نوزایا کہ اس کے ساتھ والی اسکو اپنی چادر پہنا دی یعنی اگر
 اس کے پاس کوئی دوسری چادر ہو تو اسکو پہننے کو لیے عاریۃ دیدیو یا اپنی چادر کا ایک کنارہ اس پر ڈال دیکو
 ف یہ حدیث کتابا بطہارت میں مفصل طور سے گزر چکی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ستر عورت
 واجب ہے ایسے کہ حضرت سلامہ علیہ وسلم نے کپڑا پہننے میں نہایت تاکید کی پہل تک کہ عید کی نماز کے واسطے
 کپڑا مانگ کر پہننے کا حکم فرمایا پس فرض نماز کے واسطے کپڑا پہننا بطریق اولی واجب ہوگا **باب**
عقد الاذان علی الکھانی الصلوۃ یعنی تہ بند کو گردن میں باندھ کر نماز پڑھنے کا بیان ف اسکی
 یہ ہے کہ تہ بند کو نیچے کے دونوں کونے چوڑو دیکو اور اوپر کو دونوں کونوں میں سے واسٹے کونے کو بائیں موڑ دیکو
 یہ لا کر گردن کے پیچھے لپیٹو اور بائیں کونے کو دھانے منڈ ہے پلا کر گردن کے پیچھے لپیٹو اور اوپر کو دونوں کونوں
 کے گردن کے پیچھے گرہ دیدیو و قال ابو حازم عن سہیل بن سعد عن النبی صلی اللہ

نماز پڑھنی جائز معلوم ہوتی تھی اب یہ باب امام بخاری نے ایسے باندھ دیا ہے کہ مرد اس کے خاصہ وقت
 ہر حسین تکلی موادر دوسرے کپڑے لے کر اس سے جواز ثابت کرنا ہے ہر حال میں **قَالَ الرَّهْصِيُّ**
فِي حَدِيثِهِ الْمَلْفُ الْمُتَوَشَّحُ وَهُوَ الْمُخَالَفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ وَهُوَ لَا يَشْتَمَلُ عَلَى
مَنْكِبَيْهِ یعنی نہ ہر کسی اپنی حدیث میں بیان کیا کہ ملتف کا معنی متوشح ہے اور متوشح کو کہتے ہیں
 جسے اپنی کپڑے کو دو نوکناروں میں اپنی دو نو موٹ ہو پیر مخالفت کی ہو یعنی کپڑے کے دو پہلو ہوتے ہیں
 موٹے ہو ہر بائیں ہاتھ کے نیچے سے پکڑ کر بائیں موٹے پر ڈالی اور اوپری بائیں طرف کو جو بائیں موٹے
 پر ہو دہانے ہاتھ کے نیچے سے پکڑ کر دہانے موٹے پر ڈالی پھر اگر کناری دراز نہ ہوں تو دو نو طرفوں کو
 سینہ پر باندھ لیو اور یہی معنی ہر اشتمال کا جو حدیثوں میں آیا ہے **وَقَالَتْ أُمُّ هَانِئُ الْمُتَفَتُّ**
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ لَهُ وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ یعنی ام ہانی نے کہا کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے کو بدن پر لپیٹا سو اسکی دو نو طرفوں میں اپنی دو موٹ ہوں یہ مخالفت
 کی یعنی دو نو کھونٹ جدا جدا کیسے حاکم **تَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى قَالَ أَكَاثِمُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ**
عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ الشَّجِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا خَالَفَ
بَيْنَ طَرَفَيْهِ تَرَجَّمَهُ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ سے روایت ہے کہ مقرر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز
 اور اسکی دو نو طرفوں میں مخالفت کی **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ تَنَا هُنَّا**
قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَرَايَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي فِي ثَوْبٍ
وَاحِدٍ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ قَدْ أَلْفَى طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ تَرَجَّمَهُ اسْكَاوِي سے جو اوپر گزرا اس میں
 زیادہ ہے کہ اسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ام سلمہ کے گھر میں نماز پڑھتے دیکھا **حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ**
إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَبُو سَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاجْتِاعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ
تَرَجَّمَهُ اسْكَاوِي یہی جویو پر گزر چکا ہے **حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ**
أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَنِي أَنَّ
سَمِعَ أُمَّ هَانِئُ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ دَخَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَامَ الْفَخْرِ فَوَضَعَتْ
بِقَيْسِلٍ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْمُرُهُ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئُ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ
فَقَالَ مَرْحَبًا بِدُمِ هَانِئُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ عَسَلِهِ قَامَ فَصَلَّى عَنَّا رُكْعَاتٍ مَلِيحَتَيْنِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا
انْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعَمَ ابْنُ أُمِّیْ أَنَّهُ قَاتِلٌ دَجَلًا قَدْ أَجْرَنَاهُ فَلَانُ ابْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَدْ اَجْرْنَا مِنْ اَجْرٍ یَا اُمَّہَا فَاَنْتِ قَالَتْ اُمَّہَا لَنْ وَذَاکَ ضَحٰی تَرْجَمَہُ اُمّ
 رَمَہُ سے روایت ہے کہ میں نے تم کو مکہ کے بن حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی سو میں نے ایک غسل کرتے پایا اور
 غافلہ آگے پر وہ کہہ رہی تھیں سو میں نے آگے سلام کیا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کون عورت ہے میں نے عرض
 کی کہ میں ہانی ہون بیٹی ابی طالب کی حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشحال ام ہانی سو جب آپ ہانی
 سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگو سو آپ نے اُٹھ کر کھین نماز پڑھی اس میں کہ آپ بن کو ایک کپڑے
 میں لپیٹے تھے سو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو بیٹے عرض کی کہ یا حضرت بیٹے فلان بن تہیرہ
 کو قتل سے پناہ اور ان دی ہو اور میرا بھائی اس کو قتل کرنے چاہتا ہے سو آپ نے فرمایا کہ اے ام ہانی
 جب کو تو نے پناہ دی ہو اس کو رہنے پناہ دی یعنی اب اس کو کوئی قتل نہیں کر گیا ام ہانی نے کہا کہ یہ
 اُٹھ کر کھین چاشت کی نماز تھی ف اس حدیث میں بدن کو کپڑے میں لپیٹنے سے مراد ہو کہ کپڑے
 اس کی دوطرفوں میں مخالفت کی ہوئی تھی پس مناسبت ترجمہ ہے ظاہر ہے اور سیر ام ہانی
 کے خاوند کا نام ہے فتح کہ کے دن بھاگ گیا تھا اور کفر کی حالت میں مگر گیتا تھا اور مردان بن ہبیر ام ہانی
 کا بیٹا ہے سیرہ کو لطف سے یا کوئی دوسرا فرزند اٹھکا ہو گا دوسری عورت سرحد تَنَا اَعْبَدُ اللہُ یَرْوِی
 قَالَ اَحْبَبُوا مَا لَکَ مِنْ اَبْنِ شَدَّابٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ السَّيِّبِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَہٗ اَنَّ سَآءِلًا سَآَلَ رَسُوْلَ
 ۲۲۷
 اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عَنْ الصَّلَوةِ فِی ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
 اَوْ لَکُمَا تَوْبَانِ تَرْجَمَہُ دوسری روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے
 میں نماز پڑھنے کا حکم پوچھا کہ جائز ہے یا نہیں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم مجھے پاس نہ
 دیکھتے ہو یعنی تم سب کو پاس نہ دیکھتے ہو نہیں پس اگر ایک کپڑے میں نماز جائز نہ ہوتی تو تمہارے
 سے فرض نماز کیسے آدھ ہوتی اور میں تم کو سو اسطرح نہ کرتا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز نہیں ہے پس تم کو
 سو اسطرح معلوم نہیں کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے اور نہ سب جہوں صواب اور تابعین میں ہوا ہم کا یہی ہے
 کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے بشرط کہ شہ گاہ کو چھپا لیوے لیکن اگر دوسرا کپڑا موجود ہو تو مستحب ہے
 کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھے اور ان سب میں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کپڑے میں بدن کو پیٹ کر
 نماز پڑھنی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت ان مدنیوں کی ساتھ ترجمہ کے باب اَصْلُ
 فِی التَّوْبَةِ اَوْ اِحْدٍ فَلْیَجْعَلْ عَلَیْہِ عَاقِبَتُہٗ یعنی جب کوئی صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھے لگو تو مستحب ہے
 کہ وہ کسی نیکو اپنے سونڈھوں پر قال لیوے لگو نگاہ رہے حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِکٍ عَنْ اَبِی
 الزَّوَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ اَعْرَاجٍ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لَا یُصَلِّی

[illegible]

دست کی وقت سخت ہے کہ دو کپڑے میں نماز پڑھے

۳۳۲

نماز پڑھنا فقہاء کا اور بزرگوار کے ساتھ واجب ہے اگر کوئی بزرگوار نماز پڑھے

حضرت عمرؓ بھی پوچھا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے یا نہیں سو عمرؓ فرمے کہ ہاں جیسے رزق میں فراخی کرے تو تم بھی
 پٹروں میں فراخی کر دو اور تنگی اختیار نہ کرو اور مرد کو چاہیے کہ اپنے اوپر کپڑے جمع نہ کرے یعنی ایک کپڑے میں
 اگرچہ نماز جائز ہے لیکن صاحبِ وسعت کو لیے مستحب ہے کہ کپڑے میں وسعت کرے اور دو یا زیادہ کپڑوں میں نماز
 پڑھے پس بہتر ہے کہ یا تو چادر اور تہ بند میں نماز پڑھے یا تہ بند اور کرتہ میں یا تہ بند اور قبائین پڑھے یا
 یا نجامہ اور تہ بند میں پڑھے یا یا نجامہ اور کرتہ میں پڑھے یا یا نجامہ اور قبائین پڑھے اور یا جہانگی اور قبا
 میں پڑھے یا جہانگی اور کرتہ میں پڑھے یا جہانگی اور تہ بند میں پڑھے یعنی وسعت کو وقتِ مستحب کے
 دودھ کپڑوں میں نماز پڑھے حضرت عمرؓ کی ہر اذان میں کہ بیان کرنے سے حاضر نہیں ہے بلکہ اس
 قسم کے دو کپڑے ہوں جائز ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنگی کے وقت ان کپڑوں میں سے ایک
 ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھنی جائز ہے پس یہی وجہ نسبت اس حدیث کی ترجمہ سے **حَدَّثَنَا**
عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَيْمِصَّ وَلَا السَّرَاوِيلَ
وَلَا الْبُرْثَسَ وَلَا ثَوْبًا مَشَّاهُ دَعْفَرَانُ وَلَا وَدُسْ فَحَمْنٌ لَمْ يَحِدِلْ التَّعْلِيْنَ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَيْنِ وَلْيَقْطَعِ
حَتَّى يَكُونَ اسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَعَنْ تَارِغِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلَّاهُ
 ترجمہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ احرام باندھنے
 والے کو احرام کی حالت میں کیا کیا کپڑے پہننا جائز ہے سو آپؐ فرمایا کہ نہ پہنے حج کا احرام باندھنے والا کرتہ اور نہ
 یا نجامہ اور نہ بران کوٹ یا کسن ٹوپ اور نہ کپڑا جس میں درس ہو یعنی زرد و خوشبودار گہاس یا زعفران لگی ہو
 سو جو شخص جو تانہ پاؤ تو تھوڑے پہن لیسو اور موزوں کو دمان تک کاٹ لیسو کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جاویں
 اس حدیث پر سب ماسون کا عل ہے کہ احرام والے کو یہ چیزیں درست نہیں اور نسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اس
 طور پر ہے کہ اس حدیث سے بے سلب ہو کر کپڑے میں ہی نماز پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور نسبت اس
 حدیث کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام کی حالت کو سوا اور وقت میں یا نجامہ
 اور کرتہ وغیرہ میں نماز پڑھنی جائز معلوم ہوتی ہے اور یہی مطلب ہے ترجمہ سے لیکن اس وجہ کو شارحین سے
 کسی نے نہیں کہا ہے **قَابُ مَا يَشْتَرُونَ الْعَوْدَ** یعنی شتر گاہ کو ڈبائے کا بیان یعنی نماز سے باہر
 کس کس جگہ کو پرہ کرنا واجب ہے **ظاہر امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ نماز سے باہر ناف کو نیچے کے تمام**
بدن کو پرہ کرنا واجب نہیں بلکہ صرف قبل اور دبر یعنی آگے کی شتر گاہ اور پیچھے کی شتر گاہ کو پرہ کرنا
واجب ہے **حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ عَنِ ابْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ**

ابن عثبہ عن ابی سعید الخدریؓ اَنَّہ قال کُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَنِ اِغْتِمَالِ الصَّلَاۃِ وَاَنْ یَّجِئَیْ الرَّجُلُ فِیْ تَوْبَیْۃٍ اَحَدٍ لِّیَسَّ عَلٰی فَرْجِہِ مِنْہُ شَیْءٌ ترجمہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے نماز میں کپڑا لپیٹنے سے اس طرح کہ اس کے ہاتھ باہر نہ نکل سکے اور منع فرمایا ہے ایک کپڑے میں زانو ڈھانکنا نیز کسی کو کسی شترمگاہ پر کوئی چیز نہ ہوتے اٹھال کہتے ہیں اسکو کہ تمام بدن پر کپڑا لپیٹ لیو اس طرح پر کہ نماز یا کسی اور کام کے واسطے ہاتھ باہر نہ نکال سکے اور اس سے منع اس واسطے فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی ایسا عارضہ پیش آ جاوے تو اس کے دھڑکے واسطے ہاتھ باہر نہ نکال سکے گا پس اسکو اس میں نقصان پہنچے گا پس یہی تفسیر بھی ہے اور صراحت اس تفسیر کو کہتے ہیں جب میں کوئی سو راج نہ ہو اور اس طرح کپڑا لپیٹنے کو اس واسطے صاف نام رکھا ہے کہ اس میں کوئی راہ باقی نہیں رہتی ہے جیسے آدمی ہاتھ باہر نکال سکے اور احتیاج کہتے ہیں اسکو کہ آدمی اپنے دونوں گھٹنوں کو کپڑا کر کے اپنے چوتھوں پر بیٹھے اور اپنی پیٹھ اور دونوں زانوں پر حلقہ کرے اپنی ہاتھوں سے یا چادر سے یا کسی اور چیز سے اور شترمگاہ کو کہلی چوڑی دیوے اس طرح کا بیٹھنا ناجائز ہے لیکن اگر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اپنی شترمگاہ کو پردہ کر رکھے تو اس شکل سے بیٹھنا منع نہیں پس اسے ثابت ہوا کہ سو او دو شترمگاہوں کے اور بدن کو پردہ کرنا واجب نہیں ہے اور یہی وجہ ہر مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ولیکن نماز کے اندر ناف نیچے سمیٹ کر بدن کو پردہ کرنا واجب ہے جیسے کہ مفصل طور سے اوپر مذکور ہو چکا ہے حَلَّ ثَنَا ابْنُ عَثْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِیَّانُ عَنْ ابْنِ الزَّکَاۃِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَہٗ قَالَ کُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَنْ یَبْعَثَنِیْنَ عَنِ الْیَمَانِیِّۃِ وَالْاَنْبَاۃِ وَاَنْ یَّکْتُمَلَ الصَّلَاۃُ وَاَنْ یَّجِئَیْ الرَّجُلُ فِیْ تَوْبَیْۃٍ اَحَدٍ ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس طرح کی خرید و فروخت سے۔ یعنی میم کو مانتے لگانے سے اور اسکو ایک جگہ سے دھونے سے۔

پہنیکہ بنے سے ف جاہلیت کے زمانے میں یہ نہ تو طبع میں ہو کرتی تھی پہلی صورت اس طور سے کہ بیچنے والا خریدار کو کہتا تھا کہ مثلاً ایک کپڑے کا تھان اور یہ اسکی قیمت اور خواہ خرید خواہ نہ خرید ولیکن اگر تو اس تھان کو ہاتھ لگاؤ گا تو بیع لازم ہو جاوے گی فتح بیع کا اختیار باقی نہیں رہے گا یا مثلاً ایک ستان ہے اور خریدار نے اسکو کہو گا کہ نہیں یہ کہا ہے تو صرف ہاتھ لگانے سے بیع لازم ہو جاتی تھی اور دوسری صورت پہنیکہ بنے کی یہ ہے کہ بائع خریدار کو کہتا کہ اگر میں تیری طرف سے چیز کو پہنیکہ دن تو بس یہ لازم ہو چکی خیار فتح باقی نہیں رہے گا۔ ان دونوں طرح کی بیع میں خریدار کو بہت ہرجا د ہو گیا ہوتا تھا اس لیے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا تھا اور حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے

منع فرمایا نماز میں کپڑا بیٹھنے سے اس طرح پر کہ اس سے ہاتھ باہر نہ نکل سکے اور منع فرمایا گھٹنے کپڑے کے چوڑے میں
 پر کہ کپڑا ایک کپڑے میں ملے کر کے بیٹھنے سے اس طرح پر کہ شرکاء کہلی سے حد تک نہ اسحق قال فلما
 يعقوب بن ابراهيم قال انا بن اخي ابن رضاء بن عمار قال اخبرني حميد بن عبد الرحمن
 بن عوف ان ابا هريرة قال بعثني ابو بكر في تلك الحجة في سؤدين يوم النحر نودني من
 ان لا يحج بعد العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان قال حميد بن عبد الرحمن سمعت ابا
 رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا فاهرا ان يؤذن بكرة قال ابو هريرة فاذن معنا
 علي في اهل مدي يوم النحر لا يحج بعد العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان ترجمہ ہمارے
 رضے اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہو کہ ابو بکر رضے اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو اس حجر میں بھی جس حجر میں کہ حجۃ الوداع
 پہلے ایک سال حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو اپنا نائب کر کے مکہ میں بھیجا تھا اور آپ حج و تشریف نہیں لائے
 تھے (مؤذنوں کی جماعت میں ایسا کہ گوسویں کے دن سب خلعت میں پکار کر کہدین کہ نہ حجر کے اس حجر کے
 بعد کوئی کافر شرک کر نیوالا اور نہ طواف کرے و کہہ کے کوئی ننگا آدمی یہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر
 کے پیچھے پہلی بار کھڑا کیا اور اس کو فرمایا کہ بلند آواز سے سورہ براءت خلعت کو پڑھ کر اٹھو ابو ہریرہ نے کہا
 کہ علی رضی اللہ عنہما یہی ساتھ لکھو گوسویں کے دن لوگوں میں پکار دیا کہ نہ حجر کے اس حجر کے بعد کوئی کافر شرک کر نیوالا
 نہ طواف کرے و کہہ کے کوئی ننگا آدمی نہ ناویں سال ہجری میں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے صدیق
 اکبر کو حاجیوں کا مدار کر کے مکہ میں حج کو بھیجا اور فرمایا کہ سب کو یہ حکم پہنچا دو کہ دوسرے سال کوئی کافر
 حج کو نہ آویں کافروں کا دستور تھا کہ طواف ننگے کرے ہتم انکا گمان یہ تھا کہ کپڑوں میں سے ہٹے گناہ کیسے ہٹ سکتے
 کیا طواف کریں اور حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو سورہ براءت پڑھنے کو واسطے بھیجا تھا کہ اگر
 سورہ میں عہد توڑنے کا ذکر ہے اور عرب میں یہ بات مقرر تھی کہ عہد کو وہی شخص توڑے جس نے عہد کیا ہوتا
 کوئی اس کا قرائتی ہو اور اہل بیت ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ننگا ہونا حرام ہے اور ننگے ہو کر طواف
 کرنا منع ہے پس معلوم ہوا کہ ان سو بیچ گھٹنوں تک سب بدن کو ستر کرنا صرف نماز میں ہی نماز میں ہی
 شرکاء کو اور بدن کو پردہ کرنا واجب نہیں ہے باب الصلوة بغير رد اید بے چادر کے نماز پڑھنے
 کا بیان یعنی صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے اگرچہ چادر ہی پاس موجود ہو حدیث ثانی
 عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثني ابن ابي الموال عن حماد بن النضر قال دخلت على
 جابر بن عبد الله وهو يعصلي في ثوبين احدهما ملتصق به وردد لهما موصوع فلما انصرف
 قلنا يا ابا عبد الله نفعلي وردد املك موصوع قال نعم احببت ان يراني الجهمال مثلكم رايت النبي

ننگا آدمی کو کہ طواف کرنا منع ہے

۲۳۸

ناز سے باہر کھینچو کہ پردہ کرنا واجب نہیں ہے

ایسے زمین ثابت نہ کیا کہ خدا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتاری اور مالانکہ ایک ان میری ان پر پتی سو
 مجھ پر اتنا بوجہ پڑ گیا کہ مجھ کو خوف ہو کہ میری ان ٹوٹ جاوے گی و اس سے معلوم ہوا کہ ان عورت نہیں
 ایسے کہ صحن ہی سے کہ درمیان کوئی پر وہ نہیں ہو گا حد تک یعقوب بن ابراہیم قال اکا
 اسمعیل بن عقیلہ قال اخبرنا عبد العزيز بن مهيب عن أنس بن مالك أن رسول الله
 صلى الله عليه وسلم غزا أخضر فضلبنا عند هاتلوة العذرة بغلین فرکبنا لیسئ صلی اللہ
 علیہ وسلم و رکب أبو طلحة و اذ اردو یف انی طلحة فاجری بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فی دقاق خیبر و ان رکتی لکس فخذ بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم حسر الانار عن فخذ
 حتی انی انظر الی بیاض فخذ بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما دخل القرية قال الله اکبر خربت
 خیبر انما اذ انزلت اساحة قوم فساء صباح المنذرين قالها ثلثا قال و خرج القوم الی
 اعمالهم فقالوا لمحمد قال عبد العزيز و قال بعض اصحابنا و الخمیس یعنی الجيش قال
 فاصبنا هاعنوة فجمع السبي فجاء دحية فقال یا بنی اللہ اعطنی جارية من السبي فقال
 اذهب فخذ جارية فاخذ صفيته بنت حيم فجاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 فقال یا بنی اللہ اعطیت دحية صفيته بنت حيم سيدة فربیته و النصیر لا نصیر لک
 لک قال ادعوه بها فجاء بها فلما نظر الیها النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خذ جارية
 من السبي عکرها قال فاعقها السبي صلی اللہ علیہ وسلم و تزوجها فقال له نزلت یا باقر
 ما اصدقها قال نفسها اعنقها و تزوجها حتی اذا کان بالظریق جهزتها له ام سلمة
 فاهدتها له من الليل فاصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمره ساف قال من کان عند
 شیء فلیبی بیه و بسط یطعما فجعل الرجل یجی بالتمر و جعل الرجل یجی بالسمن قال و
 احسبه قد ذکر السونق قال فحاسوا حیثا فکانت ولیمة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
 ترجمہ اس بن مالک سے روایت کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثرائی لیکم خیبر پر چڑھائی کی سو ہم پہلے یہاں تک کہ پہنچے
 کی نماز خیبر کے پاس جا کر ہم میرین پڑی یعنی اول شروع ہم صادق کو رفت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 بعدی اس واسطے کہ کہے خیبر و المون کو سر پر جا پڑیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھ پر سوار ہو
 اور آپ کے پیچہ ابو طلحہ سوار ہوا اور ابو طلحہ کے پیچے میں ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کو خیبر کے
 کوچین میں ڈر دیا اور مقرر میری ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے لگ ہی تھی پھر اپنے اپنی ان کو تیر
 سے کہو لہ یا یہاں تک کہ میں آپ کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں موجب خیبر میں داخل ہو تو فرمایا اللہ سے

بڑا ہے خیر خراب ہوا یعنی یہ غیب کی خبر دی یا اوپر بد دعا کی کہ اللہ انکو خراب کرے اسکو کہ جب ہم کسی قوم کی
 ڈانڈیں اتریں تو قبریں ہوتی ہیں صبر ڈرا سی ٹکون کی یعنی وہ لوگ غلو بے رولیں ہو جاتی ہیں اور
 ہماری فتم ہو جاتی ہے یہ کلمہ آپ دو تین بار فرمایا یعنی اللہ اکبر سو خیر کے لوگ آپ کا سون کے لیے نکلے اسلئے کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے خبر تھے سو جب انہوں نے حضرت کو دیکھا تو کہنے لگو کہ یہ محمد اور اسکا
 لشکر ہے بچا یعنی وہ لوگ حضرت کو اور آپ کے لشکر کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور کچھ بن آدمی انہوں نے کہا ہوا میں نے خیر
 قہر اور زبردستی سے فتم کیا یا صلح اور نرمی سے فتم کیا کو اس میں اختلاف ہے کہ خیر زبردستی سے فتح یا صلح سے
 سو بعضوں نے کہا کہ کچھ تو زبردستی سے فتم ہوا تھا اور کچھ صلح سے فتم ہوا تھا سو قیدیوں کو جمع کیا گیا یعنی
 انہی عورتوں و زبان بچوں سب کو گرفتار کیا گیا سو وحیہ کلبی آیا اور عرض کی کہ یا حضرت ان قیدیوں میں مجھ کو
 ایک لونڈی عطا فرمائیے سو آپ نے اسکو فرمایا جا اور ایک لونڈی کو لے لے سو اسنے جا کر صغیفہ بیٹی چکی کو لیا سو
 ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسنے عرض کی یا حضرت آپنے وحیہ کو صغیفہ بخندہ سے جو قبیلہ
 قریش ہے نصیب کی سزا سے فتم خیر میں ہو دے دو قبیلے رہتے تھے ایک کا نام قریشہ تھا اور ایک کا نام
 نصیرہ تھا سو یہ صغیفہ جو نبی میں کڑی آئیں ان دو قبیلوں کی سزا کی بیٹی تھی اور حسن او جمال میں بے نظیر
 تھی فتم سو وہ آپ کے سو کسی کے لائق نہیں ہے سو آپنے فرمایا وحیہ اور اس عورت کو میرے سامنے لاؤ
 سو وحیہ اسکو لیکر آپ کے پاس حاضر ہوا سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی طرف نظر کی تو فرمایا
 کہ اسکو چھوڑ دو اور اسے بدلہ بندہ یوں اور لونڈی بکر کو فتم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیہ سے صغیفہ کو
 اس واسطے پس لیا کہ تا دو سر لوگ جو اس سے افضل میں اس پر رشک اور عنیت نہ کریں فتم سو حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے صغیفہ کو آزاد کر دیا پھر اسے نکاح کر لیا سو ثابت ہے اس کو کہا گیا یا اباحمرہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اسکو مہر کیا دیا تھا اسنے کہا کہ آپنے اسکی جان کو آزاد کر دیا اور پھر اسے نکاح کر لیا یعنی اسکا آزاد کرنا یہی مہر
 تھا فتم بعضے کہتے ہیں یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا مگر یہ بات محض دلیل ہے اسپر کوئی دلیل نہیں اور
 اکثر اماموں کا اس حدیث پر عمل ہے فتم یہاں تک کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو واپس آئے تھے تو
 ایک مجاہدین میں پوچھ کر یعنی شداد و عاتق کہ چالیس سال مدینہ سے ہو تو ام سلمہ (یعنی انس کی ماں) نے صغیفہ کو آزاد
 کیا اور دلہن بنایا اور اسی اتے میں اسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا یا پس اپنے صہ کی اسدن جات
 عروسی میں یعنی اس صہ کو آپ واپس لے سو فرمایا کہ جسکے پاس کوئی کہاں کی چیز ہو تو اسکو میرے پاس لے آؤ
 اور آپنے ایک چیز کو بھیجا یا سو کوئی مرد تو کچھ لے آیا اور کوئی لگی لایا اور کوئی ستولے آیا اسنے کہا کہ مجھ
 نے سب چیزوں کو ملا کر حلو بنایا اور لوگوں کو کہا یا سو یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا فتم ولیمہ اس

طعام کو کہتے ہیں کہ زنا فانی یعنی مرد اور عورت کی جمیع ہونے کی وقت کرتے ہیں فاس باب کی بعض چیزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ران کا پردہ کرنا واجب نہیں جیسے کہ یہ حدیث انسؓ کی اسیلے کہ اسے ظاہر اپنی معلوم ہوتا ہے کہ درمیان کوئی پردہ نہیں تھا پس اگر ران کو شتر نگاہ کا حکم ہوتا تو بدھن پر کراؤ کو چھوٹا جائز نہ ہوتا اور مسلم کی روایت میں جو بے قصد کہل جانے کا ذکر ہے تو اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ران کو پردہ کرنا واجب نہیں اسیلے کہ آپؐ سیر قائم رہے پس اگر ران پر جائز نہ ہوتا تو اس پر قائم نہ رہتے واسطے مضموم ہونے کو بلکہ اسی وقت اسکو بند کر لیتے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رانوں کا پردہ کرنا واجب ہے سو ظاہر ان حدیثوں میں تعارض ہے سو وجہ تطبیق کی ان حدیثوں میں امام بخاری کی ظاہر سے اوپر مذکور ہو چکی ہے کہ پردہ کرنے میں کچھ تعارض باقی نہیں رہتا ہے اور ایک وجہ تطبیق کی یہی ہو سکتی ہے کہ جن لوگوں کی بہت کثرت ہو آمدورفت ہوانکی نسبت سران کو عورت کا حکم نہیں اور جو لوگ کبھی کبھی اتفاقاً آتے ہوں انکی نسبت سران کو شتر نگاہ کا حکم ہے بل مسطور عثمان کے داخل ہونے کے وقت آپؐ کا ران کو پردہ کر لینا اور ابو بکر اور عمر وغیرہ کو نزدیک پردہ کرنا سب ایک جگہ متفق ہو جاویگا اور امام مالکؒ کہہا کہ مرد و عورت اور اونٹ چرلے والے اور جو اس قسم کے لوگ ہیں انکو ران کہو کر نماز پڑھنا جائز ہے بشرط کہ قبل اور بعد کو پردہ کیا ہو سو اس بات کو صحیح ہونے میں کچھ شک نہیں ہے اسیلے کہ اس بات کا علم یقینی حاصل ہو چکا ہے کہ حضرت صخرہؓ علیہ السلام نے کام کرنا والوں اور اونٹ چران والوں وغیرہ کو نماز میں ران ڈھکنے کی تکلیف نہیں دی اور یہاں ایک قاعدہ یاد رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ حضرت صخرہؓ علیہ السلام نے نماز کو دو قسم بنایا ہے ایک نماز خاص لوگوں کی جو زیادہ برہم کار ہیں اور ایک عام لوگوں کی سو اپنے بہت چیزوں کو عام لوگوں کی نماز میں جائز رکھا ہے اور خاصوں کی نماز میں جائز نہیں رکھا ہے سو اس قاعدہ سے نماز کے باب میں اکثر متناقض جگہوں سے تناقض دفع ہو جاتا (شاہ صاحب رحمہ اللہ) **بَابُ فِي كَيْفَةِ تَحْيِيلِ الْمَرْأَةِ مِنَ الْخِيَابِ** عورت کو کتنے کپڑوں میں نماز پڑھنی جائز ہے ف امام ابو حنیفہ اور شافعی اور حنبلی کا مذہب ہے کہ عورت کو دو کپڑے پیرا سن اور اوڑھنی کفایت کرتی ہے اسے کم جائز نہیں اور عطا کو نزدیک تین کپڑے کافی ہیں مسطور بدھن لوہا بن سیر کے نزدیک چار کپڑے لازم ہیں چوتھی یاد رکھنا ہے کہ اپنے بدن کو اس میں لپیٹ لیو **وَقَالَ عُمَرُ كَيْفَ تَوَدَّ تَحْيِيلُهَا فِي ثَوْبَيْنِ** یعنی عکرمہ سے کہا کہ اگر عورت شیعہ بن بدن کو ایک کپڑے میں چھپا لیو تو اسکی نماز جائز ہے **حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ عُمَرَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْيِي الْفَجْرَ فَتَهْدِي مَعَهُ نِسَاءَ مَنْ لِلْمُؤْمِنَاتِ مِثْلُهَا**

نماز دو کپڑے میں

فِي مَرْطُطٍ ثُمَّ يَجْعَلُ رَأْيَ يَوْمِهِمْ مَا يَخْتَارُ أَحَدٌ ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پھر حضرت
 فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے وہ مسلمان عورتیں آپ کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتیں، حالیکہ اپنی چادر و سبب نہ نہ
 پیدوشی والی ہوتیں تھیں یہ وہ عورتیں ایسے گہروں کو پیٹ جاتیں اس حالت میں کہ انکو کوئی نہیں پہچان
 سکتا تھا یعنی اندھیرے کی وجہ سے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں صرف ایک چادر
 میں نماز پڑھا کرتی تھیں اس لیے کہ اصل عدم زیادہ مذکور پر جیسے کہ عکرمہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے
 پس اگر کوئی عورت ایک چادر میں سر سے پاؤں تک پھونکے بدن کو لپیٹ لیتی تو اس میں اسکی نماز جائز
 ہے اس لیے کہ مقصود اصلی تمام بدن کو چھپانا ہے سو اس میں اور پاؤں کے ایک کپڑے سے ہو یا
 سے ہو چنانچہ عکرمہ کے قول نقل کرنے سے امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور ام سلمہ نے جو کہا
 ہے کہ عورت ایک پیراں اور سر بند میں نماز پڑھے تو وہ فقط اسی غرض سے کہا ہے کہ اس میں تمام بدن کا تر
 ہو جانا ہے نہ اس لحاظ سے کہ دو کپڑوں سے کم میں نماز جائز نہیں ہو اگر ایک چادر سے تمام بدن کا
 ستر حاصل ہو جائے تو عورت کو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے باقی اذاعلیٰ فی ثوبٍ لہ اطلاق
 و نظر الی علمہا یعنی جب کوئی شخص نقشہ ارکبے میں نماز پڑھے اور نماز میں اس کے نشانوں
 و کپڑے یومی تو اسکا کیا حکم ہے حدیث ثنا احمد بن یونس قال اذا ابتر اھلیم
 بن سعد قال حدیثنا ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ ان النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی حیضہ لھا اطلاقاً فنظر الی اعلیٰھا
 نظراً فلمّا انصرفت قال اذھبوا بحیضتی ھذہ الی ابی جھیم واکوئی
 یا ابی انیسۃ انی جھیم فلانھا الکھنئی انفا عن مملوئ
 ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صل اللہ علیہ وسلم نے ایک نقشہ ارچادر میں نماز پڑھی اس پر
 اس کے نقشوں کو ایک نظر سے دیکھا سو جب آپ نماز سے پھر تو فرمایا کہ میری اس چادر واری اگر کوئی جھیم یا
 لیم یا یعنی اس لیے کہ یہ چادر اسی نے آپ کو بطور رہیہ کو دی تھی اور اسکی مولیٰ مکملی میرے پاس لے آؤ کہ اس
 میں نشان نہیں ہیں اس لیے کہ اس نے مجھ کو یہی نماز سے غافل کر دیا تھا ف مراد یہ ہے کہ نزدیک تھا
 کہ مجھ کو نماز سے باز کرے جیسے کہ آئندہ ہشام کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور چونکہ حضرت صل اللہ علیہ وسلم کا
 مرتبہ عالی ہے اس کے آپ کو کوئی چیز نماز میں حضور سے باز کرے اس وجہ سے یہ ہو سکتا ہے کہ حضور خ کے درجے
 میں متناسی ہیں سو جو مرتبہ خاص آپ کو حاصل تھا اگر اس سے تنزل ہی ہو جائے تو جب جی آپ کو وہ مرتبہ باقی رہے گا اگر
 دوسرے مرتبہ تمام عبادت کریں تو جب ہی اس مرتبہ کو پہنچ سکیں اور باوجود اس کے حضرت صل اللہ علیہ وسلم

عکرمہ فقط ایک مرتبہ نماز پڑھا کرتے

۲۳۹

نظر الی علمہا یعنی جب کوئی شخص نقشہ ارکبے میں نماز پڑھے اور نماز میں اس کے نشانوں

اوس سے بھی تزلزل نہ کیا اور اگر کوئی سوال کرے کہ جب آپؐ اُس چادر کو نہ پہنا تو دوسرے کو واسطے دی تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب یہ چادر بوجھم نے آپکو پہر دی ہوئی تھی تو اپنے اسی کو داپہن کر ہی کہ اسکو بیڈلے اور بعض نے یہ کہتے ہیں کہ بوجھم نابینا تھا اسکو حضورؐ سے مانع نہ ہوگی اور دوسری چادر اس واسطے طلب کی کہ ہدیہ کا رکھنا لازم ہو اور موسیٰؑ کا کہ ہشام بن عروہؓ عن ابنہ عن عائشہؓ قال الیٰتی صلی اللہ علیہ وسلم کنت اُنظرہ الی علیہا وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃ فَخَافْتُ اَنْ یَّقِیْنَنِیْ تَرْجَمَ عَائِشَہُ رَضِیَہُ رَوٰی ہے کہ حضرت سلمہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپکو نقشون کو دیکھ رہا تھا سو میں ڈر گیا اس کے مجھکو فتنہ میں ڈالے اور کہاں حضورؐ پر باز رکھے یعنی پس اسی وجہ سے منیٰ شکوہ ایس کر دیا ہے و اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نقشدار چادر کو پہن کر نماز پڑھے اور نماز کے اندر اس کے نقشون اور علمون کو پڑھ لیوے تو اسکی نماز نہیں ٹوٹتی ہے ولیکن ایسے کپڑے کو بدن اتار ڈالے اور یہی وجہ مناسبت کی ترجمہ اور اس حدیث کو یہی معلوم ہوا کہ اپنے دوستوں وغیرہ سے ہدیہ قبول کرنا اور انکی طرف ہدیہ بھیجا جائز بلکہ سنت ہے قادمے ان صلی فی ثوبٍ مُّصَلَّبٍ اَوْ تَصَاوِرٍ هَلْ تَنْفِلُ صَلَوتُہُ وَمَا یُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ یَسَعُ جَسَدَہُ مِیْنِ صَلِیْبٍ کِی تَنْقُشُ کِی ہوئی ہو یا تصویریں کہ پہنچی ہوئی ہوں اسکو میں کوئی نماز پڑھ لیوے تو اسکی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں اور حکم ان تصویریں کا جس سے منع کیا گیا ہے حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرِو قَالَ اَنَا عَبْدُ الْوَلَدِ قَالَ اَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنِ صَہْبِیٍّ اَنْیَسَ قَالَ کَانَ قَرَامٌ لِّعَائِشَہُ سَرَتْ بِہِ جَانِبَ بَیْتِہَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنَّا فَرَامَتْ هٰذَا اِفَاِنَّہُ لَا تَوَالُ تَصَاوِرُہُ تَغْرِہُنْ فِی صَلَوتِیْ ترجمہ ان سے روایت ہے کہ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک نقش دار اور تصویر پر وہ تھا کہ ادھر اس سے بچے گھر کی ایک طرف کو پردہ کیا تھا یعنی زینت کے واسطے سو حضرت سلمہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اپنے اس نقشدار پر دیوے چارو آگے سے ایسے کہ مقرر اسکی تصویریں مجھکو نماز میں ہیش پیش ہوتی ہیں یعنی اسکی تصویریں نماز میں نظر آتی رہتی ہیں و مناسبت اس حدیث کی ترجمہ ہے اسطور پر ہے کہ جب ایسی کپڑے کو نماز میں صرف دیکھنا منع ہے تو اسکو نماز میں پہننا بطریق اولیٰ منع ہوگا اور صلیب الیٰ کپڑے کا یہی حکم ہے ایسے کہ اللہ کے سوا معبود ہونے میں و دوزخ کی بات اور اس کے دور کرنا حکم فرمانے سے معلوم ہوا کہ اسکی استعمال مطلق منع ہے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنے سے فائدہ نہیں ہوتی ہے ایسے کہ حضرت سلمہ علیہ السلام نے اپنی نماز کو نہ درمیان سے توڑا اور نہ اس کے لئے صحت دوہرایا ولیکن ایسی صحت میں نماز کے کردہ ہونے میں کچھ شک نہیں میں مناسبت حدیث

بلا واسطے دی تھی لاؤ سکر اس کے فائدہ اٹھاؤ ۱۲

ترجمہ سے ظاہر ہے **بَابُ مَنْ صَلَّى فِي مَرْتَبَةٍ خَيْرٌ مِنْ مَرْتَبَتَيْنِ** یعنی جو شخص کہ بیشی قبا میں نماز پڑھے
 پہر اسکو تارواں تو اسکی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا**
عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ قَامِرٍ قَالَ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْزٌ
خَيْرٌ مِنْ قَلْبَةٍ فَصَلَّى فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَذَرَعَهُ تَزَعًا شَدِيدًا كَالْكَارِدِ لَهُ وَقَالَ لَا يَنْبَغِي هَذَا
لِلْمُتَّقِينَ ترجمہ عقبت بن عامر نے روایت ہو کہ کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بیشی قبا پر بھیجا
 سو آپ نے اسکو پہن لیا اور اس میں نماز پڑھی یہ نماز سے پہر پہر اسکو جلد ہی تارواں اچھے کسی کو برا معلوم
 ہوتا ہے اور فرمایا کہ یہ سیرگاروں کو اسکا پہننا لائق نہیں **فَاسْأَلْتُ عَنْ هَذِهِ الْحَدِيثِ** کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کا بیشی قبا میں نماز پڑھنا حرام ہونے سے پہلے تھا اسلئے کہ مسلم کی حدیث میں صاف موجود
 ہے کہ جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا کہ جبریل فرجھو اسکو منع کر دیا ہے اور یہی بات معلوم ہوتی ہے پہر پہر
 کی قید لگانے سے اسلئے کہ حرمت میں یہ سیرگار وغیرہ سب برابر ہیں پس آپ کا یہ زانا تحریم سے پہلے تھا اور
 احتمال ہو کہ مراد یہ سیرگاروں کے عام مسلمان ہون یعنی کفر سے پہر کر نیوالے اور یہ بھی سب باتیں نکال ہو گا
 پس ابتداء تحریم کی ہوگی پس اس حدیث کی تفسیر میں نماز کا جائز ہونا ثابت
 نہیں ہوتا ہے اسلئے کہ آپ کا نماز کو نہ وہ ہر نماز سے پہلے تھا (فقہ) **بَابُ فِي التَّوْبَةِ الْأَخْمَرِ**
سَرَّخِ كَيْفَ يَمِينِ نَمَازُ يَزِيدُ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ قَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي
عُمَرُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي الْحَكِيمَةِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي ثِيَابٍ حُمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ وَمَرَأَتُهُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَهُ دَسَّوْهُ لَلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَرَأَتُهُ النَّاسُ يَتَدَرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا فَسَمِعَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يَصِبْ
مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بِلَالٍ يَدَ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَتْ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً لَهُ فَرَزَّهَا وَخَرَجَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حُمْرَاءَ مُسْتَعْمِرٍ أَصْلَى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ كَعَتَبِينَ رَأَيْتُ النَّاسَ
وَالِدَاتٍ يَمُرُّونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ ترجمہ ابی حمزہ نے روایت ہو کہ میں نے حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو ایک قبا میں بیٹھے دیکھا اور ببال کو دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لیے بانی نکلتے
 کھڑے رہے اور آپ وضو کر رہے ہیں اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ آپ کے وضو پڑھ دی کر رہے ہیں لیکن ایک
 آدمی بزرگ گر پڑے ہیں اور پیشہ دستی کرتے ہیں کہ حضرت کو وضو سے کوئی قطرہ بانی کا ہاتھ آجادی سو چکو
 کوئی قطرہ اُس بانی سے لجا لیتے جو بانی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر وضو کر رہے ہو گر تاتھا وہ
 اسکو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا اور جب کو اس سے کوئی قطرہ ہاتھ نہ آتا وہ اپنی ساٹھ کے ہاتھ پر کوئی قطرہ لیکر

ترجمہ سے ظاہر ہے

صیغہ بخاری

منہ پر چڑھو

اس لیے کہ نبی سے خالی ہونے میں آپس میں سب شریک ہیں حدیث ثانیہ علی بن عبد اللہ قال انا
سفیان قال انا ابو حاتم قال سالتوا سہل بن سعد عن ابن عمر عن النضر قال قال ابی فی
الناس اعلیٰ منی ہوں میں اصل الغائبہ علیہ فلاں مولیٰ فلاں لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وعلیہ وسلم اللہ علیہ وسلم جین عمل ووضیع فاستقبل الغلبۃ کبر وقام
الناس خلفہ فقرأ وکرع وکرع الناس خلفہ ثم رفع رأسہ ثم رجع فقہقری حتی سجدا
على الارض ثم عاد علی النضر ثم قرأ ثم رکع ثم رفع رأسہ ثم رجع فقہقری حتی سجدا
بالارض فہذا اشانہ قال ابو عبد اللہ قال علی بن عبد اللہ سألنی احمد بن حنبل
عن هذا الحديث قال فاعلم ان النضر بن عبد اللہ علیہ وسلم اعلیٰ من الناس فلا باس ان
یکون الامام اعلیٰ من الناس بهذا الحديث قال فقالت فان سفین بن عیینہ کان یسئل
عن هذا کثیرا فلم یسمع منه قال لا ترجمہ ابو حاتم سے روایت ہو کہ لوگوں کے سہل بن سعد
پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنکر کس لکڑی سے بنایا گیا تھا سوہل نے کہا کہ بنکر کا حال جیسے مجھ کو
معلوم ہے ویسے اب کبھی کو معلوم نہیں وہ غاب جھل کی لکڑی سے بنایا گیا تھا غاب ایک جھل کا
نام ہے مدینہ کی میندیوں کا وہاں ایک درخت ہوتا ہے پلیمبی کی طرح اس کو کاٹا نہیں ہوتا اس کو گزرتے
ہیں اس کی لکڑی بہت عمدہ ہوتی ہے اس کے پالے اور برتن بناتے ہیں) ت فلان مرد فلان عورت
کو غلام یعنی میمون غائثہ انصار کے غلام نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے طیار کیا تھا سو جب طیار
ہو گیا تو انہا کے سجد میں کہا گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے سو اپنے قبیلے کی طرف منکبا آؤ گے
ابھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے سو آپ کے قراۃ پڑھی اور رکوع کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع
کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پھر آپ نے پچیس ٹاپٹاپ یعنی سب سے بچہ اتر آئے سو اپنے زمین پر سجدہ
کیا پھر آپ نے پچھڑے گئے پھر قراۃ پڑھی اور رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا پھر پچیس کو پٹ ٹپٹاپ ٹپٹاپ
آپ نے زمین پر سجدہ کیا پس (سہل نے کہا) کہ یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یا حال بنکر کا جو لوگوں
نے پوچھا تھا حسن بصری وغیرہ سے روایت ہو کہ لکڑی پر ناز پڑھنی کو وہ ہے اور مشرق جب شتر
میں سوار ہوا کرتے تو سجدہ کر لے اپنی ساتھ ایک اینٹ اٹھالیا کرتے تھے وہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بنکر
لکڑی پر ناز پڑھنی جائز ہے بلکہ اہل بیت میں جو ہے مناسبت حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے
اور یہی کئی مسلمات ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ امام کا مقتدیوں کے بلند ہو کر کھڑے ہونا جائز ہے دوم یہ کہ
میں کئی قدم چلنے سے ناز نہیں ٹوٹتی ہے اور اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹے یا دوسرے درجہ پر کھڑا

ہو نماز فرض کیا جاوے تو حبیبی تمام نماز بہت قدیم ہو لازم آدیکھا سو حنفیہ کے پاس اس حدیث کا کوئی جواب
مستقل نہیں ہے۔ امت امام بخاری نے کہا کہ علی بن عبداللہ مدینی (امام بخاری کے استادین) نے
بیان کیا کہ احمد بن حنبل نے مجھ سے اس حدیث کا حال پوچھا یعنی اس حدیث کو تنہا کیا مطلب ہے (علی بن
عبداللہ نے) کہا کہ میرا مطلب ہے کہ حضرت مسلمان علیہ وسلم نے لوگوں کو بندہ مکہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی
اگر امام مقتدیوں کو بندہ مکہ میں کھڑا ہو کر اور مقتدی اس سے نیچے کھڑے ہوں تو اس میں کوئی خوف نہیں بلکہ
جائز ہے اس حدیث کی دلیل سے علی بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے امام احمد کو کہا کہ سفیان بن عیینہ سے لوگ
یہ حدیث بہت پوچھا کرتے تھے سو کیا تھے یہ حدیث اس کبھی نہیں سنی اُسے کہا کہ میں نے اُسے یہ حدیث
کبھی نہیں سنی **سُحُلًا شَاكًا مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ نَايَزِيدُ بْنُ هُرُونَ قَالَ اَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ**
عَنْ اَبِي نِيْلٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ فَخَشَتْ سَاَقُهُ
وَكَيْفُهُ وَالْاَمْرُ مِنْ ذَاتِهَا شَهْرًا اجْلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ دَرَجَتَاهُ مِنْ جُدُوعِ النَّخْلِ فَاتَاهُ اَصْحَابُهُ
يَعُوذُ وَكَهْ فَصَلَّى بَيْنَهُمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّرَ بِهِ فَاِذَا
كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَنَزَلَ لِيَتَسَبَّحَ
وَعَشْرُونَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اَلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ شِئْنٌ وَعَشْرُونَ تَرْجَمَةٌ
انسان سے روایت کہ حضرت مسلمان علیہ وسلم ایک بار گھوڑی سے گرے سو آپ کی ہڈی یا مونڈھ کا گوشت
چیل گیا (یہ روایت کا شک ہے) سو آپ نے اپنی بیویوں کو پاس جانے سے ایک مہینہ کی قسم کھائی اور ایک
بلا خانے میں جا بیٹھے جس کو سطر سے کجور کی شاخوں سے تھوڑا سا
کو آئی سو آپ نے انکو بھیج کر نماز پڑھائی اور اصحاب سب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے سو جب کہ نماز سے سلام
پیر تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کیجیو سو جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کرو
جب کہ کوہ کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور اگر امام کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو
تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور آپ تیسویں بلا خانے سے اتر آئیں صحابہ نے کہا کہ آپ نے ایک مہینہ کی قسم
کھائی تھی اور یہی مہینہ ہی ایک دن باقی ہے سو آپ نے فرمایا کہ مہینہ کبھی امتیس دن کا ہوتا ہے یا مہینہ اتنا
امتیس دن کا ہو گیا اور میں نے اسی مہینہ کی قسم کھائی تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چیت پر نماز پڑھنی جائز
ہے کیونکہ حضرت مسلمان علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ اس بلا خانے میں نماز پڑھی حالانکہ وہ چیت تھا پس بھیج
ہو مناسب اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھا تو
مقتدی کھڑے ہوں تو جائز ہے ولیکن مقتدین کو سوگنا عجز کے امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے

ترجمہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ اپنے انس سے پوچھا کیا حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم اپنے جوتون میں نماز پڑھا کرتے تھے؟ انس نے کہا مان پڑھا کرتے تھے جو تون میں نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جب کہ تمہیں کوئی بیماری نہ ہو اور یہ سب ہمیں بلیدی ہو تو انہیں اختلاف ہے کہ آیا انہیں نماز پڑھنی رخصت ہر یا مستحب ہے سو بعض کے نزدیک تو رخصت ہر مستحب نہیں اور صحیح بات یہی ہے کہ مستحب ہر واسطے اس حدیث کو گویا مخالف کر دے جو تون میں نماز نہیں پڑھتے تم جو تون میں نماز پڑھو لیکن شرط یہ ہے کہ انہیں مخالفت کی نیت ہو اور اگر انہیں بلیدی لگ جائے تو شافعیوں کو نزو کیسے ابانی کے پاک نہیں ہوتی ہے خواہ خشک ہو یا تر اور حنفیہ کے نزدیک اگر بلیدی خشک ہو تو کھرج و انا کافی ہے اور اگر تر ہو تو وہ ڈوبنا چاہیئے لیکن شافعیہ کا یہ حکم معلوم ہوتا ہے **كَبَابُ الصَّلَاةِ فِي الْخِفَاءِ** موزوں کو بہن کر نماز پڑھنا کا بیان یعنی جائز ہے **حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ قَالَ نَاشِعَةُ عَنْ الْأَنْعَشِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ هَكَّامٍ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَأَيْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَصَلَّى عَلَى خَفِيٍّ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هَذَا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمَا يَصْنَعُونَ كَذَلِكَ جَرِيرًا كَانَ مِنْ أَهْلِ مَنْزِلِنَا** ترجمہ ہمارے روایت ہے کہ میں نے جریر بن عبد اللہ کو دیکھا کہ اس نے بول کیا پھر وضو کیا اور اپنے سوزوپر مس کیا پھر کٹر ہوا اور نماز پڑھی سو کسی نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے سو اس نے جواب دیا کہ میں نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے... دیکھا ہے سو ابراہیم کہہا کہ یہ حدیث انکو بہت پسند آتی تھی ایسے کہ جریر اخیرین اسلام لایا ہے وف جس سال حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اسی سال میں جریر اسلام لایا تھا تو گویا اسلام انکا سورہ مذکورہ کو اترنے کے بعد واقع ہوا ہے پس ثابت ہوا کہ سوزوپر مس کر نیچا حکم باقی ہے غسل جلین کی آیت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ یہ حدیث اس آیت کی مخصوص ہے غلٹ غسل کا موزوں کی غیر صورت میں جو ادبی معنی سبب پوش ہونے یا رون میں کا تھا اور سبب انکو خوش ہو گیا یہ تھا کہ بعض گمان کرتے تھے کہ مس موزوں کا منسوخ ہو گیا ہے ساتھ اس آیت کو حسین بن مؤمن پاؤں کے دھونے کا ذکر ہے سو جب میر نے کہا کہ میں نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو سوزوپر مس کر دیکھا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا اور نیز روایت فضل جلین کی رخصت وضو میں داخل ہوئی ہے پس کنواضع پہلی نسخ جنہیں کی سبق رخصت کو ملحق ہی ہے حالانکہ اس باب میں کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی **حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي عَقِيلَةَ قَالَ نَاجُوا أَسْمَاءَ عَنْ الْأَنْعَشِيِّ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُسَدَّدٍ عَنْ عَزْرِ الْعَجْزَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ عَلَى خَفِيٍّ وَصَلَّى** ترجمہ میر نے شجرہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا سو اپنے موزوں پر مس کیا اور نماز پڑھی وف ان

[illegible]

بیٹھا کرو ابو ابوبکر کہا کہ ہم شام کے ملک میں گئے سوہنے یا نھانوں کو قبلہ کی طرف نہ ہوئے یا یا یزید
 امین یا نھانہ بیٹھنے سے منہ قبلہ کی طرف ہو جاتا تھا سو ہم اُسے منہ پھر لیتے تھے اور خدا سے استغفار
 کرتے تھے یعنی پچھتاہی کی کہ وہ سطر یا سبات ہو کہ ہم قبلہ کی طرف منہ کریں ف ابو ابوبکر کا منہ پھر
 اور اس سے استغفار کرنا یہ انکا اپنا اجتہاد ہے ورنہ عارتوں میں قبلہ کی طرف منہ کر کے جاضر و متغیر
 جائز ہے جیسے کہ بیت حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے **بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاتَّخِذُوا مِنْ**
مَقَامِ بَرٍّ كَهَيْئَةِ مَقَامِ بَابِ هِرْمَانَ میں قول اللہ تعالیٰ کے کہ پکڑو مقام ابراہیم کو جابو نماز یا جابو
 و عار یعنی اسجاہ سے قبلہ کی طرف منہ کرو ف مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جسپر حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کے دو نو قدموں کا نشان ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنا کیا تو اُس
 پتھر پر کپڑے ہو کر بنایا تھا سو اسپر کے دو نوں قدموں کا نشان پڑ گیا اور وہ پتھر اب تک موجود ہے
 اور مراد امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ اس آیت میں امر وجوب کو لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کو لیے
 اسیلئے کہ کعبہ کی تمام طرفوں میں نماز پڑھنی بالاجماع جائز ہے **حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ فَاَسْقِبَانِ**
قَالَ فَاَعْمُرَيْنِ دِينَارٌ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ دُجْلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ لِلْعُمَرَاءِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ
الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ابْنُ أَبِي قَتَاتٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ
سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ رَسُولٌ لَّهُ
أُتُوهُ حَسَنَةً وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ لَا يَفْرَأُ بِهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ
الْمَرْوَةِ ترجمہ عربی میں اس سے روایت ہو کہ بننے ابن عمر سے پوچھا کہ اگر کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھ کر
 صرف خانہ کعبہ کا طواف کیا ہو اور صفا اور مروہ کے درمیان نہ دوڑا ہو تو اسکو احرام سے باہر آنا اور اپنی
 بیوی سے جماع کرنا جائز ہے یا نہیں ف عمرہ میں صفا اور مروہ کی سعی کرنی فرض ہے اور رکب ہے
 اگر ہو سکے تو عمرہ جائز نہیں ہوتا ہے ف سو ابن عمر نے کہا کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے میں بھی
 لایا سو اپنے خانہ کعبہ کے گرد سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا
 اور مروہ کے درمیان دوڑے اور تحقیق ہے واسطے تمہارے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم میں بیرونی نیک
 عمرو بن ہنار نے کہا کہ بننے جابر بن عبد اللہ سے اس شخص کا حال سنا ہے کہ وہ عورت کو پاس جا کر
 یہاں تک کہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے ف ابن عمر نے اس آیت سے صفا اور مروہ کے درمیان
 سعی کرنا واجب کہا ہے مگر اسے لازم آتا ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنا بھی جب ہو لیکن اس
 بہت لوگ قائل ہیں اور مقام ابراہیم کے پیچھے اچانک نماز پڑھنا بھی وجہ نسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ہے

یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمرہ میں صفا اور مروہ کی سعی واجب ہے اور اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا واجب ہے اور اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا واجب ہے اور اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا واجب ہے

ابراہیم بن یحییٰ نہیں تھا میں معلوم ہوا کہ مقام کے سامنے نماز پڑھنی واجب نہیں ہے اور اسے علم بالصواب
 التَّوَجُّهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ نَازِي كَقَبْلِهِ كَيْفَ كَانَ بَيَانِ جَسَدِهِ مِنْ هُوَ ف
 یعنی نازی خواہ مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو سفر میں ہو یا حضر میں ہو جب نماز پڑھنے لگے تو
 قبلہ کی طرف منکرنا واجب ہے اور مراد نماز سے فرضی نماز ہے نہ نفلی جیسے کہ دو سراباب کی حدیث
 سے معلوم ہوتا ہے **وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ**
وَكَيْفَ يَكُونُ تَحْرِيكُهَا حدیثنا عبد اللہ بن رجاء قال قال ابرارئیل عن ابي اسحاق عن البراء
 قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى نحو بيت المقدس ستة عشر شهرا او
 سبعة عشر شهرا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب ان يوجه الى الكعبة
 فانزل الله عز وجل قد نرى تقلب وجهك في السماء فتوجه نحو القبلة وقال الشَّاهِدُ
 مِنَ النَّاسِ وَهُمْ اِيَهُودُ مَا وَلَّوْهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
 يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ فَصَلِّ مَعَ الْبَقِيَّةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّيْنَا
 عَلَى قَوْمٍ مِنْ اَنْصَارٍ فِي صَلَاةٍ الْعَصْرِ يُصَلُّونَ نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَقَالَ هُوَ يَهْدِيكَ اَنَّهُ
 صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَتَحَوَّتِ الْقَوْمُ حَتَّى
 تَوَجَّهُوا نَحْوَ الْكَعْبَةِ ترجمہ برائے روایت کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے سے بیت المقدس کی
 طرف سولہ مہینے یا سترہ مہینے تک اور آپ کو پسند آتا تھا کہ آپ کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ملے جاوے
 سو خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازی قد نرى تقلب وجهك في السماء یعنی تحقیق دیکھتے ہیں ہم یہ نہا
 منہ تیرے کا طرف آسمان کی یعنی واسطے انتظار وحی کے کہ قبہ کعبہ کی طرف ہو جاوے یہ اس لیے تھا
 کہ کعبہ افضل ہے بیت المقدس سے اور نیز وہ آپ کو داد عزا ابراہیم علیہ السلام کا کعبہ تھا تو سو اپنے کعبہ
 کی طرف منہ پھیرا اور اس طرف نماز پڑھنے لگے سو بے وقوف لوگوں (کہ یہود میں) نے کہا کہ کس چیز
 نے پہلے ہے انکو اس قبلہ سے جو تھے وہ اُس پہلے پر پیغمبر کو ہدیہ کہ واسطے اللہ کے ہر مشرق و مغرب یعنی
 ذاتی خصوصیت کسی جگہ کو نہیں ہے بلکہ عالم الہی کے سب تابع ہیں ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے
 طرف اہ سید صحر کی سو ایک ہر دے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی یعنی کعبہ کی طرف
 منکر کے پھر وہ شخص نماز پڑھ کر نکلا اور انصار کی ایک جماعت پر گدازا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف
 پڑھ رہے تھے سو اس نے کہا میں اللہ ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ

کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھی ہے یعنی اچھا قبلہ کے کی طرف ہو گیا ہے سو وہ لوگ اُسی حالت میں
 پہر گئے اور کئی کی طرف مُنہ کر لیا ف جب حضرت صلا اللہ علیہ وسلم کے سرِ ہجرت کر کے مدینہ میں گئے
 تو وہاں اکثر یہودی رہتے تھے اور ان کا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا سو خدا تعالیٰ نے حضرت صلا اللہ
 علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم کیا پس اس سے یہودیوں کو بہت خوشی ہوئی سو
 مشرکین نے تکلف سے نماز پڑھی پہر کہو کہ یہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں؟ کا حکم ہوا اور کہو کہ یہ کی طرف نماز پڑھتا ہے؟
 پس نہ تھا کہ یہودی کہتے تھے کہ محمد ہمارے دین میں مخالف ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے سو آپ
 اتنی جلد نہ ہو چکی ہے اور بعض حدیثوں سے صبر کی نماز معلوم ہوتی ہے ولیکن صحیحین میں بھی
 اسی نماز آئی ہے پس اسی کو ترجیح ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت المقدس مدینہ سے اتر کی طرف
 واقع ہے اور کہو کہ کعبہ کی طرف واقع ہے پس نماز کے اندر کعبہ کی طرف پہر جانے سے یہ لازم ہو کہ امام
 اور مقتدیوں کی صفیں کئی قدم نماز میں چلی ہوں اس لیے کہ اگر سب لوگ اپنی اپنی جگہ میں کھڑے ہو پہر جو
 تو امام مقتدیوں کی صف کو پیچھے ہو جائے اور عورتوں کی صف مردوں کی صف کے آگے ہو جاتی پس
 ثابت ہوا کہ کئی قدم متواتر نماز میں چلے ہونگے اور خفیہ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے ولیکن
 نسخ کی کوئی دلیل نہیں اور یہ تاخر نسخ کا منسوخ سے ثابت ہوتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت
 صلا اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی اور صحابہ نے چہی جگہ تھے اُس جگہ سے کئی کی طرف مُنہ پہر
 پس اس طرح سے ہر شخص پر لازم ہو کہ جس جگہ ہو نماز کے وقت کئی کی طرف مُنہ کر لیوے لیکن وجہ سے
 مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ نَافِثَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
 قَالَ نَافِثَةُ بْنُ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَيَّنَ عَلَيَّ رَأْسُكَ حَيْثُ تَوَجَّهْتَ بِهِ فَإِذَا أَرَادَ الْفَرَسُ يَتَرَبَّعًا فَاسْتَقْبَلِ
 الْقِبْلَةَ ترجمہ جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ حضرت صلا اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز پڑھا کرتے جسطرف کو جاتا
 یعنی جسطرف سواری جاتی اُسی طرف مُنہ کر کے آپ بھی نفلی نماز اُس کے اوپر پڑھتے چلے جاتے سو جب
 آپ فرعون پہنچے جانتے تھے تو سواری سے نیچے اتر آئے اور کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ف
 اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ جب کوئی فرض نماز پڑھنے لگے تو اس کو لازم ہے کہ کعبہ کی طرف مُنہ کرے
 خواہ کس جگہ میں ہو اگر سخت خوف کے وقت پہلے کہنا کہ نا جائز ہے حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ
 نَافِثَةُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِرَاهِيمَ عَنْ عُلْفَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ قَالَ أَبِرَاهِيمُ لَأَذُنِي نَادَاؤُنْ قَصَّ فَلَمَّا سَلِمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ کی پہلی جز سے ہو اور وہ اسطور پر ہے کہ مقام ابراہیم کو جابر نماز نہیں پڑھتا تھا یہ سننے پر کہ مقام ابراہیم کو پڑھنا
 کعبہ کے درمیان کہ نماز پڑھو میں آیت دلات کرتی ہے اس پر کہ کعبہ قبلہ ہے حدیث کہ تَعْبُدُوا اللَّهَ
 ابْنُ يُوسُفَ قَالَ اَقَامَ اِلَيْكَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ
 يَتَّبِعُونَ فِي صَلَواتِهِمْ اِذَا جَاءَهُمْ اَيْتٌ فَقَالَ اِنْ دَسَّوْا لَلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ
 عَلَيْهِ اَللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ اَمْرًا اَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى
 الشَّامِ فَاسْتَنَادُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ ترجمہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جماعت میں کہ لوگ مسجد قبلہ میں
 کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک انکو پاس کوئی شخص آیا سو اسے اگر کہا کہ مقرر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم پر آج
 رات قرآن نازل کیا ہے یعنی قَدْ رَئِیْتُ تَقْلِبَ جَبَلٍ فِی السَّمَاءِ اَلَا تَرَوْنَ اَنْہُ سَاقِطٌ عَلَیْکُمْ اَلَمْ یَنْزِلْ
 مُنْذُ کر کے نماز پڑھا کرین سو تم ہی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور حالانکہ اُنکے منہ شام کی طرف تھے
 پہلے حکم کے موافق بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے وہ لوگ ایسی حالت میں
 کی طرف پھر گئے وہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ خبر انکو نماز عصر میں پہنچی تھی اور اس حدیث میں ہے کہ یہ خبر انکو
 صبح کی نماز میں پہنچی تھی سو ان دونوں میں تطبیق اسطور سے ہے کہ عصر کی نماز میں مدینہ کے لوگوں کو خبر
 پہنچی تھی اور مسجد قبلہ مدینہ سے دور ہے انکو یہ خبر صبح کی نماز میں پہنچی تھی پس ان میں کوئی منافات نہیں
 ہے اور مناسبت اس حدیث کی ترجمہ کی اول جز سے اسطور پر ہے کہ آپ کو قبلہ کی طرف منہ پھر کے نماز پڑھنے
 کا حکم ہوا اور دوسری جز سے اسطور پر ہے کہ ان لوگوں نے پہلے کچھ نماز منسوخ قبلہ کی طرف پڑھی اس لیے کہ
 انکو پہلے قبلہ سے منہ پھیر لینا واجب تھا لیکن بے خبری انہوں نے نماز پڑھ لی اور انکو اس نماز کے دوسرے
 کا حکم نہ ہوا پس اسے معلوم ہوا کہ اگر بھول کر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھا تو اسکا حکم یہی ہے اور اس
 حدیث سے اور یہی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں یا مکت کہ حکم ناسخ کا ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ پہنچ نہ جاد اسطور
 کہ اہل قبلہ کو نماز دہرانے کا حکم نہیں ہوا باوجود یہ کہ سابق قبلہ انکی اس نماز سے منسوخ ہو چکا تھا اور یہ کہ خبر واحد پر
 عمل کرنا واجب ہے اور یہ کہ نماز سے باہر ہو اگر نماز کی کوئی حکم تعلیم کرے تو جائز ہے اور یہ کہ نماز کی اگر نماز سے
 باہر والے کی کلام میں اس پر تو اسکی نماز نہیں ٹوٹی ہے حدیث کہ تَعْبُدُوا اللَّهَ قَالَ نَاجِيْنٌ عَنْ نَفْسِهِ
 عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّرُوعَ خَمْسًا
 فَقَالُوا اَزِيدْ فِي الصَّلَوةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا اَصَلَيْتَ خَمْسًا قَالَ فَتَنِي يَعْجَلُ وَبَعْدَ بَعْدَ تَنِي
 ترجمہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت سرور اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھی یعنی بھول کر چار
 کے بدلے پانچ پڑھ گئے سو صحابہ نے عرض کی کہ کیا نماز زیادہ ہو گئی ہے آپ نے فرمایا تمہارا اس چہنہ کا کیا

ترجمہ کی پہلی جز سے ہو اور وہ اسطور پر ہے کہ مقام ابراہیم کو جابر نماز نہیں پڑھتا تھا یہ سننے پر کہ مقام ابراہیم کو پڑھنا
 کعبہ کے درمیان کہ نماز پڑھو میں آیت دلات کرتی ہے اس پر کہ کعبہ قبلہ ہے حدیث کہ تَعْبُدُوا اللَّهَ
 ابْنُ يُوسُفَ قَالَ اَقَامَ اِلَيْكَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ
 يَتَّبِعُونَ فِي صَلَواتِهِمْ اِذَا جَاءَهُمْ اَيْتٌ فَقَالَ اِنْ دَسَّوْا لَلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ
 عَلَيْهِ اَللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ اَمْرًا اَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى
 الشَّامِ فَاسْتَنَادُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ ترجمہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جماعت میں کہ لوگ مسجد قبلہ میں
 کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک انکو پاس کوئی شخص آیا سو اسے اگر کہا کہ مقرر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم پر آج
 رات قرآن نازل کیا ہے یعنی قَدْ رَئِیْتُ تَقْلِبَ جَبَلٍ فِی السَّمَاءِ اَلَا تَرَوْنَ اَنْہُ سَاقِطٌ عَلَیْکُمْ اَلَمْ یَنْزِلْ
 مُنْذُ کر کے نماز پڑھا کرین سو تم ہی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور حالانکہ اُنکے منہ شام کی طرف تھے
 پہلے حکم کے موافق بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے وہ لوگ ایسی حالت میں
 کی طرف پھر گئے وہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ خبر انکو نماز عصر میں پہنچی تھی اور اس حدیث میں ہے کہ یہ خبر انکو
 صبح کی نماز میں پہنچی تھی سو ان دونوں میں تطبیق اسطور سے ہے کہ عصر کی نماز میں مدینہ کے لوگوں کو خبر
 پہنچی تھی اور مسجد قبلہ مدینہ سے دور ہے انکو یہ خبر صبح کی نماز میں پہنچی تھی پس ان میں کوئی منافات نہیں
 ہے اور مناسبت اس حدیث کی ترجمہ کی اول جز سے اسطور پر ہے کہ آپ کو قبلہ کی طرف منہ پھر کے نماز پڑھنے
 کا حکم ہوا اور دوسری جز سے اسطور پر ہے کہ ان لوگوں نے پہلے کچھ نماز منسوخ قبلہ کی طرف پڑھی اس لیے کہ
 انکو پہلے قبلہ سے منہ پھیر لینا واجب تھا لیکن بے خبری انہوں نے نماز پڑھ لی اور انکو اس نماز کے دوسرے
 کا حکم نہ ہوا پس اسے معلوم ہوا کہ اگر بھول کر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھا تو اسکا حکم یہی ہے اور اس
 حدیث سے اور یہی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں یا مکت کہ حکم ناسخ کا ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ پہنچ نہ جاد اسطور
 کہ اہل قبلہ کو نماز دہرانے کا حکم نہیں ہوا باوجود یہ کہ سابق قبلہ انکی اس نماز سے منسوخ ہو چکا تھا اور یہ کہ خبر واحد پر
 عمل کرنا واجب ہے اور یہ کہ نماز سے باہر ہو اگر نماز کی کوئی حکم تعلیم کرے تو جائز ہے اور یہ کہ نماز کی اگر نماز سے
 باہر والے کی کلام میں اس پر تو اسکی نماز نہیں ٹوٹی ہے حدیث کہ تَعْبُدُوا اللَّهَ قَالَ نَاجِيْنٌ عَنْ نَفْسِهِ
 عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّرُوعَ خَمْسًا
 فَقَالُوا اَزِيدْ فِي الصَّلَوةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا اَصَلَيْتَ خَمْسًا قَالَ فَتَنِي يَعْجَلُ وَبَعْدَ بَعْدَ تَنِي

یا وہ زیادتی کیا چیز ہے صحابہ نے عرض کی کہ اپنے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے سو اپنے اپنے دو نو پاؤں کو پہیل یعنی قبلہ کی طرف منہ پھیرا اور دو سجدے کیسے وف جو وقت صحابہ نے سوال کیا اس وقت آپ قبلہ کی طرف بیٹھ دیے بیٹھے تھے جیسے کہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے پھر اپنے اپنی پہلی نماز پر بنا کی پس اس سے معلوم ہوا کہ جو پہل کر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھا جاکر اس کی نماز نہیں ٹوٹی ہے اور حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں یہ حکم ہے کہ ان کے ساتھ ایک رکعت اور جو رکراؤ کو چہرہ رکعت پوری کرے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے صرف پانچ رکعت میں پڑھیں اور فقط لگوں سے شکر سبحہ ہوگا کر یا جَابُ حَلَّتِ الزَّانِقُ بِالْيَدَيْنِ السَّجْدِ سجد سے ہاتھ کے ساتھ تھوک ڈر کرنے کا بیان وف بصاق اور بزاق اس تھوک کو کہتے ہیں جو منہ سے آوی ملغم ہو یا کچا اور اور مخاط ہو کہتے ہیں جو سینہ ناک سے آوی درخار ہو کہتے ہیں جو سر سے آوی یا سینہ سے آوی اب بیان ہو کہ کام سجد کا بیان ہے اور جو اس کے متعلق ہے بمقابل قبلہ وغیرہ کے احکام سے حَلَّتِ ثَمَّ كُنْتُمْ بَعْدُ قَالَ نَا السَّعِيلُ بَرَّ جَعْفَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مُخَافَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى دُمِيَ فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَكَ يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ بِرُكْبَتِهِ أَوْ لَوْ رُكْبَتَهُ بَيْنَهُ وَيَبِينُ الْفُضْلَةَ فَلَا يُرْفِقُ أَحَدٌ كَرْتِمْ قَبْلَ قِبْلَتِهِ وَلَكِنْ عَرَفْتُمْ أَوْ خُفَّتْ فَلَمْ يَهْ نُفْ أَحَدٌ طَرَفَ رَدَّ آتِهِ فَبَصَقَ فِيهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا

ترجمہ انس سے روایت ہے کہ مقرر حضرت صلوا علیہ وسلم نے مسجد کی قبلہ کی دیوار میں سینہ لگا ہوا دیکھا سو یہ دیکھنا آپ بہت خوشوار گندرا یعنی آپ غصہ سے یہاں تک کہ اس کا اڑا آپ کے چہرہ مبارک میں ظاہر ہوا یعنی ایک چہرہ سرخ ہو گیا سو آپ کہتے ہو اور اپنے ہاتھ لگو کر چ ڈالا سو فرمایا کہ بے شک جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب مناجات اور عرض ہے یعنی قرآن و تسبیح اور ذکر وغیرہ پڑھتا ہے اور یا رب اسکا اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے یعنی حاضر اور شاہد ہے سو کوئی آدمی کہہ ہمارے اپنے قبلہ کے سامنے نہ تھو کے و لیکن اپنی بائیں طرف یا بائیں پاؤں کو تلے پھر اپنے اپنی کمرے کی کنار کو پڑا اور بائیں ہاتھ کو سر کو مل لا اور فرمایا اس طرح کرے جیسے کہ بنے کیا ہے وف قبلہ کی طرف تھو کنا واسطے منع کہ نمازی خدا سے بڑھ کر تھو کرے اور خدا سامنے قبلہ کے سامنے ہے اور داہنی طرف فرشتے ہیں اگر نماز کے اندر تھوک آجادی تو پھر سے بین لید کر اور ہر کو مل لے اور بائیں پاؤں کے تلے تھو کے کا حکم جو فرمایا تو یہ حکم مسجد کے سوا اور جگہ کا ہے ایسے کہ آگے آجگا کہ مسجد میں تھو کنا ناہ ہے اور کفارہ اسکا اسکو دفن کر دینا ہے اور مناسب حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے حَلَّتِ ثَمَّ كُنْتُمْ بَعْدُ قَالَ نَا السَّعِيلُ بَرَّ جَعْفَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مُخَافَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى دُمِيَ فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَكَ يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ بِرُكْبَتِهِ أَوْ لَوْ رُكْبَتَهُ بَيْنَهُ وَيَبِينُ الْفُضْلَةَ فَلَا يُرْفِقُ أَحَدٌ كَرْتِمْ قَبْلَ قِبْلَتِهِ وَلَكِنْ عَرَفْتُمْ أَوْ خُفَّتْ فَلَمْ يَهْ نُفْ أَحَدٌ طَرَفَ رَدَّ آتِهِ فَبَصَقَ فِيهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا

۲۶۰

ترجمہ انس سے روایت ہے کہ مقرر حضرت صلوا علیہ وسلم نے مسجد کی قبلہ کی دیوار میں سینہ لگا ہوا دیکھا سو یہ دیکھنا آپ بہت خوشوار گندرا یعنی آپ غصہ سے یہاں تک کہ اس کا اڑا آپ کے چہرہ مبارک میں ظاہر ہوا یعنی ایک چہرہ سرخ ہو گیا سو آپ کہتے ہو اور اپنے ہاتھ لگو کر چ ڈالا سو فرمایا کہ بے شک جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب مناجات اور عرض ہے یعنی قرآن و تسبیح اور ذکر وغیرہ پڑھتا ہے اور یا رب اسکا اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے یعنی حاضر اور شاہد ہے سو کوئی آدمی کہہ ہمارے اپنے قبلہ کے سامنے نہ تھو کے و لیکن اپنی بائیں طرف یا بائیں پاؤں کو تلے پھر اپنے اپنی کمرے کی کنار کو پڑا اور بائیں ہاتھ کو سر کو مل لا اور فرمایا اس طرح کرے جیسے کہ بنے کیا ہے وف قبلہ کی طرف تھو کنا واسطے منع کہ نمازی خدا سے بڑھ کر تھو کرے اور خدا سامنے قبلہ کے سامنے ہے اور داہنی طرف فرشتے ہیں اگر نماز کے اندر تھوک آجادی تو پھر سے بین لید کر اور ہر کو مل لے اور بائیں پاؤں کے تلے تھو کے کا حکم جو فرمایا تو یہ حکم مسجد کے سوا اور جگہ کا ہے ایسے کہ آگے آجگا کہ مسجد میں تھو کنا ناہ ہے اور کفارہ اسکا اسکو دفن کر دینا ہے اور مناسب حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے حَلَّتِ ثَمَّ كُنْتُمْ بَعْدُ قَالَ نَا السَّعِيلُ بَرَّ جَعْفَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مُخَافَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى دُمِيَ فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَكَ يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ بِرُكْبَتِهِ أَوْ لَوْ رُكْبَتَهُ بَيْنَهُ وَيَبِينُ الْفُضْلَةَ فَلَا يُرْفِقُ أَحَدٌ كَرْتِمْ قَبْلَ قِبْلَتِهِ وَلَكِنْ عَرَفْتُمْ أَوْ خُفَّتْ فَلَمْ يَهْ نُفْ أَحَدٌ طَرَفَ رَدَّ آتِهِ فَبَصَقَ فِيهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا

مَا لَكَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بُصَاقًا فِي
 جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُبْصِلُ فَلَا يَبْصُقْ قَبْلَ أَنْ يَحِبَّ
 فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَبْلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى تَرْجُمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَوَيْتُ عَنْ مَقْرٍ حَضَرَ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ فِي يَوْمٍ مِنْ يَوْمِ لَكَ وَبِهَا مَوَاسِكُ كَهْرَجٍ ذَالِ الْأَيَّامِ لَوْ كُنَ فِي طَرَفٍ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ
 تَمَّ مِنْ سَعَى كَوْنِي نَازِلًا بِهَا مَوْتًا بِسَنَةِ مَنْ هُوَ كَيْسِيَّةٌ كَوْنِي نَازِلًا بِهَا مَوْتًا بِسَنَةِ مَنْ هُوَ كَيْسِيَّةٌ كَوْنِي نَازِلًا بِهَا مَوْتًا بِسَنَةِ مَنْ هُوَ كَيْسِيَّةٌ
 أَسْكَرَ مَنْ هُوَ كَيْسِيَّةٌ فَانْصَرَفَ مِنْ هَذِهِ الْحَدِيثِ الْمَعْلُومِ بِمَا كَيْسِيَّةٌ فِي طَرَفٍ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ
 مِنْ يَوْمٍ يَوْمًا هُوَ فَاصْكِرْ نَازِلًا كَيْسِيَّةٌ يَوْمَ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ مِنْ يَوْمٍ يَوْمًا هُوَ فَاصْكِرْ نَازِلًا كَيْسِيَّةٌ
 مَا لَكَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ رَأَى فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فُحَاطًا أَوْ بُصَاقًا أَوْ خُفَامَةً فَحَكَّهُ تَرْجُمُهُ عَائِشَةُ رَوَيْتُ عَنْ مَقْرٍ
 حَضَرَ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ فِي يَوْمٍ مِنْ يَوْمِ لَكَ وَبِهَا مَوَاسِكُ كَهْرَجٍ ذَالِ الْأَيَّامِ
 مَنَابِتُ أَنْ هَذِهِ الْحَدِيثِ الْمَعْلُومِ بِمَا كَيْسِيَّةٌ فِي طَرَفٍ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ مِنْ يَوْمٍ يَوْمًا هُوَ فَاصْكِرْ
 نَازِلًا كَيْسِيَّةٌ يَوْمَ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ مِنْ يَوْمٍ يَوْمًا هُوَ فَاصْكِرْ نَازِلًا كَيْسِيَّةٌ
 وَأَزْكَانَ يَدَا أَفْلَاكَيْنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَزَلَ كَمَا كَرَّ تَرْجُمُهُ بِرِجْلَيْهِ أَوْ تَرْجُمُهُ بِرِجْلَيْهِ أَوْ تَرْجُمُهُ بِرِجْلَيْهِ
 اسكو پانی سے دھو ڈال اور اگر خشک ہو تو دھونے کی کچھ حاجت نہیں فان اس حدیث سے معلوم ہوا
 کہ اگر ترمیمی جیسے بول وغیرہ جوتی کو لگ جاوے تو سوادھونے کو پاک نہیں ہوتی ہے بلکہ پھر چھوڑ دینا چاہیے
 کہ اور جن حدیثوں میں دھونے کا ذکر ہے وہ خشک لمبیدی پر معمول ہیں اور اس حدیث میں اشارہ ہے
 اس طرف کہ منع کی علت غرض تعظیم قبلہ کی ہے نہ محض ایذا یا نا اسیلئے تر او خشک من کچھ فرق نہیں بخلاف
 اسکے جہاں علت محض لمبیدی ہے اس میں خشک من کچھ نقصان نہیں ہے حدیث ثانی میں ہے
 قَالَ أَذْأَبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ فَا بَرُّ شَهَابٍ عَنْ جَدِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ سَمِعَهُ وَأَبَا سَعِيدٍ
 حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى خُفَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاولَ حِصَاةً
 فَحَثَّهَا فَقَالَ لَا تَحْتَمِ أَحَدُكُمْ فَلَا يَحْتَمِ قَبْلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَا عَنْ شِمَالِهِ وَلَا عَنْ يَدَيْهِ
 حَتَّى يَكُونَ قَدَمُهُ الْيُسْرَى تَرْجُمُهُ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ خَدْرَجِي رَوَيْتُ عَنْ مَقْرٍ حَضَرَ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ مِنْ يَوْمِ لَكَ وَبِهَا مَوَاسِكُ كَهْرَجٍ ذَالِ الْأَيَّامِ لَوْ كُنَ فِي طَرَفٍ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ
 تَمَّ مِنْ سَعَى كَوْنِي نَازِلًا بِهَا مَوْتًا بِسَنَةِ مَنْ هُوَ كَيْسِيَّةٌ كَوْنِي نَازِلًا بِهَا مَوْتًا بِسَنَةِ مَنْ هُوَ كَيْسِيَّةٌ
 أَسْكَرَ مَنْ هُوَ كَيْسِيَّةٌ فَانْصَرَفَ مِنْ هَذِهِ الْحَدِيثِ الْمَعْلُومِ بِمَا كَيْسِيَّةٌ فِي طَرَفٍ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ
 مِنْ يَوْمٍ يَوْمًا هُوَ فَاصْكِرْ نَازِلًا كَيْسِيَّةٌ يَوْمَ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ مِنْ يَوْمٍ يَوْمًا هُوَ فَاصْكِرْ نَازِلًا كَيْسِيَّةٌ
 مَا لَكَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ رَأَى فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فُحَاطًا أَوْ بُصَاقًا أَوْ خُفَامَةً فَحَكَّهُ تَرْجُمُهُ عَائِشَةُ رَوَيْتُ عَنْ مَقْرٍ
 حَضَرَ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ فِي يَوْمٍ مِنْ يَوْمِ لَكَ وَبِهَا مَوَاسِكُ كَهْرَجٍ ذَالِ الْأَيَّامِ
 مَنَابِتُ أَنْ هَذِهِ الْحَدِيثِ الْمَعْلُومِ بِمَا كَيْسِيَّةٌ فِي طَرَفٍ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ مِنْ يَوْمٍ يَوْمًا هُوَ فَاصْكِرْ
 نَازِلًا كَيْسِيَّةٌ يَوْمَ تَوَجَّهَ بِهَا سَوْفَرٌ يَأْكُرُ مِنْ يَوْمٍ يَوْمًا هُوَ فَاصْكِرْ نَازِلًا كَيْسِيَّةٌ
 وَأَزْكَانَ يَدَا أَفْلَاكَيْنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَزَلَ كَمَا كَرَّ تَرْجُمُهُ بِرِجْلَيْهِ أَوْ تَرْجُمُهُ بِرِجْلَيْهِ أَوْ تَرْجُمُهُ بِرِجْلَيْهِ

مختلف روایات میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف ہے

۲۶۲

حضرت مسلم علیہ وسلم کا کہہ کر ڈالنا واسطے جگہ پاک کرنے کے تہا واسطے صاف کرنے کو امام بخاری کی غرض اس سے اس منہب کو ثابت کرنا ہے اور احتمال ہے کہ بخاری کی غرض اس منہب کو باطل کرنے کے لیے اور یہی احتمال ہے کہ امام بخاری کی ایک حدیث کو کئی طریق بیان کرنے کی ہوا سیلے کہ یہ اس کی عادت ہے کہ ایک حدیث کو کئی بار دوہرا کرتا ہے لیکن اس کی سند دوسری ہوتی ہے سو جو لفظ حدیث میں واقع ہو اسی لفظ سے ترجمہ باندھتا ہے اور اس سے فقط غرض یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کی بہت طریق ہیں اور بہت سی ہستی سندوں سے آئی ہے اور اس وجہ سے بخاری کی مشکل حکمین حل ہو جاتی ہیں اور یاد کیا کہ اس باب اور سابق باب میں فرق ہے ایسے کہ مخاطب اس کو کہتے ہیں جو جرم دار اور لمبیاد ہو پس اس کو ہتھوکنے میں تخلف کرنی پڑتی ہے اور اس باب میں مخاطب کا لفظ ہے اور حدیث میں مخاطب کا لفظ ہے سو وہ حقیقت ان دونوں کے فرق نہیں پس اسی وجہ سے یہ حدیث ترجمہ سے مناسب ہو کہ اب لا یَبْصُقُ عَنْ قَبْلِهِ فِي الصَّلَاةِ نمازیں جب کوئی کہہ مار کے ہو کے تو اپنے دلہنے نہ ہو کے بلکہ بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے تلے ہو کہ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَبْرِ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ عُرْفَيْلٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ شَاهِبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مُخَاطَبًا فِي حَائِطِ السُّجُودِ فَتَنَاولَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِصَاةً فَحَمَّاهَا ثُمَّ قَالَ إِذَا انْتَحَمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَنْتَحِمُ قَبْلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ قَبْلِهِ وَلَا يَبْصُقُ عَنْ نِيسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ الْيُسْرَى ترجمہ اس حدیث کا کہی بار گزر چکا ہے حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفُلَنَّ أَحَدُكُمْ رَيْنَ بَكَتِهِ وَلَا عَنْ قَبْلِهِ وَلَكِنْ عَنْ نِيسَارِهِ أَوْ تَحْتَ رِجْلَيْهِ الْيُسْرَى ترجمہ انس سے روایت ہے کہ حضرت مسلم علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے کہہ مار کے یا نمنہ کے سامنے نہ ہو کے اور نہ اپنے دلہنے ولیکن اپنی بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے تلے ہو کے ف اس باب کا مطلب پہلے پاؤں میں آچکا ہے اب اس باب کو دوبارہ لانے کی غرض یہ ہے کہ جو بعض حدیثوں میں اپنے آگے اور دامن کی طرف ہتھوکنے کی طعن ممانعت آئی ہے وہ مقدمہ ساتھ حالت نماز کے یعنی ہونکنا فقط نماز کی حالت میں منع ہے نماز سے باہر آگے اور دامن کی طرف ہونکنا منع نہیں جیسے کہ آئندہ باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور یہ امام بخاری کی اکثر عادت ہے کہ بہت جگہ حدیث باب سے ترجمہ معلوم نہیں ہوتا ولیکن اس ترجمہ سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ اس حدیث کے بعض طریقوں سے ثابت ہے امام بخاری نے کہا کہ آگے اور دامن کی طرف ہونکنا ہر حال میں منع ہے خواہ نماز میں ہو یا باہر مسجد میں ہو یا باہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر بائیں طرف کوئی آدمی ہو تو نہ بائیں ہتھو

نہ دہنے لیکن پاؤں کو تلے یا کپڑے میں اور اگر پاؤں تلے کوئی فرش ہو تو فقط کپڑے میں تھو کے اور اگر کپڑا
 موجود نہ ہو تو تھوک کو نکل جاوے اور نیز حدیث ابو سعید اور ابو ہریرہ کی جو بیان کر رہا ہے تو اسکی سند درست
 ہے اور صرف اتنی ہی معایت کافی ہے جیسے کہ ہم کسی بار اس پر تنبیہ کر چکے ہیں **بَابُ لَيْبُصْنِ عَنْ**
يَسَّارَةَ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ الْيَسْرَى چاہیے کہ اپنی بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے تلے تھوک کے **حَدَّثَنَا**
أَدَمُ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَاقَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ الْكُوفِينَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَأَمَّا يُتَابَعِي رَبَّهُ فَلَا يَبْرُقُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَا عَنْ
عَنْ يَسَّارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے **حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ**
نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصَرَ
خُتَمَةً فِي قَبْلِ السَّجْدَةِ فَحَكَّمَهَا بِحَصَاةٍ ثُمَّ لَفَى أَنْ يَبْرُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ عَنْ يَمِينِهِ
وَلَكِنْ عَنْ يَسَّارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ الْيَسْرَى وعن الزُّهْرِيِّ سَمِعَ مُحَمَّدًا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
 نَحْوَهُ **ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے** دوبار اس حدیث کو لانے سے امام بخاری کا مطلب یہ کہ سنا
 زہری کا تیسرے ثابت ہے پہلے طریقوں میں یہ حدیث مضاعف ہے اُس میں جامع کا ذکر نہیں اور نیز یہ سند بھی
 دوسری سے پس اتنا ہی فرق کافی ہے **بَابُ كَقَارَةِ الْبَرَقِ فِي السَّجْدَةِ** مسجد میں تھوکنے کے لغزہ
 کا بیان **حَدَّثَنَا أَدَمُ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَاقَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ**
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرَقُ فِي السَّجْدَةِ خَطِيئَةٌ وَكَقَارَتُهَا دَفْنُهَا ترجمہ اس سے روایت ہے
 کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکرنا گناہ ہے اور اسکو مٹی سے دبا دینا اس گناہ کا آٹا ہے
 و **فَإِنْ مَنَى سَوْدًا** دینا اسوقت ہو جبکہ مسجد میں خاک ہو اور اگر مسجد تنگین ہو یا اُس میں گچ لگی ہو تو تھوک کر پڑنا
 ڈالنا چاہیے اور بعضوں نے کہا کہ مسجد میں تھوکرنا اس شخص کو جائز ہے جو کسی عذر سے مسجد سے باہر نکلنے
 کی طاقت نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اسکو دفن کر دے اور جبکہ کوئی عذر نہ ہو اسکو مسجد میں تھوکرنا جائز نہیں ہے واللہ اعلم
بَابُ دَفْنِ الْخُتَمَةِ فِي السَّجْدَةِ مسجد میں سینہ ڈالنے کو دفن کر کے کا بیان **حَدَّثَنَا**
إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْصُقْ أَمَامَهُ فَإِنَّهُ فَإِمَّا يُتَابَعِي اللَّهُ مَا جَاءَ فِي مَصَلَاةٍ
وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنْ عَرِثَتْ يَمِينُهُ مَلَكًا وَلَا يَبْصُقْ عَنْ يَسَّارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ **ترجمہ ابو ہریرہ**
 سے روایت ہے کہ جب کوئی نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھو کے اسلئے کہ نمازی خدا سے
 عرض عرض کرتا ہے جب تک کہ اپنی نمانگی جگہ نہیں رہے اور نہ اپنے دل سے تھو کے اسلئے کہ اسکی داہنی طرف

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

فرشتہ ہو اور چاہیے کہ اپنی بائیں طرف یا اپنے بائیں پاؤں کے تلے تہوکے اور سکو مٹی سے و بادو
 ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں تہوکے دفن کرنا جائز ہے اور یہی وجہ سے مناسبت مسجد میں تہوکے
 ترجمہ پہلے باب میں کفار کا ذکر کیا اور اس باب میں دفن کا ذکر کیا تو شاید غرض یہ ہے کہ پہلے باب میں
 وہ شخص مراد ہے جو جانکر بلا حاجت مسجد میں تہوکے اور اس باب میں وہ شخص مراد ہے جسے تہوکے غلبہ ہو
 سو پہلے کو گناہ ہے اور دوسرے کو گناہ نہیں ہے کاب اذ ابدا دہ البراق فلیاخذ بطرفینہ
 جب تہوکے قلبہ کرے اور اسکو روکن سکے تو اپنے کپڑے میں لپیٹ کر کہتا ہے کہ تہوکے قلبہ کرنا
 نازھیکو قال تاحمید عن انس بن مالک ان الیسی صلی اللہ علیہ وسلم راہی غمامہ فی الشجر
 حکمنا بیکہ وروی عنہ کہ اھیہ او مہی کہ اھیہ لذلک وروی عنہ علیہ فقال ان احکمکم
 اذا قام فی صلوٰۃ فاما یناجی ربہ اور ربہ ینبئہ ویبزی فی قلبہ فلا یزقن فی قلبہ ولیکن جہنما
 اوحت قدومہ ثم اخذ طرف رداءہ فبزی فیہ ودد بعضہ علی بعض قال او یفعل
 ہکذا ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اسکی سند دوسری ہے ف اس
 حدیث میں تہوکے قلبہ کرنے کی قید مذکور نہیں بلکہ بلا غلبہ کرنے کی بھی تہوکنا جائز معلوم ہوتا ہے
 سو امام بخاری نے اپنی عادت کو موافق اس باب بنا دینے سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کو بعض
 طریقوں میں تہوکے قلبہ کرنے کی قید مذکور ہے چنانچہ صحیح مسلم میں یہ لفظ صیرا آچکا ہے اور اس حدیث سے
 ثابت ہوتا ہے کہ حسن وقوع چیز کا شرع سے ثابت ہونا ہے اسلئے کہ وہاں کو بائیں پر فضیلت
 اور نہ تہوکے پاؤں پر فضیلت ہو اور یہ کنیکون کو بہت جمع کرنا چاہئے اگر آدمی بڑا ہی بزرگ ہو اسلئے کہ
 حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماہر سے تہوکے کو کپڑے میں ڈالا اور اس حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ تہوکے
 سینٹہ پاک ہو اسلئے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے میں تہوکے کو مل ڈالا اور غلبہ کے وقت کپڑے
 میں تہوکے کو لپیٹنے کا حکم فرمایا پس اگر تہوکے پاک ہوتے تو کپڑے میں لپیٹنے کا حکم فرماتے اور نہ آپ کرتے غلام
 اگر نماز کی حالت میں تو بطریق اولے جائز ہوتا جاتے عظمۃ الامام الناس فی اتمام الصلوٰۃ
 و ذکرہ القبلا نام کا لوگوں کو تمام کرنے نماز کی نصیحت کرنا اور بیان قبلہ کا حاکم عبد اللہ
 بن یوسف قال اذا مالک عن ابی الزناد عن الامام عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم قال هل ترون فی قلبکھما فواللہ ما یخفی علی خستہما ولا کو علمک انی لا اراکم
 من وراء ظہری ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دیکھتے ہو کہ میں
 ادھر ہے یعنی تم گمان کرتے ہو کہ میں نماز میں تمہارے کاموں کو نہیں دیکھتا ہوں صرف اگے کی طرف دیکھتا ہوں

شہینہ سے مسجد نبی رزق تک حد مقرر کر کے گھوڑہ دوڑی سو اس میں بیٹھی اپنے ساتھی سے اگے بڑھ گئے اور
 اس طرح گھوڑہ دوڑ کر نبی شریع میں جائز ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کو بانی یا متولی وغیرہ کی طرف نسبت
 کرنا اور یہ کہنا کہ یہ مسجد فلا نے شخص مثلاً زید یا عمرو کی ہے جائز ہے اور غرض اس سے رو کرنا ہے ابراہیم
 نحی کے قول کو کہ وہ کسی کی طرف نسبت کرنے کو مکروہ کہتا ہے باب الْقِسْمَةِ وَتَعْلِيقِ
 الْقِنُوفِ السَّجْدِ مسجد میں مال تقسیم کرنے اور کجور کے کچھ شکانے کا بیان یعنی جائز ہے وَقَالَ أَبُو
 عَبْدِ اللَّهِ الْقِنُوفُ الْعَذَقُ وَالْأَنْثَانُ قِثْوَانٌ وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِثْوَانٌ مِثْلُ حُنَيْنٍ وَصَنْوَانٍ یعنی امام
 بخاری نے کہا کہ قِثْوَانُ کا معنی عذق ہے یعنی خوشہ کجور کا اور قِثْوَانُ صِنْفٌ واحد کا ہے اور شہینہ کا قِثْوَانُ ہے
 اور جمع بھی قِثْوَانٌ ہر مثل صِنْفٌ اور قِثْوَانُ کا یعنی اسکا تثنیہ اور جمع ایک زن پر آتا ہے ف چونکہ قِثْوَانُ کا
 لفظ ہے اور یہاں اسکا ذکر کیا تھا اسے امام بخاری نے اسکا معنی بیان کر دیا وَقَالَ ابْرَاهِيمُ یعنی ابْنُ
 طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّالٌ مِنَ
 الْيَمَنِيِّنَ فَقَالَ اَتَرَوْهُ فِي السَّجْدِ وَكَانَ الْكُرْمَالُ اَتَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنْ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ تَجَلَّسَ اِلَيْهِ
 فَمَا كَانَ يَرَى احَدًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِذَا جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَعْطِنِي فَاَنْتَ
 نَفْسِي فَاَدْبَتْ عَقِيلاً فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ مَعْنَايَ نَوِيهِ ثُمَّ
 ذَهَبَ بِعَلَّةٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَمْرُ بَعْضُكُمْ بِرَفْعَةِ اِلَى قَالَ لَا قَالَ فَاَرْفَعُهُ اَنْتَ
 عَلَيَّ قَالَ لَا فَمَنْزَمِنَهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِيْلُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَمْرُ بَعْضُكُمْ بِرَفْعَةِ اِلَى قَالَ لَا
 قَالَ فَاَرْفَعُهُ اَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَمَنْزَمِنَهُ ثُمَّ اَحْمَلَهُ فَالْقَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا
 نَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَيْبُهَا بَصَرُهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَابًا مِّنْ حِرْصِهِ فَمَا
 قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَمَتْ مِنْهَا جِدْعُهُمْ ثُمَّ رَجَعْنَا مِّنْ رَّجْمِ النَّاسِ مِنْ رَّوَايَتِ ابْنِ جُرَيْجٍ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْفَ يَأْسُ بَعْرُكُ مَا لَا يَأْكُلُ سَوْفَا يَأْكُلُ سَوْفَا يَأْكُلُ سَوْفَا يَأْكُلُ سَوْفَا يَأْكُلُ سَوْفَا يَأْكُلُ سَوْفَا يَأْكُلُ سَوْفَا
 اسد علیہ السلام کے پاس لایا گیا سو حضرت اسد علیہ السلام نماز کے لیے باہر آئے اور اس کی کچھ خیال نہ کیا سو جب آپ نماز
 ادا کر کے تو اس مال کو پاس تشریف لائے اور اس پاس بیٹھ گئے (اور تقسیم کرنے لگے) سو آپ جس شخص کو کچھ
 تھے اسکو کچھ دیتے تھے کہ ناگاہ حضرت عباسؓ لائے سو اسے کہا کہ یا رسول اللہ مہکوپہی اس مال سے پوچھ لیجیے
 اس لیے کہ مقرر میں بدل دیا تا اپنی جان کا اور بدل دیا تھا عیقل کا دن بدر کو جبکہ ہم قید ہو کر آئے تھے یعنی اپنے
 اسدن بہت مال خرچ کیا تھا یا میں اس کے سبب بہت قرضدار ہو گیا ہوں سو حضرت اسد علیہ السلام نے اسکو

فرمایا کہ جس قدر تو اٹھا سکے وہی مال اٹھا لے سوائے دو نو ہاتھوں سے بہرہ بردار مال کو اپنے کپڑے میں ڈالا پھر
اسکو اٹھانے لگا سو نہ اٹھا سکا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ کسی کو فرمائیے کہ مجھ کو مال
اٹھانے میں مدد دیجئے آپ نے فرمایا میں کسی کو نہیں کہیں گا عباسؓ نے کہا کہ تم آپ ہی اٹھا کر میرے سر پر رکھ
دو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں اٹھاؤں گا سو عباسؓ نے اس سے کچھ مال نکال ڈالا تاکہ
بوجھ ہلکا ہو جاوے پھر اٹھانے لگا سو پھر بھی اٹھا سکا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا
کسی کو فرمائیے کہ مجھ کو یہ بوجھ اٹھا دو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کسی کو نہیں کہیں گا اس نے
کہا کہ تم آپ ہی اسکو اٹھا کر مجھ پر رکھ دو آپ نے فرمایا نہ سو عباسؓ نے اس کچھ مال اور نکال ڈالا پھر اسکو اٹھا دیا
اور اپنی پیٹھ پر ڈال لیا پھر وہاں سے چلا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو ہمیشہ دیکھتے رہے یہاں تک کہ انہ
سے چپکے اس کی حرص سے تعجب کرنے کو لیے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اسی وقت کھڑے
ہو کر جبکہ وہاں ایک رسم بھی نہ پڑے یہ مال کوۃ کا نہیں تھا ایسے کہ اگر زکوۃ کا مال ہوتا تو حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم عباسؓ کو نہ دیتے ایسے کہ زکوۃ بنی ہاشم پر حرام ہے بلکہ یہ مال خراج کا تھا جو سب پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا اور بحرن ایک شہر کا نام ہے نزدیک عمان کے اور ایک روایت میں آتا
ہے کہ یہ مال لاکھ درہم تھا اور درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے سو جب وہ مال آیا تو آپ نے فرمایا کہ
اسکو مسجد میں بکھیر دو پھر اسکو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور عباسؓ کو فرمایا کہ جس قدر اٹھا سکے اس مال سے
اٹھا لے سو وہ جس قدر اٹھا سکا اٹھا لیا اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مال خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق
تھا یا اسکو تقسیم کرنا آپ کی رائے پر موقوف تھا ایسے کہ اپنے عباسؓ کو زیادہ دیا اور تقسیم میں کمی بیشی
کی ورنہ اسکو بابر دینا چاہیے تھا اور اس حدیث معلوم ہوا کہ زکوۃ اور صدقہ اور خراج اور غنیمت وغیرہ کو مال
جس میں سب مسلمان شریک ہوں مسجد میں کہنا اور میں ہاتھنا جائز ہے اور یہی وجہ سے مناسبت حدیث کی
ترجمہ سے لیکن بشرط یہ ہے کہ نماز پڑھنے کو مانع نہ ہو اور دوسری خبر ترجمہ کی ہے مسجد میں گھبراہٹ کا اس حدیث
سے ثابت نہیں ہوتا ولیکن نام بخاری نے اسکو تقسیم مال پر قیاس کیا ہے ایسے کہ مسجد میں مال کہنا محتاج
کے لیو تھا سو وہ معنی سمجھا لٹکانے میں بھی موجود ہے یا اس ترجمہ سے اشارہ کر دیا کہ اسباب میں حدیث کی
ہے ولیکن چونکہ اسکی شرط پر نہیں مٹی اس کتاب میں لایا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز سے لوگوں
کو فائدہ پہونچے اسکو مسجد میں کہنا جائز ہے جیسے کہ پیاس کے لیو پانی رکھنا کتاب میں درج ہے لَطْعَامُ فِي
الْمَسْجِدِ وَمِنْ أَجَابِ مَنْهُ مَسْجِدُكَ اَنْدَرُ كَسَى كَى دَعْوَتُكَ اَنْدَرُ دَعْوَتُكَ اَنْدَرُ دَعْوَتُكَ اَنْدَرُ دَعْوَتُكَ اَنْدَرُ
نَهْنِمْ سَحْلًا تَنَا عَبْدًا لِّلّٰهِ يُوْسُفُ قَالَ اَمَّا مَالُكَ عَنْ اَسْحَاقَ بْنِ عَمْبَلٍ لِّلّٰهِ اَنَّهُ لَمْ يَمْنَعْ اَنْسَا

فصلیٰ رکعتین ترجمہ عثمان بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم اس کے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرا نماز پڑھنا جو کج ہے پسند ہو عثمان نے کہا کہ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا یعنی مسجد میں اپنی نماز پڑھئے سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کی اور ہم صف باندھ کر آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے سو آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی پھر عثمان ایک صحابی تھا اور اندھا ہو گیا تھا مسجد میں نہیں آ سکتا تھا سو اس نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ میرے گھر میں تشریف لاؤ اور ایک جگہ میرے واسطے مقرر کر دو اور آپ بھی وہاں نماز پڑھو تاکہ میں تبرک کیلئے اس جگہ نماز پڑھا کر دن سو اس واسطے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسے پوچھا کہ جبکہ تجھ کو پسند ہے اسی جگہ میں نماز پڑھوں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں کو دعوت کنندہ کے گھر میں ہر جگہ نماز پڑھنی جائز ہے اور حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ایسے اذن لیا کہ گھر والے کو آپ کی نماز کی جگہ سے تبرک حاصل کرنا مقصود تھا ایسے اپنے اس سے اس جگہ کی تخصیص جو جیسی پس ہی وہ ہے مناسب ہے

کی ترجمہ سے باب المسک جلد فی البیوت گھر میں مسجد بنانے کا بیان یعنی جائز ہو وکلاً الذی ابن عذیب فی مسجد فی دارہ جماعۃ یعنی برابر بن عازب نے اپنی گھر کی مسجد میں جماعت کی نماز پڑھی

ف اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں نماز کے لیے مسجد بنانی جائز ہے حدیث تشریف آئی عن سعید بن عفیر قال ذالک قال حدیثی عن قتیبہ عن ابن شہاب قال أخبرنی محمد بن النبیج الانصاری ان عثمان بن مالک وهو من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شہد بدرا من الانصار انہ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ قد انکرت بصری فاذا اصاب لی قوی فاذا کان فی الاقطار سال الوادی بنی وبنیہم لہ استطع ان اتی مسجدہم فاصلى بحم وودد یا رسول اللہ انک تاتینى فاصلى فی بنی فالتخذ لہ مصلی قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سافعل ان شاء اللہ تعالیٰ قال عثمان فعدا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابتدوا بوجہہ ان رفع النہار فاستأذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا نزلت لہ فلیجلس جین دخل البیت نعم قال ابن ماجہ ان اصلى من بیتک قال فاشرك لہ الی فلیجئ من البیت فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر فقمنا فصففنا فصلی رکعتین ثم سلم قال وحسبناہ علی خزیرۃ صفھا

لہ قال کتاب فی البیت رجال من اهل الدار ذوو عداد فاجتمعوا فقال قائل منہم ابن مالک بن النخعی ابن الدخین فقال بعضهم ذلک منہم لا یحب اللہ ورسولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نقل ذلک الا و قد قل لا الہ الا اللہ یرید بذلک وجہ اللہ قال اللہ ورسولہ اعلم قال فواترنا وجہہ وضحیٰ الی الباقین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان اللہ عزوجل

قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّاسِ أَنْ يَكُونُوا كَاللَّهِ إِلَّا اللَّهُ يَتَّبِعِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ قَالَ أَبُو شَيْبَةَ نَحْنُ سَأَلْتُ لِمَ حَرَّمَ
 أَبُو حَنِيفَةَ أَنْ نَصَارِي وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سِرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ
 فَصَدَّقَ بِذَلِكَ تَرْجُمَةُ عُبَيْدَانَ بْنِ كَلْبٍ (یہ صحابی بدری ہیں) سے روایت ہے کہ وہ حضرت صلوات اللہ علیہ
 سلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت میں نے کہا ہے اندھا ہو گیا ہوں مجھ کو نظر نہیں آتا ہے اور میں اپنی
 قوم کا امام ہوں سو جب میں ہر ستا ہی تو پانی کا نالا میرا اور ان کے درمیان رہتا ہے سو میں نہیں طاقت
 رکھتا کہ ان کی مسجد میں جاؤں اور انکو نماز پڑھاؤں سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے
 گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو جائے نماز ٹھہراؤں اور ہمیشہ اس جگہ میں نماز پڑھا کروں سو حضرت
 اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا کہ انشاء اللہ ایسا کروں گا یعنی تیرے گھر میں آؤں گا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم
 اور ابو بکر الصدیق دوسرے دن چاشت کر وقت میرے پاس تشریف لائے سو ہم نے آپ
 آنے کے لیے افون چاہا سو میں نے آپ کو افون دیا سو جب آپ گھر کے اندر تشریف لائے تو ابھی بیٹھے نہ تھے کہ
 فرمایا کہ میرا نماز پڑھنا مجھ کو اپنے گھر میں کس جگہ پسند آتا ہے اُس نے کہا سو میں نے آپ کو گھر کی ایک طرف اشارہ
 اشارہ کیا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے گھر سے ہوئے اور بیکسر گئی سو ہم بھی گھر سے ہوئے اور آپ کو چھپے
 صف بندی سو اپنے دو رکعتیں نماز پڑھی پھر سلام کہی عُبْدَانَ نے کہا کہ تم نے آپ کو خزیرہ کو کہا ہے پر
 روک کہا جسکو ہم نے آپ کے واسطے تیار کیا تھا عُبْدَانَ نے کہا کہ محلہ کے چند آدمی وہاں جمع ہوئے کسی
 نے انہیں سے کہا کہ مالک بن خشن کہاں ہے یعنی وہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کی خبر شنکر کیوں نہیں حاضر
 نہیں ہو سو انہیں سے بعضوں نے کہا کہ وہ منافق ہے خدا اور رسول سو محبت نہیں رکھتا ہے سو اسے
 نہیں آیا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے شنکر فرمایا کہ ایسا مت کہو کیا تو نے اسکو نہیں دیکھا کہ مقبرہ پر
 لا الہ الا اللہ کہا ہے واسطے چاہئے رضا مندی اللہ کے سو اس شخص نے کہا کہ اللہ اور رسول اسکا زیادہ جانتے
 والا ہے اور اُس نے کہا کہ تحقیق تم تو جہ اور خیر خواہی۔ منافقوں کی طرف دیکھتے ہیں یعنی وہ منافقوں
 کی خیر خواہی بہت کرتا ہے سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حرام کر دیا ہے اگ پر اس شخص کو
 جو کہے لا الہ الا اللہ یعنی نہیں کوئی معبود برحق سو اخل کے چاہتا ہو ساتھ اس کے رضا مندی اللہ کی
 ف خزیرہ اس کہانے کو کہتے ہیں کہ پہلے گوشت کو قیمہ کر کے پکاتے ہیں جب وہ خوب گل جاوے تو آٹا
 آٹا ملا دیتے ہیں پس وہ بہت عمدہ ہو جاتا ہے اور حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے مالک بن خشن کی شہادت
 اور نفاق سے بری ہونے کی تصدیق ہو واسطے کی کہ آپ کو وحی سے معلوم ہوا تھا یا یہ کہ خدا تعالیٰ نے بدروگوں
 کے سب گناہ بخش دی ہیں پس اُن سے نفاق نہیں ہو سکتا ہی پس اس حدیث معلوم ہوا کہ گہروں میں نماز

کے لیے مسجد بنانا جائز ہے ایسے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو گھر میں نماز کے لیے ایک گاہ مقرر کر دی اور اسی کو مسجد کہتے ہیں اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوئے ہیں ایک یہ کہ اندر سے امانت جائز ہے اور یہ کہ مدینہ میں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے سوا اور بھی کئی مسجدیں تھیں اور یہ کہ اندر سے اور دیندہ کی غرض سے جماعت ترک کرنا جائز ہے اور یہ کہ ایک گاہ نماز کے لیے مقرر کر کہی جائز ہے اور جو حدیث کہ مسجد میں ایک خاص جگہ معین کر رکھنے کی ممانعت میں آئی ہے وہ معمول ہے رہا پیر اور یہ کہ صفوں کو برابر کرنا چاہیے اور یہ کہ بغیر جگہ میں جا کر امانت کرانے کی ممانعت کا عموم مخصوص اس کے لیے جب کہ زائر امام عظیم ہو ایسے کہ اس کی امانت کر وہ نہیں ہے اور اس میں طرح جسکو گھر والا اذن دے اور یہ کہ جبکہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی یا چلے ہیں اس جگہ سے متبرع حاصل کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر کوئی چوڑے کی دعوت قبول کرنی جائز ہے اور یہ کہ وعدہ کو وفا کرنا چاہیے اور یہ کہ دعوت کمنندہ سے گھر میں داخل ہونے کے لیے اذن لینا چاہیے اور یہ کہ جب کوئی امام یا عالم محمد میں کسی کے گھر میں تو اہل محلہ سب مانع ہوں تاکہ اس سے کوئی مسئلہ پوچھیں اور فائدہ اٹھائیں اور یہ کہ جس شخص سے دین میں فساد گمان ہو اس کو امام کے نزدیک نہ کر کرنا اور لوگوں کو خبر دینا جائز ہے اور یہ غیبت نہیں اور یہ کہ جو جماعت بلا غلبہ غائب ہو اس کو تلاش کرنا چاہیے اور یہ کہ زبان سے کلمہ پڑھنا کچھ فائدہ نہیں دیتا ہے جب تک کہ دل میں یقین نہ ہو اور یہ کہ جو شخص توحید پر مر جاوے وہ آگ میں ہمیشہ نہیں ہے گا بلکہ کچھ مدت عذاب بہت کر بہشت میں داخل ہوگا اور یہ کہ جو کام آئندہ کرنا ہو اس میں انشاء اللہ کرنا چاہیے **بَابُ التَّيَمُّنِ فِي دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ** مسجد کے اندر داخل ہونے کے وقت اور غیر کام میں دامنے بطور مسرت و کر کے کا بیان **وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرَجُلِهِ الْيَمْنِيِّ فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرَجُلِهِ الْيُسْرِيِّ** یعنی ابن عمر جب مسجد میں داخل ہونا چاہتے تھے تو پہلے دائیں پاؤں کو داخل کرتے اور جب مسجد سے نکلتا چاہتے تو پہلے بائیں پاؤں کو نکالتے **حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَاسِبَةُ عَنْ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَرْثُودٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخِيْتُ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طُحُورِهِ وَتَرْجُلِهِ وَتَنَعُّلِهِ** ترجمہ عائشہ رضی عنہا روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو پسند آتا تھا وہ اپنی طرف سے شروع کرنا پسند کیا سب کاموں میں چپان تک طاقت رکھتے پاکی کرنے میں اور کنگلی دینے اور جو تا پہننے میں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت اور وضو وغیرہ میں دامنہ طرف سے شروع کرنا سنت ہے و لیکن پانچاؤں میں داخل ہونے کے وقت اور مسجد سے نکلتے کے وقت اور متجا کرنے کے وقت اور ناک چھڑانے کے وقت دامنہ طرف سے شروع کرنا جائز نہیں ہے **بَابُ هَلْ يُنْبَشُّ قَبْرُ مَوْتٍ** کے

اور اس کی امانت بھی جائز ہے

قیامت میں بدترین خلق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت ہوا تو ایک بی بی نے حبش کے عبادت خانے کی تعریف کی یعنی اگر حکم ہو تو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بھی ویسا ہی بنایا جاوے تب حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی کہ وہی لوگ بڑا کرتے ہیں تم میری قبر کو مسجد کا نہ بنانا اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد کہتے تھے اور انکی تعظیم کرتے تھے اور انہیں مسجدین بنا کر انکی طرف نماز پڑھتے تھے اسیلئے اللہ نے لعنت کی اور ستمناؤں کو اس سے منع کر دیا پس سب لعنت کا صرف یہ ہے کہ ان قبروں پر مسجد بنائے سوائے قبروں کی تعظیم مقصود اور ظاہر ہے کہ کافروں کی قبروں کی جگہ مسجد بنائے سوائے قبروں کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس سے ان کی لعنت ہوتی ہے یہی میں داخل ہو گا پس جائز ہو گا اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی ترجمہ سے

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَادِثِ عَنْ أَبِي الشَّيْحِ عَنْ أَبِي بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ عَلَى الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ دَأَفَاكَمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي الْحَارِثِ فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِينَ الشُّيُوفَ فَكَانُوا يَنْظُرُونَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِرْحَلَةٍ وَأَبُو بَكْرٍ رَدَّ لَهُ وَمَلَأَ بَنِي الْحَارِثِ حَوْلَهُ حَتَّى رَفَعُوا يَدَهُ إِلَى يَوْمٍ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَصْلُحَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ وَيَصِلَ فِي مَرَايِعِ الْعِثْرِ وَأَنَّهُ أَمَرَ بِسَاءِ الْمَسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ يَا بَنِي الْحَارِثِ إِنَّا مُؤَنِّي بِحَارِطِكُمْ هَذَا أَقَالُوا لَا وَاللَّهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَسْكَانَ فَيَدِ مَا أَقُولُ لَكُمْ فَبُذِرَ الْمُتَشْرِكِينَ وَبَقِيَ خَرِبٌ وَفِيهِ نُحْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْمٍ الْمُتَشْرِكِينَ فَنُشِتَ ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَنُشِيتَ وَبِالنُّحْلِ فَتُطِيعُ فَصَفُّوا النُّحْلَ فَبَلَّهَ الْمَسْجِدَ وَجَعَلُوا أَعْضَادَ تَيْلِهِ الْحِمَامَةَ وَجَعَلُوا يُنْقَلُونَ الصُّخْرَ وَهُمْ يَرْجِعُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَأَغْفِرْ لَنَا نَصَارَ وَالْمُشَاجِرَةَ

ترجمہ اس سے روایت ہے کہ جب حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے اوپر کی طرف ایک مہل میں انہیں چھوڑ دیا بنو عمر بن عوف کہا جاتا تھا صلوات اللہ علیہ وسلم وہاں جو بیس دن تک ٹھہریں پہرے کی کسی کو قبیلہ بنی حارث کے ہمارے کو بھیجا سو وہ لوگ انکو در حالیکہ انواروں کو گھومیں لٹکائی ہوئے متحرف یہ قبیلہ بنی حارث حضرت کو داد عید اطلب کے نامہاں تھے اسی لیے قبیلہ بنی حارث انہیں کے قبیلہ میں نہیں ہو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ انہیں جائزین اور ملو اور ان کو اس واسطے لٹکائی ہوئی کر سبھا حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف دیوے (سو آپ مسجد سے سوار ہو کر آئے) پس گویا کہ میں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو اپنی سوارسی پر دیکھ رہا ہوں اور ابو بکر آپ کی پیچھے سوار تھے اور بنی حارث

۴۰ جس میں عارضہ نہ ہوگا

قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى بَيْتِهِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ مُحَمَّدٌ نَافِعٌ مِنْهُ
 سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر کو اپنے اونٹ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا اور ابن عمر نے کہا کہ میں نے حضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے وہ یعنی اونٹ کو اپنے قبیلے کے سامنے بٹھلا کر اس کی طرف نماز
 کر کے نماز پڑھتا تھا اور اونٹ کو اپنے سامنے سترہ کو لیے بٹھلا یا تھاناک لوگ آگے سرنگداز میں اور بعض لوگ
 کہتے ہیں کہ اونٹوں کی جگہ میں نماز پڑھنی منع ہے اس لیے کہ اونٹ شیطان میں ہوا مام بخاری کی غرض اس بات
 یہ ہے کہ یہ علت نماز کی ممانعت نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ اگر نماز کے ناجائز ہونے کی یہ علت ہوتی تو اونٹ
 کو اپنے آگے کر کے اس کی طرف بھی نماز پڑھنی جائز نہ ہوتی حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے
 بلکہ سی طرح اونٹ پر سوار ہو کر نفل پڑھنے ہی ناجائز ہوئے حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر نفل
 پڑھنے کا کب من صلی وقد أمة شوروا وادوا وشنى مما يعبد فادبر وجهه الله عز وجل
 جو شخص نماز پڑھے اور اس کے آگے تور ہو یا آگ ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جسکی اس کو سجدات کی جاتی ہے
 پس ادھر کہ نماز کی ساتھ اس کے صنامندی اندکی یعنی آگ وغیرہ کی تعظیم مقصود ہو بلکہ محض اس کی صنامندی
 طلب ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ نہیں ہے **وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ بَنُو مَالِكٍ قَالُوا**
كُنَّا لِنُصَلِّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَتْ عَلَيْنَا الدَّارُ إِذَا أَصْبَحَ يَتَّبِعُنَا سے روایت ہے کہ حضرت
 ابوعبیدہ سلمہ نے فرمایا کہ میرے سامنے لائی گئی اور حالانکہ میں نماز پڑھتا تھا وہ یہ ایک ہی حدیث کا
 ٹکڑا ہے جو باب وقت الظہر میں آگے آئی غرض مام بخاری کی دفع کرنے سے اس ہم کو کہ اگر نمازی آگ وغیرہ کو
 ساتھ رکھ کر نماز پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ اس میں مجوسیوں کے ساتھ تشبیہ ہے اور
 وجہ تشبیہ کی اس حدیث سے اس طرح ہے کہ اگر نمازی کے آگے آگ کا ہونا اللہ کو پسند نہ تو اور نماز کا پسند
 نہ تو نہ پنے پیغمبر کے سامنے نماز میں آگ نہ کرنا اور پیغمبر کے حق میں یہ بات جائز نہ ہوتی اور خفیہ اس
 صورت میں کہ وہ کہتے ہیں گو بے اختیار ہی ہے لیکن یہ کلام ان کے شارحین کے سرسری مخالف ہے ایسے
 شارحین اس روایت میں نماز کو مکروہ نہیں کہتے ہیں گو حالت اختیار میں نہ جائز نہیں کہتے ہیں اور
 شیخ ابن حجر نے یہ ہے کہ اس صعدت میں نماز مکروہ نہیں اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باطل پرستہ نماز
 جائز نہیں پس انہو عدم اختیار میں بابر ہے پس حالت عدم اختیار میں اس کو جائز کہنا مستلزم ہے
 ہوا کہ حالت اختیار میں اور یہ کہنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہر محض بحدیث بات ہی میں مردود
 ہے اور محض احتمافیہ نہیں ہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ**
عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍَا قَالَ أَخْبَرَنِي الشَّهْمِيُّ قَوْلَهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہو سکتی ہے کہ اگر اس جگہ کے درمیان سے گزرنا چاہو تو اس جگہ سے رو ہو کر گزر جاؤ نہ یہ کہ وہاں نہیں اور
 مرثیہ قوم عذاب کر دیتے سے قوم عالم علیہ السلام کی ہے **بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْبَيْعَةِ نَصَارَى** کے ترجمہ جاکر
 میں نماز پڑھنے کا بیان ہے **وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ** اِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ كُنْزِ اجَلِ
 التَّائِيلِ الَّتِي فِيهَا الصُّورُ يَعْنِي عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نے کہا کہ ہم تمہاری گرجے میں سو ایلے داخل نہیں
 کہ اس میں تصویریں ہیں **ف** پوری ہیث اس طور پر ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں گئے تو نصاریٰ
 کے ایک بڑے رئیس نے انکی دعوت کی اور انکے لیے کہا نا طیار کیا اور کہا کہ میں دوست کہتا ہوں کہ اگر تم
 مکان میں تشریف لاؤ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا اور عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس میں تصویریں
 نہ ہوں تو اسکے اندر داخل ہونا اور نماز پڑھنی جائز ہے پس یہی ہے وجہ مناسبت حدیث کی ترجمہ سے
وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّي فِي الْبَيْعَةِ لَا يَغْتَرِبُ فِيهَا تَمْلِيقُ لِيَعْنِي ابْنُ عَبَّاسٍ نصاریٰ کے گرجہ میں نماز
 پڑھ کر ختم کر حسین تصویریں ہوتیں **وَمِنْ بَنِي بَرْبَرَةَ** **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ** قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ
 هِشَامُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ دَرَسَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَنَيْسَةً زَاثَلًا بَارِضًا نَحْبَشَةَ يُقَالُ لَهَا مَارِيَّةٌ فَذَكَرَتْ لَهُ مَارَاتُ فَنَهَاهَا مِنَ الصُّورِ فَقَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ لَوِ الْوَجَلُ الصَّالِحُ بَوَّأَ
 عَلَى قَبْرِهِ مِثْبَدًا أَوْ صَوْرًا وَإِنَّ ذَلِكَ الصُّورَ أُولَئِكَ شَرُّ الْخَلْقِ عَنِ اللَّهِ تَرْجَمَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهَا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حبش میں ایک گرجہ کو ماریہ کہتے تھے یعنی نصاریٰ کی عبادت خانہ سو ام سلمہ نے اسکا
 حال حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا اور جو تصویریں اس میں دیکھیں تھیں اسکا ذکر کیا یعنی اسکی تعریف
 کی سو اپنے فرمایا کہ البتہ وہی لوگ جیسا میں کوئی نیک بخت مرد مر جاتا تھا تو اسکی قبر پر مسجد بناتے تھے اور اس
 مسجد میں یہ تصویریں بناتے تھے وہی لوگ خدا کے نزدیک قیامت میں سب ملحق سے بدتر ہیں **ف** اس حدیث
 سے معلوم ہوا کہ گرجے میں نماز پڑھنی منع ہے لیکن ظاہر علت ہی کی یہ ہے کہ وہ گرجہ قبروں پر بناتے
 تھے اور اس میں تصویریں لکھتے تھے اگر یہ دونوں نہ ہوں تو اس میں نماز جائز ہے اور یہی وجہ مناسبت کی
 اس باب سے و لکن لم یعرض لہ **بَابُ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ** قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ
 قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمْ نَزَلْ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَ خِيَصَةٍ لَهُ عَلَى رُجْوَاهُ إِذَا انْعَمَ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ
 وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَةِ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ
 يَحْدِرُ مَا صَعُورَ رَجْمَ عَائِشَةَ وَرَبِّهَا تَبَنِي عَبَّاسٍ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم پر موت

اتنی سی جیسا کہ مصلحت ہو تو آپ اپنے منہ پر ایک چادر ڈالنے لگے سو جیسا آپ سے گرم ہوتے
 تو اسکو منہ سرد کر کے اور منہ کھول لیتے سو آپ اسی حالت میں فرمایا کہ خدا کی لعنت پڑے یہود اور نصاریٰ
 یہ کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنایا حضرت ابنی ہت کو انکے اس فعل سے ڈرانے مقصود
 تھا کہ آپ کی قبر شریف پر ایسا کام نہ کیا جاوے جیسے کہ انہوں نے کیا یہ جہ جواب جہ سوال کا گویا کہ کسی راوی سے اسکی
 حکمت پوچھی کہ آپ سے اسوقت میں یہ حدیث کیوں فرمائی تو راوی نے یہ جواب دیا کہ یہ باب ترجمہ سے
 خالی ہے اس واسطے کہ اسکو پہلے باب سے تعلق ہے اسوجہ سے کہ دونوں بابوں میں قبروں پر مسجد بنانے کی ممتنع
 وارد ہوئی ہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُلَاكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ يَسْرِ عَنْ**
ابْنِ قُرَيْشٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ الْهَوْدَا حُجَّتُ وَأَقْبُوا زَيْنَبًا فِيهِمْ
 ترجمہ ابوبرہ سے روایت کہ مقرر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا لعنت کرے یہود ویران لوگوں نے اپنے
 پیغمبروں کی قبروں کو بنایا اس حدیث میں یہود کی تخصیص اس واسطے کی ابتدا اس کام کی انہوں نے کی
 اور نصاریٰ نے انکے اس کلام پیروی کی اور میوں کی جن قبروں کو یہود نے پوجا انکو نصاریٰ نے بھی پوجا
بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا باب بیان میں
 قول حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے کہ ساری زمین میری مسجد گاہ اور پاک کرنے والی مقرر ہوئی ہے
 جس جگہ میں کوئی چاہے اسی جگہ نماز پڑھ لیوے عرف پہلی ہتوں میں سو عبادت خانوں کے اور جگہ نماز
 پڑھنا درست نہ تھا معلوم نہیں کیا کرتے تھے شاید عبادت خانے میں اگر قضا کر لیتے ہونگے و اللہ اعلم
 پاک کرنے والے سے مراد تمہیں ہے یعنی منی پاک و تیمم جائز ہے اگلی ہتوں میں تیمم کا حکم نہ تھا **حَدَّثَنَا**
مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ هُوَ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ
الْفَقِيرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيتُ خَمْسًا
لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِّنْ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نُحُورُتِ بِالرَّغِيبِ مَسِيرَةُ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا
وَطَهُورًا وَإِنَّمَا جِلْدِي مِثْلُ أَذْرَكْتُهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصِلْ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ
إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ ترجمہ جابر بن عبد اللہ روایت ہے کہ حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو پانچ نعمتیں عنایت ہوئیں کہ مجھ سے پہلو کسی پیغمبر نہیں ہیں میں مجھکو فتح نصیب
 ہوئی ہاں کسی چیز سے بہرہ کی راہ نہ تھی ساری زمین میری مسجد گاہ اور پاک کرنے والی مقرر ہوئی ہے
 جس مرد کو میری ہمت ہو جان نماز کا وقت ملے وہ ان نماز پڑھ لیوے اور حلال ہو میرے واسطے غنیمت اور
 کوئی تر ل اور پیغمبر فقط اپنی قوم پر بھیجا جاتا تھا اور میں تمام عالم کے لوگوں پر بھی گیا ہوں یعنی میں تمام جہاں

کتابی ہوں اور مجھ کو خلافت کا ترہ عنایت ہوا ہے حدیث بعینہ کتاب التیمم کے ابتدا میں مذکور ہو چکی ہو لیکن اس جگہ میں اس حدیث کو لائے سو فیہ یہ عنہ منہ جو کہ جو کہ راست پہلے بابوں میں مذکور ہو چکی وہ کہ اس حدیث کو لائے نہیں اس لیے کہ اس حدیث کو عموم سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین کی ہر چیز اور ہر جگہ نماز کی جگہ کہ جہتی ہے اور ہر جگہ میں نماز کے لیے مسجد بنائی جائے گا اب نون المرأة فی المسجد عورت کو مسجد سونا جائز ہے اگرچہ حیض آجائیکہ خوف سے حد ثنا عبید بن اسماعیل قال حدثنا ابو اسامة عن عیسیٰ بن عمر عن عائشة ان ولیدہ کان سوداوی من العرب فاعتقوها کان من معہم فخرجت عیدہ لہم علیہا وشاح احمر من سبور قالت فوضعتہ او وقع منہا فمرد یہ حد یاتہ وهو ملق فحسبته کما حفظتہ قالت فالتسوء فلم یجدہ قالت فاعلمونی یہ قالت فطفقوا یفتنونی حتی فشتوا قبلہا قالت والله انی لقللہ معہم اذ مررت الحدیث یاتہ فالقتہ قالت فوقع بینہم قالت فقلت هذا الذی اٹھم مونی بہ رعنہم وانما منہ بریئۃ وهوذا اھو قالت فجاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسلمت قالت عائشہ فکان لھا خباء فی المسجد او حیض قالت فکان تأتینی فتحدت عنیدہ قالت فلا تجلس عندی مجلسا الا قالت و یوم الوشاح من تعاجیب ثنا الالاء من بلدہ الکفر لجانی قالت عائشہ فقلت لھا اما شانک لان تعیدین معی مفعدا الا قلت هذا قالت فحدت لکنی هذا الحدیث ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہو کہ عورت کے ایک قبیلے کی ایک سیاہ رنگ لونڈی تھی سو اس کے مالکوں نے اس کو آزاد کر دیا سو وہ انہیں کے ساتھ رہا کرتی تھی سو انکی ایک لڑکی کہلنے کو باہر نکلی اور یہ سرسبز مینیون کا ایک ٹہا ایک سرخ موتیوں سے بڑا ہوا لپٹنے سے لڑکی کو باہر نکلی اور اس کو خود اتار کر رکھ دیا اور بھول گئی یا اس سے گڑبڑا یہ راوی کا حکم ہی ہو ایک چیل و نان پر گزری اور مالانکہ وہ گرا ہوا تھا سو اس نے اس کو گوشت سمجھا بیٹھے سرخ ہونے کی وجہ سے سو وہ چیل اس کو اوچکے گئی سو ان لوگوں نے اس ہار کو تلاش کیا مگر انکو کہیں ملا اس لونڈی نے کہا سو انہوں نے مجھ کو چوری کی تہمت لگائی کہ تو نے میرا لباس سو میری تلاش لینے لگے یہاں تک کہ انہوں نے میری ہار کی تلاش لی اس نے کہا قسم خدا کی کہ میں اس کے ساتھ وہ میں کھڑی تھی کہ انکا وہ چیل راتی ہوئی وہ ان گزری سو اس نے ہار پہنک دیا وہ ہار اس کے درمیان گر پڑا سو بیٹھے کہا یہ ہے وہ ہار جسکی تم مجھ کو تہمت لگاتے ہو اور مالانکہ میں اس سے بری تھی اور یہ ہے عائشہ نے کہا سو وہ لونڈی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور مسلمان ہو گئی سو اس نے مسجد میں جو پڑی ڈال کہی تھی اسی میں

رہا کرتی تھی عائشہؓ نے کہا کہ وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور بات چیت کرتی رہتی تھی جو جب میرے پاس بیٹھتی تو
 یہ بات ضرور کہتی کہ ہمارا دن ہمارے رب کی عبادت کا دن ہے ہر خبردار ہو مگر اس نے مجھ کو نجات دی کفر
 کے شہر سے عائشہؓ نے کہا کہ میں اس کو کہا کہ تیرا کیا حال ہے اور یہ ہمارا قصہ کس طرح پر ہے کہ جب تو میرے پاس
 بیٹھتی ہے تو یہی کہتی ہے اور یہی ذکر کرتی ہے سو اس وقت اس کو مٹی نے مجھ کو یہ تمام قصہ سنایا
 اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو مسجد میں قیلو کہ کرنا اور رات گزارنا اور سونا جائز ہے جب کہ اس کا
 کوئی گہر نہ ہو بشرطیکہ تنہا کا خوف نہ ہو و لیکن اگر مسجد میں حیض آجادی تو مسجد سے باہر نکل جادی اور یہی وجہ
 ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ مسجد میں خیمہ پانا ناجائز ہے
 کرنا سایہ کے نیچے جائز ہے اور یہ کہ جس شہر میں آدمی کو تکلیف پہنچے وہاں سے دوسری جگہ جا رہی اور یہ کہ
 الکفر سے ہجرت کرنی افضل ہے اور یہ کہ غلو م کی اجابت اور مدد کرنی جائز ہے اگرچہ کافر ہے **باب**
نَوْمِ الزَّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ مروی ہے کہ مسجد میں سونا جائز ہے اگرچہ اقسام ہو جائے کاسے **وَقَالَ أَبُو قَلَابَةَ**
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَدِمَ رَمَضَانُ مَن تَحْلِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوا فِي الصُّفَّةِ يَجْعَلُونَ
 سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند آدمی قبیۃ مکمل سے سو صف میں رہنے لگے کہ
 یہ عینین کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور پوری حدیث کتاب الطہارت میں گذر چکی ہے اور صف ایک جگہ
 تھی چھتی ہوئی مسجد نبوی کے آخر میں ہاں مساکین سہاں رہتے تھے اور وہ میں سونا اور بیٹھتے تھے یہ معلوم
 کہ مردوں کو مسجد میں سونا جائز ہے **وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ كَانَ اصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءُ**
 یعنی عبد الرحمن نے کہا کہ صف میں رہنے والے فقیر لوگ تھے ان لوگوں کا کوئی گہر بار نہیں تھا حضرت مسلمان
 علیہ وسلم کے پاس کوئی نہ بیٹھتا تو آپ کو ویدیتے **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ**
قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌ اعْرَبَ لَا أَهْلَ لَرَفِي
مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ وہ مسجد میں سویا کرتا تھا اور حالاکہ وہ کوا
 تھا اس کی بیوی نہیں تھی **فَاسْهَيْتُ سَمْعِي مَسْجِدِ مِّنْ سَوْنًا تَابَتْ هُوَ احَدٌ تَشَاكَيْتُهُ بِنُصْعِدِ**
قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلَيَّ ابْنَتِي فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمْرٍو فَكَلْتُ كَانَ مَعِي
وَبَيْتُهُ شَيْءٌ فَمَا ضَبْنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقُلْ عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا إِنْسَانَ أَنْظُرَ إِنَّهُ هُوَ فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ فِي السُّجْدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ فَلَمْ يَقْطُرْ دُمُوعًا عَنْ شَفْطِهِ وَأَمَّا بَرَاءُ بْنُ مَرْزُوقٍ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ عَنْهُ وَيَقُولُ قُمْ أَبَا تَرْكَابٍ قُمْ أَبَا تَرْكَابٍ ثُمَّ جَمَعَ بَيْنَ يَدَيْهِ
 سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کے گہر میں تشریف لائے سو اپنے علی رضا کو گہر میں
 پایا سو اپنے فاطمہ زہرا سے پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے سوائے کہا کہ میرے اور اس کے
 درمیان کچھ بات چیت ہو گئی تھی یعنی کچھ جھگڑا ہو گیا تھا سو مجھ پر غصے ہو کر باہر نکل گیا ہے اور
 آج دوپہر کو میرے پاس نہیں سوا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ دیکھ تو
 وہ کہاں گیا ہے سو وہ شخص آیا اور آکر کہا کہ وہ مسجد میں بیٹھا ہوا ہے سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم
 خود تشریف لائے اور حالانکہ علی رضا اپنے ایک پہلو پر لیٹے تھے اور چادر موڑتے تھے گرمی ہوئی
 تھی اور موڑتے تھے کوٹھی لگ گئی تھی سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم مٹی کو اٹھو تو ہر جھاڑنے لگے
 اور فرماتے تھے کہ اہم کہہ اسو اب باپ مٹی کے فن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مسجد میں سونا
 جائز ہے لیکن عام طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو مسجد میں سونا جائز ہے خواہ اسکا گہر ہوا
 نہ ہو سو ہمیں اتنا فرق ہو سکتا ہے کہ مسجد میں ات کو سونا آپس کے لیے جائز ہے جبکہ گہر نہ ہو اور
 دوپہر کو سونا ہر شخص کے لیے جائز ہے مگر اس فرق کی کوئی وجہ مقول نہیں رات اور دوپہر کے
 سونے میں کچھ فرق نہیں میں نے یہ کہہ جاؤی کہ حدیث ابن عمر سے تخصیص معلوم نہیں
 ہوتی کہ مسجد میں صرف اسی کو سونا جائز ہے جبکہ گہر نہ ہو اسی لیے کہ عمر کا گہر وہاں موجود تھا پس ابن
 عمر بھی اپنے باپ کے گہر میں نہیں کہتے تھے اور حضرت علی رضا فاطمہ زہرا کے چچا کی بیٹی نہ تھی بلکہ خود
 حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بہائی تھے پس معلوم ہوا کہ باپ کے چچیرے بہائی کو بیٹی کا
 چچیرا بہائی کہنا جائز ہے اور یہی معلوم ہوا کہ مسجد میں وہی کو سونا جائز ہے اور یہ کہ گنیت گنہی
 بغیر ولاد کے بھی جائز ہے اور یہ کہ اپنے داماد کو رضی کرنا مستحب ہے اور یہ کہ باپ کو اپنی بیٹی کے
 گہر میں بلا دن جانا جائز ہے بشرط کہ اسکا خاوند ماضی ہو حَلَّ ثَنَا يَوْسُفُ بْنُ عِيسَى
 قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ
 أَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ إِلَّا أَرَادَ أَنْ يَلْبَسَهُ قُلْتُ كَيْفَ لَوْ أَنَّكُمْ
 فِيهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاتِنِ وَفِيهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِلَدِهِ كَرَاهِيَتِ انْ
 تَرَكِي عَزْوَةً ثُمَّ جَمَعَ بَوْبَرِيَّةً مِنْ رِوَايَتِهِ يَوْمَ مَقَرِّ مَعْنَى أَصْحَابِ صَفَةِ كَسْتَرِ أَدِيمُونَ كَوَيْكَمَا
 کہ انہیں سے کسی پر چادر نہ تھی یا تو تہ بند تھا اور یا اس سے ہی چھوٹا کپڑا اسے لوگ اسکو اپنی گردنوں
 میں باندھتے تھے سو انہیں سے بعض کے کپڑے تو آدمی بیٹلی تک پہنچتے تھے اور بعض

تشریف فرما کے جانکس

۲۸۱

صحیحین میں سونا جائز ہے

کو ٹنڈن تک پہنچتے تھے سو ہر شخص کپڑے کی دونوں طرفوں کو اکٹھا کر لیتا تھا واسطے اس خوف کے کہ اسکی شرکاء نہ کھل جاوے۔ حدیث کی ترجمہ سے اسطور پر ہے کہ ہمیں ان لوگوں کا ذکر ہے جو صفہ میں جا کر تھے اور اسی میں سوتے تھے اور صفہ مسجد کے اندر تھاپس مسجد میں جا کر تھے۔ باب الصلوٰۃ اذا قدام من سفیر جب سفر سے پلٹ کر آوے تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے مسجد میں جا کر نماز پڑھے کہ سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبُّكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالسُّجُودِ فَصَلَّى فِيهِ یعنی کعب بن مالک نے کہا کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم جب سفر سے پلٹ کر آئے تو پہلے مسجد میں جاتے اور اس میں نماز پڑھتے تھے۔ حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مُسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي السُّجُودِ قَالَ مُسْعَرٌ أَرَاهُ قَالَ صَلَّى فَقَالَ مِلَّ رُكْعَتَيْنِ وَكَارَى لِي عَلَيْهِ دِينَ فَقَضَانِي وَرَدَّادَنِي ترجمہ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور حالاکہ آپ مسجد میں تھے چاشت کو وقت سو آپ نے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ لے اور میرا آپ کی طرف سے تہا سو آپ نے مجھ کو ادھر دیا یعنی مجھ کو دیدیا اور کہہ کر زیادہ کر دیا۔ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے جابر سے ایک دن خرید کیا تھا ایسی قیمت باقی رہتی تھی اور یہ قیمت ادا کرنا حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا سفر سے آنے کو وقت تھا اسوقت آپ مسجد میں نماز پڑھنے کو لیے آئے تھے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے کہ باب اِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكُعْ رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ جب کوئی مسجد میں جاوے تو دو رکعتیں پڑھے بیٹھنے سے پہلے۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَتَادَةَ السَّيْلَمِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكُعْ رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ ترجمہ ابو قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے مسجد میں جاوے تو دو رکعتیں پڑھے بیٹھنے سے پہلے اس نماز کا نام تکبیر مسجد سے سنت یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو اول تحیۃ المسجد پڑھتے تب مسجد میں بیٹھتے اور یہ نماز واسطے تعظیم مسجد کے مقرر ہوئی ہے اسلئے کہ یہ نماز خدا کا ہے اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت اس نماز کا بیٹھنے سے پہلے ہے لیکن اگر پہلے بیٹھ جائے اور پھر نماز پڑھے تو یہ بیوقوف ہے۔ جازن ہے اور لوگوں کی عادت ہے کہ اول نماز پڑھ لیتے ہیں پھر نماز پڑھتے۔ تحیۃ المسجد پڑھتے ہیں یہ جازن نہیں اور سب علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ یہ دو رکعت مسجد

ابن ابی شیبہ
ابن ماجہ
مسند احمد
ترمذی
ابن حبان
ابن کثیر
ابن عساکر
ابن الاثیر
ابن الجوزی
ابن الدبی

۲۸۲

ابن کثیر
ابن الجوزی
ابن الدبی

میں لیکن بعض اہل ظاہر کو واجب کہتے ہیں اور یہ حدیث معارض ہے اس حدیث کی جو اوقات نہیں
میں نماز پڑھنے کو ناجائز ہونے پر دلالت کرتی ہے سو شافعیہ تو پہلی حدیث سے اسکے عموم
کی تخصیص کرتے ہیں جیسا کہ ایک کے برعکس کرتے ہیں باب الحدیث فی المسجد مسجد کے اندر
وضو ٹوٹنے کا بیان حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ
الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَصْلُو
عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَضَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يَحْدِثْ تَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ
اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقرر فرشتے دعا
کرتے ہیں ایک تمہاری پر جب تک نماز پڑھتے کہے جگہ میں بیٹھا ہے جب تک اس کا وضو ٹوٹ
فرشتے کہتے ہیں اے اللہ اس کو بخیر و اس پر رحمت کر ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں وضو ٹوٹ
جانا سیندھ ڈالنے سے بھی سخت ہر اس لیے کہ اسکے لیے کفارہ ہے اور اسکے لیے کفارہ مذکور نہیں بلکہ وہ
تخص فرشتوں کی دعا سے محروم رہتا ہے باب بُيَانُ الْمَسْجِدِ مسجد کے بنانے کا بیان
سنت یہ ہے کہ مسجد کو گڑھی وغیرہ سے بنایا جاوے اور اس میں زینت نہ کی جاوے و قَالَ أَبُو سَعِيدٍ
كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ یعنی ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسجد نبوی کی چیت کھجور کی
چڑیوں سے تھی وَاَمْرٌ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَسِيكِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ لَكُنِ النَّاسُ مِنَ الْمَطَرِ وَإِيَّاكَ أَنْ تُخْتَرَفَ
أَوْ تُصَيَّرَ فَتَقْدِرَ النَّاسُ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے بنانے کا حکم کیا اور کہا کہ میں
چاہتا ہوں کہ بچاؤں کو مسجد کو معینہ سے اوپر اس سے کہ سرخ رنگ کرے تو مسجد کو یا زرد رنگ کرے
سو گو تو کو ٹوٹنے میں ڈالے و لے لے اسکے دیکھنے میں مشغول ہو جاوے اور نماز میں حضور
سے محروم رہیں یا یہ کہ مبتدا کرے تو لوگوں کو ساتھ نقش کرنے مسجدوں کے کہ مسجد نبوی کی سند
پر ہیں و حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی کی چیت ایسی نہیں تھی کہ لوگوں
کو معینہ سے بچاؤں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اس کو مصنوعاً کر دیا تھا تاکہ لوگ معینہ سے غافل
رہیں و قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَا يَغْمُرُ دَهْرًا إِلَّا قَلِيلًا یعنی انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بچیلے
زمانے میں لوگ فخر کے لیے بڑی بڑی مسجدیں بنائیں گے و لیکن ان کو عبادت کی ساتھ آباد نہیں
کرتے تھے کہ تہوڑے لوگ یعنی ان میں عبادت کوئی نہیں کرتے تھے کہ تہوڑے لوگ و قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
لَتَرْخِفَنَّهَا كَمَا زَخَرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسجدوں کو تفرقہ
مست بناؤ جیسے کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے عبادت خانوں کو زینت دار بنایا ہے حَدَّثَنَا

حدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَصْلُو عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَضَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يَحْدِثْ تَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ

پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکوں سے مسجد کے بنانے میں مدد لینا جائز نہیں ہے واللہ اعلم
 حَدَّثَنَا سَعْدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَدَّادِ عَنْ عِكْرِمَةَ
 قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ
 وَكَانَ هُوَ فِي حَرْطٍ يَصْلُحُهُ فَأَخَذَ رِجْلَهُ فَأَحْتَبَى ثُمَّ انْشَأَ يَحْدِثُ ثَنَاحَتِي أَنِّي عَلَى ذِكْرِ بَنَاءِ
 السَّجْدَةِ فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبْنَةً لَبْنَةً وَعَمَّارٌ لَسْتَيْنِ لِبَنَتَيْنِ قَرَأَ الْبَيْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَعَجَلَ يَنْفُضُ التَّرَابَ عَنْهُ وَيَقُولُ وَيُحْمِلُ عَمَّارٌ تَقَعْلُهُ الْغَيْثَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوهُمْ
 إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوهُمْ إِلَى النَّارِ قَالَ يَقُولُ عَمَّارٌ أَخُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفَيْكِنِ تَرْجَمُهُ عَمْرُو بْنُ
 رَوَيْتَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ نَزَلَ مِنْ مَكَّةَ وَأُورِثَ مِنْهُ مَالٌ وَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ خَدِيمِي كَيْفَ كَانَ دُلُوسَ
 حَدِيثَ كُوفَتِهِمْ وَهُمْ دُونَ (اسکی طرف) چلے سونا گاہ وہ ایک باغ میں تھا کہ اسکو سنوار رہا تھا سوائے اپنی جاو
 کو لیا اور بیٹھ گیا اس صورت پر کہ اپنے گھٹنوں کو کھڑا کیا اور چوڑوں کو زمین پر رکھا اور چادر سے
 اپنی پشت اور گھٹنوں کو ملکہ کیا پہر پہر مدینہ میں بنائے لگایا ہوا تک کہ مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر
 کرنے لگا سوائے کہا کہ اسم ایک ایسے کو لگاتے تھے اور عمار دود و اینٹوں کو اٹھا کر لے تھے ہر حصہ
 صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو دیکھا کہ دود و اینٹیں اٹھا کر لے رہا ہے سو آپ اسکو منڈے سے سرخی مچھاڑنے
 لگے اور فرماتے تھے کہ افسوس عمار پر اسکو بڑی سختی پہنچی ہے کہ اسکو باغی گردہ قتل کر گیا وہ تو انکو بہشت
 کی طرف بولا وہ کجا اور وہ گردہ اسکو دوزخ کی طرف بولا دیکھ ابو سعید نے کہا کہ عمار کہا کرتے تھے کہ
 میں پناہ پڑتا ہوں اسکی فتنوں سے ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے بنانے میں مدد لینا جائز نہیں ہے
 سے مدد لینا جائز ہے ایسے کو صحابہ ایشو کو اٹھا کر لے جاتے تھے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے
 ثابت ہوئے ہیں کہ علم کو کسی نے احاطہ نہیں کیا ہے ایسے کہ ابن عباس نے باوجود فرائض علم کے
 اپنے بیٹے کو ابو سعید سے حدیث پڑھنے کو بھیجا جو ابن عباس کو یاد نہ تھی اور یہ کہ سلف کو لوگ تو اس
 کہتے تھے اور کبر نہیں کرتے تھے اور اپنی معاش کا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے اور یہ کہ طالب علموں کی
 تعظیم کی جاو اور انکی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم کیا جاو اور یہ کہ مسجد کے بنانے میں بڑی فضیلت
 ہے اور یہ کہ حدیث بیان کرنے کے وقت طہنیاؤں اور بکے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور کام کی وقت میں
 حدیث بیان نہ کرنی چاہیے اور یہ کہ جو اس کے علم پر کام کرنا لاہو اسکی تعظیم کرنی چاہیے ف عمار علی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفیق تھے جب معاویہ اور حضرت علی کو دریا میں صفین میں لڑائی ہوئی تب عمار
 جو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام حق علی مرتضیٰ تھو اور معاویہ کو لشکر باغی تھا اور مرد جنت اور کس

۲۸۵

ابو سعید نے کہا کہ عمار کہا کرتے تھے کہ
 میں پناہ پڑتا ہوں اسکی فتنوں سے ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے بنانے میں مدد لینا جائز نہیں ہے
 سے مدد لینا جائز ہے ایسے کو صحابہ ایشو کو اٹھا کر لے جاتے تھے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے
 ثابت ہوئے ہیں کہ علم کو کسی نے احاطہ نہیں کیا ہے ایسے کہ ابن عباس نے باوجود فرائض علم کے
 اپنے بیٹے کو ابو سعید سے حدیث پڑھنے کو بھیجا جو ابن عباس کو یاد نہ تھی اور یہ کہ سلف کو لوگ تو اس
 کہتے تھے اور کبر نہیں کرتے تھے اور اپنی معاش کا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے اور یہ کہ طالب علموں کی
 تعظیم کی جاو اور انکی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم کیا جاو اور یہ کہ مسجد کے بنانے میں بڑی فضیلت
 ہے اور یہ کہ حدیث بیان کرنے کے وقت طہنیاؤں اور بکے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور کام کی وقت میں
 حدیث بیان نہ کرنی چاہیے اور یہ کہ جو اس کے علم پر کام کرنا لاہو اسکی تعظیم کرنی چاہیے ف عمار علی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفیق تھے جب معاویہ اور حضرت علی کو دریا میں صفین میں لڑائی ہوئی تب عمار
 جو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام حق علی مرتضیٰ تھو اور معاویہ کو لشکر باغی تھا اور مرد جنت اور کس

اس کا سبب یعنی طاعت امام کی سو دو طرف کو لوگ مجتہد تھے اپنے اپنے اجتہاد میں اپنے تئیں ہر
 کوئی حق جانتا تھا لیکن امام حق علی مرتضیٰ تھے اور معاویہ لشکر باغی تھا اور وہ اپنے اجتہاد میں مخطی
 تھے اس لئے اجتہاد میں خطا واقع ہوئی پس انکو کچھ طعن کرنا جائز نہیں اور سلامتی اسی میں ہے کہ صحابہ
 کی ان لڑائیوں اور تنازعوں میں سکوت کیا جاوے اور ان کے واقعات میں بحث اور گفتگو کرنے سے
 اپنی زبان کو بند کیا جاوے اور ان کے اس معاملہ کو اس کی طرف سپر کیا جاوے پس اس مقام میں نبی
 آپسک ہو بس باب الاستیعانۃ بالتجار والصناع فی احوال المنبر والسجد منبر کی
 لکڑیوں اور سجد کے بنانے میں بڑھپوں اور کاری گردن سے مدد لینے کا بیان حد ثنا قتیبہ
 بن سعید قال حدثنا عبد العزیز عن ابنی حازم عن سہیل قال بعث رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم الی امرأۃ مری عنکامک التجار یعمل فی اعودا اجلس علیہن ترجمہ
 سہیل بن سعد رضی عنہ روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک عورت کی طرف کہلا بھیجا کہ
 تو اپنے بیٹی غلام سے کہد جو میرے واسطے لکڑیوں سے منبر بنائے کہ میں سپر بیٹھ لوگوں کو غوطہ سنایا
 کروں حد ثنا خلاد بن یحییٰ قال حدثنا عبد الواحد بن ائمن عن ائمن عن ائمن عن جابر بن
 عبد اللہ ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ الا اجعل لک شیئا تقعد علیہ فان فی علماکما
 تجار قال ان مشئت فعملت المنبر ترجمہ جابر بن عبد اللہ رضی عنہ روایت ہے کہ ایک عورت نے
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا حضرت کیا میں آپ کے لیے لکڑیوں کوئی چیز ایسی نہ پاؤں
 جس پر آپ بیٹھا کریں اس لیے کہ میرا ایک غلام ہے وہ بڑھے کا کام کیا کرے سو آپ نے فرمایا کہ اگر تیری
 مرضی ہو تو بنا سوائے بگھرتا کر دیا ف ان دو نو حدیثوں میں مسجد اور صناع کا ذکر نہیں صرف
 منبر اور بڑھے کا ذکر ہے سو ان کو ان دو نو پر قیاس کیا ہے یعنی جب منبر میں بڑھے سے مدد لینا جائز
 ہے تو ایسے ہی مسجد میں بھی کاریگر سے مدد لینا جائز ہے اور یہی ہو سکتا ہے کہ کاریگر سے مراد
 عام ہو جو بڑھے کی بھی شامل ہو اور مسجد منبر کو شامل ہو پس گویا کہ منبر کا بنانا مسجد کا بنانا ہے اور ظاہر ان
 دو نو حدیثوں میں مخالفت ہر ایسے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر بنا
 کر خود فرمائش کی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت نے پہلے درخواست کی سو وہ کچھ
 دن اسکو بھول گئی پھر کئی دن کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو وہ یاد دلایا پس اس سے
 منبر تیار کروایا پس مخالفت دفع ہو گئی پس مصلحتی کہ منبر اور مسجد کے کام میں کاریگر دن اور رات دونوں
 مدد لینا جائز ہے باب من یسجد لہ مسجد اللہ کے واسطے مسجد کے بنانے والے کی فضیلت کا بیان

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھے سجد کرے گا میں اس کو ستر سالوں تک عافیت دے گا

۲۸۶

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھے سجد کرے گا میں اس کو ستر سالوں تک عافیت دے گا

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھے سجد کرے گا میں اس کو ستر سالوں تک عافیت دے گا

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَبِيرٍ أَنَّ
 ابْنَ عَاصِمٍ بْنَ عُمَرَ بْنَ قُتَيْبَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللَّهِ الْخَوْلَاقِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ
 بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ حِينَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَكْثَرُنَا وَاقِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
 مِنْ بَنِي مَسْجِدًا قَالَ كَبِيرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَتَّبِعِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ
 ترجمہ عبد اللہ رحمہ سے روایت ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کی مسجد
 میں زیادتی کی اور انکی دیواروں و دستوں کو پتھروں سے بنوایا تو لوگوں نے اُسکے حق میں انکار
 کیا یعنی جب خود حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ایسا تکلف نہیں کیا تو اب اسکو پتھروں سے بنوانا
 جائز نہیں ہے تب حضرت عثمان رحمہ نے لوگوں سے کہا کہ تم نے میرے حق میں بہت انکار کیا ہے
 اور یہ مقررین نے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ کے واسطے مسجد
 بنا دے اور اس سے صرف اللہ ہی کی رضا مندی چاہے نام اور فخر غرض نہ ہو تو اللہ اُسکے لیے ویسا
 گہر بہشت میں بنا دے گا جیسا کہ جنت مدینہ اور فراخ اور محکم زیادہ ہو اسی قدر بہتر ہے پس اس
 زیادتی کا بدلہ ہی ویسا ہی ہے جیسے کہ کوئی ابتداء سے مسجد بنا دے اور ظاہر یہ حدیث مخالف ہے
 اس آیت کو مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتِدَالِهَا یعنی ایک نیکی کے بدلے دس نیکی ملین گی سو
 اسکا جواب یہ کہ مراد مثل سے شلایت باعتبار کمیت و راندازہ کے ہے اور زیادتی حاصل ہے باعتبار
 کیفیت ایسے کہ ایک گہر ایسا ہو تاکہ وہ دس بلکہ سو گہر سے بہتر ہو تاکہ اسکو گہر کے
 بدلے گا زور دوسری چیز قطع نظر اس سے کہ دس ہوں یا زیادہ باوجودیکہ فرق حاصل ہے بطور
 و نیا تنگ ہے اور ایک بالشت کی جگہ وہان کی تمام دنیا سے بہتر ہے واللہ اعلم
 بِأَبْيَاحٍ يَأْخُذُ بِصُورِ النَّبِيلِ إِذَا مَرَّ فِي السَّجْدِ حِينَ سَجَدَ فِي السَّجْدِ حِينَ سَجَدَ فِي السَّجْدِ حِينَ سَجَدَ فِي السَّجْدِ
 پہل کو ہاتھ پکڑ لیں تو کسی کو ایذا نہ پہونچے حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
 قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ مَرَّ رَجُلٌ فِي السَّجْدِ وَمَعَهُ سَهْمٌ فَقَالَ
 لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بِصَالِحِهَا ثُمَّ جَمْعُ سَفِيَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
 عمر کو کہا کہ کیا تو نے جابر بن عبد اللہ کو کہتے سنا ہے کہ ایک مرد مسجد میں آیا اور اُسکے پاس تیرہ
 سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا کہ اسکے پہل کو پکڑ رکھ تاکہ کسی کو لگتے جاوے عمر نے کہا
 کہ ہاں میں نے یہ حدیث جابر سے سنی ہے ف بعض طریقین میں نعم کا لفظ واقع نہیں ہوا سو انہیں

حدیث میں ہے کہ جو شخص مسجد بنائے
 اللہ تعالیٰ اسکو دس گنا اجر عطا فرمائے
 اگر وہ اللہ کی رضا مندی کے لیے بنائے
 اور اس میں فخر غرض نہ ہو
 ترجمہ میں نے جابر بن عبد اللہ سے
 سنا ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا
 اور اس کے پاس تیرہ سو تھوکے
 تھے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے
 اس کو فرمایا کہ اس کے پہل کو پکڑ
 رکھ تاکہ کسی کو لگتے جاوے
 عمر نے کہا کہ میں نے یہ حدیث جابر
 سے سنی ہے

گواہ کیا اور اسوقت یہ حدیث بیان کی پس سلسلہ باب کا اس حدیث سے ثبات ہو گیا اور ایک حدیث میں آیا کہ
 مسجد میں شکر پڑھنا منع ہے سوائے نین تطبیق یہ ہے کہ منع وہ شعر ہیں جو جاہلیہ اور جہوٹوں اور
 غالیوں کے ہیں اور جو حق ہوں وہ جائز ہیں کاتب اصحاب کبار نے الموسیٰ بن جہوٹوں کو
 مسجد میں آنا اور اس میں کہلنا جائز ہے حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِزُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ
 بَنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ عَائِشَةَ
 قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ
 يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ أَنْظُرُ إِلَى
 ذَا حِرَاءَ ابْنِ أَهْلِيمَ بْنِ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ
 حَبِيبٍ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ

فَأَمَّا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ نَفْسًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْيَنْبَرِ وَقَالَ سُفْيَانُ
 مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْيَنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرُونَ
 غُرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنْ أَسْتَرْطَ شَوْكًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنْ أَسْتَرْطَ
 مِائَةَ مَرَّةٍ وَمَرَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَ قَالَ بَرِيْرَةُ وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِيدُ الْيَنْبَرِ قَالَ
 عَلِيُّ قَالَ يَحْيَى وَعَبْدُ الْوَهَّابِ مَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَ عَنْ عَوْنِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَوْنِ بْنِ
 يَحْيَى سَمِعْتُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَرْجُمُهُ عَائِشَةُ رَضِيَ عَنْهَا رَوَيْتُ عَنْ كَبِيرَةَ أَسْكَتَ بَابُ
 آمِي وَدَّهَ اس سے کتابت کے باقی درہوں کو اگر کسی کا سوال کرتے تھے سو عائشہ نے کہا کہ اگر تو چاہے تو
 میں باقی مال کتابت کا تیرے مالکوں کو دیدوں اور آزادی کا حق میرے لیے ہو گا اور اُس کے مالکوں نے
 عائشہ سے کہا کہ اگر تو چاہے تو اُس کو آزاد کر دے اور آزادی کا حق ہمارے لیے ہو گا یعنی خواہ
 آزاد کر یا نہ آزاد کر آزادی کے حق کے ہم وارث ہیں عائشہ نے کہا سب حضرت گھر میں تشریف
 لائے تو میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو اس لونڈی کو رسول کے لیے پیرا اس کو آزاد کر دے
 اس واسطے کہ آزاد لونڈی غلام کے مال کا وہی وارث ہوتا ہے جو آزاد کرے پھر حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم منبر پر کھڑے ہوئے سو فرمایا کیا مال ہے اُن لوگوں کا جو خرید و فروخت میں ایسی شرطیں کرتے
 ہیں جو اس کی کتاب میں نہیں جو شخص ایسی شرط کرے جو اس کی کتاب میں نہ ہو تو وہ شرط ٹھکڑی
 قائم نہیں دیتے اور اُس کا وہ مستحق نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ ایسی مو شرط کرے ف ایک لونڈی
 ہوتی اُس کا نام بریرہ تھا اُس کے مالکوں نے اُس کو کھدیا تھا کہ اگر تو مثلاً اتنے درہم کما کر بھکودیتو تو آزاد
 ہو جاوے گی سو اُس نے بھکودیتو کما کر اپنی کتابت میں ادا کر دیتھا اور کچھ باقی رہتے تھے سو اُس نے عائشہ رضی
 سے اس بات کا اگر سوال کیا کہ باقی درہم میرے سر سے ادا کر کے بھکودیتو آزاد کر دی سو عائشہ نے فرمایا کہ
 کہ میں اس شرط سے خریدتی ہوں کہ تیرے داشت کا حق بھکولے اور اُس کے مالکوں نے کہا کہ ہم اس
 شرط پر بیچتے ہیں کہ اُس کے داشت کا حق بھکولے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولایت کا
 حق ادا کرنے والے کو چاہیے اُس کے مالک کا حق شرط کرتے ہیں اور وارث کا حق یہ ہے کہ جب غلام
 آزاد ہو گیا اور کچھ مدت بعد مر گیا تو وہ جو مال چھوڑ کر مر جاوے اُس کا وارث آزاد کر نیوالا ہوتا ہے اور اگر
 حدیث سے معلوم ہو کہ مسجد میں بیع شرا کا ذکر کرنا اور اُس کا حکم بیان کرنا یا کوئی اسباب کا مسئلہ بیان
 کرنا جائز ہے ایسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو بیسے کہ مسین
 ہر طرف اس قصہ مذکورہ کی حسین بیع و شرا و عتق و ولا کا ذکر ہے لیکن مسجد میں خود بیع و شرا کرنا

صحیح بخاری
تیار کردہ: محمد بن یحییٰ
امام بخاری رحمہ اللہ
ایک دفعہ لکھا گیا کہ یہ
کتاب ہے

عرض کی کہ وہ مگر یہی ہے سو فرمایا کہ تم نے مجھ کو اسکی اطلاع کیوں نہیں دی مجھ کو اسکی قبر تباہ ہو سکتی
اسکی قبر پر آئے اور اُس پر نماز پڑھی وہ اس حدیث سے مسجد میں جہاڑ دینے کا مسئلہ ثابت ہوا
لیکن وہ بیچوں اور رکڑیوں وغیرہ کی انتہا کا اس حدیث میں نہیں ہے سو ان چیزوں کو ترجمہ میں ذکر
کرنے سے امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کو بعض طریقوں میں ان چیزوں
کا ہی ذکر ہے کتاب **بَابُ تَحْرِيمِ تَجَارَةِ الْمَسْجِدِ فِي السُّجْدِ** مسجد میں تجارت شراب کی حرمت بیان
کرنے کا ذکر **حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حُمَزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ قُسَيْبٍ عَنْ قُسَيْبِ بْنِ عَنَابَةَ عَنْ**
عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أَنْزَلَتْ آيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الزَّكَاةِ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تَجَارَةَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ جَمَعَ عَائِشَةُ رَمْلًا
مِنْ أَيْسَرِ سَوَاقٍ وہ آیتیں لوگوں کو پڑھنا میں بہر اپنے فرمایا کہ شراب کی سوا گری کرنی حرام
ہے فاس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارت شراب کی حرمت کو اور اس کے اور احکام کو مسجد میں
بیان کرنا جائز ہے **بَابُ الْحَدَمِ لِلْمَسْجِدِ** مسجد کی خدمت کو لیے خدمتگار رکھنے کا بیان و
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَدَّيْتُ لَكَ مَا فِي بَيْتِي مُحَرَّرًا مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ يَحْدُمُهُ ابن عباس نے
اس آیت کی تفسیر میں کہا **نَدَّيْتُ لَكَ مَا فِي بَيْتِي مُحَرَّرًا** یعنی عمران کی عورت نے کہا کہ نظر کی بیٹی
واسطے اللہ کے جو میرے شکم میں سے در حالیکہ آزاد کیا گیا ہے ابن عباس نے کہا کہ مراد اس عورت
کی یہ تھی کہ میں نے اسکو مسجد کے لیے آزاد کر دیا ہے تاکہ مسجد کی خدمت کیا کرے اور میں اُسے کوئی
دنیا کا کام نہیں لوں گی ف اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد کے لیے خادم رکھنا جائز ہے ایسے کہ
اس عورت نے مسجد کی خدمت کو لیے نذر مانی اور وہ نذر اسکی صحیح ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہی اسکو ثابت کیا اس نذر کو منع نہ فرمایا **حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَتَّابٌ عَنْ**
عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَوْ رَجُلًا كَانَتْ تَقْعُمُ الْمَسْجِدَ وَلَا أَرَاكَ
إِلَّا امْرَأَةً فَلَمْ تَكُنْ حَكِيمَةً يَتَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهَا ثُمَّ جَمَعَ رَمْلًا
رمل سے روایت ہے کہ ایک عورت مسجد کو جہاڑ دیا کرتی تھی پھر اُسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
بیان کی کہ اپنے اسکی قبر پر نماز پڑھی **بَابُ الْأَسِيرِ وَالْغَرِيمِ يَدْخُلُونَ فِي الْمَسْجِدِ قَيْدًا** اور قرضدار
کو مسجد میں باندھنا جائز ہے **حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رَافِعٍ قَالَ أَنَا دَوْخٌ وَحُمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ**
عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا

عَفْرِتًا مِّنَ الْجَنِّ تَفَلَّتْ عَلَى الْبَارِحَةِ أَوْ كَلِمَةً خَوْهَا لَيَقْطَعَنَّ عَلَى الصَّلَاةِ فَأَمْكِنِي اللَّهُ
 مِنْهُ وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تَضْحَكُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ
 فَكَلِمَةً كَرِهْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ دَبَّ هَبْنِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي قَالِ
 رَوْحُ قُرْدَةٍ خَاسِئًا ثُمَّ جَمَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنوں
 سے ایک انگلیاں کو میرے آگے گھس پڑا میری ناز توڑ دینے کو سو خدا نے اسکو میرے قابو میں
 کر دیا پھر میں نے اسکو پکڑ لیا سو میں نے چاہا کہ مجھ کے کہنبوں میں سے کسی کہنبے میں باندھ دوں تاکہ تم سب
 لوگ اسکو دیکھو پھر مجھ کو یاد آگئی اپنے سلیمان پہاڑی کی دعا روہ دعا یہ تھی کہ اے میرے رب مغفرت
 کر اور دی مجھ کو ایسی بادشاہی کہ میرے بعد پہر کسی کو ویسی نہ ملے پھر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے
 اسکو وہیل دیا دو کار کر ف جن اور دیو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قابو میں تھے انہوں نے
 خدا تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ ایسی بادشاہی میرے بعد نہ ملے اسیلئے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکو
 چوڑ دیا اور سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت کی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مراد اس دعا
 سے یہی تھی کہ جن اور دیو میرے قابو میں ہو جائیں اور نہ میرا پورا قبضہ ہو جائے اور اس حدیث سے
 معلوم ہوا کہ قیدی کو مسجد میں باندھنا جائز ہے ورنہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم اس جن کے مسجد
 باندھنے کو جائز نہ کہتے اور قرصن دار کا حکم اس حدیث میں مذکور نہیں سو اسکو قیدی قرار
 نہ لیا ہے بَابُ الْاِغْتِسَالِ اِذَا اسْلَمَ وَدَبَّطَ الْاَسِيرُ اَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى يَكْفُرَ سَلَامًا
 هُوَ جَاوِزٌ اَنْ يَّغْتَسِلَ غَسْلَ كَرْنِ كَابِيَانٍ وَنَزِيْقِي كَسْمِ مِّنْ بَانْدَهْنِ كَابِيَانٍ وَكَانَ شَيْخًا
 يَأْمُرُ الْغَزِيْمَةَ اَنْ يَّجُوسَ اِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ لِيُغْنِيَ شَرِيْحَ قَاضِي عَمَلٍ كَمَا كَرْتِ تَمَّ كَرَضَارُ كَوَسْمِ كَسْمِ كَسْمِ
 بَانْدَه جَاوِزٌ حَتَّى تَكُنْ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ
 اَبِي سَعِيْدٍ اَنْهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيْلًا قَبْلَ حَبِيْدِ
 فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي خَنْفَةَ يُقَالُ لَهُ قُتَامَةُ بْنُ اُنَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِ
 الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَطْلِقُوْهُ اَتَمَامَةً فَاَنْطَلَقَ اِلَى
 بَيْتِهِ فَرَبَطَ مِّنْ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَتَمَمْتُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَاَنْ اَحْمَدَ
 رَسُوْلَ اللَّهِ ثُمَّ جَمَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو نجد کی طرف بھیجا
 (نجد ایک ملک کا نام ہے عراق کی طرف) سورہ لوگ بنی خنیفہ کے ایک مرد کو پکڑ کر لے آئے کہ اسکا نام
 قتامہ تھا سو انہوں نے اسکو مسجد کے کہنبوں میں سے ایک کہنب میں باندھ دیا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم

اور سکو پاس آ کر سو فرمایا کہول دو تمامہ کو سو لوگوں نے اسکو کہول دیا سو وہ کجورون کی طرف چلا جو مسجد سے قریب تھیں سو اُسے غسل کیا پھر مسجد میں آیا اور کہا کہ گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ ہمیں کوئی معبود برحق ہوا خدا کے اور مقرر محمد رسول اللہ کے ہیں ف نیز جہ اکثر نسخوں میں نہیں ہے صرف باب کا لفظ واقع ہوا ہے ایسے کہ اسکو پہلو باب سے بہت مناسبت ہے..... کہ دو نو بابوں کا مطلب ایک ہے اور کافر کا سلمان ہو کر نہا نام مسجد سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا اور کتاب حکام مسجد کے بیان میں ہے اسکو توجیہ طور سے ہو سکتی ہے کہ کافر اکثر جنبی ہوتا ہے اور جنبی مسجد سے ممنوع ہے مگر ضرورت کیلئے سو جب یہ سلام لے آیا تو اُسکے لیے مسجد میں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی پس اُسے غسل کر لیا تاکہ اسکو مسجد میں ٹھہرنا جائز ہو باب الخیمۃ فی المسجد للبرصہ وغیرہم بیماروں وغیرہ کے واسطے مسجد میں خیمہ کھڑا کرنا جائز ہے حکم تبارک و تعالیٰ بن یحییٰ قال حدثنا عبد اللہ بن عمر قال حدثنا ہشام عن ابنہ عن عائشہ قالت اصاب سعد يوم الخندق في الاكح فضرب النبي صلى الله عليه وسلم خيمه في المسجد ليعوده من قريب فكم يزعجهم وفي المسجد خيمه من بني غفار الا الذم يسئل اليهم فقالوا يا اهل الخيمه ما هذا الذي يائنا من قبلكم فاذا سعد يغدو وجرحه دمًا فمات منها ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ جنگ خندق کے دن سعد کو رگ ہفت اندام میں تیر لگا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکے لیے مسجد میں خیمہ کھڑا کیا تاکہ پاس سے اسکو پوچھتے رہیں اور مسجد میں ایک اور خیمہ تھا بنی غفار کا سو یہ کہلا میں ڈالا اُنکو مگر خون نے جو انکی طرف بہہ کر گیا سو وہ کہنے لگے کہ اموی خیمہ والو یہ کیا چیز ہے جو ہمارے پاس تمہاری طرف سرائی ہے پس یکا یک دیکھا انہوں نے کہ وہ سعد ہے کہ انکی رگ سے خون جوش مار کر بہ رہا ہے سو سعد اُسی زخم کے سبب مر گئیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماروں وغیرہ کے واسطے مسجد میں کھڑا کرنا جائز ہے باب اذا خال البعير في المسجد للعلۃ بیماری وغیرہ کسی سبب کو واسطے اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے وقال ابن عباس طاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی البعیر بنجر بن عباس نے کہا کہ حضرت نو غار کعبہ طواف اونٹ پر سوار کیا ف یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے اور حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف سوار ہو کر اسطے کیا تھا کہ سب لوگ آکھو دیکھیں اور آپسے دین کے احکام پوچھیں اور چونکہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی مسجد میں اونٹ کو داخل کیا تھا تو معلوم ہوا کہ اونٹ کو حاجت کو لیے مسجد میں داخل کرنا جائز ہے حکم تبارک و تعالیٰ بن یوسف قال انا لک عن محمد بن عبد الوہاب بن

مخصوص ہو گئے تھے جیسے کہ معلوم ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ قَالَ نَافِلٌ**
قَالَ نَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عُسَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ وَعَنْ بُسَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ سَعِيدٍ
الرَّشْدِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ خَيْرٌ عَبْدًا أَبْنَى الدُّنْيَا وَيَكُنْ مَا عِنْدَكَ
فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَيَكُنْ أَبُو بَكْرٍ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يَكُنِي هَذَا الشَّيْءُ أَنْ اللَّهَ خَيْرٌ عَبْدًا أَبْنَى
الدُّنْيَا وَيَكُنْ مَا عِنْدَكَ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هُوَ الْعَبْدُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَهْلَمُنَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكُ إِنَّ أَمْرَ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَ
مَا إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ وَكَوْنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أَمْرِي خَلِيلًا لَا تَخْذَلْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أُخَوَّةُ الْإِسْلَامِ
وَمَوَدَّةُ لَا يُقَيِّقَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابُ الْإِسْكَ الْأَبَابُ ابْنِي بَكْرٍ ترجمہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے کہ حضرت صہبائہ علیہم السلام نے خطبہ پڑھا سو فرمایا مقرر خدا نے تمہارا کیا اپنے بند کو دینا اور آخرت
 میں سو اس بند سے آخرت کو اختیار کیا سو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گے سو میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ بڑا
 کس سبب سے روٹا ہے اگر خدا نے تمہارا کیا ایک بند کو دینا اور آخرت میں سو اس بند سے آخرت کو اختیار
 کیا یعنی ابو سعید کو تعجب آیا کہ یہ روٹنے کا کون مقام ہے سو وہ بندہ حضرت صہبائہ علیہم السلام تھے اور ابو بکر
 صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ عالم تھے وہ سمجھ گئے کہ حضرت صہبائہ علیہم السلام نے اپنی موت کی خبر دی ہے پھر
 جب حضرت صہبائہ علیہم السلام کا انتقال ہوا تب ہم اسکا طلب بھیج کر حضرت صہبائہ علیہم السلام نے اپنی موت
 کی خبر دی تھی سو حضرت صہبائہ علیہم السلام نے فرمایا کہ اے ابو بکر میں نے سب لوگوں میں رفاقت جاز
 اور مال کے راہ سے تیرا جو چیز احسان ہے یعنی اپنے ابو بکر کو تسلی دی ساتھ ظاہر کرنے کمال خصوصیت
 کے اگر میں نے کسی اور سے کرتا تو تجھ ہی سے کرتا لیکن ہماری تیری اسلام کی بڑی
 اور محبت ہے مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہ رہے مگر بند کیا جاوے سو اگر دروازہ ابو بکر کے ف خلت کا معجز
 صفا کی دوستی کا ہے جو مرد اس پر قبول کرنے سے اور وہ محبت و مہند ہے اور نیز خلیل اسکو کہتے ہیں کہ
 انکو دل میں سو اور دست کر اور کسی کی گنجائش ہو اور جو کہ حضرت کا دل مبارک محبت اور دوستی خدا ہی
 سے پر تھا ایسے سو خدا کے دوست پکڑنے کی گنجائش نہ تھی اور محبت قلبی جو حضرت صہبائہ علیہم السلام
 کو بعض کے ساتھ تھی تو وہ محض اس کے واسطے ہی سو یہی خدا کی محبت کی ایک شاخ ہے پس اسکی
 سنانی نہیں ہے اور نیز محبت کہتے ہیں دل کے تعلق کو ساتھ محبوب کے اور کسی چیز کا تمام دل کو پکڑ
 لینا وہ سر کی چیز ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں طافی کہنی جائز نہیں ہے اور یہی
 ہے سند باب **مَا سَأَلَ النَّبِيُّ مُحَمَّدًا الْحَقِيقُ قَالَ نَا وَهَبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ نَا ابْنِي قَالَ**

ہوا یا اسیت رکبے کی جابی اسکے پاس تھی سو اسنے کعبہ کا دروازہ کھولا سو آپ اور بلال اور اسامہ بن
 زید و عثمان بن طلحہ چاروں کعبہ کے اندر داخل ہو پھر آپ نے دروازہ بند کر دیا سو آپ اگر کعبہ
 کے اندر سے باہر نکل آئے ابن عمر نے کہا کہ میں نے جلدی سے جا کر بلال کو پوچھا کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر کیا کیا ہے سو بلال نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس میں نماز پڑھی ہے سو کہنے کہا کہ آپ نے کعبہ کی کس طرف میں نماز پڑھی ہے کہا کہ درمیان دو کھنڈوں
 کے ابن عمر نے کہا کہ میں بلال سے یہ بات پوچھنا بھول گیا کہ اپنے کتنی رکعتیں نماز پڑھی ہے
 یہ حدیث شاید کسی نے مذکور ہو چکی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کعبہ کا دروازہ ہی تھا اور اسکے کو اڑا
 بھی تھے جس سے کعبہ کیا جاتا تھا پس معلوم ہوا کہ مسجد کا دروازہ رکھنا اور اسکو کو اڑ لگانا جائز ہے
 اور یہی ہے مسئلہ باب کا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کعبہ کے اندر جا کر دروازہ بند کر دیا
 تھا تو اسکا سبب تھا کہ تمام لوگ اندر نہ گھس آویں اپنے انعال دیکھنے کو یا یہ کہ آپ نے فکر خشوع اور
 خضوع کے ساتھ نماز پڑھیں یا یہ کہ آپ اسکی تمام طرفوں میں نماز پڑھیں اسلئے کہ کعبہ کا دروازہ
 کی طرف نماز پڑھنے کی آیت دُخُولُ الشَّرِکِ فِي الْمَسْجِدِ مَشْرُکٌ کو مسجد میں داخل ہونا.....
 جائز ہے حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ قَالَ اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ
 أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ نَبَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْلًا قَبْلَ حَيْدِ نَجَاءَتِ رَجُلٍ
 مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ قَامَةُ بْنُ أَنَالٍ وَرَبَّوْهُ سَارِيَتٌ مِنْ سَوَادِي الْمَسْجِدِ نَزَّحِمَهُ
 ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو نجد کی طرف بھیجا سو وہ قبیلہ بنی
 حنیفہ کے ایک مرد کو قید کر کے لے آئے اسکا نام قامہ تھا سو انہوں نے اسکو مسجد کے کھنڈوں میں
 سے ایک کھنڈ کے ساتھ باندھ دیا ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرک کا مسجد میں آنا جائز ہے
 سو مسجد کعبہ کے کہ وہ اس کے مخصوص ہے اور غرض اس سے رو کرنا ہے امام مالک پر کہ وہ مطلق منع
 کرتے ہیں اور حنیفہ کے نزدیک مطلق جائز ہے کاب رَفِيعُ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ سَجْدَةٍ جَلَّارٌ
 بولنا اور آواز کو بلند کرنا کیا حکم رکھتا ہے حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ بْنِ جَعْفَرٍ الدَّقْنِيُّ
 قَالَ نَاجِيحِي ابْنُ سَعِيدِ الْقَطَّانِ قَالَ قَالَ الْجَعْفَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ
 حُصَيْفَةَ عَنْ الشَّائِبِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَبَسَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ
 فَإِذَا عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ أَذْهَبُ فَأَتِي هَذَا بِنِجْمَتِهِ بِهَذَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمْ
 أَوْ مِمَّنْ أَنْتُمْ قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَا وَجَعْتُمَا رُفْعًا

۲۹۸
 صحیح بخاری
 جلد ۱۰
 باب ۱۰
 ۲۹۸

اور میں نے اس سے روایت کی ہے

یہ ہے کہ بیان حدیث کا مکمل ذکر ہے کہ قال قال ابن عمر قال سأل رجل النبي صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر ما ترى في صلوة الليل قال سئني مثني فإذا أخشى أحدكم الصبح صلي واحدة فأوترت له ما صلي وأنت كان يقول اجعلوا آخر صلواتكم بالليل وترًا فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمر به ثم جئنا ابن عمر من روايت هر که ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور حالانکہ آپ منبر پر تھے اور احکام دینی بیان کر رہے تھے کہ آپ اس کو نفلوں میں کیا فرماتے ہیں دو دو رکعت پڑھیں جاوے یا چار چار رکعت پڑھیں جاوے یا رات کی نماز دو دو رکعت ہیں سو جب کوئی فجر ہونے سے خوف کرے تو ایک رکعت وتر پڑھ لیوے سو وہ اس کی پہلی نماز کو وتر کر دیگی یعنی اگر کسی کو پہلی رات میں تعجب پڑھتے پڑھتے یہ معلوم ہوا کہ صبح صادق نکلنے کی قریب ہو تو صرف ایک رکعت علحدہ پڑھ لیوے اسلئے کہ وہ ایک رکعت پہلی سب نماز کو جو پڑھ چکا ہے وتر یعنی طاق بنا دیگی اور عبد اللہ بن عمر کہا کرتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی رات کی نماز میں پہلی نماز کو دو رکعت کر و ف یہ اس شخص کے لیے ہو جو پہلی رات کو اٹھتا ہو اور جو پہلی رات کو نہ اٹھ سکے اس کو چاہیے کہ وتر کو غٹا سکے پڑھ لیا کرے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف ایک رکعت وتر پڑھنے جائز ہے اور حنفیہ کہتے ہیں اپنے اس ایک رکعت کو دو کے ساتھ جوڑ کر پڑھنا ہوتا مگر یہ تاویل ظاہر حدیث کے سراسر مخالف ہے اور تفصیل اس کی باب الوتر میں آئی انشاء اللہ تعالیٰ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں منبر پر بیٹھ کر احکام بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ مسجد میں علم... بیان کرنے کے لیے بیٹھنا جائز ہے اور یہی ہے مسئلہ باب کا حدیث ثنا أبو التعمان حدیث ثنا أحمد بن زید عن یزید عن یزید عن نافع عن ابن عمر أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو يخطف فقال كيف صلوة الليل فقال مثني مثني فإذا أخفيت الصبح فأوترت بواحدة توترت لك ما قد صليت وقال الوليد بن كثير حدیث ثنی عبید اللہ بن عبد اللہ ان ابن عمر حدیث ثنی ان رجلاً قادی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو فی المسجد ثم جئنا ابن عمر من روايت هر که ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حالانکہ آپ خطبہ پڑھ رہے تھے سو اس نے پوچھا کہ رات کی نماز کی کسی کشتن پڑھنی چاہئیں سو آپ نے فرمایا کہ دو دو رکعت پڑھیں چاہیے جو جب تو صبح صادق کا خوف کرے تو ایک رکعت وتر کر دے کہ وہ پہلی نماز کو وتر کر دیگی یعنی طاق بنا دیگی اور ابن عمر نے کہا کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا اور حالانکہ آپ مسجد میں تھے ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس شخص کا مسئلہ پوچھنا اور حضرت

ہوتا ہے کہ اپنے گھر اور بازار میں نماز پڑھنی جائز ہے اور جب نماز جائز ہو تو مسجد بنانی بھی جائز ہوگی
یا ترجمہ میں مسجد سے مراد مسجد کی جگہ ہے نہ وہ مسجد کہ ایک خاص مکان نماز کے لیے بنا کرتے ہیں
پس اس صورت میں مسئلہ باب حدیث ثوابت ہر باب تَشْبِيكَ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ فَغَيْرُ
مسجد وغیرہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کرنا اور آپس میں ڈالنا جائز ہے حَلَّ ثَنَا
حَامِدُ بْنُ حُمُرٍ عَنْ رِشْوَةَ نَاعَامٍ نَاوَا وَقَدْ عَزَّ ابْنُ عَيْنٍ ابْنُ عُمَرَ وَأَبْنُ عُمَرَ وَقَالَ
شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ وَقَالَ عَامِرُ بْنُ عَلِيٍّ نَاعَامٌ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ أَبِي قُتَيْبَةَ قَالَ وَقَدْ عَزَّ ابْنُ عَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي وَهُوَ يَقُولُ
قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَيْفَ
بِكَ إِذَا بَقِيتَ فِي حَتَاكِي مِنَ النَّاسِ يَهْدُ الرَّجْمُ بْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ رَوَايَتِ هَذَا حَضْرَتِ صَلَوَاتُ
وَسَلَّمَ سَمِعْتُ ابْنِ دُونَا هَاتُونِ كِي الْكَلْبُونِ كُو قِينِجِي كِيَا يِنِي تِنِجِي كِي طَرَحَ تَمَّ بَسِيمِ دَالَا حَضْرَتِ صَلَوَاتُ
نِي فَرَايَا كَامِجِدِ لِدِينِ مَرُ تَوَكِيَا كَرِي كِيَا جَبِ كُو تَابَقِي رَجَاوِي كَا كُو نَا قَصَ لَو كُونِ مِينِ حَلَّ ثَنَا
خَلَادُ بْنُ يُحْيَى قَالَ نَا سَفِينُ عَزَّ ابْنِي بُرْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي
مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالنَّبِيِّمَازِ يَشُدُّ
بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ تَرْجَمَهُ أَبُو مُوسَى رَمَاهُ سَمِعْتُ رَوَايَتِ هَذَا حَضْرَتِ صَلَوَاتُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَرَايَا كَامِجِدِ لِدِينِ مَرُ تَوَكِيَا كَرِي كِيَا جَبِ كُو تَابَقِي رَجَاوِي كَا كُو نَا قَصَ لَو كُونِ مِينِ حَلَّ ثَنَا
كُو مضبوط کیے رہتا ہے اور اپنے اس سلسلہ کی مثال کے واسطے اپنے دونوں ہاتھوں
کی انگلیوں کو قینچی کیا ف یعنی جیسے عمارت میں مضبوطی ایک لٹش کی دوسرا لٹش ہوتی ہے اس طرح مسلمانوں کو لازم ہے
مدد کریں اور آپس میں اتفاق اور محبت رکھیں اختلاف کر کے مباحدا ہو جاویں کہ جب یو کی انیشین جدا
جدا ہو جاویں تو دیوار گر پڑتی ہے حَلَّ ثَنَا رِشْوَةُ قَالَ نَابَنُ شَمِيلُ قَالَ أَنَابَنُ عَوْنُ عَنِ ابْنِ
سَيَرُونَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَلَّ صَلَوَاتِي الْعَشِيِّ
قَالَ ابْنُ سَيَرِينَ قَدْ سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ فَصَلَّ بِنَا وَكُنَّا نَيْنُ ثُمَّ سَلَّمَ
فَقَامَ إِلَى خَشْبَةِ مَعْرُومَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَاكَ عَلَيْهَا كَا كَا غَضَبَانِ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيَمْنَى عَلَى
الْيُسْرَى وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِمْ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْيَمِينَ عَلَى كَتِفِ الْيُسْرَى وَحَوَّجَتِ
الشُّرْعَانُ مِنَ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوا أَفْصَرَةُ الصَّلَاةِ وَفِي الْقَوَائِمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَصَابَاهُ أَنْ
يَكْلُمَاهُ وَفِي الْقَوَائِمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طَوْلُ يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَمَيْنَيْنِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوَاسَيْتَ

بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَشْرِقِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ وَقَدْ أَتَيْتَنِي ثُمَّ مَسَّحْتُ فَلَمْ يَكُنْ عَبْدًا لَكَ
 نِيْضًا يَصِلُ فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ كَانَ يَنْزِلُ عَنْ بَسَارِهِ وَوَسْرَاءِهِ رَافِعًا أَمَامَهُ إِلَى الْغُرْفِ
 نَفْسِهِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرُوحُ مِنَ الرَّفْحَاءِ فَلَا يَصِلُ الظُّهْرَ حَتَّى يَأْتِيَ ذَلِكَ الْمَكَانَ
 فَيَصِلُ فِيهِ الظُّهْرَ وَإِذَا أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنْ هَرَبَ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ أَوْ مِنْ آخِرِ السَّيْرِ
 عَزَمَ حَتَّى يَصِلَ بِهَا الصُّبْحَ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَانَ يَنْزِلُ حَتَّى سُرْحَةٍ صَحْحَةٍ دُونَ الزَّوَيْتَةِ عَنْ قِمَيْنِ الطَّرِيقِ وَوَجَاءَ الطَّرِيقُ فِي
 مَكَانٍ بَطْنٍ سَهْلٍ حَتَّى يُفْضِيَ مِنْ أَكْمَةِ دُوَيْنَ بَرِيدِ الزَّوَيْتَةِ بِمِثْلَيْنِ وَقَدْ انْكَسَرَ أَظْهَارُ
 فَأَنْتَنِي فِي جَوْفِهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى سَائِقٍ فِي سَاقِهَا كُثْبٌ كَثِيرٌ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
 عُمَرُ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي طَرَفٍ ثَلَاثِينَ مِنْ وَرَاءِ الْعَرَجِ وَ
 أَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٍ عَلَى الْقُبُورِ رَضَمٌ عَنْ
 حِمَارَةٍ عَنْ قِمَيْنِ الطَّرِيقِ عِنْدَ سَلَامَاتِ الطَّرِيقِ بَيْنَ أُولَئِكَ السَّلَامَاتِ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ
 يَرُوحُ مِنَ الْعَرَجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيلَ الشَّمْسُ بِأَلْهَا حَرَةً فَيَصِلُ الظُّهْرَ فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ وَ
 أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عِنْدَ سُرْحَاتِ
 عَنْ بَسَارِ الطَّرِيقِ فِي مَسِيلٍ دُونَ هَرَنْشَى ذَلِكَ الْمَسِيلِ لَأَصْحَى بِكَرَاعِ هَرَنْشَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ
 الطَّرِيقِ قَرِيبٌ مِنْ غُلُوَّةٍ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَصِلُ إِلَى سُرْحَةٍ هِيَ أَقْرَبُ لِلشَّعْرِ
 إِلَى الطَّرِيقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيلِ الَّذِي فِي أَدْنَى مِنَ الظُّهْرَانِ قَبْلَ الْمَدِينَةِ حِينَ تَهْبِطُ مِنَ
 الضُّفْرَاوَاتِ تَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذَلِكَ الْمَسِيلِ عَنْ بَسَارِ الطَّرِيقِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ
 لَيْسَ بَيْنَ مَنَازِلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ إِلَّا رَمِيَةٌ خَيْرٌ وَأَنَّ
 عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بَيْنَ طَوَيْيْنِ بَيْنَتَيْنِ
 حَتَّى يُصْبِحَ يَصِلُ الصُّبْحَ حِينَ يُقَدِّمُ مَكَّةَ وَمُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ
 عَلَى أَكْمَةِ غُلَيْظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي فِي بَنِي تَعْمَةَ وَلَكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ
 غُلَيْظَةٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ
 فَرَضَتِي الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطُّوْبِلِ خَوَّ الْكَبَةِ فَيَجْعَلُ الْمَسْجِدَ الَّذِي فِي بَنِي
 ثُمَّ يَسَارُ الْمَسْجِدَ بِطَرَفِ الْأَكْمَةِ وَمُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفَلَ مِنْهُ

عَلَى الْكَلِمَةِ السَّوْدَاءِ تَدْعُ مِنَ الْكَلِمَةِ عَشْرَةَ أَذْمُرُءِ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تَصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ
 مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ تَرْجُمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَوَيْتُ عَنْ أَبِيهِ
 وَاسْمُ الْخَلِيفَةِ مِنْ أَتْرَاكَتِهِ تَمْرُجُكُ أَبَاحُ عَمْرُوهُ كَا احْرَامُ بَانْدَهْتِے اور حُجَّةُ الْوَدَاعِ مِنْ حَبِّ كَا اُپنے حج کیا سو
 اترتے تھے اس درخت خاردار کے جو ذوالخليفة کی مسجد میں ہے (ذوالخليفة ایک جگہ کا نام ہے قریب
 کے مدینہ والے حج کا احرام دہان سے باندھتے ہیں) اور تھے حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم جب کسی لڑائی
 سے اس اہلین پہنٹا کرتے یا حج یا عمرہ کے واسطے آنے جاتے تو بطن وادی (یہی ایک جگہ کا نام
 کہ اور مدینہ کے درمیان) میں اترتے سو جب بطن وادی سے آگے پڑتے تو اپنی سواری کو بطن وادی میں
 (بطن وادی میں کو کہتے ہیں جو سنگستانی ہو) جو وادی سے پورب کی طرف ہر سو پھیلی رات کو نہان اتر کر
 آرام کرتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور یہاں پکا بچھلی اٹھتا اُس مسجد کے پاس نہیں تھا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ہوئی
 ہے اور اُس کی چوہر مسجد ہے وہاں ایک میدان گہرا تھا عبد اللہ بن عمر کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے
 اور اس میدان کے درمیان بالوہیت صبح ہو گیا ہوا تھا حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم وہاں نماز پڑھا کرتے تھے جو بکس
 میدان کے اسیں بہت کنگروں کو ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مکان معلوم ہو گیا جس میں کہ عبد اللہ نماز پڑھا کرتے تھے
 اور عبد اللہ نے کہا مگر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اس چوٹی مسجد میں جو شرفِ روم
 (ایک گون کا نام ہے وہ وہاں کی راہ پر مدینہ سے) کی مسجد سے کم ہے اور عبد اللہ بن عمر کو وہ مکان معلوم
 تھا یا خبر دیتے تھے جس میں کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے کہ وہ مکان تیری داہنی طرف
 رہتا ہے جب کہ تو مسجد میں نماز پڑھنے کو کہرا ہو اور یہ مسجد کہ کو جائے ہو سو راہ کی داہنی طرف رہتی ہے
 اور اس مسجد اور بڑی مسجد کے درمیان پتھر پینکے کا فاصلہ ہے یا مثل اسکی اور مقرر عبد اللہ بن عمر نماز
 پڑھا کرتے تھے طرف اس چوٹی پہاڑی کی جو دو حاکے انتھامیں ہے اور یہ پہاڑی اس مسجد کے اخیر طرف ہے
 راہ کے کنارہ پر نز و کیا اس مسجد کے کہ درمیان اسکے اور درمیان اخیر طرف وہاں کے ہے کہ کو جاتے
 ہو اور مقرر وہاں ایک مسجد بنائی گئی ہے سو عبد اللہ بن عمر اس میں نماز نہیں پڑھا کرتے تھے کہ وہ اس مسجد
 کو اپنی بائیں طرف اور پیچھے پیچھے چھوڑ دیتے اور اسکے آگے ہو کر پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے اور نعم عبد اللہ
 کہ روم سے چل کر سپر کیا کرتے تھے سو ظہر کی نماز پڑھتے جب تک کہ اس مکان میں آتے سو اُس مکان
 میں ظہر کی نماز پڑھتے اور عبد اللہ جب مکہ سے مدینہ کو آتے ہو اگر صبح سے ایک گھنٹی پہلے وہاں آتے
 یا آخر شب میں سو پھر تو وہاں آتے تھے اور آرام کرنے یہاں تک کہ صبح کی نماز وہاں پڑھتے اور عبد اللہ بن عمر
 نے کہا کہ مقرر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم ہمارے درخت کرتے اتر کر تے تھے جو رویتہ (ایک گون کا نام ہے شرفِ روم)

مدینہ سے) کے پاس ہے راہ سے داہنی طرف اور اسکے سامنے فراخ اور برابر نرم زمین میں پہاڑ کے
 باہر اُڑنے اُس مہندی سے جو رویشہ کے راہ سے قریب ہو وکیل پر اور مقرر ٹوٹ گئی ہے بخندی اس وقت
 کی اور نہر بھری ہو گئی ہے کمر اُسکی اور وہ ایک جڑہ پر کھڑا ہوا ہے اور اُسکی شاخوں میں بہت بالو ہوا ہے
 اور عبداللہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے سیلاب کی جگہ میں جہان پانی اوپر اٹھے
 کرتا ہے پیچھے عرج کے (عرج ایک جگہ کا نام ہے جو رویشہ سے تیرہ میل ہے) اور حالانکہ تو جانے والا ہو
 طرف بڑے پتھر کی اس مسجد کے پاس و یا مین قبرین میں اور قبروں پر پتھر جوڑ کر رکھے ہوئے ہیں اہ کی
 داہنی طرف پتھروں کے پاس درمیان ان پتھروں کے اور تھے عبداللہ بن عمر میر کیا کرتے عرج کو آفتاب
 ڈھلنے کے بعد سخت گرمی میں سو ظہر کی نماز کو اس مسجد میں پڑھتے اور عبداللہ بن عمر نے کہا کہ مقرر حضرت
 اللہ علیہ وسلم راہ کی بائیں طرف درختوں میں اترے پانی بہنے کی جگہ میں اس پہاڑ کے جہان کشام
 اور مدینہ کی اہ اگر لمباتی ہے اور وہ سیلاب کی جگہ ملی ہوئی ہے ساتھ ایک کنارہ اُس پہاڑ کے اُسکے
 اور راہ کے درمیان ایک تیر چلائے کا فاصلہ ہے اور تھے عبداللہ نماز پڑھا کرتے طرف اُس وقت
 کی جو سب رختوں سے راہ کی طرف زیادہ نزدیک ہو اور وہ سب لنباس ہے اور عبداللہ بن عمر نے کہا
 کہ مقرر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اتر کر اُس نیچی جگہ میں جو مر الظہران (ایک جگہ کا نام ہے) کے باہر
 ہے طرف مدینہ کی جب کوئی مسافر کو ہستان سے تلے آوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اترتے اس پانی
 بہنے کی جگہ کے درمیان کہ کو جانے ہوئی راہ کی بائیں طرف نہیں ہو درمیان اترنے کی جگہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے اور راہ کے مگر فاصلہ پتھر پہنکنے کا اور عبداللہ بن عمر نے کہا کہ مقرر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 (ایک جگہ کا نام ہے پاس کے) میں اتر کر تے تھو اور وہاں ات گزرتے تھو پہاڑ کے آپے ہاں
 صبح کی نماز پڑھتے ایسا جب کرتے جبکہ کے میں تشریف لاتے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانماز
 وہاں سخت پہاڑی پر تھی نہ اس مسجد میں جو وہاں بنائی گئی ہے ولیکن اس کے تلے سخت پہاڑی پر اور
 نے کہا کہ مقرر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آئے راہ میں اس پہاڑ کو جس کے درمیان اور پہاڑ کے درمیان
 کعبے کی مثل فاصلہ ہو کہا اس مسجد کو جو وہاں بنائی گئی ہے بائیں اس مسجد کے جو چوٹی پہاڑی کی
 طرف ہو حضرت کی جانماز اس تلے ہے سیاہ پہاڑی پر چوڑا دیو کو پہاڑی سے دس گز یا مثل اسکی نیچے
 پڑھو تو سامنے راہ کے جو پہاڑ سے آتی ہے وہ پہاڑ جو درمیان تیرے اور درمیان کعبے کے ہر طرف
 یہ مسجد میں مدت ہو معلوم ہیں اب انکا پتہ نشان کسی کو معلوم نہیں ہے سو مسجد ذوالخلیفہ اور مسجد روجا
 سو انکو یہی صرف ہی لوگ جانتے ہیں جو خاص عرب کو باشندہ ہیں اور ہفت پشت سو وہاں تھو ہزار

اور ابن عمر کے فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے نماز اور نماز کی جگہ کو تلاش کرنا اور اسے تبرک لینا مستحب اور امام بخاری نے ان مسجدوں کا ذکر نہیں کیا جو خاص مدینہ میں تھیں شاید کہ انکی اسناد اسکی شرط پہنچوگی مگر بہت اہل علم سے منقول ہے کہ مدینہ کی سب مسجدیں نقشہ ارتعاش سے صحیح ہوئی نہیں اور سب میں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے و لیکن اکثر مسجدیں انہیں سے نامعلوم ہو گئی ہیں اور جو مسجدیں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی آج کل باقی ہیں وہ یہ ہیں اول مسجد قبا ہے دوم مسجد فصیح اور وہ قبا سے مشرق کی طرف ہے سوم مسجد بنی قریظہ چہارم بالاغٹا ام ابراہیم اور وہ مسجد بنی قریظہ سے اتر کی طرف ہے پنجم مسجد بنی ظفر بقیع سے مشرق کی طرف ہے اور سادہ مسجد نجد کے ساتھ مشہور ہے ششم مسجد بنی معاویہ اور اسکو مسجد اجابہ کہتے ہیں ہفتم مسجد ہشتم مسجد القبلتین بنی سلمہ میں باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ سترہ امام کا مقصد کے لیے کافی ہے یعنی حب میدان میں نماز پڑھی جاویں تو اس حالت میں اگر صرف امام اپنے آگے کسی چیز کو کھڑی کر دیں اور مقتدی کوئی چیز اپنے آگے کھڑی نہ کریں تو امام کا سترہ مقتدیوں کو کفایت کرتا ہے و جب کوئی آدمی میدان میں نماز پڑھے کہ تو سنت کہ کسی چیز کو شل لکڑی وغیرہ کے اپنے آگے کھڑی کر دیں تاکہ نمازی کی نظر مسجد گاہ سے اور طرف نہ جاویں اور آگے سے گزرنے والا گناہگار نہ ہو کہ اگر بے سترہ نماز پڑھتا ہو تو اس کے آگے سے گزرنے والا گناہ ہے اور مقدار جگہ گزرنے کا یہ ہے کہ اگر نمازی اپنی نظر کو مسجد گاہ میں کھڑی نہ گزرنے والا اسکی نظر میں آوے اس مقدار میں گزرنے والا گناہ نہیں ہوتا ہے اور اگر نمازی کی نظر میں آ جاویں تو گناہ گار ہوتا ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ سَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَيْتُ رَأْسَ الْحِجَابِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَهَضْتُ إِلَى حَيْلِ الْوَسْطَى وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْلُفُ بِالْقَابِ بِمَنْىَ الْخَيْرِ جَدًّا وَفَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْإِثَانَ تَزَنُّمٌ وَهَجَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يَكُذِّبْكَ عَلِيُّ أَحَدٌ

ترجمہ ابن عباس سے روایت ہے کہ میں گدھے پر سوار ہو کر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حالانکہ میں بوخت کو قریب پہنچا ہوا تھا اور حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم منا میں لوگوں کو بوسہ دے کر نماز پڑھ رہے تھے سو میں بعض صفوں کے آگے سے گزرا اور میں نے گدھے کو چھو دیا وہ چمکنے لگے اور میں صف میں داخل ہوا یعنی جماعت میں شریک ہو گیا سو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے عجیب انکار کیا یعنی خود میں ہی بعض صفوں کے آگے سے گزرا گیا اور میرے گدھے بھی

اگے سے گذر گئے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس سے منع نہ فرمایا فظاہر اس حدیث سے مسئلہ باجائز نہیں ہوتا لیکن امام بخاری نے اسکو مشہور امر پر محمول کیا ہے ایسی کہ مشہور عادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی کہ میدان میں سوا سترہ کے نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور اسی کی تائید کرتی ہیں دو نو حدیثیں جو اس باب میں آئی ہیں۔ یا کہ کہا جاوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرنا اسوجہ سے تھا کہ آپ کے اگے سترہ کھڑا کیا ہوا تھا جیسے کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ کے اگے چوٹیزہ کھڑا ہوا تھا اور سترہ امام کا سترہ مقتدی کا ہے پس اس صورت میں منشاء حدیث کی باپ و ظاہر سے یا یہ امام بخاری نے اپنی عادت کو موافق اشارہ کر دیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں لفظ سترہ کا آیا ہے واللہ اعلم **حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَهْرَاجًا لِحُكْمَةٍ فَنُصِّعَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيُ إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَدَاعُهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَرِ إِتِّخَاذِهَا الْأَمْرَ أَنَّ تَرْجُمَهُ ابْنُ عُمَرَ سَرَّوَاتٍ** ہے کہ مقرر تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن نماز پڑھنے کو باہر نکلتے تو خادم کو برجی اٹھانے کا حکم فرماتے سو برجی آپ کے اگے گاڑ دی جاتی تھی سو آپ اسکی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچے ہوتے اور آپ سفر میں ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے پس اسی وجہ سے ابن عمر نے نیزہ لٹکانے کو لازم کر لیا ہے **حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدُ قَالَ كَاشَعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي حُمَيْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِيَهُمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عِزَّةُ الظُّهْرِ رَكَعَتَيْنِ وَالْعَصْرُ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَادُ تَرْجُمَهُ ابْنُ حُمَيْمَةَ رَضِيَ عَنْهُ** ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بطحا (ایک میدان برابر ہمارا کا نام ہے قریب مکہ کے) میں نماز پڑھائی اور آپ کے اگے برجی گاڑی ہوئی تھی ظہر دو رکعتیں اور عصر دو رکعتیں اور آپ کو آگے سے عورتیں اور گدھے آتے جاتے تھے فان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے ورنہ عورتوں کے گذرنے سے مقتدیوں کی نماز ٹوٹ جاتی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقتدیوں کو اپنے اپنے اگے سترہ کھڑا کرنے کا حکم فرماتا پس آپ کا صرف اپنے سترہ پر کفایت کرنا اور لوگوں کو اسکا حکم نفعرانا میرے دلیل ہے اسپر کہ امام کا سترہ مقتدیوں کو کافی ہے ایسے کہ اگر امام کا سترہ لوگوں کو کافی نہ ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنے اپنے اگے سترہ کھڑا کرنے کا حکم ضرور فرماتے اور اس حدیث سے معلوم ہوا

۱۶ میں نے اپنے
 دل میں جو
 کوئی نہ دیکھ
 کے تو انہوں
 کو جیبت میں
 لے کر اپنے
 پاس لایا اور
 ان کے ہاتھ
 میں سے اس
 کی کتابیں
 نکال کر ان
 کے سامنے
 رکھ دیں۔

شغول ہیں اور اس سو یہ قول بھی رد ہو گیا کہ میں اگر کوئی آگے سے گزر جائے تو نماز نہیں پڑھتا
باب الصلوۃ الی الأسطوانۃ کہنبون کو آگے رکھ کر نماز پڑھنے کا بیان و قال
 عُمَرُ الْمُضَلَّوْنَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِیِّ مِنَ الْمُحَدِّثِیْنَ یُفْکَرُ عَمْرُؤُا لَیْسَ لَہٗ عَمْرٌ دَیْنٌ وَلَیْسَ لَہٗ کَہْنَبٌ
 کے زیادہ تر حقدار ہیں انکے ساتھ تمکیم لگا کر باتیں کر نیوالوں سے اس لیے کہ وہ عبادت میں ہیں اور
 باتوں میں و رَایَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا یُصَلِّی بَیْنَ اَسْطُوَانَتَیْنِ قَادَاہُمَا اِلٰی سَادِیۃٍ فَقَالَ
 صَلِّ یُفْکَرُ عَمْرُؤُا لَیْسَ لَہٗ عَمْرٌ دَیْنٌ وَلَیْسَ لَہٗ کَہْنَبٌ کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا اس کو کچھ کر
 ایک کہنبے کو پاس کر دیا اور کہا کہ اس کو سامنے رکھ کر نماز پڑھ فان دونوں اثر و نوا اثر و نوا
 ہوا کہ مسجد میں ستر کو کچھ کرنا جائز بلکہ اولے ہے اس لیے کہ مسجد میں آگے ستر کو کچھ کرنے کا زیادہ
 احتمال ہے بہ نسبت میدان کے اور جبکہ میدان میں ستر بنانا مستحب ہے تو مسجد میں بطریق اولیٰ
 ہو گا **حَدَّثَنَا ابْنُ ابْرَاهِیْمَ قَالَ نَازِیْدُ بْنُ اَبِی عُبَیْدٍ قَالَ کُنْتُ اِتٰی مَعَ سَلَمَہُ بْنِ**
الْاَکُوۡعِ فِیْصَلِی عِنْدَ الْاَسْطُوَانَتِیْنِ عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ یَا اَبَا مُسْلِمٍ اَرَا لَکَ تَخْوِیۡفًا
الصَّلٰوۃِ عِنْدَ هٰذِهِ الْاَسْطُوَانَتِیْنِ قَالَ فَاِیُّ رَاٰیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ
الصَّلٰوۃِ عِنْدَہَا تَرَجَمَ یَزِیْدُ رَضَیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں سلم بن اکوع کے ساتھ آیا کرتا تھا یعنی
 مسجد نبوی میں سو وہ اس کہنبے کے پاس نماز پڑھتا تھا جو قرآن رکھنے کی جگہ کے نزدیک ہے
 سو میں اس کو کہا یہ یزید کا قول ہے کہ اے ابی مسلم (یہ سلم کی کنیت ہے) میں تجھ کو دیکھتا ہوں
 کہ تو اس کہنبے کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے ہو گویا یہ بہت قصد کرتا ہے یعنی اس کا کیا سبب
 کہ تو اس کے نزدیک نماز پڑھتا ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس کہنبے
 پاس نماز پڑھتے تھے واسطے قصد کیا کرتے تھے یعنی اس کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتا تھا حضرت عثمان
 کے زمانے میں ایک معتمد تھا کہ قرآن مجید صندوق میں بند کر کے اس کے پاس کہا ہوا تھا اس وجہ
 سے اس کا نام ستون مصحف مشہور تھا **حَدَّثَنَا قَبِیصَةُ قَالَ نَاسَفِیْنُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ**
اَنِّسَ بْنَ مَالِکٍ قَالَ لَقَدْ اَدْرَکْتُ یَکَادَ اَصْحَابِہِ لِیَبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَبَدَّدُوۡنَ
السَّوَارِیَّ عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَرَاۡدَ شَعْبَۃٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَنِّسَ حَتّٰی یَخْرُجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ترجمہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے
 بڑے صحابہ کو دیکھا کہ مغرب کو وقت کہنبوں کی طرف جمع ہو جاتے تھے یعنی جگہ کا قابو اجلتا جلدی
 سے دوڑ کر کہنبے کو اپنے آگے کر لیتا تھا کہ اس کو ستر بنانا اس کی طرف نفل گذاریا تاکہ حضرت کہنبے

تشریف لاتے ف ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مسجد میں کہنبوں وغیرہ کو سترہ بنانا مستحب ہے اور مراد حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے اس کہنبے کے پاس نماز پڑھنے سے یہ ہے کہ اپنے اسکو اپنے آگے رکھ کر نماز پڑھتے ہو گاہے الصلوة بین التواری فی غیر جماعۃ اکیلے آدمی کو کہنبوں کے درمیان نماز پڑھنی جائز ہے یعنی اسطور سے کہ ایک کہنبہ داہنی طرف ہو اور ایک بائیں طرف حد تک تَنَا مَوْسے بن اسمعیل قَالَ نَاجُوْنِیْ عَنْ تَفَاعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَاسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدٍ وَهُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ فَأَطَالَ ثُمَّ حَرَجَ وَكُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلَیْهِ أَتْرَفَ فَسَأَلْتُ بِلَالَ أَيْنَ مَلَى فَقَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُتَقَدِّمَیْنِ ترجمہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم اور اسماء اور بلال اور عثمان بن طلحہ چاروں کعبہ کے اندر داخل ہوئے پس آپ کے اندر دیر تک ٹھہرے رہے پھر باہر نکلے اور میں آپ کو چھو سب لوگوں سے پہلے وہاں آیا سو میں نے آتے ہی بلال سے پوچھا کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی ہے اُس نے کہا کہ اگلے دو نو کہنبوں کو درمیان نماز پڑھی ہے ف اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی تنہا ہو تو اسکو کہنبوں میں نماز پڑھنی جائز ہے لیکن اگر جماعت ہوتی ہو تو بعض کے نزدیک ستونوں کے درمیان نماز پڑھنی مکروہ ہے اسلئے کہ اس میں صفوں کا اتصال اور کندھے کے ساتھ کندھوں کا ملنا ماحصل نہیں ہوتا ہے حد تک تَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوسُفَ قَالَ اَنَا مَلَکْتُ مِنْ اَنْبِیَءٍ عَنْ تَفَاعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ دَسْوَلَ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْکَعْبَةَ وَاسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَهُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْجَعْفَرِیُّ فَأَخْلَقَهَا عَلَیْہِ وَمَكَثَ فِیْہَا فَسَأَلْتُ بِلَالَ حَیْثُ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ یَخْرُجْ مِنْ بَیْتِہِ وَنَلَّشَ اَعْمَلِیْہِ وَرَأَیْہَا وَكَانَ الْبَيْتُ یَوْمَئِذٍ عَلَی سِتْنَةِ اَعْمَلِیْہِ ثُمَّ صَلَّى وَقَالَ لَنَا اِسْمَعِیْلُ حَدَّثَنِی مَا لَکَ فَقَالَ عَمُوْدَانِ عَنِیْہِ ترجمہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مقرر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم اور اسماء اور بلال اور عثمان کعبہ میں داخل ہوئے سو عثمان نے آپ پر کعبہ کی دروازہ کو بند کر دیا سو آپ نے ان ٹھہرے رہے سو جب آپ باہر آئے تو میں نے بلال سے پوچھا کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر کیا کام کیا ہے بلال نے کہا کہ آپ نے ایک کہنبے کو اپنے دلہنے کیا اور ایک کو اپنے بائیں کیا اور میں کہنبوں کو اپنے پیچھے کیا اور اس وقت کعبہ کے چہ کہنبے تھے پھر آپ نے نماز پڑھی ف اس حدیث بھی معلوم ہوا کہ کہنبوں میں نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ اگر است آدمی ہے مسئلہ باب کا باب حد تک تَنَا

ابراہیم بن النضر قال نا أبو صمرة قال نا موسى بن عقیبة عن تاجع ان عبد الله كان اذا دخل الكعبة مشى قبل وجهه حين يدخل وجعل الباب قبل ظهره فمشى يكون بينه وبين الجدار الذي قبل وجهه قريباً من ثلثة أذرع صلى يتوضأ المكان الذي أخبر به بلال ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى فيه قال وليس على أحدنا بأس ان صلى في أي نواحي البيت شاء ترجمہ نافع روز سے روایت ہو کہ مقرر عبد اللہ بن عمر جب کعبہ میں داخل ہوا کرتے تو سیدھا اپنے منہ کے سامنے چلے جاتے اور دروازہ کو اپنی پیٹھ کی طرف کر کے سوچلے جاتے یہاں تک کہ جب اس کے اور سامنے کی دیوار کے درمیان میں مانتا کا فاصلہ رہ جاتا تو نماز پڑھتے اور قصد کرتے تھے اس جگہ کو حسین حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا بلال نے اسکو بتلایا تھا اور ابن عمر نے کہا کہ اونہیں کسی پر کچ گناہ کہ کہے کی جس طرف میں چاہے نماز پڑھے و اس باب کا ترجمہ نہیں یہ باب پہلے سے بمنزلہ فصل کے ہے اور وجہ مناسبت کی پہلے باب یہ ہے کہ اگرچہ اسمین کہنوں کے درمیان نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا و لیکن جو اسکے اور دیوار کے درمیان فاصلہ تھا اسکا بیان اسمین مذکور ہے تو اسکو اسکے ساتھ اسوجہ سے ملا ہے کہ یہ بھی اُسی واقعہ کا ذکر ہے یا یہ کہ عبد اللہ بن عمر دو کہنوں کے درمیان نماز پڑھیں یعنی پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے بھی کہنوں کے درمیان نماز پڑھی اور آپ کے اور سامنے کی دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کاب الصلوۃ والی الزاحلة والبعد والشجر والرحل سواری اور اونٹ اور درخت اور کجاوکی پہلی ٹوکوسا کہہ کر نماز پڑھنے کا بیان میں جائز ہے حدثنا محمد بن ابی بکر القنادی البصری قال سنا معمر بن سلیمان عن عبید اللہ بن عمر عن تاجع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یعرض داحلۃ فیصلی الیہا قلت افرأیت اذا اہتبت الزکاة قال کان یاخذ الرجل فیعلیہ فیصلی الی آخریہ او قال مؤخرہ وکان ابن عمر یقلعہ ترجمہ ابن عمر روز سے روایت ہو کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو اپنے سامنے چورائی میں بٹھلایا کرتے تھے اور اسکی طرف نماز پڑھتے تھے میرے کہنا (نافع کا قول ہے) بہلا بتلاؤ جب سواری ہٹنے لگتی یا کھڑی ہو جاتی تو کیا کرتے اُس نے کہا کہ اسوقت کجاو کو پکڑتے اور سکو برابر کر کے اپنے آگے لیتے سو اسکی پہلی ٹوکری کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ابن عمر روز ہی ایسا ہی کیا کرتے تھے و اس حدیث سے صرف سواری اور کجاو کی طرف نماز پڑھنی ثابت ہوتی ہے اونٹ اور درخت

[illegible]

تو اور زیادہ سخت ماری اور اگر اسکے قتل تک نوبت پہنچے اور اسکو قتل کر ڈالے تو اسپر قصاص یا دیت لازم نہیں ہے اور اسپر بھی ہلکا کا اتفاق ہے کہ اسکو ہی اپنی جگہ سے دفع کرنے کے لیے آگے بڑھنا اور اسکے دفع کرنے میں عمل کشید کرنا جائز نہیں ایسی جگہ کہ اس گزرنے سے زیادہ گناہ رکھتا ہے اور اگر کوئی آگے سے گزر جاوے تو اسکو پٹانا جائز نہیں اور اسپر ہی سب کا اتفاق ہے کہ یہ دفع کرنا مستحب ہو واجب نہیں لیکن بعض اہل ظاہر اسکو واجب کہتے ہیں اور یہ دفع کرنا اسی شخص پر لازم ہے جسے آگے مترہ رکھا ہوا ہو اور جسکے آگے مترہ ہو یا اس سے دور ہو تو اس صورت میں اسکو دفع کرنا جائز نہیں واسطے قصور کرنے کے اسکے ابتداء سے اور اسوقت آگے سے گزرنا حرام نہیں لیکن ترک اولیٰ ہے **باب**
لَا تُشِمُّ الْمَآزِ بِیْنِ یَدَیْ الْمُصَلِّیِّ جو شخص نمازی کے آگے سے چلا جاوے اسکے لیے کیا گناہ ہوتا ہے
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جَحْلٍ لِيَسْأَلَهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَآزِ بِیْنِ یَدَیْ الْمُصَلِّیِّ فَقَالَ أَبُو جَحْلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَآزِ بِیْنِ یَدَیْ الْمُصَلِّیِّ مَا ذَا عَلَیْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَلْفَهُ مِنْ أَنْ يَكُونَ بِیْنِ یَدَیْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي قَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً ثُمَّ جِئْتُ بِسَمْعٍ مِنْ رِوَايَتِهِ كَيْدُ بْنُ خَالِدٍ لَمْ يَكُنْ
 ابی جہیم کی طرف بھیجا تا کہ اس سے پوچھے کہ تو نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے حق میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے یعنی اسکو کتنا گناہ ہوتا ہے سو ابوجہیم نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے چلنے والا جانتا کہ اسپر کتنا عذاب ہوگا تو مقرر اسکو وہاں کا کھڑا ہو رہنا چاہیے بس یا چالیس مہینے یا چالیس دن اسکے آگے چلنے سے بہتر معلوم ہوتا ہے اس حدیث میں راوی نے بیان نہیں کیا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس برس فرمائے ہیں یا چالیس مہینے یا چالیس دن ہیں لیکن طحاوی وغیرہ نے کہا ہے کہ مراد اس سے چالیس برس ہیں سو معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے چلنے کا بڑا گناہ ہے کہ چالیس برس تک کھڑے ہو رہنا اس سے بہتر ہے بلکہ حرام ہے اور کبیرہ ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ گناہ خاص اسی شخص کے لیے ہے جو آگے سے چلا جاوے نہ اُسکے لیے جو آگے کھڑا ہو جاوے جان کر لیکن اگر نمازی کو اس سے پریشانی

حاصل ہو تو انکو بھی گزرنے والے کا گناہ ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہی سب کو شامل ہے خواہ امام ہو خواہ مقتدی ہو خواہ اکیلا ہو سب کو آگے سے گزرنے والا گناہ ہے اور اگر دوسری راہ کوئی نہ ملے تو جب بھی نمازی کے آگے سے نہ گزری بلکہ وہاں کھڑا رہے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاوے لیکن آگے سے گزرنے والے کو یہ گناہ اسی وقت ہوتا ہے جب کہ نماز کے آگے کوئی سترہ یا اثر وغیرہ نہ ہو اور جب کہ نمازی کے کوئی سترہ یا اثر ہو تو اس وقت اس کے آگے سے چلنے پر گناہ نہیں ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو جعفر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور یہ معلوم ہوا کہ **کَاتِبُ اسْتَقْبَالَ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّي وَكَرِهَ عُمَانُ اَنْ يُّسْتَقْبَلَ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّي وَهَذَا اِذَا اسْتَعْلٰ بِهٖ كَمَا اِذَا اَلَمْ يَسْتَعْلٰ بِهٖ فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ نَابِتٍ مَا بَالَيْتُ اَنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَنُوَّةَ الرَّجُلِ اِذَا كُوْنِي شَخْصًا نَازِظًا رَمًا هُوَ تَوَدُّ دُوسَرًا دُوسَرًا اَوْ مِي** کو آگے سامنے ہو کر بیٹھنے کا کیا حکم ہے اور نمازی کے سامنے ہو کر بیٹھنے کو حضرت عثمان نے مکروہ کہا ہے لیکن مکروہ اسی وقت ہے جبکہ نمازی کا دل اس کے ساتھ مشغول ہو جاوے اور حضور قلب ہو جاوے اور جبکہ نمازی اس کے ساتھ مشغول نہ ہو ورنہ اس کی نماز میں خلل پیدا نہ ہو تو مکروہ نہیں جیسے کہ زید بن ثابت نے کہا کہ نمازی کے سامنے ہو کر بیٹھنے میں مکروہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے کہ ایک شخص کی نماز کو دوسرا آدمی نہیں توڑتا ہے یعنی اس کے سامنے بیٹھنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت کا اثر آپس میں ظاہر مخالف تھا سو امام بخاری نے دونوں میں تطبیق دیدی ہے باین طور کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اثر اس حالت پر محمول ہے جبکہ نماز میں خلل پیدا ہو اور زید بن ثابت کا اثر اس حالت پر محمول ہے کہ نماز میں خلل پیدا نہ ہو **حَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَلِيٍّ بْنَ مُسَيْبٍ عَنْ اَبِي عَمْرِوَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتْ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ فَقَالُوا يَقْطَعُا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَ اَكْلًا بِالْقَدْرِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاقْبَ لَبِيْنَهُ وَبَيْنَ الْفِيلَةِ وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى التَّرْبِيرِ فَتَكُوْنُ لِيَ الْحَاجَةُ وَارْكَرُهُ اَنْ اَسْتَقْبِلَهُ فَاَسْلُ اَسْلًا لَا وِعْنَ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي اَسْوَدٍ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ** ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس کے نزدیک ذکر ہوا اس بات کا کہ نمازی کے آگے کس چیز کے چیر کا چلنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ سو بعض نے لوگوں سے کہا کہ توڑ دیتا ہے اسکو آگے سے چلنا کہتے کا اور اگر گدھے کا اور عورت کا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا

اَللّٰہُ تَعَالٰی ہکو کتون کے حکم میں کر دیا ہے مقرر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھتے اور حالانکہ میں آپ کے اور قبلے کے درمیان چار پائی پر سوئی رہتی سو مجھ کو لپٹنے کی حاجت ہوتی جیسے کسی ضروری کام کے لیے سو میں برا جانتی اس بات کو کہ آپ کو سامنی کھڑی ہوں سو میں چار پائی کے پاؤں کی طرف سے آہستہ سرک کر نکل جاتی ف مطلب اس حدیث سے یہ ہے کہ جب نمازی کے آگے عورت لیٹی ہوئی ہو تو اس کا دل اس کی طرف زیادہ مشغول ہوتا ہے مرد کے سامنے ہونے سے حالانکہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ہونے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو کچھ خلل نہ ہوا اس لیے کہ آپ کا دل اس کی طرف مشغول نہیں تھا اور آپ کا خیال بھی اس طرف نہیں تھا پس اس طرح اگر نمازی کے سامنے عورت ہو اور اس کا خیال اس کی طرف نہ ہو تو اس کی نماز میں کو نقصان نہیں آتا ہے اور مرد کے سامنے ہونے سے بطریق اولیٰ نماز میں خلل نہیں ہوگا باب الصَّلَاةُ خَلْفَ النِّسَاءِ اگر کوئی آدمی پیچھے دیکر سویا ہوا ہو تو اس کو سامنے رکھ کر اس کی طرف نماز پڑھنی جائز ہے کَامَسَدٌ قَالَ تَابِيحِي قَالَ نَاهِي سَامُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُلي زَانَا رَافِدَةً مُعْتَصِرَةً عَلَى خُرَاشِيهِ فَإِذَا أَدَّأ أَنْ يُؤْتِرَ يَقْطَعُنِي فَأَوْتِرْتُ تَرْجُمُهُ عَائِشَةُ

۳۲۱ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ میں آپ کے آگے نماز کی طرح لیٹی رہتی سو جب آپ تڑپڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھ کو جگادیتے سو میں آپ کے ساتھ ٹکڑی تڑپڑھتی ف سونے والے سے مراد عام ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو یا حکم شرعی میں مرد اور عورت برابر ہے سو جو حکم عورت پر ثابت ہو وہ مرد پر بھی ثابت ہوگا بلکہ بطریق اولیٰ ثابت ہوگا پس مطابقت حدیث کی مسئلہ باب سے ظاہر ہے اور غرض اس سے یہ کہ سوئی ہوئی اور جاگتی ہیں یکہ فرق نہیں گویا کہ ہمیں اشارہ ہے اس طرف کہ سونے والے کی طرف نماز پڑھنے کی ممانعت میں حدیث آئی ہو وہ ضعیف ہے کَابِ التَّطَلُّعِ خَلْفَ الْمَرْءِ عورت کو پیچھے نکل پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَا مِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ وَرَجُلَايَ فِي مَيْتَلَةٍ فَإِذَا سَجَدَ عَمَرْتُ فِي فَقَبَضْتُ رَجُلِي فَإِذَا قَامَ بَسَطَهَا قَالَتْ وَالْبَيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصْرَبٌ تَرْجُمُهُ عَائِشَةُ رَمَزَ رُوَايَاتُ بَ کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نماز پڑھتے تھے اور حالانکہ
 میں آپ کے درمیان چار پائی پر لیٹی رہتی سو مجھ کو بھی حاجت بفرمائی
 اتنی سوین بات کو کہ آپ کمر سے اٹھ کر بیٹھوں اور آپ کو ایذا ورن سو میں جا رہا ہوں
 کے پاؤں کی طرف سے آہستہ سرک کر نکل جاتی ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورت سے
 نمازی کے آگے سے گزر جاوے تو اسکی نماز نہیں ٹوٹتی ہے جیسے کہ بار بار اوپر مذکور ہو چکا
 حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَكُنَا بِعُقُوبِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ كُنَّا بِنِ إِخْنِ بْنِ
 شَهَابٍ أَتَاهُ سَأَلَ عَنْهُ عَنِ الصَّلَاةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ قَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ أَخْبَرَنِي
 عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فَيُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَلَئِنِّي لَمَعُتُ صَنْعَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ
 الْقِبْلَةِ عَلَى فَرَاشِ أَهْلِهِ تَرْجُمُهُ يَقُوبُ رَمَى مِنْهُ رَوَيْتُ عَنْهُ حَدِيثَ بَيَانٍ كِي مَجِبَةٍ
 ہتھیے ابن شہاب کو کہ اُس نے اپنے چچا سے پوچھا کہ کیا کسی چیز کا نمازی کے آگے سے گزرنا نماز کو
 توڑ دیتا ہے ابن شہاب نے کہا کہ کسی چیز کا آگے سے گزرنا اسکی نماز کو نہیں توڑتا ۔
 اس لیے کہ مجھ کو عروہ نے خبر دی ہے کہ عائشہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو
 اٹھا کرتے تھے سو نماز پڑھتے اور حالانکہ میں آپ کو اور قبلہ کے درمیان فرش پر لیٹی رہتی ف
 صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں بعض لوگ اس بات کے قائل تھے کہ اگر نمازی کے
 آگے سے عورت یا کتا یا گدھا چلا جاوے تو اسکی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور دلیل انکی یہ حدیث ہے
 جو صحیح مسلم میں ابو ذر رضی عنہ سے روایت ہو کہ عورت اور گدھا اور سیاہ کتا نماز کو توڑ دیتا ہے سو اس
 ابو ذر رضی عنہ کی حدیث سے بہت علماء نے انکار کیا ہے اور طحاوی نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ
 ہے ساتھ ان حدیثوں عائشہ وغیرہ کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو سامنے رکھ کر نماز
 پڑھتے رہے ولیکن نسخ ثابت نہیں ہوتا ہے واسطے عدم علم تاریخ کے اور واسطے ممکن ہونے
 تطبیق کے اور وہ بطور سے ہو سکتی ہے کہ ابو ذر کی حدیث میں نماز ٹوٹنے سے مراد اُس کے
 خشوع اور خضوع کا ٹوٹنا ہوا جیسے کہ جب صحابی نے کالے کتے کی حکمت پوچھی تو اُس کے جواب میں
 کہا گیا کہ وہ شیطان ہے حالانکہ اگر شیطان نمازی کے آگے سے چلا جاوے تو اسکی نماز نہیں
 ٹوٹتی ہے پس عورت نسخ سے یہ تطبیق اولے ہے بَابُ إِذَا أَحْمَلَ جَارِيَةٌ صَغِيرَةٌ
 عَلَى حَقِيقَةٍ فِي الصَّلَاةِ جب کوئی شخص نماز کے اندر کسی چوٹی لڑکی کو اپنے منڈے پر

اٹھایا اور تو کیا جائز ہے یا نہیں **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ**
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ الزُّرَقِيُّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ لِأَمَامَةٍ بَنَتْ رَيْنَبَ بَنَتْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ رَاكِبَةٌ لِعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَصَعَمًا
 کرتے اور حالانکہ آپ اپنی نوہی امامہ بنت زینب کو نماز میں اٹھانے ہوئے اور وہ امامہ ابی العاص کی بیٹی
 تھی (جو آپ کا داماد تھا) سو جب آپ سجدہ کرتے تو اسکو زمین پر رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے
 تو اسکو اٹھا لیتے **ف** حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے اپنی بیٹی زینب کا نکاح
 ابوالعاص سے کر دیا تھا اور وہ اسلام ظاہر ہونے کے بعد کافروں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ
 جنگ بدر کے دن قیدیوں میں پکڑا آیا پس مسلمان ہو گیا اور ہجرت کر کے مدینہ میں چلا آیا سو
 حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے زینب کو اس کے حوالہ کر دیا اور حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکی
 دامادی کی بہت تعریف کی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں فوت ہوا اور زینب
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی کے نکاح میں انتقال کر گئے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
 نماز میں چوٹی لڑکی کو اپنے منڈ سے پر اٹھا لینے سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور یہ فعل آپ کا
 نشر و بیعت تھا اور واسطے بیان جواز کے اور ساتھ اس کے قائل ہیں اکثر ائمہ مجتہدین اور
 جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ عمل کثیر ہے سو ان لوگوں نے اس حدیث کی بہت تاویلین کی ہیں بعض
 کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واسطے ضرورت کے تھا اور بعض کہتے
 ہیں کہ یہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا خاص تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عام ہے لیکن امام نووی
 نے کہا ہے کہ یہ سب تاویلین چوٹی اور باطل ہیں اور اس حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو
 قواعد شرع کے مخالف ہو اور یہ عمل قلیل تھا اور متفرق تھا سو ایسا عمل نماز کو باطل نہیں کرتا ہے
 اور شرع دلیلیں اس پر غالب ہیں اور یہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا فعل واسطے بیان جواز کے تھا
 انتھے **بَابُ إِذَا صَلَّى إِلَى فِرَاشِهِ فَنَدَى حَائِضٌ** جب کوئی شخص ایسے چھونے کی طرف نماز پڑھا
 جس میں حیض والی عورت ہو تو نماز جائز ہے **حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارٍ قَالَ قَالُوا هَشِيمٌ عَنْ**
الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَاةٍ قَالَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ خَالَتِي مَيِّمُوتُ بَنَتْ
الْحَارِثَ قَالَتْ كَانَ فِرَاشَهُ جِيَالٍ مَصْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَمَا وَقَعَ

اگر کسی عورت کو نماز میں چوٹی لڑکی کو اپنے منڈ سے پر اٹھا لینے سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور یہ فعل آپ کا نشر و بیعت تھا اور واسطے بیان جواز کے اور ساتھ اس کے قائل ہیں اکثر ائمہ مجتہدین اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ عمل کثیر ہے سو ان لوگوں نے اس حدیث کی بہت تاویلین کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واسطے ضرورت کے تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا خاص تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عام ہے لیکن امام نووی نے کہا ہے کہ یہ سب تاویلین چوٹی اور باطل ہیں اور اس حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قواعد شرع کے مخالف ہو اور یہ عمل قلیل تھا اور متفرق تھا سو ایسا عمل نماز کو باطل نہیں کرتا ہے اور شرع دلیلیں اس پر غالب ہیں اور یہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا فعل واسطے بیان جواز کے تھا انتھے

[illegible]

سَاجِدًا فَفَعَلُوا حَتَّىٰ قَالَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنَ الصَّحَابِ فَاَنْطَلَقَ مُنْطَلِقًا إِلَىٰ
فَاطِمَةَ وَهِيَ جُوَيْرِيَّةٌ فَاَقْبَلَتْ تَسْعَىٰ وَتَبَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا
حَتَّىٰ أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَاقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسْبِيحًا فَلَمَّا قَضَىٰ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الصَّلَاةَ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثُمَّ سَمَى اللَّهُ عَلَيْهِمُ
بِأَسْمَاءِ هِشَامٍ وَعُثْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشُعْبَةَ بْنَ رِيعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عُثْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَعُثْبَةَ بْنَ

أَبِي مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ بْنَ الْوَلِيدِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَوْلَ اللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَوَعَى يَوْمَ بَدْرٍ
ثُمَّ مَحْبُورًا إِلَى الْقَلْبِ قَلِيلًا بَدْرًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّبَعَ
اَمْتَحَابُ الْقَلْبِ لَعْنَةُ تَرْجَمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُوْدَرَسَ رَوَيْتَ عَنْ جَسَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعْبَةَ يَاسَ نَمَازِ پُڑھ رہے تھے اور ایک گروہ قریش کے بدبخت و مان
مجلس لگا کر بیٹھے تھے جبکہ ایک شری نے اُن میں سے کہا کہ کیا تم کو یہ یاد کرنے والا نظر نہیں
آتا تم میں ایسا کون ہے جو آل فلاں کی فرج کے اونٹ کی طرف جا دی سوا کسی لید اور

خون اور او جہڑی کو لا دی پھر اسکو مہلت دیوے یہاں تک کہ جب سجدہ کرے تو اس او جہڑی
کو اسکو دو نو موٹہ ہون پر رکھ دیوے سو کھڑا ہوا زیادہ تر بدبخت سب قوم سے اور او جہڑی
کو لا یا سوجب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے اُس بدبخت نے اسکو آپ کے دونو

موٹہ ہون کے درمیان رکھ دیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑے رہے اُس
اٹھ نہ سکے سو وہ شریہ سب ہنسنے لگے یہاں تک کہ ہنسی کے مارے بعضے بعضوں پر گرتے تھے
سو کسی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی کو جا کر خبر دی سو وہ دوڑتی آئیں اور حضرت صلے اللہ

علیہ وسلم ہی تک سجدہ میں پڑے تھے یہاں تک کہ اُسے او جہڑی کو آپ کی پیٹھ سے گرایا اور اُن
کافروں کی طرف متوجہ ہو کر اُن کو گالین دینے لگیں سوجب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز کو
اداکر چکے تو آپ نے کافروں کے حق میں بددعا کی اور فرمایا ایسی پکڑ لے قریش کو یہ حضرت صلے

اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا (یہ تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے محل طور سے سب قریش کو
بددعا دی پھر رب کو ربودیوں کے مفصل نام لے کر علحدہ علحدہ ہر ایک کو حق میں بددعا کی) سو
آپ پکڑ لے عمرو بن ہشام کو اور عقبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن جیحہ کو اور کھڑے ولید بن عقبہ کو اور امیہ

بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور عمارہ بن ولید کو عبد اللہ بن ابی اسد کو (کہ جب
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نام لیا تھا) مقرر مینے انکی لاشیں پڑیں دیکھیں دین بددعا کی پھر یہ

ترجمہ
مجموعہ جاری

کو میں ڈالی گئیں۔ بدر کے کوئین میں یعنی جنگ بدر کے سب سے پہلے اور کوئین میں ڈالے گئے پھر حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کوئین کے پیچھے لعنت لگائی گئی یعنی جیسے کہ دنیا میں خواری اور ذلت کے ساتھ ہلاک ہو جائے۔ آخرت میں جنت کی رحمت سے محروم ہو جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو نماز کی حالت میں عورت کا ہاتھ لگ جاوے تو مرد کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے لیکن اوپر پڑی اٹھانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خواہ مخواہ بدن کو ہاتھ لگ جاوے ہو سکتا ہے کہ اوپر پڑی کو اور کی طرف سے اٹھا کر پھینک دیا جاوے اور نیز اس بات کا ثابت ہونا بھی مشکل ہے کہ اس وقت حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ البتہ الجزء الثانی من فیض الباری فی ترجمہ صحیح البخاری یعنی فیض الباری فی ترجمہ صحیح البخاری کا ترجمہ تمام ہو اسی طرز سے تمام صحیفہ بخاری کا ترجمہ کیا جاوے گا۔

فہرست مطالب کتاب فیض الباری شرح اردو صحیفہ البخاری

۳۲۷

نمبر	مطالب کتاب	نمبر	مطالب کتاب	نمبر	مطالب کتاب
۱۳۸	کتاب الغسل بماء یغسل	۱۵۳	باب غسل المذی والوضوء	۱۶۸	باب غسل ما یصیب من فحش المرأة
۱۳۹	باب الوضوء قبل الغسل	۱۵۴	باب غسل المذی والوضوء	۱۶۹	باب غسل ما یصیب من فحش المرأة
۱۴۰	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۵۵	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۰	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۴۱	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۵۶	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۱	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۴۲	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۵۷	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۲	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۴۳	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۵۸	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۳	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۴۴	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۵۹	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۴	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۴۵	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۰	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۵	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۴۶	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۱	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۶	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۴۷	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۲	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۷	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۴۸	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۳	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۸	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۴۹	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۴	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۹	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۰	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۵	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۰	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۱	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۶	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۱	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۲	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۷	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۲	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۳	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۸	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۳	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۴	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۶۹	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۴	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۵	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۰	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۵	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۶	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۱	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۶	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۷	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۲	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۷	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۸	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۳	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۸	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۵۹	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۴	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۹	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۰	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۵	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۰	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۱	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۶	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۱	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۲	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۷	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۲	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۳	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۸	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۳	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۴	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۷۹	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۴	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۵	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۰	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۵	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۶	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۱	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۶	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۷	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۲	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۷	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۸	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۳	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۸	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۶۹	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۴	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۹۹	باب غسل الرجل مع امرأته
۱۷۰	باب غسل الرجل مع امرأته	۱۸۵	باب غسل الرجل مع امرأته	۲۰۰	باب غسل الرجل مع امرأته

وَاللَّهُ لَمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ مِيثَاقَهُمْ فِي السَّيِّئَاتِ قَالَ لَهُمْ نِسَاءُهُمْ هُنَّ حَاضِرَاتٌ لَكُمْ لَسْمَعْنَ كَلَامَ اللَّهِ وَكُنَّ شَهِيدَاتٍ بَعْدَ الْوَعْدِ أَنْ تَقْرَأُوا فِيهَا الْحُرُوفَ فَلَمَّا كَمَتْ بِهِمْ بَقَايَا السَّيِّئَاتِ فَاسْتَمَعُوا لَهَا فَالْتَبَسُوا رِجَالَهُمْ عَلَيْهَا وَقَالُوا إِنَّهَا خَالِيَةٌ مِنْهُنَّ إِنَّهَا غَافِلَةٌ فَلَمَّامَتْ بِنِجْمٍ أَشْرَقَتْ فِي سَحَابٍ لَابِقٍ فَلَمَّاهُهَا نِسَاءَهَا لِآيَاتِ اللَّهِ ذَاتِ الْآزَامِ فَاذْكُرُوا الْيَوْمَ آيَاتِ اللَّهِ أَنْتُمْ مُقْرَأُونَ

زیر حق تعالی و این لایحه محمد ابراهیم بن علی علیه السلام در جواب نامه خود را فرموده و لقب بنعلی القاسمی

214.4

مجله

پارہ قمیص ترجمہ اردو

1119

[illegible]

مطبع محمد زکریا هو مطبوعه

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۳۳

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ أَمَّا بَعْدُ فَعَلَيْكُمْ تَرْجُمَةُ الْخَيْرِ الثَّالِثُ مِنْ تَفْصِيلِ
 الْخَاتَمِ وَقَفَّاهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ لِحَقِّهِمْ وَاتِّسَارِهِ كَمَا وَقَفَّاهُ لَشُرُوعِهِ وَابْتِدَائِهِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ **كِتَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ** تَرْجُمَةُ **كِتَابِ** بَيَانِ
 مِيقَاتِ نَازِ كِ **بَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ وَفَضْلُهَا** وَنَقْلُهُ تَعَالَىٰ عَنْ
 مَنْ حَلَّ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْفُورًا مَوْفُوتًا وَقَدْ عَلِمْتُمْ
 تَرْجُمَةُ يَ نَازِ كِ وَقُتُونِ كَا بَيَانِ اُورَا سْكِي فَضِيلَتِ اُورَا ثَوَابِ كَا بَيَانِ اُورَا سْ اَيَّتِ كِي
 تَفْسِيرِ كَا بَيَانِ كِه تَحْقِيقِ يَ نَازِ هِ مَسْلَمَانُو پَر فَرَضِ وَقْتِ مَقْرَرِ كَا هُوَا اِ اِمَامِ بَخَارِي نَعْنِ
 اِسْكِي تَفْسِيرِ مِ يَنْ كَهَا كِه مَرَادِ اِسْ اَيَّتِ مِ يَنْ مَوْفُوتَا سِ يَ هِ كِه نَازِ كَا وَقْتِ مَسْلَمَانُو پَر مَقْرَرِ
 كَر دِيَا بِيَا هِ اِيْجَ وَقْتِ مَعِيْنِ سِ اُوسْكُو كَا كَرِيْظْ هَا كَسِي حَالِ مِ يَنْ جَانِزِ نَهِيْنِ **ف** اِسْ
 كِتَابِ اُورَا بَابِ مِ يَنْ يَ فَرْقِ هِ كِه كِتَابِ مَرَادِ مَطْلُوقِ نَافِ هِ اُورَا بَابِ سِ مَرَادِ يَ هِ كِه يَ نَازِ
 اِجْتِهَادِ سِ فَرَضِ هُوِيْ هِ يَادُو حِي سِ اُورَا سْ اَيَّتِ سِ مَجْلِ طَوْرِ پَر ثَابِتِ هُو تَا هِ كِه نَازِ
 كِه لِيْهِ وَقْتِ مَقْرَرِ هِ پَسِ وَجْهِ مَنَابِتِ اِسْ اَيَّتِ كِي بَابِ سِ طَا هِرِ هِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
 ابْنُ مَسْلُكَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلَىٰ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْرَجَ الصَّلَاةَ
 يَوْمًا مَزْجَلٍ عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا خَيْرُهُ أَنَّ الْمَخْدِرَةَ بَنُ شُعْبَةَ أَخْرَجَ الصَّلَاةَ

یَوْمَ مَا تَدْرُؤْنَ بِالْعِرَاقِ فَدْخَلَ عَلَيْهِ أَبُو سَعْدٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هَذَا يَا مُغِيرَةُ الْيَسَّ
 فَذَكَرْتُ أَنَّ جَبْرَائِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ثُمَّ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِهَذَا أُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لَعْرُوفَةً أَعْلَمُ مَا
 تَحْلُثُ بِهِ أَوْ أَنَّ جَبْرَائِيلَ هُوَ أَتَانِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَتِيَ الصَّلَاةَ
 قَالَ عُمَرُ وَكَذَلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي سَعْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عُمَرُ وَكَذَلِكَ
 حَدَّثَنِي مَا نَشَأَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ
 فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَطْهَرَ تَرْجَمَهُ ابْنُ شِهَابٍ زُهْرِيٌّ مِنْ رِوَايَتِهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ
 الْخَلَفِ هُوَ يَكُنْ فِي يَوْمٍ مَنَازِلَ عَصْرِ كَوْدِيرٍ مِنْ بَنِي سَعْدٍ تَقُولُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ
 سَوْعَةَ أَسْكَرَ بَاسَ آيَا أَوَّلَ سَوْعَةَ حَدِيثَ تَبْلَايَ كَمَا مَقْرُونُ شُعْبَةَ صَحَابِي لَمْ يَكُنْ
 دُنَى مَلِكِ عِرَاقٍ مَنَازِلَ كَوْدِيرٍ مِنْ بَنِي سَعْدٍ وَصَحَابِي الْأَنْصَارِيُّ أَسْكَرَ بَاسَ آيَا أَوَّلَ سَوْعَةَ
 ۳۳۱ اگر کہا کہ اے مغیرہ یہ کیسے تاخیر ہے یعنی تو نے نماز کو استقدر دیر سے کیوں پڑھا ہے
 کیا تنہا معلوم نہیں کہ مقرر جبرائیل علیہ السلام راسمان سے اور سے یعنی شب معراج
 کی صبح کو سو جبرائیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر
 جبرائیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی
 پھر جبرائیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی
 پھر جبرائیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی
 پھر جبرائیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی
 یعنی جبرائیل علیہ السلام نے حضرت کی امامت کی اور آپ کو پانچ وقتوں میں پانچ نمازیں تعلیم
 کے واسطے پڑھائیں تاکہ امت کو اس طرح تعلیم کریں پھر جبرائیل علیہ السلام نے حضرت سے
 کہا کہ جبکہ وہی حکم ہوا ہے کہ نماز کو ان پانچ وقتوں میں ادا کر دو یا یہ کہ ان وقتوں میں آپ کو
 نماز پڑھانے سے عمر نے عروہ سے کہا کہ اس حدیث کو سوچ کر کہو یعنی کیا یہ حدیث سچ ہے کیا
 تنہا معلوم ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حالت میں بیان کرنے وقتوں نماز کے حق
 کو نماز پڑھائی تھی عروہ نے کہا ہاں جبرائیل علیہ السلام نے حضرت کو امامت کرائی تھی اس طرح

نشیون ابی مسعود اس حدیث کو اپنے باپ سے روایت کیا کرتا تھا (پھر) عروہ نے اپنی شہادت کے لیے عرس کہا کہ مقرر مجھے عایشہ رخم نے حدیث بیان کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ کر تے تھے اس حالت میں کہ سایہ آفتاب کا میرے حجرے میں ہوتا دیوار پر چڑھنے سے پہلے یعنی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب عصر کی نماز پڑھتے تو اس وقت سایہ آفتاب کا بہت بلند ہوتا تھا ایسے کہ عائشہ رخم کے حجرے کے صحن میں آفتاب کا سایہ اسی وقت ہوتا تھا جب کہ آفتاب بہت بلند ہوتا اور جب کہ آفتاب نیچے جاتا تو اس وقت سایہ اس کا حجرے کی دیوار پر چڑھ جانا خاص کر ثابت ہو چکا ہے کہ ازواج مطہرات کے حجرے کا صحن بہت تنگ تھا جیسے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے **ف** جب مروان کا پوتا ولید بن عبد الملک تخت پر بیٹھا تو اس زمانے میں عمر بن عبد العزیز اس کی طرف سے مدینہ منورہ پر حاکم ہوا اور اس وقت احکام شرع میں کچھ سستی ہو گئی تھی اور بنی امیہ نماز کو دیر کر کے پڑھا کرتے تھے سو ایک دن اُس نے بھی نماز عصر کو دیر کر کے پڑھا تو کچھ لوگ اٹھ کر گیا اور اس کو یہ حدیث سنائی لیکن فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد دیر کرنے سے یہ ہے کہ وقت مستحب یعنی اول وقت نہیں رہا تھا یہ مراد نہیں کہ آفتاب بالکل غروب ہو گیا تھا ایسے کہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں صریح لکھا ہے کہ اُس نے نماز عصر میں تھوڑی سی دیر کی تھی اور اعتراض عروہ کا عمر پر اور اعتراض ابو مسعود رضا مغیرہ پر یہی اسی وجہ سے تھا کہ اول وقت سے نماز کی دیر ہو گئی تھی اور عروہ نے جو حدیث جبریل علیہ السلام عمر کے اگر بیان کی تو اس حدیث سے عمر پر کوئی الزام نہیں آسکتا ہے ہوا اس کے اس میں نماز کے وقتوں کی تعیین نہیں ہے مگر شاید عمر کو تفصیل وقتوں نماز کی پہلے سے معلوم ہوگی عمل ستم ہونے کی وجہ سے اس وجہ سے اُس نے اس کے آگے یہ حدیث جبریل علیہ کی بیان کی اور انکار عمر سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ نماز کے وقتوں کو مطلق نہیں پہچانتا تھا بلکہ اس سے ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز کے وقتوں کو جانتا تھا لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ محل تعیین اوقات نماز کی جبریل علیہ السلام کے فعل سے ثابت ہوئی ہو یا کہ جہاں سے عروہ نے یہ حدیث اس کے پیش کی یعنی محل تعیین اوقات کی جبریل کے فعل سے ثابت ہے اور اسی واسطے اُس نے عروہ سے یہ حدیث دوہرا کر پوچھی اور شاید اس کی یہ رائے بھی تھی کہ اول وقت اور آخر وقت میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ برابر ہے اور یہی تاویل محل تغیر کی پس ظاہر ہو گئی وجہ مناسبت بیان کرنے عروہ کی اس حدیث کو اور نیز اس حدیث کے

بعض طریقوں میں تعیین اوقات کا بیان صاف آچکا ہے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں موجود ہے پس وجہ الزام کی ظاہر ہو گئی اور عروہ کا اس حدیث سے دلیل بکڑنا صحیح ہو گیا اور اس حدیث جبریل کے یہاں لانے میں اشارہ ہے اس طرف کہ اسکے بعض طریقوں میں تفصیل اوقات کی آچکی ہے جیسے بخاری کی عادت ہو اور چونکہ عمر نے نماز عصر کو تاخیر کیا تھا اس واسطے عروہ نے حدیث عائشہ کو بیان کیا اس لیے کہ وہ صریح ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو اول وقت میں پڑھا کرتے تھے پس عروہ کی غرض اول حدیث سے یہ ہے کہ اصل بیان اوقات کا جبریل کی تعلیم سے ہے اور دوسری سے یہ فرض ہے کہ نماز کا اول وقت پڑھنا پانچس وجہ مناسبت کی دونو حدیثوں میں ظاہر ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ اسی حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے کہ جبریل نے حضرت کو دو روز امامت کرائی پہلے دن اول وقتوں میں اور دوسرے دن اخیر وقتوں میں پھر فرمایا کہ وقت نماز کا ان دونو وقتوں کے درمیان ہے اتنے صاف ظاہر ہے کہ اخیر وقت مختار میں بھی نماز جائز ہے مگر وہ نہیں پس استدلال ابوسعود اور عروہ کا اس سے صحیح نہیں ہو گا اور اس طرح اعتراض عروہ کا عمر پر بھی صحیح نہیں ہو گا سو جواب اسکا یہ ہے کہ اس انکار سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسنے وقت مکروہ میں نماز ادا کی تھی اس لیے کہ احتمال ہے کہ انکار عروہ کا اس وجہ سے ہو کہ اسنے وقت مختار یعنی دو مثل کے بعد عصر کی نماز پڑھی ہو یا وجہ انکار کی یہ ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت پر ہمیشگی کی ہے اور تو نے اول وقت کو تاخیر کی ہے سو انکا کیوجہ منوط نبوی کی مخالفت ہے اور اس سے نماز کے وقتوں کا معین ہونا ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اصل تعیین اوقات نماز کی وحی سے ثابت ہو پس اسے ثابت ہو گئی وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور دوسرا مسئلہ باب کا اسے لزوماً ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ نماز پڑھنے کو فواب لازم ہے واللہ اعلم اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عالم کا امیر کے پاس جانا جائز ہے دوم یہ کہ حاکم سے کوئی کام خلاف سنت کے واقع ہو تو اسکو اس کام سے منع کرنا چاہیے شوم اگر کوئی نیا مسئلہ عالم سے گئے تو اسکو دوہرا کر تحقیق کرنا جائز ہے چھارم یہ کہ جب کسی مسئلہ میں جھگڑا پڑے تو حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے پنجم یہ کہ اول وقت میں نماز پڑھنے میں فواب ہے اور خبر واحد کی مقبول ہو ششم یہ کہ اگر کوئی آدمی قضا فرض پڑتا ہو تو اس کے پیچھے وقتی فرض کے نیت کر کے کھڑے

ہو جانا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حجت وہی حدیث ہوتی ہے جو متصل ہو قطع حجت نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ عمر نے مرسل سے انکار کیا چنانچہ کہا گزشتہ کان بشیر من الی
سعود وحدث عن ابیہ اور آ حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ جب عروہ نے اس حدیث کو
عمر کے آگے بیان کیا تو عمر نے اس کو مان لیا یا انکار کیا لیکن ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے
انکار کیا تھا آں کو تحقیق کے بعد مان لیا چنانچہ دوسری روایتوں سے ثابت ہوتا ہے
اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جب ابوسعود نے بغیرہ کے آگے یہ حدیث بیان کی تو اس نے
اس کا کیا جواب دیا ظاہر یہی ہے کہ اس نے بھی اس کو مان لیا اور اپنے فعل سے رجوع کیا یا سکوت
کیا تو یہ دلیل تسلیم کی ہے اور یہ عروہ نے ابوسعود کا بغیرہ پاس آنا عمر کے آگے بیان
کیا تو یہ دلیل اس وقت کا ذکر ہے جب کہ بغیرہ معاویہ کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا اور عراق سے مراد
عراق عرب ہے جبکہ طول عبادان سے متصل تھیں اور چڑائی اسکی قادیسیہ سے طوان تک
و اما علم بالصلوٰۃ **باب** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مُبَيِّنِينَ الْبَيِّنَاتِ وَالْفُتُوٰ اللّٰهِ وَاقْبِمُوا الصَّلٰوةَ
وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُنْكَرِینَ ترجمہ خدا تعالیٰ کے اس قول کا بیان (جو مسلمانوں کے حق
میں وارد ہے) کہ درحالیکہ رجوع کرنے والے ہیں طرف اس کے اور قطع کرنے والے ہیں غیر
اس کے سو اور دس سے اور قائم رکھو نماز کو اور نہ ہو جاؤ شرک کرنے والوں سے بلکہ ہو جاؤ
موصدین جو زلے خد کی عبادت کرتے ہیں حَدَّثَنَا شَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَبْدَ اللَّهِ عَنْ ابْنِ جُمَرَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَنَدُّ عَبْدُ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰی اِنَّ هَذَا الْحَقُّ مِنْ رَبِّعَةٍ وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَمِنْ نَابِغَةٍ
لَا تُخَدُّ عَنْكَ وَنَدَّعُوا إِلَيْكَ مِنْ وَرَاءِ نَابِغَةٍ قَالَ امْرُؤُكُمْ يَارَبِّعٌ وَأَنَّهُمْ عَنْ اَبِي بَكْرٍ
يَا لَللّٰهِ شَمَّ فَسَّرَ مَا لَهُمْ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ
وَأَتَى الرُّكُوءَ وَأَنَّ تَوَدُّ وَأَنَّ خَمْسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنَّهُمْ عَنِ الدُّنْيَا وَالْخَنَازِمْ
الْقَيْسِ وَالنَّبَذِ ترجمہ عبدالعزیز بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالقیس (عرب کے
ایک قبیلہ کا نام ہے) کے ایلچی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس آئے (موصدین نے
فرمایا کہ تم کون قوم سے ہو) سواہنوں نے عرض کی کہ ہم ربیعہ کی قوم سے ہیں اور ہم آپ کے
پاس آنے کی طاقت نہیں پاتے ہیں مگر ہمیں حرام میں (یعنی ذی قعد اور ذی الحجہ اور
محرم اور ربیعہ میں) سو آپ ہکو کوئی امر (حق اور باطل میں فرق کرنے والا) فرما دیجیے

یہ سب سب سے پہلے اس کے افعال پر مبنی ہے

۲۴۷

جسکو ہم آپ سے سیکھ جاوے اور اپنے پیچھے والوں کو اسکی طرف بلاوے یعنی اپنی قوم کو جو وطن میں چھوڑ آئے ہیں اسلام کی طرف (بولادین) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمکو حکم کرتا ہوں چار چیزوں کا اور منع کرتا ہوں چار چیزوں سے پہر آپ نے انکو وہ چار چیزیں اسکی گواہی دینا کہ سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں اور مقربین تمکا رسول ہوں اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا دینا اور لوٹنے کے بل سے پانچواں حصہ میرے پاس ادا کرنا ہمیں تمکو منع کرتا ہوں کدو کے توبے سے اور لاکھو برتن سے اور زعفرانی رال والے برتن اور چوبی برتن سے **ف** ابتدا اسلام میں شراب مباح ہونے کے وقت لوگ شراب کو ان چار قسم کے باسنون پینا یا کرتے تھے جب شراب حرام ہو گیا تو خدا بکے لیے حضرت نے ان چار قسم کے باسنون کے استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا تاکہ لوگ ایسے بالکل بازر میں نہیں پھنسے کہ جب شراب کی حرمت لوگوں کے دونوں میں خوب جم گئی تو حضرت نے ان باسنون کے استعمال کرنے کی اجازت فرمائی اب ان باسنونکو استعمال کرنا جائز ہے اور عبد القیس ربیعہ کی قوم سے ایک گروہ کا نام ہے جب وہی حضرت کی خدمت میں مسلمان ہوئے تو آئے تب آپ نے انکو یہ احکام سکھائے اور مناسبت احمدیث کی آیت سے **اسطور پر ہے کہ جیسے آیت** میں نفی شرک کے ساتھ اقامت نماز کا ذکر ہے ویسوی احمدیث میں بھی اثبات توحید کے ساتھ اقامت نماز کا ذکر ہے اسلئے کہ نفی شرک اور اثبات توحید درحقیقت ایک ہی چیز ہے اور کتاب کے ساتھ ہاب کے مناسبت اسطور سے ہو کہ مراد اقامت نماز سے اپنے وقت پڑھنا ہے پس محل طور سے وقت نماز کا احمدیث سوانہ ثابت ہو والدہ اعلم اور یہ جو انہوں نے عرض کیا کہ ہم ہمیں حرام کے سوا اپنے پاس نہیں آسکتے میں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں کافر لوگ آٹھ مہینے اسپین سکھ شہی کی طرح لوٹ مار کرتے تھے جب یہ چار مہینے آتے تو کوئی شخص کسی اہی اور سافر کو نہ چھیڑتا ملک میں امن ہو جاتا ان چار مہینوں کی وہ لوگ انتظام کرتے تھے اور انکے دونوں میں ان مہینوں کی بڑی عظمت مٹھی ہوئی تھی اور یہ حدیث اول بار سے میں ہی گند چکی ہے فانما ثانیہ بعض لوگ اس آیت سے دلیل پکارتے ہیں اسپر تاکہ نماز کا فرض ہو جواب اسکا یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ترک صلوٰۃ مشرکین کے فعلوں سے ہے پس غرض یہ ہے کہ انکے ساتھ تشبیہ پیدا نہ کر داور انکی مانند نہ ہو جاؤ نہ یہ کہ جو نماز ترک کرے وہ کافر ہو جاتا ہے والدہ اعلم **بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى اِقَامَةِ الصَّلَاةِ**

بیان بخاری

۳۳۵

نماز کے قائم کرنے پر بیعت کرنے کا بیان **ف** مراد بیعت سے بیعت اسلام کی ہے یعنی جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے اسلام کی بیعت لیتے تو بعد تعلیم توحید کے سب سے پہلے قائم کرنے نماز کی شرط کرتے اس لیے کہ وہ سب عبادتوں بدنیہ کی جڑ ہے پھر زکوٰۃ دینے کی شرط کرتے اس لیے کہ وہ سب عبادتوں مالیہ کی جڑ ہے پھر بعد اسکے جس کام کی کسی کو سخت حاجت ہوتی اس کا حکم تعلیم کرتے چنانچہ جریر کو اپنے ہر مسلمان کو خیر خواہی کرنے پر بیعت کی اس لیے کہ وہ اپنی قوم کا سردار تھا گویا اس کو فرمایا کہ اپنی قوم کی خیر خواہی کیا کرے اور وفد عبد القیس کو لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ ادا کر نیکی تاکید کی اس لیے کہ قبیلہ مضر وغیرہ اس پاس ولے کافروں سے اون کی لڑائی رہتی تھی **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَانْتَصَحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ تَرَجَمَهُ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ عَنْهُ** سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی نماز کے قائم کرنے پر اور زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر یعنی میں نے حضرت کے ہاتھ پر اقرار کیا کہ نماز کو قائم رکھوں گا اور زکوٰۃ دیتا رہوں گا اور ہر مسلمان کے حق میں بہلائی کرتا رہوں گا **ف** جریر نے فقط انہیں حکو پر حضرت سو بیعت نہیں کی بلکہ یقین ہے کہ اسلام کے سب احکام اور ارکان پر بیعت کی ہوگی اور صرف انہیں تین حکموں کی تخصیص ہوا اس لیے کہ اگر ان کا نشان زیادہ ہے **بَابُ الصَّلَاةِ كَقَادَةِ نَمَازِ كَاهِ** کا اوتار ہے **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ الْأَعَشِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ سَمِعْتُ حَذِيفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ أَيْكُمْ بِحِفْظِ تَوَكُّلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قُلْتُ أَنَا كَمَا قَالَ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْكَ وَعَلَيْهَا جَرِيئِي قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تَكْفُرُ هَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ قَالَ لَيْسَ هَذَا أَبَدٌ وَلَكِنَّ الْفِتْنَةَ لَكُنَّ مَوَجُّهَةٌ كَمَا يَمُوجُّ الْبَحْرُ قَالَ لَكِنَّ عَلَيْكَ مِنْهَا بَابٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْتَكَ وَبَيْنَهَا الْبَابُ مُفْلَقًا قَالَ لَيْسَ أَمْ يُفْصَحُ قَالَ لَيْسَ قَالَ إِذَا لَا يُفْصَحُ أَبَدًا أَفَلَا كَانَ عُمَرُ لَيْسَ بِكَ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُونَ الْفِدَا لَيْسَ لَكَ إِلَى حَدِّ ثَلَاثَةِ يَدَيِّ لَيْسَ بِالْأَقْلَابِ لَيْسَ فَبَيْنَا أَنْ تَسْأَلَ حَذِيفَةَ قَامَرًا نَامَسَهُ قَامَسَالَهُ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ تَرَجَمَهُ**

۳۳۶
ترجمہ سمیع بخاری پٹ

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (کئی صحابہ) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کون تم میں ایسا ہے کہ یاد رکھتا ہو حدیث حضرت کی فتنہ کے باب میں یعنی جس حدیث میں حضرت نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک بڑا فتنہ فساد پیدا ہوگا وہ حدیث کس کو یاد ہے (میں نے کہا کہ وہ حدیث مجھ کو بھی یاد ہے جیسے کہ آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مقرر تو حضرت پر بلا حدیث پر (یہ راوی کا شک ہے) بڑا دلیر ہے کہ بھول چک ہو جائیگا تب تک خوف نہیں ہے میں نے کہا کہ قصور مرد کا اوسکی بیوی کے حق میں ہے اور اوسکے مال اور لڑکے اور ہمسایہ میں سے کسی نماز اور روزہ اور صدقہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ کا دینا اور نیک بات بتلانا اور برے کام سے دُکھ دور کر ڈالنا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری مراد یہ فتنہ نہیں ہے بلکہ میں اوس بڑے فتنے کا حال دریافت کرنے جا رہا ہوں جو موج مارے گا جیسے کہ دریا موج مارتا ہے حذیفہ نے کہا اے امیر المؤمنین تب تک اُسے کچھ خوف نہیں ہے یعنی تیری زندگی میں وہ فتنہ ظاہر نہیں ہوگا مقرر تیرے اور فتنے کے درمیان ایک دروازہ ہے بند کیا ہو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دروازہ ٹوٹ جائیگا یا کھل جائیگا یعنی میرے مرنے کے بعد حذیفہ نے کہا کہ ٹوٹ جائیگا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر وہ ٹوٹ گیا تو پہر کبھی بند نہیں ہو سکے گا ہم نے (یہ قول شقیق کا ہے) حذیفہ سے کہا کہ کیا عمر اس دروازے کو جانتا تھا حذیفہ نے کہا ہاں وہ اوس کو جانتا تھا جیسے کہ کل کے دن سے رات قریب سے (حذیفہ) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ایسی سنی ہے کہ غلط نہیں ہے یعنی یہ حدیث سچی ہے (شقیق نے کہا) کہ ہم حذیفہ سے دروازہ کا حال پوچھنے سے ڈر رہے تھے دروازہ سے کون آدمی مراد ہے سوہنے سروق کو (حذیفہ سے پوچھنے کا) حکم کیا حذیفہ نے کہا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے **ف** اصل فتنے کا معنی ہے چانچنا اور امتحان لینا اور یہاں مراد قصور ہے سو فتنہ مرد کا اوس کے بیوی بال بچوں میں یہ ہے کہ اوسکے حقوق کو جو اوس پر واجب ہیں ادا نہ کرے یا اوسکے سبب سے گناہ میں گرفتار ہو اور اوسکے مال میں فتنہ یہ ہو کہ اوس کو ناجائز طور سے کمائے اور بیجا صرف کری اور اولاد میں فتنہ یہ ہے کہ اگلی محبت میں مشغول ہو کر نیک کاموں سے باز رہے اور ہمسایہ میں فتنہ یہ ہو کہ اوسکے ملک میں ناحق تصرف کرے پس مطلب حذیفہ کا یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اہل و مال و اولاد وغیرہ آدمی کے لیے امتحان کا مقام ہیں اگر آدمی سے اوس کے حق میں کچھ قصور پایا انصافی ہو جاوے تو وہ گناہ نماز و روزہ وغیرہ

نیک کاموں سے معاف ہو جاتے ہیں اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے
 لیکن معاف صرف وہی گناہ ہوتے ہیں جو صغیرے ہوں کبیرے گناہ اسے معاف نہیں
 ہوتے ہیں اس لیے کہ دوسری حدیث میں صاف اچکا ہے کہ اگر ایک نماز سے دوسری نماز
 تک کبیرے گناہوں سے بچتا رہے تو صغیرے معاف ہو جائے ہیں اور خذیفہ رحمہ
 . عمر رض سے کہا کہ درمیان تیرے اور درمیان . فتنے کے ایک دروازہ بند کیا
 ہوا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ فتنہ تیری حیاتی میں ظاہر نہیں ہوگا بلکہ تیرے
 موت کے بعد پیدا ہوگا سو ایسا ہی وقوع میں آیا کہ جب عمر رض کے بعد عثمان رض ظالموں کے
 ماتہ سے ناحق شہید ہوئے تو اوس دن سے فتنے کا دروازہ ایسا کھل گیا کہ قیامت کھٹنے
 نہیں ہوگا فتنے پر فتنے پیدا ہوتا چلا جا دیگا حضرت علی رض اور معاویہ میں کیا کیا لڑائیں وقوع
 میں آئیں اور حسنین کی شہادت کے وقت کیا کیا فساد ظاہر ہوا وغیرہ وغیرہ اور خذیفہ نے
 اول یہ کہا کہ درمیان تیرے اور درمیان فتنے کے ایک دروازہ ہے اور پہرہ کہا کہ وہ دروازہ
 خود عمر ہی تھے تو ان دونوں قولوں میں کوئی مخالفت نہیں ہے اس لیے کہ مطلب پہلے قول کا
 یہ ہے کہ درمیان زمانے تیرے اور زمانے فتنے کے دروازہ تیری حیاتی ہے سو جب وہ دروازہ
 ٹوٹ گیا یعنی تیری حیاتی ہو چکی تو فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور لڑائی اور جھگڑے قیامت تک
 قائم رہیں گے پس مطلب دونوں قولوں کا ایک ہی ہے مگر کوئی سوال کرے کہ جب عمر رض اس
 دروازے کو جانتے تھے تو پہرہ خذیفہ سے کیوں پوچھا تو جواب اسکا یہ ہے کہ عمر رض بیشک
 اس دروازے کو جانتے تھے لیکن شدت خوف سے انکو کلمات کا ڈر ہو گیا تھا انکو بھول نہ جاؤں
 سو اسٹیج خذیفہ رض سے پوچھا والدہ اعلم اور مناسبت اس حدیث کی کتاب سے اسطور پر ہے کہ
 نماز سے مراد وقت پر قائم کرنا ہے پس اوقت نماز کا اتنے مجمل طور پر ثابت ہوا اور یہ جو عمر رض
 نے خذیفہ رض سے کہا کہ تو بڑا دلیر ہے تو یہ حدیث کا انکار نہیں ہے بلکہ خذیفہ کے اس
 دعوے پر انکار ہے کہ میں اوسکو ویسی ہی یاد رکھتا ہوں جیسے کہ حضرت نے فرمایا یعنی
 جب خذیفہ رض نے یہ دعوے کیا تو عمر رض نے اوس پر انکار کیا کہ ایسا دعوے کیوں کرتا
 ہے کہ تمکو بعینہ ویسی ہی یاد ہے بندہ بشر ہے بھول چک ہو جاتی ہے احتمال ہے کہ کوئی
 لفظ بھول گیا ہو یا الفاظ حدیث میں کوئی تغیر و تبدل ہو گیا ہو اس سے معلوم ہوا کہ روایت
 بہت بالعمی جاننے والہ علم حدیث شافعیہ قال حدثنا یزید بن زریع عن سکیمان

۱۳۳

النَّبِيِّ عَنْ عُمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا امْتَابَ مِنْ امْرَأَةٍ قُبْلَةً
فَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ الصَّلَاةِ طَرَفًا
الْمُتَّهَارِ وَرُكْعًا مِنَ التَّكْوِيلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ إِنْ هَذَا قَالَ جَمِيعُ أَهْلِ كُلِّهُمْ تَرْجُمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ سَعْدٌ رَوَيْتُ بِهَذَا كَمَا
مَرَدْنِي كَسَى بِيكَا نِي عَوْرَتِ كَمَا بُوَسَّه لِيَا هُوَ مَرَدٌ وَحَضْرَتِ مَ كَسَى بِاسْ آيَا اور آپ کو یہ حال
بتلایا سو حد لے (اوسکے حق میں) یہ آیت اوتاری کہ قائم رکھ نماز کو دونوں طرفوں میں
وسکے یعنی صبح کی نماز اور ظہر اور عصر کی نماز اور کچھ گھڑیوں میں راستے کے یعنی مغرب اور عشا
کی نماز (اسی لیے) کہ مقرر نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتے ہیں سو اس مرد نے عرض کی کہ
یا حضرت (یہ انعام باری) خاص میرے ہی لیے ہے یا سب کے لیے آپ نے فرمایا (یہ انعام سب کے
ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ) میری تمام امت کے لیے **باب** جو نیکیاں کہ برائیوں کو دور
کر دیتی ہیں اور نین نماز ہی داخل ہے پس گناہوں کے لیے نماز کا کفارہ ہونا ثابت ہو گیا
اور یہی ہے وجہ مناسبت احمدی کے ترجمہ سے اور فرقہ مرجیہ احمدی سے دلیل
پکڑتے ہیں اسپر کہ نیکیوں سے کبیرے گناہ ہی معاف ہو جاتے ہیں اور جہور اہل سنت
کہتے ہیں کہ یہ حدیث مطلق مقید ہے ساتھ دوسری حدیثوں کے یعنی مراد اس سے وہی
گناہ ہیں جو صغیرے ہوں اور کبیرے گناہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور اسکا بیان آئندہ
اویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی بڑی فضیلت ہے کہ
علامہ اداسے فرمے کے اور گناہوں کو بھی مٹا دیتی ہے **باب** فَضْلُ الصَّلَاةِ وَتَوَقُّفُهَا
وَقِفَّتْ بِرُكْعَةٍ بِرُكْعَةٍ كَابِيَانِ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيدُ بْنُ الْعَزْزَادِ أَخْبَرَنِي قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُمَيْرٍ وَالشَّكْبَانِيَّ
يَقُولُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَيَّ وَارْتَجَى اللَّهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ التَّعَمُّلَ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ طَرَفًا وَفِيهَا قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُ
نَسْمَ بْنَ أَلْوَالِدِينَ قَالَ نَسْمُ أَسْأَلُ أَهْلَ الْجَهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى
وَكُوَيْسُ زَادْنِي لَمْ يَذْكُرْ تَرْجُمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ سَعْدٌ رَوَيْتُ بِهَذَا كَمَا
حَضْرَتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ خدا کے نزدیک زیادہ پیارا کون عمل ہے آپ نے
فرمایا نماز کو وقت پُر پُر نماز اوسے عرض کی پھر بعد اوسکے کون عمل خدا کے نزدیک بہت

پیارا ہے آپ نے فرمایا گمان باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور اسے عرض کی کہ پہرہ اس کے بعد کون افضل
 ہے آپ نے فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت م نے مجھے یہ تین عمل
 بیان فرمائے اور اگر میں آپ سے کچھ زیادہ پوچھتا تو آپ بیان فرماتے لیکن میں نے آپ سے
 صرف یہی تین عمل پوچھے سو آپ نے بیان فرمادیے اور اگر میں کوئی اور مسئلہ پوچھتا تو آپ
 اسکو بھی بیان فرمادیتے **ف** اور بہت حدیثوں صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ سب عملوں
 سے بہتر بھوکے کو کھانا کھلانا ہے اور بعضی حدیثوں میں آیا ہے کہ سب عملوں سے افضل جہاد
 ہے اور بعضی حدیثوں میں دوسرے عملوں کا بہتر ہونا آیا ہے سو ان حدیثوں میں تطبیق
 کئی طور سے ہو سکتی ہے یا تو یہ اختلاف جواب کا باعتبار مختلف ہونے حال سالکوں
 کے ہر طور سے کہ جس قوم کو جس عمل کی زیادہ ضرورت دیکھی اور کموہی فرمایا کہ
 مثلاً یہ حق میں یہ عمل سب عملوں سے بہتر ہے یا جس کام کی طرف اونکی زیادہ رغبت تھی
 یا اونکے لائق دیکھا تو اونکو وہی افضل فرمایا یا یہ اختلاف افضلیت کا باعتبار اختلاف
 وقتوں کے ہے اسطور سے کہ یہ عمل اسوقت میں افضل ہے اور عملوں سے جیسے کہ مثلاً جہاد
 ابتداء اسلام میں سب عملوں سے افضل تھا اسلیے کہ یہ عملوں کے قائم کرنے کا وسیلہ ہے اور اس سے
 اونکے ادا کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے و علی ہذا القیاس نماز صدقے کو بہتر ہے مع ذلک آدمیوں
 کی تنگی اور مصطرب کی حالت میں صدقہ افضل ہے اسنے یا یہ اسم تفضیل اپنے معنی میں نہیں
 ہے بلکہ مراد اس سے مطلق فضیلت ہے پس معنی یہ ہے کہ سب عمل بہتر اور اچھے ہیں یا
 یہ کہ جو عمل زیادہ فضیلت رکھتے ہیں یہ عمل ہیں ان عملوں سے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے
 کہ مراد ان عملوں سے اعمال بدنیہ ہیں پس جس حدیث میں ایمان افضل ہونے کا ذکر ہے
 اس کے ساتھ تطبیق ہو جاوے گی اسلیے کہ ایمان فعل دل کا ہے اور یہ جو فرمایا کہ نماز کو
 وقت پر پڑھنا بہت بہتر ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز غیر وقت میں ادا کی جاوے
 جیسے کہ سو جانے والا اور بھول جانے والا غیر وقت میں ادا کرتا ہے یا مکروہ وقت میں ادا
 کی جاوے تو ایسی نماز کا ثواب کم ہے اسکو افضل نہیں کہا جاوے گا اور اس حدیث سے
 اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ ایمان باپ کی تعظیم کرنے میں بڑا ہے ثواب ہے اور
 چنگ نیکی کے کام ایک دوسرے سے افضل ہیں دوم یہ کہ ایک وقت میں مختلف عملوں کا سوال
 کرنا جائز ہے اور یہ کہ عالم سے بہت مسئلے نہ پوچھے جیسے کہ اسکو رنج ہو اور یہ کہ صحابہ رضی

یہ کہ گناہ کبیرہ ایک ہے درصغیر بہت ہوں پنجم یہ کہ کبیرے گناہ ہی بہت ہوں اور
 صغیرے بھی بہت ہوں تیسرے دو نو قسم کے گناہ ہی معاف نہیں ہونگے اسی لئے اور جس گناہ میں
 حق العبد ہو یعنی آدمی کی تقصیر کے ہو تو اس کا معاف ہونا اس کی بخشش پر موقوف ہے
باب کے تفسیر الصلوۃ عَنْ وَثَّقًا نَازَكَ رُقَّتَ سَعْدًا نَسَبَ حَدَّثَنَا مُوسَى
 بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُمَيْلَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَعْرَفْتُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ
 عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ الصَّلَاةُ قَالَ الْبِرُّ مَنَعْتُمْ مَا صَنَعْتُمْ فِيهَا
 ترجمہ اس روایت سے ہے کہ اس نے کہا کہ جو جو نیک عمل حضرت کے زمانے میں کیے
 جاتے تھے میں انہیں سے ایک عمل کو بھی نہیں پاتا ہوں یعنی اب وہ نیک عمل جو کوئی نیک عمل باقی نہیں
 رہا لوگوں نے غفلت کی وجہ سے سب عمل چھوڑ دیے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ
 صرف کھانا اور امانت باقی رہ گیا کسی نے اس سے کہا کہ نماز تو باقی ہے پس تو کیوں کہتا
 ہے کہ کوئی چیز باقی نہیں رہی (اس روایت نے کہا کیا یہ شان نہیں ہے کہ ضائع کئے گئے
 وہ چیز جو ضائع کی ہے مٹے نماز میں **ف** نماز کو ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو اپنے
 وقت سے نکال دیا جاوے اور وقت نماز کا بالکل باقی نہ رہے چنانچہ ایک روایت میں ہی
 کہ اس نے کہا کہ کیا تم نے طہر کو غسل کے ساتھ نہیں ملا دیا ہے پس وجہ مناسبت اس
 حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے اور اس وقت میں روزہ و حج و زکوٰۃ بھی باقی تھی لیکن اس سے
 تخصص اسو اسطری کہ یہ سب عبادتوں میں عمدہ ہے حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَادَةَ قَالَ
 أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ذَرٍّ عَنْ عُمَانَ بْنِ أَبِي رِقَابٍ عَنْ أَنَسٍ
 عَنِ الْغَزِيرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَدُ مَشْقُورٍ
 وَهُوَ يَكْفُكُ مَا يَبْكِيكَ فَقَالَ لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةُ
 وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضَيَعَتْ وَقَالَ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ الْبُرْسَانِ
 قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِي رِقَابٍ عَنْ مَخْوَرَةَ تَرْجَمَهُ زُهْرِيٌّ رَوَيْتُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ
 عَنْهُ أَنَّ مَخْوَرَةَ رَوَتْ عَنْهُ رَوَيْتُ عَنْهُ أَنَّ مَخْوَرَةَ رَوَتْ عَنْهُ رَوَيْتُ عَنْهُ أَنَّ مَخْوَرَةَ رَوَتْ عَنْهُ
 کہتا کہ میں اس کا سلام سے کسی چیز کو باقی نہیں پاتا ہوں مگر نماز کو اور یہ نماز ہی ضائع ہو
 چکی ہے یعنی اس کو اپنے وقت سے نکال دیتے ہیں وقت پر ادا نہیں کرتے ہیں +
ف حَبِيبُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ خَلِيفَةُ هُوَ تَوَاتُؤُا سَنَ مَلِكِ شَامٍ وَرَجَعَ مِنْ أَرْضِ

سے نائب بیچے اور حجاج ناجکار کو ملک عرب پر حاکم کر کے بھیجا اور یہ حجاج نہایت ظالم تھا اور دین میں بڑا سست تھا نماز کو ہمیشہ تضا کر دیتا تھا کبھی وقت پر نہیں پڑھتا تھا تو ہنرمند اسکی شکایت کرنے کو ولید حاکم وقت پاس شق میں گئے مگر ولید خود وہی نماز کو قضا کر دیتا تھا اسلئے اسنے اس رض کی شکایت نہ سنی تھی اس طرح تک شام اور بصری میں اسکی طرف سے جو نائب ہتے تھے وہ بھی نماز کو تضا کر دیتے تھے سو اس رض اونکا حال دیکھ کر ایک دن رو رہے تھے کہ زہری نائب بھی انکے پاس ملاقات کو گیا اور اوشے اونکے رونے کا سبب پوچھا تب حضرت اس رض نے یہ حدیث فرمائی اور مراد نماز کے ضائع کرنے سے یہی ہے کہ وہ نماز بالکل تضا کر دیتے تھے جیسے صنف عبدالرزاق میں عطا ہے روایت ہے کہ ولید نے جمعہ میں یہاں تک دیر کی کہ شام ہو گئی سو میں نے پہلا ظہر پڑھی پھر بیٹھ بیٹھے اشاری سے عصر پڑھی اور حالانکہ ولید ابھی مجھے کا خطبہ پڑھ رہا اور عطا نے اشارہ سے اُسو اٹھ کر پڑھی کہ اگر کہہ رہا ہو کہ پڑھو گا تو ولید مجھ کو قتل کر ڈالے گا پس اس سے ڈھکے چھو گئی مطابقت درمیان باب کے اور درمیان اس حدیث کے اور اس رض کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ارکان اسلام سے کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ ارکان اسلام کچھ باقی تھے مگر نماز نہیں تھی ظاہر ان دونوں قولوں میں تضاد ہے سو وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ پہلا قول اونکا اسیر دن شام اور بصری کے حق میں وارد ہوا ہے اور دوسرا قول اونکا خاص مدینہ والوں کے حق میں وارد ہوا ہے مدینہ میں اس وقت عمر بن عبدالعزیز حاکم تھے وہ صرف نماز میں سستے کیا کرتے تھے سو جب عروہ نے اُنکو حدیث تیسین اوقات سنائی تو اوسدن سے وہ وقت کی نہایت محافظت کیا کرتے تھے والد علم **باب المصلیٰ** ینا جی دیکھا نمازی نماز میں اپنے رب سے بات چیت کرتا ہے حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا دَاخَلَ مَسْجِدَهُ يَنْتَظِرُ أَنْ يَفْلُكَ يَفْلُكُنْ عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ حَتَّى تَقْدِمَ الْيُسْرَى **ترجمہ** انس سورہت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بیشک جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے بات چیت کرتا ہے سو اپنی دہنے طرف نہ تھو کے دیکھن اپنے بائیں پائے نیچے تھو کے حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَرْدُ بْنُ أَبِي مُرَّةٍ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اعْتَدُوا لَوَالِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعًا عَنِ

كَالْكَلْبِ إِذَا بَرَقَ فَلَا يَزِقُّ قَتْلَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّهُ يَمْنَحِي رُكْبَةً وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ
 قَتَادَةَ لَا يَغْلُ قَتَادَةُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ شُعْبَةُ
 لَا يَزِقُّ رُكْبَتَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ حُسَيْنٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ
 النَّجَّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَ
 لَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ **ترجمہ** انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
 نے فرمایا درست اور ٹھیک ہو جایا کرو اپنے سجدے میں اور تم میں سے کوئی اپنے دونوں
 ہاتھوں کو نہ بچھایا کرے کتے کی طرح اور جب کوئی نماز میں (تہوکے) تو اپنے سامنے نہ تہوکے
 اور نہ اپنے دامنے اسلئے کہ بیشک وہ اپنے رب سے بات چیت کرتا ہے اور ایک روایت
 میں آیا ہے کہ اپنے اگے یا اپنے سامنے نہ تہوکے (لیکن اپنے بائیں طرف یا بائیں پانوں
 کے تلہ تہوکے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ قبلہ کی طرف نہ تہوکے اور نہ اپنے دامنے (لیکن
 اپنے بائیں طرف یا بائیں پانوں کے تلہ تہوکے) اگر نماز میں تہوکے آ جاوے تو آگے نہ
 تہوکے اسوہطہ قبلہ ہے اور دامنے فرشتہ ہو تو بائیں قدم کے نیچے تہوکے اگر حنظل میں
 ہو اور اگر مسجد میں ہو یا بائیں طرف کوئی نمازی کہہا ہو تو اپنے کپڑے میں تہوکے اور مناسبت
 اس باب کی پہلے بابوں سے اسطور پہ ہے کہ پہلے بابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی نماز کو
 وقت پر ادا کرے اس کے لیے بڑا ثواب ہو اور جو شخص نماز کو وقت سے نکال دے اس کو بڑا گناہ
 ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ کلام کرنے سے آدمی کا درجہ بلند ہوتا ہے سو امام بخاری کی غرض
 اسباب نماز کو وقت پر پڑھنے کی ترغیب دینا ہے یعنی نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا چاہیے
 تاکہ یہ مرتبہ مناجات کا حاصل ہووے پس یہی وجہ ہے مناسبت اسباب کی باب موقت اصلوہ
 سے واللہ اعلم اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدے میں کہنیوں زمین سے اور پیٹ کو
 رانوں سے ملانا منع ہے علیحدہ رکبے **باب** الْأَبْرَادُ بِالْظُّهْرِ فِي شِدَّةِ
 الْحَرِّ نَحْتُ كَرْمِي مِّنْ طَهْرٍ كَوْثَرُهُ أَرَكَةَ بَرْهَانَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا
 أَيُّوبُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعَنْ
 أَبِي هُرَيْرَةَ وَنَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهَا حَدَّثَنَا عَنْ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ
 شِدَّةَ الْحَرِّ مِّنْ فَتَنِ جَهَنَّمَ **ترجمہ** ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت

نے فرمایا کہ جب سخت گرمی ہو کرے تو ٹنڈے نماز پڑھا کر و سوہم گرمی کی شدت دوزخ کے
جوش سے ہر حد متاخذ نہ بن بشار قال حدتنا عند رحدتنا شعبہ عن النماجر ابی الحسن
سبعہ زید بن وہب عن ابی ذر قال اذن مؤذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظہر
فقال ابرؤ ابرؤ او قال انتظر انتظر وقال شدۃ الحر من فیکم جہنم واذ اشتد الحر
فابرؤوا عن الصلوۃ حتی راکبنا فی السلول ترجمہ ابو ذر م سے روایت ہے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سوزن نے ظہر کی اذان دی سو حضرت نے راکب فرمایا کہ ٹنڈا ہوئے
وے ٹنڈا ہوئے گئے وے یا کیوں فرمایا انتظار کر انتظار کر اور فرمایا کہ گرمی کی شدت
دوزخ کے جوش سے ہے سو جب سخت گرمی ہو کرے تو نماز ٹنڈے وقت پڑھا کر و ابو ذر
نے کہا کہ حضرت نے سنہری کسے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ منہ ٹیلو کا سایہ دیکھا حد متاخذ
بن حبیب اللہ البکری قال حدتنا قال حدتنا سفین قال حفظنا من الزہری عن
سعیہ بن المسیب عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا اشتد
الحر فابرؤوا بالصلوۃ کون شدۃ الحر من فیکم جہنم واشتد النار الی دہا
فما لت یارب اکل بعضی بعضا فاذن لہا بنفسین نفسی فی الشتاء ونفسی فی
الصیف وهو شد ما تجدون من الحر واشتد ما تجدون من الزمہر ترجمہ
اسکا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ آگ کے آگے شکوہ کیا اور عرض کی کہ اے
رب مجھے بعض نے بعض کو کہا لیا ہے یعنی نہایت گرمی اور شدت جوش سے سو
خدا تعالیٰ نے ہکو دو بار دم لینے کا اذن کیا ایک بار سردی کے موسم میں اور ایک بار
گرمی کے موسم میں سو جو گرمی کہ تم گرمی کے موسم میں پاتے ہو وہ اسی سانس کی سخت گرمی
تھی اور جو سردی کہ تم سردی کے موسم میں پاتے ہو وہ اسی سانس کی نشردی سے ہے
حدتنا عن ابن حقیص قال حدتنا ابی قال حدتنا اکھش قال حدتنا ابو صلیہ
عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابرؤوا بالظہر وان
شدۃ الحر من فیکم جہنم تابعہ سفین ویکے وابو ہوانۃ عن اکھش ترجمہ
اسکا وہی ہے جو اوپر گزرا چکا ہے **ف** ان حدیثوں سے ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ گرمی
کے موسم میں ظہر کے نماز ٹنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے اس لیے کہ جوش گرمی کا غضب
کا وقت موافقہ مطابقت التوحید الباری میں لکھا ہے کہ جمہور اہل علم کے نزدیک

سخت گرمی میں ظہر میں تاخیر کرنی مستحب ہے؛ یہاں تک کہ وقت ٹھنڈا ہو جاوے اور گرمی ٹوٹ جاوے اور بعضے کہتے ہیں کہ اگر جماعت ہو تو ٹھنڈے وقت میں ظہر اور اگر اکیلا ہو تو اسکے لیے اول وقت میں نماز پڑھنی افضل ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور اکثر مالکیہ کا لیکن امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ ٹھنڈا کرنے کا حکم صرف اسی جگہ میں ہے جہاں شہر گرم ہو اور جماعت کروا سکیں لوگ دور در سے آویں اور اگر ایک جگہ جمع ہوں تو اسکے لیے اول وقت نماز افضل ہے ٹھنڈا کرنا افضل نہیں ہے اور احمد کے نزدیک ہر حال میں ابراد افضل ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ظہر اول وقت پڑھنا ہر حال میں افضل ہے اور وہ لوگ اس حدیث ابراد کا یہ معنی کرتے ہیں کہ مراد ٹھنڈا کرنے سے اول وقت پڑھنا ہے لیکن یہ تاویل ضعیف ہے رد کرتا ہے اس تاویل کو حضرت کا یہ فرمانا کہ شدت گرمی کی دوزخ کے جوش سے اس لیے کہ یہ علت دلالت کرتی ہے اس پر کہ مراد اسی نماز کا تاخیر کرنا ہے ورنہ یہ علت لغو ہو جاوے گی اور یہ حدیث ابوذر کی جو عنقریب آتی ہے صحیح و اسکا ضعیف ہونے پر اس لیے کہ اس میں صاف موجود ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتظار کر انتظار کر اور جو لوگ کہ گرمی میں بھی اول وقت نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں انکی ایک دلیل حدیث جناب کی ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ بتنے حضرت م کے نزدیک سخت گرمی کی شکایت کی کہ ہمارے ہاتھ اور پیشانی گرمی سے جل جاتے ہیں یعنی سوجھ کرنے کے وقت (سپ آپ ہکو نماز ٹھنڈا کرنے کی اجازت دیجو) سو حضرت نے ہکو ٹھنڈا کرنے کی اجازت دی سو اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابراد کی حدیثوں سے منسوخ ہے اس لیے کہ ابراد کی حدیثیں مؤخر ہیں یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اصل ابراد کے وقت سے زیادہ تاخیر چاہتے تھے جبوقت کہ بالکل گرمی دفع ہو جاوے سو کبھی کبھی ایسی تاخیر میں ظہر کا اصل وقت بھی جانا رہتا ہے اس لیے آپ نے اذکو تاخیر کا اذن نہ دیا اور جو لوگ کہ ظہر اول وقت پڑھنے کو افضل جانتے ہیں دوسری دلیل انکی وہ حدیثیں ہیں جو اول وقت ظہر پڑھنے کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں سو جواب اونکا یہ ہے کہ وہ حدیثیں مطلق اور عام ہیں اور حدیث ٹھنڈا کرنے کی خاص ہے پس یہ حدیث مقدم کی جاوے گی اور پھر اس لیے کہ تخصیص عام کی خاص سے بالاتفاق جائز ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اول وقت میں ظہر پڑھنے افضل ہے اس واسطے کہ اس میں شقت زیادہ ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ فضیلت اس میں منحصر نہیں ہے بلکہ کبھی آسان کام زیادہ افضل ہوتا ہے شکل کام سے جیسے کہ سفر میں نماز کا قصر کرنا افضل ہے پوری پڑھنا

سے اور امام احمد روایت ہے کہ دونوں امروں سے آخری فعل حضرت م کا یہی ہے کہ آپ نے گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز ٹنڈے وقت میں پڑھے ہے اور بعضوں نے دونوں طرف کی حدیثوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ اول وقت افضل ہے اور برابر و رخصت اور جائز ہے اور بعضے اسکے برعکس کہتے ہیں کہ ٹنڈا کرنا افضل ہے اور اول وقت پڑھنا جائز ہے ہفتی مخصوصاً متحرک کہتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے دوسرے پارہ میں ان حدیثوں میں یہ تطبیق دی بھی کہ ٹنڈا کرنا اول وقت کے منافی نہیں ہے بلکہ دونوں آپس میں جمع ہو جاتی ہیں اس لیے کہ حد ٹنڈا کرنے کے یہ ہے کہ دیوار و کھاسایہ اس قدر ہو جاوے کہ اوس میں آدمی چل کر مسجد کے طہر جاسکے اور بعضے لوگ محدث سے سند لاتے ہیں اس پر کہ ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے اس لیے کہ بالو کے ٹیلے زمین پر پچھے ہوئے ہوتے ہیں اور انکی بلندی کم ہوتی ہے پھر اس کا کھاسایہ او سو وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ سایہ ہر چیز کا دو مثل ہو جاوے سو جواب ہکا یہ ہے کہ جب سایہ ہر چیز کے دو مثل ہونے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے تو اسے لازم آتا ہے کہ یہ ٹیلوں کے دو مثل ہونے تک بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے حالانکہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اور حد تا خیر ظہر کی اسی وقت تک ہے جبکہ سایہ ٹیلو کا ابتدا شروع ہو پس یہ حدیث انکی ہی مخالف ہے ہن نیات مسلم ہے کہ سایہ ٹیلو کا دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے مگر اسکی حد یہی ہے کہ ایک مثل کے اندر ہوتا ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ جب شدت گرمی کی وجہ سے نماز کی تاخیر جائز ہے تو نہایت سردی کی وجہ سے بھی تاخیر نماز کی جائز ہوگی ؟ اس لیے کہ وہ بھی آگ کے جوش سے ہے سو جواب ایسا یہ ہے کہ نہایت سردی اکثر صبح ہی کے وقت ہوتی ہے اور وہ آفتاب نکلنے کے سوا دور نہیں ہوتی ہے سو اگر یہاں بھی نماز کو تاخیر کیا جاوے تو صبح کا وقت باقی نہیں رہے گا پس تاخیر جائز نہ ہوگی اور یہ جو فرمایا کہ آگ نے خدا کے نزدیک اپنی شدت کا گلہ کیا سو اکثر کہتے ہیں کہ یہ گلہ حقیقی زبان سے ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کی طرح اوس میں بھی حیاتی پیدا کی ہوئی ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ گلہ زبان حال سے واقع ہوا ہے یعنی شدت گرمی سے آگ کا جوش خروش کرنا گویا کہ یہ گلہ ہے لیکن پہلی بات صحیح ہے اس لیے کہ جب پیغمبر صادق کسی امر ممکن کی خبر دے تو اوسکی تاویل کی کچھ حاجت نہیں ہے بلکہ اوسکو حقیقی معنی پر محمول کرنا اذ لے ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ یہی بات صواب ہے یعنی مراد اسے حقیقی کلام

ہے اس لیے کہ آگ کی گفتگو پیغمبر کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ بہت واقع ہو چکی ہے
 چنانچہ مومن جب پل صراط پر سے گزرے گا تو دوزخ کہے گی کہ اے مومن میرے اوپر سے
 جلدی گزر جا کہ تیرے نور نے میرے جوش کو بجھا دیا ہے واللہ اعلم اور آگ میں سردی
 کے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دوزخ ان دونوں کی جگہ ہے بعضے طبقوں میں اس کے آگ
 ہے اور ایک طبقہ اُس میں زمہریر ہے کہ اس میں اس شدت کی سردی ہے کہ اس کی حد سوا
 خدا کے کسی کو معلوم نہیں پس مراد آگ سے اس حد میں دوزخ ہے فالکذا ثانیہ فرقہ
 معتزلہ کہتے ہیں کہ دوزخ قباحت کے دن پیدا کیجاو گی اس وقت پیدا نہیں ہو چکی ہے سو یہ
 حدیث صحیح ہے اُن کے رد میں اس لیے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دوزخ پیدا ہوئی ہے
 اور اب موجود ہے **باب** الْاِزْدَادِ بِالْظُّهْرِ فِي السَّفَرِ سفر میں ظہر کی نماز کو ٹہنڈا کر کے
 پڑھنے کا بیان حَدَّثَنَا اِدْمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِي الْحَسَنِ مَوْلَى
 لِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهَبٍ عَنْ اَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ
 اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ فِي سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَدِّونَ اَنْ يُؤَدُّوا لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ
 صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُؤَدِّیْنَ فَقَالَ لَهُ اَبْرِدْ حَتَّى رَاٰنَا فَاِنَّ التَّكْلِیْلَ
 فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ اِنْ شِئْتَ الْحِجْرَ مِنْ فِجْرِ جَعَلْتَهُ فَاِذَا اشْتَدَّ
 الْحَرُّ فَابْرِدْ فَاَبَا صَلُّوْهُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَفَتَّحُوْنَ بِمِثْلِ مَرَجِّہِ ابوزررہ رضی
 عنہ روایت ہو کہ ہم حضرت کے پاس ایک سفر میں تھے سو مؤذن نے چاہا کہ ظہر کی اذان دے
 سو حضرت نے (اسکو) فرمایا کہ ٹہنڈا ہو سنے دی ہیرا دسنے اذان کا ارادہ کیا سو
 آپ نے فرمایا کہ ٹہنڈا ہونے دے (سو آپ نماز کو ٹہنڈا کرنا فرماتے سے) یہاں تک کہ
 (بے پہننے ٹیلوں کا سایہ دیکھا) تو اس وقت آپ نے نماز پڑھ لی اور فرمایا کہ گرمی کے شدت
 دوزخ کے جوش سے ہے سو جب سخت گرمی ہو کرے تو نماز ٹہنڈا کرے وقت پڑھا کرو
 اور ابن عباس رضی نے آیت یَتَفَتَّحُوْنَ ظُلُمًا لِّی تَقْسِرَ مِنْ زَايَاکَ مَعْنٰی یَفْتَحُوْنَ کا یہ ہے کہ میل
 کرے اور جہاں جادے سایہ اُس کا ایک طرف سے دوسرے طرف فتح الباری
 میں لکھا ہے کہ ظہر ٹہنڈا کر نیکی حد میں علماء کو اختلاف ہے سو بعضوں نے کہا کہ ایک
 ہاتھ سایہ ہونے تک ہے اور بعضوں نے کہا کہ آدمی کے قدم کی چوتھائی تک ہے اور بعضوں
 نے کہا ہے کہ اوسکی تہائی تک اور بعضوں نے کہا ہے کہ اوسکے نصف تک اور بعضوں نے

کہا کہ وہ مختلف ہے باعتبار اختلاف وقتوں کے لیکن شرط یہ ہے کہ آخر وقت ضیاء ہو جاوے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ٹیلو کا سایہ اونکے برابر ہو گیا اس وقت اسے یہ ہے کہ پہلے ظاہر نہیں ہوتا پھر ظاہر ہو گیا نہ کہ ایک مثل ہو گیا شاید اس واسطے تاخیر کیا ہو گا کہ عصر کے ساتھ جمع کا اردہ ہو گا اور مراد امام بخاری کی اسباب سے یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے ٹھنڈا کر کے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سفر میں بھی ٹھنڈا کرنا جائز ہے لیکن یہ ہی وقت ہے جبکہ مسافر کسی منزل میں اسرا ہو اور جب چلتا ہو یا سواری پر تو اس وقت نماز جمع کر لینے چاہیے تقدیم ہو یا تاخیر جیسے بیان ہکا آئندہ اونکا انشاء اللہ تعالیٰ اور مناسب ترجمہ کی حدیث سے بخاری ہے **باب** وَقْتُ الظُّهْرِ هُنْدُ الزَّوَالِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالْهَاجِرَةِ ظَهْرَ كِنَازٍ كَاقْتَابٍ يَلْنُ سَ شَرُوعٍ هُوَ تَابِے اور جابر رض سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو پہر کے وقت سخت گرمی میں نماز پڑھا کرتے تھے یعنی بعد زوال کے **ف** غرض اسباب سے رو کرنا ان کو فیوں پر جو کہتے ہیں کہ نماز اول وقت میں فرض نہیں ہوتی ہے حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ حِينَ رَأَيْتَ النَّفْسَ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ فِيهَا أُمُورًا عَظَمًا مَاتَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُون عَن شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ صَادِقًا فِيهِ مَعَانِي هَذَا أَكْثَرَ النَّاسِ فِي الْبُكَاءِ وَكَأْثَرُ أَنْ يَقُولَ سَلُوْنِي فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ لِي قَالَ أَبُو كَرْدَةَ سَلُوْهُ لَنُفَرِّغَ أَنْ يَقُولَ سَلُوْنِي تَبَرَّكَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ اللَّهُ رَأً قَوْلًا سَلَامٌ دِينًا وَيُحْسِنُ دِينًا نَسَكَتَ لَحْزًا قَالَ عَرَضْتُ عَلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ أَيْضًا فِي عَرَضٍ هَذَا الْحَاظِ فَلَمْ أَرَ كَالْخَبَرِ وَالْخَبَرُ رَحِمَهُ السَّمُ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب دہلنے کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے سو آپ نے اول وقت ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ نے بعد نماز ظہر کے منبر پر خطبہ پڑھا اور قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ قیامت سے پہلے بڑی بڑی مصیبتیں سونے والی ہیں پھر فرمایا کہ جو کچھ کوئی پوچھا چاہے سو پوچھے جو کچھ پوچھو گے بتلاؤ گا جب تک کہ میں اپنے اس مقام میں ہوں یعنی منبر پر سو صحابہ بے اختیار قیامت کی خوشی سے رونے لگے سو آپ نے بہت بار لوگوں سے یہ کلمہ فرمایا کہ مجھے جو کچھ چاہو پوچھو عبد اللہ بن حذافہ نے

الحاج

۳۴۹

کہہ رہے ہو کہ پوچھا کہ میرا آپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ خداوند ہے بہر بہت باز فرمایا کہ جو کچھ چاہو مجھے دے دو
یہ حضرت اس وقت بہت غضب میں آگئے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھوں کے بل کہہ رہے ہو کہ
عرض کیا کہ ہم بل رہی ہیں خدا کی خدای سے اور اسلام کے دین ہونے سے اور حضرت کی پیغمبری
سے یہ سن کر حضرت کا غصہ دور ہوا اور آپ چپ ہو گئے پھر فرمایا کہ بہت اور دوزخ اس وقت
میرے سامنے لائے گئے اس دیوار کی طرف سو میں نے پہلا اور برائی کی شل کوئی چیز نہیں
دیکھی ہے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابتدا وقت ظہر کا زوال سے شروع ہوتا ہے اس لیے کہ
حضرت نے آفتاب ڈھلنے کے وقت نماز پڑھی پس معلوم ہوا کہ اول وقت ظہر کا آفتاب کا ڈھلنا
ہے اور یہی وجہ مناسبت حدیث کی ترجمہ سے اور یہ کہ میں سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ حضرت نے
زوال سے پہلے نماز پڑھی ہو اور اس پر تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے قدیم زمانے میں بعض صحابہ
سے اسباب میں اختلاف تھا کہ ظہر کو آفتاب ڈھلنے سے پہلے یا بعد رکھتے تھے اور سیوطی امام احمد
اور سہاقی مجموعہ پڑھنے کے زوال کے پہلے جائز رکھتے ہیں جیسے آئندہ آدینکا انشاء اللہ تعالیٰ اور زوال کے
پہچاننے کا طریق یہ ہے کہ کسی سیدی چیز کو برابر زمین میں سیدھا کھڑا کیا جاوے اور صبح کو آفتاب
نکلنے کے دس چیز کے سایہ کو جو مغرب کی طرف ہو دیکھا رہے ہو جو قدر آفتاب بلند ہوا جاوے
اس قدر اس کا سایہ کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب آفتاب اپنے نہایت درجہ کی بلندی پر
ہو پچھے اور میں سر ہو آجاوے تو اس وقت ایک نقطہ مشیر رہتا ہے اور اس وقت اس کا سایہ ہی
ہٹ کر جاتا ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ پس یہ وقت آدھے دن کا ہے اور اسی وقت کو استوا کہتے
ہے کہ جس میں پہر ایک نقطہ کے بعد آفتاب ومان سے ڈھل جاتا ہے پس جو اول درجہ ڈھلنے کا
ہے یعنی اپنے نہایت درجہ کی بلندی سے ڈھل کر جس درجہ میں اہل اہل آدھے دن کی وقت
زوال کا ہے اور وہی ہے اول وقت ظہر کا اور یہ وقت وہ ہے جبکہ سایہ اس چیز کا مشرق
کی طرف میں ذرا سا ظاہر ہو کر نظر آنے لگے اور قطبانی میں حدیث نقل کی ہے کہ جتنے دیر میں
آدھمی کا لقمہ کھائے دینی دیر میں آفتاب پانسو برس کی آہ قطع کر جاتا ہے اور حضرت مصلیٰ
اس وجہ سے ہوئے تھے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ پیغمبر ہمارے سوال میں عاجز ہے

۳۵

جو کچھ ہم پوچھتے ہیں اس کا جواب نہیں دے سکتا ہے سو حضرت نے منافقوں کی یہ
کلام سن لی تھی اس واسطے حضرت نے غصے سے بار بار فرماتے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے کہ پوچھے
جکا جی چاہے عہد العہد بن خداوند اس مطلب کو نہ سمجھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات بوجہ سننے

کہ کلام حضرت م کا اصحاب سے نہیں ہے منافقون تھے تب وہ بات عرض کی جس سے حضرت م کا غصہ گیا اور رونا اصحاب کا یا تو اس خوف سے تھا کہ پہلی امتوں کی طرح ہم پر بھی غلاب نازل نہ ہو جاوے کہ پہلی امتوں نے بھی پیغمبر دن کو ایذا دی تھی اور حضرت کو بھی منافقون سے ایذا پہنچی ہے اور یا رونا و کما قیامت کے حالات سننے کی وجہ سے تھا اور خدا نے اپنا باپ اس واسطے پوچھا کہ لوگ اسکو کسی اور شخص کا بیٹا کہتے تھے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ بہشت اور دوزخ اسوقت میرے سامنے لائے گئے سو یہ سامنے لایا تو اس طرح سے تھا کہ جو پر وہ کہ درمیان بہشت اور دوزخ اور درمیان آدمیوں کے ہے وہ درمیان سے اٹھا دیا گیا تھا اور یا بہشت اور دوزخ کی لوگ آپکو دکھلائے گئے تھے یا ان دونوں کی مثال حضرت کو دکھلائی گئی تھی واللہ اعلم اور آپ نے جو فرمایا کہ میں نے پہلائی اور برائی کی طرح کوئی چیز نہیں ہے سو مراد اس سے یا تو یہ ہے کہ میں نے بہشت جیسے بہتر جگہ اور دوزخ جیسے بری جگہ کوئی نہیں دیکھی اور یا یہ مراد ہے کہ میں نیکی اور گناہ کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی ہے کہ نیکی سے آدمی بہشت میں داخل ہوتا ہے اور گناہ کے سبب سے آدمی دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور سعادت سے بڑی بزرگی اور نہایت تیرنہمی عمر فاروق کی ثابت ہوتی ہے اور یہ ہے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کے فائدہ سوال عالم سے کرنا منع ہے **حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي** **الْغَيْثِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحُ وَاحِدًا يَأْتِيهِمْ جَلِيسٌ** **وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا يَكُنُ السَّابِقِينَ إِلَى الْيَمَانَةِ وَيُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا رَأَتْ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَاحِدًا نَا** **يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ دَجَمَ وَالنَّمَسُ حَيَّةٌ وَتَنْبُتُ مَا نَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يَأْتِي** **بِأَخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثَلَاثِ اللَّيْلِ نَعْمَ قَالَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ لَمَّا كُنْتُ** **مَعَهُ فَقَالَ أَذْهَبُ اللَّيْلُ** ترجمہ ابو بزرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھا کرتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی اپنے پاس لے کر پہچان لیتا تھا اور نماز میں ساٹھ آیت سے لیکر سو آیت تک پڑھتے تھے یعنی جب آپ نماز صبح سے فارغ ہوتے تو اسوقت ایسی روشنی ہو جاتی کہ ایک دوسرے پہچان لیتا جیسے دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے نیز کہ ایسے وقت میں نماز کو شروع کرتے تھے اور ظہر کی نماز اسوقت پڑھتے جب کہ آفتاب ڈھل جاتا اور عصری نماز ایسے وقت میں پڑھتے کہ ہم میں سے کوئی عصر پڑھ کر دینے کی پہلی طرف اپنے گھر میں ملٹ جاتا اور حالانکہ ابھی آفتاب خوب مغیرہ ہو تھو یعنی اسکی گرمی اور رنگ نہ بدلتا راہ النہال کہنا ہے کہ میں بھول گیا ہوں اسکو جو ابو ہریرہ نے نماز مغرب کے حال میں کہا اور عشا

فی ایک کلمہ قطیۃ قال حسی ترجمہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
 مدینہ میں نماز پڑھی سات رکعتیں لکھی اور آٹھ رکعتیں لکھی ظہر اور عصر کی آٹھ رکعتیں اور مغرب
 اور عشا کی سات رکعتیں یعنی چار فرض ظہر کے اور چار فرض عصر کے آٹھ رکعتیں جمع کر کے ایک
 وقت میں پڑھیں اور تین فرض مغرب کے اور چار فرض عشا کے یہ سات رکعتیں ایک وقت میں جمع پڑھیں
 سوا یوب سختی نے کہا کہ شاید حضرت کا یہ جمع کرنا مینہ کے دن میں ہو گا جابر رمنے کہا امید ہے
 کہ ایسا ہی ہو گا **ف** اس حدیث کے لوگوں نے کئی تاویلیں کیں میں امام مالک کہتے ہیں کہ شاید حضرت
 صلے اللہ علیہ وسلم کا جمع کرنا مینہ کے سبب سے تھا مگر یہ تاویل ضعیف ہے اس لیے کہ سب کے ایک
 طریق میں صاف لکھا ہے کہ اس وقت مینہ تھا اور نہ کوئی خوف تھا پس معلوم ہوا کہ یہ جمع نہ خوف کے
 سبب سے تھا اور نہ سفر اور مینہ کے سبب سے تھا اور بعضوں نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ جمع کرنا بیماری
 کے سبب سے تھا مگر یہ تاویل بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اگر مرض کے عذر سے جمع ہوتی تو آپ کے
 ساتھ وہی لوگ جمع کرتے جنکو بیماری ہوتی حالانکہ ابن عباس رحمہ سے صحیحہ آچکے ہیں کہ حضرت
 صلے اللہ علیہ وسلم وہ نماز بہت اہم ہے کہ ساتھ پڑھتی اور بعضوں نے یہ تاویل کی ہے کہ پہلے
 تھا سو حضرت نے ظہر کی نماز پڑھی پھر آسمان صاف ہو گیا اس وقت معلوم ہوا کہ عصر کا وقت آگیا
 ہے پس آپ نے عصر کی نماز پڑھی مگر یہ تاویل بھی ضعیف ہے اس لیے کہ یہ احتمال ظہر اور عصر کی نماز
 میں ہو سکتا ہے مگر مغرب اور عشا کی نماز میں یہ احتمال بالکل نہیں ہو سکتا کہ کہا جاوے گا پھر اندھن
 صورت مغرب اور عشا کو کیوں جمع کیا اور بعضوں نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ جمع صدوری ہے جمع
 حقیقی نہیں ہے جیسے کہ بیان اسکا اہی ہو چکا ہے اور یہی مذہب ہو امام بخاری اور حنفیہ
 کا لیکن یہ احتمال بھی ضعیف ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ احتمال باطل ہے اس لیے کہ ظاہر حدیث
 کے مخالف ہے اور نیز جابر راوی حدیث کا کتابی کہ یہ مینہ کے عذر سے تھا لیکن حافظ ابن حجر
 نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ احتمال جمع صدوری کا قوی ہے اس لیے کہ اس حدیث کسی طریق
 میں جمع کے وقت کا ذکر نہیں آیا ہے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو کس وقت میں جمع کیا اور مغرب
 اور عشا کو کس وقت میں جمع کیا اور ظاہر کوئی عذر بھی نہیں بن سکتا ہے جیسے کہ ابھی بیان عذر
 گزر چکا ہے کہ سب عذر ضعیف ہیں پس اندھن صورت اگر مراد مطلق جمع جائز رکھی جاوے
 جیسے کہ مثلاً ظہر کو عصر کے وقت میں جمع کرنا یا بالعکس اسکے تو لازم آوے گا کہ نماز نماز
 کا اپنے وقت مقرر سے بلا عذر اور یہ جائز نہیں ہے جیسے کہ بیان اسکا اور گزر چکا ہے کہ نماز

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی عذر درست ہو سکتا ہے

کا وقت معین اور مقرر ہے اپنے وقت سے انکو نکالنا جائز نہیں ہے اور اگر مراد اسے جمع صلوٰۃ رکھی جاوے تو ناکو وقت سے نکالنا لازم نہ آویگا اور نیز سب حدیثوں کی آپس میں تطبیق ہو جاوے گی پس معلوم ہوا کہ اسکو جمع صوری پر حمل کرنا اولے ہو والد اعلم بالصواب اور یہی وجہ ہے مطابقت احمدیث کی ترجمہ سے لیکن مجہد سلم بن عباس رہتے اسی حدیث میں یہ لفظ آچکا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کو اس ارادہ سے جمع کیا کہ ایک راست سے کسیکو کوئی حرج نہ ہو اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں روایت ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جمع اسو طو کیا ہے کہ میری امت کو جمع نہ ہو سو یہ حدیث صریح ہے کہ مراد اس کو جمع حقیقی ہے جمع صوری نہیں ہے پس معلوم ہو کہ جمع صوری کی تاویل اس حدیث میں نہیں بن سکتی ہے اسلئے کہ جمع صوری حرج سے خالی نہیں ہے اور نیز نفی حرج کے رو سے صورت میں صادق آتی ہے جب کہ جمع حقیقی ہو اور نیز جمع صوری میں وقت نکل جانیکا خوف ہے خاصکر عوام لوگ کہ انکو وقت ظہر کے آخر خرو اور وقت عصر کے اول خرو میں بالکل تیز نہیں ہو سکتی ہے پس سہین بڑا حرج ہے اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ او سنے بصرہ میں نماز ظہر اور عصر کو جمع کیا اور انکے درمیان کوئی نفل نہ پڑھا ہے اسکیا یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع حقیقی ہے اسلئے کہ نوافل کا انکے درمیان نہ پڑھنا صرف جمع صوری کے درمیان نوافل پڑھ لیتے ہیں اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی مترجم نے کلام المبین میں کر دی ہے شائق اسکا مطالعہ کرے غرضکہ احمدیث میں جمع صوری یہی مراد نہیں ہو سکتی ہے اور اماموں کی ایک جماعت نے احمدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور ضرورت کے گہر میں یہی دو نمازوں کو جمع جائز کہا ہے بشرطیکہ عادت نہ ٹہرا رکھے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں ابن سیرین اور ربیعہ اور اشہب اور ابن منذر اور قفال کبیر اور ساتھ اسیکے قائل ہیں ایک جماعت محدثین کی اور دلیل انکی یہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں حرج کے واسطے جمع کرنا آیا ہے مسترحم کہ کتابے افسوس ہے کہ شارحین خاصکر امام ابن حجر نے احمدیث کی شرح میں بہت طویل کلام کی اور سب ویونیونکر رد کر دیا لیکن آخر کوئی معنی احمدیث کا بیان نہ کیا اور کوئی بات محقق مقرر نہ کی جس پر آدمی عمل کرے لیکن جمع کر کے کا آپ نے یہ سبب بیان فرمایا ہے کہ میری امت کو کوئی حرج نہ ہو اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں جمع کرنے کوئی سبب ضرور تھا اور کسی عذر کی وجہ سے آپ نے نمازوں کو جمع کیا تھا گو شارحین نے

عذر مذکور دکر دیا ہے والا یہ علت بالکل لغو ہے جاوگی پس ظاہر معنی احمدیث یہی ہے کہ
 کہہ میں بھی عذر کے واسطی دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ آدمی او کو عادت
 نہ ٹیلا رکھے کہی کہی ضرورت کے وقت کر لیا کرے جیسے کہ ایک جماعت محدثین کا یہی
 نسب ہے کہ مرویہ العلم بالصواب **کتاب** وَثَّقَ الْعَصْرُ نِزَاعَ عَصْرِ كَيْفَ وَقْتُ كَابِيَانِ
 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَمْرٍاءُ بْنُ لُؤْلُؤٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ مَسْرُوقٍ قَالَ
 كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ تَحْتِهَا طَلْعُ
 ترجمہ عائنہ من سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور
 حالانکہ آفتاب میرے حجرے سے ابھی باہر نہ نکلا **ف** مطلب یہ کہ یہ ہے کہ حضرت ص
 عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے کہ سایہ آفتاب کا میرے حجرے کے صحن میں ہوتا یعنی
 آفتاب بہت بلند ہوتا تھا اسلئے کہ چھوٹے حجرے کے صحن میں آفتاب کا سایہ اسی وقت
 ہوتا ہے جبکہ آفتاب خوب بن **ط** ہو اور جب آفتاب نیچے چلا جاوے تو اُس وقت اسکا سایہ صحن
 میں نہیں رہتا ہے بلکہ دیوار و پیر حرجہ جاتا ہے جیسے کہ مشاہدہ سے یہ بات ظاہر ہے اور
 بعضے دشمن عقل کے اسکی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عائنہ کے حجرے کا دروازہ مغرب کی جانب
 تھا پس جب آفتاب آسمان کے کنارہ پر جاتا یعنی غروب کے نزدیک ہوتا تو اسکی روشنی
 دروازے کے حجرے کو اندر چلی آتی تھی پس آفتاب کے حجرے سے نہ نکلنے کی بھی مراد ہے میں معلوم ہوتا
 کہ عصر کا وقت دو مشلونے کے بعد ہوتا ہے سو جواب اسکا کہی وجہ سے ہے **اول** یہ کہ عائنہ
 کے حجرے کا مغرب کی طرف دروازہ ہوتا ہے نہ کہ جنوب کی طرف ہے **دوم** یہ کہ حجرہ کے دروازہ پر
 پردہ پڑا رہتا تھا جیسے کہ شیخ نے جذب القلوب میں بیان کیا ہے پس دروازہ سے روشنی
 کا اندر جانا ممکن نہیں تھا سو کتاب المواقیث کے اول میں یہی حدیث عائنہ کی گزر چکی ہے
 امین میرے موجود ہے کہ آفتاب دیوار کے سایہ پر چڑھنے سے پہلے آپ عصر پڑھتے تھے
 اور آئندہ حیرتیں ہی اسباب میں صبح ہیں پس اگر رہنے آفتاب کے دروازہ سے اندر
 جاتی تھی تو پھر دیوار پر سایہ چڑھنے اور نہ چڑھنے کا کیا معنی ہوا پس احمدیث سے یہ قید بالکل لغو
 ہو جاوگی چہاں یہ کہ جب آفتاب غروب کے نزدیک ہوتا ہے تو وہ وقت بالاتفاق مکروہ
 ہے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلی اکثر اوقات یہی عادت تھی پس ایسے وقت میں
 حضرت کا ہمیشہ نماز پڑھنا کہی ممکن نہیں ہے پس اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ عصر

کہ عصر کا وقت دو شل کے بعد ہوتا ہے من ادعی ذلک فغلبہ البیان حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا
 الْكَثْمِيُّ عَنْ ابْنِ يَحْيَى عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى
 الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ تَجْرُ فَمَا كَانَتْ تَطْرُقُ الْفَجْرَ تَجْرُ فَمَا كَانَتْ تَطْرُقُ الْفَجْرَ تَجْرُ فَمَا كَانَتْ تَطْرُقُ الْفَجْرَ تَجْرُ
 عصر کی نماز پڑھی اور حالانکہ آفتاب ابھی میرے حجرے میں تھا اور سکا ٹکندہ نہیں ہوا تھا اور ایک
 روایت میں آیا ہے کہ نہ زمین سے سایہ بلند نہ ہوا ہوتا حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَنُو
 عَمِيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَصَلِّيُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَالَةً فِي مَجْرٍ لَمْ يَطْهَرِ الْفَجْرُ بَعْدُ قَالَ أَبُو
 عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَالِكٌ رَوَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ شُعَيْبٍ وَأَبْنِ أَبِي حَصَّةٍ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ
 تَطْهَرَ تَجْرُ عَائِشَةُ رَضِيَ عَنْهَا رَوَى عَنْ ابْنِ أَبِي حَصَّةٍ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ
 کرتے اور حالانکہ آفتاب میرے حجرے میں ہوتا اسکا سایہ ابھی بلند نہ ہوا ہوتا امام بخاری
 نے کہا کہ مالک اور یحییٰ اور شعیب اور ابن ابی حصصہ کی روایت میں یہ ہے کہ آفتاب اس کے حجرے
 میں ہوتا دیوار پر چڑھنے سے پہلے غرض امام بخاری کی اس معلق حدیث کے لائق
 سے یہ ہے کہ اس روایت میں نسبت بلند ہونے کے آفتاب کی طرف کی ہے اور پہلے روایت
 میں نسبت بلند ہونے کے سایہ کی طرف کی ہے سو وجہ تطبیق کی ان دونوں حدیثوں میں یہ ہے
 کہ مراد آفتاب کے بلند ہونے سے یہ ہے کہ اس کی روشنی ابھی حجرے سے باہر نہیں نکلی تھی
 اور سایہ کے نہ بلند ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ابھی تک اس کا سایہ صحن حجرے میں چوڑا اور
 فراخ نہ ہوا ہوتا پس دونوں روایتوں میں کوئی مخالفت نہیں ہے اس لیے کہ سایہ اسی وقت
 چوڑا ہوتا ہے جب کہ آفتاب کی روشنی حجرے سے باہر نکل جاوے اور اس حدیث سے
 معلوم ہوتا ہے کہ عصر کی نماز میں بہت جلدی کرنی چاہیے اور اس کا اول وقت پڑھنا
 چاہیے اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے یہی سمجھا ہے اور اس طرح عروہ راوی حدیث نے
 بھی یہی سمجھا ہے اس لیے کہ اس نے عبد الغزیز پر اس حدیث سے دلیل پکڑی
 لیکن امام طحاوی نے خفی نے کہا کہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے عصر کا اول وقت پڑھنا
 ثابت نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ حجرے کی دیوار میں بہت چوٹی تھیں سو آفتاب اسی وقت
 پوشیدہ ہوتا جب کہ غروب کے نزدیک جاتا پس معلوم ہوتا کہ کھڑول وقت نہیں پڑھتے تھے
 بلکہ دیر کر کے پڑھتے تھے سو جب اس کا احتمال طحاوی کا اس وقت پیدا ہو سکتا ہے

جب کہ حجرے کا صحن فراخ اور چوڑا ہو حالانکہ استفادہ اور مشاہدہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ ازواج مطہرات کے حجرے فراخ نہیں تھے بلکہ تنگ اور بہت چھوٹے تھے اور چھوٹے حجرے کے صحن میں آفتاب کی روشنی اوس وقت باقی رہتے تھے جبکہ آفتاب خوب بلند ہو والا جب آفتاب غروب کے قریب چلا جاوے تو اوس وقت اوسکی روشنی حجرے کے صحن میں بالکل نہیں رہتی بلکہ بلند ہو جاتی ہے اگرچہ حجرے کی دیواریں چھوٹی ہوں امام نووی نے لکھا ہے کہ حجرے کا میدان بہت تنگ تھا اور اسکی دیواریں بھی چھوٹی نہیں بایں طور کہ گنبا سے دیواروں کے صحن کی چوڑائی سے کچھ ہی کم تھی سو جب سایہ دیوار کا ایک شل ہو جاتا تو آفتاب کی روشنی صحن کے اخیر پہنچ جاتی اور گویا کہ جب امام بخاری نے ایک شل کے بعد وقت عصر ہونے پر کوئی حدیث صریح اپنی شرط آنے پائی تو صرف اسی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر اکتفا کیا اور اسی سے اول وقت عصر کا استنباط کیا اور صحیح مسلم میں اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں جو اسباب میں صریح ہیں کہ وقت عصر کا بعد ایک شل کے شروع ہو جاتا ہے اور کسی اہل علم سے اسکا خلاف منقول نہیں ہوا مگر امام ابو حنیفہ سے کہ وہ کہتے ہیں وقت عصر کا بعد دو شل کے شروع ہو تا ہے امام قرطبی نے کہا کہ تمام جہان کے علماء اس کے مخالف ہیں یعنی کہتے ہیں کہ وقت عصر کا ایک شل کے بعد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد بھی اس کے مخالف ہو گئے لیکن امام صاحب کے بعض تلمذین متاخرین ابراہیم وغیرہ سے دلیل مگر یہی ہے اس پر کہ طبر کا وقت دو شل تک باقی رہتا ہے مگر یہ استدلال و حکما ٹھیک نہیں ہے ابراہیم کی حدیث گھڑی ہے کہ ہر صبر کا سایہ ظاہر ہو جاوے و قد مر بیانا مرارا امام ابن حجر نے کہ اس استدلال کی حکایت کثرت کے سے مستغنی کر دیتی ہے عَدَّةُ ثَمَامَةَ بْنِ مَقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَمَاءِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَابْنُ عَلِيٍّ ابْنُ بَرْدَةَ الْأَسَدِيِّ فَقَالَ لَنَا ابْنُ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ الْكُتُوبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّيُ الْهَجْرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْوَلَّاءِ حِينَ تَذْخُصُ وَيُصَلِّيُ الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُ نَا إِلَى رَحِيلِهِ فِي أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَالشَّامِ حَتَّى وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخَّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَمَّةُ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ ثَلَاثًا وَ الْحَدِيثُ بَعْدَهَا وَكَانَ يَفْتَلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يُعْرِثُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ

وَقَرَأَ بِالنَّاسِ إِلَيْهِ الْمَائِدَةِ ترجمہ سید سے روایت کہ میں اور میرا باپ (ہم دونوں) ابی بکر
 صحابی پاس آئے سو میرے باپ نے اویسے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کو کثرت
 پڑھا کرتے تھے سراد سے کہا کہ حضرت منظر کی نماز (جسکو تم پیشین کہتے ہو) اوسوقت پڑھا کرتے
 تھے جب کہ آفتاب ٹل جاتا یعنی جبکہ آسمان کے درمیان سے مغرب کی طرف ذرا سا جھک جاتا
 اور عصر کی نماز پڑھتے (یعنی ایسے وقت میں) کہ ہم میں سے کوئی عصر پڑھ کر مدینہ کے پہلو
 اپنے گھر میں پٹ جاتا اور حالانکہ آفتاب سفید زندہ ہوتا یعنی اس کے رنگ میں کچھ تغیر نہ آتا
 (راوی نے کہا) کہ میں بھول گیا ہوں اوسکو جو ابو بکر نے نماز مغرب کے باب میں کہا اور حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز (جسکو تم اندھیرے کی نماز کہتے ہو) میں دیر کر کے پڑھنے کو پسند
 لکھتے تھے یعنی دیر کر کے پڑھا کرتے تھے اور نماز عشا سے پہلے سونے کو اور اوسکے بعد بات
 چیت کرنے کو برا جانتے تھے اور صبح کی نماز سے (لیسے وقت میں) فارغ ہوتے کہ ہر ایک مرد
 اپنے پاس لے کر پہچان لیتا اور آپ نماز میں ساٹھ آیت سے لیکر سو آیت تک پڑھتے تھے خوف
 احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے سو یہ ٹھنڈے وقت میں ظہر
 پڑھنے کے مخالف نہیں ہے اسلیے کہ حمال ہے کہ حضرت کا اول وقت میں پڑھنا سردی کے
 موسم میں ہو یا حدیث ابراہیم سے پہلے کا یہ واقعہ ہو یا شدہ گرمی کی نہ ہو یا بیان جواز کے کیے ہو
 یعنی اول وقت میں ہی ظہر پڑھنی جائز ہے لیکن جمہور کے نزدیک ابراہیم افضل ہے جیسا کہ امام نووی
 نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ سخت گرمی میں مستحب ہے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھے
 اور یہی قول ہے جمہور علماء کا اور ساتھ اسکو قائل میں جمہور صحابہ اسلیے کہ احادیث صحیحہ میں
 وارد ہو چکی ہیں اور بہت جگہوں میں آپ نے اس کے ساتھ حکم فرمایا ہے لیکن حد ابراہیم کی یہ ہے
 کہ دیوار و نکاسا یہ ہتھوڑا ہو جاوے کہ اوس میں لوگ جل سکیں اور یہ بھی جائز چاہیے کہ نماز میں
 ابراہیم کو کسی کے نزدیک جائز نہیں مگر اشہب مقلی کے نزدیک اور جمہور نماز میں ابراہیم کو بھی
 جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں اور ظہر نماز کو پیشین ہوا سطلے کہتے ہیں کہ دن کی سب نمازوں
 سے یہ پہلے نماز ہے یا یہ کہ جبریل علیہ السلام نے حضور کو پہلے ہی نماز پڑھائی تھی اور ظہر اور
 عشا کو پیشین اور اندھیرے کی نماز کہنا شاید اسوجہ سے ہے کہ ظہر کو اول وقت میں پڑھنا چاہیے
 اور عشا میں تاخیر کرنی چاہیے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز میں اسوسطو دیر کرتے تھے
 کہ سب نمازی جمع ہو جاویں جیسے کہ آئندہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور مراد آفتاب کے نڈھ ہونے سے

یہ ہے کہ اوسکی گرمی اور روشنی کی تاثیر اور قوت باقی ہو اور اسکا رنگ قائم ہو اور یہ نہیں ہوتا ہے مگر بعد ایک نسل کے والد علم اور یہ جو راوی نے کہا کہ حضرت صبح کی نماز سے ایسے وقت میں فارغ ہوتے کہ ہر ایک آدمی اپنے پاس ملے کو پہچان لیتا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھنی چاہیے اسلئے کہ اپنے پاس والو کو پہچاننے کی ابتدا اندھیرے کے آخر میں شروع ہوتی ہے اور سو وقت میں حضرت نماز سے فارغ ہو جاتے تھے اور یہ بات سبکو معلوم ہے کہ حضرت ص کی عادت قرآن کو تھیر تھیر کر پڑھنے کی تھی اور نماز کے اور رکعتوں میں بھی کہتے اطمینان کرتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی رکعتوں میں اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی عام سے مسئلہ پوچھے اور اوسکو وہ جانتا ہو تو سائل کو جلدی جواب دینا چاہیے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلَى ابْنِ عَمْرٍو بْنِ عَوْفٍ فَيَعْبُدُهُمْ يَصَلُّونَ الْعَصْرَ** ترجمہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر کوئی آدمی عصر کی نماز پڑھ کر قبیلہ بنی عمرو کی طرف جاتا سواؤ کو عصر کی نماز پڑھنے پاتا **ف** امام نووی نے لکھا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ مدینہ سے بنی عمرو کا گاؤں دو میل کے فاصلہ پر تھا اور وہ لوگ عصر کی نماز مبارک وقت میں پڑھتے تھے اسلئے کہ وہ اپنے کاموں اور کمیتوں میں مشغول رہتے تھے اور حضرت ص عصر کی نماز اول وقت میں پڑھا کرتے تھے سو جو لوگ ہمارے کے ساتھ اول وقت نماز پڑھ کر اپنے گھر و نکلے طرف ہٹ جاتے اور دو میل چل کر جاتے تو اس وقت قوم کے اور لوگوں کو نماز پڑھتے پاتے پس معلوم ہوا کہ حضرت ص علیہ السلام عصر کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے کہ آدمی عصر کی نماز پڑھ کر دو میل چلا جاتا تب عصر کا درمیانہ وقت ہوتا اور یہ حدیث کو ظاہر میں ثبوت ہے لیکن حکم مرفوع ہے **حَدَّثَنَا بَنُو مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُمَانَ بْنِ سَهْلٍ بْنُ حَنِيفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ يَقُولُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا مَحَلَّةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَا بَصِلِي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا عَمُّ هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** الکتی کُنَّا نَصَلِّي مَعَهُ ترجمہ ابو امامہ سے روایت ہے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر ہم وہاں سے نکل کر انس رضی اللہ عنہ کے پاس

آئے سو بنے اسکو عصر کی نماز پڑھتے پایا سو جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے لکھنے
 کہا کہ لے چا تھے یہ کون سی نماز پڑھی ہے یعنی ظہر ہے یا عصر انس نے کہا یہ عصر کی نماز ہے
 اور یہ وہ نماز ہے جسکو ہم حضرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے **ف** انی نوصیہن سے معلوم
 ہوا کہ عصر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہیے اور اسکا اول وقت وہ ہے جبکہ ظہر کا وقت تمام
 ہو جاوے اسی وجہ سے ابوامامہ نے انس رضی کی نماز میں شک کیا کہ یہ ظہر ہے یا عصر پس
 معلوم ہوا کہ دونوں وقتوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم کہ عصر کا
 وقت بعد ایک مثل کے ہو جاتا ہے اسلئے کہ اگر انکی نماز ظہر کی بعد دو مثل کے ہوتی تو پھر انس
 رضی سے نماز پوچھنے کا کوئی معنی نہ تھا اور اسنے انس کو چچا اسوا سکو کہا کہ وہ عمر میں اُسے بڑی
 تھے حقیقی چچا نہیں تھے اور احمدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر والا بڑی عمر والے کو نام سے
 نہ بلاوے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ سے بڑے کو چچا یا مامون وغیرہ کہنا جائز ہے اگرچہ کوئی
 غیر موصی نہ تھا **عَنْ ابْنِ يُوْسُفَ قَالَ اخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ
 مَالِكٍ قَالَ لَمَّا صَلَّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ اِلَى قُبَاٍ قِيَامَتِهِمْ وَالشَّمْسُ
 مُرْتَفِعَةٌ** ترجمہ انس رضی سے روایت ہے کہ ہم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر (بعد نماز کے)
 ہم میں سے کوئی آدمی قبا کی طرف جاتا سو وہ قبا والوں کے پاس آتا اسحالت میں کہ آفتاب بھی
 بلند ہوتا تھا **ف** قبا ایک جگہ کا نام ہے مین یا چار میل مدینہ سے سو احمدیث سے معلوم
 ہوتا ہے کہ حضرت عصر کی نماز میں بہت جلدی کیا کرتے تھے اسلئے کہ بعد عصر کے چار میل چلکر
 جانا اور پھر بھی آفتاب کا بلند رہنا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ عصر کو بعد ایک مثل کے
 پڑھے **مَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي اَيْمَانَ قَالَ اخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَنَسُ
 بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ
 مُرْتَفِعَةٌ حَتَّى يَذْهَبَ اِلَى الْعَوَالِي قِيَامَتِهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ قِيَامَتِهِمْ
 بَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَا اَكْبَعَةُ امِّ بَالٍ اَوْ تَخْرُجُ** ترجمہ انس رضی سے
 روایت ہے کہ حضرت عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ آفتاب بلند اور روشن ہوتا
 سو کوئی جانے والا عوالی کی طرف جاتا سو وہ ان کے لوگوں پاس جاتا اور حالانکہ آفتاب
 بھی بلند ہوتا تھا اور بعضے کا مدینہ سے چار میل پر مین یا مثل اوسکی **ف** بعضی روایتوں
 میں آیا ہے کہ مدینہ سے عوالی چہ میل مین اور بعضوں میں دو یا تین میل کا ذکر آیا ہے تطبیق

کوئی کسی کے بہائی بنیاد دگوار کو مار ڈالے اور اسکے اسباب کو چھین لیوے تو اس وقت یہ کلمہ
 بولتا ہے وَتَرْتِ الزَّجْلَ یعنی میں نے اسکو ناقص اور اکیلا کر دیا ہے اور غرض امام بخاری
 کی اس آیت اور عرب کے لوگوں کے محاورہ سے یہ ہے کہ لفظ اَلْکَلِّ وَکُلُّہ کے لام پر پیش
 اور زبر دونوں جائز ہیں اور ترکا باب کہی دو مشغول کی طرف متعدی ہوتا ہے اور کہی ایک
 مشغول کی طرف آیت دو مشغول کی طرف متعدی ہونے کی شہادت ہے اور محاورہ عرب کا ایک
 مشغول کی شہادت ہے **ف** مراد فوت ہو جانے سے یہ ہے کہ بے عذر نماز کو فوت
 جواز سے نکال دے یوں ہے میں ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبکی عصر کی نماز جاتی رہے اسکو
 پڑا گناہ ہوتا ہے کہ اس کے سب عمل اکارت اور برباد ہو جاتے ہیں پس یہی وجہ سے غلط
 اس حدیث کی ترجمہ باب آٹھ نماز عصر کی خاص کر تاکید ہوا ہے کہ یہ وقت غفلت کا ہی
 لوگ اس وقت بازار میں مشغول ہونے میں نماز عصر قضا ہو جاتی ہے یا اسو اسکو خاص
 کیا کہ ہر روز فرشتے عصر کے وقت نماز اعمال آسمان پر لیجاتے ہیں اور آمد و رفت کے فرشتی
 اس وقت میں جمع ہوتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ فجر کا ہی یہی حال ہے کہ اس میں بھی فرشتے
 جمع ہوتے ہیں لیکن اس میں سو جانے کا عذر ہے اور اس میں عذر نہیں اس لیے کہ یہ جاننے کا
 وقت ہے اور وہ سونے کا وقت ہے اور بعض کہتے ہیں تفضیل کا کلی ہونا لازم نہیں بلکہ یہ
 نسبت اکثر نماز دن کے یہی ہو سکتا ہے اور احتمال ہے کہ تخصیص باعتبار سوال سائل کے
 ہو کہ اسنے فقط اسی نماز کا سوال کیا ہو یا کاشتکار لوگ زراعت میں مشغول ہوتے ہیں یا
 کوئی اور وجہ تخصیص کی ہوگی لیکن اصل تخصیص کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نماز کو چاہتا
 ہے فضیلت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے وجہ تخصیص کی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے
 اور بعضوں نے اس حدیث کو بھول جانے پر محمول کیا ہے یعنی جبکی عصر کی نماز بھول سے
 جاتی ہے اسکا یہ ذکر ہے سو اس تقدیر پر اسکا یہ معنی ہوگا کہ جبکی نماز عصر کی بھول سے
 جاتی رہے تو جب کسی عصر پڑھنے والے کے خواب کو دیکھتا ہو تو اسکو ایسا غم حاصل ہوتا ہے
 جیسے کہ عجز و لڑکے وغیرہ چھن جانے والے کو غم حاصل ہوتا ہے اور اسٹو یہی معلوم ہوا کہ جو
 نماز کو عذر چھوڑ دیوے تو اسکو بہت زیادہ غم ہوتا ہے ایک اسوجہ سے کہ اس کے ہاتھ سے
 خواب فوت ہوا دوسرا اسوجہ سے کہ اسکو گناہ حاصل ہوا اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ
 دنیا بہت حقیر ہے تہوڑا عمل بہتر ہے دنیا سے اور بعضوں نے کہا کہ اس حدیث

کے برابر کوئی حدیث نہیں ہے اس لیے کہ کیفیت محافظت عصر کی اسکے سوا کسی حدیث میں پائی
 نہیں جاتی ہے والہ اعلم **باب** اِثْمٌ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ جو عصر کی نماز کو جانکر چھوڑ دے
 ہو سکو کیا گناہ ہوتا ہے حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى
 بْنُ لَبَّانٍ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ أَبِي السَّيِّحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي غَزْوَةٍ فِي يَوْمٍ ذُئِبِ
 عَلَيْهِ فَقَالَ يَكْرُؤُ الْبَصْلَةَ الْعَصْرَ فَإِنَّ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَكَأَنَّكَ مَنْ تَرَكَ مَلُوءَةً
 الْعَصْرَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ترجمہ ابی السیح سے روایت ہو کہ ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک لڑائی
 میں تھے مینہ کے دن میں سو بریدہ نے کہا کہ نماز عصر پڑھنے میں جلدی کرو یعنی اول وقت
 پڑھو اس لیے کہ مقرر حضرت ۴ نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی یعنی جانکر تو اس کا عمل اکارت
 ہوا یعنی اس کا ثواب باطل ہو گیا معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کے چھوڑنے کا بڑا گناہ ہے و
 وفیہ المطابقة للترجمة **ف** امام احمد اور ان کے ائمہ مذہب احمدیث سے دلیل پکڑتے
 ہیں اس پر کہ جو شخص جانکر نماز چھوڑ دے وہ کافر ہو جاتا ہے اور جمہور علما کہتے ہیں کہ اس حدیث
 کے ظاہری سننے مراد نہیں ہے اس لیے کہ مقرر ہو چکا ہے کہ سوائے شرک کے کسی چیز سے عمل
 اکارت نہیں ہوتا ہے پس اس حدیث کے انہوں نے بہت تاویلین کی ہیں بعضے کہتے ہیں
 کہ مراد اکارت ہونے سے یہ ہے کہ نزدیک ہے کہ اکارت ہو جاوین اور بعضے کہتے ہیں
 کہ مراد عمل سے غفلت نماز ہے یعنی خاص اس نماز کا اس کو ثواب نہیں ملے گا نہ یہ کہ کل عمل اس کے
 اکارت ہو جاوین اور بعضے کہتے ہیں کہ عمل سے مراد کام دنیا کا ہے جس کے سبب سے نماز چھوٹی
 یعنی ایسے کام سے اس کو فائدہ اور نفع حاصل نہیں ہوگا و علیٰ ہذا القیاس بعضوں نے
 اس کی اور تاویلین کی ہیں لیکن سب سے عمدہ یہ تاویل ہے کہ یہ حدیث زجر کے مقام میں واقع ہوئی
 ہے ظاہر معنی اسکے مراد نہیں ہیں اور وجہ تاویل کی یہ ہے کہ قرآن مجید میں وارد ہے
 وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْآيَاتِ فَإِنَّهُ يَكْفُرْ بِمَا كَفَرَ يَكْفُرْ بِمَا كَفَرَ يَكْفُرْ بِمَا كَفَرَ یعنی جس نے کفر کیا ساتھ ایمان کے تو اس کا عمل اکارت
 ہوا پس اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایمان کے ساتھ کفر نہ کرے
 اس کا عمل اکارت نہیں ہوتا ہے اور اجماعیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا عمل اکارت ہے
 پس اس آیت اور حدیث میں تطبیق کے واسطے تاویل کی گئی اس لیے کہ تطبیق جب تک
 ممکن ہو او لے ہر ترجمہ سے اور یہی ہے جواب امام احمد کی دلیل سے اگر کوئی سوال کرے کہ
 اگر کے دن میں بریدہ کو اول وقت کا داخل ہونا کیسے معلوم ہوا تو جواب اس کا یہ ہے کہ

کہ احتمال ہے کہ بریدہ کو اول وقت معلوم ہو گیا ہو ایسے کہ ابر کے دن میں کسی کبھی اقباب ظاہر
 بھی ہو جاتا ہے اور اگر بالفرض اقباب ظاہر نہ ہو تو اس میں یقین شرط نہیں ہے بلکہ اس میں جہاں
 کرنا بھی کافی ہو جاتا ہے اور اس ترجمہ اور سابق ترجمہ میں یہ فرق ہے کہ فوت ہو جانا ترک نماز
 میں صریح نہیں اور ترک نماز میں صریح ہے **باب** فَضْلِ صَلَاةِ الْعَصْرِ نَازِعِصْرٍ فِي فَضْلِهِ
 كَالْبَيَانِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْرٌ عَنْ ابْنِ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنَا السَّمْعِيُّ عَنْ قُتَيْبَةَ
 عَنْ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَطَرْنَا إِلَى الْعَمْرِ نَبِيَّكَ
 فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَجُلًا كَمَا تَرُونَ هَذَا النَّعْمَ لَا تَدْرُونَ فِي رُؤْيَاهُ قَلِيلٌ اسْتَطَعْتُمْ
 أَنْ لَا تُتَخَلَّوْا عَلَيْهِ صَلَواتٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَتَبَلُّغِ عَرُودِهَا فَأَفْعَلُوا شَيْئًا قَلِيلًا
 يَحْسِبُ رَجُلٌ ذِكْرَ الشَّمْسِ وَتَبَلُّغِ الْعُرُودِ قَالَ إِنْ لَمْ يَجِئْ أَفْعَلُوا لَا تَقْتَضِيكُمْ
 ترجمہ جریروم سے روایت ہے کہ ہم حضرت م کے پاس بیٹھے تھے سو آپ نے جو دو میں رات کے
 باند کو دیکھا اور فرمایا کہ بیشک تم قیامت میں دیکھو گے اپنے رب کو جیسا اسکو دیکھتے ہو یعنی
 باند کو جو ہم نہ کر سکو گے دیکھتے ہیں یعنی خلقت کی جو ہم اور کثرت سے اس کے دیدار میں کہ ہم
 حجاب اور آڑ نہ ہوتی جیسے چاند کے دیکھنے میں جو ہم خلل نہیں ڈالتا ہے سو اگر تم سے ہو
 گے کہ غافل نہ ہو نماز سے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے نہ کیا کر دو
 پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سے اس کی دلیل پر مبنی کہ پاکی بدل تعریف کی ساتھ
 رہا ہے کے سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے **ف** مراد سورج نکلنے سے پہلے
 فجر کی نماز ہے اور ڈوبنے سے پہلے عصر کی نماز ہے اور ان دونوں وقتوں کو اس طرح خاص کیا کہ
 فرشتے اور فرشتہ کے امین جمع ہوتے ہیں اور ان دونوں وقتوں میں آدمیوں کے نامہ اعمال
 آسمان پر لیا جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کی بڑی فضیلت ہے کہ اخبار نویس فرشتی اس میں
 جمع ہوتے ہیں وہ یہ مطالعہ للترجمہ اور یہی وجہ ہے مناسبت وارد کرنے حدیث جماع
 فرشتوں کی بعد اس حدیث لیکن یہ فضیلت ان دونوں نمازوں کی جماعت کے ساتھ
 ادا کرنے پر موقوف نہیں بلکہ ظاہر حدیث سے مطلق نماز ثابت ہوتی ہے جماعت سے ہو
 یا تنہا ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کا دیدار قیامت میں ایسا نازوں کے نصیب
 ہو گا اور یہی درجہ ہے اہلسنت کا شیعہ اور معتزلہ دیدار کے منکر ہیں یہ وہبت اور بیکہ غضب
 میں نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز فجر اور عصر کو دیدار خدا کو حاصل کرنے میں داخل ہے

اس سے معلوم ہوا کہ نماز سب عملوں کے اور جو گناہ نمازوں کے درمیان ہوں وہ سب بابت ہو جائے تین اسوئہ فرشتوں نے گناہ کا ذکر نہ کیا اور اسوئہ اسکا سوال ہوا اور اسکا جواب ہوا اور یہ جو فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم انکو چھوڑ آئے ہیں نماز پڑھتے سو اس سے لازم آتا ہے کہ فرشتے نماز پڑھنے سے پہلے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں حالانکہ حدیث میں صاف آچکا ہے کہ وہ نماز میں ان کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں سو جواب اسکا یہ ہے کہ وہ قول فرشتوں کا محمول ہے اس پر کہ جن لوگوں نے اول وقت میں نماز پڑھی ہے فرشتے ان کے ساتھ حاضر تھے اور جنہوں نے بعد اس کے نماز شروع کی ہے یا ابھی نماز کی تیاری میں ہیں اس وقت بھی حاضر تھے پس یہ قول ان کا بنسبت اور لوگوں کے صادر ہوا ہے جو بعد اس کے نماز میں داخل ہوئے یا تیاری میں ہیں اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے نکلے ہیں ایک یہ کہ جب کوئی چیز انسان کے بدن سے جدا ہو تو مستحب ہے کہ آدمی اس وقت پاکی سے ہو جیسے کہ بانو کا منڈانا اور ناخنوں کا کٹوانا اور کپڑے کا بدنا وغیرہ اور دوم یہ کہ نماز سب عبادتوں سے افضل ہے اس لیے کہ اس کا سوال ہوا اور اس کا جواب ہوا اور سوم یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو وقت بڑی فضیلت کے وقت ہیں کہ ان میں فرشتے جمع ہوتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ صبح کے بعد رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور عصر کے بعد اعمال آسمان پر اڑھائے جاتے ہیں سو جو شخص کہ ایسے وقت عبادت میں ہو اس کے رزق اور عمل میں برکت کی جاتی ہے اور اس کا رزق بڑھ جاتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز عصر کی بڑی فضیلت ہو پس یہ وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ بابت اور یہی حکمت ہوا کہ دونوں نمازوں پر محافظت کرنے کی حکم میں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ سب امتوں سے افضل ہے پس اسکا نبی بھی سب نبیوں سے افضل ہوگا اور یہ غیب کی خبر ہے جسکی وجہ سے ایمان زیادہ ہوتا ہے اور یہ کہ ان وقتوں میں خوش ہونا چاہیے اس سے کہ خدا کے رسل جاری پاس اس وقت آنے میں اور خدا اس سے ہمارا حال پوچھتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے ہمارے ساتھ بہت محبت رکھتے ہیں پس انکو بھی ان کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے تاکہ ہم کو اس وجہ سے خدا کے نزدیک مرتبہ حاصل ہو اور یہ کہ خدا اپنے فرشتوں سے کلام کرتا ہے اور بعضے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نماز عصر کی دیر کے ساتھ پڑھنی مستحب ہے تاکہ فرشتوں کا آسمان پر چڑھنا نماز سے بعد آخر دن میں ہو سو جواب اسکا یہ ہے کہ اس سے عصر کا تاخیر کرنا لازم نہیں آتا ہے اس لیے کہ اس حدیث سے بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ فرشتے

نمانہ سے فارغ ہونے کے وقت آسمان پر چڑھتے ہیں بلکہ احتمال ہے کہ نماز اول وقت میں پڑھی
 ماوے اور وہ بعد اسکے آخر تک نہیں پڑھیں اور یہی ممکن ہے کہ دن کے فرشتے
 چڑھ جاویں اور کچھ دن ایسی باقی ہو اور رات کے فرشتے نہیں پڑھیں اور یہ نہیں پڑھیں اور کچھ دن ایسی باقی
 مخالفت نہیں ہے اس لیے کہ رات نہ پڑھیں اور صادق آتا ہے اگرچہ وہ کچھ دن رہے آگے ہوں بالحد
 اعلم بالصواب **باب** مَنْ أَذْرَكَ رَكَعَتَيْنِ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ حَبَّ كَوْيٍ أَيْ رَكَعَتِ
 عصر کی نماز سورج ڈوبنے سے پہلے پاوے تو اس کی نماز جائز ہو جاتی ہے یعنی وہ نماز ادا ہو
 جاتی ہے قضا کرنے کی حاجت نہیں حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي
 سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَذْرَكَ أَحَدُكُمْ بَعْدَ
 مِّنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ وَإِذَا أَذْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلَاةِ
 الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ ترجمہ ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ
 حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی ایک رکعت عصر کی نماز سورج ڈوبنے سے پہلے
 پاوے تو اپنی نماز پوری کر لیوے یعنی تین رکعتیں باقی غروب کے وقت پڑھے اور جب ایک
 رکعت فجر کی نماز سورج نکلنے سے پہلے پاوے تو اپنے باقی نماز کو پورا کرے یعنی ایک رکعت سورج
 نکلنے کے وقت پڑھے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص ایک رکعت نماز عصر یا فجر
 سورج ڈوبنے یا نکلنے سے پہلے پاوے تو وہ اپنی باقی نماز کو پورا کر لیوے اور یہ نماز اس کی اول ہے قضا
 نہیں ہے دوبارہ قضا کر کے اس کو پڑھنے کی حاجت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت میں
 حدیث کی ترجمہ سے اور ابو سعید اصطخری کہتے ہیں کہ عصر کی نماز دو مثل کے
 بعد قضا ہو جاتی ہے سو یہ حدیث صحیح ہے اس کے رد میں آراء بخاری نے رکعت کا لفظ
 بڑا دیا ہے تو اس سے یہ غرض ہے کہ اس حدیث میں جو لفظ سجدة کا واقع ہوا ہے تو اس سے
 مراد رکعت ہے تو گویا یہ ترجمہ تفسیر ہے اس حدیث کی اور عصر کے پانچ وقت میں ایک وقت مستحب ہے
 اور وہ بعد ایک مثل کے ہے متصل اسکے اور دوم وقت مختار ہے اور وہ دو مثل تک ہے
 سوم وقت محض جواز کا ہے اور وہ دو مثل سے لیکر سورج کے ندر ہونے تک ہے چہارم وقت
 ضرورت کا ہے اور وہ بعد دوم ہونے سورج کے ڈوبنے تک مگر جو اس وقت تک تاخیر کرے وہ
 گنہگار ہوتا ہے پنجم وقت عذر کا ہے اور وہ عصر کو ظہر کے ساتھ جمع کر کے پڑھنا ہے و سطر
 سفر کے یا سینہ کے استے پس معلوم ہوا کہ عصر کا وقت غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے مطلب

احديث کا یہ ہے کہ اگر ضرورت کے وقت میں ایک رکعت پادے تو نماز ادا ہو جاوے گی لیکن تا نیر کے سبب گنہگار ہو گا اور احديث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک رکعت نماز فجر کی سورج نکلنے سے پہلے پادے تو وہ نصیح ہو جاتی ہے اور یہی مذہب امام شافعی مالک و احمد وغیرہ سب امامز کا ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک عصر کی نماز تو درست ہے مگر فجر کی نماز نہ کھنکھنے کے وقت درست نہیں ہے باطل ہو جاتی ہے اور حنیفہ امام صاحب کے طہر سے یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ غروب اور طلوع اور دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت میں اہل تشیعین آچکی ہیں اور وہ عام میں پس وہ احديث کے ساتھ معارض میں اور حکم تعارض کا یہ ہے کہ قیاس کے طہر رجوع کیا جاوے اور قیاس نے عصر کی نماز کو ایسے وقت میں جائز رکھا ہے اور فجر کی نماز کو قیاس نے جائز نہیں رکھا یعنی فجر کا وقت کامل ہے پس ادا ناقص غلط ہے سو ہکا جواب مترجم نے اپنی کتاب کلام التین میں کافی شافی دیا ہے شافعی اور کا سکا لکھ کرے اور بیان اسکا جواب فقط اتنا ہی کافی ہے کہ حدیثین ممانعت کی عام ہیں اور یہ حدیث خاص ہے اور تخصیص عام کی ساتھ خاص کے ائمہ اربعہ وغیرہ کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے پس تخصیص کو ناجائز کہنا دلیل نا وافی کی ہے کتب اصول سے اور نیز قیاس مقابله میں نص کے لئے اور قیاس نص کے مقابلے میں بالاجماع مقبول نہیں اور نیز حدیث جواز کی نص ہے معنی جوازمین اور حدیث نہی کی ظاہر ہے معنی عدم جوازمین اور تعارض کے وقت نص مقدم ہوتی ہے ظاہر پر اور نیز عصر کی نماز جو قیاس سے جائز کہتے ہیں قیاس ہی حدیث نہی کے مقابلے میں ہے نما جو باکم فہو جو ابنا اور بعضے حنفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی منسوخ ہے نہی کی حدیثوں سے سو جواب اسکا یہ ہے کہ نسخ کا موخر ہونا شرط ہے سو مدعی نسخ کو لازم ہے کہ نسخ کا احديث جواز سے موخر ہونا ثابت کرے بعدہ و عموماً نسخ زبان پر لاوے و نہ خط القیاد اور باقی تفصیل اس مسئلے کی کلام التین مذکور ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حدیث صحیح دلیل ہے اس پر کہ اگر کوئی شخص عصر یا فجر کی نماز سے ایک رکعت کا وقت پادے پھر سوجھ کر نکل آوے تو اسکی نماز صحیح ہو جاتی ہے باقی نماز کو پورا کر لے اور عصر کی جائز ہونے میں تو سب علماء کا رخی ہے اور امام مالک اور شافعی اور احمد اور غم علی کے نزدیک صبح کی نماز کا جائز ہے مگر ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں اور یہ حدیث حجت ہے اس پر کہتے اور بعضے کہتے ہیں کہ اگر نفل اس سے محض ہوتے تو فوت شدہ نماز کا پڑھنا بھی جائز ہوتا سو جواب

مین ہو گا اور حضرت م نے وحی سے معلوم اس کے خبر دی جیسے کہ آپ نے اور علامات قیامت کی خبر دی ہے قیاط کہتے ہیں آدھے دانگ کو سوئی کی موتی ہے وزن میں پنج جمکے برابر ہوتی ہے ملک مصر میں اوسکی بہت چال ہے اور اہلی معنی قیاط کے یہاں مراد نہیں بلکہ یہ صرف ایک تیش ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ کی ہر چند عین زیادہ تہین اور عبادت بہت لیکن امت محمدی کو باوجود کم عمری اور قلت عبادت کے ان سے ثواب دونا ہے یہ خدا کا فضل ہے اپنے حبیب کی ضعیف امت پر الہی ہزار ہزار شکر تیرے احسان کا کہ اپنے حبیب کی امت میں ہکو پیدا کیا اور یہود اور نصاریٰ کو کام کرنے اور عاجز آتے سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے تورات اور انجیل پر عمل کیا اور اسی پر ایمان کے ساتھ مر گئے اور اسلام کے زمانے کو انہوں نے نہ پایا کہ اوسکا اجر بھی انکو ملتا تو گویا کہ وہ عاجز آ گئے کہ اسلام کے ثواب سے محروم رہے والد اعلم اور غرض امام بخاری کی ابن عمر اور ابو موسیٰ کی ان دونوں حدیثوں کے یہاں لانے یہ ہے کہ کبھی آدمی کو بعض عمل کرنے سے کل کا ثواب ملتا ہے جیسے کہ عصر سے شام تک کام کرنے والے کو کل دن کی مزدوری دی گئی پس یہ نظیر ہے اوسکی جسکو ایک کھوت پانے کو نماز کا ثواب ملے پس یہی وجہ ہے مناسبت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے اور یہ جو انہوں نے کہا کہ ہمارا کام بہت ہو اور محنت کم اس قول سے دلیل پکڑی ہے ابو زید دبو سے حنفی نے اس پر کہ وقت عصر کا دو شل کے بعد شروع ہوتا ہے اسلئے کہ اگر ایک شل کے بعد شروع ہو تو ظہر کے وقت کے برابر ہو جائیگا اور یہ مخالف ہواؤں کے قول کی کہ ہمارا کام بہت ہو اسوہلو کہ بہت کام کے لیے بہت وقت چاہیے پس معلوم ہوا کہ عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم ہے جو اب اسکا دو وجہ سے ہے اول یہ کہ وقت عصر کا وقت ظہر کے برابر ہونا مسلم نہیں ہے بلکہ وقت ظہر کا وقت عصر سے بہت ہو اور یہ بات اہل علم میں مشہور ہے اور بعض ضابطہ سے جو منقول ہے کہ وقت عصر کا چوتھائی دن کی ہے تو اسے مراد تقریباً ہے نہ حقیقۃً یعنی قریب چوتھائی دن کے ہوتا ہے مگر یہی اس وقت ممکن ہے جبکہ وقت عصر کا ایک شل کے بعد شروع ہو جیسے کہ مجہر کا مذہب ہے لیکن حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ عصر کا وقت بعد دو شل کے شروع ہوتا ہے پس حنفی مذہب کے رو سے تو ظہر کا وقت عصر کے وقت سے قطعاً بہت لہنا ہے اور عصر کا وقت یقیناً اُسے چھوٹا ہے دوم یہ کہ اگر دونوں وقتوں کا برابر ہونا تسلیم ہی کیا جاوے تو ہر وجہ سے مساوات لازم نہیں آتی ہے موم یہ کہ جب کوئی حدیث کسی معنی مخصوص دین دار د ہو تو اُسے

معارضہ نہ کیا جاوے گا ساتھ اس چیز کے جو خاص اسی معنی میں وارد ہوئی ہو مقصود دوسرے امر میں چہاں رہے کہ اس حدیث میں کوئی نص نہیں کہ ہر ایک دونوں گروہ سے کام میں بہت میں ایسے کہ یہ بات صادق آتی ہے کہ دونوں گروہ ملکر مسلمانوں سے کام میں بہت اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تغلیباً بولا گیا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ قول صرف یہود کا ہو پس اسے یہ اعتراض جڑ سے اوگھڑ جاوے گا کہا جاوے گا کہ دونوں گروہ کا کام مراد نہیں بلکہ یہ عموم ہے کہ اس سے خصوص مراد ہے یا تغلیباً بولا گیا ہے ترجمہ یہ کہ ان کے کام بہت ہونے سے یہ لازم نہیں آیا کہ ان کا وقت اور زمانہ بھی بہت ہو ایسے کہ احتمال ہے کہ ان کے زمانی میں عمل مشکل اور سخت ہو اور اسی کی تائید کرتی ہے یہ آیت رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اَوْرَثَ الْاِثْمِ فَكَانَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُنَا سِمْ مَعْلُومًا کہ مراد اسے کام کا مشکل ہے ان کے زمانے میں نہ وقت کا بہت ہونا اور اسی امر کے تائید کرتی ہے یہ دلیل کہ تمام اہل اخبار اور سب اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضرت م کے درمیان کا زمانہ بہت کم ہے اس زمانے سے جو ہمارے حضرت م اور قیامت کے درمیان ہے ایسے کہ جمہور اہل تاریخ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے بیکر حضرت م تک چھ سو برس گزرے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ ایک سو پچیس برس ہیں اور اسلام کا زمانہ اس سے قطعاً بہت ہو جیسا کہ مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے سو اگر خفی اس سے دلیل پکڑیں کہ مراد دونوں زمانوں کا بہت اور چھوٹا ہونا ہے تو اس سے قطعاً لازم آوے گا کہ وقت عصر کا وقت ظہر سے بڑا ہو حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے پس ثابت ہو گیا کہ مراد اس سے عمل کا بہت اور تھوڑا ہونا ہے نہ زمانے کا لینا اور چھوٹا ہونا والد عالمس اس حدیث سے دلیل پکڑنی باطل ہوگی حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو اسْمَاطَةَ عَنْ بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوَيْسَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ دَجَلٍ اسْتَجَارَ فَوَمَا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا إِلَى الدَّيْلِ فَعَمِلُوا إِلَى نَصْفِ الثَّهَارِ فَقَالُوا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ فَاسْتَجَارَ الْآخَرِينَ فَقَالَ اكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمْ الَّذِي شَرِطْتُمْ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينَ صَلَوةِ الْعَصْرِ قَالُوا لَكَ مَا عَمَلْنَا فَاسْتَجَارَ فَوَمَا يَعْمَلُونَ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَاضِلِينَ

ترجمہ ابوسوسہ سے روایت ہے کہ حضرت م نے فرمایا کہ مثل مسلمانوں کی اور مثل یہود اور نصاریٰ کی مثل اس شخص کی ہے جسے ایک گروہ کو مزدور پکڑا جو اس کا کام کر بن صبح

شام تک سواونہون نے صبح سے دوپہر تک کام کیا سو کہنے لگے کہ ہکو تیری مزدوری کی کچھ حاجت نہیں (پہر) اس مرد نے دوسرے مزدور رکھے اور کہا کہ تم باقی دن پورا کرو اور جو مزدوری میں نے سترگی ہے وہ نکلو لوگی سواونہون نے کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہوا تو کہنے لگے کہ پہنچے تجھ کو اپنی مزدوری چھوڑی یعنی ہم تجھے اپنی مزدوری نہیں چاہتے میں سوا دس گئے کہا اب تھوڑا دن باقی رہ گیا ہے ادسکو پورا کرو اور اپنی مزدوری لے لو سواونہون نے انکار کیا سو پہر اسنے اور مزدور رکھے سواونہون نے باقی دن کام کیا یہاں تک کہ سوچ ڈوب گیا سواونہون نے پہلے دو لوگوں کو وہ کی پوری مزدوری لی ف احمد شہین مراد یہود اور نصاریٰ سے وہ لوگ میں جنہون نے اپنے دین کی تحریف کی اور اپنے پیغمبر کے سوا اور کسی پیغمبر کو نہ مانا اور دین محمدی کو قبول نہ کیا اور اپنے کفر اور گمراہی پر اڑ رہے اور بے حذر عمل سے باز رہے سو چونکہ اوہون سنے ان مزدوروں کی طرح جنہون نے بعض دن کام کر کے باقی دن کام کرنے سے انکار کیا اور اپنی مزدوری چھوڑ گئے تھے) اپنے پیغمبر کو مانا اور اس کے حکم کو نہ عمل کیا اور باقی دن یعنی باقی پیغمبر کو نہ مانا اور ان حکم کو نہ عمل کرنے سے انکار کیا تو خدا سچا لے نے ان دونوں کو وہ کے مزدوری یعنی ان کے عمل کا ثواب لے جو ان کو اپنے پیغمبر کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوا تھا) یہی مسلمانوں کو دیدیا اسلئے کہ انہون نے باقی دن پورا کیا اور سب پیغمبروں کو مانا **وَذِكَاكَ فَضْلُ الْمُتَّبِعِينَ يُؤْتِيهِمْ مِنْ تَشَاءُ** اور ابن عمر کچھ حدیث مذکور میں وہ یہودی اور نصاریٰ مراد ہیں جو اپنے دین کے منہوخ ہونے سے پہلے مر گئے اور دوسرے پیغمبر کا زمانہ نہ پایا اور عرض ان دونوں حدیثوں سے یہ ہے کہ پہلے حدیث ابن عمر رحمہما اللہ کی مثال ہے اسلئے کہ اوسین عمل سے عاجز ہو جانے کا ذکر ہے پس اسین اشارہ ہے کہ جو شخص پورا عمل کرنے سے عاجز ہو جاوے اور عذر ہو تو ادسکو پورا ثواب ملتا ہے اور حدیث ابو موسیٰ سے کہ میں شخص کی مثال ہے جو بے عذر کام سے باز رہے پس اوسکو بالکل کچھ مزدوری نہیں ملتی ہے واللہ اعلم **باب دَقْتُ الْمَغْرِبِ** نماز شام کے وقت کا بیان **ف** مغرب کے وقت کے انتہا میں اختلاف ہو امام مالک اور شافعی اور احمد اور اوزاعی اور جہور فقہاء اور مسنن وغیرہ تابعین کہتے ہیں کہ مغرب کا آخر وقت سرخی ڈوبنے تک ہے اور امام ابو حلیفہ وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ اوسکا وقت سفیدی ڈوبنے تک یعنی جب تک سفیدی باقی رہے تب تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اور یہی مروی ہے ابو بکر صدیق اور عائشہ اور معاذ بن جبل وغیرہ

سے اور ابو یوسف اور محمد کا یہی قول ہے لیکن اجماع اور مختار پہلا قول ہے اور ابن منذر نے امام شافعی اور مالک اور لوزاعی سے روایت کی ہے کہ مغرب کا وقت فقط غروب کے بعد ہے اور طاؤس اور عطاء سے روایت کی ہے کہ مغرب اور عشا کا وقت صبح تک باقی رہتا ہے والد علم **وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْتَمِعُ الْكَرِثِيُّ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ** یعنی عطاء نے کہا کہ بیکر کو نماز شام اور عشا جمع کر کے پڑھ لینا جائز ہے **ف** نووی نے لکھا ہے کہ بیکر کو شام اور عشا جمع کر کے پڑھنا جائز ہے اور یہی مختار قول ہو اور یہی ہے مذہب بعض شافعیہ اور امام احمد اور اسحاق رحمہما کا اور امام شافعی کے نزدیک سفر اور مینہ اور بیماری میں جمع کرنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مطلق کسی صورت میں جمع جائز نہیں اور مشہور قول کا یہی یہی ہے لیکن صحابہ سے اس باب میں کچھ قول نہیں ہوا ہے اور نسبت اس قول عطاء کی ترجمہ باب سے اسطور پر ہے کہ وقت مغرب کا عشا تک دراز ہوتا ہے اور آخر وقت اسکا اول وقت عشا کے ساتھ متصل ہے اسلئے کہ اگر اسکا وقت تنگ ہوتا تو اس کے اور عشا کے درمیان فصل ہوتا پس دونوں مانع کو اس میں جمع کرنا جائز نہ ہوتا جیسے صبح اور ظہر کی نماز میں جائز نہیں اور تیسرے مجمعے مراد بخاری کی جمع صوری ہے کہ گورض کے حذر سے ہو اور جن حدیثوں سے بعض شافعیہ وقت مغرب کے تنگ ہونے پر استدلال کرتے ہیں سوان حدیثوں سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول وقت سے نماز کو پڑھا کرتے تھے جیسے کہ آئندہ حدیثوں سے ثابت ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب نمازوں میں یہ عادت تھی کہ جن میں خلاف ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ سخت گرمی میں سنتھمے وقت نماز پڑھنے اور لوگوں کی انتظار کے واسطے عشا میں دیر کرنی سوان حدیثوں سے نماز شام کا ٹنگ ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ مغرب کو سرخی دہنے تک تاخیر کرنا جائز ہے اس میں کچھ گناہ نہیں اور یہی صحیح اور جواب بات ہو چکا خلافت کرنا جائز نہیں اور جبریل کی حدیث میں ہے کہ اس نے مغرب کو دو نوروز ایک وقت میں پڑھا جب کہ سورج غروب ہوا سو جواب اسکا تین طور پر ہے ایک یہ کہ جبریل ۴ نے فقط مختار وقت پر اقتصار کیا اور وقت جواز کو استیجاب نہیں کیا اور یہ امر ظہر کے سوا سب نمازوں میں جائز ہے دوم یہ کہ حدیث جبریل ۴ کی کمی ہے اور یہ حدیثیں مغرب کے وقت دراز ہونی کی مدنی ہیں سوا پراعتقاد کرنا وہ جب ہے سوان حدیثوں کی اسناد جبریل ۴ کی حدیث ہی

زیادہ تر صحیح ہے سوا نکاح مقدم کرنا واجب حد ثنا محمد بن مہران قال حدثنا ابا عبد اللہ
قال حدثنا ابا وداحم قال حدثني ابو النخاسي انهم عطاء بن مہنّب مولى رافع
ابن خديج قال سمعت رافع بن خديج يقول كنا نصلي المغرب مع النبي صلى الله
عليه وسلم فنصرت احدنا وانه ليصير موافق نيلهم ترجمہ رافع بن خديج رحمہ
روایت ہو کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب نماز پڑھا کرتے تھے سو ہم میں سے
کوئی (نماز پڑھ کر) پہر جانا (اور تیر اندازی کرتا) اور مقرر وہ تیر کرنے کی جگہ دیکھنا یعنی نماز
شام ایسی جلدی پڑھتے تھے کہ بعد نماز کے بہت روشنی باقی ہوتی تھی اور جس جگہ تیر کرتا
اوس جگہ کو تیر انداز پہچان لیتا حد ثنا محمد بن بشیر قال حدثنا محمد بن جعفر قال
حدثنا ابي جابر عن سعد بن محمد بن عمرو بن الحسن بن علي قال قال ابي جابر
نسنا لابي جابر بن عبد الله فقال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الظهر بالهاتين
والعصر والنفس نقيته والمغرب اذا وجبت والشاء احيانا واذا ارادهم
اجتمعوا عجل واذا ارادهم ابطأ واخر والضحى كانوا او كان النبي صلى الله عليه وسلم
وسلم يصليهما يعكس ترجمہ محمد بن عمر سے روایت ہو کہ حجاج مینے میں اور نمازوں کو
بہت پڑھا کرتا تھا سو مینے جابر رحمہ سے (نماز کے وقتوں کا حال) پوچھا سو اس نے کہا کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھا کرتے تھے یعنی بعد زوال کے اور عصر
کی نماز پڑھتے اور حالانکہ آفتاب سفید ہوتا اور مغرب کی نماز پڑھتے جبکہ آفتاب ڈوب جاتا
اور نماز عشا کو مختلف وقتوں میں پڑھتے تھیں جب لوگ جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھتے اور جب
لوگ بے مین دیکھتے تو دیر سے پڑھتے اور حضرت فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا
ف حجاج بن یوسف ایک مشہور ظالم تھا کہ عبدالملک بن مروان نے اوسکو ملک عرب پر
حاکم کر کے بھیجا اور اوسوقت کو مین عبداللہ بن زبیر حاکم تھے سو اس ظالم نے عبدالملک
کے حکم سے عبداللہ بن زبیر کو قتل کر ڈالا بعد اوسکے سترہ ہجری مین عبدالملک نے اوسکو
حرین وغیرہ پر حاکم کر دیا اور اوسوقت وہ مدینہ مین گیا تھا اور اسکی عادت یہ تھی کہ
نمازوں کو دیر سے پڑھا کرتا تھا سو جب مدینہ مین گیا اور نمازوں مین دیر کرنے لگا تو لوگوں
نے جابر بن عبداللہ صحابی سے نماز کی وقتوں کا حال پوچھا اور وقت جابر نے یہ حدیث بیان
کی کہ حضرت اول وقت نماز پڑھا کرتے تھے اور وقت نماز کی قوسب کو معلوم تھے لیکن

شاید زیادہ تحقیق کے واسطے انہوں نے پوچھا ہو گا یا غرض اُسے حجاج کو سنانے کی ہوگی تاکہ وہ نمازوں کو اول وقت پڑا کرے اور حضرت کا ظہر کو اول وقت پڑھنا ابراہیم کی مخالف نہیں ہے جیسے کہ تطبیق اسکی اور گزرجکی ہے اور احمدیث سے معلوم ہوا کہ کثرت جماعت کے واسطے نمازیوں کی انتظار کرنا اول وقت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور یہی مذہب ہے ابو حنیفہ کا لیکن انتظار کرنا اوسی وقت تک ہے جب تک بہت دیر نہ ہو جاوے اور نماز کی بیٹھے بیٹھے تنگ نہ ہو جاوین اور ابن بطال نے کہا کہ اب امامون کو نماز عشا کی تاخیر کرنے لائق نہیں ایسے کہ آپ نے امامون کو نماز میں تحقیف کرنے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا کہ تہلیل میں ضعیف اور عاجز نہ رہیں پس انتظار اور تطویل کو ترک کرنا اولے ہو اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور بعضے حنفی کہتے ہیں کہ اگر قوم ضعیف ہوں تو تعمیل مستحب ہے اور اگر اہل رغبت ہوں تو تاخیر مستحب ہے اور احمدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب سورج ڈوب جاوے تو نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت احمدیث کی ترجمہ باب سے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ دیکھنے والو کے درمیان اور سورج کے درمیان کوئی آڑ نہ ہو **حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِدْرِاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نَصُكِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا انْوَدَّتْ بِالْحِجَابِ** ترجمہ سلمہ رض سے روایت ہو کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شام کی نماز پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج چھپ جاتا یعنی آسمان کے کنارہ میں پوشیدہ ہو جاتا **حَدَّثَنَا إِدْرِاهِيمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيعًا وَفَرَّغَ نِيَّابًا** جہینہ ترجمہ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی سات رکعتیں اکثر اور آٹھ رکعتیں اکثر یعنی ظہر اور عصر کو جمع کیا اور مغرب اور عشا کو جمع کر کے پڑھا **فَإِنْ بَيَّانُ** احمدیث کا پہلے ہو چکا ہے احمدیث سے معلوم ہوا کہ آخر وقت مغرب کا اول وقت عشا کے ساتھ متصل ہے ایسے کہ حضرت کا دو نمازوں کو جمع کرنا گہر میں تھا اس دلیل سے کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں ایک بار اکثری پڑھیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادات شریف سفر میں یہ تھی کہ ظہر اور عصر میں قصر کیا کرتے تھے یعنی دو فرض ظہر کے اور دو فرض عصر کے پڑھتے تھے سو اس حساب سے کل چار رکعتیں ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گہر میں دونوں

نمازوں کو جمع کیا تھا اس وجہ سے آٹھ رکعتیں پڑھیں اور امام بخاری کی مراد جمع سے اس حدیث میں جمع صوری ہے یعنی ظہر کو آخر وقت پڑھا اور عصر کو اول وقت پڑھا جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے پس ثابت ہوا کہ نماز مغرب کا آخر وقت اول وقت عشاء تک باقی رہتا ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت ترجمہ باب کی اس حدیث سے **باب** مَنْ كَوَّرَ أَنْ يُقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْغِشَاءُ مغرب کو عشاء کہنا منع ہے حَدَّثَنَا أَبُو مَعْنٍ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَكِيدِ عَنْ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هَبْشَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرِّي أَنَّهُ السَّيِّئُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَغْلِبُكُمْ وَلَا غَرَابٌ عَلَى أَسْمَاءٍ صَلَوَاتُكُمْ وَالْمَغْرِبِ وَقَالَ وَيَقُولُ الْأَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ ترجمہ عبد السدقانی سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر غلبہ نہ کرنے پاؤں عرب کے جنگلی لوگ تمہاری غریب کے نماز کے نام پر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگلی لوگ مغرب کو عشاء کہتے ہیں یعنی مغرب کا نام عشاء کہتے ہیں **ف** ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ تمہاری نماز کا نام عشاء ہے سو البتہ اس نماز کا نام خدا کی کتاب میں عشاء ہے اور جنگلی لوگ اندھیرے کو عشاء کہتے ہیں اور عرب کی جنگلی لوگ نماز مغرب کو عشاء کہتے تھے اور عشاء کی نماز کو عشاء کہتے تھے عشاء کا معنی اندھیرا یعنی اندھیرے کے دودھ دوہنے والی نماز ہو سکتی کہ عشاء کے وقت دے لوگ اپنا اونٹوں کا دودھ دوہتے تھے سو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کہیں نہ ہو کہ اس کا نام بدل جاوے اور جنگلی لوگوں کی بولی مشہور ہو جاوے اور مغرب کو عشاء کہنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عشاء کہتے ہیں اس لیے کہ عشاء اور اوقات میں مغرب کے بعد پیدا ہوتا ہے اور ابتدا اور اسکے سرخی کے غائب ہونے سے ہوتی ہے سو اگر مغرب کو یہی عشاء کہا جاوے تو اس سے لازم آوے گا کہ مغرب کا وقت بھی سرخی غائب ہونے کے بعد شروع ہو اور بعضوں نے کہا کہ وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ اگر لفظ عشاء کا مغرب پر بولا جاوے اور لوگوں میں مشہور ہو جاوے تو لفظ عشاء کا جو قرآن میں واقع ہوا ہے اوس میں شب پر جاوے گا کہ آیا اس لفظ سے مراد مغرب ہے یا عشاء پس قرآن میں قرآنی لازم آوے گی اس واسطے اس سے منع کیا گیا اور مغرب کو مغرب اس واسطے کہا گیا کہ اپنے سے کی خبر دیتا ہے یا اس واسطے کہ وہ دلت کرتا ہے ہر کہ ابتدا وقت شام کا غروب سے ہوتا ہے لیکن اگر مغرب کو عشاء اول کہا جاوے یا تغلیباً دونوں کو عشاء میں کہا جاوے تو جائز ہے **باب** ذِكْرُ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ وَمَنْ كَوَّرَ

معجم بخاری
ترجمہ
نماز کا نام عشاء ہے

نے عزب اور عشا کی نماز پڑھی **ف** یہ سب حدیثیں سلق میں لیکن دوسرے جگہ میں سب سند میں اور بعض میں نماز نفل کو عشا کہا گیا ہے اور بعض میں عتمہ کہا گیا ہے سو غرض امام بخاری کی ان سب حدیثوں سے صرف یہی ہے کہ نماز نفل کو عشا کہنا بھی جائز ہے اور عتمہ بولنا بھی جائز ہے اور ان دونوں نام سے اسکو پڑنا درست ہے لیکن مختار اور افضل یہی ہے کہ اسکو عشا ہی کہا جاوے اس لیے کہ اسکا نام خدا کی کتاب میں عشا ہے اور نیز حضرت ۴ نے بھی اکثر اس نماز کا نام عشا ہی فرمایا ہے اور نیز اسکو عشا نام رکھنا دلالت کرتا ہے اول وقت پر اور بلفظ عتمہ کا دلالت کرتا ہے تاخیر کرنے پر اور نیز امام بخاری نے ترجمہ میں خلافت کی طرف اشارہ کیا ہے سو جو خلاف کا ناقل ہوا اسکو جائز ہے کہ ایک قول کو صحابہ کرام سے حدیثاً عبدان قال أخبرنا عبد اللہ قال أخبرنا یونس بن عیینہ عن الزہری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة العشاء وہی التي يدعو الناس العتمه فقلنا فقبل علينا فقال اذ كنتم ليكنتم هذه فان راس ما نكسنا منها لا يفتي ميتن هو اليوم على ظهر الكاذب احد ترجمہ عبداللہ بن عمر سے روایت ہو کہ حضرت ۴ نے ہکو ایک سات عشا کی نماز پڑھائی اور وہ نماز ہے جسکو لوگ عتمہ کہتے ہیں یعنی اندھیرے کی نماز پہ نماز سے فارغ ہو کر متوجہ ہوئی اور فرمایا کہ پہلا تم بتلاؤ تو اپنے رات کے حال کو سوالبتہ حال تو یوں ہے کہ اس رات سے سو برس کے سرے تک جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی ذرہ میگاف یعنی سو برس سے زیادہ اسوقت میں کسی کی عمر نہ ہوگی مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جب عمر ایسی کم شیریں تو دنیا کا لالچ کرنا بنیادہ ہے اور دوسرا فائدہ اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا تھا کہ میرے بعد بیٹھے جو بڑے لوگ میری صحبت کا دعوے کریں گے کہیں گے کہ ہم حضرت کے صحابی ہیں جیسے کہ ہندوستان میں کئی سو برس کے بعد بابا رتن ہندی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا دعوے کرتا تھا سو اس حدیث سے اسکا دعوے غلط ہو گیا ہو سکتا ہے کہ حضرت ۴ اگر زمانے کے سو برس کے اندر گزر چکے اور تیسرا فائدہ اسکا یہ ہے کہ اسے معلوم ہوا کہ حضرت اب تک زندہ نہیں ہیں لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ جیسے علیہ السلام کی طرح حضرت اس حدیث سے مخصوص ہے کما قرآن میں بھی اس حدیث سے مخصوص ہیں اور انکو یہ حکم شامل نہیں ہے اور غرض امام بخاری کی اس حدیث کے یہاں لانے سے یہ ہے کہ نماز عشا کو عتمہ کہنا

ہی جائز ہے اور جن حدیثوں میں عشا کو مکہ کہا گیا ہے سو اس سے مراد وہی شہر ہی ہے حج کی
 نہیں ہے جس جو ان کے منافی نہ ہوگی تا کہ جو لوگ عشا کے نام کو نہیں جانتے تھے ان کو عشا کے نام
 سے خطاب کیا گیا **باب** وَقْتُ الْعِشَاءِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا وَقْتُ عِشَاءٍ سَاعِدَةٍ
 ہے جبکہ آدمی جمع ہو جاوین جلدی جمع ہو جاوین یا دیر سے آوین یعنی جب جمع ہو جاوین
 اسی وقت نماز عشا کی پڑھی جاوے حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِیْ هَاشِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ
 أَبِي هَاشِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْوِطَالِ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ
 صَلَوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِأَلْفَا حِفْوَ
 وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ حِفْوَ وَالْعِشَاءَ إِذَا وَجِبَتْ وَالْعِشَاءُ إِذَا كُنَّا نَسْجُلُ وَإِذَا قَلَّوْا حِفْوَ
 الصُّبْحِ بِسِتِّينَ تَرَجِمَهُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رِوَايَةٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مِينَ پڑھا کرتے تھے یعنی بعد زوال کے اور عصر کی نماز پڑھتے تھے جہاں تک سورج سفید ہو
 اور مغرب کی نماز پڑھتے تھے جب کہ آفتاب ڈوب جاتا اور عشا کی مین اگر لوگ جمع ہو جاتے
 تو جلدی کرتے اور اگر لوگ دیر کر کے آتے تو آپ نماز مین تاخیر کرتے **ف** بعض
 لوگ ان دونوں مین یہ فرق کرتے ہیں کہ جب نماز محقق کی جلدی پڑھی جاوے تو ہکو
 عشا کہتے ہیں اور جب دیر کر کے پڑھی جاوے تو اس کو عشا کہتے ہیں سو امام بخاری
 کی غرض اسباب سے یہ ہے کہ ان دونوں مین کچھ فرق نہیں ہے اس لیے کہ اس حدیث میں اس
 نماز کو تقدیم اور تاخیر کی دونوں حالتوں میں عشا کہا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ فرق غلط ہے
 واللہ اعلم بالصواب **باب** فَضْلُ الْعِشَاءِ نَمَازِ عِشَاءِ كَفَضْلِ الْبُحْرِ كَفَضْلِ الْبَحْرِ
 ابْنُ جُبَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ
 أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ بِالْعِشَاءِ وَذَلِكَ قَبْلَ
 أَنْ يَنْشَأَ الْإِسْلَامَ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قُلَّ عَمَّا نَامَ الْعِشَاءُ وَالصُّبْحَانِ فَخَرَجَ فَقَالَ لَأَهْلِ
 الْمَجِيدِ مَا يَنْتَظِرُ هَآأَسَدًا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرَكُمْ تَرَجِمَهُ عَائِشَةُ رَمَتْ رِوَايَتِ بِه
 کہ حضرت ۲ نے ایک نماز عشا میں بہت دیر کی اور یہ واقعہ اسلام کے ظاہر ہونے سے پہلے
 تھا سو حضرت م گھر سے تشریف لائے یہاں تک کہ عمر رض نے جا کر عرض کیا کہ عورتیں اور لوگ
 سو گئے ہیں سو رہیں آپ باہر آئے اور فرمایا کہ نہیں انتظار کرتا عشا کی نماز کی زمین کے رہنے
 والوں سے تمہارے سو کوئی **ف** اسلام ظاہر ہونے سے پہلے کہ اس وقت تک اسلام نہیں

سورہ کے سوا اور شہروں پہنچ گیا تھا بلکہ بعد فتح مکہ کو اور مکیوں میں اسلام ظاہر ہوا سو مطلب
 اس حدیث کا یہ ہے کہ ایک رات حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں بہت دیر
 کی آپ نماز کے لیے گھر سے باہر نہ آئے لوگ بہت دیر آپ کی انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ
 بعض لوگ سو گئے سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر عرض کی کہ لوگ انتظار کرتے کرتے
 سو گئے ہیں تو اس وقت باہر تشریف لائے اور یہ حدیث فرمائی یہی ہے وقت تک زمین
 پر تنہا رہے سو انھیں کوئی بات نہیں رہا یعنی سب نماز پڑھ چکے ہیں صرف تم ہی بچے ہو
 تو تمکو دو سب سے ثواب زیادہ ہوا ایک تو انتظار کا ثواب دوسرا خالی وقت عبادت
 کا ثواب کہ تمہارا کوئی شریک نہیں معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھنا اور اسکی انتظار سی کرنا
 افضل ہے امین بہت ثواب ملتا ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت حدیث کی ترجمہ سے اور
 اسے یہی معلوم ہوا کہ نماز عشاء اس است کا خاصہ ہے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ سَمِعْنَا
 أَبَا أُسَامَةَ عَنْ بَرِيدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ وَأَكْثَرُ أَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمُوا
 مَعِيَ فِي السَّفِينَةِ نَزَلُوا فِي بَقِيعِ بَطْحَانَ وَالتَّبَخِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ
 فَكَانَ يَتَأَدَّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَوةِ الْعِشَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ لِقَاءَهُمْ
 قَوَّامُنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَصْحَابِي وَكَهْ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ مَنْ
 قَاعَمَ بِالصَّلَوةِ حَتَّى أَهَارَ اللَّيْلُ ثُمَّ خَدَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّاهُمْ
 بَعْدَهُمْ مَكَاتُ صَلَوةٍ قَالَ لِمَنْ خَصَرَهُ عَلَى رِسْلِكُمْ الْكَبِيرُ فَإِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
 أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرَكُمْ أَوْ قَالَ مَاصِلُ هَذِهِ السَّاعَةِ
 أَحَدٌ غَيْرَكُمْ لَا يَدْرِي أَيُّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى فَوَجَعْنَا قُرْآنِي بِمَا سَمِعْنَا
 مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ میں
 اور میرے ساتھی (جو کشتی میں میرے ساتھ آئے تھے) بطحان (مدینہ میں ایک میدان
 کا نام ہے) کے میدان اترے ہوئے تھے سو انہیں سے چند آدمی ہر رات عشاء کے وقت
 باری باری سے حضرت م پاس حاضر ہو کتے تھے سو میں اور میرے بعض ساتھی ایک
 رات حضرت م پاس آئے یعنی اپنی باری کے دن اور حالانکہ آپ کسی کام میں مشغول تھے
 یعنی کوئی کام کر رہے تھے سو آپ نے نماز عشاء میں بہت دیر کی یہاں تک کہ آدھی رات
 گز گئی پھر آپ باہر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھانے سو جب آپ نماز ادا کر چکے تو حاضرین سے

فرمایا کہ جلدی کرو شیر دین نکو سکھانا ہوں اور خوشخبری دیتا ہوں کہ البتہ خدا کا قہر
 احسان ہے کہ تمہارے سوا کوئی ایسا آدمی نہیں جسے اس گہری نماز پڑھی ہو۔ حضرت
 صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا کہ تمہارے سوا اس گہری میں کسی نے نماز نہیں پڑھی درشتک
 راوی کا ہے) ابو موسیٰ نے کہا کہ ہم حضرت کے پاس سو (اپنے مکان کی طرف پٹ گئی
 اور ہم خوش تھو اس حدیث پر جو ہم نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے لیکن ایک
 بار حضرت ۴ نے اسی رات گئی نماز پڑھی بعد اسکے یہ حدیث فرمائی کہ خدا کا قہر احسان
 ہے کہ ہر وقت کی عبادت تمہارے ہی واسطے خاص کی اور آدمی عبادت میں ہر وقت تمہاری
 شریک نہیں ہیں پس معلوم ہوا کہ عشا کی نماز دیر کر کے پڑھنا افضل ہے اور یہی وجہ ہے نہایت
 اس حدیث کی ترجمہ سے اور یہ اول وقت کی حدیث کے معارض نہیں اس لیے کہ انتظار میں
 ثواب زیادہ ہے لیکن نماز عشا کی دیر کر کے پڑھنا اس شخص کے حق میں افضل ہے جو دیر کرنے
 کی قوت رکھتا ہو اور نیند اور سپر غالب نہ آجاوے اور مقتدیوں پر بھی نماز بہاری نہ ہو اور جبکہ
 نیند غلبہ کرے تو اسکو اول وقت نماز پڑھنا بہتر ہے اور علما کا سبب میں اختلاف ہے
 بعض کہتے ہیں کہ نماز عشا کو تہائی رات تک دیر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور یہی مذہب ہے
 امام مالک اور احمد اور بہت صحابہ اور تابعین کا اور امام شافعی کا جدید قول یہی ہے اور
 بعض کہتے ہیں تہائی رات سے پہلے پڑھنا افضل اور یہ مذہب ہے لیث اور اسحاق کا اور
 بعض کہتے ہیں نصف شام تک تاخیر کرنا افضل ہے **باب** مائیکوۃ من التوئم قبل
 العشاء عشا کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے **ف** عشا کی نماز سے پہلے سونا اس واسطے
 مکروہ ہے کہ سوتے سوتے عشا کا وقت افضل یا جائز فوت نہو جاوے اور نیز لوگ سستی
 کر کے نماز سے غافل نہ ہو جاویں **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ
 الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَذَّافِ عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ التَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا تَرْجَمَهُ أَبُو بَرْزَةَ
 سے روایت ہے کہ مقرر حضرت ۴ مکروہ رکھتے تھے نماز عشا سے پہلے سونے کو اور اس سے
 پہلے بات چیت کرنے کو **ف** فقہ الباری میں لکھا ہے کہ ترمذی نے کہا کہ نماز عشا
 سے پہلے سونا اکثر اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے اور یہی قول ہے ابن عباس اور ابو ہریرہ
 اور مالک اور جہور علما کو فی و لہو کا اور ابن عمر اور ابن سیرین اور عروہ وغیرہ سے روایت**

اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد اور بہت صحابہ اور تابعین کا اور امام شافعی کا جدید قول یہی ہے اور بعض کہتے ہیں تہائی رات سے پہلے پڑھنا افضل اور یہ مذہب ہے لیث اور اسحاق کا اور بعض کہتے ہیں نصف شام تک تاخیر کرنا افضل ہے

ہے کہ وہ عشا کی نماز سے پہلے سوئے تھے اور اپنے لوگوں کو کہتے تھے کہ نماز کے وقت ہم کو
 جگا دینا پس معلوم ہوا کہ مراد کراست سے کراست بخیر علی بنین بلکہ تنزیہی ہے واسطی خوف
 فوت ہونے وقت کے اور بعضے کہتے ہیں کہ نقطہ رمضان کے چھینے میں عشا سے پہلے سونا
 جائز ہے اور دن میں نہیں سوجب کوئی جگائے والا ہو یا خود بخود اوسکو وقت نماز میں جاگ
 آجاتی ہو تو اس وقت عشا سے پہلے سونا جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی قول شیک معلوم ہوتا ہے پہلے
 کہ علت کراست کی یہ ہے کہ سب اوقات جائز اور طحاوی نے لکھا ہے کہ وقت عشا کے داخل ہونے
 سے پہلے جائز ہے اور بعد دخول وقت کے مکروہ ہے اور بعد نماز عشا کے بات حیت کرنا
 اسی وقت مکروہ ہے جبکہ بقایا مذہ اور لغو ہو اور جبکہ کوئی مصلحت ہو یا دینی امر کی حجت
 ہو جیسے علم کی تعلیم وغیرہ تو یہ جائز ہے جیسے کہ انشاء اللہ قریب آئندہ آدیکار امام نووی نے
 شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ عشا کی نماز کے بعد بات حیت کرنی اس واسطی مکروہ ہے کہ وہ بیداری
 کا سبب ہے اور خوف ہے کہ آدمی زمین غرق ہو کر اس کے قیام اور صبح کی نماز سے غافل ہو جاوے
 اور فجر کا وقت فضل یا جائز فوت ہو جاوے اور نیز جب آدمی رات کو جاگے گا تو دنگو کارو
 بار دینی اور دنیاوی میں سست ہو جاوے گا اور حقوق واجبہ کو ادا نہ کر سکے گا پس اس واسطی شائع
 نے اوس سے منع فرمایا **باب** التَّوَمُّ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غَلِبَ تَرْجُمہ جبرئیل کا غلبہ
 ہوا اوسکو عشا کی نماز سے پہلے سونا جائز ہے حَدَّثَنَا الْيُؤُوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي
 الْيُؤُوبُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ صَلَاحُ بْنُ كَيْسَانَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عُمَرُوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ
 نَأَتْ أَغْفَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلَاةُ
 فَأَمَّ النَّبِيُّ وَالصَّبِيَّانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُ هَآئِلُ الْأَرْضِ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ
 قَالَ وَلَا يَصْلِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ قَالَ وَكَانُوا يَصَلُّونَ فَمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ
 إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ إِلَّا قَدْ تَرَجُمہ اسکا اور گنہ چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ دن و دن
 مدینہ کے سوا اور کسی جگہ میں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی یعنی اس واسطی کہ اوس وقت اسلام اور جگہ
 میں یہی نہیں تھا اور راوی نے کہا کہ عشا کی نماز سرخی ڈونے اور تہائی رات کے درمیان
 میں پڑھا کرتے تھے اسباب میں اشاہ سے اس طرف عشا کی نماز پڑھنا اوس شخص کے
 حق میں مکروہ ہے جو اپنے اختیار سے سوجاوے یا نہ پڑھے اور بعضوں نے کہا کہ اگر گھر میں سوجاوے
 نیند غلبہ کر جاوے تو اوسکو سوجانا جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر گھر میں سوجاوے

تو کبر وہ آدراگر مسجد میں حجامت کی انتظار میں سو جائے تو جائز ہے ایسے کہ جو لوگ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی انتظار میں سو گئے تھے آپ نے اونپر انکار نہیں کیا اور سقاقت حدیث کی ترجمہ
سے ظاہر ہے مگر یہ وقت مختار کا ذکر ہے اور جس حدیث میں آدمی رات تک نماز تاخیر کرنے
کا ذکر ہے تو وہ اس حدیث عائشہ رحمہ کے معارض نہیں ایسے کہ حدیث عائشہ کی اکثر عادات
پر محمول ہے اور کبھی کبھی آدمی رات تک یہی دیر کی ہے حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخْرَجَهَا حَتَّى رَقَدَ نَافِي السَّجْدِ
ثُمَّ اسْتَيْقَظَ لَهَا ثُمَّ رَقَدَ نَافِعٌ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَسَيِّئٌ أَحَدٌ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ يَسْتَعْطِرُ الصَّلَاةَ غَيْرَ كُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ
كَأَيُّهَا أَقْدَمُهَا ثُمَّ أَخْرَجَهَا إِذَا كَانَ لَا يَخْشَى أَنْ يُغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَتَبَّهَا وَقَدْ كَانَ
يَرْقُدُ فَبَلَغَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ ثَلَاثُ لَعَطَاءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَعْتَمَدَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْكَةَ بِالْعِشَاءِ حَتَّى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوا
فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلَاةُ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ بَنِي اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ الْبُكْرَةَ الْآنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى
رَأْسِهِ فَقَالَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوا هَكَذَا فَأَسْتَنْبِئُ
عَطَاءَ كَيْفَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِهِ يَدُهُ كَمَا أَنَّ ابْنَ
عَبَّاسٍ قَبْدَ دَلِي عَطَاءَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا فَمِنْ تَبْدِيدٍ ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ
عَلَى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يَمْرُؤًا كَذَلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامُهُ
طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّنْدُغِ وَنَاحِيَةِ اللَّحْيَةِ وَلَا يَعْصُرُ وَلَا يَطْبِشُ
إِلَّا كَذَلِكَ وَقَالَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوا هَكَذَا أَرَحِمَهُ
عمرہ سے روایت ہے کہ ایک اہل حضرت نماز عشا میں گہرے تشریف نہ لائے آپ
نے بہت دیر کی یہاں تک کہ ہم سب مسجد میں سو گئے پھر جاگے پھر سو گئے پھر جاگے پھر حضرت
گہرے تشریف لائی پھر فرمایا کہ نہیں انتظار کرتا عشا کی نماز کی زمین والوں سے تمہارے
سوا کوئی اور ابن عمر نماز عشا کی اول وقت پڑھنی اور دیر کر کے پڑھنی دو نوح جابر کہتے تھے
جبکہ انکو غلبہ نہیں ہے وقت نکل جانے کا خوف نہ ہوتا اور نماز عشا سے پہلے سو گیا کرتے

حدیث عائشہ کی اکثر عادات پر محمول ہے

ابن حرج (اس حدیث کا راوی ہے) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث (نافع سے سکر عطار کے آگے بیان کی) اوسنے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ ایک سات حضرت م نے عشا کی نماز دیر کر کے پڑھی یہاں تک کہ لوگ سو گئے پھر جاگے پھر سو گئے پھر جاگے سو عمر رضی اللہ عنہما حضرت م کے پاس گئے اور عرض کی کہ نماز میں بہت دیر ہو گئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر حضرت باہر تشریف لائے جیسے کہ میں آپ کو اب دیکھ رہا ہوں کہ بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اور آپ نے اپنی ہاتھ کو سر پر رکھا ہوا ہے سو آپ نے (اوس وقت) فرمایا کہ اگر میں اپنی است پر مشکل اور کٹھن نہ جانتا تو میں انکو دوا حب کر کے حکم کرتا کہ عشا کی نماز اسی طرح پڑھا کریں (ابن حرج نے) کہا کہ میرے عطا سے پوچھا کہ شرفاؤں کا ہاتھ کو کس طرح سر پر رکھا ہوا تھا سو عطا نے (میرے دکھانے کے لیے) اپنی انگلیوں کو تھوڑا سا کھولا پھر انگلیوں کو سر کی ایک طرف پر رکھا پھر انکو آپس میں ملایا اس حالت میں کہ انکو اسی طرح سر سے نیچے کھینچتے تھے یہاں تک کہ گھسٹا انگوٹھا اوسکا کنارہ کان کو جو کھینچی اور ڈاڑھی کی طرف منہ کے متصل ہے اور نہ پھوڑتے اور نہ جمع کرتے بالوں کو مگر اسی طرح یعنی بالوں کو ہاتھ میں جمع کر کے نہ پھوڑتے تھے بلکہ بالوں کو پھوڑنا ہاتھ کی سختی سے تھا اور فرمایا کہ اگر میں اپنی است پر مشکل نہ جانتا تو میں انکو وجوہاً حکم کرتا کہ عشا کی نماز اسی وقت پڑھا کریں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ پھوڑنے میں نہ جلدی کرتے اور نہ دیر کرتے اس حدیث میں جو عشا میں دیر کر کے پڑھنا مذکور ہے تو مراد اس دیر سے وہ دیر ہے جو کسی کام کی وجہ سے ہوئی تھی اور جو دیر جاہل و غافل کی حدیث میں مذکور ہے اوسے مراد وہ دیر ہے جو نمازیوں کی انتظار کے واسطے ہوئی تھی اور اس حدیث سے بعضوں نے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ سونا اونکا بیٹھے بیٹھے ہو با قدرت اور یہ بھی احتمال ہے کہ روٹ پر لیٹ گئے ہوں لیکن آؤ ہٹ کر پہر وضو کر لیا ہوا اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ صحابہ بے وضو نماز نہیں پڑھتے تھے محکم حدیث اس سے سکتا ہے اور اربع کا عشا سے پہلے سونا جاکا ہے تو اس سے مراد وہی سونا ہے کہ غلبہ غلبہ سے وقت مختار نکل جائے کا خوف نہ ہو جیسے کہ ابھی اوپر گذر چکا ہے غرض ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوا کہ اگر غلبہ کر جاوے تو عشا کی نماز سے پہلے سونا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے کا وقت الوشاء الى نصف الليل یعنی نماز عشا کا وقت آدھی رات تک ہے و قال ابو بکر

وہ ایک گہری کتین خس ہوئے ہیں سو اس قدر میں صرف وضو ہی ہو سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ اول وقت فجر کا طلوع صبح صادق ہے اور حضرت صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جواباً اب ستر العورت میں مذکور ہو چکی ہے وہ اس باب میں بڑی صریح ہے کہ حضرت بخیر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہمیشہ اس وقت پڑھا کرتے تھے اور سب سے زیادہ صریح یہ حدیث ہے جو ابو داؤد میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فجر کی نماز رکعتی میں پڑھی ہے بعد اوس کے آپ ہمیشہ اندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا اور یہ حدیث جو آئی ہے کہ صبح کی نماز رکعتی کر کے پڑھو کہ اس میں ثواب زیادہ ہے تو امام شافعی اور احمد اور مالک وغیرہ جمہور نے کہا کہ مراد اس صبح صادق کے طلوع کا تحقق ہے یعنی جب اچھی طرح معلوم ہو جاوے کہ صبح صادق ہو گئی ہے تو اس وقت نماز پڑھے اسکا یہ معنی نہیں کہ بہت رکعتیں کر کے پڑھو اور امام طحاوی نے کہا کہ مراد روشن کرنے سے یہ ہے کہ اوس میں قراءۃ یعنی پڑھے یہاں تک کہ نماز سے راعت روشنی میں واقع ہو اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بخاری میں ہے کہ میں نے حضرت کو دن فردائے کے سوا اور کسی دن میں صبح کی نماز غیر وقت پڑھتے نہیں دیکھا یعنی اوس دن آپ نے فجر کو اول وقت پڑھا سو مراد اس سے یہ ہے کہ ہمیشہ حضرت صبح صادق کے بعد ایک لحظہ دیر کیا کرتے تھے جیسے کہ زید بن ثابت اور سہل بن سعد کی حدیث سے ایک لحظہ دیر معلوم ہوتی ہے اوس دن مطلق کچھ دیر تک یہ مراد نہیں کہ اوس دن طلوع صبح صادق سے پہلے نماز پڑھی تھی یہ بات بالاجماع باطل ہے اور جو غلطی کو منسوخ کہتا ہے وہ شرط اللہ کی بیان کرے اور بعض کہتے ہیں کہ حدیث ابن مسعود کی جواباً داؤد سے منقول ہو چکی ضعیف ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ اگر اوسکا ضعیف تسلیم ہی کیا جاوے گا تو اور بہت حدیثوں میں سے بھی یہی معلوم ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے رہے پس اوسکے ضعیف ہونے سے کچھ حرج نہیں اور نیز اسی طرح حدیث اسفروا بالغیر بھی ضعیف ہیں اوسکی بھی استدلال صحیح نہیں ہوگا کما ذکرنا فی کلام التین پس تطبیق دینی بہت بہتر ہے جیسے کہ طحاوی نے کہا ہے اور غصیہ کی دلیل ایک یہ ہے جو کہ براہیم غصی سے روایت ہے کہ حضرت م کے صحابہ کسی چیز پر جمع نہیں ہوئے جیسے کہ صبح کی نماز رکعتی پڑھنی پر ہو کر ہیں سو جواب اسکا یہ ہے کہ انکی مراد کل یا اکثر اصحاب رضی اللہ عنہم بات صحیح نہیں لیسے کہ جمہور

[illegible]

اور بیت کو مسجد میں جائز ہوا تو دن کو مسجد میں آنا بطریق اولیٰ جائز ہے اس لیے کہ رات زیادہ مشک
 کا وقت ہر دن سے لیکن مسجد میں جائز اور نکاحا اسی وقت جائز جسے کہ فقہ کا خوف نہ ہو اور چونکہ
 اب اس زمانے میں فتنے کا بہت خوف ہے اس لیے عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کرنا چاہیو
 اودوہ حدیث ابو ہریرہ کی جو پہلے گذر چکی ہے کہ نماز فجر سے اس وقت میں فارغ ہوئے تھے
 کہ ہر آدمی اپنے پاس مال کو بچا تھا تو وہ حدیث اس حدیث عائشہ کی معارض نہیں اس لیے کہ میں
 ان عورتوں کا ذکر ہے جو دور سے دیکھی جاتی تھیں پس معنی ان دونوں کا یہ ہے کہ آدمی اپنے
 پاس مال کو بچا تھا اور آپ سے دور والی کو نہ بچا تھا اور اس کا علم **بِأَدْبَارِ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ**
الْفَجْرِ رَكْعَةً یعنی جسے نماز فجر کی ایک رکعت پائی اور اس کا حکم ہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ**
بْنُ مَسْلُكَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ بُسَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ وَعَنِ الْأَعْمَشِ
حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ
الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ
الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ ترجمہ ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت
 ہے کہ حضرت ۳ نے فرمایا کہ جسے نماز فجر سے ایک رکعت پائی سو رجب نکلنے سے پہلے تو اس نے
 البتہ فجر کی سب نماز پائی اور جسے نماز عصر کی ایک رکعت پائی سو رجب دو بنے سے پہلے تو اس نے
 البتہ عصر کی سب نماز پائی **ف** ناظر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک رکعت
 ہی اوشکو کافی ہو جاتی ہے باقی نماز پڑھنے کی اوشکو کچھ حاجت نہیں ہے لیکن یہ معنی
 بالاجماع باطل ہے بلکہ مطلب اسکا یہ ہے کہ جسے ایک رکعت جماعت میں پائی تو اس نے
 جماعت کی نماز کا ثواب پایا اور جسے ایک رکعت نہ پائی اوشکو جماعت کا ثواب نہیں اور اسکا
 یہ معنی بھی ہے کہ جسے بقدر ایک رکعت کے قدر نماز کا وقت نکلا تو اسکی باقی نماز ادا ہے
 قضا نہیں ہے جیسے کہ فجر کی نماز میں ایک رکعت کے بعد سورج نکل آیا یا عصر کی نماز کے
 وقت ایک رکعت کے بعد سورج ڈوب گیا تو نماز ہو گئی اور یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی
 ترجمہ سے اور اس حدیث میں صریح رد ہے طحاوی نے پرکھ کر اسے کہنا ہے کہ یہ حدیث ان آدمیوں
 کے ساتھ خاص ہے کہ رکعت جو اس وقت بالذہو دوم عورت جو حیض سے ہو سووم کا فرق ہو تو
 میں مسلمان ہو دی اور جو اونکی مثل میں اور غرض اسکی اس سے اپنے مذہب کی تائید کرنی ہے
 کہ جو فجر کی نماز سے ایک رکعت پائے تو اسکی نماز باطل مہوتی ہے جیسے کہ بیان اسکا مذکور ہو چکا

مَنْ أَدْرَكَ

۳۹۰

اور یہ تاویل اسکی اسپرہنی ہے کہ جو حدیثیں سوچ نکالنے کی وقت نماز کی مانعت میں وارد ہیں وہ فرضوں اور نفلوں سب کو شامل میں پس سوچ نکالنے کے وقت کوئی نماز جائز نہیں لیکن تطہیر ان دونوں حدیثوں میں ممکن ہے باین طور کہ مراد مانعت کی۔ حدیثوں سے وہ نفل میں جو بلا سبب پڑے جادین اور یہ حدیث اسپرہمحل ہے جس نماز کا کوئی سبب ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث ابو ہریرہ کی منسوخ ہے نہی کی حدیثوں سے لیکن یہ دعویٰ بالکل باطل ہے لیکہ شرط نسخ کا یہاں پایا جانا ممکن نہیں ہے مری نسخہ شرط نسخ بیان کرے کہ محض احتمال سے نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو پوری رکعت نہ پائے اسکی نماز نہیں ہوتی اور سپرہمحل ہو چکا ہے اور یہ مقدار اس رکعت کا یہ ہے کہ تکبیر تحریر کہے اور فاتحہ پڑھے اور رکوع کرے اور دو سجدے کرے ساتھ شرط کے لیکن یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جنکو کوئی عذر نہ ہو کہ انکو پوری رکعت پانی ضرور ہے اور جو لوگ عذر والے ہیں جیسے کہ بیہوش کہ اس وقت ہوش میں آئی یا حال وضو کہ اس وقت پاک ہوئی یا مثل افکلی اور کوئی توان لوگوں کو اگر اتنا وقت مجاہدے تو انکی سب نماز ادا ہو جاوے گی انکو ایک رکعت پوری پانی لازم نہیں صرف اس قدر وقت پالینا کافی ہے اور یہ فضل اللہ کا ہے جسکو چاہے تو اور بعضوں نے کہا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ جسکو عذر نہ ہو اسکو ایسے وقت تک نہ کی تاخیر جائز نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر امام نے رکوع سے سر اٹھالیا ہو اور مقتدیوں نے ابھی نہ اٹھایا ہو تو جب ہی رکعت ہو جاتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر امام کو سجدے میں پاؤں تو جب بھی رکعت ہو جاتی ہے بعد نماز کے اوٹھ کر رکوع کر لیں لیکن یہ سب قول ظاہر حدیث کے مخالف ہیں **لطیفہ** امام بخاری جس جگہ حدیث کے لفظ سے ترجمہ باندھتا ہے تو جو حدیث اس باب میں لاتا ہے اسکا لفظ اس ترجمہ سے بعینہ موافق ہوتا ہے یا اس حدیث کے کسی اور طریق میں وہ لفظ ترجمہ کا موجود ہوتا ہے **باب** مِنْ اَذْك مِنْ الصَّلَاةِ دَعَا جَسَنَ نَازِ سَہِ اَیْکَ کُوتِ پائی اسکا کیا حکم ہے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ یُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالُکُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ ابْنِ مَرْزُوقٍ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَذْك دَعَا مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ اَذْك الصَّلَاةَ ترجمہ ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جس نے نماز کی ایک رکعت پائی تو اس نے البتہ سب نماز پائی **باب** اس سے معلوم ہوا ایک رکعت پائی تو اس نے البتہ سب نماز پائی

اور دونوں بابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں صرحت نماز فجر اور عصر کے وقت پانے کا ذکر ہے اور اسی طرح نماز پانے کا ذکر ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس حدیث سے مراد جماعت کے ساتھ ایک رکعت پانا ہے یا جمعہ سے ایک رکعت پانا۔ سے اور پہلے میں اس قدر وقت کا پانا مراد ہی پس بغیرت ظاہر ہے **باب** الصَّلَاةُ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَوَقَّعَ الشَّمْسُ نَافِجًا مِنْ بَعْدِ سَوْرَةِ بَلَدٍ مَوْنَةٍ تَكُ اور نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مُسَمَّرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُشَامٌ عَنْ مَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عُمَرُ فِي رَجَالٍ مَقْرُضِينَ وَادَّعَاهُمْ عِنْدِي عَمَّا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ ترجمہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے منع فرمایا ہے نماز پڑھنے سے پھر نماز جمعہ کے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جاوے اور منع فرمایا ہے نماز سے بعد نماز عصر کے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جاوے **باب** من فجر کو اسکا خاصہ کیا کہ عصر کی نماز کے بعد حضرت کا نماز پڑھنا ثابت ہو چکا ہے بخلاف فجر کے کہ اس کے بعد ایک کوئی نماز پڑھنا ثابت نہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز درست نہیں لیکن اس میں عام اور اطلاق سب نمازوں کو شامل نہیں کیلئے کہ علماء کو اس میں اختلاف ہے اور حنفی اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ بعد نماز فجر اور عصر کے کوئی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے خواہ فرض ہو یا نفل یا قضا ہو لیکن عصر کی نماز کے بعد قضا نماز کو پڑھنا جائز رکھتے ہیں اور حدیث میں دونوں نمازوں کی ممانعت برابر ہے پس اس حدیث سے استدلال اور انکار غلط ہے کہ ایک کے بعد منہم کرے میں اور ایک کے بعد جائز رکھتے ہیں اور باقی بیان اسکا اور پر گداز چکا ہے اور مجہور علماء کہتے ہیں کہ فجر اور عصر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت اور آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت جاسب نماز پڑھنی مکروہ ہے اور ایک جماعت علماء سے کہتے ہیں کہ جاسب نماز پڑھنی بھی ان وقتوں میں جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیثیں بنی کی منہج میں یا بھی سے مراد یہی تفسیر ہے اور یہی مذہب ہے والدہ وغیرہ اہل ظاہر کا اور یہی قول ہے ابن خرم کا اور نیز اکثر علماء کہتے ہیں کہ ان وقتوں میں اور فرض پڑھنے جائز ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کوئی نماز پڑھنے جائز نہیں خواہ فرض میں خواہ نفل خواہ قضا ہو یا دامو اور جو نفل حدیثوں میں آچکے ہیں جیسے کہ تھیجہ المسجد اور مسجد اور کعبہ اور خانہ کے کی نماز اور فوت شدہ نماز ہے سو امام شافعی تو انکو ان وقتوں میں پڑھنا جائز رکھتے ہیں بلکہ اس مسئلے حضرت نے نے طہر کی سنتیں عصر

بعد پڑھیں پس حاضر سنیں اور قضا نماز پڑھنا ان وقتوں میں بطریق اولے جائز ہوگا اور بعض
 کہتے ہیں کہ بلا سبب نفل پڑھنا جائز نہیں اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ کسی نماز کو ان وقتوں میں
 پڑھنا جائز نہیں ہے سوا اذان کی عصر کے اور امام مالک کے نزدیک فرض پڑھنے جائز ہیں
 نفل پڑھنے جائز نہیں اور یہی ہے مذہب امام احمد کا لیکن احمد نے طواف کی دو رکعتوں کو
 اس سے مستثنیٰ کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ نبی کی حدیثوں میں وہ نماز ہمارا دہے جو بلا سبب
 ہو اور جائز وہ نماز ہے جس کا کوئی سبب ہو اور اس میں سب حدیثوں کی تطبیق ہو جاتی ہے
 اور یہی بات صحیح ہے والہ اعلم حدیثاً مسنداً۔ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ شُعْبَةُ عَنْ ثَدَاةَ
 سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهَذَا تَرْجُمَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ
 رَوَيْتُ كَثْرَتِي لَوْ كُنْتُ نَفْسًا مَرَّةً (جو اوپر گندہی)۔ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ عَنْ ابْنِ
 قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اخْبَرَنِي اَبِي قَالَ اخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْتَرُوا بِصَلَوَتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا
 غُرُوبَهَا قَالَ وَحَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَلِمَةُ
 حَاجِبِ الشَّمْسِ فَأَجِرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَرْتَفِعَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَجِرُوا
 الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيْبَ تَابِعَهُ عَبْدُ اللَّهِ تَرْجُمَهُ ابْنُ عُمَرَ رَوَيْتُ عَنْ رُوَيْلِ بْنِ مَرْثَدَةَ رَوَيْتُ عَنْ رُوَيْلِ بْنِ مَرْثَدَةَ
 نَقَصْتُ كَمَا رَوَى سَوِيحٌ نَحْلَةً اَوْ ثَلَاثَ رَوَيْتُ عَنْ رُوَيْلِ بْنِ مَرْثَدَةَ رَوَيْتُ عَنْ رُوَيْلِ بْنِ مَرْثَدَةَ
 پڑھو دیر کرو جب تک کہ نفل آوے اور جب سورج کا ایک کنارہ ڈوب جاوے
 تو نماز نہ پڑھو دیر کرو جب تک کہ سب ڈوب جاوے ف اس حدیث سے معلوم
 ہوتا ہے کہ نماز فجر اور عصر کے بعد صرف اسی شخص کو نماز پڑھنی منع ہے جو اس کا قصد
 کرے اور اس کا وقت نماز کا سرحد کرے اور جس شخص کی نماز اس وقت میں اتفاقاً واقع ہو
 اس کو منع نہیں ہے جیسے کہ خواب سے بیدار ہو یا نماز کو بھول گیا ہو یا یہ حدیث خاص
 ہے عام نہیں یعنی صرف اسی وقت نماز پڑھنی منع ہے جب کہ آفتاب کا کنارہ ظاہر
 ہو جاوے یا اس کا کنارہ ڈوب جاوے پس یہ حدیث تفسیر ہے پہلی حدیث عمر رضی
 کی اور اس کی ہمیں ہے اور اسے تطبیق ہو جاوے گی درمیان اس حدیث کے اور ان
 حدیثوں کے جو ایک کعت پانے سے نماز کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اکثر
 کے نزدیک قصد اور عدم قصد برابر ہے۔ اور کوئی کہے کہ جو شخص خواب سے بیدار ہوا

ہوا ہے اس نماز کو پورا کرنا تو قصد سے ہے پس تناقض باقی ہے تو اسکا جواب یہ ہے
 کہ ایسے ہی عصر کی نماز کے تمام کرنے میں ہی قصد موجود ہے پس وہ بھی جائز نہیں ہوگی
 حالانکہ تم اس کے جائز ہونے کے قائل ہو حدیثنا عبید بن ارمعیل عن ابی اسامہ
 عن عبید اللہ عن جیب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصم عن ابی ہریرۃ
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑی عن یبعثین وعن لیستین وعن صلواتین
 کھڑی عن الصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی تغرب الشمس
 وعن اشمال الصماء وعن الاحتیاء فی تکبیر واحد یفرض فیہ رجہ الی السماء
 وعن المناذرات والملا مسدۃ ترجمہ ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے
 منع فرمایا ہے دو قسم کی خڑو فروخت سے اور دو قسم کے لباس سے اور دو نمازوں سے
 آپ نے منع فرمایا نماز پڑھنے سے بعد نماز فجر کے یہاں تک کہ سورج نکل آوے اور
 بعد نماز عصر کے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جاوے اور منع فرمایا ہے سب بدن پر کپڑا
 لپیٹ کر اوڑھنے کے نماز یا کسی اور کام میں ہاتھ باہر نہ نکل سکیں اور منع فرمایا ایک
 کپڑے میں زانو اوٹا کر بیٹھنے سے کہ ستر اوپر کی طرف کھلا رہے اور منع فرمایا پسینے کی
 بیج سے اور ہاتھ لگانے کی بیج سے **ف** بیع پسینہ کی یہ ہے کہ بیچنے والا اپنے کپڑے
 کو خریدار کی طرف پسینہ یوں پہنے اسکی کہ خریدار اسکو کہو لکر دیکھ لیوے یا
 اسکی طرف نظر کرے اور بیع ملاست کی یہ ہے کہ بدو دیکھے خریدار اسکو ہاتھ
 لگاوے سو یہ دونو قسم کی بیع منع ہے اور دوسرے پارے میں اسکا ذکر ہو چکا ہو
 اور کتاب البیع میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ آویکا اور طابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے
 ظاہر ہے کہ ان سے بعد نماز صبح کے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے ثابت ہوتی ہے سوائے
 حدیث ابن عمر کے کہ اس سے صرف عین طلوع اور غروب کے وقت ممانعت معلوم
 ہوتی ہے **باب** لا یخرجن الصلوۃ قبل غروب الفمیس نہ قصد کرے کوئی
 نماز کا سورج ڈوبنے سے پہلے حدیثنا عبید اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک
 عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخرجن
 احدکم قبل طلوع الشمس ولا عند غروبها ترجمہ ابن عمر رضی عنہما
 روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہ قصد کیا کرے نہ میں کا کوئی تو نماز پڑھے وہ جگہ تھے اور

ف نہ سورج دڑتے **ف** احادیث معلوم ہو کہ سورج دڑتا ہے پھر بھی منہ ہر وہ لفظ بقہ حدیثنا عبد الغزیز بن
 عبد اللہ قال حدیثنا ابراہیم بن سعد عن صالح بن شہاب قال حدیثنا
 عطاء بن یربیع الجندی عن ائمة مرفوعا ابا سعید الخدری یقول سمعت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تسلموا بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا تسلموا
 بعد العصر حتی تغیب الشمس ترجمہ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں نماز ہوتی بعد نماز فجر کے یہاں تک آفتاب بلند ہو جاوے اور نہیں
 نماز ہوتی بعد نماز عصر کے یہاں تک کہ آفتاب دُوب جاوے **ف** یہ نئی بات ہے یعنی یہی
 ہے یعنی بعد نماز فجر اور عصر کے نماز نہ پڑھو اور بعض علماء سلف نے کہا ہے کہ یہ اخبار ہر
 ان دونوں وقتوں کے بعد نقل نہیں اور یہ مراد نہیں کہ اس وقت نماز پڑھنی منع ہے جیسے
 کہ عین طلوع اور غروب کے وقت منع ہے اور اس قول کو قوی کرتا ہے جو ابو داؤد میں
 حسن بن علی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت م نے فرمایا کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نماز
 نہ پڑھا کر دگر یہ کہ آفتاب سفید اور بلند ہو پس اس حدیث سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد
 عام نہیں ہے بلکہ خاص ہے ساتھ عین طلوع اور غروب کے پس اس حدیث کو سب جگہ ۳۹۵
 فیصلہ ہو گیا والد اعلم بالصواب اور مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے یہ ہے کہ منوع نماز صحیح
 نہیں ہوتی ہے پس لازم ہے کہ آدمی اس کا قصد نہ کرے کہ عاقل بغیرہ چیز کے ساتھ
 مشغول نہیں ہوتا حدیثنا محمد بن ابان قال حدیثنا عنہ قال ثنا شعبہ
 عن ابی لشباح قال سمعت حماد بن ابان یحدث عن معاویہ رضی اللہ عنہ
 قال انکم لتصلون صلوۃ لقد صحبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما
 رایتہ یصلیہا وقد کفی عنہما یعنہ الزکعتین بعد العصر ترجمہ معاویہ
 سے روایت ہے کہ مقرر ہم ایک نماز پڑھتے ہو اور البتہ مجھے حضرت م کی محبت کی سبب
 اس لیے یہ نماز پڑھنے نہیں دیکھا اور آپ نے نہ فرمایا اس نماز سے یعنی عصر کے بعد دو رکعت
 پڑھنے سے حدیثنا محمد بن سلام قال اخبرنا عبد اللہ عن عبد اللہ عن حبیب
 عن حصین بن عامر عن ابی ہریرہ قال کفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 عن صلوۃ بعد النجس حتی تطلع الشمس واعد العصر حتی تغرب الشمس
 ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت م نے نہ فرمایا دو نمازوں

اول چار وقتوں میں نماز کا مکروہ ہونا ثابت کیا سو اول دو وقتوں میں پڑھنا تو حدیث ابن عمر سے ثابت کیا اور دوسرے دو وقتوں میں چار صحابہ کی حدیثوں سے ثابت کیا جیسے کہ اوپر گذر چکا ہے اور دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کو جائز رکھا جیسے کہ حدیث ابن عمر سے ثابت ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمہ اللہ کا کہ ہر روز دوپہر کے وقت نماز کو جائز کہتے ہیں اور امام شافعی اور ابو حنیفہ اور احمد اور جہور کے نزدیک دوپہر کے وقت بھی نماز پڑھنے مکروہ ہے جیسے کہ اور حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اور یہی روایت ہے عمر فاروق اور ابوسعید سے اور سعید بن مقبری سے روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو پایا کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے سے بچتے تھے مگر شاید وہ حدیثین بخاری کی نزدیک صحیحین میں ہوتی ہوگی اس واسطے دوپہر کے وقت میں نماز جائز رکھی لیکن امام شافعی وغیرہ نے صرف مجھ کو دوپہر کے وقت جائز رکھا ہے اور اسباب میں حدیثین بھی آجکی ہیں کو ضعیف میں لیکن ملکر قوت پا جاتی ہیں اور بعضوں نے ان نمازوں میں یہ فرق کیا ہے کہ اول دو صورتوں میں نماز پڑھنی حرام ہے اور اخیر دو صورتوں میں نماز مکروہ ہے اور یہی قول مجربین سیرین اور محمد بن جریر کا اور ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ صبح کے بعد نماز پڑھنے حرام ہے اور عصر کے بعد مباح ہے اور یہی قول ہے ابن حزم کا لیکن مشہور تمام میں کہ امت ہے بعضوں کے نزدیک کہ امت بخاری اور بعضوں کے نزدیک کہ امت تشریفی ہے واللہ اعلم **باب** مَا يَصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الطَّوَائِفِ وَكَيْفَ نَمَازُ عَصْرِ كَيْفَ بَعْدَ قَضَائِهِ وَغَيْرُهَا نَمَازُ تَحَايُرٍ مَا قَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهَا وَسَلَّمَ أَنَّهَا صَلَّاتُ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّلُمِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ حضرت عائشہ نے نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ عبد القیس کے اچھوٹوں نے مجھ کو طہر کے بعد کی دو رکعتوں سے باز رکھا **ف** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نماز کا کوئی سبب ہو اس کو عصر کے بعد پڑھنا جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور ایک جماعت علماء کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت کا خاصہ تھا لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت کا خاصہ براہ راست نماز اصل قضا حدیثنا ابو نعیم قال حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ أَبِي النَّجْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ وَالَّذِي نَفْسِي فِيهِ مَا تَرَكْتُهَا حَتَّى تَقُولَ اللَّهُ وَمَا لِيَ اللَّهُ حَتَّى تُقْلَ عَنِ الصَّلَاةِ وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيرًا مِنْ صَلَواتِهِ قَاعِمًا لِقَعْنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ فَلَمْ يُصَلِّ فِيهَا

وَلَا يَصْلِيْهَا فِي السَّجْدِ مَخَافَةً اَنْ يُثْقَلَ عَلَيْهِ اَمْتُهُ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ
ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہا اس خدا کی قسم جو حضرت م کو اس جہان سے لیکھا
آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کو کہی نہیں چھوڑا یہاں تک کہ آپ خدا سے ملے یعنی آپ نے
انتقال فرمایا اور نہ انتقال کیا آپ نے یہاں تک کہ آپ کو نماز بہاری معلوم ہونے لگی لیسے
آپ اکثر نماز بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے مراد عائشہ رضی اللہ عنہا کی نماز سے عصر کے بعد دو رکعتیں ہیں
یعنی باوجودیکہ آخر عمر میں نماز حضرت پر بہاری ہو گئی تھی مگر تاہم یہی ان دو رکعتوں کو آپ
نے نہیں چھوڑا ہمیشہ پڑھتے رہے اور حضرت انکو پڑھا کرتے تھے اور انکو مسجد میں نہیں پڑھتے
تھے اس خوف سے کہ آپ کی امت پر مشکل نہ ہو جاوے یعنی بوجہ لازم ہوتا نہایت کے
امت پر اور دوست کہتے تھے اور پیغمبر کو حسین امت کو تخفیف اور آسانی ہو چکا مسند قال حدثنا
يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ابْنُ أُخْتِي
مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَ بَيْنَ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطْرًا

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے عروہ سے کہا کہ اے میرے بہادر حضرت م نے عصر
کے بعد دو رکعتیں میرے نزدیک کہی نہیں چھوڑیں یعنی جب میرے گھر میں ہوتے تو
ضرور پڑھتے تھے حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي حَتْمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا
الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
رَكَعَتَانِ لَمْ يَكُنْ يَسْأَلُ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً
رَكَعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الضُّحَى وَرَكَعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ

ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت دو رکعتوں کو کہی نہیں چھوڑتے تھے نہ ظاہر میں نہ پوشیدہ دو
رکعتیں تو نماز فجر سے پہلے اور دو رکعتیں بعد نماز عصر کے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرَفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شُعْبًا عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ
وَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً فِي يَوْمِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكَعَتَيْنِ

ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عصر کے بعد جبھی حضرت م میرے پاس آتے
تو دو رکعتیں پڑھتے تھے ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کے بعد ہر قسم کے
نفل پڑھنے جائز ہیں جب تک کہ آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کا قصد نہ کرے یعنی خواہ مخواہ عموماً
یہ عادت نہ بٹیرا رکھے کہ جب طلوع اور غروب کا وقت ہو تو اس وقت انکو پڑھنے اور یہی --

نہ ہے داؤد اور اہل ظاہر کا لیکن خفیہ وغیرہ اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت کا خاصہ ہے
لیکن جواب اسکا یہ ہے کہ خاصہ مراد مست ہے نہ اصل قضا پس قضا جابر ہوگی اور حضرت
عائشہ رنہ نے بھی اس سے یہی سمجھا کہ نبی حضرت کی خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو عین
طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد کرے نہ عام اور نیز جامع اصول میں ابن عمر رنہ سے روایت
ہے کہ حضرت ۲ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی رخصت دی اسی وجہ حضرت عائشہ بھی عصر
کے بعد ہمیشہ نفل پڑھا کرتی تھیں وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَدَّثَنَا النَّبِيُّ قَوْلًا هَذَا اِنْ خَلَّ وَاقْلَعْلُ مُقْبِلًا
عَلَى الْفَعْلِ عِنْدَ التَّعَارُضِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ هَذَا مُشْتَبِهٌ وَحَدَّثَنَا النَّبِيُّ نَافٍ الْمُنْتَبِہِ
هَذَا النَّافِیُ مُتَدَبِّرٌ لِّیَکُنْ تَرْجِمَہُ سَے تطبیق مقدم ہے جب تک تطبیق ممکن ہو ترجمہ جائز نہیں
ہے اور تطبیق بیان ممکن ہے کہ نبی سے مراد وہ نماز ہے جو بلا سبب ہو جیسے کہ ظاہر ترجمہ
سے معلوم ہوتا ہے اور ان حدیثوں سے مراد وہ نماز ہے جسکا کوئی سبب ہو جیسے کہ فوت
شدہ نمازین یا نماز حجازہ یا سنتین ہو کہ وہ ظہر وغیرہ کی ہیں پس ایسی نماز کو فجر اور عصر کے
بعد پڑھنا جائز ہے اور یہ ہے غرض امام بخاری کی اس باب سے کہ نبی کی حدیثوں سے یہ نماز
مخصوص ہیں ایسی وہ ہے امام بخاری اسباب کو نبی حدیثوں سے بعد پایا ہے اور یہی وجہ
۳۹۹
ہے مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے اور اسی قول کو ترجمہ ہے فائدہ عصر کے
بعد حضرت کی نماز پڑھنی دو قسم کی تھی ایک تو وہ نماز تھی جو آپ صبح کو پڑھتے تھے کسی کام کی وجہ سے
قضا ہو جاتی جیسے سنت ہو کہ وہ ظہر کی تو اسکو بعد عصر کے آپ پڑھتے تھے اور ایک وہ نماز
تھی جسکو آپ ہمیشہ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے اور وہ رکعتیں نفل تھے پس یہ دو رکعتیں نفل
جسکو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے غیر میں ان سنتوں کی جسکو عصر کے بعد قضا کر کے پڑھتے تھے اور یہی
معلوم ہوتا ہے عائشہ کی ان حدیثوں سے پس ان حدیثوں میں خفیہ کی کوئی تاویل نہیں چل
سکتی ہے واللہ اعلم **باب** التَّكْبِيرُ بِالصَّلَاةِ فِي يَوْمٍ عَلَيْكُمْ اَبْرَكُهُ دُنْ نَازَكَ اَوَّلُ
پڑھنے کا بیان **ف** ظاہر اسباب سے معلوم ہوتا ہے کہ ابرک کے دن ہر نماز کو اول وقت
پڑھنا چاہیے لیکن حدیث باب سے صرف نماز عصر معلوم ہوتی ہے ایسا سطر نماز عصر کو
ابرک کے دن اول وقت پڑھنا مستحب کہتے ہیں حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ قُسَيْطٍ قَالَ سَمِعْتُ
هَيْثَامَ عَنْ يَحْيَى هُوَ عَنْ ابْنِ كَثِيرٍ عَنْ ابْنِ قِلَابَةَ أَنَّ اَبَا النُّعْمَانِ حَدَّثَهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رِبْعَةَ
فِي يَوْمٍ دَنَى عَلَيْنَا فَقَالَ لَكُمْ اَبَا الصَّلَاةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَلَّكُمْ قَالَ مَنْ تَوَكَّلَ

الْعَصْرِ حَبَطَ عَمَلُهُ ترجمہ ابوالملیح سے روایت ہے کہ ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ابر کے دن نیکو اور سننے کہا کہ نماز کو اول وقت پڑھو ایسے کہ مقرر حضرت م نے فرمایا کہ جسے عصر کی نماز چھوڑی اوسکا کیا اکارت ہوا ف اس حدیث کا بیان اور یہ ہو چکا ہے اور ظاہر یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں آچکا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ابر کے دن نماز عصر میں جلدی کیا کہو گویا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اسباب میں لائے سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں معنی ترجمہ ثابت ہے اور یہ عادت ہے امام بخاری کی جیسے کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ وہ بہت جگہ باب باندھا ہے اور اس میں ایسی حدیث لاتا ہے جو ظاہر میں اس باب کے مطابق نہیں ہوتی تو اس کی سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں ترجمہ ثابت ہے اگرچہ وہ خود اس طریق کو روایت نہ کرے اور گوہ طریق اس کی شرط پر نہ ہو پس اس سے امام بخاری پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے کہ حدیث ترجمہ کے مطابق نہیں ہے اور یہ توجیہ بخاری میں اکثر جگہ کام آتی ہے اور اس سے اکثر ترجمہ بخاری حل ہو جاتے ہیں وباللہ التوفیق باب

الْأَذَانُ لَعَنَ ذِي هَابٍ لَوْ قُتِلَ قَتْلًا مَنَازَكَ وَسَطَ الْأَوَانِ دِينَ كَابِيَانِ حَدَّثَنَا غُرَابُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَسَتْ بِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَخَاكَ أَنْ تَتَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ بِلَالٌ أَنَا أَوْ قُلْتُ فَأَصْطَلِعُوا وَأَسْتَدِلُّ بِبِلَالٍ لَكَهْزُهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَعَلَبْتُهُ عَيْنًا فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بِلَالُ ابْنُ مَاتَلْتَ قَالَ مَا الْقَيْتُ عَلَيْكَ نَوْمَةً مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَوْ أَحْكَمَ حِينَ شَاءَ وَنَدَّ عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ يَا بِلَالُ قُمْ قَاذِنًا بِالنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَأَبْيَا ضَمْتُ قَامَ فَصَلَّى ترجمہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلتے رہے یعنی سفر کیا سو جب تھوڑی ات رہی تو بعض لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت اگر آپ شہر میں تو لوگ تھوڑا سولویں تو حضرت نے فرمایا میں میں ڈرتا ہوں کہ تم نماز سے سو جاؤ یعنی کہیں نماز قضا نہ ہو جاوے تب بلال نے کہا کہ یا حضرت میں جاگتا رہوں گا آپکو نماز کے وقت جگا دوں گا سو حضرت لیٹے (اور لوگ بھی سو گئے اور بلال

اور بلال جاگتے رہے جب تک کہ غلبہ ہوا تو کجاوے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئے سو غلبہ نیند سے اذکی دونوں آنکھیں بند ہو گئیں پھر سو گئے (پھر سب کی فجر کی نماز قضا ہو گئی) سو جب آفتاب کا کنارہ ظاہر ہوا اور دھوپ نکلی تو حضرت ۴ پہلے سبے جاگے پھر فرمایا کہ اے بلال کہہ دینا تو نے کہا تھا بلال نے عرض کی کہ یا حضرت ایسی غیڈ مجھ کو کہی نہیں گئی یعنی میرے کچھ اختیار نہیں کیا پھر فرمایا کہ مقرر خدا نے بند کر رکھا تمہاری جانوں کو جب چاہا اور چھوڑ دیا جب چاہا اے بلال اٹھ اور لوگوں کو خبر دے نماز کی لینے اذان کہو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا سو جب آفتاب بلند ہوا اور خوب روشنی ہو گیا تو کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی پھر کھڑے ہوئے اور نماز جمعہ سے پڑھی ۵ حضرت ۴ جہاد سے ہلٹ کر مدینہ کو آ رہے تھے ایک یا تمام رات چلے جب تھوڑی رات رہی تو حضرت ۴ اترے اور سو گئے اور اُس رات کو لیلۃ القدر گنتے ہیں کہ رات کے آخر وقت میں اترے تھے پس احمدیث سے معلوم ہوا کہ قضا نماز کے واسطے اذان کہنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے منابث احمدیث کی ترجمہ باب سے اور یہی مذکور ہے امام شافعی اور احمد اور ابو ثور اور ابن منذر کا اور مالک اور اوزاعی کے نزدیک قضا نماز کے لیے اذان کہنی جائز نہیں ہے اور ایک قول شافعی کا بھی یہی ہے لیکن شافعی کے اکثر اصحاب کے نزدیک یہی بات مختار ہے کہ قضا نماز کے واسطے ہی اذان کہی جاوے اس لیے کہ یہ حدیث صحیحہ صحیحہ ہے باب میں اور اگر کوئی سوال کرے کہ اذان ہو واسطے شروع ہوئی ہے کہ لوگوں کو نماز کے وقت سے اطلاع ہو جاوے اور جماعت نے نماز پڑھی جاوے اور قضا نماز میں ان دونوں امور میں سے کسی کی حاجت نہیں سو جواب اسکا یہ ہے کہ اذان نماز کی سنت ہے جیسے کہ جماعت سنت ہے اور مقصود اس سے فقط اطلاع نہیں بلکہ اسکے سوا ثواب بھی مقصود ہے ساتھ ذکر کرنے ان کلمات کے اور ظاہر کرنے شعار سلام کے اس واسطے افضل ہے کہ اکیلا آدمی ہی اذان کہے تا جماعت کی شکل نماز ادا ہووے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر تا بعد از کوئی ایسے کام کی التماس کرے جس میں دینی مصلحت ہو تو جائز ہے دوم یہ کہ امام پر لازم ہے کہ مصلحت دینی کی زیادہ رعایت رکھے اور جس کام سے نماز فوت ہو جانے کا خوف ہو اس سے بچتا رہے اور یہ کہ خادم کو ایسے کام کی جو کیداری لازم کر لینا جائز ہے اور یہ کہ بڑے کاموں میں ایک آدمی کی چمکی کافی ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص ایک عذر جائز کو پیش کرے

تو اسکے عذر کو قبول کرنا چاہیے اور یہ کہ جو شخص کلیم کا التزام کر لیوے اوس سے اس کام کے پورا کرنا مطالبہ کرنا جائز ہے اور اپنے مال سے اس واسطے مطالبہ کیا تاکہ اذکو تنبیہ ہو جاوے کہ ایسا دعوے نہیں کرنا چاہیے اور نفس پر کچھ بہر و سانبین ہے سو م یہ کہ اگر امام خود بخود جہاد میں شکر کے ساتھ جاوے تو جائز ہے چہارم یہ کہ قضا نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے اور یہ کہ قضا نماز کو جاگنے کے وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت م کا اس نماز کو آفتاب بلند ہونے تک پڑھنا اسوجہ سے نہیں تھا کہ کراہت کا وقت کھل جاوے بلکہ اپنے اور کاموں میں مشغول رہے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ قضا نماز کے اذان نہیں ہے اور وہ احمدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اذان سے یہاں اقامت ہے مگر یہ تاویل صحیح نہیں محقق کلف لایعنی ہے اس واسطے کہ احمدیث میں صریح موجود ہے کہ اذان کے بعد آپ نے وضو کیا پھر سوجہ بلند ہونے تک بیٹھ رہے ہیں اگر اقامت ہو جاتی تو نماز کو اوس سے تاخیر کرتے اور روح کا قبض ہونا دو قسم ہے ایک یہ کہ ظاہر اور باطن میں روح بدن سے جدا ہو جاوے سو وہ موت ہو اور ایک یہ کہ ظاہر بدن صرف جدا ہو جائے مین نہ ہو اور وہ سونا ہے پس روح قبض سے موت لازم نہیں ہے **باب من صلی** یا ایہا جماعۃ بعد ذہای الوقت قضا نماز کو جماعت سے پڑھنے کا بیان **جاءنا معاذ بن فضالہ قال حدثنا هشام عن یحییٰ عن ابی سلمۃ عن جابر ابن عبد اللہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل یسب کفار قریش قال یا رسول اللہ ما کانت اصلی العصر حلی کا دینا الشمس غروب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما مکتبھا فقمنا الی بطحان فتوضا للصلوۃ وکرمنا نالھا فصلی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی بعدھا الخرب ترجمہ ماہر روض سے روایت ہو کہ عمر فاروق رض خندق کے دن آئے سو کفار قریش کو گالی دینے لگے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نہیں نزدیک تھا کہ گذریوں نماز عصر کو یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا حضرت م نے فرمایا قسم خدا کی میں نے بھی نماز نہیں پڑھی ہے سو ہم بطحان (ایک میدان ہے مدینہ میں) کی طرف گئے سو حضرت م نماز کے لیے وضو کیا اور بیٹھ ہی وضو کیا سو آپ نے عصر کی نماز پڑھ کر سورج ڈوبنے سے پہلے جماعت ہو پھر عباد اسکے مغرب کی نماز پڑھی **ف****

چوتھے سال ہجری میں مکہ کے غیرہ تمام ملک کے کافروں نے حضرت پر ہجوم کیا اور مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تب حضرت نے پناہ کے واسطے مدینہ کے گرد خندق کا حصار بنوا دیا تاکہ کوئی کافر مدینہ کے اندر نہ آ سکے اصحاب کے ساتھ حضرت بھی خندق سے مٹی نکالتے تھے سو اسلئے اسکو خندق کی لڑائی کہتے ہیں کہ اوسمیں خندق کھود دی گئی تھی اس میں کافروں نے نہ رہ سکتے اور مسلمان میں نہ رہ سکتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضا نماز کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے اسلئے کہ حضرت نے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھائی اور جماعت کرانا اگر چہ صحیح اس حدیث میں مذکور نہیں ہے لیکن عمر فاروق کے اس قول سے کہ ہم بھٹان کی طرف گئے اور رہنے و ضو کیا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اول کو جماعت سے نماز پڑھائی اور نیز ایک طریق میں اس حدیث کے یہ لفظ آیا ہے فصلے ہم نے حضرت سے کہ انکو نماز پڑھائی پس یہ صحیح ہے جماعت میں پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہو گئی اور عمر فاروق سے کہ انکو نماز پڑھنے سے کہ میں نہیں نہ دیک تھا کہ پڑھوں نماز کو ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے کو طلاق دینے سے پہلے اسے نماز عصر کی پڑھ لی تھی پھر نماز کے حضرت کو اطلاع دی اگر کوئی سوال کرے کہ ظاہر یہی ہے کہ عمر فاروق بھی اس وقت حضرت کے ساتھ تھے پس ادنکا اپنے آپ ۴۰۳ کو نماز کے لیے خاص کر گیا ہے نہ کہ کتاب سے جواب لیا ہے کہ احتمال ہے کہ شاید کافروں کے ساتھ لڑائی سورج ڈوبنے کے وقت لگی ہو اور عمر رضی اللہ عنہ اس سے پہلے وضو کیا ہوا تھا سو نماز پڑھ کر حضرت کو جا کر حضرت کو ایسے وقت میں اطلاع دی کہ آپ نماز کی تیاری کر رہے تھے سیوٹھو اطلاع دینے کے وقت حضرت اور اصحاب وضو کی طرف کھڑے ہو گئے اور حضرت نے اس نماز کو تاخیر اسواٹھو کیا تاکہ آپ لڑائی میں رہے اور نماز کی فرصت نہ ملی اسواٹھو نماز میں تاخیر کی خاصکر دوسری حدیث نسائی سے ثابت ہوتا ہے کہ خوف کی نماز کے نازل ہونے سے پہلے یہ واقعہ ہوا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی عصر کی نماز خندق کی لڑائی میں قضا ہو گئی تھی اور دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تین نمازین قضا ہوئی تھیں سو ان میں تطبیق اسطور سے ہو کہ خندق کی لڑائی کئی دن تک ہوتی رہی تھی سو یہ نمازین کئی دنوں مختلف وقتوں میں قضا ہوئی تھیں یعنی ایک دن عصر کی دوسرے دن ظہر کی دوسرے دن القیاس اور اب یہ حکم باقی ہے یا نہیں سو اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم نسخ ہے بعض کہتے ہیں نہیں اور اس حدیث سے اور بھی

لئی مکمل ثابت ہوتے ہیں ایک یہ قضا نماز دو گنا ترتیب پڑھنا چاہیے اکثر علما کہتے ہیں
 کہ اگر یاد ہو تو ترتیب واجب ہے اگر نمازین یاد نہ ہوں تو وجہ نہیں اور امام شافعی کہتے ہیں
 کہ ترتیب واجب نہیں ہے اور اگر وقتی نماز باقی ہو اور قضا نماز یاد آوے اور وقت ایسا نہ ہو
 ہو کہ اگر قضا پڑھے گا تو وقتی قضا ہو جائے گی تو یہ اختلاف ہے بالک کہتے ہیں کہ پہلے قضا کو پڑھی پھر
 وقتی پڑھی اور امام شافعی اور اہل اے اور اکثر ائمہ حدیث کہتے ہیں کہ پہلے وقتی پڑھی پھر قضا
 پڑھے لیکن اختلاف اسی وقت تک ہے جب تک قضا نمازین بہت نہ ہوں اور اگر بہت
 ہو جائیں تو یہ اتفاق ہے کہ پہلے وقتی پڑھی پھر بعد اسکے قضا اور حد قلیل ہونے کی یہ ہے
 کہ ایک دن کی نمازین ہوں یا چار نمازین ہوں اگر اس سے زیادہ ہوں تو ان کو بہت کہا
 جائیگا اور دوم یہ کہ بدون چاہنے دوسرے کو قسم کہانی جائز ہے جب کہ کوئی مصلحت ہو
 جیسے اطمینان کا زیادہ اور دم کا دفع کرنا اور یہ کہ قضا نمازوں میں جماعت کرانی جائز ہے اور یہی
 مذہب ہے اکثر اہل علم کا مگر لیٹ اسکو جائز نہیں کہتے باوجودیکہ نماز جمعہ کی فوت شدہ میں جماعت
 جائز کہتا ہے اور یہ کہ حضرت م کے مکارم اخلاق صحابہ کے ساتھ نہایت تاکتے تھے اور اسی حدیث
 سے دلیل مکرہی ہو بعضوں نے کہ قضا نماز کے لیے اذان جائز نہیں ہے سو جواب اٹھایا کہ
 کہ وقتی نماز کے لیے اذان دینا آپ کی ہمیشہ عادت شریف تھی اور نماز مغرب وقتی تھی پس آپ نے
 اذان ضرور دی ہوگی راوی نے شاید اسکو ذکر نہیں کیا واللہ اعلم **باب** مَنْ نَسِيَ صَلَاةً
 فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا وَلَا يُعِيدُهَا إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةُ جو نماز کو بھول جاوے تو چاہیے کہ پھر
 جب یاد کرے اور نہ دہراوے مگر اسی نماز کو یعنی اگر کوئی ایک نماز کو بھول گیا اور اسی بھول
 کی حالت میں اور بہت نمازین وقتیہ پڑھ گیا اور پھر اسکو وہ نماز یاد آئی تو اب صرف اسی
 ایک نماز کو تکرار کرے اور جو نمازین کہ درمیان میں پڑھ گیا ہے انکو نہ دہراوے وَقَالَ
 اِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً وَاحِدَةً عَشْرِينَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ الْوَاحِدَةَ
 ترجمہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ جسے بیس تک ایک نماز چھوڑی تو وہ صرف اسی ایک نماز کو
 دہراوے یعنی اگر کوئی مثلاً فجر کی نماز یا ظہر کی پڑھنی بھول گیا اور بیس برس تک وہ نماز اسکو یاد
 نہ آئی بعد اسکے یاد آئی تو وہ صرف اسی ایک نماز کو دہراوے اور جو نمازین کے اوسنے بیس
 برس کی اندر بعد اسکے پڑھی ہیں انکو نہ دہراوے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس ترجمہ
 کی حدیث سے حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَنَبَّأَ صَلَوةً فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَ لَا تَفَادَرَهُ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي وَقَالَ مُوسَى قَالَ هَتَّامٌ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدَ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي قَالَ حَبَّانٌ سَمِعْتُهُمْ شَأْنًا قَدَّادَةً قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَوَّهٌ ترجمہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت م نے فرمایا کہ جو کوئی نماز کہول جاوے یعنی نماز قضا ہو جاوے تو چاہیے کہ قضا کی نماز پڑھے جبکہ اور سکویا دکرے اور نہیں ہے اور ماراوسکا مگر دوسرا خدا نے فرمایا ہے قائم کر نماز کو وقت یا دروائے میرے کے بجائے ہام راوی نے کہا کہ میں نے قنادہ سے عبد اس حدیث کے آیت کو سنا ہے یعنی جو وقت میں نے اوس سے یہ حدیث سنی اوس وقت یہ آیت قنادہ نے بیان نہیں کی تھی غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ وقتیہ نماز میں اور قضا نمازوں میں ترتیب واجب نہیں ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے اس حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اس لیے کہ حضرت م نے فرمایا کہ جب اسکو یاد کرے تو پڑھ لیوے سو آپ راہ میں کسی اور نماز کا ذکر نہیں کیا کہ اگر مثلاً دوسرے یا تیسرے دن کسی کو نہ یاد آئی جیسے کہ ادا عموم سے ثابت ہے تو جو نمازین کا اونکے درمیان پڑھ چکا ہے اوکو بھی دوسرا دے اور نیز آپ نے فرمایا کہ اسکا کفارہ صرف یہی ہے اسے ہی معلوم ہوا کہ اور کسی نماز کا دوسرا نا واجب نہیں پس اگر درمیان اور نمازین وقتیہ پڑھ جاوے تو اونکے دوسرا نے سے یہ کفارہ حال نہیں ہوگا پس معلوم ہوا کہ وقتیہ نمازوں اور قضا نمازوں میں ترتیب واجب نہیں اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی ترجمہ باب سے اور امام مالک اور احمد کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کوئی نماز وقتی پڑھی پھر اسکو یاد آگیا کہ اس سے پہلی نماز میری قضا ہے تو اسکو چاہیے کہ پہلے اس نماز قضا شدہ کو پڑھے اور پھر بعد اسکے تھی نماز کو دوسرا دے جو پہلے پڑھ چکا تھا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر پانچ نمازین متواتر قضا ہو جائیں اور اسکو یاد ہوں تو پہلے اُن قضا شدہ نمازوں کو پڑھے پھر وقتی نماز کو پڑھے اور اگر باوجودیکہ قضا نمازوں کو نہ پڑھے اور وقتی نماز کو پڑھے تو اونکو دوسرا نا واجب ہے اس لیے کہ ترتیب واجب ہے اور اگر پانچ نمازوں سے زیادہ ہوں تو دفع حج کے واسطے احوال میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے خاتم ثانیہ جو شخص کہ عداً ناجو کہ نماز قضا کرے تو اس کے باب میں اختلاف ہے بعض کہتے کہ اوس نماز کو قضا کرنا واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہے صرف استغفار کر لیکن جمہور علما کے نزدیک اُس نماز کا قضا کرنا واجب ہے اور اسی قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جانکر جمعہ پڑھنے والے کے حق میں نماز فرض

ما بعد احوال نماز اور وقت یا دروائے میرے کے بجائے ہام راوی نے کہا کہ میں نے قنادہ سے عبد اس حدیث کے آیت کو سنا ہے یعنی جو وقت میں نے اوس سے یہ حدیث سنی اوس وقت یہ آیت قنادہ نے بیان نہیں کی تھی غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ وقتیہ نماز میں اور قضا نمازوں میں ترتیب واجب نہیں ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے اس حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اس لیے کہ حضرت م نے فرمایا کہ جب اسکو یاد کرے تو پڑھ لیوے سو آپ راہ میں کسی اور نماز کا ذکر نہیں کیا کہ اگر مثلاً دوسرے یا تیسرے دن کسی کو نہ یاد آئی جیسے کہ ادا عموم سے ثابت ہے تو جو نمازین کا اونکے درمیان پڑھ چکا ہے اوکو بھی دوسرا دے اور نیز آپ نے فرمایا کہ اسکا کفارہ صرف یہی ہے اسے ہی معلوم ہوا کہ اور کسی نماز کا دوسرا نا واجب نہیں پس اگر درمیان اور نمازین وقتیہ پڑھ جاوے تو اونکے دوسرا نے سے یہ کفارہ حال نہیں ہوگا پس معلوم ہوا کہ وقتیہ نمازوں اور قضا نمازوں میں ترتیب واجب نہیں اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی ترجمہ باب سے اور امام مالک اور احمد کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کوئی نماز وقتی پڑھی پھر اسکو یاد آگیا کہ اس سے پہلی نماز میری قضا ہے تو اسکو چاہیے کہ پہلے اس نماز قضا شدہ کو پڑھے اور پھر بعد اسکے تھی نماز کو دوسرا دے جو پہلے پڑھ چکا تھا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر پانچ نمازین متواتر قضا ہو جائیں اور اسکو یاد ہوں تو پہلے اُن قضا شدہ نمازوں کو پڑھے پھر وقتی نماز کو پڑھے اور اگر باوجودیکہ قضا نمازوں کو نہ پڑھے اور وقتی نماز کو پڑھے تو اونکو دوسرا نا واجب ہے اس لیے کہ ترتیب واجب ہے اور اگر پانچ نمازوں سے زیادہ ہوں تو دفع حج کے واسطے احوال میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے خاتم ثانیہ جو شخص کہ عداً ناجو کہ نماز قضا کرے تو اس کے باب میں اختلاف ہے بعض کہتے کہ اوس نماز کو قضا کرنا واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہے صرف استغفار کر لیکن جمہور علما کے نزدیک اُس نماز کا قضا کرنا واجب ہے اور اسی قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جانکر جمعہ پڑھنے والے کے حق میں نماز فرض

ہو چکی ہے اور اسکے ذمہ میں اسکا ادا کرنا لازم تھا تو یہ اس پر قرض تھا اور قرض نہیں ساقط
 ہوتا ہے مگر سزا ادا کرنے کو جو اسکو قضا کر بیٹھا تو اس قضا کرنے کا گناہ اس کے ذمہ رہیگا اور
 یہاں اسکو قضا کر کے پڑھ لیکھا تو طلب اس سے ساقط ہو جاوے گی لیکن وقت سے نکال کر
 اسی وجہ سے گناہ اس کے ذمہ باقی رہیگا اور اسی قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے والہ اعلم **باب**
اقضاء الصلوات الاُولیٰ فالَاُولیٰ قضا شدہ نمازوں کی ترتیب کا بیان کیجئے پہلی
 نماز کو پہلے پڑھے اور چھٹی کو پیچھے پڑھے **ف** اگر فوت شدہ نماز یاد ہووے تو اکثر علما
 کے نزدیک نہیں ترتیب واجب ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ ترتیب واجب نہیں اور اگر دوسری نماز
 کا وقت تنگ ہو اور قضا نماز یاد آ جاوے تو امام شافعی اور حنفیہ اور اکثر علما حدیث کے نزدیک
 پہلے وقتی کو پڑھے اور امام مالک کہتے ہیں کہ پہلے قضا کو پڑھے اگر چہ وقتی نماز قضا ہو جاوے
 اور بعض کہتے ہیں کہ اختیار ہے خواہ پہلے وقتی کو پڑھے خواہ قضا کو پڑھے مگر یہ سب اختلاف
 اسی صورت میں ہے کہ قضا نمازین بہت نہ ہوں اور اگر بہت ہوں تو سب علما کا اتفاق
 ہے کہ پہلے وقتی کو پڑھے پھر قضا کو پڑھے اور حد فلیل کی بعضین کے نزدیک چار نمازین
 ہیں اور بعض کہتے ہیں ایک دن کی نمازین میں اس سے زیادہ ہوں تو وہ بہت شمار کی
 جاتیں گی **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى**
هُوَ ابْنُ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ الْاُحُدِ
يَسُبُّ الْكُفَّارَ فَقَالَ مَا كَذَبْتُ اَصْلِي الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ فَذَرْنَا بَطْحَانَ
فَضَلَى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْغُرُوبَ ترجمہ جابر رض سے روایت ہے
 کہ خندق کے دن عمر فاروق رض کفار قریش کو گالی دینے لگے اور کہا کہ نزدیک نہیں تھا میں
 کہ گذاروں نماز عصر کی یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے لگا اس نے کہا کہ ہم بطحان میں گئے سو حضرت
 نے سورج ڈوبنے کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھے **ف** یعنی
 پہلے حضرت نے عصر کی نماز پڑھی اور بعد اسکے مغرب کی نماز پڑھی پس معلوم ہوا کہ قضا
 شدہ نمازوں میں ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہیے یعنی با ترتیب پڑھنا چاہیے جیسے پہلی فجر پھر
 ظہر پھر عصر و علیہ ذالذی فیہ وجہ ہے مطابقت آمدنی کی ترجمہ باب سے لیکن اس حدیث
 سے ترتیب کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے مگر جب بتسلیم کیا جاوے کہ مجرد فعل وجوب پر
 دلالت نہیں ہوتا بلکہ مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا ہے مگر اس حدیث کے عموم سے

۴۰۶

پاس دالے کو پہنچاتا اور نماز میں ساتھ آیت سیکر سو آیت تک پڑھتے **ف** احمد بن حنبل کی شرح پہلے گزری چکی ہے احمد بن حنبل سے معلوم ہوا کہ نماز عشاء کے بعد بات چیت کرنا اور قیام نہ کرنا کہنا بیان کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ اس کی وجہ سے کہیں نماز فجر کی قضا ہو جاتی ہے یا مستحب وقت کھجاتا ہے یا قیام رات میں تصور ہو جاتا ہے اور تہجد وغیرہ نوافل میں قیام نہ آتا ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت احمد بن حنبل کی ترجمہ باب سیکر لیکن بعد عشاء اگر کسی صلیت کے لیے بات چیت ہو تو وہ مکروہ نہیں جیسے کہ آئندہ باب میں آتا ہے **باب التمسح فی اللیث** **وَالْمَخِيرُ بَعْدَ الْعِشَاءِ** نماز عشاء کے بعد علم دین اور نیک کام میں بات چیت کرنا جائز ہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَرَبٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قُزَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ انْظُرْنَا الْحَسَنَ وَلاَ تْ عَلَيْنَا حَتَّى قَرُبْنَا مِنْ وَوُتِ قِيَامِهِ فَجَاءَ فَتَنَّا دَعَانَا جِيرَانُنَا هَؤُلَاءِ ثُمَّ قَالُوا قَالَ انْتُمْ بَنُو مَالِكٍ لَنْظُرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَكُمْ فِي حَتَّى كَانَ فَطَرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ فَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا ثُمَّ رَقَدُوا وَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ النَّاسَ فِي صَلَوةٍ مَا انْتُمْظَرْتُمْ الصَّلَوةَ قَالَ الْحَسَنُ وَإِنْ الْقَوْمُ كَانُوا رَقَدُوا فِي خَيْرٍ مِمَّا انْتُمْظَرُوا لَيْلَهُ هُوَ مِنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْجُمَهُ وَه سے روایت ہے کہ ہم نے حسن بصری کی انتظار کی اور اس نے ہم پر بہت دیر کی تاکہ نزدیک ہوئے ہم اس کے قیام سے یعنی جو وقت وہ مسجد سے اٹھ کر سونے کے لیے گھر کو جایا کرتے تھے وہ وقت آگیا سو حسن بصری ہمارے پاس آئے اور کہا کہ بھوان ہمایون نے بلایا تھا یعنی ان کے ساتھ بات چیت کرنے کی وجہ سے میرے ان میں دیر ہو گئی پھر حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سات ہم نے حضرت کی انتظار کی یعنی اسو سطر کہ عشاء کی نماز کے لیے گھر سے باہر نہ آئے یہاں تک کہ آدمی ات گز گئی سو بعد اس کے حضرت باہر آئے اور نماز پڑھائی پھر بھوکہ خطبہ سنایا اور فرمایا کہ خبردار ہو کہ مقرر سب لوگ نماز پڑھ چکے اور سو گھر میں اور تم ہمیشہ نماز میں ہو جیتے کہ اس کی انتظار کرتے ہو گے یعنی خواہ کچھ جماعت کے لیے انتظار کرے یا ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے لیے مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرتا ہے تو اس انتظار کا ثواب بھی دیا ہی ہے جیسے کہ نماز پڑھنے کا حسن بصری نے کہا کہ ہمیشہ نیکی میں ہیں جب تک کہ نیکی کی انتظار کرتے ہیں (راوی) نے کہا کہ یہ کلام آخر کی انس کی کلام ہے یعنی حضرت کا قول نہیں **ف** احمد بن حنبل کی**

بعد نماز عشا کے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو وعظ سنایا پس اسے معلوم ہوا کہ نماز عشا کی بعد علم دین میں گفتگو کرنا اور مسائل بیان کرنا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اور حسن بصری نے اپنی یادوں کے لیے یہ حدیث اس واسطے بیان کی کہ انکو اطمینان ہو جاوے ایسے کہ وہ اسے علم دین سیکھا کرتے تھے یعنی اگرچہ تمکو آج دین کے سیکھنے کا فوائد نہیں ملا لیکن تمکو انتظار کی جو نیکی کی انتظار کرے اسکو بھی ثواب ملتا ہے

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَلَامُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي حَسْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى صَلَاتِي صَلَّاهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ التَّسْبِيحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ كُنْتُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مِنْهُ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فَوَيْلٌ لِلنَّاسِ فِي مَقَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مَا يَخْدُوهُ نَوْنٌ فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْقَى مِنْهُ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ الْقَرْنِ ترجمہ عبدالعزیز ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نے آخر عمر میں جبکہ عشا کی نماز پڑھائی سو جب اپنے نماز سے سلام پھیری تو کہہ رہے ہوئے اور فرمایا کہ پہلا تم بتلاؤ تو اپنے اس رات کے حال کو سوال البتہ حال یوں ہے کہ اس رات سے سو برس کے سرے تک جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی نہ رہ سکا یعنی ہماری عمر اگلی اتون کی عمر کو کی طرح بہت نہیں پس دنیا کا لالچ کرنا بے فائدہ ہے نیک عمل کا فائدہ سو لوگوں نے حضرت کی اس کلام کے سمجھنے میں خطا کی طرف انجیز کے جو گفتگو کرتے ہیں ان باتوں سے

یعنی تاویل کیا انہوں نے ساتھ ان تاویلوں کے سو برس سے جو حضرت کی کلام میں واقع ہے یعنی سو برس کا مطلب سمجھ کے بلکہ اوسمیں اور تاویلین کرنے لگے سو بعض نے تو یہ سمجھا کہ مراد حضرت کی یہ ہے کہ سو برس کے بعد قیامت قائم ہو جاوے گی جیسے کہ ابن سعد رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں وارد ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سوا اسکے نہیں کہ مراد حضرت کی یہ ہے کہ اچکے دن سے سو برس کے سرے تک جو زمین پر ہے کوئی باقی نہیں رہ سکا اور برس تک اس زمانے کو لوگوں سے کوئی باقی نہ رہ سکا اور یہ زمانہ منقطع ہو جاوے گا

اصل مراد حضرت کی یہ تھی جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عشا کی

بعد علم دین میں تکرار کرنا اور مسائل دینی پہنچنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے نسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور امام نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے امام بخاری وغیرہ نے کہ خضر زندہ نہیں ہے اور جہور کہتے ہیں کہ زندہ ہے اور اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ خضر اس حدیث سے مخصوص ہے یعنی وہ اس وقت زمین پر نہیں تھا بلکہ دریا پر تھا اور بعض کچھ اور تاویل کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث سب آدمیوں کو شامل ہے سو اگر خضر کو زندہ کہا جاوے تو اس کا جواب ایسا ہے جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا **بَابُ التَّحْمِيلِ لَكَاهِلٍ** وَالصَّغِيرَاتِ الْفَارِصَاتِ عِندَ غُرَابٍ مِّمَّا يَبْنَؤْنَ حَبَاطَاتٍ أَمْثَلُ مَا بَلَغَ مِنْ حَبَابٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا إِذَا سَأَلُوا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامٌ أَتَيْنَ فَلَيْدَ هَبْ يَبَالِثُ وَإِنْ أَرْبُحُ فَنَاصِيئُ أَوْ سَادِسُ وَإِنْ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ يَبْلَا ثَنَةً وَأَنْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَرَةً قَالِي فَهُوَ أَنَا وَابْنُ وَائِي وَلَا أَدْبِي هَلْ قَالَ وَأَمْرَانِي وَخَادِمُ بْنُ بَيْتٍ وَبَيْتُ أَبِي بَكْرٍ وَإِنْ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَّى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَعْلَمْ لَيْتَ حَيْثُ صَلَّيْتَ الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعْتَ فَلَيْتَ حَتَّى تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا مَاءُ اللَّهِ وَقَالَتْ لَهُ أَمْرَانِي مَا حَبَسَكَ عَنْ أَصْبَانِكَ أَوْ قَالَتْ ضَيْفُكَ قَالَ أَوْ مَا عَشِينَهُمْ قَالَتْ أَبَوَا حَتَّى يَجِيءَكَ عُمْرُؤُا قَالُوا قَالَ قَدْ هَبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ يَا عُمَرُؤُ فَجَدَّعَ رَسَبٌ وَقَالَ كُلُوا لَأَصْبِيَا لَكُمْ فَقَالَ وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا وَإِنَّمَا اللَّهُ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا دَامَ مِنْ أَمْعِلَهَا أَكْثَرُ مِنْهَا قَالَ شَبِعُ وَأَصَارَتْ أَكْثَرُ مِنْهَا كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ تَنْظُرُ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ فَقَالَ لَا مَرَأِيهِ يَا أُخْتُ بَنِي فَرَّاسٍ مَا هَذَا قَالَتْ لَا وَفَرَّةٌ عَيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ ثَلَاثٌ وَرَأَيْتُهَا تَأْكُلُ مِنْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي يَمِينُهُ ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ وَكَانَ بَيْنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ مَقْصِي الْأَجَلَ فَصَرَفْنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَنَا سَ وَاللَّهِ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوا مِنْهَا أَجْمَعُونَ أَوْ كَمَا قَالَ

عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رحم سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ تہاجر
 روک تھے اور مقرر حضرت م نے فرمایا کہ جسکے پاس آدمی کا کہنا ہو وہ تیسرے آدمی کو کہہ دے
 کے واسطے لیجائے اور جسکے پاس چار آدمی کا کہنا ہو وہ پانچویں کو لیجائے پانچ کے ساتھ
 چھٹے کو لیجائے (یہ راوی کا شک ہے) اور مقرر ابو بکر صدیق رحم میں آدمی کو لائے اور حضرت
 اپنے ساتھ دس آدمی کو لے گئے سو عبدالرحمن نے کہا کہ شان یہ ہے کہ گھر میں ہم کل تین آدمی تھے
 میں اور میرے ماں باپ (راوی کہتا ہے) میں نہیں جانتا کہ کیا عبدالرحمن یہی کہا ہے کہ میری عورت
 بھی گھر میں تھی اور ایک غلام میرے گھر کے درمیان اور ابو بکر کے گھر کے درمیان خادم تھا
 یعنی دونوں گھروں کی خدمت وہی کرتا تھا اور مقرر ابو بکر صدیق رحم نے رات کا کہنا حضرت م
 کے پاس کہا یا تھا پہر ابو بکر رحم نے دیر کی یعنی گھر میں نہ آئے یہاں تک کہ عشا کی نماز ہو چکی پہر
 ابو بکر رض نماز پڑھ کر حضرت م کے پاس بیٹ گئے میں ممان ٹہیرے رہی یہاں تک کہ حضرت م کہانا
 کہا چکے سو ابو بکر گھر میں کچھ اٹ گئی اُسے جتنی خدا نے چاہا سو اسکی بیوی نے اسکو کہا کہ گس
 چیز نے روک کہا تجھ کو اپنے مہانوں سے یا کہا آ اپنے مہان سے (راوی کا شک ہے) ابو بکر
 نے کہا تو نے اسکو کھانا نہیں کھلایا اسنے کہا کہ مہانوں نے بدو تیرے آئے کہانا کھانے
 سے انکار کیا تھا اور مقرر کہانا انکے سامنے لایا گیا تھا لیکن انہوں نے انکار کیا تھا عبدالرحمن
 نے کہا کہ میں جا کر چھپ گیا یعنی ابو بکر رحم کے غصے کے سبب جو میں نے انہیں دیکھا سو ابو بکر رحم
 نے کہا کہ اے جاہل اور اے کم محبت اور مجھ کو ناک کٹ جانے کی بددعا دی اور گالی دی یعنی
 تو نے انکو اتنا کہنا کیوں نہیں کھلایا اور گھر والوں کو کہا کہ کہانا کھاؤ تم کو قسم نہ ہو پہر ابو بکر
 نے کہا کہ قسم خدا کی میں اسکو کبھی نہیں کھاؤنگا اور عبدالرحمن نے کہا قسم خدا کی کہ ہم کوئی نعمت
 نہیں اٹھائے تہو مگر اسکے ٹرے سے اس سے زیادہ برہناتا تھا عبدالرحمن نے کہا کہ سب کے
 پیٹ بھر گئے اور سب نے میسر ہو گئے اور کہنا آگے سے ہی زیادہ باقی بچتا سو ابو بکر نے کہا نے
 کو دیکھا پس وہ و تنہا ہی تھا جتنا پہلے تھا یا اسے ہی زیادہ تھا سو ابو بکر رحم نے اپنی بیوی
 سے کہا کہ اے بنی فراس (یہ اس کے دادا کا نام ہے) کی بہن یہ کیا حال ہے یعنی کیسی کرسٹ
 ظاہر ہوئی ہے کہ سب کھا چکے من اور کہانا و تنہا ہی ہے جتنا کہ اُنکے آگے رکھا تھا اس
 عورت نے کہا کہ قسم ہے مجھ کو شہدائے گشت کی میں نے حضرت کی کہ البتہ کہانا تو آگے سے ہی بہت ہی
 یہ کھلا دسنے میں بار کہا تو پہر ابو بکر رحم نے بھی اس سے کہا یا اور کہا کہ میں تم میری شیطان

سے تھی لینے شیطان کے دھوکے سے قسم کھائی تھی پہر ابو بکر رضہ ایک لقمہ اوسے اور کہا پہر باقی بچ
 ہوئے کو اٹھا کر حضرت م کے پاس لے گئے سودہ کہانا حضرت کو پاس پہنچ کر پڑا اور ہم میں
 اور ایک قوم میں عہد تھا سوا دسکی مدت گزر گئی اور وہ لوگ مدینہ میں آگئے سوہنے اونکو بارہ
 گروہ کیا ہر ایک ساتھ انہیں سے کئی آدمی تھے خدا جانتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ کتنے آدمی
 تھے سو سب آدمیوں نے اوس کہا نے سو کہا یا جیسے کہا راوی کا شک ہے **ف** احديث سے
 معلوم ہوا کہ نماز عشا کے بعد اپنے مہانوں اور اہل عیال کے ساتھ بات چیت کرنا جائز ہے لیسے کہ ابو بکر
 صدیق رضہ نے عشا کی نماز کے بعد اگر گہر والوں سے مہانوں کی خبر پوچھی پہر عبدالرحمن کو جہڑ کا اور
 پہر بعد کہانے کے اپنی بیوی سے بات چیت کرنے رہو کہ اسے بنی فراس کی بہن کہانا تو دتا ہی ہے
 جتنا پہلے تھا وغیرہ گفتگو جواد نکتنے درمیان واقع ہوئی پس یہی ہے وجہ مطابقت احديث کی
 ترجمہ باب سے اور پہلے باب اور اسباب کا مطلب ایسا ہی ہے لیکن اسباب میں اتنا فرق ہے کہ
 اس بات چیت کا رتبہ پہلے باب کے رتبہ کم ہے کیونکہ خیر یعنی نیک کام میں گفتگو کرنا محض عبادت
 ہے اور مہانوں وغیرہ کے ساتھ گفتگو کرنے کی حاجت نہیں ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بات
 چیت کرنا جائز ہے نہ امین ثواب ہو اور نہ عذاب ہو اور علم دین اور نیک کام میں گفتگو نہیں صحیح
 کہ پہلے باب میں واقع ہے تو امین بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے پس فرق ظاہر ہے واللہ اعلم
 اور یہ جو راوی نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ عبدالرحمن نے بیوی اور غلام کا ذکر بھی کیا ہے یا
 نہیں تو مطلب ایسا یہ ہے کہ راوی کہتا ہے مجھ کو شک ہے کہ عبدالرحمن نے اپنے گہر والوں
 سے بن آدمی کو ذکر کیا یا پانچ آدمی کو ذکر کیا اور یہ جو کہا کہ ابو بکر رضہ نے رات کا کہانا حضرت کے
 پاس کہا یا تھا تو اصل کلام اس طرح ہے کہ جب عشا کی نماز ہو چکی تو ابو بکر رضہ حضرت کو کپٹ کئے اور
 دن ٹہرے رہو یہاں تک کہ حضرت م نے کہانا کہا یا اور ابو بکر رضہ نے بھی آپکے پاس کہانا کہا
 پس یہ کلام مادی سے آگے چھو ہو گئی اور یہ جو ابو بکر رضہ نے قسم کھائی کہ میں کہانا نہیں کہا دیکھا تو
 یہ قسم انکے مہانوں کے کہانا کہانے سے پہلے واقع ہوئی تھی پہر مہانوں نے بھی قسم کھائی کہ اگر
 تم نہیں کھائے گا تو ہم بھی نہیں کھائے گے تب ابو بکر رضہ نے اپنی قسم توڑ ڈالے اور انکے ساتھ
 کہانا کہا یا علماء کہتے ہیں کہ یا تو ابو بکر رضہ نے اس قسم کا کفارہ دیدیا تھا اور یا یہ قسم بغیر تھی اور باقی
 بچ طعام کو حضرت م کے پاس لیجانا بوجہ ظاہر ہونے کو است کہ تھا کہ ابو بکر رضہ کے خاندان سے
 ظاہر ہوئی اور یہ حضرت م کا ایک معجزہ تھا کہ ابو بکر رضہ کے گہر والوں سے ظاہر ہوا اور یہ جو

کہا کہ ہم مین اور ایک قوم مین عہد تھا تو ایسا مطلب یہ ہو کہ کچھ مسلمانوں اور کافروں مین ایک برکت
 تک مسلم قرار پا چکی تھی کہ ایک دوسرے کو نہ چھڑیں جو جب وہ مدت گزر گئی تو مسلمان مدینہ مین چلے
 آئے کہ سب کافروں کو ہٹا دین اور حضرت م نے اونکے بارہ فرقے بنائے کہ بابت بابت سدا
 انکو کہنا کہ کھلا دین اسلئے کہ اتنے آدمیوں کا بوجہ ایک آدمی نہیں اٹھا سکتا ہے اور یہ جو حضرت
 نے فرمایا کہ جسکے پاس دو آدمی کا کہنا ہو وہ تیسرے کو لیجاوے الخ تو اوسکو وجہ یہ تھی کہ
 جب حضرت م کافروں کے خوف سے کہ چھوڑ کر مدینہ مین آئے تو حضرت م کے ساتھ اور بھی
 بھی ہجرت کر آئے تھے اور اپنا مال اسباب سب وطن مین چھوڑ آئے تھے وہ اصحاب صفہ مین (جو مسجد
 کے آگے ایک دالان تھا) رکھتے تھے اور انکو نہ یادہ ترکہا نے کی تکلیف ہوئی لگی کہ انکا گھر کوئی نہیں
 تھا سا فرہتہ تب حضرت نے مدینہ والوں سے فرمایا کہ جسکے پاس دو کا کہنا ہو وہ تیسرے آدمی کو
 ساتھ لیجا یا کرے اور کہنا کہ کھلائی تب مدینہ والوں نے سب اصحاب صفہ کو بانٹ لیا کوئی
 ایک آدمی کو کہنا کہ کھلائی اور کوئی دو کو اور کوئی زیادہ کو اور احمدیث کو اور بھی کئی مسئلے نکلتے
 مین بیان اونکا علامات النبوة مین آگے آپکا انشاء اللہ تعالیٰ

کتابُ الْاِذَاانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ کتاب ہے اذان دینے کے بیان

ف اذان کا معنی لغت مین خبر دینا اور اعلام کرنا ہے اور عرف شرع مین اذان کہنے ہین
 نماز کے وقت کی خبر دینے کو ساتھ خاص لفظوں کے اور قریبے وغیرہ نے کہا ہے کہ اذان سے
 عقائد کو کئی مسئلے ثابت ہوتے ہین اسلئے کہ اذان کا پہلا لفظ یہ ہے کہ اللہ بڑا ہے سوا سے خدا
 کا وجود ثابت ہوا اور اسکا کمال اور دوسرا لفظ اسکا یہ ہے کہ نہیں کوئی معبود برحق سوا خدا
 سوا اس سے خدا کی توحید ثابت ہوئے اور خدا نزلاب ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور تیسرا
 لفظ اسکا یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ کے ہین سوا اس سے حضرت کی نبوت اور رسالت
 ثابت ہوئے ہینے حضرت م بے شک پیغمبر مین اور چوتھا کلمہ یہ ہے کہ اذان طرف نماز کے
 سوا سوا ثابت ہوا کہ نماز فرض ہے اور یہ بلانا ہے طرف نماز کی اور اقرار رسالت کہ
 بعد اسکو اسو اسطر ذکر کیا کہ یہ رسول کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے اوسکو سوا اور کسی طریق سے
 معلوم نہیں ہو سکتی ہو اور پانچواں کلمہ اسکا یہ ہے کہ اذان طرف نجات کے اور وہ ہمیشہ کا

زندہ رہنا ہے ابدالاً بآدمک سوا آخرۃ وشر ثوابت ہو اور اذان دینے سے دخل وقت اور جماعت کی طرف بولانا ثابت ہوتا ہے اور اوسمین اختلاف ہے کہ اذان افضل ہے یا امامت افضل ہے سو اگر امامت کے حقوق کو ادا کر سکے تو امامت افضل ہو والا اذان افضل ہے **باب** اذان اذان کے شروع ہونے کا بیان یعنی سلام میں پہلے

اذان کی کس طرح سے ہوئی اور کب ہوئی دَقْرُولِہِ تَعَالٰی وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ اَنْتُمْ لَهَا مُنَادُّوْنَ یَا اَیُّہُمْ قَوْمٌ لَا یَعْقِلُوْنَ یعنی جب پکارتے تھے کہ فزون کو طرف نماز کے تو پکارتے تھے یمن اوسکو ٹھٹھا اور کھیل اور یہ حال انکا بسبب اسکی ہر کہ وہ ایک قوم ہیں کہ نہیں سمجھتے یعنی من کو بطل سے دَقْرُولِہِ تَعَالٰی اِذَا اُوْدِیَ لَاصَلَاتِہِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ یعنی خدا نے فرمایا کہ جبکہ اذان کہی جاتی ہے وہ طوم نماز کے دن جمعہ کے **ف** غرض امام بخاری کی ان دونوں آیتوں کے لائق سے یہ ہے کہ اذان کا ثبوت ان دونوں سے نکلتا ہے

پس اس سے معلوم ہوا کہ اذان کا شروع ہونا صرف حدیثوں سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن سے بھی ثابت ہے اور ان آیتوں میں اذان کا بھل ذکر ہے اور جن حدیثوں میں اذان کے کلمات مذکور ہیں وہ حدیثیں ان آیتوں کی تفسیر ہیں اور یہ بھی ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ ابتدا اذان کی مدینہ میں ہوئی اسلیے کہ یہ آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں

اور ابتدا جمعہ کی ہی مدینہ میں ہوئی ہے **حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُعِزِّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّافُونَ فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى فَأَوْسُ رِیْلَانِ أَنْ يَنْفَعُ الْاَذَانَ وَأَنْ يُؤْمَرَ الْاِقَامَةُ**

ترجمہ انس رض سے روایت ہو کہ اصحاب رض نے (نماز کی خبر دینے کے واسطے) آگ اور نافر کو ذکر کیا اور یہود اور نصاریٰ کو ذکر کیا سو بلال کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمے دو دو بار کہو اور اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے **ف** نماز کی اذان ہجری کے پہلے سال میں شروع ہوئی اور اصل کیفیت اوسکی ہطور سے ہو کہ اسلام میں پہلے اذان نہیں تھی نماز کے وقت نماز ادا نہ کر کے آجائے تھے جب اصحاب بہت ہو گئے اور سبکو خبر دینی مشکل ہوئی تو سب اصحاب نے ملکر یہ مشورہ کیا کہ نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے واسطے کوئی ایسی چیز کرنی چاہیے جس سے نماز کے وقت سب آدمیوں کو اطلاع ہو جایا کرے سو بعضوں نے تو یہ کہا کہ نماز کے وقت آگ جلا یا کرو اوس سے سب آدمیوں کو اطلاع ہو جایا کر لی

یہ دونوں آیتوں سے

۴۱۱

حضرت بخاری کی روایت

اور بعضوں نے کہا کہ ناقوس بناؤ کہ نماز کے وقت اسکی آواز سے لوگ آجایا کریں گے اور بعضوں نے کہا کہ نصارے کی طرح سیکنگہ لاؤ کہ نماز کے وقت اسین پہونک مارا کر وادور بعضوں نے کچھ اور شورہ دیا سو حضرت نے فرمایا کہ اگر جلاتا تو مجھوس کا کام ہے یعنی نماز وقت آگ روشن کرتے ہیں اور ناقوس نصارے کا کام ہے وہ نماز کے وقت اسکو بجاتی ہیں اور سیکنگہ میں پہونکنا یہود کا کام ہے پس ان گروہ کے ساتھ مشابہت پیدا کرنی مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ نشان کھڑا کرنا چاہیے کہ اسکو دیکھ کر انکے دوسرے کو خبر کر دیا کریں گے سو حضرت کو یہ بھی پسند نہ آیا اور عمر فاروق نے کہا کہ کسی آدمی کو متفرکیا چاہیے کہ نماز کے وقت لوگوں کو اطلاع دیدیا کرے اور کسی نے کوئی اور تدبیر کرنی بتلائی پھر لوگ چلی گئے سو عبداللہ بن زید کو اس امر کا بہت فکر ہا سورات کو خواب میں اذان دیکھی لیکن کسی زشتہ نے اسکو خواب میں سب اذان سکھائی کہ اس طرح نماز کے وقت کہا کرو سو اسنو خبر کو اگر حضرت کے اگر وہ خواب بیان کی سو حضرت اسے کہا کہ تو یہ اذان بلال کو سکھلا دے کہ اسکی آواز بہت بلند ہے نماز کے وقت وہی اذان دیا کرے گا سو جب بلال نے اذان کہی تو عمر فاروق رہا گھر سے دوڑی آئے اور حضرت م سے عرض کی کہ میں نے بھی خواب میں ویسا ہی دیکھا ہے جیسے کہ عبداللہ زید نے دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زید کا خواب دیکھنا بعد شورہ کے واقع ہوا ہے اور عمر کا قول اسے پہلے واقع ہوا ہے پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ ابتدا اذان کی خواب کے ذریعہ سے ہوئی ہے اور دوسرے لوگوں کو اذان خواب میں نظر آئی اور خود حضرت کو نہ آئی تو اس میں حکمت ہے کہ اس سو حضرت کی شان کی بلند معلوم ہوتی ہے لیسے کہ جب غیر کی زبان پر ہو تو اس سے حضرت کو مرتبہ کی بلندی اور انکے شان کی عظمت ثابت ہوتی ہے لیکن شیخ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ اذان کا شروع ہونا وحی کے ذریعہ سے ہوا ہے جیسے کہ ابو داؤد اور عبدالرزاق نے مرسلین میں روایت کیا ہے کہ جب عمر نے حضرت م کو آکر اذان کی خبر دی تو آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے وحی کے ذریعہ سے مجھ کو اذان معلوم ہو چکی تھی اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زید اور عمر کی خواب دیکھنے سے پہلے وحی حضرت کے پاس آچکی تھی یا احتمال ہے کہ وحی کا آنا عبداللہ بن زید کی عرض سے بعد ہوا و عمر کی عرض کرنے سے پہلے ہو اور اس حدیث کو یہ سوال بھی دفع ہو گیا کہ پیغمبر دن کے آکر کسی کی خواب کو حکم شرعی ثابت نہیں

ہو یا پس اصحاب کی خواب دیکھنے سے اذان کا جائز ہونا ثابت نہیں ہو گا اس لیے کہ جواب اسکا یہ ہے کہ اذان محض انکی خواب سے ثابت نہیں بلکہ اسکے ساتھ وحی بھی شامل ہے واللہ اعلم

حدیثنا عَنْ مُؤَدِّ بْنِ غِيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَامَ عَلِيٌّ بِمَدِينَةِ بَنِي تَمِيمٍ فَيُكْمِتُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادِي لِمَا فَتَكْمَلُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اخْذُوا نَافُوسًا مِثْلَ نَافُوسِ النَّصَّادِي وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ يَوْمًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ اذْهَبْ فَتَنَادِ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ جَاءَهُ ابْنُ عُمَرَ مِنْ رُوحٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَامَ عَلِيٌّ بِمَدِينَةِ بَنِي تَمِيمٍ فَيُكْمِتُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادِي لِمَا فَتَكْمَلُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اخْذُوا نَافُوسًا مِثْلَ نَافُوسِ النَّصَّادِي وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ يَوْمًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ اذْهَبْ فَتَنَادِ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ جَاءَهُ ابْنُ عُمَرَ مِنْ رُوحٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَامَ عَلِيٌّ بِمَدِينَةِ بَنِي تَمِيمٍ فَيُكْمِتُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادِي لِمَا فَتَكْمَلُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اخْذُوا نَافُوسًا مِثْلَ نَافُوسِ النَّصَّادِي وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ يَوْمًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ اذْهَبْ فَتَنَادِ بِالصَّلَاةِ

بلال! اذْهَبْ فَتَنَادِ بِالصَّلَاةِ

اے توجہ ہونے ہے اور نماز کے وقت کا اندازہ کر لیا کرتے تھے نماز کے لیے اذکوں کو نہیں پکارتا تھا سوا یکدن انہوں نے اسباب میں شورہ کیا سو بعضوں نے کہا کہ نصارے کی طرح نافرمان بناؤ اور بعضوں نے کہا یہودیوں کی طرح سنگہ پکڑو اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیوں نہیں بھیجتے ہو تم کسی مرد کو کہ لوگوں کو خبر نماز کی دے سو حضرت م نے فرمایا کہ اسے بلال اللہ اور لوگوں کو خبر دے نماز کی **ف** حضرت عمر کا یہ شورہ دنیا خواب دیکھنے سے پہلے تھا اور یہ حضرت کا بلال کو اذان کا حکم کرنا عبد اللہ بن زید کی خواب سے دیکھنے سے پہلے تھا یعنی یوں ہی کسی مکان بند پر کھڑا ہو کر آواز کر دے کہ الصلوة جائزۃ یعنی نماز تیار ہے سو حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان بعد ہجرت کے شروع ہوئی ہے اس لیے کہ عبد اللہ بن عمر نے مطلق نفی کر دی ہے کہ پہلے اس کو کسی قسم کی اذان نہیں تھی اور بعضی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اذان کی مکہ میں ہوئی ہے مگر وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں اور اذان میں اختلاف ہے کہ آیا واجب ہے یا سنت یا استحباب اور علماء کے نزدیک سنت ہو کہ وہ ہے اور امام اذاعی اور داؤد اور ابن منذر اور امام مالک کہتے ہیں کہ واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ فرض کفایہ ہے لیکن وجوب کو ترجیح معلوم ہوتی ہو اس لیے کہ حضرت م نے اسکی تقریر پر ہمیشگی کی ہے اور اچکا اذان کو چھوڑ دینا ثابت نہیں ہوا اور نہ آپ نے کبھی چھوڑنے کا حکم فرمایا اور نہ اس کے چھوڑنے کے رخصت فی پر معلوم ہوا کہ واجب ہونا اسکا راجح ہے ورنہ اس کے سنت ہو کہ وہ ہونے میں تو کچھ بھی کلام نہیں لیکن امام بخاری نے بوجہ اس اختلاف کے اس پر کوئی حکم لگا یا صرف اسکا جواز ثابت کر دیا نہ کہ کوئی اعتراض نہ کرے **فائدہ** ثابت لوگ سوال کرتے ہیں کہ حضرت م

تجسیر کہنے کے مخالف نہیں علماء اہل سنت کے کبیر کو دو بار کہنا گو صورت میں متینہ ہے لیکن حکم میں مفرد کہے اسی واسطے مستحب ہے کہ دو کبیر و نکو ایک دم میں کہا جاوے اور امام مالک کے نزدیک اذان کے اول میں دو بار تکبیر کہی جاوے لیکن دوسری حدیث میں صاف آچکا ہے کہ اذان کے اول میں تکبیر کے ساتھ اور اقامت کے گیارہ کلمے میں اور ترجیع اسکو کہتے ہیں کہ اذان میں شہادتین کو پہلے دو بار آہستہ آواز سے کہے پھر دوسری بار اونکو دو دو بار بلند آواز سے کہو اور یہی ہے مذہب امام شافعی اور مالک اور احمد اور جمہور علماء کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع جائز نہیں وہ کہتے ہیں کہ واسطے تعلیم کے تھا سو جواب اسکا یہ ہے کہ اگر تعلیم کی غرض تھی تو پھر آپ نے فقط شہادتین پر اکتفا کیوں فرمایا دوسرے سب کلمات کو چار چار مرتبہ کیوں نہ دوہرایا اور مفصل جواب اسکا ظفر البین جدید حصہ دوم میں مذکور ہے اور امام نووی نے لکھا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ حدیث صحیحہ ہے یعنی حدیث ابو محذورہ کی اور زیادتی مقدم ہے باوجودیکہ حدیث ابو محذورہ کی متاخر ہے عبد اللہ بن زید کی حدیث صحیحہ اسلئے کہ ابو محذورہ کی حدیث شہادتین پر مبنی ہے اور حدیث عبد اللہ کی ابتداء زمانے کی ہے اور منہم ہوا ہے ساتھ اس کے عمل کے اور مدینے والوں کا اور تمام شہر و نجا انتہی ہو اگر کوئی سوال کرے کہ اقامت کے اول آخر میں تجسیر دو دو بار کہی جاتی ہے حالانکہ اس حدیث میں آیا ہے کہ قدامت کو سوا اور سب کلمہ ایک ایک بار کہے جاوے سو جواب اسکا یہ ہے کہ وہ تکبیریت اذان کے مفرد ہے اسلئے کہ اذان کے اول میں تجسیر چار بار کہی جاتی ہے اسلئے امام نووی نے لکھا ہے کہ اذان کی اول کی چار تجسیر نکو دو دم میں کہنا مستحب ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اذان کی آخر دو کبیر و نکو دو دم میں کہا جاوے لیکن ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر ہی ایک ایک بار کہی جاوے واللہ اعلم **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي فُلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا كُنَّا نَسْمَعُ قَالَ ذَكَرُوا أَنَّ يُعْلَمُوا وَقْتُ الصَّلَاةِ يَتَنَبَّأُ بِعَرْمُونِهِمْ أَنْ يَذْكُرُوا أَنْ يُؤْذُوا نَادَا أَوْ يَضْرِبُوا نَافُوسًا فَأَمَّا بِلَا أَنْ يَشْفَعُ إِلَّا ذَاتَ قَاتٍ يُؤْذَى قَامَةً ثُمَّ جُمِعَ مِنْهُ مِنْ رِوَايَةٍ أَنَّ حِينَ سَلَّمَ لَوُكُ مَسْتَبَدِّ** کہئے یعنی نمازیوں کی کثرت ہوگئی تو انہوں نے ذکر کیا یعنی مشورہ کیا کہ وقت نماز کی لیے کسی چیز سے نشانی مقرر کریں جس سے نماز کا وقت پہچان لیا کریں سو بعضوں نے آگ

میں تھا پھر منسوخ ہو گیا ساتھ حدیث ابی مخذورہ کے جو صحابہ سننے نے روایت کی ہوا سیلے
 کہ اوس میں اقامت کا دوبار کہنا اگیا ہے اور وہ متاخر ہے اس حدیث انس سے جس وہ اسکی ناسخ ہو
 جاوے گی سو جواب اسکا یہ ہو کہ ابو مخذورہ کی اس حدیث کے بعض طریقوں میں اقامت کے
 چار بار کہنے کا اور ترجیم کا ذکر بھی اگیا ہے پس حنفیہ پر لازم آویگا کہ اوسکو بھی قبول کریں حالانکہ
 یہ بات اونکے مذہب کو بالکل مخالف ہو اور امام احمد نے کہا کہ جو شخص اسکی نسخہ کا دعویٰ کرے
 وہ دعویٰ اوسکا غلط ہے اسلئے کہ حضرت فتح مکہ کے بعد مدینے کی طرف پلٹ گئے اور وہاں
 بھی بلال کو اسی پر قائم رکھا کہ اقامت کو ایک ایک بار کہا کرے اور سعد قرظ کو بھی آپ نے
 اسی طرح سکھلایا سو بعد اچکے اوسنے اسطرح اذان کہی اور ابن عبدالبر نے کہا کہ امام احمد اور
 سنی لوگوں کو اور ابن جریر کا یہ مذہب ہے کہ یہ سب اختلاف مباح ہے یعنی اگر اذان کے اول
 میں چار بار تکبیر کہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر دوبار تکبیر کہے تو یہ بھی جائز ہے اسطرح اگر
 اذان میں ترجیم کرے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر ترجیم نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اسطرح اگر اقامت
 کے سب کلموں کو دوبار کہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب کلموں کو ایک ایک بار کہے تو یہ بھی جائز ہے
 اور اگر سب اقامت کو ایک ایک بار کہے اور لفظ قد قامت الصلوٰۃ کو دوبار کہے تو یہ بھی جائز
 ہے انہیں کسی طریقہ میں گناہ نہیں ہے سب طرح سے جائز ہے **ترجمہ** کہتا ہو کہ یہی بات تیرے
 صواب کے ہو کہ سب طریقے جائز ہیں جس پر عمل کرے درست ہو کسی میں گناہ نہیں اسلئے کہ خیر
 ان سب وجوہات کا احتمال کہتی ہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اذان میں ترجیم کرے تو اقامت
 کو دوبار کہے مگر سلف اسکا کوئی قائل نہیں ہے اور بعضے حنفی کہتے ہیں کہ مراد وتر سے جو اس
 حدیث میں آیا ہے ایک بار کہنا نہیں بلکہ مراد اوس سے جلدی کہنا ہے یعنی اقامت کو جلدی
 کہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ تاویل ایسی کچی ہے اور ایسی باطل ہے کہ جسکو ذرا سا بھی عقل ہو
 اوسکے باطل ہونے میں کچھ شک نہیں کر سکتا ہے اول ہوجہ سے کہ اس حدیث میں استثنا
 آچکا ہے کہ لفظ قد قامت الصلوٰۃ کو دوبار کہے پس اس پر لازم آویگا کہ اسے بھی دوبار مراد
 نہ ہو بلکہ مراد یہ ہوگی کہ اسکو سرعت سے نہ کہو دیر سے کہے دوم اسوجہ سے کہ وتر کا اس حدیث
 میں شفع کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے تو اذنین صورت لازم آویگا کہ شفع کا معنی یہ کیا جاوے
 کہ اذان کو بلند آواز اور سرعت سے کہے نہ یہ کہ دوبار کہے پس اذان کا دوبار کہنا اس حدیث سے
 ثابت نہیں ہوگا سوم یہ کہ دوسری حدیث ابی مخذورہ کے ایک طریقہ میں صریح آچکا ہو

۲۲۰

حدیث ابی مخذورہ

کہ ترجیح کے ساتھ اذان کے انیس کلمے میں اور اقامت گیارہ کلمے میں تو اب اس حدیث میں یہ تاویل کیسے چل سکے گی بینوا تو جرد اور ابو محذورہ کی حدیث میں جو اقامت کے ستر کلمے آئے ہیں تو اس سے ایک بار اقامت کھنکی ممانعت نہیں نکلتی ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ دونوں طرح سے جائز ہو اور نیز اگر اس سے افراد اقامت کی ممانعت نکالی جاوے تو ترجیح واجب ہو جاوے گی اور بلال وغیرہ کی اذان جو ستر کلمے کہتے ہیں بالکل ممنوع ہو جاوے گی اس لیے کہ بلال وغیرہ کی حدیث میں تشنیہ اذان کا بیان ہے افراد اقامت کے ساتھ مذکور ہے اور دونوں کا حکم ایک سلسلے میں مذکور ہے پس اگر ممانعت ہوگی تو دونوں کی ہوگی نہ ایک کی اور تطبیق صرف اس تاویل پر موقوف نہیں ہے بلکہ اس طور سے بھی ممکن ہے کہ سب طریقوں کو جائز رکھا جاوے جیسے کہ ابھی گذر چکا ہے اور باقی حدیثیں جو خفیہ اس باب میں پیش کرتے ہیں اول تو ان کا صحیح ہونا مسلم نہیں ہے اور بقرض تسلیم یہ ہی تطبیق دی جاوے گی کہ سب طرح جائز ہے جو کوئی کرے درست ہو پس ایک کو جائز رکھنا اور دوسرے کو جائز بتلانا بالکل جائز نہیں ہے ورنہ ایک ایک بار کہنے کی حدیثوں سے دو دو بار کہنا بالکل باطل ہو جاوے گا فنا ہو جو بکرم جو ابنا والہ اعلم اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے ۴۲۱

کہ اقامت مثل اذان کے ہتی پر سلاطین بھی امیہ نے اس کو جلدی کے ایک ایک کر دیا لیکن یہ حدیثیں صحیحہ اس کے رد میں اس لیے کہ ان میں صریح موجود ہے کہ خاص حضرت م نے بلال کو ایک ایک بار تکبیر کہنے کا حکم فرمایا اس کو نبی امیہ کا ایجاد سمجھنا محض خیال فاسد اور نیز جلدی کے سطر انہوں نے اذان کو مفرد کیوں نہ کیا اگر کوئی کہے کہ اذان دو بار اور اقامت ایک ایک بار کہنے کی کیا حکمت ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ حکمت اس میں یہ ہے کہ اذان دو بار کہنے والے لوگوں کی پکارنے کے لیے ہے پس اس کو دو دو بار کہنا چاہیے کہ ان کو آواز پہنچ جاوے اور اقامت حاضر لوگوں کے واسطے ہے اس لیے اس میں تکرار کی کوئی حاجت نہیں اس واسطے کہ اذان بلند مکان پر دیاوے نہ اقامت اور یہ کہ اذان میں آواز بلند ہے نہ اقامت میں اور یہ کہ اذان شیر نثار کے کہنی چاہیے اور اقامت جلدی کہی جاوے اور اذان میں ترجیح کرنے کی حکمت یہی ہے مگر اس میں شخص دقین کو چار چار بار کہنا اس واسطے ہے کہ اذان میں کلمہ ربی عظمت دے میں والہ اعلم اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے **فَاذِّنْ** فَخُذِلَ التَّكْذِيبُ اِذْ اَذَانَ كَهْنَةُ ثَوَابِ كَابِيَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَا لَكَ عَنْ ابْنِ لُزَيْنٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ فُكْرًا طَوِيلًا لَا يَكْتُمُهُ النَّاذِرُ قَدْ أَفْضَى إِلَيْكَ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا نُوبَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ حَتَّى إِذَا أَفْضَى الشَّيْطَانُ أَقْبَلَ حَتَّى يَحْطُلَ بَيْنَ الْمَاءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ أَذْكَرُ كَذَا أَذْكَرُ كَذَا الْإِمَامُ يَكُنْ يَذْكَرُ حَتَّى يَظُلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى تَرْجُمَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَوَاهُ
 کہ حضرت نے فرمایا کہ جب کوئی نماز کے لیے اذان دیتا ہے تو شیطان پیٹھ پر کربھاگتا ہے گوز مارتا ہوا یہاں تک کہ اذان کی آواز کو نہیں سنتا سو جب اذان تمام ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آجاتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پر کربھاگتا ہے یہاں تک کہ جب تکبیر تمام ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آجاتا ہے تاکہ آدمی کی اور اسکی ذات کے درمیان دوسو سال یعنی اس کے دل میں یا یہ کہ نماز کے اور اس کے حضور کے درمیان واقع ہوتا ہے اور اسکو حضور سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ یاد کر فلائی بات کو یاد کر فلائی کام کو ہر چیز کہ نہ تھا وہ کہ یاد کرے اسکو یہاں تک کہ آدمی کا ایسا حال ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا کہ کتنی رکعتیں نماز پڑھی ہے **ف** مراد شیطان سے یہاں ابلیس ہی جیسے کہ اکثر شارحین کہتے ہیں اور احتمال ہو کہ شیطان سے مراد سرکش جن ہو جنوں سے خواہ آدمی سے لیکن مراد اجماع خاص شیطان جن کا ہے اور اسکا گوز مارنا ظاہر ہے تو عمدہ معلوم ہوتا ہے یعنی وہ شیطان جانکر گوز مارتا ہے تاکہ اسکی آواز سے اذان کی آواز نہ سنی جاوے یا اسکی امانت کے واسطے مارتا ہے جیسے جو قوف لوگ کرتے ہیں یا کہ اسکو اذان سے ہیاحت خوف پیدا ہوتا ہے کہ اس سے ڈر کے باری اسکا گوز نکل جاتا ہے یا یہ کہ جانکر کرتا ہے تاکہ طہارۃ کا پلیدی سے مقابلہ کرے پھر احمدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کو بلند آواز سے کہنا مستحب ہے اسواسطے کہ شیطان بہت دور بھاگ جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان اور تکبیر کے درمیان میں فاصلہ کرنا جائز ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اول وقت کی نصیحت بھی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ اول تکبیر کا اول وقت کے ساتھ متصل ہو جاوے اور مراد تنویہ سے احمدیث میں اقامت ہے اور یہ جو فرمایا کہ جو چیز اسکو یاد نہیں ہوتی شیطان نماز اسکو یاد کر دیتا ہے تو اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مراد ہر کام ہے دنیا کا کام ہو خواہ دین کا کام ہو جیسے علم وغیرہ اور خواہ پہلے وہ کام کیا ہو یا کیا ہو ہر قسم کا کام اسکو نماز میں یاد کر

دیتا ہے چنانچہ ذکر ہو کہ ابو حنیفہ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے ایک جگہ کچھ خزانہ دفن کیا تھا لیکن اب وہ مکان مجھے معلوم نہیں رہا تو امام صاحب نے فرمایا کہ تو نماز پڑھ اور سب بات کی بہت کوشش کر کہ دنیا کے کام کا خیال نہیں آوے سو اس نماز پڑھی تو اس کو نماز میں وہ جگہ خزانہ دفن کرنے کی معلوم ہو گئی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کہنے کا بڑا ثواب ہو اس لیے کہ اس سے شیطان ابھاگ جاتا ہے بخلاف نماز اور تلاوت قرآن وغیرہ کے کہ اس سے نہیں بھاگتا اور بعضوں نے کہا کہ اذان کے کہنے میں کوئی ریا وغیرہ نہیں جاتا بخلاف نماز کے کہ اس میں کوسہ کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ اذان کہنے سے شیطان کا مقصود باطل ہو جاتا ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ جماعت سے روکے اور اس کو وقت قضا کر دے یا اول وقت کی فضیلت سے باز رکھے اور یہ سب وسوسے اس کے اذان سے باطل ہو جاتے ہیں اس لیے بھاگتا ہے سو معلوم ہوا کہ اذان کہنے کی فضیلت بڑی ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سوم کا **باب رفع الصوت یا لیلۃ اذان** کو بلند آواز سے کہنے کا بیان **وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ اَذِّنْ اِذَا نَامَ سَخَاوَرُكَ فَاعِزْ لِمَا كُنْتَ تَعْمُرُ** عمر بن عبد العزیز نے مؤذن کو کہا کہ صاف اور سیدھی آواز سے اذان دیا کر یعنی اوس میں نغمہ اور سرور نہ کیا کر جیسے گائیو الی اپنے آواز کو راگ سے بہت لہا کر تے کرتے ہیں (ورنہ ہمے کنار ہی ہو جائیے اذان دنیا چھوڑ دی تو اس منصب کے لائق نہیں ہے **ف** عمر بن عبد العزیز دینے پر حاکم تھا سو مؤذن نے اذان کہی اور اس میں راگ کے ساتھ آواز نکالی تب عمر نے اس کو منع کیا غرض امام بخاری کی اس اثر سے یہ ہو کہ اذان بلند آواز سے اسی وقت مستحب ہے جبکہ اوس میں راگ اور سرور نہ ہو اور عمر بن عبد العزیز نے اس کو صرف آگ کرنے سے منع کیا تھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی **باب سے حدیث ثناء عبد اللہ بن یوسف قَالَ اخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ مَعْقِدَةَ الْاَنْصَارِيِّ ثَنَا الْمَاذَنِي عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ اخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَمَّا لَمْ يَرَوْهُ اَرَاكَ حُبًّا لِنَفْسِكَ وَ الْمَاذَنِيَّةُ قَاذَا كُنْتَ فِي غَمِّكَ اَوْ بَادِيَتِكَ قَاذَنْتَ لِلصَّلَاةِ قَاذَنْتَ صَوْتَكَ بِاللَّيْلِ قَاذَا لَا يَمُرُّ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ حِنْ وَلَا اِنْشَاءً وَلَا شَيْءٌ اِلَّا تَهَيَّأَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**

ترجمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مجھ کو کہا کہ میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ تو جنگل اور بکریوں کو بہت دوست رکھتا ہے یعنی تو اکثر جنگل ہی میں رہتا ہے اور بکریوں کو چرایا کرتا ہے سو جب تو جنگل میں رہا کرے اور نماز کے لیے اذان کہے تو اذان کو بلند آواز سے کہا کر ایسے کہ جہاں تک کہ مؤذن کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک جو جن آدمی اور کوئی خیر خواہ سنے گا وہ اذان دینے والوں کے واسطے قیامت میں گواہی دے گا اور یہ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو حضرت م سے سنا ہے **ف** یعنی جن آدمی اور حیوان اور درخت اور پہاڑ اور فرشتہ اور زمین وغیرہ جو اسکی آواز کو سنا قیامت میں اسکی ایمان کی گواہی دے گا اور اس بات کی کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کرتا تھا میں معلوم کہ اذان کو بلند آواز سے کہہ کر بڑا ثواب ہے پس یہی وجہ مطابقت اس حدیث کی اب سے اور یہ شہادت دینا درخت اور پہاڑوں وغیرہ کا حقیقت پر محمول ہو یعنی وہ چیزیں قیامت میں کلام کر نیکی جیسے کہ آدمی کلام کرتا ہے اور یہ بات ممکن ہے جیسے کہ حدیث آگ میں گذر چکا ہے کہ اسنے خدا کے نزدیک شکوہ کیا اور آگے آدیکھا کہ ایک گالی نے حضرت م سے کلام کی اور صحیح مسلم میں ہے کہ ایک تہر آپ کو سلام کیا کرتا تھا ایسے ہی یہ ہو سکتا ہے کہ یہ شہادت انکی حقیقی کلام سے ہوا واللہ تعالیٰ او نہیں جیاتی پیدا کر دیوے پس اس بات کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے انکار کرنا محض عقل اور ہوا کی نفس کی پیروی ہے نہ عقلی منکر شود از فکر وطن + گو سر خود را برین دیوار زن + فلسفی کو یہ مذہب عقولات و ن + عقل از ہنر سے ماہد برون + نطق آب و نطق خاک و نطق گل + بہت محبوب جس حواس اہل دل اور حکمت اس کو ہی میں یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب اور گواہی دعوے اور سوال جواب سب دنیا کے طریق پر ہو گا پس اس گواہی سے اسکا فیصلہ کیا جاوے گا اور بعضوں نے کہا کہ گواہی اسواسطے ہے کہ اسکی بزرگی اور تعظیم سب لوگوں پر ظاہر ہو جاوے جیسے کہ گواہی سے بعضے لوگوں کی خلقت میں سوائی ہوگی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر صرف اکیلا ہی آدمی ہو وہ سراجاعت والا کوئی نہ ہو تو اسنے واسطے ہی اذان کہنی مستحب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگل اور بکریوں کو دوست رکھنا خاصہ فیتنہ کے وقت سلف صالح علموں سے ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگل میں گہر بنا کر رہنا اور انکے ساتھ ملاپ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ کچھ علم ہو اور ظلم سے امن ہو **کافی** مَا يَحْقُقُ بِكَ اَذَانَ مِنَ الْاَذَانِ اَذَانٌ كَا دِيَا خُونِ كَرْنِي سِي مَعْنِي كَرْتَا سِي مَعْنِي جِسْ جَكْبِي اَذَانٌ سِي دَانِ كِي كَوْنِ كَو قَتْلِ كَرْنَا مَعْنِي سِي مَعْنِي كَرْنَا اَذَانِ اِسْلَامِ كَا شَعَارِي

یہاں تک کہ علماء کہتے ہیں کہ اگر کسی شہر کے سب لوگ متفق ہو کر اذان کو ترک کر دیں تو حاکم مسلمان کو جائز ہے کہ ان کے ساتھ لڑائی کر کے ان کو قتل کر دے حد ثنا ثنیبہ قال ثنا یحییٰ بن جعفر عن حمید عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا غزا بنا قوماً لم یکن یغیر بنا حتی یصلیہ و یطہر فان سمع اذانا کف عنہم وان لم یمسح اذانا اغار علیہم قال فخرجنا الی خیبر فانتہینا الیہم لیکلا فلما اصبح ولم یمسح اذانا لکب و رکبت خلف ابن طلحہ وان قدحی لکمس قدما النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فخرجنا الیہم و مساجیہم فلما راوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا محمد و اللہ محمد و الخیش قال فلما راہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ اکبر اللہ اکبر و خرجت خیبر لنا اذا نزلنا بیسا حتی فقم فساء صباح النذین ترجمہ ابن من سے روایت ہے کہ جب حضرت ۴ ہمارے ساتھ جھادیوں جاتے یعنی کافروں سے لڑنے کو تو نہ لڑائی کرتے یہاں تک کہ صبح اُرتے اور انتظار کرتے یعنی رات کو ان کے قریب آکر بیٹھ جاتے اور صبح کو انتظار کرتے کہ بیان اذان ملتی ہے یا نہیں) سو اگر حضرت دمان سے اذان سن لیتے تو اذانی لڑائی سے باز رہتے اور لشکر کو روک دیتے اس لیے کہ اذان سے معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں کافر نہیں اور اگر دمان سے اذان نہ سنتے تو ان پر لوٹ کرتے یعنی دبا و اگر کے اوپر جا پڑتے اور ان کو جا کر لوٹ لیتے ابن من نے کہا سو ہم قلعہ خیبر (کہ اس میں یہودی رہتے تھے) اور حضرت سہب و دشمنی کہتے تھے) کی طرف نکلے اور چلے سو ہم رات کو ان کے نزدیک پہنچے سو جب صبح کے وقت حضرت ۱۱ اذان نہ سنی تو آپ سوار ہوئی اور میں ابو طلحہ کے پیچھے سوار ہوا اور مقرر رہا پاؤں حضرت ۱۲ پاؤں سے چھو تا تھا یعنی ہم حضرت سہب قریب قریب جا رہے تھے سو خیبر کے لوگ کہ ال اور زبیلین لیکر ہماری طرف نکلے یعنی ان کو بہ خیبر نہیں تھی کہ مسلمان آ پہنچے ہیں بلکہ وہ بے فکر تھے اور حسب عادت روزمرہ کی اپنے کمال اور زبیلین لیکر اپنے کاروبار کو چلے تھے سو جب انہوں نے حضرت کو دیکھا تو کہنے لگے قسم خدا کی محمد اور اس کا لشکر اپنی سو جب حضرت ۱۳ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اللہ شہداء اللہ شہداء خیبر کا قلعہ خراب ہوا یعنی فتح ہو گیا اور آپ نے یہ بات بڑی کہ تحقیق جب ہم کسی قوم کے ڈانڈے پر اتریں تو بری جاتی ہے صبح ڈرائی گہن کی **ف** یہ حدیث دوسرے بار میں بھی گذر چکی ہے اور یہ جو

حضرت م نے فرمایا کہ خیر کا قلعہ خراب ہوا تو یہ ایکافزانیاتودھی کے ذریعہ سے تھا کہ آپ کو وحی نے خبر دی تھی کہ یہ قلعہ فتح ہو گا لیکن بطریق فال کے آپ نے فرمایا کہ جب لوگوں کو کدال لیے ہو دیکھا تو اُسے اپنی فال ماری کہ اب قلعہ فتح ہو جاوے گا ایسے کہ کدال مکان کی ڈاڈا دینے کا ہتھیار ہے اور یہ آیت بھی آپ نے بطریق فال کے پڑھی اور یہ حدیث آئندہ آوے گی انشاء اللہ تعالیٰ پس احمد شیش کو معلوم ہوا کہ جس جگہ میں اذان ملے وہاں کے لوگوں کو قتل کرنا منع ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت احادیث کی ترجمہ سے اور احمد شیش کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان اسلام کی ایک ٹہنی بہاری نشانی ہے اسکو چھوڑنا جائز نہیں اور اگر کسی شہر کے لوگ اسکو چھوڑ دیوں تو حاکم وقت کو جائز ہے کہ اسے لٹے اور یہی بات شیک ہے **مذہب میں کاف** مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُتَأَذِّنُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُتَأَذِّنُ جب کوئی اذان سنے تو اس کے جواب میں کیا کہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ أَنَّ الْخُدْرِيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ التَّأَذُّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ** ترجمہ ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت م نے فرمایا کہ جب تم اذان سنا کرو تو کہا کرو جیسے مؤذن کہتا ہے **ف** اتحدیئے معلوم ہوا کہ اس اذان کے سب کلموں میں متابعت کرو ایسے کہ آمین اُخْلَب ہے بعض نے کہتے ہیں کہ اس کے سب کلموں میں متابعت کرے اور بعض نے کہتے ہیں کہ حی علی الصلوۃ وحی علی الصلاح کے کلموں میں متابعت نہ کرے بلکہ اس کے بدلوا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے مگر ظاہر اسکی اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کلموں میں مؤذن کی متابعت نہ کرے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور یہ حدیث ابوسعید کی عام ہے اور حدیث معاویہ کی جو آگے آئی جو خاص ہے اور خاص مقدم ہوتا ہے عام پر یعنی جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حی علی الصلوۃ وحی علی الصلاح کے کلموں میں متابعت نہ کرے بلکہ اولاً حول ولا قوۃ الا باللہ کہے جیسے کہ آئندہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ دونوں طرح جائز ہے کہی خیر کہے اور کہی خیر کہے لیوے اور بعضوں نے کہا کہ دونوں کو جمع کرے اور بعض نے لوگ کچھ اور یہی کہتے ہیں لیکن صحیح وہی بات ہے جو پہلے گزر چکی ہے اور یہ جو فرمایا کہ جو مؤذن کہے ویسے کہا کر تو اسے معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا اس شخص پر ہے جو اسکو سنا اور جواب سکونہ سننے پر وہی کے باہرہ ہو سنے کو تو اس پر جواب اذان کا دینا ضرور نہیں ہے کذا قال النووی اور آمین ہی اُخْلَب ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں سوا نام شیع

کہ سب مؤذن اپنی جگہ پر بیٹھ کر یہ دعا پڑھیں **بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ التَّدَاوُعِ** اذان کے بعد دعا مانگنے کا بیان **حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَمِيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَزْمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يَنْدَاءُ اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدُّعْوَةُ الشَّامَةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ ابْتَغَى مُحَمَّدٌ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْتَعَهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَ أَنَّهُ حَكَمٌ لَهُ شَفَاعَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ** ترجمہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت م نے فرمایا کہ جو شخص جب اذان سنے تو یہ دعا اللہ سے وعدہ تک پڑھ لے تو اس کو قیامت میں میری شفاعت پہنچے گی یعنی حضرت م اس کو بخشا و نیکی اور اس دعا کے یہ معنی ہیں کہ اے خدا اس پوری کچل اور سدا رہنے والی نماز کے صاحب و محمد کو وسیلہ اور بڑائی پہنچا اور اس کو سارے مکان پر جس کا تو نے اس سے وعدہ کیا ہے اور پوری پکار ہو اس کی کہ نواب کے تاثیر میں پوری ہے اور سدا رہنے والی سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک اس کا حکم موقوف نہ کیا جائے گا قیامت تک فرض ہو اور وسیلہ سے مراد ایک بہت عمدہ مکان بہشت میں ہے کہ وہ خاص حضرت م کے واسطے ہے اور مقام محمود سے مراد شفاعت کا رتبہ ہے جب قیامت کی مصیبتوں میں لوگ گرفتار ہوں گے اور سب پیغمبر حجاب دینگے کسی کی شفاعت نہ کر سکیں گے تو اس وقت ہماری حضرت م دیر تک خدا کے سامنے سجدہ میں جاؤ گے یہ لوگوں کو بخشا و نیکی اس کا نام مقام محمود ہے اور شفاعت کبرے بھی اس کا نام ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد پوری پکار سے وہ کلمہ اذان کے چہرے میں تو حید ہو اور شرک کی نفی ہے یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اور سدا رہنے والی نماز سے مراد وہ کلمہ میں جن میں نماز کا ذکر ہے یعنی حَیُّ عَلَیْہِ سَاسُ دُعَا میں ہذا کا اشارہ اس اذان کی طرف ہے اور بعضوں نے اس حدیث کی دلیل پکڑی ہے کہ اگر مؤذن کے جواب میں صرف یہ دعا پڑھ لیوین تو جب بھی کافی ہے اس کی طرح سب اذان کہنی ضرور نہیں لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ یہ دعا بعد اذان کے کہی اور جواب اس کا ساتھ ساتھ دیتا جاوے یہ حدیث معلوم ہے کہ اذان کے بعد دعا پڑھ کر پھر پھر کا ثواب ہو **بَابُ الْاِسْتِغَاثَةِ فِي الْاَذَانِ** اذان دینے میں قرعہ ڈالنے کا بیان یعنی اگر کسی آدمی اذان دینے والی ہو تو ایک ہی کہو کہ میں ہی اذان دوں اور پھر جمعہ کرار میں تو ایسی حالت میں قرعہ ڈالنا جائز ہے جب کا نام قرعہ میں نکلے وہی اذان دیکو **وَبَدَأَ أَنْ قَوْمًا اخْتَلَفُوا فِي الْاَذَانِ فَاشْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ** یعنی روایت ہے کہ کئی

آدمیوں نے اذان میں جھگڑا کیا سو عد نے اونکے درمیان قرعہ ڈالا **ف** عمر فاروق کی خلافت کا یہ ذکر ہے کہ اونکے زمانے میں جب قادیسیہ فتح ہوا تو اس وقت دہان کا مؤذن شہید ہو گیا تب بہت لوگوں نے چاہا کہ یہ عہدہ اور عہدہ منصب ہکولے تب سعد بن ابی وقاص نے اونکے درمیان قرعہ ڈالا ایک کا نام کل آیا سو عد نے اسکو مؤذن کیا اور سعد شکر کے سر وار ہو گئے تھے معلوم ہوا کہ اذان میں قرعہ ڈالنا جائز ہے **حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُتَمِّ بْنِ مَوْلَى ابْنِ بَكْرِ عَنْ ابْنِ صِلَالٍ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ دَسُوكَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي التَّذَاءِ وَالصَّفَاكَ وَلَا تَحْكَاجِدُونَ إِلَّا أَنْ يَسْتَمُوا عَلَيْكُمْ لَا شَهَوُوا وَلَا كَوْيَعُمُونَ مَا فِي التَّحْجِيرِ لَا يَسْتَبِقُوا إِلَيْهِ وَلَا كَوْيَعُمُونَ مَا فِي الْعَمَّةِ وَالصُّبْحِ لَا تَوْهَمَا وَلَا كَوْجَبُوا** ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عد نے فرمایا کہ اگر لوگ جانیں عین ثواب کہ اذان دینے اور جماعت کی اول صف میں ہے پھر جھگڑا فیصل ہونیکا کوئی طریق نہ پاویں سو قرعہ ڈالنے کے تو البتہ قرعہ ہی ڈالیں اور اگر جانیں کہ کیا ثواب ہے پھر کے اول وقت نماز پڑھنے میں تو جماعت کے واسطے مسجد میں حاضر ہونے کی نہایت جلدی کریں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہے عشا اور فجر کی جماعت کا تو آویں گھسٹتے یعنی اگر پاؤں نہ آسکیں تو گھسٹتے آویں **ف** یعنی اگر اذان اور اول کا ثواب معلوم ہو جاوے تو لوگوں میں جھگڑا پڑے ہر ایک یہی چاہے کہ میں ہی اذان دوں اور میں ہی صف اول میں داخل ہوں پھر یہ جھگڑا فیصل ہونیکا کوئی طریق نہ پاویں سوائے قرعہ ڈالنے کے یعنی معرفت وقت کی برابر سبکو ہو اور آواز بھی سبکا عہدہ ہو اور فضیلت میں بھی سب برابر ہوں تو قرعہ ڈالیں جسکا نام نکلے وہی کہے پس معلوم ہوا کہ اذان میں قرعہ ڈالنا جائز ہے اور یہی وجہ سے مطابقت احمدیث کی باب **سُورَةُ الْاٰذَاٰنِ** کے درمیان کلام کرنے کا بیان **ف** امام احمد اور عروہ اور عطا اور حسن اور قاضی کہتے ہیں کہ اذان میں کلام کرنی بلا کر است جائز ہے اور نخعی اور ابن سیرین اور داؤدی کہتے ہیں کہ مکروہ میں اور امام ثوری کہتے ہیں کہ منہر ہے اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین کہتے ہیں کہ اذان میں کلام کرنی لائق نہیں لیکن اگر کر لیں تو اذان ٹوٹی نہیں اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور مالک کا لیکن فاحش کلام کرنی کہ اسکو اذان ہونے سے کمال دیوی

سے پہلے یہ کہا تھا تو پھر کس چیز کو واجب کہا خطبہ تو ابھی شروع نہیں ہوا تھا ان یہ بات ہو سکتی ہے
 کہ مائے الضمیر کو باعتبار ما یؤول الیہ کے واجب کہا ہو یعنی یہ خطبہ جو میں شروع کرنے لگا
 ہوں واجب ہے اور شیخ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ ایک روایت میں صریح
 جمعہ کا ذکر آچکا ہے نیز اس کے کہا جاوے گا کہ خطبہ پر ہننے کا معنی یہ ہو کہ خطبہ کا ارادہ کیا
 تھا اور طاعت اس حدیث کی جمعہ سے اس طور پر ہے کہ جب ضرورت کیوں اسکا اتنا لفظ اذان میں
 زیادہ کرنا جائز ہے معلوم ضرورت کے واسطے اور اسکے درمیان کلام بھی جائز ہوگی لیکن اگر ترجمہ
 باب میں کلام سے عام کلام مراد رکھی جاوے یعنی خواہ سوذن کے کلام ہو خواہ سامع کی
 کلام ہو تو ممکن ہے پس اندر مینصورت قول سلیمان اور حسن بصری کا اس پر دلیل نہ گنا کہ مؤذن کو اذان
 میں کلام کرنی جائز ہے اور حدیث ابن عباس نہ کی اسپر دلیل ہوگی کہ سامع کو اذان کے اندر
 کلام کرنا جائز ہے اور یہی ہے مذہب حنفیہ کا لیکن وہ ترک اولی کہتے ہیں اور شافعیہ کہتے ہیں
 کہ بہت دراز کلام جائز نہیں اگر تہوری کلام فاحش سے خالی ہو تو جائز ہے **باب** اذان
 الاغنیٰ اذا کان کما من یخبرہ اند ہے آدمی کو اذان کہنی جائز ہے جبکہ کوئی اسکو وقت بتلانے
 والا ہو **ف** مذہب حنفیہ وغیرہ کا یہی ہے کہ اند ہے کی اذان بلا کہ بہت جائز ہے جبکہ کوئی
 اسکو وقت بتلانے والا ہو اور ایسا ہی لکھا ہے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں **حدیث** عبد اللہ
 ابن مسکین عن مالک عن ابن شہاب عن سیام بن عبد اللہ عن ابراہیم ان رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم قال ان بلاک یؤذن بک لیل فکلوا واشربوا حتی یبکی ابن
 ام مکتوم قال وکان رجلاً اعمی لا یناظر حتی یقال لہ اصبحت اصبحت ترجمہ ابن عمر
 سے روایت ہے کہ حضرت م فرمایا کہ البتہ بلال رات کو اذان دینا ہے سو تم کہا یا پیکر و جب تک
 عبد اللہ ابن ام مکتوم اذان نہ دیوے اور وہ ابن ام مکتوم اندھا مرد تھا جب تک لوگ نہ کہتے
 کہ فجر کی تو نے فجر کی تو نے اذان نہ کہتا تھا **ف** مراد فجر کی تو نے سے یہ ہے کہ اب ہم صاف
 ہونے کے قریب ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان صبح صادق سے پہلے واقع ہوا لیے کہ
 احتمال ہے کہ لوگ اسکو رات کو آخر جزو میں یہ بات کہا کرتے تھے اور اسکی اذان صبح
 صادق کے اول جزو میں واقع ہوتی تھی اور یہ بات اگرچہ عادت سولہ لیکن بتیہ کے مؤذن
 سے یہ بات اجید نہیں آئی ہے کہ انکو فرشتوں کی تائید تھی پس اس صفت میں اسکا کوئی شریک
 نہیں ہو اور نیز ایک حدیث میں صاف آچکا ہے کہ ابن ام مکتوم وقت کی تلاش کرتا رہتا تھا

تہوڑی پڑھتے تھے ہماری ہی معلوم ہوا کہ اذان صبح صادق کے بعد دینی چاہو اس لیے کہ داؤد نطق بدر میں تھا
 حال ہے پس اذان او سکوبعد طلوع فجر کی ہوگی حدیثنا ابونعیم قال حدثنا شیبان عن
 یحییٰ عن ابی سلمۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی
 سلم یصلی رکعتین خفیفَتَیْنِ بَیْنَ الْبَیِّنَاتِ وَلَا قَامَہٍ مِنْ صَلَوةِ الصُّبْحِ رَجَمَہُ
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ حضرت ۳ نماز فجر کے اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں ملکی
 نماز پڑھا کرتے تھے **ف** اس حدیث میں باب کا مسئلہ صریح موجود نہیں ہے اس لیے کہ فجر
 کی اذان اور اقامت کے درمیان ایسی دو رکعت نماز پڑھنا اسکو مستلزم نہیں ہے کہ اذان بعد
 فجر کے ہو لیکن اس حدیث کے بعض طریقین میں آچکا ہے کہ جب صبح صادق ہوتی تو مؤذن
 اذان کہتا تھا پس معلوم ہوا کہ اذان صبح صادق کے بعد دینی چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس
 حدیث کی ترجمہ باب سے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
 بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بَيْنَکُمْ
 وَبَيْنَ دَیْنِکُمْ بِلَیْلِ فَلَکُمْ وَأَشْرَکُمْ حَتَّى یَبْدَأَ بِنِیَاحِیْ ائِمَّ مَکْتُومٍ رَجَمَہُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ**
 سے روایت ہو کہ حضرت ۳ نے فرمایا کہ البتہ بلال براتکو اذان دینا ہے سو تم کھایا پیا کرو جب
 تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیوے **ف** اور وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اسطور
 ہے کہ حضرت نو فرمایا جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیوے تب تک کھایا پیا کرو تو اس
 سے معلوم ہوا کہ وہ بعد طلوع صبح صادق کے اذان دیا کرتا تھا اس لیے کہ اگر طلوع صبح صادق
 سے او سکی اذان پہلے ہوتی تو دونوں کی اذانوں میں کچھ فرق نہ تھا اور باقی فقرہ براسکی پہلی
 باب میں گذر چکی ہے **کَافُ** اَلْاَذَانَ فَبَیْکُمُ الْفَجْرِ طالع صبح صادق سے پہلے اذان
 دینے کا بیان لیکن جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو فجر کی اذان یہی کافی ہو جاتی ہے
 یا نہیں **ف** امام شافعی اور احمد اور مالک اور جمہور علماء کے نزدیک طلوع صبح صادق سے
 پہلے اذان کہنی جائز ہے اور ابو حنیفہ اور ثوری وغیرہ کے نزدیک طلوع صبح صادق سے پہلے
 اذان دینی جائز نہیں ہے اور اگر طلوع صبح صادق سے پہلے اذان ہو چکی ہو تو امام مالک
 اور شافعی اور احمد اور اُسکے اصحاب کے نزدیک یہ اذان فجر کی اذان کہنے کے کافی ہو جاتی ہے
 بعد صبح کے دوسری اذان دینے کی کوئی ضرورت نہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ اذان
 فجر کی اذان کے واسطے کافی نہیں ہے اور اسباب میں بخاری میں حدیثیں بیان کی ہیں

پہلی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اذان کافی ہو جاتی ہے اور دوسری دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اذان کافی نہیں ہوتی لیکن قوی یہی بات ہو کہ کافی ہو جاتی ہے اور جن حدیثوں میں دوسری اذان دینے کا ذکر آیا ہے، وہ محمول ہیں جواز پر یعنی کوئی لازم واجب نہیں ہے سہری اذان دے تو جائز ہے اور بعضے حنفیوں نے کہا ہے کہ مراد پہلی اذان سے اذان بخنین ہے بلکہ وہ ایسے ہی لوگوں کو سہری کھانے کو واسطہ جنگ یا کرتا تھا اوسین اذان کے لفظ نہیں تھے لیکن شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ وہم قطعاً باطل اور مردود ہے اسلئے کہ تمام طریقوں میں اذان ہی کا لفظ واقع ہوا ہے پس اس کو شریعی معنی پر حمل کرنا مقدم ہے اور نیز اگر یہ صرف آدمیوں کو جنگا نے کو واسطہ ہو تو یہ حدیث کہ نہ رو کے کسی کو بلال کی اذان سہری کہانی سے بالکل لغو ہو جاوے گی اور اس کا کوئی معنی نہیں بن سکے گا اور نیز یہ حدیث کہ بلال را نکو اذان دیتا ہے تم کھایا پیا کرو یہی لغو ہو جاوے گی اور بعضے کہتے ہیں کہ حدیث بخاری کی محمول ہے زجر پر یا یہ کہ حضرت م اوسکی اذان کا اعتبار نہیں کرتے تھے سو جواب اسکا یہ کہ اچکا یہ فرمانا کہ اوہ مات کو اذان دیتا ہے تاکہ تہجد پڑھنے والی گھر کو ملے (آدین) صریح اس تاویل کے باطل ہونے میں اور نیز اگر جائز نہ ہوتی تو آپ اوس کو منع فرما دیتے پس آپ کی تقریر سنو مابین حدیث ثنائی

۴۴۴

أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا هَبْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْلَمَانُ الشَّيْبِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْعَتُ أَحَدُكُمْ إِذَا أَحَدًا مِنْكُمْ أَدَانَ بِلَالٍ مِنْ مَحْوَرَةٍ فَإِنَّهُ يُؤْذِنُ أَوْ يَنَادِي بِلَيْلٍ لِيَجْمَعَ قَائِمَتَكُمْ وَلَيْسَ بَيْنَكُمْ وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ الْفَجْرُ وَالصُّبْحُ وَقَالَ يَا مَعْشَرَ رِجَالِ قَوْمِي وَطَهَارَةٍ إِلَى اسْفَلِ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا وَقَالَ رُحْبَرٌ بِسَبَابَتِهِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ قَوْلًا أُخْرَى ثُمَّ مَدَّ هُنَا عَنْ يَمِينِهِ وَخَمَلًا عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ جَمَعَ ابْنُ مَسْعُودٍ

سے روایت ہو کہ حضرت م نے فرمایا کہ نہ رو کے کسی کو بلال کی اذان اوسکی سہری کہانے سے ہو واسطہ کہ بلال اذان دیتا ہے یا راوی نے کہا شاید ہی کرتا ہے رات سے تاکہ تم ہرگز سے جو تہجد پڑھتا ہو وہ آرام کر لے اور جو سوتا ہے وہ نماز اور سہری کہانے کے واسطہ جاگے اور صبح صادق وہ نہیں جو اس طرح ہو پھر حضرت نے اونگلیوں سے اشارہ کیا یعنی اپنے دونوں اونگلیوں کو ملا کر اونچا کر کے دکھایا پھر اونگوں کے کی طرف لائے یعنی جو لنبی اونچی روشنی اول ہوتی ہے اوسکا صبح صادق نہیں حضرت م نے فرمایا جب تک

اس طرح نہ اشارہ کرے اور نہ ہیر (راوی) نے ہذا کی تفسیر لوہ کی کہ اپنے کلمہ دوم انگلیوں کو ملا کر پھیلا یا داہنے اور بائیں یعنی صبح صادق وہ ہے جسکی روشنی جوڑی ہو **ف** مطلب اسکا یہ ہے کہ صبح دو قسم ہے ایک صبح کا ذیج جسکی یعنی روشنی ہوتی ہے اسوقت تک روزہ دار کو کھانا پینا حرام نہیں اور فجر کی نماز اسوقت درست نہیں دوسری صبح صادق جسکی روشنی جوڑی چکی ہوتی ہے اسوقت روزہ دار کو کھانا پینا حرام ہے میں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح صادق سے پہلے اذان دینی جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہو

حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو اسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّهُ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ الْقَائِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ قَافِرِ بْنِ عَمْرٍاءَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ الْقَائِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ يَلَاكَ يَفُودُنْ يَلِكِلْ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُوْذِنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ثُمَّ جَمْعَ ابْنُ عُمَرَ عَائِشَةَ مِنْ رِوَايَتِهِ أَنَّ فَزَايَا كَالْبَيْتِ بِلَالُ اتَّاتُ كُوْذَانَ دِيْنًا هِيَ سَوْتُمْ كَمَا يَأْتِي

۴۳۵

پیارا کہ جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیوے **ف** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صبح صادق سے پہلے اذان دینی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور صحاح نے اس حدیث سے دلیل بکڑی ہے کہ فجر سے پہلے اذان دینی جائز نہیں اس لیے کہ ابن عمر اور عائشہ رحمہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی اذان قریب قریب ہوتی تھی سو اسوقت ثابت ہوا کہ وہ دونوں کی اذان کے وسط کھڑے ہوتے تھے سو بلال بوقت کو خطا کرتے تھے اور ابن مکتوم اصل وقت پالتو تھے سو جواب اسکا یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت اوسکو مؤذن کیونکر مقرر کرتے اور اوسکے قول پر اعتبار کیونکر کرتے اور اگر ایسا ہے ہوتا تو یہ واقعہ انس کی کہی نا و ظاہر ہوتا ہمیشہ حالانکہ حدیث ابن عمر دلالت کرتی ہے کہ بلال کی ہمیشہ کی کئی عبادت تھی اور نیز انکھ والو کا اصل وقت کونہ پانا اور ایسا ہے کا اصل وقت کو پالینا عجب بات ہو حالانکہ وہ نو آدمی مجزئی تلاش کرتے تھے **بَابُ كَتْمِ بَيِّنَاتِ الْاَذَانِ وَالْاَقَامَةِ لِيَعْنِي اَذَانَ** اور اقامت کے درمیان کتنی دیر کرنی جائز ہے یا اونکے درمیان نمازین پڑھنی جائز ہیں **ف** غرض امام بخاری کی اشارہ کرنا ہے طرف اس حدیث کو جو جاہل سے روایت ہے کہ حضرت م نے بلال کو فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنی دیر کر کہ کھانے والا کھانی نہ

فارغ ہو جاوے اور پانی پینے والا پینے سے اور بول براز والابول براز سے اور بعضوں نے کہا کہ اس دیر کی کوئی حد نہیں جب نمازی جمع ہو جاوے اور وقت نماز پڑھ ہی جاوے بشرطیکہ وقت نماز کا قضا نہ ہو اور اذان اور اقامت کے درمیان نفل پڑھنے بالاتفاق جائز ہیں لیکن مغرب کے نماز سے پہلے نفل پڑھنے میں اختلاف ہے جیسے کہ آگے آویگا انشاء اللہ

قَالَ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَدَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ آذَانٍ صَلَوةٌ تَكْرَارًا لَنْ شَاءَ تَرْجَمَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْقِلٍ رَمَ مِنْ رَوَيْتِ هُوَ أَنَّ حَضْرَتَ مَنَیْ فَرَمَا یَا کَ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے پھر حضرت مَنَی نے فرمایا کہ جو چاہے سو پڑھے یعنی واجب نہیں **ف** اگر مرد و عورت اذانوں سے دو اذان میں رکھی جاوے تو جب بھی صحیح ہے اسلئے کہ اب معنی یہ ہوگا کہ درمیان دو اذانوں کے نماز پڑھنے سوائے فرضی نماز کے نفل بھی ہیں اور مطابقت احمدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے کہ او سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز جائز ہے

قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خُذْرَاءُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَدَّاهُ قَامَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَرَّرَتْ رُؤُوسُ السَّوَارِي حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذَلِكَ يَصْلُونَ دَعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْآذَانِ وَالْأَوَّلِ قَامَةٌ شَيْءٌ وَقَالَ عُمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ تَرْجَمَهُ انس رَمَ مِنْ رَوَيْتِ هُوَ أَنَّ حَضْرَتَ مَنَی فَرَمَا یَا کَ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے پھر حضرت مَنَی نے فرمایا کہ جو چاہے سو پڑھے یعنی واجب نہیں **ف** اگر مرد و عورت اذانوں سے دو اذان میں رکھی جاوے تو جب بھی صحیح ہے اسلئے کہ اب معنی یہ ہوگا کہ درمیان دو اذانوں کے نماز پڑھنے سوائے فرضی نماز کے نفل بھی ہیں اور مطابقت احمدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے کہ او سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز جائز ہے

قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خُذْرَاءُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَدَّاهُ قَامَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَرَّرَتْ رُؤُوسُ السَّوَارِي حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذَلِكَ يَصْلُونَ دَعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْآذَانِ وَالْأَوَّلِ قَامَةٌ شَيْءٌ وَقَالَ عُمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ تَرْجَمَهُ انس رَمَ مِنْ رَوَيْتِ هُوَ أَنَّ حَضْرَتَ مَنَی فَرَمَا یَا کَ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے پھر حضرت مَنَی نے فرمایا کہ جو چاہے سو پڑھے یعنی واجب نہیں **ف** اگر مرد و عورت اذانوں سے دو اذان میں رکھی جاوے تو جب بھی صحیح ہے اسلئے کہ اب معنی یہ ہوگا کہ درمیان دو اذانوں کے نماز پڑھنے سوائے فرضی نماز کے نفل بھی ہیں اور مطابقت احمدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے کہ او سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز جائز ہے

کہ حضرت م نے اصحاب کے اس عمل کو برقرار رکھا اور اصحاب نے اس پر حضرت کو سامنے عمل کیا تھا کہ حضرت کو آنے سے پہلے جلدی کر کے پڑھ لیا کرتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ نفل مستحب میں اور حضرت کا انکو نہ پڑھنا استحباب کی نفی پر دلالت کرتا بلکہ اس سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مؤکدہ نفل نہیں ہیں جیسے کہ ظہر کے اول اور بعد کے نفل مؤکدہ ہیں اور مذہب امام احمد اور اسحق اور ابی ہریرہ کا بھی یہی ہے کہ یہ نفل مستحب ہیں اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک یہ نفل جائز نہیں اور بعضوں نے کہا یہ نفل منہج میں پہلے سلام میں انکا حکم تھا بہر حال عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت ہوئی تو یہ نفل ہی منسوخ ہو گئے اسویہ دعویٰ نسخہ کا بالکل غلط ہے اس کو کوئی دلیل نہیں اور شرط نسخہ کی بیان پائی نہیں جاتی میں اور بعض ابن عمر رض سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ اسے کہا کہ میں نے حضرت کے زمانے میں یہ نفل کسیکو پڑھتے نہیں دیکھا اور چارون خلیفوں سے یہی منقول ہے کہ وہ انکو نہیں پڑھتے تھے سو جواب اسکا یہ ہے کہ حدیث انس رض کی جو مذکور چکی ہے وہ مثبت ہے اور ابن عمر کی حدیث نافی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر اور جو چارون خلیفوں سے منقول ہے وہ حدیث منقطع ہے اور بفرض تسلیم اس سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا ہو بلکہ کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی ہے اور حالانکہ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور ابی الدرداء اور ابی بن کعب اور ابی موسیٰ وغیرہ صحابہ سے انکا ہمیشہ پڑھنا ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ فتح الباری میں مذکور ہے اور جن بعض صحابہ سے نہ پڑھنا مروی ہے وہ ثابت نہیں اور بفرض تسلیم احتمال ہے کہ انکا نہ پڑھنا دنیا کے شغل کی وجہ سے ہو جیسے کہ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ہم حضرت م کے زمانے میں ہمیشہ ان نفلوں کو پڑھا کرتے تھے لیکن اب شغل دنیا کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتا ہوں اور بعد صحابہ کے بہت تابعین اور اماموں سے بھی انکا پڑھنا ثابت ہے اور امام مالک سے بھی اخیر قول میں انکا استحباب منقول ہے اور شافعیہ کے نزدیک انکا پڑھنا مستحب ہے اسی وجہ سے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ انکے پڑھنے سے مغرب میں دیر ہو جاتی ہے تو یہ خیال انکا فاسد مخالف ہے سنت کے باوجود دیکھو کہ بہت توڑی دیر میں پڑھ جاتے ہیں انکے نماز اول وقت سے مؤخر نہیں ہوتی ہے مگر ب دلیلوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انکو ہلکا پڑھنا جیسے فجر کی در رکعت ہلکی ہوتی ہے اور رکعت امین یہ ہے کہ دو اذانوں کے درمیان دعا و دعائیں ہوتی اور جب نماز مغرب کو پہلے

الحسن عن عبد الله بن بريدة عن عبد الله بن مفضل قال قال النبي صلى الله عليه وسلم
 ومثل بين كل اذانين صلوة بين كل اذانين صلوة ثم قال في الثالث ليزن
 ترجمہ اسکا اور پندر چکا ہے اور اس باب اور پہلے باب میں یہ فرق ہے کہ یہ باب لفظ
 حدیث سے باز اور پہلا باب بعض اس مضمون کا ہے جو اس حدیث سے نکلتا ہے لیکن
 اس کا کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے **باب** مَنْ قَالَ لِيُؤْذَنَ فِي السَّعَةِ مَكْرُوهٌ وَاحِدٌ
 سفر میں صرف ایک اذان کہنی چاہیے یعنی صبح وغیرہ نمازوں کے واسطے فقط ایک ہی اذان
 کہی جاوے **حدیثنا** معلى بن اسيد قال حدثنا وهيب عن ايوب عن ابي
 قلابه عن قتادة بن النخعي قال انبت النبي صلى الله عليه وسلم
 في نفسي من قومي فاقمتا عنده عشرين ليكتة وكان رجلا رفيقا فلما رآه
 شقنا الى اهلينا قال ارحبوا فكلوا فيهم وعلموهم وصلوا **فانما حضرت**
 الصلوة فليؤذن لكم احدكم وليؤمكم ائمة ثم ترجمہ ایک بن حویرث
 سے روایت ہے کہ ہم جب آدمی اپنی قوم کے حضرت م پاس حاضر ہوئے سو ہم حضرت
 پاس میں دیکھ کر ٹھہرے رہے اور حضرت م اسیوں کے ساتھ بہت رحم اور نرمی کرنے
 والے تھے سو جب آپ نے ہمارا اشتیاق اپنے گھر والوں کی طرف سے دیکھا تو فرمایا کہ پیچو
 پلٹ جاؤ اور اپنے گھر والوں میں ٹھہرے رہو اور انکو اسلام کے احکام سکھلاؤ اور
 نماز پڑھا کر و سوجب نماز کا وقت آوے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان دیوے
 اور چاہیے کہ تم میں بڑا امام ہو دے **ف** اس حدیث معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان کہنی
 چاہیے اس واسطے کہ وہ لوگ ابھی بالفعل سفر میں تھے سوجب سفر میں نماز کا وقت آوے تو
 اذان دینی ضرور ہوگی اسلیے کہ یہ بات یقیناً معلوم ہے کہ حضرت کی اس کلام کا یہ معنی
 نہیں کہ جب تک تم اپنے گھروں میں نہ پہنچو یا جب تک کہ تم اپنے گھر سے نہ نکلنا
 کہو بلکہ اگر راہ میں بھی نماز کا وقت آوے تو اذان اور نماز پڑھنی ضرور ہے اور پھر
 اس حدیث کے بعض مفسرین میں منافی لکھا ہے کہ جب تم سفر میں نکلو تو نماز کے
 وقت اذان دیا کرو جیسے آئندہ باب میں یہ حدیث آئیگی تو گویا امام بخاری نے اپنی
 حادیت کے موافق اس حدیث کے لائن سے اشارہ کر دیا ہے اس طرف کہ اس حدیث کے بعض
 مفسرین میں مسئلہ باب کا ثابت ہو جس معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان کہنی چاہیے اور یہ

یہی معلوم ہوا کہ سفر میں صرف ایک ہی اذان کہنی چاہیے اسلئے کہ حضرت نے اذکار کو صرف ایک ہی اذان کہنے کا حکم فرمایا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب میں اور قید سفر کی اسباب میں زائد ہے اسلئے کہ گھر میں بھی یہی حکم ہے کہ صرف ایک ہی اذان کہنا چاہئے خواہ سفر میں ہو خواہ گھر میں نماز کی صرف ایک اذان کہنی چاہیے اور غرض امام بخاری کی اگر رد کرنا ہے اس قول کو جو ابن عمر رضی سے روایت ہے کہ سفر میں صبح کی نماز میں دو بار اذان کہنی جاوے فانما اقام شافعی کے نزدیک کئی مؤذن رکھنے جائز ہیں لیکن مناسب یہ ہے کہ سب ایک بار اذان نہ دیوں بلکہ ایک کے بعد دوسرا اذان دیوے اور اگر مسجد بڑی ہو تو جائز ہے کہ ہر طرف میں ایک ایک مؤذن اذان دیوے خواہ ایک ہی وقت میں ہوں یا طرح طرح اگر شہر بڑا ہو اور اسکے کنارے دور دور ہوں تو ہر طرف ایک ایک مؤذن ایک وقت میں اگر اذان دیوے تو وہ بھی جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب علم اور فضیلت میں سب برابر ہوں تو بڑی عمر والا امام بنے اور اذان میں بڑے چھوٹے کا کچھ لحاظ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امارت اذان سے فضل ہے والد اعلم بالصواب **باب** الاذان **باب** للمسافر اذا كانوا جماعة ولا قامة وكذلك بعد فترتهم جب سفر آرمی ہوں تو چاہے سے نماز کے وقت اذان بھی کہیں اور اقامت بھی کہیں اور اسی طرح عرفات میں یعنی حج کے دن جب ظہر اور عصر کی نماز جمع کریں تو دہان بھی اذان اور اقامت دونوں کہیں اور اسی طرح مزدلفہ میں بھی یعنی حج کی دسویں رات میں جب مغرب اور عشا کو جمع کریں تو ان کے ساتھ بھی اذان اور اقامت دونوں کہیں وقول المؤذن الصلوة في الزمان في الليلة المباركة او المظيرة جس رات میں مینہ ہووے یا سردی ہو تو مؤذن اذان میں یہ کلمہ کہہ الصلوة في الزمان یعنی نماز اپنے گہروں میں پڑھو اس باب میں امام بخاری نے جماعت کی قید لگائی تو یہ قید بھی اتفاقی ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ اگر ایک ہو تو وہ اذان نہ کہے بلکہ اگر صرف ایک ہی آدمی ہو تو وہ اذان کہے جیسے مذہب ہے تین اماموں کا اور ٹوکرا کا اور ابن عمر رضی سے روایت ہے کہ اذان صرف لشکر کے واسطے ہے جس جماعت میں کوئی امیر ہو اسکے سوا اور مسافروں کے واسطے صرف اقامت کافی ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر مسافر اذان نہ کہے تو اسکی نماز نہیں ہوتی ہے مگر صحیح مذہب وہی ہے جو تین امام کہتے ہیں حکمنا مسلم بن ابراہیم قال حدثنا شعبه عن المهاجرين

امام بخاری نے صحیح بخاری میں اس حدیث کو جمع کیا ہے اور اس سے روایت کی ہے کہ اگر مسافر جماعت میں ہو تو اذان اور اقامت دونوں کہیں اور اگر ایک ہی آدمی ہو تو صرف اقامت کافی ہے

یہ سفر کا ذکر ہے لیکن اذان میں یہ لفظ کہنا سفر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگر مینہ کے دن گھر میں بھی یہ لفظ اذان میں کہا جاوے تو جائز ہے پس احمدیث سے مطابقت دوسرے مسئلے باب کے ساتھ ظاہر ہو گئی پس معلوم ہوا کہ مینہ اور سردی کے دن جماعت کو ترک کر دینا جائز ہے اور بعضی روایتوں میں ہوا کا بھی ذکر آیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک ہوا بھی ترک جماعت کو ایسے عذر ہے اور عرق اور زبرد و غیر کا حدیثوں میں ذکر نہیں لیکن امام بخاری نے اشارہ کر دیا طرف حدیث جابر رحمہ کے جو صفت جرمین ہے اور ابن مسعود رضی کی کہ ان دونوں سے عرفہ اور مزدلفہ میں اذان اور اقامت کو ساتھ نماز پڑھنی معلوم ہوتی ہے ۱۱۵
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَمَلِيسِ عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي حُجَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلَا بِلَالٍ فَيُخَاوِهُ يَلَالًا بِالْعَتَرَةِ حَتَّى دَكَّرَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلَا بِلَالٍ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ ترجمہ ابو حنیفہ رحمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت کو بطور (ایک مکان پر باہر کہ سے) میں دیکھا سو بلال کو پکارا آیا اور انکو نماز کی اطلاع پہ بلال برچھا لیکر نکلا یہاں تک کہ اسکو حضرت کے سامنے گاڑا اور نماز کی اقامت کہی ۱۱۶
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ معلوم ہوا کہ سفر میں اذان کہنی چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت احمدیث کی ترجمہ سے **باب** ۱۱۷ **هَلْ يَتَّبِعُ الْمُؤَذِّنُ مَا هُمْ نَا وَهُمْ نَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ كَمَا يُؤَذِّنُ كَمَا هُوَ فِي الْأَذَانِ** اور بائیں منہ پھیرنا جائز ہے ورنہ اگر عن بلال لہ جعل اصبعہ فی اذنیہ بلال رحمہ سے روایت ہے کہ اسنے اپنے گلہ کی دو انگلیوں کو پیر کا نون میں کیا یعنی اذان دینے کے وقت تاکہ آواز بلند ہووے اور لوگ معلوم کر جاویں کہ اذان کہتا ہے لیکن یہ اسوقت متصور ہو سکتا ہے جبکہ آدمی بہت جم ہوں یا دور ہوں گو گہرہ ہو تو کا نون میں انگلیاں دینے سے معلوم ہو جاوے گا کہ اذان کہہ رہا ہے وکان ابن عمر لا یجعل اصبعہ فی اذنیہ یعنی اور ابن عمر رحمہ اپنی انگلیوں کو کا نون میں نہیں کرتے تھے **ف** پہلے بلال رحمہ کے اثر میں امام بخاری صیغہ ترضی لایا ہے اور ابن عمر کے اثر میں صیغہ جزم کا لایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کی رائی ہی اسطرح ہے کہ اذان کے وقت دو انگلیوں کو کا نون میں نہ کیا جاوے اور ترمذی نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک سب سے کم عمر دن اپنی دو انگلیوں کو اپنے کا نون میں کرے والہ اعلم و قال

فأذا نداء بالصلاة فليحضر

۱۱۶

اس میں دلکشا ہے کہ سب نہیں تاکہ وہ اپنے بائیں منہ پیرنا اور کانوں میں انکلیان دنیا
 اسکے مخالف معادری وجہ ہے مطابقت ان اثر و ن باب سے روز اسکے اولی سبت
 بھی کافی ہے **باب** قول الرجل فانتنا الصلوة یہ کہنا جائز ہے کہ ہماری نماز
 فوت ہو گئی یعنی قضا ہو گئی و کہہ ابن سیرین ان تقول فانتنا الصلوة و لیقل
 لم ندرك وقول الشيخ صلى الله عليه وسلم احذر اور ابن سیرین نے یہ کہنا
 مکروہ رکھا ہے کہ ہمارے نماز فوت ہو گئی اور چاہیے کہ کہے کہ ہم نے نماز کو نہیں پایا اور امام
 بخاری نے فرمایا کہ حضرت کا فرمانا صحیح ہے **ف** مطلب امام بخاری کا اس باب سے ابن
 سیرین پر رد کرنا ہے یعنی حضرت کی مشہور آتی ہے وہ صحیح ہے اور ابن سیرین کا یہ
 قول صحیح نہیں اس لیے کہ حدیث آئندہ میں فوت کا لفظ صریح موجود ہے اور وہ حدیث یہ
 ہے حدثنا ابو نعیم قال حدثنا شیمان عن جحی عن عبد اللہ بن ابی قتادة
 عن ابيه قال بينما نحن نصلی مع الشيخ صلى الله عليه وسلم اذ سمع
 جلیة رجال فالتصا قال ما شأنكم قالوا استجلبنا الى الصلوة قال فلو
 تفعلوا اذا انتم الصلوة فعلنكم السكينة فما اذركم فصلوا وصا
 فانكم فامتموا ترجمہ ابو قتادہ رحمہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ ہم حضرت
 کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے آدھیوں کے بلانوں کے آواز سنے یعنی
 دوڑے چلے آتے تھے سو جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا کیا حال ہے تمہارا یعنی تم نے
 اتنی جلدی کیوں کی اوہنوں نے کہا کہ ہم نے نماز کے واسطے جلدی کی تھے کہ جماعت
 لمجاوے فرمایا ایسا نہ کیا کہ جب تم نماز کی طرف آؤ تو آرام اور چین سے آؤ یعنی
 جلدی نہ کرو آہستگی سے چلو پس جتنی نماز امام کے ساتھ پاؤ و تنی پڑھو اور جو فوت ہو جاوے
 یعنی چھوٹ جاوے اسکو آپ تمام کر لو **ف** پس معلوم ہوا کہ جماعت کے واسطے چٹنا مکروہ
 ہے اس واسطے کہ جلدی میں دم ہول جاتا ہے نماز میں سے نہیں ہوتی ہے اور یہی مذہب ہے
 امام احمد کا اور غرض امام بخاری کی اسباب سو یہ ہے کہ احمد میں صریح لفظ فوت ہونی
 نماز کا آگیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ کہنا جائز ہے کہ ہماری نماز فوت ہو گئی اور یہی وجہ ہے
 مطابقت کی باب سے اور اس نے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز کا کسی امر نوید کی طرف ہو
 ہو جاوے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی **باب** ما اذركم فصلوا و ما فانكم

لا یغنی الی الصلوة و ما فانكم

فَاتِمُوْا مَالَكُمْ اَبُو قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَهِى عَنْ مَازِجِ جَمَاعَةٍ كَمَا سَأَلَهُ بِأَوْ
 وَتَنِي بِرُّهُوَ اور جو چھوٹے سے اوسکو آپ تمام کو ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو حضرت
 سے روایت کیا ہے حَدَّثَنَا اَبُو اَدَمٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذَرٍّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ
 عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 اِذَا سَمِعْتُمْ اِلَّا قَامَةً فَاَمْسُوْا اِلَى الصَّلَاةِ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ وَالْوَقَادُ وَلَا تُشْعِرُوْا
 كَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
 نے فرمایا کہ جب تم نماز کی تکبیر اور قنوت اور صلوٰۃ سنو تو چلو جماعت کے واسطے ٹھہرے ہوئے
 آہستگی اور آرام سے اور نہ جلدی کرو سو جتنی نماز جماعت کے ساتھ پاؤ و تنی پڑھو اور جو چھوٹے
 اوسکو آپ تمام کو **ف** اس حدیث کو معلوم ہوا کہ اگر جماعت سے کچھ بھی نہ ملے اور بالکل
 خالی رہے تو جب بھی اوسکو جماعت کا ثواب ملجاوے گا کیونکہ وہ نماز میں ہے اور نیز
 نہ جلدی کرنے سے بہت قدم حاصل ہوتے ہیں سو جتنے قدم زیادہ ہوں گے و تنہا ہی ثواب
 زیادہ ملے گا اور بعضی حدیثوں میں صریح آچکا ہے کہ اگر جماعت کی نماز سے صرف ایک
 سجدہ ہی ملجاوے تو تمام نماز کا ثواب ہو جاتا ہے اسلئے کہ اس حدیث میں تنویری یا
 بہت نماز کا ذکر نہیں ہے بلکہ جتنی پاوے و تنی پڑھے اور یہی مذہب جمہور علماء کا اگر کوئی
 سوال کرے کہ حدیث میں اَذْكُرْ رُكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ الخ سے جو اور گزر چکی ہے معلوم ہوتا ہے
 کہ رکعت کو کم پانے میں جماعت کا ثواب نہیں ملتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ اوسکے
 واسطے ہے جسکو کوئی عذر نہ ہو اور جسکو عذر ہو جیسے کہ دور سے چلکر آوے تو اوسکو اگرچہ
 جماعت کی کچھ بھی نہ ملے تب بھی اوسکو جماعت کا ثواب ملجاوتا ہے اور اسی حدیث سے
 یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحب ہے مقتدی کے لیے کہ امام کو جس حالت میں پاوے وہیں ملجاوے
 اور اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نماز کی طرف جلدی نہ کرے اور بعضوں نے کہا
 ہے کہ اگر تکبیر کے وقت ہو جائے گا خوف ہو تو جلدی کرنی جائز ہے لیکن یہ قول انکا
 صحیح نہیں اسلئے کہ اسی حدیث میں جلدی کرنے کی صریح ممانعت آچکی ہے اور اس میں اختلاف
 ہے کہ مقتدی نے مثلاً چار رکعت فرض سے امام کے ساتھ دو رکعت اخیر کی پائی ثواب
 یہ دو رکعت اول نماز کا شمار کیا جاوے یا آخر نماز کا حقیقہ کہتے ہیں کہ یہ نماز کا آخر ہے

جیسے کہ امام کی نماز آخریت اور جمعہ در علما کا کہتے ہیں کہ نماز کا اول ہر گرج صحیح قول جمہور کا ہے صحیح
مذکورہ بارے میں مذکور ہو اور وجہ مطابقت اس حدیث کی باب ہوا ظاہر ہے **باب** یعنی
يَقُومُ النَّاسُ اِذَا رَأَوْا الْاِمَامَ يَخْدَعُوْنَ اَمَامَةً نَّمَازُكَ تَجْبِرُ بِكَ وَتُكْرِمُكَ وَتُجْزِيكَ وَتُجْزِيكَ
نیز دیکھ لیوین تک جماعت کو اس طرح اذیتیں یعنی تجبیر کے وقت بدون امام آئے عجات
کے یہ کہہ رہے نہ ہوں **حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبِرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ يَحْيَى
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقِمْتَ
الصَّلَاةَ فَلَا تَقْوُمُوا حَتَّى تَرَوْهُ** ترجمہ اذیتا دہ رمضان سے روایت ہو کہ حضرت م نے
فرمایا کہ جب تک کہ جب تک مجھ آتے دیکھ نہ لیا کرو **ف** حضرت م کا کہہ سجد
سے مانتا ہوا تھا آپ کہہ رہے تھے جب فرض کی تجبیر ہوئی تو جب حضرت م کہہ رہے تھے
لائے تھے لوگ تجبیر کے ہوتے ہی اوشہ کہہ رہے ہوتے سو فرمایا کہ بدون میرے آؤ نہ اٹھا
کرد امام شافعی کے نزدیک جب تجبیر تمام ہو تو لوگ نماز کو اذیتیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک
حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت امام اور مقتدی کہہ رہے ہوں اور قدامت الصلوۃ کے وقت
نماز شروع کریں اور امام مالک کے نزدیک شروع تجبیر کے وقت کہہ رہے ہوں اور بعضوں کا
کچھ اور مذہب ہے کہ جب امام مسجد میں نہ ہو تو جب تک امام نہ آوے تب تک مقتدی نہ اذیتیں
اگرچہ تجبیر ہی ہو جاوے اور امام مسجد میں ہو تو امام شافعی اور ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک جب
اقامت ہو فزع ہووے تو مقتدی کہہ رہے ہو جاوے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ
جمہور کا قول صحیح ہے اور باقی سب قول بے دلیل ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا
امام کے آنے سے پہلے بھی اقامت کہنی جائز ہے بشرطیکہ امام سستا ہو اور دوسری حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حضرت م کہہ رہے نہ نکلتے بلال رنم تجبیر نہ کہتے تو ان دونوں
درمیان تطبیق اسطور سے ہو کہ شاید بلال رنم حضرت کی راہ دیکھتا رہتا ہو گا سو جب اول اول
حضرت م کہہ رہے نہ نکلتے تو آپ کو دیکھ کر بلکہ شروع کر دیتا اور اوشہ اٹھوا کر لوگ نہیں دیکھتے
تھے پر جب حضرت کو دیکھ لیتے تو کہہ رہے ہو جاتے اور بعضی حدیثوں میں کہ حضرت م کے
آنے سے پہلے تمام صفین برابر ہو جاتی تھیں جیسے کہ حدیث آئندہ سے معلوم ہوتا ہے سو
یہ بھی ابو قتادہ کی حدیث کے معارض نہیں اسلئے کہ یہ کہی بیان جواز کے واسطی واقع ہوا
ہو گا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تجبیر تحریمہ کے درمیان دیر کرنا جائز ہو

مذکورہ امام کا کہہ سجد
مذکورہ امام کا کہہ سجد
مذکورہ امام کا کہہ سجد

مذکورہ امام کا کہہ سجد
مذکورہ امام کا کہہ سجد

سوائے لوگوں کو نماز پڑھانی **ف** احمدیث سے معلوم ہوا کہ جب امام مقتدیہ کو کہے کہ ہیرے
 رہو تو ان کو لائق ہے کہ ہیرے زمین اور سبکی انتظار کریں یعنی ایسا کریں کہ اسکی جگہ
 دوسرے امام کو کھڑا کر دیں یا جدا جدا ہو جاویں اور یہی ہے وجہ مطابقت احمدیث کی
 باب سے مگر یہ حکم وجہ نہیں جائز یا مستحب ہے **باب** قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْتُ نَا
 یہ کہنا جائز ہے کہ میں نے نماز نہیں پڑھی **ف** ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ یہ کہنا جائز
 نہیں کرتے نے نماز نہیں پڑھی سو امام بخاری کی غرض اسے یہ کہہ کر کہتے جو نخعی سے
 منقول ہو یہ مطلق نہیں بلکہ یہ کہنا اسی شخص کو کہہ رہے جو نماز کی انتظار کر رہا ہو ایسے
 اگر نماز کی انتظار کرنے والا نماز میں ہوتا ہے **حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ**
عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ أَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ الشَّيْخَ صَلَّيَ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْاِخْتِطَابِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَاللَّهِ مَا كِدْتُ أَن أَصِلَكَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرَ
الصَّائِمُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ مَا مَلَكَتْهَا نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَطْحَانَ وَأَنَا مَعَهُ فَنَوَّضْنَا ثُمَّ صَلَّيَ الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ
الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّيَ بَعْدَ مَا الْمَغْرِبُ ترجمہ جابر بن عبد اللہ رحمہ سے روایت ہے
 کہ خندق کے دن عمر فاروق حضرت مہاجرؓ نے سوغڑ کی کہ یا حضرت مہاجرؓ نہیں نزدیک نماز
 کو نماز پڑھوں یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا اور یہ عرض کیا عمر فاروقؓ کہ بعد اسوقت کہ تھا کہ روزہ
 دار روزہ کہوے یعنی مغرب کا وقت ہو گیا تھا سو حضرت مہاجرؓ نے فرمایا تم خدا کی مین نے
 بھی نماز نہیں پڑھی سو حضرت مہاجرؓ کی طرف گھوڑے بھی آپ کے ساتھ تھا سو آپ نے
 وضو کیا پھر عصر کی نماز پڑھی سورج ڈوبنے سے پہلے پھر بعد اس کے مغرب کی نماز پڑھی **ف**
 احمدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ کہہ بولے کہ میں نے نماز نہیں پڑھی ہے تو ایسا کہنا
 جائز ہے ایسے کہ حضرت مہاجرؓ نے خود فرمایا کہ میں نے بھی نماز نہیں پڑھی اور یہی وجہ ہے مطابقت
 احمدیث کی آپ سے اور اسطرح یہ کہنا بھی جائز ہے کہ ہماری نماز فوت ہو گئی اسطرح
 اگر کافر منکفہ میں مشغول ہوے یا بھول سے کہہ بیٹھے تو یہ مکرہ نہیں ہے **باب**
 الْأَمَامِ تَعْرِيفُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْأَقَامَةِ نَازِلِي تَكْبِيرِهِ جَوَابُ كَوْنِ كَوْنِي مَرْدٍ
 پیش اسے تو کیا کرے یعنی اسکو اپنی حاجت کا رد کرنا جائز ہے یا نہیں **حَدَّثَنَا**

ابو معمر عبد اللہ بن عمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا عبد العزيز بن هرون مہدی عن انس قال اقيمت الصلوة و النبي صلى الله عليه وسلم يماجي رجلا في جانب المسجد فما قام الى الصلوة حتى نام القوم ترجمہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر ہو گئی اور حالانکہ حضرت ایک مرد سے بات چیت کر رہے تھے مسجد کے کنارے میں سو کھڑے ہوئے طرف نماز کے تنگ کہ لوگ سو گئے یعنی بہت دیر تک اوسے بات چیت کرتے رہے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد اگر ان کو کوئی کام پیش آ جاوے تو نماز کے شروع کرنے سے پہلے وہ کام کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی اقامت اور تکبیر تحریم کے درمیان دیر کرنی جائز ہے جبکہ کوئی ضرورت ہو اور بلا حاجت دیر کرنی مکروہ ہے اور غرض امام بخاری کی اس باب سے رو کرنا ہے خفیہ پر وہ کہتے ہیں اگر نماز کی تکبیر ہو جاوے تو اس وقت امام کو تکبیر تحریمہ کہنی واجب ہے اور اقامت اور تکبیر تحریم کے درمیان دیر کرنی جائز نہیں سوا امام بخاری کی غرض اسباب سے یہ ہے کہ یہ قول خفیہ کا صحیح نہیں ہے بلکہ اقامت اور تکبیر تحریم کے درمیان دیر کرنی جائز ہے جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے **باب** الكلام اذا اقيمت الصلوة جب تکبیر نہانگی ہو جاوے تو اس وقت کلام کرنے کا کیا حکم ہے **ف** پہلے باب اور اس باب میں فرق ہے کہ پہلے باب میں امام کی حجت کا ذکر تھا کہ اگر اوس کو کوئی حاجت پیش آوے تو اوس کے ساتھ مشغول ہونا جائز ہے اور اس بات پر تکبیر ہو جانے کے بعد کلام کرنی کا جو معلوم ہوتا تھا امام ہونہوہ مقتدی ہو گا **حدثنا عياض بن ابي الوليد قال حدثنا عبد الله بن ابي حمزة قال سألنا ثابته البصري عن الرجل يشك بعد ما اقام الصلوة فحدثني عن انس بن مالك قال اقيمت الصلوة فقام من النبي صلى الله عليه وسلم رجل فجلس بعد ما اقيمت الصلوة ترجمہ حمید سے روایت ہے کہ میں نے ثابت سے پوچھا کہ جو آدمی نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد کلام کرے اوس کا کیا حکم ہے سوائے مجھ کو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی وہ یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز کی تکبیر ہو گئی سوا ایک مرد حضرت امیر سامنے آیا یعنی اوس نے عرض کی کہ مجھ کو آپ سے کچھ حاجت ہے سوا اوس نے حضرت امیر کو روک کہا**

مل جایا کرتی یا دو یا چوں مل جایا کرتے تو کوئی آدمی نماز سے غفلت نہ کرتا سب حاضر ہوتے لیکن
 ثواب آخرت کو واسطہ نماز کی پوری حاضر نہیں ہوتا ہے یعنی دنیا کی خیس اور بقدر چیز کو بھی ثواب
 آخرت سے بہتر جانتے ہیں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کو ساتھ نماز پڑھنا فرض
 عین ہے اسلئے کہ اگر جماعت کی نماز سنت تھا تو اس کے تارک کو جلا دینے کا ذریعہ بنایا
 جاتا اور فرض کفایہ ہوتی تو صرف حضرت م اور آپ کے صحاب کا جماعت کو قائم کرنا کافی ہوتا
 اور دوسرے لوگوں کو سر سے جماعت کی پابندی اتر جاتی پس معلوم ہوا کہ جماعت فرض عین
 ہے لیکن صحت نماز کے لئے شرط نہیں اسلئے کہ دوسرے حدیث میں آگیا ہے کہ جماعت کی
 نماز میں اکیلے آدمی کی نماز سے سائیس حصے زیادہ ثواب ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا نماز
 پڑھنے کو بھی کچھ ثواب ملتا ہو تو ہر اسی اسی اور جب ثواب مل گیا تو معلوم ہوا کہ نماز ہو جاتی ہے
 ورنہ اس پر ثواب ملنے کا کوئی معنی نہ تھا بلکہ گناہ لازم آتا لیکن اس حدیث کی لوگوں نے بہت
 تاویلین کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ جلا دینے کو وعید ممکن ہے کہ فرض کفایہ کی ترک میں وارد
 ہوئی ہو جیسے کہ فرض کفایہ کے تارک کو ساتھ لڑائی جائز ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ جلا دینا لڑائی
 سے خاص ہوا ان دونوں میں فرق ہے کہ لڑائی اسی وقت جائز ہوتی ہے جب کہ سب لوگ
 ترک کر دیں بخلاف جلا دینے کو اوس میں ہسکا ترک کرنا شرط نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت م
 نے جماعت میں نہ آنے والوں کی طرف جانے کا قصد کیا پس اگر جماعت فرض عین ہوتی تو
 اس کے ترک کا قصد کرتے حالانکہ ترک جماعت کا قصد کیا سو جواب اسکا یہ ہے کہ وجب کا ترک کر
 دینا جائز ہے جبکہ اسے بڑھ کر کوئی اور وجب و مان موجود ہو اور یہاں اس کا لڑائی کا لڑائی کا نہ
 آنا بڑا ہی اسی وجب تھا پس اس کے واسطے جماعت کو ترک کر دینا جائز تھا اور نیز جماعت کا ترک
 پھر اگر بھی ہو سکتا تھا کہ حضرت م باقی رہے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھانے اور بعض نے یہ تاویل
 کرتے ہیں کہ اگر جماعت فرض ہوتی تو جب حضرت م نے جلا دینے کی وعید فرمائی تو اس وقت
 یہ بیان فرمانا بھی ضروری تھا کہ جو جماعت میں نہ آوے اسکی جماعت نہیں ہوتی ہے سو جواب
 اسکا یہ ہے کہ اچکا بیان فرمانا کہی تو صاف ہوتا ہے اور کہی دلالت ہوتا ہے سو جب اپنے
 فرمانا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اونکے گھر جلا دوں تو اسنے دلالت کی اس پر کہ جماعت میں
 حاضر ہونا واجب ہے اور یہی کافی ہے واسطے بیان کے اور بعض نے یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ
 حدیث ٹھیک اور زجر کے موقع میں وارد ہوئی ہے ظاہر معنی اسکا مراد نہیں بلکہ مراد مبالغہ ہے

جیسے کہ مسلمانوں کے حق میں کافروں کے عذاب کو عید آچکی ہو حالانکہ وہ عذاب مسلمانوں کو
 کرنا بالاجماع منع ہے سو جواب اسکا یہ ہو کہ آگ سے جلا دینے کی منسوخی ہونے کے بعد منع
 وارد ہوا ہے اور پہلے اس سے آگ کر ساتھ جلا نا جائز تھا جیسے کہ ابو ہریرہ کی حدیث سے
 جو جھاد میں آویگی اسکا جائز ہونا اور منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے پس اس زجر کو اپنے حقیقی معنی
 پر حمل کرنا محال نہیں ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اگر جماعت فرض میں ہوتی تو زجر اور جہرک بعد ازاں
 جلا نا ترک نہ کرتے حالانکہ آپ نے صرف جہرک یا تہا کسی کو جماعت کی ترک سے جلا یا نہیں پس
 انکا جلا دینا واجب تھا سو جواب اسکا یہ ہے کہ حضرت مینمین قصد کرتے تھے مگر اسی کام کا
 جہرک کرنا آپ کو جائز ہوتا اور آپ کا ترک کر دینا ہو یہ عدم فرضیت پر دلالت نہیں کرتا ہے احتمال
 ہے کہ وہ ترک جماعت سے باز آگئے ہوں اور نصیحت قبول کر لی ہو علاوہ ازیں حضرت کا جلا نا
 سے باز رہنا سوجہ سے تھا کہ گہرین عورتیں اور بال بچے تھے جیسے کہ دوسرے حدیث میں یہ صریح
 آچکا ہے اور بعضے یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس حدیث میں وہ لوگ نہیں جو جماعت میں نہیں آتے
 تھے بلکہ وہ گمراہین جو بالکل نماز کے تارک تھے سو جواب اسکا یہ ہے کہ دوسری حدیث مسلم وغیرہ
 کی میں صریح آچکا ہے کہ وہ عشاقی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعضے یہ تاویل کرتے ہیں
 کہ جماعت کا فرض ہونا پہلے اسلام میں تھا اب منسوخ ہو گیا ہے ساتھ اس حدیث کو کہ جماعت کی
 نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب کہتی ہے اسلیے کہ فضیلت چاہتی ہے کہ
 اصل فضیلت میں دونوں نمازیں شریک ہوں اور جائز ہونا اوسکو نیک ہے سو جواب اس تاویل کا
 شیخ الاسلام نے فتح الباری میں کچھ نہیں دیا بلکہ اسکی تقویت کر دی ہے لیکن مسترحم
 کہتا ہے کہ اگر احمدیہ کو اس تقریر مذکور سے فرضیت جماعت کا نسخہ نہیں آیا جاوے تو جماعت
 کا سنت ہو کہ وہ ہونا بھی بالکل باطل ہو جاوے گا بعینہ اسی تقریر سے حالانکہ سنت ہو کہ وہ
 اسکے میں کسی کو بھی کلام نہیں اسلیے کہ آپ نے اوسپر ہیشگی کی ہے اور ترک سنت ہو کہ وہ
 سے بھی گناہ ہوتا ہے پس جو ان کے مخالف ہوں گان اگر ترک سنت ہو کہ وہ میں گناہ نہ ہو
 تو یہ منسوخ ہو سکتی ہے واللہ اعلم لیکن اگر احمدیہ کو صرف تنذیر اور مبالغہ پر محمول کیا جاوے اور
 ظاہری معنی اوسکے مراد نہ رکھی جاوے اور اسکو تطبیق کے ان دونوں حدیثوں میں تو دعویٰ
 نسخہ سے یہ بہتر ہے اسلیے کہ جب تک تطبیق ممکن ہووے دعویٰ نسخہ جائز نہیں ہے
 بہر حال جماعت کو سنت ہو کہ وہ ہونے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور احمدیہ کے لوگوں نے

اور کئی تاویلین کی ہیں مگر سب کا جواب فتح الباری میں موجود ہے شائق اور سکا مطالعہ کرے اور کلم علم کے واسطے اتنا ہی کافی ہے اور جماعت عشا اور فجر کو شاید اس واسطے خاص کیا کہ اور نمازون میں مشغول دنیا کا گمان ہوتا ہے اور اکثر لوگ کار بار دنیا میں مشغول ہوتے ہیں اور مسجد میں سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عذاب کرنے پہلے ڈرانا جائز ہے اور یہ کہ سجدہ میں کو اچانک پکڑ لینا جائز ہے کہ آنکو خبر بھی نہ ہو اور یہ کہ عذر سے ترک کرنا جماعت کا جائز ہے اگرچہ فرض ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ ابو داؤد کی روایت میں آچکا ہے کہ بلا عذر اور بلا علت جماعت کوئی جماعت ترک کرے اس کے حق میں یہ وعید ہے اور یہ کہ امام یا اسکے نائب کو جماعت کا ترک کرنا جائز ہے جبکہ لوگوں کو جماعت کے لیے گھروں سے نکالنے جاوے اور جمعہ کا یہی حال ہے کہ اوس میں بھی امام کو ایسے عذر کے واسطے ترک جماعت کرنا جائز ہے

باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ نماز جماعت کے ثواب کا بیان و كَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا قَامَتْ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ اِلَى مَسْجِدٍ اُخَرَ لِيُصَلِّيَ جِبِ اسود سے جماعت فوت ہو جاتی تو جماعت کے واسطے دوسری مسجد میں چل جاتی وَجَاءَ اَتْنَبْنُ مَالِكٍ اِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صَلَّيَ فَيَنْزِلُ فَاذَنَ وَاَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً لِيَعْنِي اُس بن مالک ایک مسجد میں آئے کہ اوس میں نماز ہو چکی تھی سو انہوں نے اذان دی اور کبیر کہی اور جماعت سے نماز پڑھی

باب ان دونوں اثرون سے معلوم ہوا کہ جماعت کا بہت بڑا ثواب ہے اس لیے کہ اگر جماعت میں ثواب نہ ہوتا تو اسود تابعی اول وقت کی فضیلت ترک نہ کرتے اور دوسری مسجد میں جماعت کر لیے نہ جانے بلکہ فوراً نماز پڑھ لیتے اس طرح اگر جماعت میں ثواب نہ ہوتا تو اس نے دوبارہ اذان نہ دیتے اور جماعت نہ کرتے اور یہ سب معلوم ہوا کہ جماعت ہی نماز پڑھنے کا ثواب جو حدیث میں وارد ہوا ہے تو وہ صرف اسی شخص کے واسطے ہے جو مسجد میں جماعت سے پڑھے اور جو اپنے گھر میں جماعت کرے اس کو یہ ثواب نہیں ہے

پس وجہ مطابقت ان اثرون کی باب سے ظاہر ہو گئی حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ تَارْفِيعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَوَةُ الْجَمَاعَةِ نَفْضُ الْفَقْدِ يَسْبِعُ وَخَمْسِينَ دَرَجَةً تَرْجَعُ تَرْجَعُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ رُوَيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَوَةُ الْجَمَاعَةِ نَفْضُ الْفَقْدِ يَسْبِعُ وَخَمْسِينَ دَرَجَةً تَرْجَعُ تَرْجَعُ

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ ابْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَرْدِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً
 ترجمہ ابو سعید خدری رحمہ سے روایت ہو کہ حضرت م نے فرمایا کہ نماز جماعت کی تنہا آدمی کی نماز سے پچیس حصے افضل ہے حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ
 قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا صَالِحٌ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَاعَفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ
 لِمُسُوْقِهِ خَمْسَةً وَعِشْرِينَ ضِعْفًا ذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى السَّجْدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةً وَحُطَّتْ
 عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَصَلِّي عَلَيْكَ مَا دَامَ فِي مَصَلَاةٍ
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْكَ اللَّهُمَّ أَجْمَعُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انْظَرَّ الصَّلَاةَ
 ترجمہ ابو ہریرہ رحمہ سے روایت ہو کہ حضرت م نے فرمایا کہ مرد کی نماز جماعت اس کے گھر
 اور بازار کی نماز سے بیس اور پانچ درجے زیادہ ہے یعنی پچیس ایسا میں اور اس کا سبب
 ہے کہ جب آدمی نے وضو کیا اور سکو سنوارا یعنی زانیض اور سنتوں کی رعایت کی اور نہ
 اسراف کیا اور نہ قصور کیا پھر سجد میں اس حالت کو کہ سوائے نماز کے اس کے جنبش کا کوئی سبب
 نہ ہو تو ایسا شخص کوئی دُک یعنی قدم نہ چلے گا مگر کہ خدا اس قدم کے سبب سے اس کا ایک درجہ
 بلند کرے گا اور اس کی جہت ہو اس کا گناہ دور کرے گا سو جب نماز پڑھے تو ہمیشہ فرشتے اس کو دعا
 کرتے ہیں اور رحمت بھیجتے ہیں جب تک کہ اس مکان میں بیٹھا رہے گا جس میں نماز پڑھ
 چکا ہے فرشتے کہتے الٰہی اس کو بخش دے الٰہی اس پر رحم کر اور ہمیشہ آدمی نماز میں ہے جب
 تک کہ اس کی انتظار کرتا ہے یعنی جو مدت نماز کی انتظار میں گزرے گی وہ بھی نماز میں
 شمار ہوگی نماز پڑھنے کو برابر انتظار کا ثواب ملے گا **ف** ان حدیثوں سے معلوم ہوا
 کہ جماعت کی نماز کا ثواب بڑا ہے کہ تنہا آدمی کی نماز سے پچیس حصے اس کا ثواب
 زیادہ ہے اور جماعت کی نماز کے ثواب زیادہ ہونے کے کئی سبب ہیں ایک یہ کہ مؤذن کو
 جواب دینا جماعت کی نیت ہو دوم جماعت میں اول وقت جانا سوم سجد کی طر ف آرام سے
 چلنا چھدم سجد میں دعا کرتے داخل ہونا اور سجد میں داخل ہو کر تحیت السجد کی دو رکعت
 نماز پڑھنی ان سبب میں اصل نیت جماعت کی ہوتی ہے ششم جماعت کی انتظار کرنا ہفتم

۲۵۶

تائیس

وَرْتَنُوْكَ اِسْكَ لِيْ عَا مَلِكًا هَشْتَمَ زَشْتُوْكَ اَوْ سَكِيْ لِيْ كُوْا هِيْ دُنْيَا نَهْمَ اَقَامَتْ كَا جَوَابِ دُنْيَا دَهْمَ
 اَقَامَتْ كَے وقت شمر شیطان سے سلامت رہنا یا زوہم امام کی نیت کی کٹہر سے ہو کر انتظار کرنا
 دو از دہم امام کے ساتھ تحبیر تحریر یا ناسیر دہم صفو کا برابر کرنا چہار دہم امام کے مع اللہ من حمد
 کا جواب دینا یا نزدہم ہوں جانے سے اکثر بخیر اور جب امام ہوں جاوے تو اوسکو سبحان اللہ سے
 خبردار کرنا یا اوسکی وزارت کا کہو دنیا شاز دہم خشوع کا ہونا اور غفلت کی سلامت نہنا مفہ دہم
 ہیئت اور صورت کا اچھی طرح رکنا ہشروہم ورتنو کا اوسکو ڈانک لینا نوز دہم وزارت کا سیکھنا
 اور ارکان کا یاد رکھنا بستم اسلام کی علامت کا ظاہر کرنا بست یکم جماعت سے شیطان کا ناک ٹہی پر
 منابست و دوہم نفاقی سے سلامت نہنا بست وسوم امام پر سلام کا رد کرنا بست و ارم
 نفع اوٹھنا ناگوار کی جہم ہو کر دعا اور ذکر کرنے سے اور کامل آدمی کی برکت سے ناقص آدمی کی نماز کا کاش
 نہنا بست و تجمہ مسایون اور یارون کے درمیان الفت کا قائم رہنا اور نماز کے وقتون میں
 انکی ملاقات حاصل کرنا اور یہ کہ علم آدمی علم دالے سے نماز کے احکام کیلئے لیکن ان اسباب کا مقتضی
 یہی ہے کہ جماعت سے پچیس حصہ زیادہ ثواب ملنا اوسی وقت ہو جبکہ جماعت مسجد میں ہو جیسے کہ حدیث
 ابی ہریرہ میں آئے ہیں اور باقی رہا یہ امر کہ بعضی حدیثوں میں ستائیس حصہ کا ذکر ہے اور بعضی حدیثوں
 میں پچیس حصہ کا ذکر ہے تو انہیں تطبیق دینی ضرور ہے سو جانا چاہیے کہ ان دو نوعہ دون میں تطبیق
 کئی طور سے ہو سکتی ہے ایک یہ کہ کم عدد کے ذکر کرنے سے اکثر عدد کی نفی نہیں نکلتی ہے دوم یہ کہ
 ستائیس حصہ ثواب اوسکو ملتا ہے جبکی مسجد دور ہو اور پچیس حصہ اوسکو ملتا ہے جبکی مسجد قریب ہو سوم
 یہ کہ جبکہ نماز میں توجہ اور خلوص زیادہ ہو اوسکو زیادہ ثواب ملتا ہو اور جبکہ کم ہے اوسکو کم ہے
 چہارم یہ کہ جو جماعت کی انتظار کرے اوسکو زیادہ ثواب ہے اور جو انتظار نہ کرے اوسکو کم پچیس
 کہ جو کل نماز جماعت کو ساتھ پاوے اوسکو ستائیس حصہ ثواب ہے اور جو ٹوڑی نماز جماعت سے
 پاوے اوسکو پچیس حصہ ثواب ہو ہشتم یہ کہ اگر جماعت زیادہ ہو تو ثواب بھی زیادہ ہے اور اگر جماعت
 کم ہو تو ثواب بھی کم ہے ہفتم یہ کہ نماز فجر اور عشاء میں ثواب زیادہ ہے اور باقی نمازوں میں کم
 ہے ہشتم یہ کہ ستائیس حصہ ثواب ان نمازوں میں ملتا ہے جنہیں قرآن پڑھا کر پڑھی جاتی ہے اور
 پچیس حصہ ثواب انہیں جنہیں قرأت آیت پڑھی جاتی ہے اور یہ وجہ اخیر کی زیادہ صحیح معلوم ہوتی
 ہے جیسے کہ آئندہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اس عدد خاص کو معین کرنے کی کیا حکمت ہے اسکی وجہ
 سوانہی کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی ہے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ عدد جماعت کی نماز کو واسطے

میں ہوتا ہے اور انہی کے لئے جو نماز پڑھتا ہے اور حدیث ابو ہریرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ستائیس حصے زیادہ ثواب ملتا اسی کے حق میں خاص ہے جو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھے اور جو بازار یا گھر میں جماعت سے نماز پڑھے اسکو یہ ثواب نہیں ملتا ہے اور گھر میں جماعت سے نماز پڑھنی بازار کی جماعت سے افضل ہے اور بازار میں جماعت سے نماز پڑھنی تنہا آدمی کی نماز سے افضل ہے اور احمدیہ یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز سب علموں سے افضل ہے اسلئے کہ نماز میں فرشتے نماز پڑھ رہے رحمت بھیجتے ہیں اور انکے واسطے دعا کرتے ہیں اور بخشش مل سکتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکو کار آدمی فرشتوں سے افضل ہیں اسلئے کہ نماز کی حالت میں نماز تو بلند درجوں کے حامل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں اور فرشتے اسوقت انکو واسطے استغفار میں مشغول ہوتے ہیں اور احمدیہ یہ بھی معلوم ہوا کہ کل جماعت کا ثواب برابر ہے خواہ جماعت بہت ہو یا کم ہوا اسلئے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق جماعت تنہا کی نماز سے زیادہ ثواب رکھتی ہے پس جماعت کو عموم میں ہر قسم کی جماعت داخل ہوگی گو وہ ہی آدمی ہوں سوائے اکیلے کے اور نیز ان ستائیس حصوں کے سوا اور یہی ثواب ملتا ہے اور دعا کی کثرت قلت پر موقوف ہے جتنی جماعت زیادہ ہو دنا ہی ثواب پہنچتا ہے پس جماعت کا ثواب علیحدہ ہو اور بہت ہونے جماعت کا ثواب علیحدہ ہے ایسا واسطے بعضوں کہتا ہے کہ اگر اول تہوڑی جماعت میں نماز پڑھی ہو اور پھر بہت آدمیوں کی جماعت ملجاوے تو مستحب ہے کہ دوسرا دوسرا بعضے کہتے ہیں کہ مستحب نہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ زیادہ پر ہنگامے ساتھ دوسرا والا نہ اور اسطرح اگر جماعت کے کم و بیش ہونیکا ثواب کم و بیش ہے ایسی ہی پانچ نمازوں میں بھی فرق ہے بعضی نمازوں کی جماعت میں زیادہ ثواب ہے اور بعضوں میں کم ہے ایسا واسطے امام بخاری نے پہلے مطلق مسئلہ فضیلت جماعت کا بیان کیا پھر بعد اسکے خاص مسئلہ فضیلت جماعت فجر کا بیان کیا اور احمدیہ یہ بھی معلوم ہوا کہ انہی درجہ جماعت کا امام اور مقتدی ہے اور بیان اسکا آئندہ آویگا

فائدہ ثانیہ اس باب کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت صحت نماز کے واسطے شرط نہیں ہے اسلئے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ تنہا آدمی پر دلالت کرتا ہے کہ تنہا آدمی کی نماز بھی صحیح ہے اسلئے کہ صیغہ فعل کا چاہتا ہے کہ اصل فضیلت میں دو نو شرطیں ہوں پس معلوم ہوا کہ تنہا کی نماز بھی فضیلت سے خالی نہیں ہے اور جب کہ اس میں فضیلت ثابت ہوئی تو صحت خود ثابت ہوگئی اسلئے کہ بدون صحت کہ فضیلت کا ثابت ہونا ممکن نہیں ہے اگر کوئی سوال کرے کہ فعل کہی

NON

نکستی مبارک مسجدین بخا دیو نواز سمن ہی دور آو لیکن مسجد کم آو بنوی میں

نہ دوہراوے دے علیٰ ہذا القیاس جبکہ جماعت

صرف ایک ہی طرف کی فضیلت ثابت کر نیکی لیے آتا ہے تو کہا جاوے گا کہ ایسا بہت ہی کم آتا ہے اور وہ بھی صرف اسی جگہ آتا ہے جس جگہ مطلق ہو اور کسی عدد معین کے ساتھ خاص نہ ہو اور جبکہ کسی عدد کے ساتھ خاص ہو جیسے کہا جاوے کہ یہ عدد اس فلا نے عدد سے زیادہ ہے تو ایسی جگہ میں یہ احتمال بالکل ممکن نہیں ہے اور یہاں ہی ایسا ہی واقعہ ہوا ہے کہ جماعت کی نماز افضل ہو تنہا کی نماز سے پس ایسی جگہ میں اصل عدد کا پایا جانا ضرور ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ مراد اکیسے سے وہ ہے جسکو کوئی عذر ہو تو اس کے جواب میں کہا جاوے گا کہ حدیث میں لفظ فذ کا واقعہ ہوا ہے یعنی اکیس سو اسکا عموم سب کو شامل ہو خواہ تنہا عذر سے ہو خواہ بے عذر ہو پس معذور پر چل کرنے کی کوئی دلیل نہیں اور نیز معذور کو جماعت کا ثواب حاصل ہوتا ہے گو وہ جماعت کو نہ پاوے غرض کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جماعت فرض نہیں بلکہ واجب بھی نہیں سنت ہو کہ وہ ہے اور حدیث جلا دینے کی منسوخ ہے ان حدیثوں سے اور یہی اسے معلوم ہوتی ہے شیخ ابن حجر کی باجہ بر معمول ہو والد علم اور مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے **باب ففضل صلوٰۃ الفجر فی جماعة** جامعہ فجر کی فضیلت کا بیان حدیثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني سعيد بن المسيب وابو سلمة بن عبد الرحمن ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تفضل صلوٰۃ الجميع صلوٰۃ احدكم خمس وعشرين جزءا وتجمع ملائكة الليل وملائكة النهار في صلوٰۃ الفجر ثم يقول ابو هريرة واقروا ان شئتم ان قرآن الفجر كان مشهودا قال شعيب وحدَّثني عن عبد الله بن عمر قال تفضلها بسبع وعشرين درجة ترجمہ ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ جماعت کی نماز تنہا کی نماز سے پچیس حصے افضل ہے اور جمع ہوتے ہیں فرشتے رات اور دن کے فجر کی نماز میں پھر ابو ہریرہ رضی عنہ اسکی تصدیق کے واسطے کہا کہ اگر جاہلوں اس آیت کو پڑھو یعنی تحقیق قرآن فجر کا حاضر کیا گیا ہے یعنی فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں **ف** عرض ابو ہریرہ رضی عنہ اس آیت کے پڑھنے سے یہ ہے کہ اس آیت سے نماز فجر کی فضیلت ثابت ہوتی جیسے کہ اس حدیث سے اسکی فضیلت حاصل ہوتی ہے پس یہ آیت شہادت ہے اس حدیث کی پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کو اور نماز دہر پر فضیلت ہو پس اسکی جماعت کا ثواب بھی اور نمازوں سے زیادہ ہوگا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن فرشتوں کا جمع ہونا نماز عصر وغیرہ میں بھی آچکا ہے کم از کم یہ وجہ اسکی فضیلت کی خاص کر نہیں ہو سکتی ہے **حدیثنا عثمان بن عفان**

قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ لَمْ الدَّرْدَاءُ يَقُولُ
 دَخَلَ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغَضَّبٌ فَقُلْتُ مَا أَغَضَبَكَ قَالَ وَاللَّهِ مَا أُعْرِفُ مِنْ
 أَهْمٍ مَحْتَدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فَكُنَّا شَيْئًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَصَلُّونَ جَمِيعًا تَرْجُمُهُمْ وَرَدَّ الْأَعْمَشُ
 سِيقَ كَرَامَةِ الدَّرْدَاءِ مِيرَاسِ بَاسِ كَرَامَةِ غَضَبِ مَن تَبَا سَوِيْنَةُ كَمَا كَيْ سَبَبٌ تَهَارِ غَضَبِ كَرَامَةِ
 كَمَا كَرَامَةِ خَدِ كِي كَرَامَةِ صَلَاحِ عَلِيٍّ وَسَلَمَ كِي دِيْنِ مِيْنِ سِي كِي جِيْر كُو بَاتِي نِيْنِ بَاتِي مِيْنِ كَرَامَةِ
 سِي نَمَازِ نِيْنِ سَوَابِ لُوكِ اسْمِيْنِ بِي سِي سِي كَرَامَةِ لُوكِ كَرَامَةِ مِيْنِ يَسِيْ شَرَحِ كَا كُوِيْ حَكَمِ بَاتِي نِيْنِ رَايِ
 سَبَبِ مِيْنِ قَصُوْرٍ وَاقِعِ مُوْكِيَا هِيْ صَرَفِ هِيْ جَاعَتِ كِي نَمَازِ بَاتِي نِيْنِ سَوَابِ اسْمِيْنِ بِي سِي سِي كَرَامَةِ
 سِي سَبَبِ لُوكِ جَاعَتِ مِيْنِ حَاضِرِيْنِ مُوْتِيْ مِيْنِ حَكَمِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ الْعَلَاءُ قَالَ حَدَّثَنَا
 أَبُو سَامَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ النَّاسِ جَزَاءً فِي الصَّلَاةِ ابْدَعُهُمْ قَابَعُهُمْ وَنَمَسَتْ قَالِدِي يَنْتَظِرُ
 الصَّلَاةَ حَتَّى يَصِلَهَا مَعَ الْأَمَامِ أَكْبَرُ أَجْرَ أَهْلِ الدِّينِ يُصَلِّي ثُمَّ يَتَأَمَّرُ تَرْجُمُهُ أَبُو مُوسَى
 رَضِيَ رُوَيْتِ هِيْ كَرَامَةِ مَن فَرَمَا كِي سَبَبِ اسْمِيْنِ نَمَازِ كَا زِيَادَةُ نَزْوَابِ اَوْسُكُو شَيْئًا سَبَبِ
 وَرَسِيْ حِكْمِ كَرَامَةِ اَوْسُكُو اَدَمِيْ كِي نَمَازِ كِي تَطَارُ كَرَامَةِ هِيْ نَمَازِ كِي اَوْسُكُو اَمَامِ كِي سَابَبِ
 نَمَازِ اَوْسُكُو زِيَادَةُ نَزْوَابِ هِيْ اَوْسُكُو اَدَمِيْ سِي جُو نَمَازِ نِيْنِ اَوْسُكُو سَبَبِ اَوْسُكُو اَدَمِيْ
 بِطَرِيقِ عُمُوْمِ كِي نَابِتِ هُوَا كِي فُجْرِ كِي نَمَازِ جَاعَتِ سِي پُرْمَنِيْ كَا بِيْتِ نَزْوَابِ هِيْ اَوْسُكُو اَدَمِيْ
 سِي بِطَرِيقِ سَبَبِ كِي اَوْسُكُو فَضِيْلَتِ نَابِتِ هُوْتِيْ هِيْ اَوْسُكُو مَكْنِ هِيْ كَرَامَةِ سَبَبِ سِي دُوْنُو سَبَبِ اَوْسُكُو
 جَاوِيْنِ مِيْكَ يَكِي فُجْرِ كِي نَمَازِ كُو سَبَبِ نَمَازُوْنِ سِي زِيَادَةُ فَضِيْلَتِ هِيْ دُوْمِ يَكِي فُجْرِ كِي نَمَازِ كِي
 فِي الْجَمْعِ فَضِيْلَتِ نَابِتِ هِيْ سُو حَدِيْثِ اَلْوَمْرِ يَكِي سَبَبِ سَبَبِ كِي شَهَادَتِ هِيْ اَوْسُكُو اَدَمِيْ
 كِي دُوْرِيْ سَبَبِ كِي شَهَادَتِ هِيْ اَوْسُكُو اَدَمِيْ اَوْسُكُو اَدَمِيْ دُوْنُو سَبَبِ كِي شَهَادَتِ هِيْ سَبَبِ
 مَطَابَقَتِ اِنْ حَدِيْثُوْنِ كِي بَابِ سَبَبِ نَابِتِ هِيْ كِي **بَابُ فَضْلِ التَّحْمِيْلِ إِلَى الظُّهْرِ** كَرَامَةِ
 وَتِ مِيْنِ مِيْنِ كِي فَضِيْلَتِ **حَدِيْثِي** قِيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَمِيْعٍ مَوْلَى ابْنِ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 عَنْ ابْنِ مَالِكٍ السَّكَّانِ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ
 يَتَشَتَّى بِطَرِيقٍ وَجَدَ غَضَبًا سَوِيًّا عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخْرَجَهُ فَشَكَرَ اللَّهَ لَهُ فَقَعَمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ الشَّهَدُ
 حَمْدُ اللَّهِ تَوْنٌ وَكَبُطُوْنٌ وَالْعَرَبِيُّ وَمَا حَبْلُهُمْ وَالشَّهِيْدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالَ لَهُ
 يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْبَدَاءِ وَالصَّفِ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَحْدِثْ وَإِلَّا أَنْ لَيْسَ سَمِعُوا عَلَيْهِ كَا اسْمُهُ

عَلَيْكُمْ وَكَوَيْلُونَ مَا فِي التَّحْجِيرِ لَا تَنْتَفِعُوا الْكِبَرُ وَكَوَيْلُونَ مَا فِي لَعْمَةٍ وَالصَّبْرُ كَوَيْلًا
 وَكَوَيْلًا ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت نے فرمایا جس حالت میں کہ ایک مرد چلا جاتا
 تھا راہ میں سو اسنے کانٹوں کی شاخ راہ پر پائی پھر راہ سے اوسنے اوسکو علیحدہ کر دیا تو خدا نے اسکی
 قدر دانی کی سوا دسکو بخشید یا پھر فرمایا کہ شہید یا بچ قسم میں ایک وہ جو دبا میں مر جاوے اور دوسرا
 وہ جو پیٹ کی بیماری سے مرے یعنی دستوں کے آئسے مر جاوے اور تیسرا وہ جو دبا میں مر جاوے اور چوتھا وہ
 اور چوتھا وہ جسپر دیوار گر پڑے اور پانچواں وہ خدا کا شہید یعنی جو جہاد میں شہید ہوا اور فرمایا کہ اگر
 لوگ جانیں جتنا ثواب کہ اذان دینے اور جماعت کی اول صف میں ہو پھر جھگڑا

فیصل ہونیکا کوئی طریق نہ پا دین سولے رقعہ ڈالنے کے تو البتہ بوسپر قرعہ ہی ڈالیں اور اگر جانیں کہ
 کتنا ثواب ہئے ظہر کے اول وقت نماز پڑھنے میں تو اسکی طرف نہایت جلدی کر کے آدین یعنی
 بیامت کو واسطی مسجد میں جلدی حاضر ہوا کریں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہو عشا اور صبح کی جماعت
 میں تو البتہ آدین گھسٹتے ہئے اگر جماعت فجر اور عشا کا ثواب معلوم ہوا اور مسجد میں بسبب
 ضعف کے پاؤں سر نہ آسکیں تو رکو کو کچھ گھسٹتے ہوئے آدین **ف** اس حدیث سے

۲۶۱ معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز کو اول وقت پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت
 اس حدیث کی باب سے اور امام بخاری کے نزدیک ظہر کو نندہ کر کے پڑھنے سے اول وقت پڑھنا افضل
 ہے اور باقی بیان اسکا اور پر مذکور ہو چکا ہے

باب اختیاب الاثار قدس سرہ
 کے حساب کرنے کا بیان یعنی نماز کے واسطی جتنے قدم کی طرف جھک جاوے ہر ہر قدم کے بدلہ ثواب
 ملتا ہو حدیث ثنا محمد بن عبد اللہ بن حوشب قال حدثنا عبد الوہاب قال حدثنا
 حمید عن ابن بن مالک قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی سئلہ
 تحتیون انثارکم ترجمہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ اے قوم نبی سلمہ
 کیا تم نہیں حساب کرتے ہو اپنے قدموں کو یعنی ہر ایک قدم کے بدلے نکو ثواب ملتا ہے **ف**
 نبی سلمہ انصار کے ایک بڑے قبیلہ کا نام ہے یہ لوگ مسجد نبوی سے بہت دور رہتے تھے سو انہوں
 نے یہ چاہا کہ ہم مسجد کی اس پاس آسپیں تاکہ انے جانے میں تکلیف نہ ہو دے تب حضرت م نے یہ
 خوشخبری انکو سنائی یعنی ہر چند مسجد دور ہو نیسے تکلیف ہو لیکن یہ کتنا بڑا ثواب ہو کہ ہر ایک
 قدم کے بدلہ ایک نیکی تمہارے واسطی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے معلوم ہوا کہ
 جہاں ہر مسجد سے دور ہو وہ نماز کو واسطی جتنے قدم جھک جاوے ہر ایک قدم کے بدلہ اوسکو ثواب ملے گا

وفیہ المطالعہ و زاد بن ابی مریمہ قال أخبرنی یحییٰ ابن ابیوب قال حدثنی حمید قال حدثنی
انس بن سلیمان راؤوا ان یحییٰ لواء عن قتادہ لہم یتزوا قریبا من النبی صلی اللہ علیہ
فکلن قال فکثرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یخبر اللہیکہ فقال لا یخبرہن ان اثارکم قال
فجاءہم خطاہم ان اثارہم والشیء فی الارض یأرجلہم ترجمہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت
ہے کہ نبی سلمہ کی قوم نے چاہا کہ اپنے گہروں کو چھوڑ آویں اور حضرت کریمؐ اسین سو حضرت صلی اللہ علیہ
وسلمہ رضی اللہ عنہ اس سے کہ مدینہ کی طرفوں کو خالی کریں اور فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں کو نہیں گنتی ہو
جیسے تمکو معلوم نہیں کہ ہر ایک قدم کے بدلہ نیکی لکھی جاتی ہے اور مجاہد نے کہا کہ اثار کا معنی قدم ہیں اور پاؤں
سے زمین پر چلنے یعنی اثارہم کا لفظ جو آیت و تکتب ما قدماؤا و اثارہم میں اقم ہوا ہے تو اس کا معنی
پاؤں سے زمین پر چلنا ہے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے واسطے چلکر جانے میں قدم قدم
کے بدلہ نیکی لکھی جاتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کے پاس گہر بنانا مستحب ہے مگر جسکو زیادہ قدم
چل کر زیادہ ثواب یعنی کی غرض ہو تو وہ مسجد سے دور رہے ایسے کہ نبی سلمہ کی قوم نے مسجد کے پاس آ رہی
کہا ارادہ کیا تو اسی دھڑکے کہ اسین زیادہ ثواب ہے سو حضرت نے انہر اسبات کا انکار نہ فرمایا بلکہ اونکے زانو
کی وجہ سے بیان فرمائی کہ مدینہ کی چاروں طرف میں آباد ہیں جنگل نہ ہو جاوین تو معلوم ہوا کہ مسجد کے پاس
رہنا دور رہنے سے افضل ہے اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا تاہر کہ مستحب ہے کہ نماز کے واسطے دور
والی مسجد کی طرف جاؤ اگرچہ اس کے گہر کے پاس بھی کوئی مسجد ہو مگر یہ اسی وقت جائز ہے جبکہ نزدیک
والی مسجد آباد ہو اور اگر مسجد قریب والی اس کے جائز سے خراب ہوتی ہو تو اسکو لازم ہے کہ ایسی نزدیک والی
مسجد میں نماز پڑھے اور اسکو اللہ کے ذکر و سوا یاد کرے اور اسی طرح اگر دور والی مسجد میں کوئی اور خرابی
ہو جیسے کہ ایمان کا امام بدعتی ہو تو جب ہی وہاں نہ جاوے نزدیک والی مسجد میں نماز پڑھا کرے اور مطلقاً
اس حدیث کی اس سے ظاہر ہے **باب** فَضْلُ صَلَوةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ عَشَاءُ كِي فَضْلُ
کام بیان حد ثنا عمر بن حفص قال حد ثنا ابی قال حد ثنا الاعمش قال حد ثنا ابو
صالح عن ابی مریمہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس صلوة اقل علی المناضلات
من الفجر والعشاء وتو یحکمون ما یتہمالا کوہما ولو حبواً وقد ہممت ان امر المؤمن
فیقیم ثم امر رجلاً یؤم الناس ثم اخذ شعلات ناری فاحرق علی من لا یجترہ الی
الصلوة بعد ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں
پر بہت بھاری نماز عشاء اور فجر سے کوئی نماز نہیں اور اگر مجاہدین کہ ان دونوں میں کتنا ثواب ہے تو

البتہ ادا میں کہتے ہی بھی یعنی اگر ان کی جماعت کا ثواب ان کو معلوم ہو تو جو طرح ہو سکے ان کی جماعت کے واسطے مسجد میں حاضر ہو دیں اور البتہ میں نے ارادہ کیا کہ حکم کروں مؤذن کو سونماز کی تکبیر کہے پہر حکم کروں کسی مرد کو کہ لوگوں کو نماز پڑھانے پہر آگ کی مشعل پکڑ لوں سو جو لوگ جماعت میں نہیں آتے ان کو جلا دون **ف** نماز فجر کی فضیلت پہلے ثابت ہو چکی ہے اب اس میں نماز عشا کو بھی اس کے مساوی کہا ہی تو جو چیز کہ مساوی فضل کے ہو وہ بھی فضل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ نماز عشا بھی اور نمازوں سے افضل ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت احمدیث کی ترجمہ سے **باب** اثبات فمافوقہما جماعۃ دو آدمی اور دو سے زیادہ کو جماعت کا حکم ہے یعنی جماعت کا ثواب جو مقرر ہو چکا ہے وہ ان کو ملے گا **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ ابْنِ فُلَيْبَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحْضَرُوا الصَّلَاةَ قَاذَنُوا وَاقْتَمَأْتُمْ لِيَوْمِكُمْ أَكْبَرُ** ترجمہ مالک بن حویرث رض سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آوے تو اذان دیا کرو اور تکبیر کہو اور چاہیے کہ تم دونوں میں بڑا امام ہووے **ف** احمدیث کا پہلے ہو چکا ہے پس احمدیث سے معلوم ہوا ہے کہ دو آدمی کو بھی جماعت کا حکم ہو ایسی ہے کہ اگر ان دونوں کا جماعت کر کے نماز پڑھنا تھا تو ہر نماز پڑھنے کے برابر ہوتا تو پہر آپ ان کو جماعت کرنے کا حکم نہ فرماتے بلکہ صرف اتنا ہی فرمادیتے کہ نماز پڑھا کرو اور جب آپ نے ان کو جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ دو آدمی کو بھی جماعت کا حکم ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت احمدیث کی باب سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے درجہ جماعت کا امام اور ایک مقتدی ہے خواہ مقتدی لڑکا ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو سب کا ایک ہی حکم ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے درجہ جماعت کو بھی دو ہوں اور یہ بات ظاہر ہے **باب** من حکس فی المسجد تطیر الصلوۃ وقصیل النساء جو آدمی مسجد میں بیٹھ کر نماز کی انتظار کرے اس کو کیا ثواب ہو اور مسجد میں کی فضیلت کا بیان **حَدَّثَنَا جَبَلُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ زَيْدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَاةٍ مَا لَمْ يُحْدِثِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ تُحْيِيهِمْ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ** ترجمہ ابو ہریرہ رض سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے آدمی کو دعا کرتے ہیں جتنا کہ اس مکان میں بیٹھا ہو گا جس میں نماز پڑھ چکا جب کہ اس کا دھنوں نے فرشتے کہتے ہیں الہی اس کی مغفرت کر الہی اس پر رحم کر اور ہر دفعہ آدمی نماز ہی میں رہتا ہے

جب تک کہ اسکو نماز کی گہری اور سوائے نماز کے گہر کی طرف پلٹ جائے اور اسکو کوئی دوسرا لاہو ف
 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مدت نماز کی انتظار میں گزری کہ وہی نماز ہی میں شمار ہوگی نماز پڑھنے کے برابر
 انتظار کا ثواب ملے گا پس معلوم ہوا کہ مسجد میں بیٹھ کر جماعت کی انتظار کا بڑا ثواب ہوا دیر ہی وجہ ہے مطلقاً
 اس حدیث کی بابت سے اور جو آدمی کہ گہر میں بیٹھا نماز کی انتظار کرے اور اسکو یہ ثواب نہیں ہے بلکہ اسکو دوسرا
 ثواب ہے جو آئندہ حدیث میں آتا ہے اور یہ جو لڑایا کہ جب تک اسکا وضو نہ ٹوٹے اس سے معلوم ہوتا ہے
 کہ ہاتھ اور زبان سے بھی کوئی ایسا کام نہ کرے جو نماز کے منافی ہو اور فرشتے صرف آدمیوں کے گناہ
 کی مغفرت چاہتے ہیں نیکوں کا ثواب خدا سے نہیں چاہتے تو حکمت اس میں یہ ہے کہ مفسدہ کو دفع کرنا
 نفع لینے سے مقدم ہے **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا**
حَبِيبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ غَاوِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ سَبْعَةٌ يُخَالِفُهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَاكٍ نَشَأَ فِي
عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ مَلَكٌ فَلَمَّا جَلَسَ وَرَجُلَانِ تَحَايَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا
حَلِيمٌ وَرَجُلٌ مَلَائِكَةُ ذَاتُ أَنْصُفٍ بِحَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ نَصَدَّتْ إِحْفَاءُ
حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالَهُ مَا تَنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَقَامَتْ عَيْنَاهُ تَرَجُّمَةً
 جسے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جنکو خدا اپنے ساتوں میں رکھے گا جس
 اس کے ساتوں کے ساتھ کہیں سایہ نہ ہوگا یعنی قیامت میں ایک تو نصف سردار دوسرا وہ جوان جو انگ
 جالی سے خدا کی بندگی میں مشغول ہو اسی سردار وہ مرد جسکا دل مسجدوں میں لگا رہتا ہے یعنی باوجود جماعت کو
 دھڑکے مسجد میں جاتا ہے اور مسجد کی بناؤ چناؤ لگا رہتا ہے چوتھے وہ مرد جو خدا ہی کے واسطے اپنی سمجھت
 رکھتے ہیں علم میں تو اسی پر اور جہاں ہوتے ہیں تو اسی پر پانچواں وہ مرد جسکو مالدار یا غرت خوبصورت عورت
 نے بلایا یعنی بدکاری کے واسطے اسکو اسنے کہا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں چھٹا وہ مرد کہ جسے خیرات کی تو
 اسکو چھپایا یہاں تک کہ نہیں جانتا اسکا بایان ہاتھ کہ کیا خرچ کیا ہے اس کے اپنے ہاتھ نے ساتواں
 وہ مرد جسے خدا کو یاد کیا خالی مکان میں سو جاری ہو کہیں اسکی دونوں آنکھیں یعنی خوف الہی سے دیا
ف اس حدیث معلوم ہوا کہ نماز کو انتظار کرے اسکو بڑا ثواب ہے وہ قیامت میں خدا کے ساتوں کے ملے گا
 میں معلوم ہوا کہ مسجد وکی بڑی فضیلت ہے کہ انکی طرف دل لگو رہنے سے آدمی قیامت کو عذاب سے بچے
 گا پس ملاحظہ کیجئے حدیث کی بابت کے دوسرے مسئلے سے ظاہر ہے اور اس حیثیت سے کہ اسکا دل مسجد میں
 لگا ہوا ہو تو گو یا کہ وہ نماز کی انتظار میں ہو اور مرد نصف سردار سے وہ ہو جو اللہ کے حکم کی تابع ہو اور ہر

چیز کو اپنی اپنی جگہ میں رکھے بحسب شروع نہ اوسمین قصور کرے اور نہ اوسمین زیادتی کرے اور اس طرح ہے
 حکم اوس شخص کا جو مسلمانوں کے کسی کام پر حاکم ہوا اور ہمین عدل کرے پس ہمین ہر طرح کے حاکم داخل
 میں یہاں تک کہ انہیں منبر دار بھی ہمین داخل ہے بشرطیکہ عدل کرے اور کسی پر ظلم نہ کرے اور جو ان کو
 اس واسطے خاص کیا کہ اوس پر قوت شہوت کی بہت غالب ہوتی ہے اور ہول کے کی طرف کو سکومت غرت
 دلاتی ہے سو ایسی حالت میں خدا کی عبادت کرنی کمال تقدیر کی دلیل ہے اور صرف خدا کے واسطے محبت
 رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ صرف دین کی وجہ سے محبت کہتے ہیں اور دنیا کی کسی عداوت کے سبب سے اوسکو
 قطع نہیں کرتے ہیں اور خواہ ایک جگہ میں دونوں اکٹھے رہتے ہوں یا جدا جدا رہتے ہوں لیکن دل سے
 ایک دوسرے کو ساتھ محبت رکھتے ہوں معلوم ہوا کہ کسی مسلمان بہائی کے ساتھ صرف دین کی وجہ سے محبت
 رکھنی کہ یہ بھی مسلمان ہی بڑا ثواب رکھتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف خدا کے ڈر سے زنا سے بچنے کا ثواب
 ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ اور خیرات کو چھپا کر دینے میں بڑا ثواب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خالی مکان
 میں خدا کے خوف سے رونے میں بڑا ثواب ہے اور اس حدیث میں اگرچہ مردوں کا ذکر ہے لیکن عورتوں کا بھی ہے
 حکم ہے کہ اگر اپنی اولاد میں عدل کریں اور جوانی کی حالت میں خدا کی بندگی کریں اور ان سب حکم کو بجا لادیں
 تو ان کو بھی یہی ثواب ملے گا اور یہی درجہ پائیں گی اور اس حدیث میں اگرچہ سات آدمیوں کا ذکر آیا ہے لیکن
 ان کے سوا سات آدمی اور بھی ہیں کہ ان کو بھی یہی درجہ ملے گا ایک جسے خدا کی راہ میں جہاد کی دوسرا وہ
 جسے غازی کی مدد کی تیسرا وہ جسے تنگ دست محتاج کو مہلت دی چوتھا وہ جسے وض سے کچھ چھوڑ دیا
 پانچواں وہ جسے قرضدار کی مدد کی چھٹا وہ جسے سکاوت کی مدد کی ساتواں وہ سوداگر ہے جو بات
 جیت سچ کہے ان ساتوں کا بھی حلیوں میں ذکر آگیا ہے **حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَاصِمٍ**
بَعَثَ عَنْ حُسَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ هَلْ اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَائِمًا فَقَالَ
لَمْ أَكُنْ أَحَدًا مِمَّنْ صَلَّوْهُ الْحَشَاءُ إِلَى مَنْظَرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا يَبُوحُهُ بَعْدَ مَا صَلَّى النَّاسُ
وَرَقَدُوا وَلَمْ تَزَلْ أَلْفِي صَلَاةٍ مُتْنًا أَنْتَظِرُ بَنُو هَذَا قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظَرُ إِلَى وَبَيْضِ خَائِمَةٍ
 ترجمہ انس فرم سے کسی نے پوچھا گلیا حضرت نے انگشتی بنوائی ہے یا نہیں اوسنے کہا ہاں بنوائی تو
 کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھڑی ات تک عشا کی نماز میں یہ کی پہر بعد نماز کے ہم پر متوجہ ہوئے
 سو فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہیں اور تم ہمیشہ نماز ہی ہو جب تک کہ اوسکی انتظار کرتے رہو سو انہوں
 نے کہا کہ انات مجھ کو ایسی یاد ہے کہ میں آپ کی انگشتی کی چمک اب دیکھ رہا ہوں یعنی اوس ات میں آپ کی
 ہاتھ میں انگشتی تھی **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا مسجد میں بیٹھ کر نماز کی انتظار کرنے کا بہت ثواب

بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی باب سے **باب فضل من خضع إلى المسجد**
ومن ذامه جو آدمی صبح اور شام کی نماز کو مسجد میں آیا کرے اور اس کے واسطے کیا ثواب ہے **حدیث ثانی**
 علی بن عبد اللہ قال حدثنا یزید بن ہارون قال أخبرنا محمد بن مسلمة عن زید
 ابن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من
 غدا إلى المسجد أو راح أعد الله له نزلة من الجنة كلما غدا أو راح ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
 ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو آدمی صبح اور شام کی نماز کو مسجد میں آیا کرے تو خدا اس کے واسطے ہر روز
 طیار کرے گی بہشت میں ہر صبح و شام **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ شام کی نماز کو مسجد میں
 آیا کرے اور اس کے واسطے بڑا ثواب ہے کہ اس کی بدولت اس کو بہشت میں رہائی ملے گی **باب اذا**
أقیمت الصلوة فلا صلوة إلا المكتوبة جب فرض نماز کی تکبیر ہو جاوے تو کوئی نماز درست
 نہیں سوائے فرض کے **حدیث ثانی** عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا ابن اسیم بن سعد عن اسیم
 عن حفص بن غاصم عن عبد اللہ بن مسعود ابن جحينة قال من النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 رجل **حدیث** قال وسئل عن عبد الرحمن قال حدثنا یزید بن اسید قال حدثنا شعبہ قال
 أخبرني سعد بن إبراهيم قال سمعت حفص بن غاصم قال سمعت رجلاً من أنصار
 یقال له مالک ابن جحينة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما لي رجل قد أتيت
 الصلوة يصلي ركعتين فلما انصرفت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تشبهوا الناس
 فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم لا الصلوة اربعاً اربعاً الصلوة اربعاً اربعاً عند
 يومعاد عن شعبه في مالک وقال ابن اسحق عن سعد بن حفص عن عبد اللہ بن
 جحينة وقال حماد أخبرنا سعد عن حفص عن مالک ترجمہ عبد اللہ بن اسیم سے
 یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد کو دیکھا کہ نماز پڑھتا ہے اور فرض نماز کی تکبیر ہو چکی
 ہے سو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس مرد کو کہہ دیا یعنی اس کے گرد جمع ہو گئے
 سو حضرت نے اس کو فرمایا کہ کیا صبح کی تو چار رکعتیں پڑھتا ہے کیا صبح کی تو چار رکعتیں پڑھتا ہے ۔
ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب فرض نماز کی تکبیر ہو جاوے تو اس وقت کوئی نماز درست
 نہیں سوائے فرض کے نہ نفل اور نہ سنت اور یہی ہے مذہب جمہور کا وہ کہتے ہیں کہ نفل کو بعد نماز کے
 قضا کر لیں جماعت کے ہوتے نہ پڑھے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور احمد کا کہ ان کے نزدیک
 فرضوں کی جماعت کے ہوتے اور کوئی نماز درست نہیں ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر اسید ہو کہ پہلی رکعت

ہی میں مل جاویگا تو مکروہ نہیں اور خفیہ کہتے ہیں کہ اگر جانتا ہو کہ سنت پڑھ کر فرضوں کی ایک رکعت لمجاوے گی تو سنت پڑھ لیوے مگر یہ حدیث بخاری کی صریح ہے اونکے رد میں اس لیے کہ اس سے مطلق معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجبیہ ہو جائے نماز فرض کے کوئی نماز جائز نہیں اور بعضے اسی ریشہ کی تریلہ ویل کرتے ہیں کہ حضرت ۴۷ نے اسکو اسو اسٹی منع فرمایا تھا کہ اوسنے فرض اور نفل کے درمیان کچھ فاصلہ نہیں کیا پس فرض اور نفل میں التباس کا خوف تھا سو جواب اسکا یہ ہو کہ اگر حضرت کی صرف یہی غرض ہوتی کہ دونوں میں التباس نہ ہو جادوی تو آپ اس پر انکار نہ فرماتے اس لیے کہ ابن بحدیدہ سنت سے سلام پہرہ کرجاعت میں داخل ہوا تھا اور دوسری حدیث میں ابو داؤد وغیرہ کے صریح آچکا ہے کہ اوسنے نماز صبح کے بعد دو لعین پڑھیں تو حضرت نے اسکا حال پوچھا کہ کون نماز ہے اوسنے عرض کیا کہ میں نے پہلے سنت پڑھی تھی اب قضا کر کے پڑھی ہے تو آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا جانا کہ اوسنے سنت کو فرضوں کے متصل پڑھا تھا پس معلوم ہوا کہ یہ انکار اچھا اسوجہ سے تھا کہ فرضوں کی جماعت کے ہوتے نفل درست نہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت ۳۷ نے اسکو اسو اسٹی منع فرمایا کہ اوسنے فرضوں کی جماعت کی برابر کھڑے ہو کر سنت پڑھی تھی سو جواب اسکا یہ کہ دوسری حدیث میں صریح آچکا ہے کہ اوسنے مسجد کے کنارے میں سنت پڑھی تھی پس یہ محض ہم فائدہ ہے اور ابن عبد البر نے کہا کہ جگہ کے وقت سنت کی طرف رجوع کرنا واجب ہو جس نے سنت کو لیا اوسنے نجات پائی اور جماعت کے ہوتے نفل کو ترک کرنا اور بعد اسکے نفل کر کے پڑھنا سنت کو موافق ہے پر اسکا اتباع کرنا اولے ہو اور اگر فرض کی تجبیہ ہونے سے پہلے کوئی سنت پڑھ رہا ہو تو شافعیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ سنت کو قطع کر دیوے اور چھوڑ کر جماعت میں لمجاوے اس لیے کہ عموم حدیث فلا صلوة الا المکتوبہ سے یہی ثابت ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ تجبیہ ہو جانے کے بعد سنت شروع نہ کرے اور اگر تجبیہ ہونے سے پہلے سنت شروع کر چکا ہو تو اوکو نہ توڑے واسطو عموم آیت ولا تطلوا اعمالکم لیکن توڑ دینا افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام مثلاً ظہر کے فرض پڑھتا ہو تو مقتدی کو اس کے پیچھے عصر کی فرض یا کوئی نفل پڑھنے جائز نہیں صرف اسی وقت کے فرض پڑھے اور برابر اہم غمی سے روایت ہو کہ اگر اقامت سے پہلے سنت کو شروع کر چکا ہو تو اوکو نہ توڑ کرے پر جماعت میں ملے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر رکعت فوت ہو نیکا خوف ہو تو سنتوں کو توڑ ڈالے ورنہ تمام کرے اور بعض صحابہ سے جو جماعت کے ہوتے سنتیں پڑھنی مروی ہیں تو وہ ان حدیثوں میں معیوہ کے معارض نہیں اور نیز ان کی صحت میں مسلم نہیں **باب** حین المکیض ان یتصلوا الجماعۃ بدارکی حد کہا تک ہے اور انکو جماعت میں حاضر ہونا کب تک جائز ہے حدیثا عمر بن حفص بن غیاث قال حدثنا ابی قال ثنا الاعمش عن ابراہیم قال الا سؤہ کنا عند

عَائِشَةُ قَدْ كَرَّمَا الْمُوَكَّلَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالْعِظَمِ لَهَا مَا فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَخَضَرَتْ بِالصَّلَاةِ مَا ذُنْ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيلَ
لَهَا إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّ بِالنَّاسِ وَأَعَادَ قَائِلًا
لَهُ قَامَا دَ الثَّلَاثَةَ فَقَالَ إِنْ كُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ
يُصَلِّي فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَفْسِيمِ خِفَّةٍ فَخَرَجَ يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ
كَانِي أَنْظُرَ إِلَى رَجُلَيْهِ يَخْطُانِ الْأَرْضَ مِنَ الْوَجْعِ قَارَا أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ قَا وَمَا لِي بِهِ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَكَانَكَ تُعْرَاقِي بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ فَقِيلَ لِلْأَعْمَشِ
فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاةِهِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ
بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بَرَأْسِهِ نَعَمْ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ

۴۶۸

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ جب حضرت کو وہ بیماری ہوئی جس میں ایسا انتقال ہوا تو نماز کا وقت آیا اور
اذان ہوئی تو آپ نے ارادہ کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیں سو فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز
پڑھانے سے سو میں نے عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے اگر حضرت م کے مقام پر نماز پڑھانے کو کہہ
ہوگا (تو روئے گئے گا اور) لوگوں کو نماز پڑھانے کے گا پہر آپ نے فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو
نماز پڑھانے میں پہر ویسے ہی عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے اپنی جگہ میں کہہ رہے ہو کہ لوگوں کو
نماز نہیں پڑھانے کے گا (اور قرآن کی آواز لوگ نہ سنیں گے عمر کو فرمایا کہ نماز پڑھاؤ) سو آپ نے تیسری بار
بار پہر ویسی ہی فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ (پہر عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سے کہا کہ تم حضرت سے
کہو حضرت نے حضرت م سے یہ کہا یعنی عمر کو کہو کہ نماز پڑھاؤ) تب حضرت م نے فرمایا کہ مقرر تم یو حضرت
کے ساتھ دالی عدد تون کی طرح ہو یعنی کیوں خلاف نامی کرتی ہو کہ تمہارے دل میں تو یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اگر
جامعت کراچی تو مبادا لوگ اس کے ساتھ عداوت کریں اور ظاہر میں یہ عذر ہے کہ وہ نرم دل ہے جیسے کہ انجیل
نے ظاہر ہو سکی عمر تون کی دعوت کی تھی لیکن دراصل اسکی یہ غرض تھی کہ یہ عورتیں بھی یوسف کو حسن کو
دیکھیں اور جب کہو خدو رکھیں (کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھانے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلے سو
حضرت م نے بیماری سے کچھ افاقہ پایا سو آپ دو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگا کر گہرے نشتر لٹائے
جیسے کہ زمین آپکے پاؤں کو دیکھتی ہوں کہ زمین پر گہشتے جاتے ہیں یعنی کزدی کے سبب زمین پر پھرن
پھیر سکتے ہیں اور بیماری کے سبب سے انکو اوتھانہ نہیں سکتے ہیں سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مصیبت سے چھپنے کا ارادہ کیا

سو حضرت نے اسکی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ میں ٹھہرا رہو ہر لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھ
 پہناتک کہ آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے سو عیش و راوی (کسی نے پوچھا کہ حضرت اپنی نماز
 پڑھتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے سو عیش نے اپنی سر سے اشارہ کیا کہ ان بیٹھے لوگوں
 کے امام ابو بکر تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے امام حضرت م تھے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت م ابو بکر کے
 بائیں طرف بیٹھ گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہونکر نماز پڑھ رہے تھے ف جانا چاہیے کہ میں قحط
 سے کہ اوس نماز میں حضرت م امام بنے ہوئے تھے یا ابو بکر رضی اللہ عنہ امام تھے سو بعضے علماء کہتے ہیں کہ حضرت
 خود امام تھے اور ابو بکر مقتدی تھے اور ابو بکر کی امام ہونے سے یہ ہے کہ جب حضرت م بیٹھ کر لوگوں کو
 نماز پڑھا رہے تھے تو جو لوگ کہ دور صفوں میں کھڑے ہوئے تھے ان کو حضرت م کی آواز سنی نہیں
 جاتی تھی اور نہ ان کا حال ان کو معلوم ہو سکتا تھا سو اس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پکار کر تکبیر کہتے تھے تاکہ
 لوگوں کو حضرت م کی تکبیر معلوم ہو اور بعضے علماء کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امام تھے اور حضرت
 مقتدی تھے اور حقیقہ طرح کی سبب میں آچکی ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ معاملہ دوبار ہوا ہوا ایک
 بار میں حضرت امام تھے اور ایک میں ابو بکر امام تھے لیکن پہلی وجہ کو ترجیح معلوم ہوتی ہے
 واللہ اعلم بالصواب اور یہ جواب نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھانے تو
 اس میں اشارہ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا جو عہدہ حضرت م کا خاص تھا یعنی نماز کی
 امامت کا سو اپنی زندگی میں صدیق اکبر کو دیا جیسے کوئی بادشاہ زندگی میں کسی کو تخت اور تاج
 شاہی دیوے تو یہ نشانی ہے کہ بادشاہ نے اس کو ولی عہد کیا اور اس حدیث سے اور یہی کمی ملے
 ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ پر فضیلت ہو اور بعد اس کے عمر فاروق رضی
 اللہ عنہ کو فضیلت ہو سب پر اور یہ کہ جو خود پسندی سے بے خوف ہو اس کے زور و تقریف کرنا جائز
 ہے اور یہ کہ چھوٹے کو بڑے سے ٹکار کرنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹا بڑے کا ادب کرے کہ صدق
 اکبر رضی اللہ عنہ حضرت کو دیکھ کر مصلے سے پیچھے ہٹنے لگتے تھے اور یہ کہ نماز میں بہت رونا نماز کو نہیں ٹوڑتا
 ہے اس لیے کہ حضرت م کو معلوم تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں بہت روتے ہیں اور بہت نرم دل
 میں پھر باوجود اسکے اپنی اس کو امامت کرانے کا حکم فرمایا اور اس کو رونے سے منع نہ فرمایا اور یہ کہ
 اشارہ کلام کرنے کو برا رہا ہے اور یہ کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی بڑی تاکید ہو اور اگرچہ میرض
 کو ترک کرنی جماعت کی رخصت ہو لیکن مشکل کام یہ عمل کرنا بھی اس کے لیے جائز ہے اور بعض
 کہتے ہیں کہ حضرت م نے ایسی شدت بیماری میں جماعت سے نماز سو سطر پڑھی تھی تاکہ جبکہ

خلیفہ اور امام ادا نے عذر کے ساتھ جماعت کو ترک کیا کریں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کو جائز ہے کہ اپنی امامت کو توڑ ڈالے اور دوسرے کا مقتدی ہو جاوے اور نماز اسے نہیں ٹوٹتی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ مقتدی امام سے پہلو تکبیر تحریمہ کہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی پیچھے کھڑے ہوں تو یہ بھی جائز ہے اور ایسے ہی معلوم ہوا کہ جو کھڑے ہونے کی طاقت کتنا ہواوسکی نماز بیٹھے کے پیچھے جائز ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ کھڑے کی نماز بیٹھے کے پیچھے جائز نہیں اور امام احمد کہتے ہیں کہ بیٹھے کے پیچھے بیٹھے پڑھنا واجب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کو بیماری کی سبب شدت ہو کہ بدن ٹیک لگائے دوسرے کو چلنے سکے تو اوسکے لیے جماعت میں آنا مستحب نہیں مگر جبکہ اوسکو کوئی ایسا آدمی ملجاوے جسے تکبیر لگا کر چل سکے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی

باب سحر ثنا ابراہیم بن موسیٰ قال اخبرنا هشام بن یوسف عن معمر بن الزہری قال اخبرنا عبد اللہ بن عبد اللہ قال قالت عائشة لما نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم واشتد وجعہ استاذن اذواجه ان یمرض فی بیئہ فاذن لہ فخرجه بنین رجلا ین تحط بجلادہ الارض وکان بین العباس وبنین رجلا اخر قال عبد اللہ فذکرنا ذلک لابن عباس ما قالت عائشة فقال لی وهل تدری من الرجل الذی لم تسم عائشة قلت لا قال هو علی بن ابی طالب ترجمہ عائشہ رض سے روایت ہو کہ جب حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کو بیماری کی بہت شدت ہوئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے میری گہرین بیماری کاٹنے کی اجازت چاہی سو تمام بیویوں نے آپ کو اجازت دی سو آپ دو آدمیوں کے درمیان بیٹھ پڑے کہ زمین پر کھینچے ہوئے باہر آئے اور وہ دونوں آدمی ایک تو عباس تھے اور دوسرے علی رض

باب وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سو بھی اس طرح ہے جو پہلی حدیث میں گذر چکی

باب الرخصۃ فی المطر العلاء ان یصلی فی رجلا منہ برسنے اور عذر کے دن گہرین نماز پڑھنی جائز ہے

باب عذر سے مراد وہ سبب ہے جو جماعت میں حاضر ہونے سے روکے جیسے کہ بیماری ہو یا دشمن کا خوف ہو یا کسی ظالم کا لحاظ ہو یا رات میں سخت اندھیرا چلے یا کوئی اور ایسا عذر ہو تو ایسے عذر کے وقت گہرین نماز پڑھنی جائز ہے خواہ نماز سے پڑے یا تنہا

ثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن نافع ان

ابن عمر اذن بالصلاة في ليلة ذات برذ وقيل ثم قال الا صلوا في الزحالى ثم
قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يامر المؤذنين اذا كانت ليلة
ذات برذ ومطير يقولوا صلوا في الزحالى ترجمہ نافع رخصت سے روایت ہے کہ ابن عمر
نے نماز کے لیے اذان دی جاوے اور آند ہی کی رات میں پھر یہ نطق کہا یعنی بعد از
اس کے یا اخیر میں کہ اسے لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب
میں نے سنے اور جاوے تو کی رات ہوتی تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مؤذن کو فرمایا کرتے
کہ یہ کہتے کہتے کہ اسے لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور مطالقت باب کی اس حدیث سے
ظاہر ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ان عذروں سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے
اور اگرچہ بعض روایات اور شافعیہ کہتے ہیں کہ ہوا رات میں عذر نہ ہو نیز حد ثنا ابن جریج
قال حدثني مالك بن ابن شيهاب عن محمد بن الزبير ان ابا نضاري ان
عبدان بن مالك كان يوم قومه وهو اعشى وانته قال ليرسول الله صلى الله
عليه وسلم يا رسول الله انما تكون الظلمة والسيل وانما رجل خبير البصر فصل
يا رسول الله في بيتي مكانا الخنكة مصلى فجااء رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقال اين الخنكة ان اصلي فاشاد الى مكان من البيت فصل في رسول الله
صلى الله عليه وسلم ترجمہ محمود بن ربعی سے روایت ہے کہ عبدان بن مالک اپنی قوم
کو امامت کرایا کرتا تھا اور وہ انکھ سے اندھا تھا اور اس نے حضرت ص سے عرض کی کہ یا حضرت
فقہ تو یوں ہے کہ اندھیرا ہوتا ہے اور مالابہتا ہے اور میں انکھ سے اندھا ہوں سو آپ
میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھے کہ میں اسکو جاے نماز پڑھوں اور وہ ان نماز پڑھا
کروں سو حضرت ص اس کے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تو اپنے گھر میں کس جگہ کو
پسند کرتا ہے کہ میں وہاں نماز پڑھوں سو اس نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا سو حضرت نے
اوس میں نماز پڑھی **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دن میں اندھیرا ہو یا کوئی اور غدر
ہو تو اوس دن گھر میں نماز پڑھنے جائز ہے اور جماعت کو ترک کرنا روا ہے اس لیے کہ اگر
ایکے کی نماز گھر میں جائز نہ ہوتی تو حضرت بیان کر دیتے کہ تنہا تیری نماز اس جگہ جائز نہیں
جب تک جماعت نہ ہو اور یہی وجہ ہے مطالقت اس حدیث کی باب سے **باب** هل
يصلي الإمام من حضر وهل يخطب يوم الجمعة في المطر اگر جمعہ کے دن میں نہ ہو

تو اس دن امام کو جمعہ کی جماعت کرانا اور خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں **ف** یہی باب سے معلوم ہوتا ہے کہ غرض اس سے کہ وہ لوگ جماعت میں حاضر نہ ہوں تو اس سے ظاہر بھی معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو جماعت میں حاضر ہونا بالکل جائز نہیں ہے اس لیے امام بخاری نے اس دہم کے دفع کرنے کے واسطے یہ باب باندھا ہے اس غرض سے کہ عذر کے دن گہروں میں نماز پڑھنے کا حکم رخصت اور جائز ہے واجب نہیں بلکہ مستحب بھی ہے اگر کوئی ایسے دن تکلیف اور ٹھکانہ جماعت میں حاضر ہووے تو مکروہ نہیں بلکہ ثواب ملتا ہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ ثنا حَاضِرُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ صَاحِبُ الزِّيَادَةِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَجَاءٍ قَامَ الرُّؤُوسُ لَمَّا بَلَغَ حَوْءٌ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ قُلِ الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ فَنَظَرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا فَقَالَ كَأَنَّهُمْ أَنْكَرْتُمْ هَذَا إِنَّ هَذَا أَفْعَلُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا عَنْ مَرْوَانَ كَرِهْتَ أَنْ أُحْرَجَكُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ تَخَوُّهُ فَيَدَّ أَنْهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُؤْثِمَكُمْ فَتَجِدُونَنَّهُ دُوسُونَ الطَّيِّبِينَ إِلَى رُكْبِكُمْ** ترجمہ عبد السد بن حارث سمرقانی کہ ابن عباس نے یہ کو خطبہ سنایا مینہ کے دن سو جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ پڑھو پچا تو ابن عباس نے اس کو حکم کیا کہ اسکے بدلے یہ لفظ کہو الصلوٰۃ فی الرحال بعضوں نے بعضوں کی طرف دیکھا جیسے کہ انہوں نے اس بات کو مکروہ جانا سو ابن عباس نے کہہ دیا کہ گویا تم نے اس کو برا جانا ہے مقرر یہ کہ اس سے کیا ہے جو مجھے بہتر ہے یعنی حضرت کا یہ حکم ہے میری رائے نہیں اور مقرر جمعہ واجب ہے اور میں اس بات کو ناپسند تھا کہ تم کو تکلیف میں ڈالوں تم اپنے کہنوں تک کچھ پھینک دینا پسند ہے **وَف** یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عذر و اون کون مینہ کے دن جمعہ جماعت میں حاضر ہونا مکروہ نہیں اس لیے کہ ابن عباس نے اس کے ساتھ بعض لوگوں نے حاضر ہو کر جمعہ ادا کیا پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے **حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ جَاءَتْ سَجَابَةُ نَظَرَتْ حَتَّى سَأَلَ التَّقِيفُ كَانَ مِنْ جَرِيدِ الْفُضْلِ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَكَّةِ وَالطَّيْنِ حَتَّى رَأَيْتُ أَكْرَ الطَّيْنِ فِي جَنْبِهِ**

ترجمہ ابو سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو سعید خدریؓ سے شب قدر کا حال پوچھا سوا منے کہا کہ
 ابراہیم اور عیسیٰؑ پر ساہنہا تنگ کہ مسجد نبویؐ کی حیثیت کا پانی بہ چلا اور حیثیت مسجد کی کہہ دی چہرہ کو
 بنی ہستی سوزناڑ کی تجسیر ہوئی سو میں نے حضرت م کو دیکھا کہ آپ پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے ہیں یہاں تک کہ
 میں نے آپ کی پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا **ف** احمدیث سے معلوم ہوا کہ عیسیٰؑ کے دن اگر لوگ
 جماعت میں حاضر ہو دیں تو حبیب ہی جائز ہے بلکہ ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت احمدیث کی
ابن سعد ثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا انس بن سیرین قال سمعت ابا
 يقين قال رجلا من الانصار اتي لا استطيع الصلوة معك فكان رجلا ضحيا
 فصنع للنبي صلى الله عليه وسلم طعاما من عاه الى منزله فبسط له حصيرا وكف
 طرافه فحضر صلى الله عليه وسلم فقال رجلا من الانصار اتي لا استطيع الصلوة معك فكان رجلا ضحيا
 الله عليه وسلم فحضر صلى الله عليه وسلم فقال رجلا من الانصار اتي لا استطيع الصلوة معك فكان رجلا ضحيا
 ہے کہ ایک مرد انصاری نے حضرت م سے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ جماعت میں حاضر ہونے کی
 طاقت نہیں رکھتا اور وہ آدمی بہت ہونا اور بہاری دن والا تھا سوا منے حضرت م کی دعوت کی
 اور آپ کو اپنے گھر میں بلایا اور کھجمائی بچھا دی اور اوپر پانی چہرہ کا نہا کر نرم ہو جائے یا پاک ہو جاوے
 سو حضرت م نے دسپہر دو رکعت نماز پڑھی تو جارد کی اولاد سے ایک مرد نے انسؓ کو کہا کہ کیا
 حضرت م چاشت کی نماز پڑھنا کرتے تھے انسؓ نے کہا کہ میں نے آپ کو کبھی پڑھتے نہیں دیکھا
 مگر ایک دن **ف** احمدیث سے معلوم ہوا کہ جس آدمی کو غدر ہو اگر وہ جماعت نہ آوے
 تو جائز ہے جیسے کہ آپ نے انسؓ کو معذور کہا لیکن اس کو یہ نہیں فرمایا کہ جبکہ جماعت میں آنا جا
 نہیں یا مکر وہ ہے پس معلوم ہوا کہ عذر والے کو جماعت میں آنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت
 احمدیث کی باب سے اور احمدیث سے بھی معلوم ہوا کہ چہاں پر نماز پڑھنی جائز ہے لیکن مٹی پر نماز پڑھنی
 نہیں ہے **باب** اذا حضر الطعام واقيمت الصلوة فحبب ان يتأخر عن الطعام او عن الصلوة
 کی تجسیر ہو جاوے تو کیا کرے پہلے کھانا لیوے یا نماز پڑھے وکان ابن عمر بن عبد الله
 يخاف ان ابن عمر مات كما نماز عشاء سے پہلے کھانے پر تھوڑا قال ابو الدرداء ان من فضل الله
 ان قاله علي حاجته حتى يقبل على الصلوة وقليل فارغ يعني بعد ذلك ان قاله علي
 فقده او ان قاله علي حاجته حتى يقبل على الصلوة وقليل فارغ يعني بعد ذلك ان قاله علي
 منہ چہرہ احوال میں کہ اس کا دل حاجت سے خالی ہو یعنی بے فکر ہو کر نماز پڑھے کسی حاجت کی طرف

دل نہ لگاؤ **ف** ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں پہلے کھانا کھالینا چاہیے خواہ بہوک ہو یا نہ ہو اور ابو بردار کے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف اسی وقت ہی جبکہ بہوک کا بہت غلبہ ہو اور وقت کھانے سے فراغت کر کے نماز پڑھے **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سَمُوحَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وَضَعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ قَابَدُ وَإِلَّا الْعَشَاءَ تَرَجَّمَهُ عَائِشَةُ مِنْهُ** سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ان کا کھانا تیار ہو اور نماز عشاء کی تجبیر ہو جاوے تو تم کھانی کی ابتدا کر لینے اور کھانے سے فراغت کرو پھر نماز پڑھو تاکہ تسکین سے نماز ہو کھانے کی طہارت نہ لگا رہے **ف** جہو علماء کے نزدیک اول کھانا کھالینا مستحب ہے پھر اس مستحب ہونے میں ہی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مستحب اسی وقت ہی جب کھانا دسکو بہوک کا غلبہ ہووے اور یہی ہے مذہب شافعیوں کا اسی طرح اگر کھانے کو خراب ہو جائیگا خوف ہو تو جب یہی حکم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر حال میں مستحب یہی ہے کہ پہلے کھالیوے اور یہی ہے مذہب امام احمد اور اسحق اور ثوری کا اور بعض کا کہہ اور مذہب ہے لیکن ہر حال نماز سے پہلے کھانا کھالینے کو ترجیح معلوم ہے لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ہی جبکہ نماز کا وقت تنگ ہو اور اگر نماز کا وقت تنگ ہووے تو پہلے نماز پڑھ لیوے ایسے وقت میں نماز کو تاخیر کرنا بالاجماع جائز نہیں امام نووی نے کہا کہ جو چیز دل کو مشغول کر دے وہ بھی طعام کے ساتھ شامل ہے **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْزَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ ابْنِ مَالٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَدْ مَ الْعَشَاءُ قَابَدُ وَإِلَّا قَبْلَ أَنْ تَصَلُّوا صَلَّوْا الْمَغْرِبَ وَلَا تَجْعَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ تَرَجُّمَهُ** انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ جب ان کا کھانا تیار ہو جاوے تو تم کھانے کے ساتھ ابتدا کرو مغرب کی نماز سے پہلے اور کھانے روگردانی مت کرو **حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ ابْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ قَابَدُ وَإِلَّا بِالْعَشَاءِ وَلَا تَجْعَلُوا حَتَّى تَنْصَرِفَ مِنْهُ** وکان ابن عمر یؤمِّرُهُ الطَّعَامَ وَتَقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى تَنْصَرِفَ وَأَنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ تَرَجُّمَهُ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ جب کسی کا کھانا تیار ہووے اور نماز کی تجبیر ہو جاوے تو اول کھانا کھالیوے اور نماز کے واسطے جلدی نہ کرے جب تک کہ اسے فارغ ہو جاوے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جب کھانا آجاتا اور نماز کی تکبیر ہو جاتی تو نماز کی طہارت آتے جب تک کہ کھانیسے فارغ نہ ہو جاتے اور وہ امام کی قرات سنتے رہتے **وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهْبٌ**

ابن عثمان عن موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم
 إذا كان أحدكم على الطلوع فلا يعجل حتى يقضى حاجته منه وإن أقيمت الصلوة قال
 أبو عبد الله وحديثنا إبراهيم بن المنذر عن وهب بن عثمان وذهب مكي رحمه
 الله إلى أن ما رواه الإمام نووي في كتابه من دلالات هو اسباب پر کہ کہنے
 کے موجود ہوتے نماز مکروہ ہے بشرطیکہ اس کے کہنے ارادہ رکھتا ہو اس لیے کہ اس میں دل کا خلوص اور
 حضور بنین رہتا ہے اور سب طرح جس کی طرف دل مشغول ہووے اس کا یہی حال ہے لیکن یہی
 وقت ہے جبکہ وقت فراغ ہو اور اگر وقت تنگ ہو تو پہلے نماز پڑھ لیوے نماز کو وقت میں نہ کرنا
 جائز نہیں ہر صورت اس نماز میں تاخیر کرنا بہت ہوگی لیکن بوجہ حاضر ہونے کہانے کے لیکن نماز
 صحیح ہو اور بعض کہتے ہیں کہ جبکہ کہنا یا تیار ہو اس کی نماز کا وقت دراز ہو جاتا ہے اگرچہ اصلی وقت
 اس کا قضا ہو جاوے **باب** إذا دُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ وَبَيَّحَ مَا يَأْكُلُ وَجَبَ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ
 كي طرف بولا یا جاوے اور وہ کسی چیز کو کھا رہا ہو تو اس کا کیا حکم ہے **ف** غرض امام بخاری کی اس باب
 سے یہ ہے کہ پہلے باب میں جو نماز سے اول کہا نا کہانے حکم آیا ہے تو یہ حکم وہ جب نہیں بلکہ مستحب ہے
 سیلے کر اگر یہ حکم واجب ہوتا تو حضرت کہانے کو چھوڑ کر نہ آتے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ**
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَلَاحٍ عَنْ ابْنِ شَعْبَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي
نَافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ إِذَا دُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ
الصلوة نكاح فطهر السكين فصلى ولم يتوضأ ثم جع عمر بن أمية من رآه من النبي صلى الله عليه وسلم
 اور بچھا کر آپ بکری کا مہتہ کاٹ کر کھا رہے ہو آپ کو نماز کی طرف بولا یا گیا سو آپ کھڑے ہوئے اور
 چھری کو پسلی یا آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہ کیا **ف** احمدیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کہانے کو
 چھوڑ کر نماز کی طرف چل گئے پس معلوم ہوا کہ پہلے کہا نا کہنا واجب نہیں مستحب ہو کہ **باب** من
 كان في حاجة أهله فأقيمَت الصلوة فخصَّه جِئَ آدمي فبكرهه كسے کام میں مشغول ہو اور نماز کی
 تعبیر ہو جاوے تو اس کو نماز کے واسطے آنا جائز ہے **حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شَعْبَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي**
أَبُو حَازِمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مَعْنَةِ أَهْلِهِ كَعَوِي حَتَّى مَهْ أَجْلَهُ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ
خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ ثُمَّ جَمَعَ اسود سے روایت ہو کہ میں نے عائشہ رضی سے پوچھا کہ حضرت ۱۴ اپنے گہر میں
 کیا کیا کرتے تھے عائشہ رضی نے کہا کہ اپنے گہر والوں کا کام کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کی طرف

اور یہی حال ہے
 جبکہ وقت تنگ
 ہو اور مستحب
 ہے کہ نماز میں
 تاخیر کرنا

نکلتے **ف** شامل ترمذی میں ہے کہ کبریٰ کو دو ہتے تھے اور اپنے کپڑوں کو سیتے تھے پس معلوم ہوا کہ گبر باہر کے سب کو منہ کا کہانے کی طرح حکم نہیں کہ پہلے کام کر لیوے بعد اس کے نماز پڑھے۔ یہ کہ اگر ایسا ہو تو دنیا کے کام سے تو آدمی کسی وقت خالی نہیں ہوتا ہے تو اس سے نماز کا وقت بالکل کوئی نہیں بیٹھا پس سولے کہانے کے کسی اور کام کی طرف دل کا اہل نماز معتبر نہیں بلکہ جب نماز کا وقت آدمی تو فوراً کام کو چھوڑ کر نماز میں حاضر ہووے اور مطابقت احمدیہ کی باب سے ظاہر ہے **باب** مَنْ مَكَانَ الْإِنْسَانِ وَهُوَ كَأَنْ يُرِيدَ أَنْ يُعَلِّمَهُمْ صَلَوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّاهُ جَوْشَنُ نَوَّارٌ كَوْنِ نَازِئَةً وَأَيُّ ارَادَهُ نَزَّ كَبُهَا هُوَ مَكْرِيَةٌ كَوْنِ حَضْرَتِ كِي نَازِئَةً سَكَبَلَا نَوَّارٌ وَرَأَى حَاطَرَةً تَلَا نَوَّارٌ تَوَا سَكَا كِيَا حَكَمَ هَلْ كُنَّا مَوْسَى بْنِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لَمَّا قَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنْ كَانَ صَلَاتُكُمْ وَمَا أُدِينُ الصَّلَاةَ أَصْلَكُمْ كَيْفَ ذَا كُنْتُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَلَاتِكُمْ فَقُلْتُ كَيْفَ فَلَا بَرَّ كَيْفَ كَانَ بِصَلَاتِكُمْ قَالَ مِثْلُ شَيْخِنَا هَذَا وَكَانَ الشَّيْخُ يُجْلِسُ إِذَا وَقَعَ رَأْسُهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلُ أَنْ يَنْهَضَ فِي التَّوَكُّدِ الْكَوْنِ تَرْجَمَهُ أَبُو قَلَابَهْ سَ رَوَيْتُ هُوَ كَالْمَلِكِ بَنِ حَوْرَثٍ هَارِي اس سَجْدَةٍ مِّنْ سَوَاهُونَ كَبَا كَمِنْ تَكُونِ نَازِئَةً مَاهُونَ اَوَمِيرَانِ نَازِئَةً كَارَادَهُ نَبِينَ يَئِيهِ نَازِئَةً نَبِينَ كَارَاهِي اَوَسَكَا دَقْتُ نَبِينَ أَيَا نَازِئَةً مَاهُونَ جَيَسِي كَمِنْ نَ حَضْرَتِ كَوْنِ نَازِئَةً دِكْهَلَهْ سَوَا اَوَا يَوَبْ دَرَاوِي نَ كَبَا كَمِنْ نَ اَبُو قَلَابَهْ سَ اَوُحْجَا كَ حَضْرَتِ كَسَطْرَحِ نَازِئَةً تَبَا اَوَسَنَهْ كَبَا كَ سَارِ كَوْنِ شَيْخِ كَسَطْرَحِ يَئِيهِ مَرْوَنِ سَلَمَ كَسَطْرَحِ كَ سَارَا اَمَاهْ اَوَرُوهُ شَيْخِ مَبِيحَا كَرَاتَا جَبَلَهْ سَجْدَهْ سَ سَرَاوْطَا كَرَاتَا هُونَهْ سَ اَوَلِ كَوْنِ مِينَ يَئِيهِ جَلَسَهْ سَ تَرَا حَتِ كَا كِيَا كَرَاتَا تَبَا **ف** اَحَدِيْثُ كَوْنِ مَحْلُومِ هُوَ اَكْرَ كَوْنِ لَوُكُونِ كِي نَازِئَةً مَاهِي كَ بَرُونِ سَكَبَلَا نَوَّارٌ كَوْنِ اَوَسِ كَوْنِ مَقْصُودَهْ مَوْتُو جَانِزَهْ يَهْ نَازِئَةً مِينَ دَاخِلِ نَبِينَ اَوَرُوهُ تَشْرِيْكَ فِي الْعِبَادَةِ كِي قَبِيْلَهْ سَ هُوَ اَوَرِيْهْ جَوَا وَنَهُونَ نَ كَبَا كَ مِيرَانِ نَازِئَةً كَارَادَهُ نَبِينَ تَوَا سَكَا يَهْ مَعْنَى نَبِينَ كَمِنْ يَهْ نَازِئَةً اَبَا كَسَ اَوَسَطُ نَبِينَ نَازِئَةً مَاهُونَ بَلَكَا اَسَكَا مَطْلَبِ يَهْ كَمِيرَانِ نَازِئَةً مَهْنِي كَا سَبَبِ كَوْنِ نَازِئَةً اَوَا كَا حَا نَهْ مَاهِينَ بَلَكَا صَرَفِ مِيرِي غَرَضِ اسِ هُوَ يَهْ كَمَلِكُو تَعْلِيْمِ كَرُونِ اَو تَعْلِيْمِ مِينَ رِيْثَكِ ثَوَابِ هُوَا يَهْ اَوَسَدَا عِلْمُ اَبْصَابِ **باب** اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ عِلْمِ دَالِ اَوَرُو بَرِيْ كِي رَا لَوُكَا اَمَتِ كَرَانَهْ كَوْنِ اَوَسَطُ زِيَادَهْ مَقْدَارِ مِينَ اُنْ لَوُكُونِ سَ جَو عِلْمِ اَوَرُو بَرِيْ نَبِينَ كَهْتِي **ف** اَمِينَ خَمَلَا نَهْ كَ حَبِ اَعْلَامِ اَو قَارِيْ دُونُونِ مَوْجُودِ هُونِ تَوَا اَمَامِ كُونِ بَنِي اَمَامِ شَاخِي اَوَرُو نَاكَا اَوَرُو اَحْمَدُ اَوَرُو رَتَقْدَرِيْنِ كَهْتِي مِينَ كَ عِلْمِ اَمَامِ بَنِي كَ نَازِئَةً عِلْمِ كِي حَا حَتِ كَبِيْثَ نَازِئَةً اَوَرُو اَسَلِيَهْ كَ

اگر نماز میں کوئی قصور ہو تو اسکا تدارک کر سکتا ہے بخلاف قاری کے کہ وہ بسبب علمی کے اسکا تدارک نہیں کر سکتا ہے اور حدیث باب کی بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اسلیے کہ ابو بکر سب سے اعظم تھے اور ابوبکر اور احمد اور اسحق اور بعضے شافعیہ کہتے ہیں کہ امام قاری بنے کہ حدیث میں آیا ہے کہ امامت وہ کوئی ہے جو سب سے زیادہ قاری ہو اور مجاہد علماء اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہ حکم اول مہلک میں تھا جبکہ حافظہ کم تھے اور انشا صدیق اکبرؓ کی حضرت مکی آخر عمر میں واقع ہوئی ہے پس اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے و حاکم ثنائی عن ابن نعین قال ثنا حسن بن عمار عن عبد الملک بن محمد قال قال ثنی ابو بردہ عن ابن موسیٰ قال فی حدیث التیمی صلی اللہ علیہ وسلم کاشدک فی حدیث فقال ہر و ابابکر فلیصل بالناس قالت عائشہ انہ رجلی ذوقی اذا قام مقامک ثم یستطیع ان یتصل بالناس قال فی حدیث ابابکر فلیصل بالناس دعا کذا فقال فی حدیث ابابکر فلیصل بالناس فانکلت صواحب یوسف فانما الزسول فی حدیث التیمی صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ ہوتا ہے کہ اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ جب حضرت حسنہؓ میں بار فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھانے سے تو ابو بکرؓ کے پاس کوئی قاصد آیا یعنی حضرت کا بھیجا ہوا یعنی ہلال آئے اور انکو کہہ کہ حضرت نے تمکو نماز پڑھانے کو اسطو امام مقرر کیا ہے چلو اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ سو حضرت کی حیاتیہ میں صدیق اکبرؓ نے لوگوں کو امامت سے نماز پڑھائی **ف** علماء کہتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض اس حدیث سے یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ سب امت سے افضل ہے اور سب سے زیادہ عالم ہے اسلیے کہ آپ نے باوجود تدارک کے امامت کے اسطو اس کے سوا کسی کو پسند نہ کیا **حدیث** ثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن عمار بن عوف عن ابیہ عن عائشہ ام المؤمنین انہا قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حدیثہ مر و ابابکر یتصل بالناس قالت عائشہ قلت ان ابابکر اذا قام فی مقامک ثم یسمع الناس من البکاؤ فیرغم فلیصل الناس ففعلت حفصہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک کانت صواحب یوسف مر و ابابکر فلیصل بالناس فقالت حفصہ لعائشہ ما لک کا حیدر منک خیرا ترجمہ اسکا یہی جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ عائشہؓ نے حفصہؓ سے کہا کہ تم حضرت کو کہو کہ ابو بکرؓ جیسے آپ کے تمام بہن بھائی نے کہہ دیا ہوگا تو روئے لگے گا اور قرآن کی تلاوت لوگ نہیں گئے آپ عمر کو فرمائیے کہ نماز پڑھاؤ تب حضرت نے فرمایا کہ مقرر تم یوسف کے ساتھ دینی عمر تو

ترجمہ ہوتا ہے کہ اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ جب حضرت حسنہؓ میں بار فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھانے سے تو ابو بکرؓ کے پاس کوئی قاصد آیا یعنی حضرت کا بھیجا ہوا یعنی ہلال آئے اور انکو کہہ کہ حضرت نے تمکو نماز پڑھانے کو اسطو امام مقرر کیا ہے چلو اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ سو حضرت کی حیاتیہ میں صدیق اکبرؓ نے لوگوں کو امامت سے نماز پڑھائی

ماکرین جو کلام نہ سنی تو حضرت ابراہیمؑ نے

کی طرح ہو کر دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ سو حضرت نے عائشہ سے کہا کہ نہیں ہوں میں کہ کہو بخون سجھے
نیکی کو یعنی حضرت کا یہ ناراض ہونا تھا سب سے ہوا ہے **حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا**
شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ بَنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهُ وَهَجَرَهُ أَنَّهُ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الَّذِي تَوَلَّى فِيهِ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْأَشْيَيْنِ وَهُمْ مُصَوِّفُونَ فِي الصَّلَاةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَانَ وَجْهَهُ وَرَقَةً مُصَفَّيْنِ
تَبَسَّمَ بِضَمِّكَ فَهَمَمْنَا أَنْ نَقْتَدِرَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَصَّرَ
أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبَيْنِ لِيُصَلِّيَ الصَّفِّ وَلَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجًا إِلَى الصَّلَاةِ
فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَيْتُوا صَلَّوْا تَكُمُ وَأَرْخَى السِّتْرَ فَتَوَلَّى مِنْ يَوْمِهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ انسؓ سے روایت ہے کہ مقرر صدیق اکبرؓ لگوں کو نماز پڑھتے
تھے اوس بخاری بن جہین حضرت م کا انتقال ہوا یہاں تک کہ جب نوار کا دن ہوا اور لوگ صغین باندہ
نماز میں کھڑے ہو تو حضرت م نے جبرے کا پردہ اوٹھایا اور ہکو کھڑے ہو کر دیکھتے رہے کچھ دیر
کا ورق تہلینے بسبب باریک ہو جانے چڑے کے اور غائی بدن کی اور روشنی جمال بامحال کی
پہر اپنے تبسم فرمایا یعنی ہنستے ہو سو مجھے قصد کیا کہ فتنے میں پڑ جاؤں یعنی ہماری نماز ٹوٹ جاوے
اوس خوشی کے بسبب جو ہکو حضرت م کے یدار سے چل ہوئی پس ابو بکر رض اپنی ایڑیوں پیچھے ہٹے یعنی
پہلے کی طرف پیچھے نہ پھیری اور نہ اوس طرف و نہ پیرا اوگمان کیا کہ حضرت نماز میں آنے والو
میں سو حضرت م نے ہاں طرف شاہ کیا کہ اپنی نماز تمام کرو اور پردہ کو دور واز پر لٹکا یا یعنی جبر کے
اندھ چلے گئے سو اسی دن اچکا انتقال ہوگیا اللہ تعالیٰ اوپر نہ اران نہر رحمت کرے **حَدَّثَنَا أَبُو**
مَعْيٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَوْ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَأَقِمْتَ الصَّلَاةَ فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ
بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَجَّهَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظُرًا كَانَ أَجْمَبُ
إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَجَّهَهُ لَنَا فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِبِدِّهِ إِلَى بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ وَأَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ لَمْ يُقَدِّمْ عَلَيْهِ
حَتَّى مَاتَ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم میں دن مسجد میں نہ
سماند کی تکبیر ہوئی اور ابو بکر رض آگے بڑھے یعنی امارت کے لیے سو حضرت م نے پردہ اوٹھایا یعنی

جھرے کے دروازے سے سب کا چہرہ مبارک ظاہر ہوا تو ہم نے ایسا دیدار کبھی نہیں دیکھا جو ہرکو بہت پیارا ہوتا تھا حضرت م کے چہرے سے جبکہ ہر کوٹھا ہر مہو اسو ابو بکر رحمہ نے گمان کیا کہ حضرت تشریف لاتے ہیں تب اولٹے پاؤں پیچھے ہٹے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رحمہ کی طرف اشارہ کیا کہ امام بنے اور لوگوں کو نماز پڑھاوے اور آپ نے پر وہ لنگا یا اور سجدین تشریف لائے سو نہ طاقت پائی اپنے آپکے دیدار پر بہانہ کہ اے انتقال فرمایا حد ثنا یحییٰ بن سلیمان قال حدثنی ابن وہب قال حدثنی یونس بن ابی شہاب عن حمزہ بن عبد اللہ کہ أخبرنا عن ابیہ قال لما اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجع فقل له فی الصلوۃ قل مرؤا بکرم فیصل بالتاس قالک عائشہ ان ابابکر رجل رقیق اذا قرع علیہ البکاء قال مرؤا فلیصل فعادته فقال مرؤا فلیصل انک صواحب یوسف تابعہ الترمذی وابن الزہری واسحاق بن یحییٰ الکلبی عن الزہری وقال عقیل و معمر عن الزہری عن حمزہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ عبد الباق عمر رضی اللہ عنہ سے روا ہے کہ جب حضرت م کو بیماری کی بہت شدت ہوئی اور سجدین آنے کی اور لوگوں کو نماز پڑھانے کی طاقت نہ رہی تو آپسے نماز کا حال پوچھا گیا کہ لوگوں کو نماز کون پڑھاوے فرمایا کہ ابو بکر رحمہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھاوے عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ابو بکر نرم دل آدمی ہے جب قرآن پڑھے گا تو رونے لگے گا فرمایا کہ اس سے کہو لوگوں کو نماز پڑھاوے سو میں نے یہ وہی بات دہرائی فرمایا کہ اسی کو کہو نماز پڑھاوے تم یوسف کے ساتھ والی عورتوں طرح ہو ف یہ حدیث دراصل ایک ہی شے ہے لیکن سندین اسکی مختلف ہیں سیدہ طحاہ بخاری نے یہی اسکو کئی سندوں سے بیان کیا ہے گویا اشارہ ہے کہ یہ حدیث بخاری کو بہت طریقوں سے پہنچی ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص علم والا ہو اور بزرگ ہو وہ امامت کو زیادہ تر لائق ہے اوس آدمی سے جو علم اور بزرگی نہیں نہیں کہتا سیدہ جو اعلیٰ اور افضل ہو وہ امامت کو زیادہ تر لائق ہے عالم اور فاضل اسے اور وجہ استدلال ان حدیثوں سے یہ ہو کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بہت حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہے اور یہی قطعاً معلوم ہو چکا ہے کہ وہ سب اصحاب سے افضل ہیں اور جب کہ امامت کر لینے کا ہوا تو اس سے یہ سکہ ثابت ہوا کہ امامت کو زیادہ تر لائق وہ آدمی ہے جو اہل علم اور اہل فضل ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت ان حدیثوں کی باب سے قائم الیٰ جنب الامام لعلہ اگر کوئی شخص کسی سب سے امام کے پہلو میں کھڑا ہووے تو اسکا کیا حکم ہے یعنی اگر امام مثلاً بیمار ہو اور مقتدی کبیر کی آواز نہ سنیں

ف پہلے امام سے وہ امام مراد ہے جو ہمیشہ سے مقرر ہوا اور محراب میں آنے والے سے وہ امام مراد ہے جو اس کا نائب اور خلیفہ ہو یعنی اگر ہمیشہ کے امام نے کسی عذر سے کسی دوسرے آدمی کو نماز میں اپنا خلیفہ بنایا اور نماز کے اندر پہرہ ہمیشہ کا امام بھی اگیا تو اب وہ خلیفہ خواہ پیچھے کی صف میں ہٹ جاوے خواہ نہ ہٹے خلیفہ کی نماز جائز ہو جاتی ہے دوسرا کر پڑھنے کی کوئی حاجت نہیں ہو یہ نہیں کہ دو تین قدم پیچھے ہٹ کر جانے کو سب سے اوسکی نائبا ہووے یا نماز میں دوسری آدمی کے پیچھے اقد کرنے کی وجہ سے اوسکی نماز جائز نہ ہو اور پیچھے ہٹنے اور نہ ہٹنے کے باب میں عائشہ رضی نے حضرت سے حدیث روایت کی ہے چنانچہ وہ حدیث عروہ اور عبد اللہ کے طریق سے باب میں قائم ابی جناب الامام میں اور بزرگور ہو چکی ہے اور جواز اکی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے نماز دوسرا کرنے کا حکم فرمایا احکم مٹا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابی حازم بن دینار عن سہل بن سعد ان احدى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ذهاب الى بني عكر بن حوث ليصلو بينهم فماتوا لصلوة فجاء المؤمن الى ابى بكر فقال انصلي للتأويل فقلت قال نعم فعلى ابو بكر فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس في الصلوة فقلع حتى وقف في الصف فصفق الناس وكان ابو بكر لا ينفيت في صلواته فقلت انكر الناس التصفیق التفت فرائ رسول الله صلى الله عليه وسلم كما اشار اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان انكث مكانك فرفع ابو بكر يده فحمد الله على ما امره به رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذلك ثم استأخر ابو بكر حتى استوفى في الصف وتقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم فصل فقلت انصرت قال يا ابا بكر ما منعك ان تنبت اذا امرتك فقال ابو بكر ما كان لابن ابی جحافة ان يصلي بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لي رايتكم انكرتم التصفیق من نكبة شق في صلواته فليسمع فانك اذا سبكت التفت اليه فاشما التصفیق للنساء ترجمہ سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ سلم قوم نبی عمیرین صلح کرنے کو گئے کہ وہ پچھین لڑ پڑے تھے سو نماز کا وقت آیا یعنی عصر کا سو وہ دن صلیق البر رضی پاس آیا اور کہا کہ کیا تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ گے اور میں بھیج کر رہا ہوں ابو بکر رضی نے کہا ہاں پڑھاؤ گا سو ابو بکر نے امام ہو کر نماز شروع کی سو حضرت صنفہ لیا اور صحابہ نماز میں تھے سو حضرت م صفوں کو چیرتے چل گئے یہاں تک کہ اہل صف میں نماز کی نیت کر کے کھڑے ہوئے سو صحابہ نے دستک دی اور

۸۸۱

و قال رسول الله عليه وسلم

تالی بجائی کہ صدیق رحمہ حضرت م کے آنے کو خبردار ہو جاوین اور صدیق کی یہ عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف نہ دیکھتے تھے سوجب لوگوں نے بہت تالیان بجائیں تو صدیق رحمہ نے نظر کی سو دیکھا کہ حضرت صف میں کھڑے ہیں سو آپ نے صدیق رحمہ سے اشارہ کیا کہ وہیں ٹھہرے رہو اور امامت کیے جاؤ پھر صدیق لکھنے لگے دونوں ماتہ اور خدا کا شکر ادا کیا کہ حضرت نے مجھ کو امامت کرنے کو فرمایا پھر صدیق رحمہ پیچھے ہٹے یہاں تک کہ صف میں برابر ہو گئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر امامت کی پھر جب حضرت م نماز پڑھ چکے تو فرمایا اے ابوبکر رحمہ میرے حکم کے بعد کیوں نہ وہاں ٹھہرا کر صدیق اکبر رحمہ نے عرض کی کہ ابی تمناذ (یہ ادنیٰ کے باپ کا نام ہے) کے بیٹے کو یہ لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگو امام بنے پھر حضرت م نے اور صحابہ سے فرمایا کہ مجھ کو کیا ہے کہ میں نے تلو دیکھا کہ تم نے بہت تالی بجائی یعنی ایسا نہ کیا جس کو نماز میں کوئی ضرورت پیش آوے یعنی ایسی ضرورت جس میں امام کو خبردار کرنا پڑے تو چاہیے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہے ہو اس طرح کہ جب سبحان اللہ کہتا تو اس کی طرف التفات کیا جاوے گا یعنی امام سبحان اللہ کہنے کو خبردار ہو جاوے گا پھر حضرت م فرمایا کہ تالی مارنا تو صرف عورتوں کے واسطے چاہیے یعنی اگر امام کے خطا پر عورت واقف ہو تو سبحان اللہ نہ کہے بلکہ ماتہ کو ماتہ پر مارے ہو کہ عورت کی آواز سے مرد اکثر بد خیال ہو جاتا ہے **ف** بنی عیین عوف انصار کا ایک قبیلے کا نام ہے اذلی استمین لڑائی ہو گئی تھی جب حضرت م نے سناتب آپا و نین صلح کرانے کو گئے اور جاتے ہوئے زمانے کا گریمن نماز کے وقت نہ آؤں تو ابوبکر رحمہ کو امام بنا کر نماز پڑھ لینا سو حضرت م کو وہاں کچھ دیر ہو گئی تو لوگوں نے ابوبکر رحمہ کو امام بنا کر نماز شروع کی اور حضرت م پیچھو سے آئے تب یہ حدیث زمانی اتنے معلوم ہو کہ اگر خلیفہ مصلیٰ سے پیچھے ہٹاؤ تو اس کی نماز درست ہو اس لیے کہ ابوبکر رحمہ مصلیٰ سے پیچھے ہٹاؤ اور حضرت نے ان کو نماز دوہرائے کا حکم نہ فرمایا بلکہ اوپر سرسکوت فرمایا پس آپ کی تقریر سے نماز کا جائز ہونا ثابت ہو گیا اور یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی باب سے اور حدیث سے اور یہی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ لوگوں میں صلح کرانی اور قطع رحمی کے جڑ کے اوکھاڑنے میں بڑا ثواب ہے اور امام کا خود آپ رعیت میں صلح کے واسطے جانا اور صلح کو امامت پر مقدم رکھنا جائز ہے اور دوم یہ کہ بعض رعیتوں کے دعوے سننے کو واسطے امام کو موقعہ پر جانا جائز ہے جبکہ ان کی کچھ ہری میں حاضر کرنے سے موقعہ پر جانا بہتر معلوم ہووے سو ہم یہ کہ ایک نماز دو اماموں کے پیچھے پڑھنی جائز ہے اسطو سے کہ کچھ نماز پہلے ایک امام پڑھاوے اور باقی نماز پھر دوسرا امام پڑھاوے اور جب کہ ہمیشہ کا امام غائب ہو تو کسی کو اپنا خلیفہ بناوے اور جب ہمیشہ کا امام نماز شروع ہونے کو بعد آجاوے تو اس کو اختیار ہے خواہ اپنے خلیفے کے

اقتدار سے اور خواہ امام بن جاوے اور خلیفے کو مقتدی بنالیوے کہ اسطرح اول بدل کرینے کسی کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے نہ امام کی اور نہ مقتدیوں کی چھارم یہ کہ اگر کوئی آدمی اپنی کچھ نماز میں امام بنے اور باقی نماز میں مقتدی بنی تو یہ بھی جائز ہے پیغمبر یہ کہ اگر تنہا آدمی نماز شروع کرے اور پہلے اس کے پاس جماعت ہونے لگے تو اس پہلی نیت سے جماعت کے ساتھ مجاوے نہ نماز کو توڑے اور نہ نئی نیت کرے اسلئے کہ اگر مقتدی امام سے پہلے نیت کرلیوے تو جائز ہے ششم یہ کہ صدیق اکبرؓ کو تمام صحابہ پر فضیلت ہو اور ایک جماعت نے اس حدیث سے دلیل کرلی ہے اس پر کہ ابو بکر صدیقؓ صاحب افضل ہیں اسلئے کہ سب صحابہ نے امامت کو واسطی اوسیکو اختیار کیا اور کسی کو نہ کیا اور یہ کہ اگر امام حاضر نہ ہووے تو مقتدیوں سے کوئی امام بنجاوے لیکن یہ اوس وقت ہو کہ نیت کا خوف نہ ہو اور امام اوس خلیفے سے ناراض نہ ہو بلکہ وہ خلیفہ سب کا خیر خواہ ہو ہفتم یہ کہ اقامت کہنا اور امام کو بلانا مؤذن کا کام ہے اور یہ کہ بدون اذن امام کے مؤذن بکیر نہ کہے اور یہ کہ نماز اول وقت پڑھنی خاص کر عصر کی نماز امام کی تہظار سے افضل ہے ششم یہ کہ نماز میں سبحان التبارک اور الحمد تبارک کہنا جائز ہے گو اوس سے غیر کو خبردار کرنا مقصود ہو تاہم کہ نماز میں تبارک اور الحمد دعا کرنا جائز ہے دہم یہ کہ جب کسی کو کوئی نئی نعمت ملے تو مستحب ہے کہ الحمد تبارک کہے گو نماز ہی میں ہو یا زود ہم یہ کہ کسی حاجت کو واسطی پیچھے کی طرف پھر کر دیکھنا جائز ہے اور یہ کہ نمازی کو ماتمہ سر اشارہ کرنا جائز ہے دوازدہم یہ کہ نمازیوں کو تہنیت ہونے اون کے درمیان سے چلنا پہلی صف میں داخل ہونے کے واسطی جائز ہے مگر نہ صرف امام ہی کے واسطی ہے یا اوس کے واسطی جسکے خلیفہ بنانے کی امام کو حاجت ہو یا صف اول میں کوئی خالی جگہ بند کرانے کے واسطی جاوے اور یہ آدمیوں کو تکلیف دینے کے قبیحے سے نہیں ہے جیسے کہ بیٹے آدمیوں کی گردنوں پر سے کود کر جانے میں انکو تکلیف دیتی ہے پس اس حدیث اور حدیث من شطط رقاب الناس الخ کے درمیان کوئی تعارض نہیں سیزدہم مفضول کو فاضل کی امامت کرائی جائز ہے چار دہم یہ کہ نماز میں تہوڑا کام کر لینے سے اوکئی قدم چلنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اسلئے کہ ابو بکرؓ اپنی جگہ سے چکر صف میں آئے مگر بشرط ہائے پاؤں پیچھے بٹے قبلہ کی طرف بیٹھ نہ پھرے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام قراۃ میں بند ہو جاوے تو مقتدی کو بتلانا جائز ہے اسلئے کہ جب جاثق کہنا جائز ہو تو قرآن کی تلاوت بطریق اوجے جائز ہوگی باب ۱۸ اِذَا السُّقُوفُ فِي الْفِرَاقَةِ فَلْيَقُوهُمْ اَلَا يَرَوْنَ جَبَّارًا
پڑھنے میں سب برابر ہوں تو بڑی عزت والا امام بنے حَلَّ شَنَا سَلِيمًا اِنْ يَرْحَبُ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعْدُ
ابْنُ كَيْدٍ عَنْ اَبِي كَيْوَبٍ عَنْ اَبِي فَلَاكَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَحْمَدٍ عَنْ اَبِي كَيْوَبٍ قَالَ قَدِمْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

عَلَيْكُمْ صَلَاتُكُمْ وَكُنْ مُسَبِّحًا فَلْيَنْتَهِ عِنْدَ كُنْ حَتَّى تَكُونَ لِكَلِمَةٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا فَقَالَ لَوْ دَجَعْتُكُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ فَغَلَبْتُمُوهُمْ مُرُوهُمْ فَلْيَصَلُّوا صَلَاتَهُ كَذَلِكَ فِي حِينَ كَذَا وَصَلُّوا كَذَا فِي حِينَ كَذَا فَإِذَا أَحْضَرْتُمُ الصَّلَاةَ فَلْيُؤْخِذُوا لَكُمْ أَحَدَكُمْ وَلْيُؤْمَرْكُمْ أَكْبَرُكُمْ تَرْجُمُهُ الْمَلِكُ بْنُ حَوِیْثَ رَضِيَ عَنْهُ هُوَ كَمَا هُوَ (کئی آدمی) حضرت پاس حاضر ہوئے اور ہم سب جوان تھے نیز جوان آدمی کو بیوی کا بہت شوق ہوتا ہے) اور ہم آپ کے پاس قریب ہیں ذکرِ نبیرے اور آپ بہت مہربان تھے ہمارا اشتیاق گہروں کی طرف بہت دیکھا تو پہلو وطن جانیکی اجازت دی اور فرمایا کہ اگر تم اپنے شہر میں کیٹھن ملے جاؤ اور وہاں کوگون کو دین سکھاؤ تو بہت بہتر ہوو۔ اؤ کو حکم کرو کہ نماز پڑھیں ایسے وقت میں اور ایسے نماز ایسے وقت یعنی آپ نے پانچون نمازوں کو وقت بیان فرمائے اور جب نماز کا وقت آوے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان دیوے اور تم میں بڑی عمر والا امام بنے **ف** صحیح مسلم بن ابوسعود انصاری رحمہ سے روایت ہو کہ حضرت فرمایا کہ امامت کرے قوم کی جوان میں قرآن کا بڑا قاری ہو سو اگر وہ لوگ قرات میں برابر ہوں تو جو بڑا عالم حدیث کا ہو سو امامت کرے اور اگر حدیث میں ہی سب برابر ہوں تو امامت کرے جو اون میں سے اول ہوتا ہے اگرچہ تین میں ہی سب برابر ہوں تو ان میں بڑی عمر والا امامت کرے جو حدیث میں بہت میر ہو ہے مسئلہ باب میں لیکن چونکہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں ہے اس لیے اس کو باب میں نہیں لایا بلکہ اس کو سبجہ ترجمہ میں داخل کیا اور اسکے دھڑیل مالک بن حویرث کی حدیث لایا لیکن احمدی سب کا قراۃ اور حدیث میں مساوی ہونا صریحاً معلوم نہیں ہوتا ہے فقہ الباری میں لکھا ہو کہ مالک بن حویرث اور اسکے ساتھیوں کا بھرت اور اقامت اور غرض میں برابر ہونا اور حضرت کا بکویہ فرمانا کہ اپنے پیچھے والوں کو جا کر دین سکھاؤ اور کسی ایک کو ان میں سے خاص کرنا دلیل ہے اس پر کہ وہ لوگ قراۃ اور فقہ فخر الدین میں سب برابر تھے معلوم کہ جب تک وہ میں سب برابر ہوں بڑی عمر والا امامت کرے پس یہی وجہ ہے مطابقت احمدی کی بات سے اور قرآن کا قاری اوس وقت مقدم کیا جاتا ہے جبکہ سائل نماز وغیرہ کا خوبا ہر ہو اور جب قاری باطل جابل ہو سو اسے قرات کی اور کچھ نہ جانتا ہو تو اس وقت سب اتفاق ہے کہ عالم امام بخاری اٹا کر دی اور سب اہکایہ ہو کہ حضرت کے زمانے کے لوگ قرآن کے معنی جانتے تھے اس لیے کہ وہ اہل زبان تھے ان کی عربی کلام تھی سو جو اون میں قاری ہوتا تھا وہ فقہ اور حدیث میں بڑا عالم ہوتا تھا بلکہ جو اون نے قاری ہوتا وہ بھی سچیلے زمانے کے فقہ سے زیادہ ماہر ہوتا تھا **بَابُ إِذَا كَانَ كَامَامُ** **تَوَمَّأَ فَاَتَمَّهُمْ** جب امام کسی قوم کی زیارت اور ملاقات کو جاوے تو اس کو اون کی امامت کرنی چاہی

اور فرمایا کہ اگر تم اپنے شہر میں کیٹھن ملے جاؤ اور وہاں کوگون کو دین سکھاؤ تو بہت بہتر ہوو۔ اؤ کو حکم کرو کہ نماز پڑھیں ایسے وقت میں اور ایسے نماز ایسے وقت یعنی آپ نے پانچون نمازوں کو وقت بیان فرمائے اور جب نماز کا وقت آوے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان دیوے اور تم میں بڑی عمر والا امام بنے

۸۸۸

عَنْ حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي
مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ أَسْتَأْذِنُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ لَهُ نَفْسٌ لَهَا فَقَالَ أَيْنَ نَحْبُكَ أَنْ أَصِلَ مِنْ بَيْتِكَ فَاشْرُفْ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الْمَلَكُ
أُحِبُّ نَقَامَ وَصَفَّقْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا تَرْجُمُهُ عُثْمَانُ بْنُ مَالِكٍ سَمِعْتُ هُوَ كَهْضَتْ مِ نَ فِي سِرِّ
مَكْرَمٍ فِي لَيْلٍ جَازَتْ لَهَا سُوَيْنُ أَنْ أَكْبَرُ أَجَازَتْ سَوْفَا يَأْكُلُ تَوَلَّى كَهْزَتْ مِ نَ فِي سِرِّ نَازِزٌ هُوَ كُوسٌ جَلْبُوهُ
بِئْسَ رَكْبَةٌ هُوَ سُوَيْنُ جِسْمَانِ كُوسٍ كَهْزَتْ سَوْفَا يَأْكُلُ تَوَلَّى كَهْضَتْ مِ نَ نَازِزٌ هُوَ كُوسٌ جَلْبُوهُ
هُوَ لَيْلٍ جَازَتْ لَهَا سُوَيْنُ أَنْ أَكْبَرُ أَجَازَتْ سَوْفَا يَأْكُلُ تَوَلَّى كَهْضَتْ مِ نَ نَازِزٌ هُوَ كُوسٌ جَلْبُوهُ
فَاسْمُهَا سُوَيْنُ مَعْلُومٌ هُوَ أَكْبَرُ كُوسٍ كَهْضَتْ سَوْفَا يَأْكُلُ تَوَلَّى كَهْضَتْ مِ نَ نَازِزٌ هُوَ كُوسٌ جَلْبُوهُ
أَمَّا كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
يَهُودِيٌّ كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
مِنْ تَوَلَّى كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
أَمَّا تَوَلَّى كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
كَمَا جَاءَ فِي كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ الَّذِي تَوَلَّى كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
يَعْنِي أَوْ جِسْمَانِ مِ نَ كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
رَبِّهِ أَوْ لَوْ كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
بِرَّحَالٍ مِ نَ كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
أَمَّا تَوَلَّى كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِذَا رَكْعَتُهُ قَبْلَ الْأَمَامِ يَجُوزُ فِيمَا كُنْتَ يَقْدِرُ مَا رَكْعَتُهُ ثُمَّ يَتَّبِعُ الْأَمَامَ
يَعْنِي أَوْ ابْنِ مَسْعُودٍ إِذَا رَكْعَتُهُ قَبْلَ الْأَمَامِ يَجُوزُ فِيمَا كُنْتَ يَقْدِرُ مَا رَكْعَتُهُ ثُمَّ يَتَّبِعُ الْأَمَامَ
أَوْ أَمَامِ ابْنِ مَسْعُودٍ إِذَا رَكْعَتُهُ قَبْلَ الْأَمَامِ يَجُوزُ فِيمَا كُنْتَ يَقْدِرُ مَا رَكْعَتُهُ ثُمَّ يَتَّبِعُ الْأَمَامَ
جَعَلَنِي فِيمَا كُنْتَ يَقْدِرُ مَا رَكْعَتُهُ ثُمَّ يَتَّبِعُ الْأَمَامَ
بِرَّحَالٍ مِ نَ كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
أَمَّا تَوَلَّى كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ اسْمُهَا كَرْنِي كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ
كَمَا جَاءَ فِي كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ الَّذِي تَوَلَّى كَرْنِي جَازَتْ هُوَ أَدْرِيبِي وَجْهٌ مَطَابَقَتْ

وَحَدَّثَنَا مِنْ نَفْسِهِ خَقَّةٌ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِيُصَلِّوَ الطَّهْرَةَ وَالْأُوتَرُ يُصَلِّي بِالنَّاسِ
 فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ قَاوَمًا عَلَى إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْنِ لَا يَتَأَخَّرَ فَقَامَ
 اجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ يَأْتِيهِ بِصَلَوَاتِهِ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ بِصَلَوَاتِهِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ
 عُبَيْدُ اللَّهِ فَدَخَلَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَ نَبِيُّ عَائِشَةَ
 عَنْ قَوْمٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ حَدِيثَهَا فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ
 شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ اسْمُكَ لَكَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ

ترجمہ احمدیث کا اوپر گزر چکا ہے امین اتنا زیادہ ہے کہ حضرت م نے بیماری میں فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے کہا آپ کی انتظار کر رہے ہیں فرمایا کہ میرے واسطے ایک تغافل پانی بہہ رہا ہے سو میں نے اس پانی کو بہہ کر دیا سو آپ نے غسل کیا پھر آپ کھڑے ہوئے لگو سو آپ بیہوش ہو گئے پھر بیہوش میں آئے فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے عرض کیا نہیں آپ کی انتظار میں ہیں فرمایا کہ میرے واسطے ایک تغافل پانی رکھو سو آپ تغافل میں بیٹھے اور غسل کیا پھر آپ دھنسنے لگے سو بیہوش ہو گئے پھر بیہوش میں آئے پھر فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے عرض کیا کہ نہیں آپ کی انتظار کر رہے ہیں اور لوگ نماز عشا کی واسطے مسجد میں آپ کی انتظار کر رہے تھے سو حضرت نے صدیق رحمہ کی طرف آدمی بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھانے اور باقی تمام قصہ عائشہ کے عذر کا اوپر گزر چکا ہے اور اس کی آخر ایک یہ لفظ بھی زیادہ کہ جس دن آپ گھر سے تشریف لائے وہ ظہر کی نماز کا وقت تھا اور فرمایا کہ مجھ کو ابو بکر رحمہ کے پہلو میں بٹھاؤ سو حضرت نے لوگوں کو بیڑہ نماز پڑھائی عبید اللہ راوی نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عائشہ رحمہ سے سنا کہ ابن عباس کو سنائی سو اس نے احمدیث سے کسی بات کا انکار نہ کیا یعنی یہ حدیث صحیح ہے **ف** مطابقت احمدیث کی باب سے یہ ہے کہ آپ نے بیٹھے کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور لوگوں کو بیٹھنے کا حکم فرمایا پس معلوم ہوا کہ امام کی پیروی عمومی سے یہ حکم مخصوص ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے **ف** افتح الباری میں لکھا ہے کہ احمدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمیشہ کا امام بیمار ہو تو دوسرے کو اپنا خلیفہ بنا یا بہتر ہے اسے کہ وہ خود بیٹھے کر لوگوں کی نماز پڑھائے اس لیے کہ حضرت م نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا اور آپ نے بیٹھے کر ان کو نماز پڑھائی اور احمدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر امام معذور ہو وہ اور بیٹھے کر لوگوں کو نماز پڑھائے تو جائز ہے خواہ مقتدی ہی امام کی طرح معذور ہو خواہ ندرست ہو اور کھڑا ہو کر امام کے پیچھے نماز پڑھے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور ابو حنیفہ اور اوزاعی وغیرہ کا اور ایسے ہی بہت صحابہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے بیٹھے کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور میں میرے میں اس میں

حضیر احمد جابر اور قیس اور انس بن مالک وغیرہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ اگر امام
 بیٹھ کر نماز پڑھائی اور مقتدی کھڑے ہوں تو جائز ہے اور بعض نے کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرض الموت کی حضرت
 کے ساتھ خاص ہے یعنی کسی اور کو بیٹھ کر امامت کرنی جائز نہیں ہے اور دلیل اس کی حدیث جابر جعفی کی ہے
 کہ میرے بعد کوئی آدمی بیٹھ کر امامت نہ کرے سوا امام شافعی نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہو پس محبت نہیں ہو سکتی ہے
 اور نیز جابر جعفی بڑا کذاب ہے امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ ترجیح دیا جہاں میں کوئی نہیں دیکھا
 اور نیز احتمال ہے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ کوئی مقتدی امام کے پیچھے بیٹھ کر امام مالک کے نزدیک ہی بیٹھ کر امامت
 جائز نہیں لیکن ابو بکر بن عربی مالکی نے کہا کہ یہ حدیث مرض الموت کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں
 پس سنت کا اتباع کرنا بہت بہتر ہے اور تخصیص احتمال سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور بعضوں نے
 کہا کہ جو حضرت ۴ نے پہلے حکم فرمایا تھا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی اوسکے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھو جو
 کہ آئندہ حدیث میں آتا ہے تو یہ حکم مقتدیوں کے پیچھے کر پڑھنے کا منسوخ ہے اس حدیث مرض الموت
 سے اسلئے کہ صحابہ نے حضرت ۴ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آپ بیٹھے تو سو آپ نے کسی کو بیٹھنے
 کا حکم نہ فرمایا اور یہی قول ہے امام شافعی اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور اوزاعی وغیرہ کا لیکن امام احمد
 کہتے ہیں کہ یہ امر منسوخ نہیں اب بھی امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور یہی مذہب ہے ایک جماعت
 محدثین کا جیسے ابن خزیمہ اور ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ اور وہ ان دونوں قسم کی حدیثوں میں بھی طور
 سے تطبیق دیتے ہیں جو فتح الباری میں مذکور ہیں بہت عمدہ وجہ تطبیق کی اول میں سے یہ ہے کہ
 یہ جو حضرت نے فرمایا ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی اوسکے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھیں تو
 یہ حدیث معمول ہے استعجاب پر لینے مستحب ہے کہ بیٹھے کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھے واجب نہیں اسلئے
 کہ جب حضرت ۴ نے اس خیر باد میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی
 اور آپ نے اؤکو نماز کے دوہارے کا حکم نہ فرمایا تو آپ کی تقریر ثابت ہو گئی بلکہ واجب باطل ہو گیا اور
 یہ حدیث مرض الموت کے جواز پر معمول ہے لینے اگر بیٹھے امام کے پیچھے مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں
 تو یہ بھی جائز ہے اور جواز مستحب کے مخالف نہیں ہے اگر کوئی کرے تو اب ہر کرے تو عذاب نہیں
 پس دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی ان سے مخصوصا متبرحم کہتا ہے کہ دعویٰ نسخ سے یہ تطبیق اولے
 ہے اور شیخ ابن حجر کے بھی رائے معلوم ہوتی ہے کہ دونوں میں تطبیق دیکر سبکوت کر گئے ہیں بلکہ
 امام بیٹھے کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنے کو مستحب نہیں لگے ہیں والد اعلم حکمنا عَزَّ اللهُ نُونُ
 قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ

پڑی اور لوگ آپکے پیچھے کھڑے رہے آپ نے انکو بیٹھنے کا حکم فرما اور میں کھڑا جاتا ہوں مگر حضرت کے
 آخر سے فصل کو یعنی جو حضرت نے آخر عمر میں کیا ہو یا فرمایا ہو اسی پر عمل
 کرنا چاہیے **ف** مطلب امام بخاری یہ ہے کہ امام کہتے ہیں کہ نماز پڑھنا منسوخ ہو چکا ہے حضرت
 کے آخری فصل سے جو آپ نے مرض الموت میں کیا جیسے کہ اوپر گزرا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حدیث انس رضی
 اللہ عنہ کی حدیث سابق کے معارض ہے اسلئے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مقتدی آپکے پیچھے کھڑے ہو کر
 اس میں یہ ذکر ہے کہ مقتدی آپکے پیچھے بیٹھے تھے سو وجہ تطہیق کی ان دونوں حدیثوں میں یہ ہے کہ اس کی
 حدیث میں ختصار ہے اصل قصہ یوں ہے کہ پہلے ابتدا نماز میں مقتدی حضرت کے پیچھے کھڑے ہو کر تو
 سو حضرت نے انکو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ پس سب لوگ بیٹھ گئے سو راوی نے اول انکا کھڑا ہونا
 یہ آپ کے حکم سے بیٹھنا ذکر نہیں کیا آخر کار جب عمل قرار پایا تھا صرف ہی بیان کر دیا تھا والدہ علم
باب مَنْ يَجِدُ مِمَّنْ خَلْفَ الْإِمَامِ مُتَقَدِّمًا سَجْدَةً كَرِهَ لَهَا مَا قَرَأَ مِنْ الْقُرْآنِ
 میں **وَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** إِذَا سَجَدَ فَأَجْعِدْ وَلِيْعَلَّكَ رَضِيَ عَنْهُ
 سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو **ف** احمدیث سے معلوم ہوا
 کہ مقتدی امام سجدہ کے بعد سجدہ کرے یا تو اس طرح سے کہ جب امام سجدہ میں تو مقتدی اس وقت سجدہ
 میں جا چکے تو مقتدی اس وقت سجدہ میں جاوے اور یا اس طور سے کہ جب امام سجدہ میں جانا شروع کرے
 تو بعد اس کے مقتدی سجدہ جانا شروع کرے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس اشکی باب سے اور یہ اس طرح ہے
 کہ شرط مقدم ہوتی ہے جزا پر **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي**
أَبُو سَيْحَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ خَيْرٌ كَذُوبٍ قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ سَمِعَ اللَّهَ لِيْنِ حِدٍّ لَا كَمِخْنٍ أَحَدٌ مِنَّا ظَهَرَ حَتَّى يَقَعِ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ يَقَعُ سَجْدَةً بَعْدَهُ ثُمَّ جُمِعَ بَرَاءُ مِنْ رَأْسِهِ وَهِيَ بَرَاءُ حَتَّى
سَمِعَ التَّمْلِينَ جَمْعًا كَمَا كَرِهَ لَهَا مَا قَرَأَ مِنْ الْقُرْآنِ یعنی رکوع سے کھڑے ہو کر تو ہم میں سے کوئی اپنی پیشانی کو نہیں اٹھاتا کہ یہاں سے سب کھڑے
 رہتے یہاں تک کہ آپ سجدہ میں جا پڑتے یہ آپکے بعد ہم بھی سجدہ میں جاتے **ف** احمدیث سے معلوم ہوا
 کہ جب امام سجدہ میں جا چکے تو بعد اس کے مقتدی سجدہ میں جاوے پس مطابقت احمدیث کی باب
 سے ظاہر ہے **بَاب** إِنْ مَن رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ جُمِعَ رُكُوعُ أَوْ سَجَدَ كَرِهَ لَهَا مَا قَرَأَ مِنْ الْقُرْآنِ
 پہلے سر اٹھا دے تو اس کے واسطے کہ گناہ ہے **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ**
يَحْيَى بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ مَن رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ

۴۹۰

حدیث ابن سہیل عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من رفع رأسه قبل الإمام جمع رکوع أو سجد

کہ وعید کا واقعہ ہونا لازم نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہو کہ قبر کو گدے کی صورت پر اٹھایا جاوے ذلت کو دیکھ کر یا آخر
مین اوسکے ساتھ گدے کا سامعہ کر لیں گے یہ کلام اوسنے ایسا کیا ہے کہ اُس نے اس کا مستحق ہے اور اگر خدا اپنے فضل
سے معاف کرے تو یہ مستحق ہونے کے مخالف نہیں اور ذکر کرتے ہیں کہ محدثین سے ایک شخص نے اسی رشتہ
شک کیا تھا سو اوسنے امام سے پہلے سراوٹھاپس اوسکا سر گدے کے سر سے بدل گیا والد اعلم بالصواب
اور اس سے معلوم ہو کہ امام کے ساتھ ہر کام میں برابر رہنا یعنی نہ آگے نہ پیچھے رہنا جائز ہے

اسلو کہ اس میں صرف پہلے سراوٹھانے سے منہ فرمایا ہے امام کے ساتھ برابر ہو کر ایک وقت میں سر اٹھانے
سے منہ نہیں فرمایا بلکہ اوسپر سکوت فرمایا ہے پس وہ جائز ہو گا لطیفہ امام سے پہلے سراوٹھانے کا کوئی
سبب نہیں مگر جلدی کرنا سو اس بیماری کی دوا یہ ہے کہ آدمی یہ بات ہر وقت دہلین یا دیکھے کہ میں امام
سے کبھی پہلے سر اٹھانے پر نہیں آتا امام سے جلدی کرنے بیفائدہ ہے **باب** اِمَامَةٌ الْعَبْدِ
وَالْمَوْلَى غلام اور آزادہ شدہ کی امامت کا بیان یعنی جائز ہے **ف** اغرض امام بخاری کی اس باب
سے یہ ہو کہ غلام کی امامت جائز ہے اور یہی مذہب ہو امام شافعی کا اور ابو حنیفہ کے نزدیک غلام کی
امامت مکروہ ہے لیکن اسی وقت ہو جبکہ غلام جاہل ہو اور جبکہ عالم ہو تو ابو حنیفہ کے نزدیک بھی ابلی
امامت بلا کہ امامت جائز ہے **وَكَاثِبَةُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ حَتَّى يَخْلُفَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ** یعنی اور عائشہ کا
غلام اوسکے امامت کیا کرتا تھا قرآن سے دیکھ کر **ف** پس معلوم ہوا کہ غلام کی امامت جائز ہے اور

۴۹۲

تائزین دیکھ کر قرأت پڑھنی امام شافعی اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے اور یہی مردی ہے
حسن بصری اور ابن سیرین اور حکم اور عطار سے اور امام ابو حنیفہ وغیرہ کے نزدیک جائز نہیں اور وہ
اسکی یہ دلیل کہ ہے میں کہ قرآن سے امامت کرنے کا یہ معنی ہے کہ نماز سے پہلے قرآن سے دیکھ کر یاد کر لیا
کرتا ہو جو اب اسکی یہ ہے کہ ایسے تو تمام خلقت کا حال ہے کہ پہلے قرآن سے دیکھ کر یاد کر لیتے ہیں
پھر اس کے ساتھ اس فعل کو خاص کرنا بالکل بے معنی ہے **وَقَوْلُهُمَا لَيْسَ بِالْإِمَامِ مَنْ يَتْلُو الْقُرْآنَ**
كَمْ يَخْتَلِفُ لِقَوْلِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَهُمْ أَقْرَأَهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ یعنی اور ولد الزنا
اور جنگلی مرد اور لڑکے نابالغ کی امامت بھی جائز ہے واطرح فرماتے حضرت کہ امامت کو قوم کی جو نہیں
قرآن کا بڑا قاری ہو **ف** اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن کا بڑا قادی ہو اوسکی امامت جائز ہے خواہ غلام
ہو خواہ نابالغ لڑکا ہو خواہ ولد الزنا وغیرہ ہو پس اسی حدیث کا عموم سکون حال ہر سوائے کاؤ کے کہ اوسکی
قرآن صحیح نہیں ہے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی اب سے ظاہر ہو گئی **ف** ولد الزنا اور جنگلی آدمی
کی امامت جہور کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے مگر جائز ہے اور لڑکے نابالغ

میں کوئی قصور نہ کرے تو یہ قصور امام ہی کے سر پر ہر گناہ مقتدی کی نماز میں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے پس مقتدی کی نماز درست ہو جاوے اور امام کی نماز درست نہ ہوگی **حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشَجِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَصَلُّونَ لَكُمْ وَإِنْ أَصَابُوا فَلََكُمْ وَإِنْ أَخْطَأُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْكُمْ** ترجمہ ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت م نے فرمایا کہ تمہارے امام تمہارے وسطی نماز پڑھتے ہیں سو اگر انہوں نے ٹھیک نماز پڑھی تو تم کو بھی نماز کا ثواب ملا اور انکو بھی اور اگر انہوں نے کچھ خطا کی تو تمکو اس کا ثواب ہر اور ان پر اس خطا کا عذاب ہر **وَف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام نماز کے ارکان ادا کرے یا ناپاک یا بے وضو نماز پڑھاوے یا کوئی اور قصور کرے تو مقتدی کی نماز ہوگی خواہ وہ اس قصور کو جانتا ہو یا اسکو خبر نہ ہو اور امام کی نماز نہیں ہوتی ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی اس سے اور یہی مذہب ہے شافعیہ اور مالکیہ اور امام احمد کا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس صورت میں مقتدی کی نماز بھی نہیں ہوتی ہے لیکن ابن منذر نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اس کے رد میں اس لیے کہ حدیث سے عام طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اگر امام کی ٹاٹ جاوے تو مقتدی کی نماز اس سے نہیں ٹوٹتی ہے بشرطیکہ مقتدی اس میں کچھ قصور نہ کرے جیسے اس طرح اگر نماز کے بعد معلوم ہوا کہ امام کو نہانے کی حاجت تھی یا اس کے کپڑے یا بدن پر کوئی پلیدی پوشیدہ تھی تو مقتدی کی نماز کو اس کو کچھ نقصان نہیں اس کا سبب قصور امام سے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسی صورت میں ہے جبکہ امام فسادات نماز کا مرتکب ہو یا فسادات کا اسکو علم نہ ہو **ثَابِتُ** **رَأْمَامَةِ الْمُفْتُونِ وَ** **الْبُتَيْعِ** فقہ کے امام اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے **وَف** فقہ کے امام سے وہ امام راہب جو فتنے کو کٹر کرے اور امام حق کے ساتھ مقابلہ کرے اور بدعتی سے وہ راہب ہے جس کا کوئی عقیدہ اہلسنت جماعت کو مخالف ہو اور اس میں اختلاف ہے کہ غریب اور اہل بدعت کو پیچھے تاجاز ہے یا نہیں سو ابن عمر اور سعید بن جبیر اور ابن ابی لیلہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں اگر پڑھے تو اجادہ کرے اور امام احمد کہتے ہیں کہ جو بدعتی لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف بلاوے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور جو شخص رافضی اور قدری اور بھی کسی پیچھے نماز پڑھے اسکو نماز دو ہرانی واجب ہے اور صنفیہ کہتے ہیں کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور تین فرقوں مذکورہ کے پیچھے جائز نہیں **وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْكَ** **بِذَلِكَ طَائِفَةٌ مِنْ بَصْرَى** لکھا اس کے پیچھے نماز پڑھ اور اسکی بدعت کا وبال اس پر ہے **كَاف** بدعت کہنے میں اس کام کو جس کا شرع میں کوئی اصل نہ ہو اور وہ دو قسم ہے ایک حسنہ اور ایک سیئہ اور راہب

اجلہ بعث قبیلہ ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ برقی کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے مقتدی کی نماز اوسکی بعث سے کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے پس مطابقت اس اثر کی باب سوظا ہے

کَال لَنَا مُحَمَّدٌ
ابْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْكَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ
ابْنِ حُدَيْرٍ بْنِ الْخِيارِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ وَهُوَ يَحْضُرُ فَقَالَ إِنَّكَ لِمَا مَرَّ
عَامَةً وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرَى وَيُصَلِّي لَنَا لِمَامٌ فَنُتَبِّحُ وَنُخْرِجُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ
مَا لَعَمَلِ النَّاسِ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسَنُ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاؤُهُمْ أَكْثَرُ نَسَبًا مِمَّا مَنَعَهُمْ
عبداللہ سے روایت ہو کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ ہو اور یہ مصیبت جو تمہارا تری ہے تم دیکھتے ہو اور
تہا سواو سے عثمان نہ سے کہا کہ لوگوں کے امام آپ ہو اور یہ مصیبت جو تمہارا تری ہے تم دیکھتے ہو اور
فتنے کا امام یعنی باغیوں کا سردار ہو نماز پڑھتا ہے تو ہم کہہ گئے کہ ہمارے میں اوسکی متابعت میں آپ کیا
فرمائے ہیں ہم اوسکے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں سو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز سب عملوں سے بہتر عمل ہے
سو جب لوگ نیک کام کریں یعنی نماز پڑھیں تو تو بھی انکے ساتھ جماعت میں شریک ہو جا اور جب وہ
کوئی بڑا کام کریں یعنی فتنہ فساد کریں تو اس سے بچ رہ تیری نماز درست ہو جاو گی **ف** احمدیث سے
بھی معلوم ہوا کہ فتنے کے امام کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت احمدیث کی باب سے
اور اس نکتہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنے میں داخل ہونا جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کی بڑی
تائید ہے خاص کر فتنے کے وقت میں تاکہ لوگ متفرق نہ ہو جاوین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس آدمی کے
پیچھے نماز مکروہ ہے جماعت کے ترک کرنے اوسکے پیچھے نماز پڑھنے اسی سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ
بغیر اذن امام کے جو بڑھنا جائز ہے وَقَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَرَى أَنَّ يَصَلِّي خَلْفَ
الْمُخَنَّدِ الْأَمِينِ ضَرْوَرَةً لَا يَدْرِي مِنْهَا يَنْبَغِي بَعِيدِي نَعْرِى سے روایت کی ہے کہ میں بھیجے کہ
پیچھے نماز پڑھنے کو پسند نہیں کرتا ہوں مگر ساتھ ایسی ضرورت کے جس سے کوئی چارہ نہ ہو جیسے کہ عالم
وقت کا ہو یا عالم کی طرف ہو مقرر ہو کہ اوسکی مخالفت سے نقصان کا ہو تو ایسے وقت اوسکے پیچھے نماز
پڑھنی جائز ہے کہ وہ بھی فتنے کے امام کی طرح ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي لَتَيْمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ
النَّسَبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِي لَكُمْ أَنْ تَصَلُّوا وَتُؤَيِّلُوا لِحَبِشَتِي
كَأَنَّ رَأْسَهُ دَبِيبَةٌ ترجمہ انس نہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا
کہ کہان اور طاعت کر اگرچہ حبشی غلام تمہارا ہو گویا کہ سر اور کاسیاہ منقہ ہے **ف** یہ صفت

معاذ کی بہت تاویلین کرتے ہیں اول تاویل خفیہ کی یہ ہے کہ ابن جریج راوی احمد شکیک مدلس ہے اور اُس نے
 اس زیادتی میں تحدیث بیان نہیں کی پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں سو جواب اسکا یہ ہے کہ عبد اللہ
 کی روایت میں ابن جریج کا سماع صحیح آگیا ہے جیسے کہ فتح الباری میں مذکور ہے پس استدلال احمدیث سے صحیح
 ہے دوسری تاویل خفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے لکھا کہ ابن عیینہ کی روایت میں یہ زیادتی نہیں سو جواب
 اسکا یہ ہے کہ ابن جریج ابن عیینہ سے عمر میں بڑا ہے اور اُسے جلالت میں زیادہ ہے اور اُس نے ابن عیینہ
 سے عمر کی پہلے شاگردی کی ہے پس ابن عیینہ کا اس زیادتی کو نہ روایت کرنا اسکی صحت میں قرح نہیں
 کر سکتا ہے اور بقرض محال تسلیم ہو گیا جو کہ کہا جاوے گا کہ یہ زیادتی ثقہ کی ہے اور آپ کو کسی زیادہ درجہ کی حفظ
 اور عدد کے مخالف نہیں ہے پس لامحالہ مقبول ہوگی کما تقریر فی الاصول میں اسکی صحت میں
 تردد کرنا مردود ہے تیسری تاویل خفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے لکھا ہے کہ یہ زیادتی مرجع ہے یعنی
 حدیث کا لفظ نہیں کسی اور کا قول ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ اصل حدیث میں عدم ادراج ہے
 یہاں تک کہ تفصیل ثابت ہو جاوے سو جب تک کسی دلیل سے مرجع ہونا ثابت نہ ہو جاوے تب
 تک یہ زیادتی حدیث سے گنی جاوے گی خاص کر جبکہ طریق سے اسی طرح روایت آپ کی ہو تو اُس سے
 یہ حتمال بالکل نہیں ہو سکتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ امام شافعی نے اسکو دوسرے طریق سے
 روایت کیا ہے اور اس میں مرفوع ثابت کی ہے چوتھی تاویل خفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے لکھا ہے کہ یہ
 زیادتی فقط جابر رض کا ظن ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ظن باطل اور مردود ہے اسلئے کہ جابر معاذ
 رض کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے سو یہ اسی پر محمول ہے کہ یہ قصہ اُس نے معاذ سے خود سنا ہے اور یہ ظن جابر
 کے حق میں بالکل نہیں ہو سکتا ہے کہ بغیر مشاہدہ کے کسی شخص کے حال سے خبر دیوے سو اس کے کہ معاذ
 نے اور اسکو اس مشہور کی خبر دی ہو خاص کر کہ جابر کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ کا ہمیشہ یہی دستور
 تھا سو بغیر مشاہدہ یا اطلاع ایسا لفظ بولنا بالکل ممکن نہیں ہے یا بخوبی تاویل خفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی
 نے لکھا کہ معاذ کا نماز پڑھنا حضرت ص کے حکم سے نہیں تھا اور نہ آپ کی تقریر سے پس یہ حجت نہیں ہو
 سکتا ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ راوی صحابی کے جب کسی دوسرے صحابی کے مخالف نہ ہوں تو بالاتفاق
 حجت ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ معاذ کا اس باب میں کوئی صحابی مخالف نہیں ہے اسلئے کہ معاذ رض
 جبکہ نماز پڑھا کرتے تھے وہ سب لوگ صحابہ تھے اور ان میں چالیس صحابی بدردی تھے اور تیس صحابی عقیقی
 تھے اور ابن حزم نے کہا کہ اسکا خلاف کسی صحابی ہے ثابت نہیں بلکہ عمر اور ابن عمر اور ابو الدرداء اور
 انس وغیرہ صحابہ کبار سے اسکا جواز ثابت ہو چکا ہے پس یہ فعل معاذ کا بالاتفاق حجت ہو گا چھٹی

تاویل خفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا ہے کہ یہ اس وقت کا حکم ہے جب کہ فرضوں کو دوبارہ پڑھنا جاتا تھا اور اب یہ حکم منسوخ ہے پس اس سے دلیل پڑتی صحیح نہیں سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ محض احتمال ہے اور نسخ احتمال سے ثابت نہیں ہو سکتا ہو اور اگر دوبارہ فرضوں کا پڑھنا اول اسلام میں تسلیم ہی کیا جاوے تو کہا جاوے گا کہ منہ آپ نے اس واسطے فرمایا تھا کہ دونوں نمازوں کو فرض نہ ٹھہراؤ گے بلکہ ایک کو اونین سو فرض مقرر کیا جاوے خواہ اول کو خواہ دوسرے کو پس اس سے دوبارہ نفل کر کے پڑھنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے اس طرح کہا ہے امام بیہقی نے اور کہا کہ اس سے حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور نیز یہ بھی ممکن ہو کہ ہم اس کے برعکس کر کے یہ بھی معاذ رضی کی حدیث کو منسوخ ہے پہلے دوبارہ نماز پڑھنے کی ممانعت تھی اب نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ یہ فقہ معاذ کا پڑانا ہے اس واسطے کہ معاذ احدین شہید ہو گئے تھے تو کہا جاوے گا کہ جنگ حد تیسرے سال کے اخیر میں واقع ہوا ہے پس ہو سکتا ہے کہ یہی پہلی یا دوسری سال میں واقع ہوئی ہو اور ان تیسرے سال واقع ہوا ہو اور نیز سنن میں حدیث آئی ہے کہ دو آدمی عصر کی نماز پڑھنے گھر میں پڑھ کر حضرت پاس آئے اور حضرت نماز پڑھ رہے تھے سو ان دونوں نے ایک ساتھ نماز پڑھی سو جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر میں نماز پڑھ کر آؤ اور دوسری جگہ جماعت ہوتی ہو تو اس میں شریک ہو جاؤ کہ وہ نماز تمہارے واسطے نفل ہو جاوے گی اور یہ واقع حضرت کی آخر عمر کا ہے اس لیے کہ یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے اور نیز دوسری حدیث میں صاف چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد حاکم ہو گئے اور وہ نماز کو وقت سر کمال کر پڑنا کر نیگے سو تم وقت پر اپنی نماز کو گھر میں پڑھ لیا کرنا اور یہ ان کو ساتھ ہی لیا کرنا کہ وہ تمہارے واسطے نفل ہو جاوے گی پس یہ دونوں حدیثیں ہی یکٹی اور صحیح دلیل میں آتی ہیں کہ دوبارہ نماز پڑھنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے پس اگر دوسری بار جماعت کے ساتھ مگر نماز پڑھ لیوے تو قطعاً صحیح ہو جاوے گی پس دعویٰ نسخ طحاوی کا مردود ہو گیا ساتوین تاویل خفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو نماز پڑھانے سے منع کرنا تھا چنانچہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نے اوس کو فرمایا کہ اس معاذ تو میرے ساتھ نماز پڑھا کر اور اپنی قوم کو نماز پڑھایا کر اور اپنی قوم کو پڑھایا کر اور میرے ساتھ نماز پڑھا کر سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ معنی حدیث کا نہیں بلکہ اس حدیث میں لفظ تخفیف کا واقع ہوا ہے سو معنی اسکا یہ ہے کہ اگر تو اپنی قوم کی نماز میں ملکی قنارت نہ پڑھے تو میرے ساتھ نماز پڑھا کر اگر تو اپنی قوم میں ملکی قنارت پڑھے تو بیشک میرے ساتھ نماز پڑھ لیا کر اور یہی معنی ہکا ہیک ہے اس لیے کہ اس میں تخفیف کا مقابلہ تک تخفیف سے واقع ہے اور یہی امر مسؤل عنہ اور متنازع فیہ قصا بس یہی حدیث ہی ثابت نہیں ہوتی ہے خاص کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آخر میں فرض کو دوبارہ نفل کر کے پڑھنے کا حکم ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ ابھی گزرا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسکو منع کیا ہو آپہن تاول خلیفہ کی یہ ہے کہ حضرت م کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ معاذ نماز میں سے ساتھ ہی پڑھ گیا ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ معاذ کا اسکیے ساتھ نماز پڑھنا آپکو معلوم تھا بلکہ آپنے اسکو اجازت دیدی تھے جیسے کہ ساتویں جواب میں معلوم ہو چکا ہے اور نیز جابر کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ کی ہمیشگی عادت تھی کہ اپنی نماز حضرت کو ساتھ پڑھ جاتے تھے چاکر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے چنانچہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ اس کو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ ہمیشہ عشا کی نماز دوبار پڑھا کرتے تھے سو ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ آپکو اسکی اطلاع نہ ہوئی ہو ایک نماز میں تو البتہ یہ احتمال ہو سکتا ہے مگر ہمیشہ کی نماز میں یہ احتمال نہیں ہو سکتا ہے اور نیز پانچویں تاول کا جواب جو گزر چکا ہے وہ بھی یہاں چاری ہے اور ایک ثابت میں صحیح مسلم کے یہ بھی آیا ہے کہ اس شخص نے حضرت کو جاکر عرض کی کہ معاذ اسکی شہ نماز پڑھ جاتا ہے پھر جاکر سکو نماز پڑھتا ہے اور قرات بہت دراز کرتا ہے سو حضرت نے معاذ کو بلایا کہ فرمایا کہ توفیقہ انداز ہے چھوٹی سو قن پڑھا کر اسے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز کی حضرت کو خبر ہو گئی تھی پھر حضرت نے اسکو منع نہ فرمایا اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ ضرورت کے واسطے تھا کہ معاذ کے سوا اور کو کوئی قاری نہ ملتا تھا سو جواب اسکا یہ ہے کہ بقدر قرآن کی نماز میں ضرورت ہوتی ہے اور بقدر قرآن کے حافظ تو اسوقت بہت تھے اور اگر اسے کوئی زیادہ جانتا ہو تو وہ ایک ممنوع کام کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے پس اسکا قاری ہونا دوبارہ نماز جائز ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے جبکہ دوبارہ نماز پڑھنا شرعاً ممنوع فرض کیا جاوے پس معلوم ہو کہ ایسے ضرورت کے واسطے نماز کو دوبارہ صحیح نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شاید حضرت معاذ کو اپنی قوم کا امام مقرر کیا ہوا تھا سو معاذ کہیں کہیں اسکو تبرک کا اور حکام سیکھنے کے نفل حضرت م کے پیچھے پڑھ جایا کرتے تھے سو جواب اسکا اذیایہ کہ وہ زیادتی حدیث کی جو اوپر گزر چکی ہے کہ وہ نماز اس کے واسطے نفل ہوتی تھے اس تاول کو باطل کرتے تھے مانیانچہ فرض فرضی باقی ہو اسکو اسے فرض کی بناعت کے ہوتے نفل پڑھنے جائز نہیں پھر معاذ کی اس نماز کو نفل کہنا کیونکر صحیح ہو گا ناٹ ایک فرض کو ایک دن میں دوبار پڑھنا خفیہ کو نزدیک ممنوع ہے جیسو کہ اوپر گزرا ہے اسکو دوبارہ پڑھنا کیونکر جائز کہہ سکتے ہیں نما ہو جو اکلم ہو جو انیا اور ایک روایت میں یہ لفظ آگیا ہے فیصل نہم ملک الصلوۃ یعنی معاذ جو نماز حضرت کے ساتھ پڑھ آتا تھا وہی نماز اپنی قوم کو کر پڑھاتا تھا پس اگر نفل کہتے تو یہ لفظ کہنا بالکل لغو ہے اور زیادہ تفصیل اس مسئلے کی مترجم نے طفر البین حصہ دوم میں کر دی ہے شائق اسکا مطالعہ کرے اور احادیث سے اور یہی کئی مسئلے

ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ امام کو لازم ہے کہ قراۃ ہلکی پڑھے اور مقتدیوں کی ہر حال میں رعایت کرے اور
ایک یہ کہ دنیا کا کوئی کام بھی نماز کے ہلکا کرنے میں عذر ہے اور یہ کہ ایک نماز کو ایک دن میں دو بار پڑھنا
جائز ہے اور یہ کہ اگر مقتدی کی عذر کے ساتھ جماعت علیہ ہو کر نماز پڑھ لیسوے تو جائز ہے اور یہ کہ خبر
سجہ میں جماعت ہو رہی ہو او سمن تنہا نماز پڑھنی جائز ہے بشرطیکہ عذر سے ہو اور یہ کہ دنیا کا کام ہی
جماعت کو ترک کرنے کو واسطہ عذر ہے اگر اس عذر سے جماعت کو ترک کر دیوے تو گناہ نہیں **باب**
تَخْفِيفُ الْكُلَامِ فِي الْقِيَامِ وَاتِّمَامُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ امام قیام میں ہلکی قرات پڑھے اور رکوع اور سجود
کو پورا ادا کرے **حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ تَنَاوَلَهُ هَيْدَرٌ قَالَ تَنَاوَلَهُ هَيْدَرٌ قَالَ تَنَاوَلَهُ هَيْدَرٌ قَالَ تَنَاوَلَهُ هَيْدَرٌ**
قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا تَأْخُرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ
مِنْ أَجْلِ فَلَانٍ مَتَابِطِلٌ وَمَا كُنَّا دَارِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَغْدَى
عَضْبًا مِّنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مُّنْفِرِينَ فَأَلْكُمْ مَقَاصِلِي بِالنَّاسِ فَلْيَكْفُوكَ فَإِنَّ
فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَلِكَ حَاجَةٌ تَرْجُمُهُ أَبُو سَعْدٍ وَرَضِيَ عَنْهُ روایت ہو کہ ایک مرد نے عرض کی کہ تم
خدا کی یا حضرت کہ میں فجر کی نماز دیر کرتا ہوں اور جماعت بھی آتا فلان آدمی کے سب سے کہ وہ ہماری آیت
میں فرمت بہت لینی پڑھتا ہے سو میں نے حضرت کو وعظ میں اوس دن سے زیادہ تر غصے کہی نہیں
دیکھا یعنی حضرت ایسے غضب میں آئے کہ ویسے کہی نہیں آئے تھو اور فرمایا کہ مقرر تم میں سے بعضے ایسی
ہیں کہ لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں یعنی نماز سے روکتے ہیں سو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھاوے
تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھے ہو سطر کہ آدمیوں میں ضعیف اور بڑھی اور حاجت مند ہی ہوتے ہیں **ف**
اس سے معلوم ہوا کہ مقتدیوں کی رعایت واجب ہے اور طول قرات مطلق درست نہیں خواہ ان میں
قسم کے لوگوں سے کوئی جماعت میں ہو اور خواہ نہ ہو اسلئے کہ ہر حکام کی اکثر حال پر ہے اور اکثر جماعت ان
تینوں سے خالی نہیں ہوتی ہے اور جس جماعت میں ان تینوں سے کوئی نہ ہو تو ایسی صورت شاذ نادیر
ہیں اور ہر حکم کی مراد نہیں ہے اور عرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہو کہ ہلکی نماز پڑھو کہ حکم صرف قرات
اور قیام میں ہے رکوع اور سجود میں ہلکا کرنے کا حکم نہیں بلکہ رکوع اور سجود کو پورا ادا کرے اور اچھی طرح
تمام کرے اگر رکوع اور سجود کو تمام نہیں کر گیا تو نماز فاسد ہو جاوے گی اور امام بخاری نے اس ترجمہ کو اپنی عادت
کے موافق شمار کر دیا ہے کہ محدثین کی بعض طریقوں میں رکوع اور سجود کا تمام کرنا کیا ہے پس یہی وجہ
ہے مطابقت حدیث کی **باب** **إِذَا صَلَّيْنَا لِنَفْسِنَا فَلْيَطْوِلْ مَا شَاءَ حَتَّى آدِيَا كِلَا يَدَيْهِ وَاسْطَرَّ**
نماز پڑھے تو طول کرے جتنا چاہے یعنی جتنے دراز قرات پڑھے جائز ہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ**

فرمایا اے لوگو مقرر تم میں سے بعض ایسے ہیں کہ لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں سو جو کوی کہ لوگوں کو نماز پڑھنا ہی
 تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھے ہو اسکو کہ پیچھے او سکے ضعیف اور بڑھاپہ اور حاجت مند ہوتے ہیں حدیث
 آدم بن ابی ایاس قال ثنا شعبہ قال ثنا محارب بن دثار قال سمعت جابر بن عبد اللہ
 الأنصاری قال أقبل بصلی بنا ضعیفین وقد حجه الکلیل فوافق معاذ فیصلی فبکرت
 ناضیة فقبل الی معاذ فقرأ سورة البقرة أو النساء فانطلق الرجل وبلغنا ان
 معاذ انما منہ فأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشکا الیکم معاذ ا فقال الشیء صلی
 اللہ علیہ وسلم یا معاذ افتان انت اوتقال انا انت ثلث مرات فلو لا صلیت
 بسلام ربک الاعلی والتعلی وضعتھما ذالک لانی فانی یصلی وراہ لک
 الکبیر والضعیف وذو الحاجة احییٰ هذا فی الحدیث وکاتب سعید بن مسروق
 ومیثم والنسبانی وماکان عمر بن عبد اللہ بن معیثم و ابو الذبیر عن جابر قد ا معاذ
 فی النساء بالبقرة وتابعوا الاعمش عن محارب ترجمہ جابر بن عبد اللہ رحمہ سے روایت ہے
 کہ ایک مرد دو اونٹ پانی کھینچنے والے لکڑیاں لے کر کھیتی کو پانی پانے لگا کہ وہ نماز پڑھ کر جاؤں اور
 رات اندھیری ہو گئی تھی سو اس نے معاذ کو امامت کرتے پایا تو اپنے دونوں اونٹوں کو چھوڑ دیا یا بٹھلایا
 اور معاذ کے طرف آیا یعنی اس کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے سو معاذ نے سورہ بقرہ پڑھی یا سورہ نسا پڑھی
 یہ شک سمجھادی کہ سورہ آدمی جماعت چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا اور اسکو خبر پہنچی کہ معاذ نے
 اسکی شکایت کی ہے اور اسکا عیب کیا ہے سو وہ آدمی حضرت کے پاس حاضر ہوا اور معاذ کی آپ
 سے شکایت کی یعنی معاذ قرأت بہت طول کرتا ہے سو حضرت نے فرمایا کہ اے معاذ کیا توفیقہ انداز
 ہے آپ نے یہ کیا تین بار فرمایا کہ اسکو اس طرح تو نے نماز نہیں پڑھی ساتھ سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور سورہ
 وضحا اور ولیل اذیٰ شمس اسکو اس طرح کہ نماز پڑھتے ہیں پیچھے تیرے بڑھاپہ اور ضعیف اور حاجت مند اور
 ایک ایت میں آیا ہے کہ معاذ نے عشا کی نماز میں سورہ بقرہ شروع کی **ف** ان دونوں حدیثوں
 سے معلوم ہوا کہ اگر امام نماز میں طول کرے تو اسکی شکایت کرنی جائز ہے اسلئے کہ ان دونوں حدیثوں
 نے آپ کی حضرت کی شکایت کی کہ وہ نماز کو بہت طول کرتا ہے اور حضرت نے انکو منع فرمایا
 اور نہ بیان فرمایا کہ یہ شکایت کیسے کی جائے اسکا جائز ہونا ثابت ہو گیا اور یہی وجہ نسبت
 ان حدیثوں کی باب سوم لیکن معلوم ہوتا ہے کہ باب میں شکایت سے عام مراد ہے خواہ امام کی شکایت
 خود اسکو آگے ہو جیسے کہ ابو سعید نے کیا یا امام کی شکایت دوسرے کو آگے ہو جیسے کہ ان دونوں

دونوں آدمیوں نے واللہ علم **باب** الايجاز فی الصلوة واکمالها ہلکی نماز پڑھنا اور اسکو پورا کرنا **ف** مراد ہلکی نماز پڑھنے اور اسکو پورا کرنے سے یہ ہے کہ ہر ہر رکن کا اپنے درجہ اور اس حد ثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا عبد العزيز عن ابن ابي مائل قال قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يؤجر الصلوة ويكملها ترجمہ ہر رکن سے روایت ہو کہ حضرت ص نماز کو ہلکی پڑھا کرتے تھے اور اسکو پورا کرتے یعنی نماز ہلکی پڑھتے تھے اور اسکو پورا کر کے رکھتے تھے **ف** انما اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہلکی نماز کی حد یہ ہے کہ ہر رکن اس کا ان اور شرطین کو یہ قصور نہ ہو **باب** من اخف الصلوة عند بکاء الصبي جب کسی بچہ کا رونا لگے تو امام نماز میں تخفیف کر دیوے اور نماز ہلکی پڑھے حد ثنا ابو اھیم بن مؤمنی قال حدثنا الوليد بن مسلم قال حدثنا الأوزاعي عن يحيى بن أبي كثير عن عبد الله بن زياد عن قتادة عن ابن أبي قتادة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تقوم في الصلوة أريد أن أطول فاسمع بكاء الصبي فاجعل في صلواتك كراهية أن أشق على أمه تابعه بشر بن بكر وبقيّة وابن المبارك عن الأوزاعي ترجمہ الی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہو کہ حضرت ص نے فرمایا کہ البتہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ نبی نماز پڑھوں پہنستا ہوں لڑکے کا رونا تو اپنی نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں واسطیٰ مکروہ جاننے اس بات کہ اسکی مان پر مشکل والوں یعنی لڑکے کے رونے کے سبب اسکی مان کو بوج ہوگا حد ثنا خالد بن مخلد قال حدثنا سليمان بن بلال قال حدثنا مشريك بن عبد الله قال سمعت انس بن مالك يقول ما صليت وراء إمام قط أخف صلوة ولا أتم من النبي صلى الله عليه وسلم كان ليسمع بكاء الصبي فيخفف مخافة أن تُفدن أمه ترجمہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہو کہ میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھی جو حضرت ص زیادہ تر ہلکی پڑھتے والے اور زیادہ پورا کرنے والے ہوں اور مقرر حضرت ص نے فرماتے کہ رونا سننے میں نماز میں تخفیف کر دیتے ہیں اس کو کہ اسکی بیچ میں مبتلا ہو حد ثنا علی بن عبد الله قال حدثنا يزيد بن داود قال حدثنا سعيد قال حدثنا قتادة أن أنس بن مالك حدثنا أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال لا تدخل في الصلوة وأنا أريد إطالتها فاسمع بكاء الصبي فاجعل في صلواتك مثلاً من منتهى وجد أمه من بكائه ترجمہ وہی صحابہ اور دیگر زہدین نماز زیادہ ہو کہ نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں اس سبب کہ میں جانتا ہوں اسکی مان کی شدت کی وجہ کی اسکو رونے کے سبب سے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ فَأُرِيدُ إِطْلَاقَهَا فَانْتَمِعْ بِكُلِّ الصَّيْقِلِ فَانْجَوِْ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدٍ أَوْ مِنْ بَغَائِهِ وَقَالَ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ مِثْلُكُمْ تَرَوْهُمْ

اسکا وہی جواب دہ گزرا **ف** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کا لڑکا نماز میں رونے لگے تو امام نماز میں تخفیف کر دیوے کہ اس کی آنکھوں کے سبب رنج اور قلق نہ ہو وہی اور ذوق ہلکے اور پہلے بابوں میں یہ ہے کہ پہلے بابوں میں مقتدیوں کو حقوق کا بیان ہے یہ باب مقتدیوں کے غیر کی مصلحت سے متعلق ہے لیکن ہمیں یہ شرط ہے کہ وہ مصلحت یہی چیز سے علاوہ کہتی ہو جبکہ رجوع آخر کار مقتدی کی طرف ہو لیکن اگر امام اپنے بچھو سے پاؤں کی آواز سنے اور معلوم کرے کہ کوئی شخص آتا ہو تو یہ صورت میں اس کو رکوع کا لب کرنا تا کہ وہ آنے والا رکوع یا لیوے جائز ہے یا نہیں اس امر اور اسحاق اور انور وغیرہ کہتے ہیں کہ اگر جماعت کو تکلیف ہو وہی تو جائز ہے اور امام مالک اور ابو حنیفہ اور اوزاعی وغیرہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور محمد بن کتبہ میں کثرت ہے اور امام نووی نے لکھا ہے کہ اس کے واسطے دیر کرنی مستحب ہے اور ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ مکر جماعت میں نماز پڑھنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹے لڑکے کو مسجد میں لانا جائز ہے **باب** مَنْ أَسْمَرَ النَّاسَ مِثْلَكَ

الْأَسْمَرُ اگر کوئی مقتدی امام کی بحیرہ کو گونگوں بکار کر سنا دے تو جائز ہے یا نہیں **حَدَّثَنَا** سَدَادٌ قَالَ سَأَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِذَا هَيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ الْإِذَى مَاتَ فِيهِ أَنَا هُ يَلَا يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصِلْ يَا نَارِسَ فَلَمَّا رَأَى أَبَا بَكْرٍ جُلَّ أَسِيفٌ إِنْ يُقِمُّ مَعَكُمْ يَبْكُ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى لِقَاءِ رَأْمَةٍ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصِلْ فَفَعَلْتُ مِثْلَهُ فَقَالَ فِي الثَّلَاثِ وَالرَّابِعَةِ أَنْتُمْ صَوَاحِبُ يَوْسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصِلْ فَصَلَّى وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَانَا أَنْظَرُ إِلَيْهِ يَخْطُرُ جُلِيءُ الْأَرْضِ فَلَمَّا رَأَى أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَاشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صِلْ فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ وَتَعَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسَمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيرَ تَابِعَهُ فَمَضَى عَنْ الْأَعْمَشِ **ترجمہ** عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلوہ وہ بیماری ہوئی جس میں ایسا انتقال ہوا الخ اس حدیث کا ترجمہ اوپر گزرا ہے اس حدیث کے آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ جب صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت کو آتے دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے اور حضرت ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور آپ نے

یہاں لکھا ہے کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کا لڑکا نماز میں رونے لگے تو امام نماز میں تخفیف کر دیوے کہ اس کی آنکھوں کے سبب رنج اور قلق نہ ہو وہی اور ذوق ہلکے اور پہلے بابوں میں یہ ہے کہ پہلے بابوں میں مقتدیوں کو حقوق کا بیان ہے یہ باب مقتدیوں کے غیر کی مصلحت سے متعلق ہے لیکن ہمیں یہ شرط ہے کہ وہ مصلحت یہی چیز سے علاوہ کہتی ہو جبکہ رجوع آخر کار مقتدی کی طرف ہو لیکن اگر امام اپنے بچھو سے پاؤں کی آواز سنے اور معلوم کرے کہ کوئی شخص آتا ہو تو یہ صورت میں اس کو رکوع کا لب کرنا تا کہ وہ آنے والا رکوع یا لیوے جائز ہے یا نہیں اس امر اور اسحاق اور انور وغیرہ کہتے ہیں کہ اگر جماعت کو تکلیف ہو وہی تو جائز ہے اور امام مالک اور ابو حنیفہ اور اوزاعی وغیرہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور محمد بن کتبہ میں کثرت ہے اور امام نووی نے لکھا ہے کہ اس کے واسطے دیر کرنی مستحب ہے اور ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ مکر جماعت میں نماز پڑھنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹے لڑکے کو مسجد میں لانا جائز ہے

دو ہی رکعتیں پڑھیں سو کسی نے عرض کی کہ آپ نے صرف دو ہی رکعتیں نماز پڑھی سو آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی
 پہلا سلام پڑھی پھر دو سجدہ سہو کے کیوں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو شک پڑے تو مقتدیوں کے
 قول پر عمل کرے اور یہی ہے مذہب خفیہ کا اور شافعیوں کے نزدیک مقتدیوں کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں
 اور اگر ان کے قول پر عمل کریگا تو نماز باطل ہو جاوے گی اور امام بخاری کی غرض یہی تھی یہی معلوم ہوتی ہے
 کہ اس صورت میں نماز باطل نہیں ہوتی ہے لیکن یہ سب اختلاف اس وقت ہے کہ امام کو شک پڑ جائے اور اگر امام
 یقین ہو تو پھر سب کا اتفاق یہ ہے کہ اپنے یقین پر عمل کرے اور ابو داؤد کی ایک روایت میں صحیح آچکا ہے
 کہ حضرت نے سجدہ سہو کیا جب تک کہ آپ کو یقین نہ ہو پس اندر صورت اس حدیث سے شک پر ہٹ لال کرنا
 صحیح نہ ہوگا اور اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ بھول چوک وغیرہ سے بھی ہو جاتی ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا
 کہ نماز میں کلام کر کے نماز باطل نہیں ہوتی ہے لیکن شاید اول سلام میں جائز ہوگی پھر منسوخ ہو گئی
 اب اگر نماز میں کلام کرے گا تو نماز باطل ہو جاوے گی **باب** اِذَا نَسِيَ الْاِمَامُ فِي الصَّلَاةِ
 جب امام نماز میں روئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں **ف** شعبہ اور غشی سے روایت ہے کہ رونا نماز
 کو توڑ دیتا ہے اور مالکیوں اور حنفیوں اور جہور علماء کے نزدیک اگر بہشتا اور وزخ کے یاد سے رونا
 ہو یا خوف الہی سے ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی اور امام شافعی کے نزدیک بھی ایک روایت میں نماز نہیں ٹوٹتی
 ہے اور یہی مذہب ہے امام بخاری کا جیسے کہ باب کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور جیسے کہ امام کو نماز میں
 رونا جائز ہے ایسے ہی مقتدی کو بھی نماز میں رونا جائز ہے مگر ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مرد اور مصیبت سے
 بلند آواز کے ساتھ روئے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر بلا آواز روئے تو کوئی ڈر نہیں مگر ابو یوسف کے
 نزدیک بلند آواز سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی ہے **وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ كَثِيرَةَ عَمَّا وَكَانَ فِي**
اٰخِرِ الصُّفُوفِ يَقْرَأُ یعنی عبداللہ بن شداد نے کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی اور میں پہلی
 صف میں تھا اور عمر رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھ رہے تھے **وَاِنَّمَا اَمْسُكُوْا بِئِي وَخَرْنِي اِلٰى اللّٰهِ يَنْصُرْ سَوَاعِدَ النَّبِيِّ**
 کہ میں شکوہ کرتا ہوں اپنے بچہ اور غم کا طرف اللہ کے **ف** اسے معلوم ہوا کہ نماز میں رونا جائز ہے
 کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز میں روتے ہوئے پس مطابقت اس اثر کی باب سطر ہرے **حَدَّثَنَا مُعْجِلٌ قَالَ**
حَدَّثَنِي عَلِيٌّ بْنُ اِيْسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مَرُّوْا اَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ
وَقُلْتُ لَهَا اِنْ اَبَا بَكْرٍ اَدَا اَقَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَمِيعِ النَّاسُ مِنَ الْبُكَاءِ فَمَرُّوْا عَمَّا يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ
فَقَالَ مَرُّوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحِفْصَةَ قَوْلِيْ لَهَا اِنْ اَبَا بَكْرٍ اَدَا

عَلَيْكُمْ فَكُلْهُ قَالَ أَقِيمُوا الصُّفُوفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلَفَ ظَهْرِي تَرْجَمَهُ الشَّيْءُ مِنْ رُوحِيته ہر کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ سید ماکر و صفوں کو ایسے کہ مقررین تکو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے چڑھنے تکو صفوں کے برابر کرنے کا واسطہ حکم کیا ہے کہ میں تحقیق معلوم کر چکا ہوں کہ تم اس کے خلاف کرتے ہو **ف** اور دونوں حدیثوں میں صرف صفوں کے برابر کرنے کا حکم ہے بحیر کے وقت کا انہیں کچھ ذکر نہیں لیکن امام بخاری نے اس سے اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں یہ ذکر آچکا ہے کہ بحیر کے وقت صفوں کو برابر کرے پس ہی وجہ ہے مطابقت ان حدیثوں کی اب سے اور یہ جواب ہے فرمایا کہ میں تکو دیکھتا پس پشت سے تو مرد اس سے حقیقی دیکھتا ہے جیسے کہ اٹھ سے دیکھا جاتا ہے اس میں مقابلے اور سامنے ہونا شرط نہیں بلکہ یہ امور عادی میں اگر یہ نہ ہو تو جب ہی دیکھنا ممکن ہو اور عقل ہی اسکو جائز کہتے ہیں پس حقیقی رویت پر اسکو حمل کرنا بہت بہتر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت کی پشت میں دو انہیں تین اونٹ ساتھ ہیں پشت سے دیکھتے تھے اور بعض اسکو مجازی معنی پر حمل کرتے ہیں یعنی آپ کا علم حاصل ہو جاتا تھا لیکن حقیقی معنی مرد اور کہنا اولے میں والتا علم اور بیان اسکا اب غلطہ الامام الناس میں مذکور ہو چکا ہے +

باب اِقْبَالُ الْاِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ سُبُوحِ الصُّفُوفِ امام کو صفین برابر کرنے کے وقت لوگوں کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے **حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ نَا مَعْلُومٌ بْنُ عَسْمٍ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا مَتَّى قَالَ نَا أَحْمَدُ بْنُ الطَّوِيلِ قَالَ نَا الْكُوفِيُّ قَالَ نَا مَالِكٌ قَالَ أَقِيمُوا الصُّفُوفَ فَأَتَى عَلَيْكَ نَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بُوَيْرِجَةَ فَقَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَا صُفُوفًا فِي الْأَكْلَامِ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي تَرْجَمَهُ الشَّيْءُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ رُوحِيته ہر کہ نماز کی بحیر ہوئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ سید ماکر و صفوں کو اور اس میں ملجا ہو اسکو کہ مقررین تکو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفین برابر کرنے کی وقت امام نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے یا سنت ہو اور ہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی **باب** الصُّفُوفِ الْاَوَّلِ جماعت کی پہلی صف میں نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے **حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَمِيْعٍ عَنْ ابْنِ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَاءُ الْاَوَّلِيُّ وَكَالْبُيُوتُ وَالْمَطْعُونُ وَالْمُهْدَمُ وَكَالْوَيْعَلُونَ مَا فِي التَّحْيِيْرِ لَا سَتَقُوهَا النَّبِيُّ وَكَوَيَعْلُونَ مَا فِي الْعَمَةِ وَالصُّلْبِ لَا تَوْهَسُوا وَكَوَيَعْلُونَ مَا فِي الصُّفَةِ الْمَقْدَمِ لَا سَتَقُوهَا تَرْجَمَهُ ابُو بَرْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا یا شہید چار قسم میں ایک تو وہ جو ڈوب کر مر جاوے اور دوسرا وہ جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے دسویں کے آئیے مر جاوے اور تیسرے وہ جو بائیں مر جاوے اور چوتھا وہ جسے دیوار****

سے معلوم ہوا کہ صفون کو سید ہا کرنا چاہیے کہ اس سو نماز کا مل ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ صفون کو سید ہا کرنا
 مستحب ہے یا سنت ہو کامر اس لیے کہ کمال امر زاد ہے اصل بہت میں داخل نہیں ہوتا **باب** انہو من
 لم یکنہ الصفوف جو شخص صفون کو سید ہا نہ کرے اوسکو گناہ ہے **حدیث** ثامعاً بن اسید قال
 انا الفضل بن موسی قال انا سعید بن عبید اللکائی عن بشیر بن یسار الانصاری عن
 ابن بن مالک انہ قدیم المدینۃ فقیل لہ ما انکرت مما منذ یوم عہدت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم قال ما انکرت شیئاً الا انکم لا تقیمون الصفوف وقال عقبہ بن
 عبید عن بشیر بن یسار قدیم علیہ الناس المدینۃ یعدن انہ جمہ انہ منہ سے روایت ہو کہ وہ یہ
 میں ائے یعنی بصرہ سے کہ اؤ کما گہر و مان تھا کسی نے اؤ کو کہا کہ کس چیز کو تم نے ہم سے ہا پسند کیا ہو
 یعنی ہماری نماز روزے میں تم نے کیا قصور دیکھا جب تم نے پیغمبر کے ماتے کو پایا سونہ رصے کیا
 کہ میں تمہارے دین میں کچھ قصور نہیں دیکھا مگر یہ کہ تم صفون کو برابر نہیں کرتے **ہو ف** اگر کوئی سوال
 کرے کہ یہ حدیث باب کے مطابق نہیں اس لیے کہ انکار کہی سنت کی ترک کرنے پر ہی واقع ہوتا ہے پر
 اس منہ کے انکار سے گناہ کا حاصل ہونا لازم نہیں آتا تو کہا جاوے کہ شاید امام بخاری نے وجوب کو پہلے
 باب کی حدیث کو ثابت کیا کہ حضرت م نے فرمایا سید ہا کر و صفون کو الخ یا وعید کے وارد ہونے سے کامر تو اس کے
 نزدیک ان دلیلوں سے اسی بات کو ترجیح معلوم ہوئی کہ انکار اس کا وجوب کی ترک پر واقع ہوا ہے گو سنت
 کی ترک ہی انکار واقع ہوتا ہے لیکن اگر کو وجوب ہی کہا جاوے تو جب ہی اس کے ترک کر نیسے نماز
 صحیح ہو جاوے گی اس واسطے اس منہ نے اؤ کو نماز دوسرے کا حکم نہ فرمایا **باب** الذائق للذکر
والتقدیم یا **التقدیم** فی الصفیف صف میں کندہ ہے کہ ساتھ کندہ ملا نا چاہیے اور قدم کے ساتھ قدم
 ملا نا چاہیے **و** قال النعمان بن بشیر ذاکت الزجل من یلزم کعبہ یکتب صاحبہ یعنی نعمان
 بن بشیر منہ نے کہا کہ میں نے اپنی جماعت سے ایک مرد کو دیکھا کہ اپنی ایڑی کاپنے پاس الکی ایڑی سے ملاتا
تہا ف بلکہ ایک لمبی حدیث کا جواب ابو داؤد وغیرہ میں مذکور ہے اس کو معلوم ہوا کہ نمازی صف
 میں کندہ ہے کہ ساتھ کندہ ملاوین اور ایڑی کے ساتھ ایڑی ملاوین اور مر اس سے یہ ہے کہ صفون کے
 سید ہا کرنے میں بڑا مبالغہ کریں اور نہایت کوشش کریں کہ کوئی فرق درمیان میں نہ رہے چنانچہ ابو
 داؤد وغیرہ کے ایک حدیث میں آیا ہے کہ صفون کو سید ہا کر و اور کندہ ہون کو پسین ملا اور سودا خون کو
 بند کر و اور شیطان کے دھم کو کوئی جگہ نہ چھوڑ دوسو جنے جوڑا یعنی ملکر کٹا ہوا خدا کو جوڑے گا جو
 اوپر ناکرم کر لگا اور جسے توڑا اور جماعت میں دوسرے کے ساتھ ملکر کٹا ہوا تو خدا کو توڑ دیکھا جو نبی کریم

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَمُّكُمْ
 صُفُوفًا وَأَكْمَرُ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي وَكَانَ أَحَدُ نَائِلِزِقٍ مَتَلِبًا بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدْ مَنَّا
 بِقَدَمِهِ تَرْجَمَهُ النَّاسُ مِنْ رُوحٍ هِيَ أَنَّ حَضْرَتَ زُفْرِيَا كَه سِيدَا كَرُوصَفُونَ كَلَامُ كَلَامٍ تَمْلُكُو وَكَيْفَا هُونِ آتِي شَيْت
 سَے اور اس نے کہا کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے کندہ کو اپنے ساتھ کے کندہ سے ملاتا تھا اور پاؤں کو اسکو
 پاؤں سے ملاتا تھا یعنی آپس میں ایسے ملکر کھڑے ہوتے تھے کہ جماعت کو درمیان میں کوئی فرق نہیں رہتا تھا۔
ف اور مطابقت احمدی کی باب سوا ہر ہے **بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنِ الْكِسَاءِ إِلَّا مَا مِمَّ**
وَحَوْلَهُ إِلَّا مَا مِمَّ حَلْفُهُ إِلَى يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّوْهُ حَبِ كَوْمِي دَامَ كِي بَائِنِ طَرَفِ كَهْ اهُو سَے اور
امام اسکو اپنے پیچھے دامنے طرف کر لےوے تو اسکی نماز پوری ہو جاتی ہے یعنی نماز ٹوٹتی نہیں **ف**
 یہ باب پیچھے ہی گزر چکا ہے لیکن اس میں اور اس میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب سے یہ مطلب ہے کہ امام نے جو وقت
 کو پیر کر اپنے بائیں سے دامنے کیا تو ہند حرکت سے دونوں کے نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور سب سے
 یہ مطلب ہے کہ اگر مقتدی صرف ایک ہی ہو تو اس کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے دامنے طرف کھڑا
 ہووے لیکن اگر وہ امام کے بائیں طرف کھڑا ہو جاوے تو اس بائیں طرف کھڑا ہونے سے اسکی نماز نہیں
 ٹوٹتی ہے باوجودیکہ وہ بے موقع کھڑا ہوا ہے پس یہ دو مسئلے علیحدہ علیحدہ ہیں پس فرق دونوں بابوں میں
 ظاہر ہے اور شارح تراجم نے لکھا کہ امام بخاری نے ابن عباسؓ کی اس حدیث کو بہت جگہوں میں نقل کیا ہے
 اور ہر مقام کے مناسب اس کو دینی مسئلے متنباط کر کے نکالے ہیں پس یہ دلیل ہے اور پر کمال ہونے جہاں
 امام بخاری کے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری کو جہاں میں بڑا کمال حاصل تھا اور اسکی وقت نظر نہایت درجہ
 تک پہنچی ہوئے حدیث **حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا دَاوُدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ**
ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ
عَنْ يَأْرَهُ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِي مِنْ وَرَائِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى
وَرَدَدَ تَحَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ بِصَلَّى وَكَهْ يَوْضَا تَرْجَمَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ ضَعَفَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَے روایت ہے
 کہ ایک رات میں نے حضرت م کے پیچھے نماز پڑھی سو میں لپکے بائیں طرف کھڑا ہوا سو حضرت م نے پیچھے سے میرا
 سر کو ہڈا اور اپنے طرف کیا سو آپ نے نماز پڑھی پہر سو گئے سو مؤذن آپکے پاس آیا یعنی نماز کی خبر دینے کو
 سو حضرت م نماز کی طرف کھڑے ہوئے اور وضو نہ کیا **ف** یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے اس سے معلوم ہوا
 اگر مقتدی امام کے بائیں کھڑا ہو جاوے تو مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور یہی وجہ مطابقت
 احمدی کی باب سے **بَابُ إِذَا دَخَلَ هَا كَوْنُ صَفَاتِهَا عَوْرَتِ كَوَصَفِ كَا حَكَمِ بَے یعنی اگر فقط**

عورت تنہا امام کے پیچھے کھڑی ہووے اور اسکے ساتھ دوسرے کوئی نہ ہووے نہ مرد اور نہ عورت تو اسکو بھی صفت کا حکم ہے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ تَنَا سَفِينُ عَنْ ابْنِ أَبِي جَبْرٍ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَكَتَبْتُمْ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخِي خَلْفَنَا أُمُّ سَيْلَمٍ تَرْجَمَهُ اس سے روایت ہو کہ میں اور ایک یتیم نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھی اور اسلم ہمارے پیچھے کھڑی تھیں **ف** اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت اکیلی امام کے پیچھے ہووے تو اسکو بھی عبادت کا حکم ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی اب سے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وہ مقتدری ہوں تو ان کے واسطے سنت یہی ہے کہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں پس اس سے رو گیا قول بعض حنفیوں کا کہ کہتے ہیں کہ دو آدمی امام کے پیچھے نہ کھڑے ہوں بلکہ ایک دہانے کھڑا ہووے اور دوسرا بائیں اور ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ ایک آدمی ان کے دہانے طرف کھڑا ہو گیا تھا اور دوسرا بائیں تو یہ واسطہ تنگی مکان کے تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کو مردوں کی صف میں کھڑے ہونا جائز نہیں اور اصل بنا اس مسئلہ کی یہ ہے کہ عورت کو مردوں کے ساتھ کھڑے ہونے میں فتنے کا خوف ہے لیکن اگر مردوں کے ساتھ کھڑی ہو جاوے تو مجہولین کے نزدیک اسکی نماز جائز ہو جاوے گی اور خفیہ کہتے ہیں اگر عورت مرد کے برابر کھڑی ہو جاوے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور عورت کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور دلیل اسکی خفیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ عورت کو پیچھے کرنے کا حکم ہے سو جب نے اسکو پیچھے نہ کیا تو مرد کی نماز ٹوٹ جاوے گی اسلیے کہ اسنے حکم نہیں مانا لیکن دلیل صریح باطل ہے اسکے رد کرنے کی کوئی حاجت نہیں اسلیے کہ جو کچھ اسکیکا چھینا ہوا ہو اسکو پسند نماز پڑھنی منہ ہے لیکن اگر اوسمین نماز پڑھ لیسے تو نماز جائز ہو جاتی ہے اسلیے کہ اس سے خفیہ اس مرد کی نماز کو صحیح کیوں نہیں کہتے ہیں جو عورت کو برابر کھڑا تھا خاکر جو عورت پیچھے سے اگر شریک ہووے اور مرد کے پہلو میں نماز پڑھے تو اس صورت میں تو مرد بالکل کچھ بھی قصور نہیں پس ضرور ہے کہ مرد کی نماز کو بھی صحیح کہا جاوے اور بعض کہتے ہیں امام بخاری کی اس باب سے یہ ہو کہ صفت کو پیچھے تنہا نماز پڑھنے کی مخالفت جو آئی ہے تو وہ مردوں ہی کے واسطے ہے عورت اس سے مخصوص ہے **بَابُ مِمَّنْ كَفَّ** الْمَسْجِدَ الْإِمَامُ اور مسجد کے دائرہ طرف کھڑے ہونیکا بیان حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ تَنَا بَنُو ابْنِ يَزِيدَ نَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِمَّنْ كَفَّ أَصْلِي عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَخَذَ يَدِي أَوْ بَعْضِي حَتَّى أَقَامَتِي عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ يَدِي مِنْ دَرَأِي تَرْجَمَهُ ابن عباس سے روایت ہو کہ ایک اٹھ میں حضرت کے بائیں طرف نماز پڑھنے کو کھڑا ہوا سو اپنے میرے ہاتھ کو پکڑا ایسا تک کہ مجھکو اپنے دہانے طرف کیا اور اپنے ہاتھ

اور اس سے
خلفنا
ام سلمہ

گوئیچے سے پہلے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے داہنے طرف کھڑا ہونا چاہیے اور مسجد کے اپنے
 طرف کھڑا ہونا اس میں صیغہ کا مذکور نہیں لیکن امام کے داہنے طرف کھڑا ہونا مسجد کے داہنے طرف کھڑا
 ہونے کو مستلزم ہے لیکن بعض کہتے ہیں کہ اگر تقدی ایک ہو تو امام کے داہنے طرف کھڑا ہونے
 اور اگر تقدی بہت ہوں تو داہنے طرف کی فضیلت پر کوئی دلیل نہیں اور شاید کہ امام بخاری نے اس
 حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابو داؤد میں ہے کہ خدا اور اس کے فرشتے صفوں کی دہری
 طرف رحمت بھیجتے ہیں اور وہ حدیث جو نسائی میں آئی ہے کہ جو مسجد کی بائیں طرف آباد کرے انکو
 بڑا ثواب ہے تو یہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی ہے اسلئے کہ اس حدیث کی اسٹا ضعیف ہے اور نیز
 یہ اسی وقت خاص ہے جبکہ لوگ اپنے طرف فضیلت جانکر بائیں طرف بالکل ترک کر دیوں جیسے کہ
 اس حدیث کے ابتدا سے معلوم ہوتا ہے **وَاللَّهُ عَالِمُ بَابِ** اِذَا كَانَ بَيْنَ الْاِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ
 مَنَازِلٌ اَوْ شَرَفٌ جَبَّامٌ اَوْ مَقْدَرٌ كَوْنِي دِيوَارٌ مَوْيَا كَوْنِي بِرَدِّهِ يَأْخُذُ مَوْتُكِيَا
 مَقْدَرِي كِي نَازِ مَوْتِي هِيَ يَاهِنِي وَكَالِ الْحَسَنِ لَا بَأْسَ اَنْ تَصْلِيَّ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ يَغِي
 حَسَنٌ بَصِيرِي لَنْ يَكْبَاهُ اَكْرِ تَرِي اَوْ اَمَامُ كِي دَرِيان كَوْنِي نَهْرٌ يَانَا لَاهُو تُو نَازِ جَانِبِي هِيَ وَكَالِ اَبُو نَجِيحٍ
 يَأْتِيَهُ بِالْاِمَامِ وَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ اَوْ حِدَارٌ اِذَا سَمِعَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ يَعْنِي اَبُو سَلَمَةَ
 كَبَاهُ اَمَامُ كِي سَابِقُ اَقْدَارِي اَكْرِ جَرِي دَوْنِي كِي دَرِيان كَوْنِي رَاهُ يَوْيَا دِيوَارٌ مَوْجِبُ كِي اَمَامُ كِي مَجْزِي
 سَنِي يَعْنِي اَمَامُ كِي نَازِ اَوْ سَكُو اَطْلَاعُ هُوَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ عَنْ
 يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ اَنَّ نَصَارِيْنَ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ الدَّلِيلِ فِي حُجْرَتِهِ وَحِدَارُ الْحِجْرَةِ قَصِيرٌ فَمَرَّ اَيُّ النَّاسِ شَخْصٌ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اَنَاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلَوَتِهِ فَاصْبَحُوا فَعَدَّ ثَوْبًا يَدُكَ فَقَامَ الدَّلِيلُ
 الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهُ اَنَاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلَوَتِهِ مَنَعُوا ذَلِكَ لِيَكُنَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا حَتَّى اِذَا كَانَ
 بَعْدَ ذَلِكَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا اصْبَحَ ذَكَرَ ذَلِكَ
 النَّاسُ فَقَالَ لِيْ خَشِيتُ اَنْ تَكْتُبَ عَلَيْكُمْ صَلَوةَ الدَّلِيلِ تَرْجُمُهُ عَائِشَةُ رَضِيَ عَنْهَا رَوَيْتُ
 ہے کہ حضرت م رات کو اپنے حجرے میں نماز پڑھا کرتے تھے تو اور حجرے کی دیوار میں بہت چوٹی تھیں سو
 لوگوں نے حضرت م کے حجرے کو دیکھا سو لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو لوگوں کی صفوں کے
 وقت سب سے آگے چاکا گیا سو حضرت دوسری رات کو پہر کھڑے ہوئے سو لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے
 کو کھڑے ہوئے سو لوگوں نے دو روز یا تین روز ایسا ہی کیا یعنی حضرت کے پیچھے نماز پڑھ ہی یہاں تک کہ اس کے

عبد جب تیسری یا چوتھی رات آئی تو آپ حجرے میں بیٹھے اور باہر نہ آئے یعنی جس جگہ میں دوروز نماز پڑھی تھی سو جب آپ صبح کی تو لوگوں نے سہات کا ذکر کیا کہ آپ اس رات میں تشریف نہیں لائے فرمایا مجھ کو خوف ہوا کہ رات کی نماز تپہ فرض ہو جاوے **ف** ان دونوں اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار یا پردہ یا آڑ ہو تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جاتی ہو اور میں کچھ نقصان نہیں خواہ امام کی تکبیر سنتا ہو یا نہ سنتے اور یہی ہے مذہب مالکیہ کا اور باقی اماموں کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام کی تکبیر سنتا ہو تو جائز ہے والا نہیں لیکن سہاب کی حدیثوں سے عام حکم معلوم ہوتا ہے اور باب میں بھی کوئی قید اس قسم کی نہیں پس وجہ مطابقت ان حدیثوں کی بات سے ظاہر ہے اور سہریت سے معلوم ہوتا ہے کہ اور نماز بھی فرض ہو سکتی ہے اور حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے کہ اب کوئی نماز فرض نہیں ہوگی اس لیے کہ اوسین فرمایا کہ اب میری بات نہیں بدلے گی و وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ مراد بدلنے سے یہ ہو کہ اوسین سے کچھ کم نہیں ہوگا اوسکا یہ معنی نہیں کہ اسے کچھ زیادہ بھی نہیں ہو سکتا پس دونوں میں کوئی تعارض نہیں **باب** صلوة اللیل رات کی نماز کا بیان **ف** رات کی نماز کے بیان میں امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ ایک کتاب مستقل لایا ہے کہ اسباب اور بیان امام بخاری اسکو صرف اسی مناسبت کو واسطے لایا ہے کہ اس میں جماعت کا ذکر ہے اور یہ باب بھی جماعت کے بیان میں ہیں پس اس نے مناسبت کافی ہے اور نیز اس میں نماز تراویح کا بیان ہے اور شرح ناظم نے لکھا ہے کہ مراد امام بخاری کی اس باب سے رد کرنا ہے غنیوں پر کہ وہ نفلوں میں جماعت کرنے کو جائز نہیں کہتے ہیں سو امام بخاری نے اسباب سے ثابت کیا ہے کہ نفلوں میں جماعت کرنے درست ہے اس لیے کہ تراویح کی نماز اس وقت میں ہو کہ نہیں تھی بلکہ اور نفلوں کی طرح وہ بھی نفل ہے جو حضرت منے نیز جماعت کرائی تو معلوم ہوا کہ سب نفلوں میں جماعت کرنی جائز ہے **حدیث** ثنا ابو اہیم بن المنذر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لہ حصید یسبط بالانہار ویحججہ باللیل کتاب الیہ نام قصفو اوداءا ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت م کے پاس ایک چٹائی تھی کہ میں اسکو بچھا لیتے تھا اور رات میں اسکو حجرے کی طرح بنا لیتے یعنی اپنے گرد اسکو کھڑا کر لیتے تھے دیوار کی طرح تاکہ لوگوں سے پردہ ہو جاوے سو لوگ آپ سے چھپے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے **حدیث** ثنا عبد اللہ بن حماد قال قال عائشہ قال ناموسی بن عقیب عن سلیم ابی النضر عن لیر بن سعید عن زید بن ثابت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ حجرة فلا حینہ

اور یہی مذہب بخاری کا اور جمهور علماء کے نزدیک اللہ اکبر کبیر کے وسط معین ہو چکا ہے جب نماز شروع کرنے لگے تو یہی لفظ کہے جیسے کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور اگر اس لفظ کے بدلے اور کوئی لفظ تعظیم کا کہے تو نماز صحیح نہ ہوگی اور خفیہ کہتے ہیں کہ اُسکے بدلے اور کوئی لفظ تعظیم کا جیسے اللہ اکبر کبیر نہ ہو تو بھی جائز ہے اور دلیل جمہور کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ یہی نماز پوری نہیں ہوتی یہاں تک کہ وضو کرے پھر کبیر کہے اور طہرائی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ اللہ اکبر کہے اور سطح ابن ماجہ اور ابن خزیمہ وغیرہ میں ابو حمید سے روایت ہے کہ حضرت صاحب نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہتے ہیں معلوم ہوا کہ مراد تہمیر سے اللہ اکبر ہے اور یہی طرح ہزار میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت م شروع نماز کے وقت اللہ اکبر کہتے تھے اور سطح نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضرت شروع نماز کے وقت اللہ اکبر کہتے اور خفیہ کے بایں اسباب میں کوئی دلیل نہیں ہے پس اتباع سنت کا اولے ہو حد ثنا ابوالیمان قال انما شعیب عن الزہری قال اخبرنی انس بن مالک الاضادی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکب نرسا فحش شقہ الا یمن وکال انس فصلی لنا یومئذین صلوة من الصلوة وهو قاعد فصلی کنا وراءہ فعود انتم قال لما سلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا صلی قایما فصلوا قیاما واذا ارکم فارکعوا واذا ارقع فارقعوا واذا سجد فاسجدوا واذا قال سمع اللہ لمن حیدہ فقولوا ربنا لک الحمد ترجمہ انس سے روایت ہے ایک بار حضرت م گھوڑے پر سوار ہوئے سو آپ اس گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کے دانے پہلو جھیل گئے یعنی زخمی ہو گئے سو اس دن آپ نے ہر کو ایک نماز پڑھائے اور آپ بیٹھے تھے سو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر حیا آپ نے سلام پیرا تو فرمایا امام تو صرف سیو سطو مقرر ہوا ہے کہ اولی پیری کیجیے سو جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب رکوع سے سر اٹھاوے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب سجدہ جاوے تو تم بھی سجدہ جاؤ اور جب سمع اللہ من حمد کہے تو تم اُسکے بدلے ربنا ولک الحمد کہو **ف** امام بیٹھے کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھنے منوع ہے کہ مرحل ثنا قتیبہ بن سعید قال نا الکیث عن ابن شہاب عن انس بن مالک انه قال خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قرین فحش فصلی لنا قاعد کنا فصلی کنا معہ فعود انتم انصرف فقال انما الامام اول شئنا جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا ارکم فارکعوا واذا ارقع فارقعوا واذا قال سمع اللہ لمن حیدہ فقولوا ربنا ولک الحمد واذا سجد فاسجدوا ترجمہ اسکا وہی جو اوپر گذرا اسکے اول میں صرف تان لفظ

زیادہ ہے کہ حضرت مگھوڑے سوگر پڑے تو ایک پہلو چل گئے اور فرمایا کیا تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر
 کہو ان حدیثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب قال حدثني ابو الزناد عن الاعرج عن
 ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام ليوثكم به فاذ اكبر
 فكلوا واذا اركعوا فاركعوا واذا قال سمع الله لمن حده فقولوا ربنا ولكم الحمد واذا
 سجده فاسجدوا واذا اقبل جالسا فصلوا اجلوسا اجمعون ترجمہ اسکا وہی ہے جو اوپر گذرنا نقط
 لفظ آگے پیچھے میں لیکن اسکے اول میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جب امام اکبر کہے تو تم بھی
 اند اکبر کہو ف بعضے امام بخاری پر اعتراض کرتے ہیں کہ اول حدیث میں تکبیر کا کچھ بھی ذکر نہیں اور
 دوسری دونوں حدیثوں میں تکبیر کا ذکر ہے لیکن اونسے تکبیر کا وجہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اونسے
 صرف بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے پیچھے تکبیر کہے حالانکہ باب میں تکبیر کا وجہ ہونا مذکور ہے
 سو پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انہی حدیث دونوں طریقوں سے ایک ہی ہر ایک طریق پر ہے
 ہے اور دوسرے طریق میں مختصر آئی ہے تو گویا کہ پہلے طریق میں لفظ تکبیر کا موجود ہے گویا روای نے
 اختصار کی وجہ سے اسکو بیان کیا اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ کہ اگرچہ لفظ تکبیر و اکیسے منطوق سے
 وجہ پر دلالت نہیں کرتا لیکن اقتضائے معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے پس یہی قدر کافی
 ہے واسطو وجہ تکبیر کے اسلیے کہ حضرت انکو سکویا اور آپ کا یہ فعل بیان ہے واسطو محل نماز کے اور
 بیان وجہ کا جب تک ہے اور غلطی میں لکھا ہو کہ کثروا امر ہے اور امر واسطو وجہ کے ہوتا ہے پس
 تکبیر کا وجہ ہونا اسے ثابت ہو گیا اور اسطرح شاید امام بخاری کے نزدیک مقتدی پر بنا لک انکھنا
 بھی وجہ ہو گا پس سے اس پر اعتراض نہیں آسکتا ہے اور مراد امام بخاری کی اس سور ذکرنا بعض لوگوں
 پر جو کہتے ہیں کہ صرف نیت کرے سو بھی آدمی نماز میں داخل ہو جاتا ہے گویا زبان سے اند اکبر اور دوسرے
 غرض اسکی حنفیوں پر رد کرنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تکبیر کلکنا وجہ نہیں بلکہ اسکے بدلے کوئی اور لفظ
 تعلیم کا کہنا ہی جائز ہے اور بحیرہ تحریر مجہور علماء کے نزدیک نماز کا کرنا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شرط
 ہے اور بعضوں کے نزدیک سنت ہے لیکن نیت نماز کی بالاتفاق وجہ ہے ہمیں کیونکہ اختلاف نہیں
 اور امام بخاری نے کتاب الایمان کے آخر میں طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ کہا کہ حدیث انما الاعمال بالنیۃ
 میں منوا و نماز اور زکوۃ وغیرہ سب اخل میں باب دفع التبدین فی التکبیرۃ الاولیٰ معہ
 الاختلاص سوائے بحیرہ تحریر کے ساتھ برابر مانے اوٹھانے کا بیان یعنی جب نماز شروع کرے وقت
 اند اکبر کہے تو اسوقت تکبیر کے ساتھ ہی کانوں تک نہ بھی اوٹھا وی بطور سے کہ تکبیر اور مانہ کا اٹھانا

ایک وقت میں ارفع ہوف اس میں اختلاف ہے کہ تکبیر کے برابر ہاتھ اوٹھاوے یا تجھیر سے پہلے اوٹھاوے بعض نے
کہتے ہیں کہ پہلے ہاتھ اوٹھاوے پھر تجھیر کہے اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں کو ایک وقت میں ادا کرے جب تکبیر کہے
اور یہ وقت ہاتھ اوٹھاوے اور اسی قول کو ترجیح ہے اور تجھیر کو ہاتھ اوٹھانے سے پہلے کہنا کسی کا مذہب نہیں ہے
اور تکبیر کے ساتھ ہاتھ اوٹھانے میں یحکمت ہو کہ گویا اس میں اشارہ ہے کہ میں نے دنیا کو بالکل ترک
کر دیا اور ہر طرح سے عبادت میں متوجہ ہوا اور بعضوں نے کچھ اور حکمت بھی بیان کی ہو اور امام شافعی سے
کسی نے سوال کیا کہ رفع یدین کا کیا معنی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی تعظیم اور رسول کی سنت کا اتباع اور
ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اوسنے کہا کہ رفع یدین نماز کی خوبصورتی اور زینت ہو اور عقبہ سے روایت ہے کہ ہر با-
ہاتھ اوٹھانے کے بعد ہاتھوں میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر ایک انگلی کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہو
اور امام نووی نے لکھا ہے کہ تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اوٹھانے سے منع
ہے اور ابن منذر نے کہا کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ حضرت م تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اوٹھایا کرتے تھے
لیکن بعض اس کو جب کہتے ہیں جب کہ امام وزاعی اور حمیدی و ابن خزمیہ وغیرہ میں اگر جو لوگ وجوب کو قائل
ہیں ان کے نزدیک ترک رفع سے نماز باطل نہیں ہوتی مگر ایک روایت میں وزاعی اور حمیدی سے حدیث
عبد اللہ بن مسعود عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابنہ ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدایہ حد و منکبہ اذا افتتح الصلوۃ و اذا کثر للركوع و اذا
رفع راسہ من الركوع رکعہما کذلک ایضا و مال سعید اللہ عن حدیثہ رایتہ و لک الحمد
و کان لا یفعل ذلک فی السجود ترجمہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ۲ جب نماز
نماز شروع کیا کرتے تھے یعنی تجھیر تحریمہ کہتے تو اوس وقت دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اوٹھاتے تھے اور جب رکوع کے
دوسری تجھیر کہتے اور رکوع سے سر اوٹھاتے تو اسی طرح اوس وقت بھی دونوں ہاتھ اوٹھاتے اور کہتے سمع اللہ من جمیع
ربنا و لک الحمد اور آپ سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے یعنی سجدہ میں ہاتھ نہیں اوٹھایا کرتے تھے ہوف
حدیث معلوم ہوا کہ تجھیر تحریمہ کے وقت حضرت م کندھوں تک ہاتھ اوٹھایا کرتے تھے پس وجہ مطابقت اس
حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام شعیب اور حمید و دونوں کو کہے اور امام ابو حنیفہ
کہتے ہیں کہ یہ حکم اوس کے حق میں ہو جہاں نماز ہے اور امام فقط شعیب کہے اور مقتدی تجمید کہے باب
رفع الیدین اذا کثر و اذا کم و اذا رفع تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا اور رکوع کے وقت رفع
یدین کرنا اور رکوع سے سر اوٹھانے کو وقت رفع یدین کرنا ف ان میں جگہ میں کندھوں تک ہاتھ
اوٹھانے سے منع ہیں مگر امام وسابی حدیث ثنا محمد بن مقاتل قال أخبرنا عبد اللہ بن مسعود

قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ الزُّهَيْرِ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ يَكُونُ أَحَدُ مَتَابِعِهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَكْبَرُ الرَّكْعَةَ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ وَيَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ ترجمہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت کو دیکھا کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اوٹھاتے یہاں تک کہ دونوں کندھوں کے برابر ہوتے اور جب رکوع کے واسطے تجتیر کہتے تو اس وقت بھی ہاتھ اوٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو تب ہی ایسے ہی ہاتھ اوٹھاتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ اور سجدے میں ایسا نہ کرتے یعنی اس میں ہاتھ نہ اٹھاتے **تفہیم** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت کہ ہاتھ تک ہاتھ اوٹھانے سے مستحب ہیں اور امام بخاری نے اس مسئلہ میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جو مدت سے چھپ چکی ہے اس میں حسن اور حمید بنی نقل کیا ہے کہ سب اصحاب رفع یدین کیا کرتے تھے اور انہوں نے کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا اور ابن عبد البر نے کہا کہ جن لوگوں سے رفع یدین کے ترک کی روایت آئی ہے انہیں سے رفع یدین کرنے کی روایت بھی آچکی ہے مگر ابن سعد سے پس ان کے قول سے رفع یدین کے ترک پر دلیل پکڑنی غلط ہے اور ترجیح بلامرہم اور محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ سب شہرہوں کے علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ رکوع وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اور یہی بات صحیحہ اور قوی ہے اور یہی نہ سب سے امام شافعی اور جہور کا اور خطابی وغیرہ نے کہا کہ امام مالک آخر قول بتی ہے ہے اور مالکیوں کے پاس ترک رفع یدین کی کوئی دلیل نہیں اور امام بخاری نے کتاب رفع یدین میں علی بن مدینی سے نقل کیا ہے کہ سب مسلمانوں پر حق ہے کہ رکوع کے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کریں واسطے اس حدیث ابن عمر کے جو گذر چکی ہے اور کہا کہ علی بن مدینی اپنے زمانے کے سب علماء زیادہ عالم تھے اور امام بخاری نے کہا کہ رفع یدین کو سترہ اصحاب نے روایت کیا ہے اور حاکم اور ابوالقاسم نے کہا کہ رفع یدین کو عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہے اور ابوالفضل حافظ نے ذکر کیا ہے کہ اسکو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ رفع یدین میں چار روایت آچکی ہے مگر جم کہتا ہے کہ سیوطی نے کہا ہے کہ رفع یدین کی حدیث متواتر ہے لیکن خفیہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں اور وہ اسباب میں کئی دلیلین پیش کرتے ہیں کہ اس جگہ میں انکی گنجائش نہیں لیکن مختصر کچھ تو اسایں بیان کیا جا ہے پہلی دلیل انکی مجاہد کا قول ہے کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی پس میں نے انکو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا سو جواب اسکا یہ ہے

۵۲۲

۳ مکرر دالوں کے نزدیک تحقیق نہیں

کہ یہ حدیث ضعیف ہو اس لیے کہ اس کی ہستادین ابو بکر بن عیاش واقع ہوا ہے اور آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا
 تھا پس اسے دلیل بخڑنی صحیحہ نہیں اور اگر بغرض محال اس کی صحت تسلیم بھی کیا ہو تو کہا جاوے گا کہ سالم اور نافع
 وغیرہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے اس کو ثابت کیا ہو اور وہ اسے حفظ میں بھی زیادہ ہیں اور شمار میں بھی زیادہ
 ہیں پس انکی روایت اعتبار کے زیادہ قابل ہو مجاہد کی روایت ہو اور نیز انکی روایت رفع یدین کی مثبت
 ہے اور مجاہد کی روایت اس کی نافی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر کہما تقریر فی الاصول اور نیز دونوں
 روایتوں میں تطبیق بھی ممکن ہو باقی طور کہ عبداللہ بن عمرؓ رفع یدین کو وجہ نہیں جانتے تھے پس کہی کیا اور
 کہی نہ کیا پس انکا کہی ترک کر دینا اس کے جواز کے مخالف نہیں ورنہ انکا رفع یدین کرنا اس پر دلالت کرے گا کہ رفع
 یدین چھوڑنا جائز نہیں پس تطبیق مقدم ہے نسخہ اور ترجیح پر اور نیز مجاہد کی روایت ضعیف ہونے پر دلالت
 کرتی ہے وہ حدیث جو امام بخاری نے کتاب رفع الیدین میں ابن عمرؓ سے نقل کی ہو کہ اس نے ایک آدمی
 کو نماز پڑھتے دیکھا کہ اس نے رفع یدین نہیں کی تھی سو عبداللہ نے اس کو پتھر اوٹا کر مارا اور دوسری دلیل
 حنفیہ کی یہ حدیث ہو جو ابو داؤد وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت م کو نماز پڑھتے
 دیکھا سو آپ نے رکوع کے وقت رفع یدین نہ کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ امام شافعی نے کہا کہ یہ حدیث
 ثابت نہیں ہوئی اور ابن مبارک نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہوئی اور اگر ثابت بھی ہو جاوے تو مثبت
 مقدم ہونا نافی پر اور نیز یہ جواز کی حدیث کو مخالف نہیں کہی کیا ہوگا اور کہی نہ کیا ہوگا اور نیز کلمہ لا یحکم
 ابو داؤد کے اصل کسی نسخے میں موجود نہیں اور نیز ابن مسعودؓ سے روایت کو قرآن سے نہیں جانتے ہیں
 اور رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو درست نہیں چاہیں و علیٰ ہذا القیاس حنبی کے واسطو یتیم جائز نہیں
 رکھتے ہیں اس طرح سے احتمال ہے کہ ان کو رفع یدین بھی یاد نہ رہا ہو پس اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے
 اور بعضے حنفی کہتے ہیں کہ رفع یدین سے نماز باطل ہو جاتی ہے سو اس کا جواب یہ ہو کہ امام بخاری نے کتاب
 رفع یدین میں کہا کہ جو اس کو بدعت کہو اسے صحابہ میں طعن کیا اس لیے کہ کسی صحابی سے اس کا ترک کرنا ثابت
 نہیں پس اسے لازم آوے گا انکی سب نمازین باطل ہو دیں اور یہ بات کوئی مسلمان اپنی زبان پر نہیں لا
 سکتا ہو باقی تفصیل اس مسئلہ کی کتاب رفع یدین امام بخاری میں اور تنویر العینین وغیرہ رسائل میں مذکور
 ہے شائق انکا مطالعہ کرے اور بعضے حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث رفع یدین کا راوی عقیل بن عمرؓ ہی
 اور اس سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس نے رفع یدین ترک کر دیا تھا اور جب کہ راوی اپنے مروی کے خلاف
 عمل کری تو وہ دلالت کرتا ہے اس کے منسوخ ہونے پر پس یہ حدیث منسوخ ہوگی سو جواب اس کا یہ ہے کہ
 کہ اول تو عبداللہ بن عمرؓ کا رفع یدین کو چھوڑ دینا ثابت نہیں ہوتا ہے کما تر اور دوم یہ کہ راوی کا

کتاب التہجد باب فی التہجد

۵۲۲

اپنے مروی کو چھوڑ دینا بغیر تصریح کسی دلیل شرعی کے کچھ مفید نہیں اور ایسے صحابی جلیل القدر سے ایسے عمل کا صادر ہونا مسلم نہیں جب تک کہ اسکے واسطہ کوئی عمل صحیح نہ پیدا کیا جائے اور سوم یہ کہ غیر معصوم کے فعل کے ساتھ جن جن سے تنک رکھ معصوم کے فعل کو ترک کرنا ہے اور یہ قطعاً باطل ہے ایسے کہ نسخ منسوخ سے بہت ضعیف ہے اور چارم یہ کہ احتمال ہو کہ راوی کے نزدیک وہ فعل مستحب یا مباح ہو و جب ہو پس اسکو رخصت کر دیا ہو پس اس کو اس حدیث کو نسخ پر دلیل بیکڑنی قطعاً باطل ہے اس واسطے کہ مستحب یا مباح کو ترک کرنا بالاتفاق جائز ہے اور نیز تلویح میں لکھا ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اسے روایت سے پہلے عمل کیا ہے یا پیچھے تو اسی روایت میں جرح نہیں ہو سکتے اور چونکہ بیان بھی معلوم نہیں کہ عمل عبداللہ کا روایت کرنے پہلے ہے یا پیچھے تو اب یہ حدیث کو واسطہ جرح نہیں ہو سکتی پس نسخ ہونا بطریق اولیٰ نہیں ہوگا سو جواب اسکا اولاً یہ ہو کہ بیہقی بن احمدؒ کے آخر میں اتنا لفظ آگیا ہو فما زالت تملک صلوۃ رسول اللہ حتی لقی اللہ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے انتقال فرمایا پس جب حضرت م کا آخری دم تک رفع یدین کرنا ثابت ہو گیا تو یہ رفع یدین کرنا منسوخ کب ہو کیا حضرت کے انتقال کے بعد وحی اتاری تھی ثانیاً پہلے گزر چکا ہے کہ من لکھا کہ صاحب سب رفع یدین کرتے تھے اور یہ حضرت م کے بعد کا ذکر ہے اور نیز پہلے گزر چکا کہ سب ہرون کے علما کا اہر اجماع ہو چکا ہے اور یہی نہ ہے امام شافعی اور احمد وغیرہ مجتہدین کا پس جب حضرت م کے بعد سب صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سے رفع یدین کا کرنا ثابت ہو چکا ہے تو اب کہا جاوے گا کہ اگر رفع یدین کرنا منسوخ ہوتا تو صحابہ حضرت کو بعد کیوں کرتے اور تابعین اور ائمہ مجتہدین وغیرہ جائز کیوں کہتے امام شافعی و احمد وغیرہ مجتہدین کو ہکا منسوخ ہونا معلوم ہو حالانکہ مجتہد کی ایک یہ بھی شرط ہو کہ نسخ منسوخ کو جانتا ہو پھر یہ لوگ مجتہد کیوں بن بیٹھے پس معلوم ہو کہ رفع یدین منسوخ نہیں ہے ثالثاً نسخ میں یہ شرط ہو کہ نسخ منسوخ کے مساوی ہو و اسے اور منسوخ سے مؤخر ہو و اور تطبیق ممکن نہ ہو و جیسے کہ نخبہ اور اسکی شرح میں موجود ہے پس اگر یہ تین شرطیں پائی جاوےں تو دعویٰ نسخ جائز ہے والا دعویٰ نسخ باطل ہو اور چونکہ بیان ان تین شرطوں سے ایک بھی موجود نہیں لہذا قطعاً باطل ہے اس واسطے شارح فارسی بخاری نے لکھا ہو کہ دعویٰ نسخ کا خالی اعتراض سے نہیں بلکہ دعویٰ نسخ سے یہ بات تہاں ہو کہ مان لیا جاوے کہ دونوں امر سنت ہیں رفع یدین کرنا بھی اور نہ کرنا بھی اور ایسا ہی لکھا ہو شیخ عبدالحقؒ نے فتح المنان میں تمام اسناد رفع یدین کا حدیثاً و اثباتاً الاداسیٹی قَالَ حَدَّثَنَا كَلْبُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَا لَدَى ابْنِ الْحَوَرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَدَقَّ يَدَيْهِ وَإِذَا ارْتَدَّ أَنْ يُرَكَّمَ دَقَّ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَهُ رَأَسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ دَقَّ يَدَيْهِ

وَحَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ رُفِعَ رُفْعًا مِثْلَ رُفْعِ أَبِي هُرَيْرَةَ»
 بن حویرثؓ کو دیکھا کہ جب نماز پڑھتا تو اللہ کی برکت سے اس کو اٹھاتا اور دونوں ہاتھ کو اٹھاتا اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ
 کرتا تو دونوں ہاتھ کو اٹھاتا اور جب رکوع سے سر اٹھاتا تو اس وقت بھی دونوں ہاتھ اٹھاتا اور حدیث بیان کرتا
 کہ حضرت م نے ایسا ہی کیا ہے **بَابُ** اِلٰی اَیْنِ یَرْفَعُ یَدَیْہِ کَمَا تَمَّکُ ہَاوِیَہُ یَعْنِیْ رَفْعَ یدَیْنِہِ کَمَا
 جان تین جگہ میں آیا ہے تو ان میں ہاتھ کو کہاں تک اٹھاوے کندھوں تک یا کانوں تک و قَالَ ابُو
 حَصِیْدٍ فِی اصْحَابِہِ رَفَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ وَ مَنَکِبَیْہِ یَعْنِیْ اُجْمِدَیْنِہِ اِیْزِیَارِہِ مِنْ
 کہا کہ حضرت م نے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے ہیں **حَدَّثَنَا ابُو لَیْمَانَ قَالَ اخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ الزُّهْرِيِّ**
قَالَ اخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِفْتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يَكْبِرُ حَتَّى يَجْعَلَہُمْ مَحْذُومًا مَنَکِبَیْہِ وَ
اِذَا كَبَّرَ لِرُكُوعٍ فَعَلَّ مِثْلَهُ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حُذِيَ فَعَلَّ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ
 الحُجْلُ وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ وَحِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ **ترجمہ** عبد اللہ بن عمرؓ
 سے روایت ہے کہ میں نے حضرت کو دیکھا کہ اپنے نماز کی تکبیر شروع کی سو جب تکبیر کہی تو اپنے دونوں ہاتھ کو
 کندھوں تک اٹھایا اور جب رکوع کے وسط تکبیر کہی تو اس وقت بھی ہاتھوں کو اٹھایا اور جب سجدہ سے سر اٹھا تو
 تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھاتے **ف** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رفع یدین کرنے کو وقت ہاتھوں کو
 کندھوں تک اٹھاوے اور یہی معلوم ہوتا ہے غریب امام بخاریؒ کا کہ صرف یہی حدیثیں لایا ہے اور یہی سب
 ہے امام شافعیؒ اور جہوہ علیہما کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کانوں تک ہاتھ اٹھاوے اور انکی دلیل وہ حدیث ہے
 جو مالک بن حویرثؓ سے مسلم میں ہے کہ حضرت م کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے لیکن عبد اللہ بن عمرؓ کی
 حدیث کو ترجیح ہے کہ اسکی اسناد زیادہ صحیح ہے اور ان دونوں میں تطبیق یہی ہو سکتی ہے کہ دونوں امر جائز ہوں
 واللہ اعلم **ف** حنفیہ کہتے ہیں کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھاوے اور عورت منڈھوں تک ہاتھ اٹھاوے
 لیکن اس فرق میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی پس ظاہر دونوں کا حکم ایک ہی ہے **بَابُ** رَفْعِ الْيَدَيْنِ
اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہووے تو اس وقت بھی رفع یدین کرے یعنی مثلاً
 چار رکعت نماز میں جب دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر کھڑا ہووے تو اس وقت بھی کندھوں تک ہاتھ
 اٹھاوے **حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ مَرْثُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ**
نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْہِ وَارَادَ أَنْ يَرْفَعَ يَدَيْہِ وَ

انکی ہنوا ضعیف ہے اور حکمت ماتمہ باندہ بنے میں یہ ہے کہ یہ صورت ہو اس سائل کی جو ذیل ہو کسی کے دروازے پر مانگنے کو آتا ہے **باب** الخشوع فی الصلوۃ نماز میں غذاب الہی سے ڈرنا نماز میں خشوع اور غذاب سے ڈرنے کی علامت یہ ہے کہ نہایت ذلیل ہو کر رہے اور دلو کو حاضر رکھے اور دینے بائین تفات ذکر رکھ کر **باب** ثنا ابن عباس قال حدثنی مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال هل ترون قبلی ہذا واللہ ما لا یخفی علیہ دلو علیہ ولا خشو علیہ وانی لا اراکم من ورائہ ظہر نے ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت ہشام نے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا سامنا او سر ہے خدا کی قسم مجھ پر ہتھار رکوع اور خشوع جیسا نہیں رہتا اور قدر میں تکو و بختا ہوں اپنے پشت سے **باب** بہت روگ نو مسلم اب سو نماز پڑھتے رکوع اور سجود اور صف میں برابر کھڑے ہونے سے غفلت کرتے ہیں آپ نے یہ حدیث فرمائی **باب** ثنا محمد بن بشیر قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبۃ قال سمعت قتادۃ عن انیس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقموا الذکوع والشیو فواللہ انی لا اراکم من بعدی وریما قال من بعد ظہر نے ادا رکعت تم ترجمہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ درست کرو رکوع اور سجود کو سو قسم ہے خدا کی میں تکو و بختا ہوں اپنی پس پشت سے اور بہت بقت اپنے نے فرمایا کہ میں تکو و بختا ہوں جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو **باب** احمدیث

پیر خشوع کا ذکر نہیں لیکن شاید امام بخاری کی یہ غرض ہے کہ تمام میں تمام اعضا کو ظاہر میں درست رکھنا دلیل ہے اور خشوع کے اسلئے کہ ظاہر کا سکون باطن کی دلیل ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت احمدیث کی باب سے اسے معلوم ہو کہ جب آدمی نماز میں کھڑا ہووے تو کمال خشوع کے ساتھ رہے اور دل کو حاضر رکھے اور غذاب سے ڈرتا رہے لیکن اگر نماز میں خشوع کو ترک کرے تو نماز ہو جاتی ہے اسلئے کہ حضرت نے من لوگون کو نماز دوسرے کا حکم نہ فرمایا کہ آدمی نووی نے لکھا ہے کہ نماز میں خشوع بالاجماع واجب نہیں لیکن آدمی کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے خشوع اور حضور دل کو نماز میں پیدا کرے اور جو اختیار سے باہر ہو جاوے تو خیر لیکن نماز میں کسی نہ کسی رکن میں ضرور ہے دل کو حاضر کرے اور خدا کے غذاب سے ڈرے اور بعض نے کہا کہ نماز میں خشوع رکنا فرض ہے لیکن اگر نماز کی ایک چیز میں بھی ہو جاوے تو کافی ہے **باب** ما یقر بعد التکبیر او چیز کا بیان جو مجیر تحریر کے بعد پڑھی جاتی ہے یعنی تکبیر اولے کے بعد کیا چیز پڑھی جاوے **باب** ثنا حفص بن عمر حدثنا شعبۃ عن قتادۃ عن انیس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یفتخون الصلوۃ بالحمد للہ رب العالمین ترجمہ

اس ۲ سے روایت ہو کہ حضرت ۴ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما نماز کو الحمد کے ساتھ شروع کیا کرتے تھے **ف**
 امین خُلفاء کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جزو ہے یا نہیں اور سورہ الحمد کے ساتھ **بسم**
 کو بھی پڑھنا چاہیے یا نہیں سو بعض نے کہتے ہیں کہ بسم سورہ فاتحہ کی جزو ہے جب الحمد پڑھے تو بسم اللہ
 اسکے ساتھ پڑھے اور وہ لوگ احمدیث احمد لقیہ الخ سے سورہ فاتحہ مراد کہتے ہیں یعنی اسکا یہ معنی نکلیں
 کہ الحمد لقیہ ہی سے اول شروع کرے بلکہ معنی یہ ہو کہ تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے پس بسم اللہ بھی امین لقیہ
 کہ اونکے نزدیک فاتحہ کی جزو ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور شافعیوں کا اور امام مالک کہتے ہیں کہ
 کہ نماز میں الحمد کے ساتھ بسم اللہ نہ پڑھے نہ پکار کر اور نہ پوشیدہ اور خفیہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ
 کی جزو نہیں اور احمدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ قراءۃ کو الحمد لقیہ سے شروع کرتے تھے یعنی سورہ الحمد کے
 اول میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے لیکن اسباب میں بہت حدیثیں صحیحہ آچکی ہیں جو دلالت کرتی ہیں اس پر کہ بسم
 الحمد کی جزو ہے چنانچہ صحیح بخاری میں باب فضائل میں آگے آگیا کہ حضرت ۴ نے فرمایا کہ سورہ الحمد بسم
 شانی ہے یعنی سات آیتیں ہیں ان میں سے چہ آیتیں الحمد ہے اور ساتویں آیت بسم اللہ ہو اور باقی اور ابن
 وغیرہ میں ہو کہ حضرت ۴ نماز میں فاتحہ کے اول بسم اللہ پڑھا کرتے تھے اور ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ جب الحمد
 شروع کر دو تو اسکے اول میں بسم اللہ پڑھو کہ بسم اللہ یہی اسکی ایک آیت ہو اور اسی قسم کی اور بہت حدیثیں
 ہیں جن سے ثابت ہوتا ہو کہ بسم شریف سورہ فاتحہ کی جزو ہے جب سورہ فاتحہ پڑھے تو پہلے بسم اللہ پڑھے
 اور جن حدیثوں کو خفیہ دلیل کھڑے ہیں سو ان سے بعض حدیثوں میں تو یہ آیا ہے کہ الحمد کے ساتھ بسم اللہ
 نہیں پڑھتے تھے سو جواب اسکا یہ ہے کہ مراد بسم اللہ نہ پڑھتے تھے کہ بسم اللہ سنی نہیں جاتی تھی اسکا یہ
 معنی نہیں کہ بسم اللہ مطلق پڑھتے ہی نہیں تھے اور بعضی حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ بسم اللہ سنی نہیں جاتی
 تھی سو جواب اسکا یہ ہے کہ مراد نہ سننے کو یہ ہے کہ بسم اللہ کو پکار کر نہیں پڑھتے تھے اسکا یہ معنی نہیں
 کہ بسم اللہ کو پڑھتے ہی نہیں تھے بلکہ اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور سب الفاظ مختلف ہیں
 جمع ہو جاتے ہیں اور اس باب کے احمدیث اس رم سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ بسم اللہ مطلق پڑھتے تھے
 بلکہ احتمال ہو کہ اسکو پوشیدہ پڑھ لیتے ہوں گے ورنہ آئندہ حدیث میں جو دعا آتی ہے وہ بھی پڑھنی جائز نہیں
 ہوگی ایسے کہ اسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو الحمد لقیہ سے شروع کرتے تھے پس الحمد سے پہلے ہی کوئی چیز
 جائز نہیں ہوگی اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ابو خنیفہ صاحب ہی بسم اللہ کے سنت کو قائل ہیں اور احمدیث
 سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے اول بسم اللہ پوشیدہ پڑھے اور بسم اللہ پکار کر پڑھنا بھی بہت صحابہ
 سے ثابت ہو لیکن افضل یہی ہے کہ پوشیدہ پڑھے اور پکار کر پڑھنا بھی جائز ہے **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ**

اسْمُجِلْ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ذَرٍّ عَنْ
قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُتُ بَيْنَ الْكَبِيرِ وَبَيْنَ
الْقِرَاءَةِ إِسْكَانَةً قَالَ أَحْمَدُ قَالَ هُنَيْتَةٌ فَقُلْتُ يَا بَنِي آدَمَ وَأَمَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِسْكَانُكَ
بَيْنَ الْكَبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا نَقُولُ قَالَ أَقُولُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ
بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ النَّوْثَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ
اصْنِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالْثَلْجِ وَالْبَرَدِ ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ
الہدیہ علیہا السلام تکبیر تحریر اور قراءۃ کے درمیان غصہ اساجپ ہتے تھے اور وہی نے کہا کہ ایک خطہ سکوت کو
تھے مومن نے عرض کی کہ یا حضرت میرے بن بابہ پر تر بان ہوں آپ تکبیر اور قرات کے درمیان
میں کیا پڑھتے ہو آپ فرمایا کہ یہ دعا پڑھنا کہ اے فرقہ ڈال دے میرے اور میرے گناہوں کے درمیان
جیسے نے فرقہ ڈال دے مشرق اور مغرب یعنی سحاف کردی تھی چھاٹ ڈال اور صاف کر دے جیسو گناہوں
سے جیسے سفید کر چھاٹا جاتا ہے میل سوا تھی دھو ڈال میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اگلے سے لینے طرح
طرح کی مغفرت اور رحمت کر **ف** اس حدیث میں تین دعائیں ہیں پہلی دعا سے شہرہ ہر طرف ڈال دے

اور دوسری دعا سے اشارہ ہر طرف ڈال دے حال کیا اور تیسری دعا سے اشارہ ہر طرف ڈال دے ماضی کے تو مطلب ۵۲۹
یہ ہے کہ میری تمام عمر کے گناہوں کو مٹا دیوے پس اس حدیث معلوم ہوا کہ تکبیر تحریر اور قراءۃ کے درمیان یہ
دعا پڑھنی مستحب ہے خواہ فرض ہوں خواہ نفل ہوں اور سلم کچھ حدیث میں آیا ہے کہ تکبیر تحریر کے بعد تالی و تحبث الخ
پڑھے اور بعضی حدیثوں میں آیا ہے کہ سبحانک اللہم الخ پڑھے سوا امام شافعی کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ ان دونوں کو
جمع کرے اور ہر نماز میں پڑھ دے اور امام مالک کہتے ہیں کہ مستحب نہیں اور امام ابو حنیفہ اور احمد کہتے ہیں
کہ فرضوں میں تکبیر تحریر کے بعد سبحانک اللہم الخ پڑھے اور یہی مذہب ہے ایک جماعت اہل علم کا لیکن یہ حدیث
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو باب میں مذکور ہو چکی ہے سب کو زیادہ تر صحیح ہے پس دعا کو پڑھنا سب سے افضل ہے
ان حدیثوں قطعی طور پر ہو سکتی ہے کہ کبھی کسی دعا کو پڑھ لیوے اور کبھی کسی دعا کو پڑھ کر قراءۃ قرآن میں
کچھ تعارض نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں یہی دعا پڑھنی ہی جائز ہے جو قرآن میں
ہو کہ حنیفہ کو جائز نہیں کہتے ہیں وہ کہتے ہیں جو دعا قرآن میں نہ ہو اس کو نماز میں پڑھنا جائز نہیں سو یہ
حدیث اوپر رد کرتی ہے **باب** یہ باب ترجمہ سے خالی ہے لیکن اس باب کو پہلے باب سے تعلق ہے کہ
اس میں دعا کا ذکر ہے اور ہمیں مناجات کا ذکر ہے پس یہی مناسبت ہے اس باب کی پہلے باب سے اور صحیح ہے
میں اس قسم کے بہت باب ہیں کہ ترجموں سے خالی ہیں لیکن ہات کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو اس قسم کا

ہو سکتے ہیں وَقَالَ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَوةِ الْكُسُوفِ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ
يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُوهُ نَزَلَتْ عَائِشَةُ بِعَيْنِهَا رَمَدٌ لَهَا كَهِرَ حَضْرَتِ صَلَوَاتُہِ عَلَیْہِہِ وَسَلَّمَ نے سوچ گھن کی
نماز میں فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا کہ اس کا بعض ٹکڑا بعض کو کچل ڈالتا ہے یعنی نہایت زور سے لہرارتا
جبکہ تپتے محسوس ہوتے دیکھا **ف** یہ جواب نے فرمایا کہ جب تپتے مجھ کو پیچھے ہٹتے دیکھا احمدیث معلوم
ہوا کہ مقدری کہ امام کطیف دیکھنا جائز ہے کہ آپ نے اس سے منع نہ فرمایا پس مطابقت احمدیث کی
باب سے ظاہر ہو گئی حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ
هُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ مَعْيَا قَالَ قُلْنَا لِحَبِيبِ بْنِ كَانٍ رَسُوْلُهُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الظُّلُمَةِ الْبَعْضُ
كَأَنَّ كُنْزًا فَقُلْنَا سَمِعْنَا نَحْنُ نَقَرُ فَوْنٌ ذَاكَ قَالَ بِأَضْطَرَّابٍ الْحَبِيبُ ترجمہ ابو عمر سے روایت
ہے کہ میں نے خواب سے پوچھا کہ کیا حضرت مظهر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے یا نہیں کہا ہاں پڑھتے تھے
سو ہم نے کہا کہ تم بہت کم کس طرح بچا کر لے تھے کہ حضرت کی ڈاڑھی کے ہٹنے سے ہم بچا لیتے تھے تو حدیثنا
تجاربہ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَانَا أَبُو اسْمَاعِيلَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدٍ يَخْطُبُ قَالَ
حَدَّثَنَا الْوَلَدُ وَكَانَ عَدُوًّا لِي وَبِأَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَعُوا
نَاسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامُوا قِيَامًا حَتَّى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ ترجمہ براہ سے روایت ہر کہ صاحب حضرت
کے ساتھ نماز پڑھتے سو جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو لوگ سیدھے کھڑے ہوتے یہاں تک کہ آپ کو دیکھتے
کہ سجدہ میں چلے گئے میں حدیثنا اسے حیل قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاقَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَتَعَفَّكَ فَقَالَ
إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَنَنَّا وَلَتْ مِنْهَا عُنُقُوهَا وَكُلُّوا أَخَذَ تَهْ لَا كَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيََتِ الدُّنْيَا
ترجمہ عبداللہ بن عباس سے روایت ہر کہ حضرت م کے زمانے میں سورج گھن لگا سو آپ نے سورج گھن
کی نماز پڑھی سو صاحب نے عرض کی کہ یا حضرت ہمنا آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ میں کوئی چیز پکڑی ہے پھر
ہم نے دیکھا ہے کہ آپ پیچھے ہٹ گئے ہیں سو آپ نے فرمایا کہ مقررین نے بہشت کو دیکھا سو میں نے اس سے
انگور کا گچھا پکڑا اور اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس سے ہمیشہ کہاتے جب تک دنیا باقی رہتی یعنی تم اس کو
قیامت تک کہاتے اور وہ کم نہ ہوتا **ف** بعض کہتے ہیں کہ حضرت م نے انگور کا گچھا پکڑنے کا ارادہ
کیا تھا لیکن جب دن نہ ہوا تو آپ نے نہ لیا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خُبَيْمٌ قَالَ
حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ثُمَّ رَفَعَ الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قَبْلَهُ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَكِبْتُ الْإِنَّ مِنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمْ فِي
الْعَمَلُوكَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ مَمْلُوكَيْنِ فِي قَبْلِكُمْ هَذَا الْجَدَارِ عَمَّا أَرَاكُمْ فِي الْخَيْرِ وَالْخَيْرِ
ترجمہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت م نے ہر نماز پڑھائی پہر آپ ہنسر پر چڑھے سو اپنے ماتھے سے مسجد کی
قبلہ کی طرف اشارہ کیا پہر فرمایا کہ البتہ میں غلاب دیکھا ہوں جبکہ تنکو نماز پڑھائی کہ بہشت اور دوزخ کی صورت
میرے سامنے لائی گئی اس دیوار کی طرف سو میں نے برائی اور بھلائی میں آج جیسے کوئی چیز نہیں دیکھی و
ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز میں امام کی طرف نظر کرنی جائز ہے اسلئے کہ براہ کی حدیث میں یہ ہے
کہ اسی حاجت کو دیکھتے کہ سجدے میں چلے گئے ہیں تو اس وقت حضرت م پیچھے سجدہ اور حدیث ابن
عباس میں یہ ہے کہ صحابہ نے کہا کہ ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے دیکھا اور حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ظاہر یہ مسئلہ باب کا ثابت
نہیں ہوتا لیکن دراصل یہ دونو حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے پس مطابقت حدیثوں کی باب سے
ظاہر ہے اور عرض امام بخاری کی اس باب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ بفضل یہ ہے کہ نمازی نماز میں اپنی نظر
کو سجدہ کی جگہ میں لگے لیکن اگر کسی حاجت کو دیکھو امام کی طرف پیچھے اور سجدہ کی جگہ نہ دیکھے تو نماز قاسم
نہیں ہوتی ہے اور امام شافعی اور کوفیوں کے نزدیک تعجب ہے کہ نمازی نظر کو سجدہ کی جگہ میں لگے پس
مسئلہ ان کے مخالف نہیں ہے **باب** رَفَعَ الْبَصَرَ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ نَازِمِينَ تَمَامَ كَيْطَرِ
دیکھنا مکروہ ہے **ف** نماز میں تہمان کی طرف دیکھنا بالاتفاق مکروہ ہے بعض کہتے ہیں اسو اسلو مکروہ ہے
کہ قبلہ طرف نہ لگنا لازم آتا ہے اور نماز سے باہر دعا وغیرہ میں اسکی طرف دیکھنا مختلف فیہ ہے بعضوں کے
نزدیک جائز ہے اسلئے کہ تہمان دعا کا قبلہ ہے جیسے کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور بعضوں کے نزدیک
مکروہ ہے **حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمرُ وَبَنُو**
قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ النَّسَّابَ بْنَ مَالٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا بَالُ أَهْوَاءٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى
قَالَ لَيْسَتْ لَهُمْ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَخُطَفَتْ أَبْصَادُهُمْ ترجمہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت م نے
فرمایا کہ کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو نماز میں اپنی آنکھ تہمان کی طرف اٹھاتے ہیں سو اپنے ہلکی سخت تاکہ
کی سیانگ کہ فرمایا کہ مقرر باز رہیں لوگ اپنی آنکھ اٹھانے سے تہمان کی طرف نہیں تو انکی نظریں جھن
جاؤ گی **ف** حضرت م نے نماز میں معلوم کیا کہ بعض لوگوں نے نماز میں آسمان کی طرف دیکھا ہوتا
اسلئے اپنے عام طور سے نصیحت فرمائی کہ اگر کسی خاصکر کہا گیا تو لوگوں میں اسکو ذلت ہو گی
اسے معلوم ہوا کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر کرنی مکروہ تحریمی ہے اسلئے کہ اسپر وعید و لعن ہو گا

احديث کی باب سے اور یہ حدیث دوسرے پارہ میں گذر چکی ہے **باب** مَنْ يَلْتَفِتُ يَأْخُذْ بِأُذُنِهِ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَوْ يَنْصَاغًا فِي لِقَائِكَ حَبِ نَازِمِينَ كَيْ يَكُوْنِي كَامٍ مِثْلَ اَجَاوَسَ جَبِي كَيْ كُوْنِي دِيَا
 كَرِيَسَ يَكُوْنِي دِنْدَه دِكِه لِيُوَسَّ يَاهُوك كُوْقِبْلَه مِيْن دِكِه تُوَس مَوْت مِيْن التَّفَات كَرَا جَاوَسَ
 يَانِيْن وَكَأَل سَهْلُ الْفَقْتُ أَبُو بَكْرٍ فَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلَعُ سَهْلًا لَمْ يَكُنْ يَكُوْنِي
 نَازِمِينَ التَّفَات كِيَا اور حضرت كو دِكِه **ف** يَه حدیث مرض الموت کی پہلے گذر چکی ہے ہمیں حضرت
 نے ابو بکر رحمہ کو نماز دوہرانے کو نہ فرمایا پس معلوم ہوا کہ یہ التفات جائز ہے پس ہی وجہ ہے مطابقت اس
 حدیث کی باب سے حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خُفِّمَتْ فِي حَبْلَةِ السَّجْدَةِ هُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ فَخَفَّهَا
 ثُمَّ قَالَ حِينَ انْصَرَفَ إِنْ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ قَبْلَ وَجْهِهِ فَلَا يَنْتَحِمُ
 أَحَدٌ قَبْلَكَ وَجْهَهُ فِي الصَّلَاةِ رَوَاهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ أَبِي ذَوَادٍ عَنْ نَافِعٍ مَرْجُومٍ
 ابن عمر سے روایت ہو کر ایک بار حضرت م نے مسجد کے قبلے کی دیوار میں کسکھا رکھا اور آپ لوگوں
 کے ان کے نماز پڑھا رہے تھے سو آپ نے اوسکو نیکی کی کج ڈالا اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کجب کوئی
 نماز میں ہووے تو خدا اوسکے منہ کو سامنے ہوتا ہے یعنی خدا کا قبلہ ہے اوسکی روبرو سو کوئی آدمی نماز
 میں اپنے منہ کے سامنے نہ تھو کے **ف** اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کے قبلے میں تھوک لگی ہوئی ہو تو
 اوسکی طرف دیکھا کر وہ نہیں کہ حضرت م نے تھوک کی طرف نماز میں دیکھا پس ہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث
 کی باب سے حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنَا
 ابْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُونَ فِي صَلَاةٍ الْفَجْرِ لَمْ يَفْعَاهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ سِتْرَ حَجْرَةٍ فَانْظَرُوا إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ قَبَسَمَ
 يَفْضَلُ وَكَفَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيدُ الْخُرُوجَ وَ
 هَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي مَكَلَّتِهِمْ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَمَّا صَلَوَاتُكُمْ وَأَرْحَمُ
 السَّيْرِ وَتَوَقَّعِي مَعِيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ مَرْجُومٍ اس سے روایت ہو کر جماعت میں کہ لوگ فجر کی
 نماز پڑھتے تھے اور ابو بکر رحمہ امام بنے تھے تو اپنے مرض الموت میں نواجا تک نہ پایا اوسکو مگر حضرت
 نے کہ غائبہ کج سے کا پردہ اوٹھایا اور لوگوں کی طرف نظر کی اور لوگ صف باندھے تھے سو آپ نے
 تبسم فرمایا سو ابو بکر پھر پیچھے ہٹے تاکہ صف میں پہنچیں اور گمان کیا کہ حضرت گہرے شرف لانے
 کا ارادہ کرتے ہیں اور مسلمانوں نے قصد کیا کہ نماز میں دیوانے ہو جائیں سو آپ نے اوسکو اشارہ کیا

کہ اپنی نماز تمام کرو اور پردہ لٹکا یا سو اس میں کے خرمین ایجا انتقال ہوا خدا کی ہزار ہزار رحمت ہو و ادب
ف احمدیث سے معلوم ہوا کہ کسی امر حادث کو وسط التفات کرنا نماز میں مکروہ نہیں ہے کہ جب حضرت
 نے حجرے کا پردہ اوٹھایا تو سب صحابہ نے اپنی طرف التفات کیا اور آپ نے اشارہ فرمایا کہ نماز تمام
 کرو سو اگر لوگوں کا آپ کی طرف التفات نہ ہوتا تو آپ کو اشارہ کو سطح دیکھ سکتے اور ہر آپ نے اونکو
 نماز دوہرا نیک حکم نہیں کیا پس یہی وجہ مطابقت احمدیث کی **باب سو کا ف** وجوب الفسامة للامام
 والما موم فی الصلوۃ کلھا فی المحصرۃ الشکر وما یجھض فیھا وما یخاف نماز میں قرآن کر
 امام پر یہی واجب ہے اور مقتدی پر یہی واجب ہے سبب ان میں حضرت میں بھی اور سفیر میں بھی اور جہرہ نماز
 میں بھی اور سر یہ نمازوں میں بھی یعنی مقتدی پر قرآن پڑھنا فقط سر یہ نمازوں میں نہیں بلکہ دوسری جہرہ
 نمازوں میں بھی واجب ہے **ف** جہرہ نماز میں وہ میں جنین قرآن پکار کر پڑھا جاتا ہے جسکے مغرب اور
 عشا اور فجر کی نماز اور سر یہ نماز میں وہ میں جنین قرآن پوشیدہ پڑھا جاتا ہے جسکے طلوع اور عصر کی نماز اور
 اصل غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ مقتدی پر یہی قرآن پڑھنا واجب ہے اگر مقتدی امام کے پیچھے قرآن
 نہ پڑھے تو اسکی نماز نہیں ہوگی اور امام بخاری نے اس مسئلے میں ایک کتاب مستقل لکھی ہو جو مدت سے مطبوع
 ہو کر شائع ہو چکی ہے شائق اور کا مطالعہ کریں حکایتنا مؤمنی قال حدثنا ابو عوانہ قال حدثنا
 عبد الملک بن عمیر عن جابر بن سمرۃ قال شکی اهل الکوفۃ سعدا الی عمرہ فخرک
 واستعمل علیہم عمرا افشکوا حتی ذکرنا انہ لا یحسین یصلی فادسل الیہ فقال
 یا ابا اسحاق ان ہو لا یرعون انک لا یحسین یصلی قال اما انا واللہ فان کنت اصلی
 بہم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احرمت عنہا اصلی صلوۃ العشاء فارک
 فی الاولیین واخف فی الاخرین قال ذاک الظن یرک یا ابا اسحق فادسل معہ رجلا
 اورجا لا الی الکوفۃ یسأل عنہ اهل الکوفۃ ولم یدع مسجد الا سأل عنہ ویسئون
 علیہ معر و فاحشی دخل مسجد البنی عبس فقام رجل منہم یقال لہ اسامہ بن
 قتادہ ینکئی ابا سعدۃ فقال اما ارد نشدتنا فان سعدا کان لیسید بالتبریۃ ولا یقسم
 بالتویۃ ولا یعد فی القویۃ قال سعدا اما واللہ لا دعون بسلام اللہم ان کان عبدک
 ہذا کاذبا فام ربیاء او ممعہ فاطل عمرہ واطل فقرہ وعرصہ بالفن وکان بعد اذا
 سئل یقول شیخ کبیر مفتون اصابتنی دعویٰ سعید قال عبد الملک اما نارا کیتہ
 بعد قد سقط حاجبہ علی عینی من الکبر وانه لیتعثر فی الجوار فی الطریق

يٰۤاَيُّهَا هٰذَا مَرَجِعُ جَابِر بن سمرہ رحمہ سے روایت ہے کہ کوفی والوں نے سعد کی عمر رم سے شکایت کی سو عمر رم نے اسکو مغزول کر لیا اور عمار کو انپر سردار بنایا سو انہوں نے سعد کی بیہوشی کی شکایت کی کہ کہا وہ نماز اچھی نہیں پڑھتا سو عمر رم نے کسی کو اس باپ سے بھلا دیا سو اسکو کہا کہ اے ابا حق (یہ سعد کی کنیت ہے) یہ لوگ کوفی والے گمان کرتے ہیں کہ تو نماز اچھی نہیں پڑھتا سو سعد نے کہا کہ قسم خدا کی میں تو انکو حضرت علی نماز پڑھاتا تھا اسکو کوئی چیز نہیں چھوڑتا تھا سو میں عشا کی نماز پڑھتا سو پہلی دو رکعتوں میں قراۃ لبنی کرتا تھا اور اخیر دو رکعتوں میں قراۃ ہلکی پڑھتا سو عمر نے کہا کہ مجھکو تیری نسبت یہی گمان ہو یعنی بیشک تو نماز اچھی پڑھتا ہو گا کوفی والوں کی شکایت غلط ہو سو عمر رم نے کسی مرد کو کوفی میں بھیجا کہ سعد کا حال تحقیق کیا جاوے سو اس اہلجی نے کوفی کی سب سجدوں پر پوچھا سو تمام لوگ اسکی تعریف کرتے تھے کہ وہ نیک آدمی ہے بیہوشی کہ وہ اہلجی تحقیق کرتے ہوئے نبی عیسیٰ کی ایک مسجد میں آیا سو انہیں سے ایک آدمی کھڑا ہوا کہ نام اسکا اسمرتھا اور کنیت اسکی ابا سعدہ تھی سو اسنے کہا کہ جبکہ تونے ہکو قسم دیکر پوچھا ہے تو اب میں کچھ کہتا ہوں کہ سعد نہ تو لشکر کے ساتھ جاتا تھا یعنی جہاد میں اور نہ مال برابر باقتدا کرتا اور نہ جھگڑے میں انصاف کرتا تھا سو سعد نے کہا کہ قسم خدا کی البتہ میں تیرے حق میں بدو عا کرتا ہوں ساتھ تین چیزوں کے یعنی ان تین عیبوں کو بدلے جو تونے میرے ذمہ لگائے ہیں سو سعد نے اسکے حق میں یہ بدو عا کی کہ اے الہی اگر یہ بندہ تیرا جو تھا ہے اور لوگوں کو دکھلانے اور سنانے کے واسطے کھڑا ہوا ہے مجھے تاکہ لوگ اسکی شہادت دیں اور خلیفہ کے حضور میں اسکا ذکر ہووے تو اسکی عمر لبنی کر اور اسکو محتاجی بہت ہو اور اسکو مصیبتوں میں مبتلا کر (سو سعد کی بدو عا اسکے حق میں قبول ہو گئی اور وہ نہایت دلیل ہو گیا سو جب کوئی اس سے پوچھتا کہ جھگڑا کیا ہوا ہے تو کہتا کہ میں بہت بڑھا ہو گیا ہوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ سعد کی بدو عا میرے حق میں تاثیر کر گئے عبد الملک نے کہا کہ میں نے اسکو بعد اسکے دیکھا کہ بڑھا پے کے سبب اسکی دونوں ہون اسکی آنکھوں پر گر ٹرپن ہوئیں تھیں اور راہ میں لڑکیوں کو چیرتا اور اونکے لٹکتے مینے نہایت فقر اور محتاجی سے اسلیے کہ اگر غنی ہوتا تو انکے پاؤں ملنے کی حاجت نہ پڑتی اور اس سے گناہ میں مبتلا ہونا اسکا بہی ظاہر ہو گیا ف بعد میں ہے کہ سعد کہا کہ میں قراۃ لبنی کرتا تھا اور ہلکی پڑھتا تھا اور انکو حضرت ۴ کی نماز پڑھاتا تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ سعد نماز میں قراۃ کو نہیں چھوڑتے تھے اور حضرت ۴ نے فرمایا ہے کہ میری نماز کی طبع نماز پڑھو پس مطابقت احمدیہ کی باب کے بعض سکون سے ثابت ہو گئی اور یہ کہ امام پر قراۃ واجب ہے چہرہ نماز میں بھی اور سرہ نماز میں بھی اور باقی سکے باب کے بعضے مقتدی پر قراۃ کا واجب ہونا

اور سفیرین قراۃ کا وجہ ہونا اور حضرت بن ہبہ سویر باب کی دوسری حدیثوں سے ثابت ہیں جیسے کہ اہل تہذیب اور محدثین اور ہر ایک مسئلے ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ اگر کسی سردار کی خلیفہ کے پاس شکایت آوے تو اسکو معزول کرنا جائز ہے اگرچہ کوئی تصور اسکے ذمہ ثابت نہ ہو ورنہ جب کہ زمین کوئی مصدق ہو اور عمر نہ ملے سعد کو مدعو معزول کیا تاکہ فتنے کی جڑ اوکھڑا کر دے لیسایہ کہ عمر فاروق رضہ چار برس کے بعد عامل کی بدلی کر دیتے تھے اور یہ کہ اگر کوئی عامل کی شکایت کرے تو عامل سے دریافت کرنا چاہیے اور جب تک اسکی حکومت ہو وہاں سے اسکے حال کی تحقیق کرنی چاہیے اور یہ کہ عدالت گواہ کی اسکے ہمسایہ سویر چوٹی جاوے اور یہ کہ جس فقر اور محتاج اور گالی کی غرض ہو اسکے قائل کو تعزیر دیجائے اور یہ کہ ظالم پر بد دعا کرنی جائز ہے جس کی جہیز سے اسکی دین میں نقصان آوے اور یہ جو اسنے کہا کہ سعد کی دعا میرے حق میں تاثیر کر گئی تو اس دعا کا اثر نہا جو حضرت نے سعد کے حق میں دعا کی تھی کہ اہل حبیب کوئی دعا کرے تو اسکی دعا قبول کرے سویر لوگوں میں مشہور تھا کہ سعد مستجاب الدعوات ہو اور اس شخص نے سعد کے قریب بیان کیے پہلا عیب کے جان کے ساتھ علاوہ کہتا ہے کہ وہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتا یعنی اسمیں شجاعت اور بہادری نہیں سوا اسکے بلکہ سعد نے بھی اسکے حق میں اسی بد دعا کی جو جان کے ساتھ علاوہ رکھتی ہے کہ اسکی عمر کو لینا کر دے اور دوسرا عیب مال کے ساتھ علاوہ رکھتا ہے یعنی کہ اگر بنہیں باقیا اور میرا دین سے علاوہ رکھتا ہو سو سعد نے بھی انکے بدلے اسی بد دعا کی جو مال اور دین سے علاوہ رکھتی ہے یعنی اسکو محتاجی اور مصیبتوں میں مبتلا کر حکایت کیا علی بن عبد اللہ قال حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ تَحْمُوزِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَوةَ لِمَنْ كَتَمَ بَيْعًا يَحْتَزُّ الْكِتَابَ ترجمہ عبادہ بن صامت سے روایت ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ نماز درست نہیں اسکی جسے الحمد کی سورہ نہ پڑھے **ف** انظر لانی نے کہا کہ یہ حدیث عام ہے سب کو شامل ہے خواہ امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا ہو خواہ جہرہ نماز ہو خواہ سریرہ نماز ہو پس نماز میں ہر آدمی پر سورہ الحمد پڑھنی واجب ہو ہر رکعت میں پھر ثابت ہو کہ مقتدی پر قراۃ پڑھنے ہی واجب ہے خواہ حضرت بن ہبہ خواہ سفیرین اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے الحمد پڑھنا واجب ہو اگر ہکو نہ پڑھے تو نماز درست نہیں ہوتی اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین ومن بعدہم کا اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور احمد بن حنبل اور مالک وغیرہ مجتہدین کا لیکن امام مالک جہرہ میں جائز نہیں رکھتے ہیں اور ابن حبان نے کہا کہ یہی مذہب جمہور کا سوائے حنفیوں کے اور ابن مبارک نے کہا کہ میں بھی امام کے پیچھے قراۃ پڑھتا ہوں اور تمام کو کہتے ہیں کہ کوئی نہ پڑھے مگر کوئی نہ والوں کی ایک جماعت نہیں پڑھتے اور ابو داؤد

اور ترمذی اور ابن حبان وغیرہ میں عبادہ رضا سے روایت ہو کہ حضرت زبیر کی نماز پڑھی سو آپ پر قرات بہاری ہو گئی پس فرمایا کہ شاید تم امام کے پیچھے قرآن پڑھتے ہو صحابہ نے عرض کی کہ میں پڑھتے ہیں فرمایا کہ کچھ نہ پڑھا کرو مگر سورہ الحمد پڑھ لیا کرو۔ اسی لیے کہ جو اسکو نہ پڑھے اسکی نماز درست نہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور اسکے ادنیٰ سب ثقہ میں اور تحدیث بھی اس میں ثابت ہو اور اسکے توالیع اور شواہد بھی بہت چیزیں ہیں جکی یہاں گنجائش نہیں اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری کی اور حدیث ابو داؤد وغیرہ کی درحقیقت دونوں ایک ہی ہیں اور ابو داؤد وغیرہ کے طریق میں پوری ہے اب بخاری کے طریق سے مختصر ہو پس یہ حدیث صحیح ہے اباب میں کہ امام کے پیچھے سورہ الحمد پڑھنی واجب ہے جو کوئی نہ پڑھے اسکی نماز نہیں لیکن خفیہ کہتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز نہیں اور چونکہ یہ حدیث بخاری کی اپنے عموم کے ساتھ مقتدی کی قرات کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اسلئے خفیہ محدث کے یہ تاویل کرتے ہیں کہ سورہ الحمد نہ پڑھنے والوں کی نماز کے نہ ہونے کا یہ معنی ہو کہ اسکی نماز کامل نہیں ہوتی لیکن کمال حاصل نہیں تاہل نماز درست ہو جاتی ہے سو جواب اسکا کئی وجہ سے اول یہ ہے جو کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری میں لکھا ہو کہ مراد نماز سے یہاں اسکا معنی شرعی ہے لغوی نہیں اسی لیے کہ پیغمبر صاحب نطقون کا شرعی معنی بتلانے واسطے ہے جو نہیں اندر نصورت نفی نماز کی طرف متوجہ ہوگی لیکن نماز کی ذات بالکل نہیں ہوتی ہے اسی لیے کہ مرکب چیز جیسے کہ کل جزا کی نفی سے معدوم ہو جاتی ہے ویسوی بعض اجزاء کے عدم سے ہی معدوم ہو جاتی ہے اور فاتحہ بھی نماز شرعی کی ایک جزو ہے اور جب وہ اس مرکب میں باقی نہ گئی تو کل مرکب کی ذات معدوم ہوئی اور جب نفی اسکی ذات کی طرف متوجہ ہوئی تو نفی کمال کی تاویل قطعاً باطل ہو گئی پس نفی کمال پر اسکو محمول کرنا اگر جائز نہ ہوگا دوم اسوجہ سے کہ اگر بغرض محال تسلیم ہی کیا جائے کہ یہ نفی ذات نماز کی طرف متوجہ نہیں تو کہا جاوے گا کہ جب ذات کی طرف نفی متوجہ نہ ہو سکے تو اسوقت قاعدہ یہ ہے کہ نفی اس مجاز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو سب ممکنوں سے ذات کی طرف زیادہ تر نزدیک ہو اور یہاں سب مجازوں سے زیادہ تر ذات کی نزدیک صحت ہو نہ فضیلت اور کمال پس اسوقت نفی صحت نماز کی طرف متوجہ ہوگی پس منویہ ہوگا کہ نماز صحیحہ نہیں پس اب بھی نفی کمال پر حمل کرنا جائز نہ ہوگا سوم اسوجہ سے کہ خفیہ امام اور اکیلے آدمی کے حق میں الحمد پڑھنے کو واجب کہتے ہیں اور احمد کا وجوب ہی حدیث بخاری سے ثابت کرتے ہیں اسکے سوا اور کوئی حدیث اسکے وجوب کی جہاں میں موجود نہیں ہو اگر بقول خفیہ کے اس حدیث میں نفی کو نفی فضیلت اور کمال پر حمل کیا جاوے اور یہ معنی کیا جاوے کہ اسکی نماز کامل نہیں ہوتی تو اس حدیث سے سورہ الحمد کا وجوب ہونا کبھی ثابت نہیں ہو سکے گا اگرچہ شرق سے غرب تک تمام دنیا کے لوگ جمع

۵۳۸

بات عبادہ رضا سے روایت ہو کہ حضرت زبیر کی نماز پڑھی سو آپ پر قرات بہاری ہو گئی پس فرمایا کہ شاید تم امام کے پیچھے قرآن پڑھتے ہو صحابہ نے عرض کی کہ میں پڑھتے ہیں فرمایا کہ کچھ نہ پڑھا کرو مگر سورہ الحمد پڑھ لیا کرو۔ اسی لیے کہ جو اسکو نہ پڑھے اسکی نماز درست نہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور اسکے ادنیٰ سب ثقہ میں اور تحدیث بھی اس میں ثابت ہو اور اسکے توالیع اور شواہد بھی بہت چیزیں ہیں جکی یہاں گنجائش نہیں اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری کی اور حدیث ابو داؤد وغیرہ کی درحقیقت دونوں ایک ہی ہیں اور ابو داؤد وغیرہ کے طریق میں پوری ہے اب بخاری کے طریق سے مختصر ہو پس یہ حدیث صحیح ہے اباب میں کہ امام کے پیچھے سورہ الحمد پڑھنی واجب ہے جو کوئی نہ پڑھے اسکی نماز نہیں لیکن خفیہ کہتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز نہیں اور چونکہ یہ حدیث بخاری کی اپنے عموم کے ساتھ مقتدی کی قرات کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اسلئے خفیہ محدث کے یہ تاویل کرتے ہیں کہ سورہ الحمد نہ پڑھنے والوں کی نماز کے نہ ہونے کا یہ معنی ہو کہ اسکی نماز کامل نہیں ہوتی لیکن کمال حاصل نہیں تاہل نماز درست ہو جاتی ہے سو جواب اسکا کئی وجہ سے اول یہ ہے جو کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری میں لکھا ہو کہ مراد نماز سے یہاں اسکا معنی شرعی ہے لغوی نہیں اسی لیے کہ پیغمبر صاحب نطقون کا شرعی معنی بتلانے واسطے ہے جو نہیں اندر نصورت نفی نماز کی طرف متوجہ ہوگی لیکن نماز کی ذات بالکل نہیں ہوتی ہے اسی لیے کہ مرکب چیز جیسے کہ کل جزا کی نفی سے معدوم ہو جاتی ہے ویسوی بعض اجزاء کے عدم سے ہی معدوم ہو جاتی ہے اور فاتحہ بھی نماز شرعی کی ایک جزو ہے اور جب وہ اس مرکب میں باقی نہ گئی تو کل مرکب کی ذات معدوم ہوئی اور جب نفی اسکی ذات کی طرف متوجہ ہوئی تو نفی کمال کی تاویل قطعاً باطل ہو گئی پس نفی کمال پر اسکو محمول کرنا اگر جائز نہ ہوگا دوم اسوجہ سے کہ اگر بغرض محال تسلیم ہی کیا جائے کہ یہ نفی ذات نماز کی طرف متوجہ نہیں تو کہا جاوے گا کہ جب ذات کی طرف نفی متوجہ نہ ہو سکے تو اسوقت قاعدہ یہ ہے کہ نفی اس مجاز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو سب ممکنوں سے ذات کی طرف زیادہ تر نزدیک ہو اور یہاں سب مجازوں سے زیادہ تر ذات کی نزدیک صحت ہو نہ فضیلت اور کمال پس اسوقت نفی صحت نماز کی طرف متوجہ ہوگی پس منویہ ہوگا کہ نماز صحیحہ نہیں پس اب بھی نفی کمال پر حمل کرنا جائز نہ ہوگا سوم اسوجہ سے کہ خفیہ امام اور اکیلے آدمی کے حق میں الحمد پڑھنے کو واجب کہتے ہیں اور احمد کا وجوب ہی حدیث بخاری سے ثابت کرتے ہیں اسکے سوا اور کوئی حدیث اسکے وجوب کی جہاں میں موجود نہیں ہو اگر بقول خفیہ کے اس حدیث میں نفی کو نفی فضیلت اور کمال پر حمل کیا جاوے اور یہ معنی کیا جاوے کہ اسکی نماز کامل نہیں ہوتی تو اس حدیث سے سورہ الحمد کا وجوب ہونا کبھی ثابت نہیں ہو سکے گا اگرچہ شرق سے غرب تک تمام دنیا کے لوگ جمع

کہ ان سب کو یہاں لانے کی کنجائش نہیں کچھ تہوڑا سا بطور اختصار کے بیان کیا جاتا ہے سو جانا چاہیے کہ بڑی بہاری دلیل انکی اسباب میں ایک یہ آیت ہو: **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** قرآن پڑھا جاوے تو اسکو سنو اور چپکے رہو سو جواب اسکا کئی وجہ سے ہر اول یہ کہ پیش میں امر دھمکی استجاب کا ہے وجہ کے وسط نہیں جیسے کہ امام سیوطی نے تفسیر القرآن میں لکھا ہو اور یہی ہے مذہب جمہور علما کا پس اس صورت میں اگر کوئی امام کے پیچہ قرآن پڑھ لیسوے تو اس کے مخالف نہیں ہوگا اسلئے کہ استجاب جواز کے مخالف نہیں ہے دوم سوجہ سے کہ ائمہ اربعہ وغیرہ اہل اصول کے نزدیک قرآن کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے جیسے کہ ابن حاکب و فخر الدین وغیرہ نے لکھا ہے پس اس صورت میں حدیث عبادہ کی ساتھ اس آیت عموم کے تخصیص جائز ہوگی سوم سوجہ سے کہ اگر اس آیت کا قطع ہونا تسلیم کیا جاوے تو کہا جاوے گا کہ تخصیص قطعی کی خبر وحد کے ساتھ اس وقت منہ ہے جبکہ وہ اپنے قطعیت پر باقی ہوا اور کسی دوسرے قطعی کے ساتھ اسکی تخصیص پہلے نہ ہو چکی ہو اور جب پہلے کسی دوسری قطعی سے اسکی تخصیص ہو چکی ہو تو پہر وہ طنی ہو جائے تخصیص اس کے ساتھ خبر واحد کی جائز ہوتی ہے اور یہاں ہی پہلے ہے کہ یہ آیت حج سے مخصوص ہو چکی ہے اسلئے کہ حج کی ملکین اسے مخصوص میں جیسے کہ علامہ نقاری زادہ نے اپنے رسالے اتباع فی مسئلہ الاستماع میں لکھا ہے **وَلَكِنْ عَلَى كُلِّ خَالٍ مَوْضِعٌ مَوْضِعٌ شَتَاءٌ** انتہے یعنی لیکن حال میں حج کی ملکین اس آیت کو باہر میں کہ انکو اس آیت کا حکم شامل نہیں اور جب کہ مواضع حج اس سے مخصوص ہو گئیں تو اب یہ آیت طنی ہو گئی پس تخصیص اسکی خبر واحد یعنی حدیث عبادہ کے ساتھ بالاتفاق جائز ہوگی پس سورہ الحج اس آیت کے عموم سے باہر کل جاوے گی چہارم سوجہ سے کہ قطعیت عمومات کتاب کا باعتبار متن اور نظم کے ہر نہ باعتبار معنی اور دلالت کو اسلئے کہ وہ باعتبار دلالت اور معنی کو طنی ہیں اور تخصیص ساتھ خبر واحد کے اس کے معنی اور دلالت میں واقع ہوئی ہے نہ اس کے متن اور نظم میں پس حدیث عبادہ کے ساتھ اسکی تخصیص جائز ہوگی اسلئے کہ تخصیص طنی کے ساتھ طنی کے بالاتفاق جائز ہے پنجم سوجہ سے کہ حدیث عبادہ یعنی **لَا صَلَوةَ إِلَّا بِشَهْوَةٍ** جیسے کہ علامہ نقازی نے مروج میں لکھا ہے اور نیز باعتبار عموم حدیث کو یہی یہ حدیث شہور ہے اسلئے کہ مشہور اسکو کہتے ہیں جسکی طریق دو سے زیادہ ہوں پس اس حدیث کو ساتھ زیادہ علی النص بالاتفاق جائز ہوگی اور اس حدیث کو اور بھی جواب میں لیکن فی ہذا کلام لہ درایت اور نیز اصول میں لکھا ہو کہ یہ آیت **فَاذْكُرُوا مَا تَسْمَعُونَ** القرآن کے معارض ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہے پس خفیون کو اس کو استدلال کرنا جائز نہیں اور نیز اگر اس آیت سے امام کے پیچہ قرآن پڑھ لیسوے پر استدلال کیا جاوے تو نماز میں کلام کرنا اس آیت سے بطریق اولیٰ منہ ہوگی لازم آوے گا کہ نماز میں کلام کرنا

ہے

کے میں منع ہوا ہوا سیلے کہ یہ آیت بالاجماع کی ہے حالانکہ نماز میں کلام کرنا بعد ہجرت کے مدینہ میں منع ہوا ہے نہ یہ
 بن ثابت رضی کی حدیث سے قرأت خلف الامام کی نہی پر استدلال کرنا باطل ہوا اور دوسری دلیل حنفیہ کی
 یہ حدیث ہو کہ کان لکرام فقرأوا الامام کہ قرأہ سو جواب اسکا کہی وجہ سے ہو وہ اول یہ ہے کہ یہ حدیث
 ضعیف ہے جیسے شیخ الاسلام فخر الباری میں لکھا ہو کہ یہ حدیث تمام حافظوں کے نزدیک ضعیف ہو اور دار
 نے اس کے سب طریقوں کو جمع کیا ہے اور سب کو ضعیف کہا ہو اور حافظ نے تخصیص میں لکھا ہے کہ اس کے سب
 طریقے ضعیف ہیں اور ابن تیمیہ نے منتقی میں لکھا ہو کہ اسکی شکل طریقہ ضعیف ہیں اور مرسل ہونا اسکا
 صحیح ہو اور بیہقی نے اپنی کتاب معرفۃ بین ابو موسیٰ سے رازی حافظ سے روایت کی ہو کہ باب میں حضرت
 سے کوئی چیز ثابت نہیں ہو اتنے مختصا پس احمدی ضعیف سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے وجہ دوم یہ ہے
 کہ یہ حدیث عام ہے الحمد اور غیر الحمد سب کا شامل ہو اور حدیث عبادہ کی خاص ہے پس احمدی کو ساتھ اسکا
 سے الحمد کو خاص کر لیا جاوے گا ساتھ ان چار وجہوں کے جو پہلے گذر چکی ہیں اگر کوئی اس کے برعکس تخصیص
 یعنی حدیث بن کاذب امام کے ساتھ حدیث عبادہ کی تخصیص کر لے تو کہہ جاوے گا کہ غایت درجہ ہی ہے مقتدے
 اس سے مخصوص ہو جاوے گا لیکن یہ الحمد کی حدیث عموم قرار ملے تخصیص ہو جاوے گی اور باب میں یہی کوئی حدیث
 نہیں آئی اور نہ کوئی ایسے اثر آیا ہے جو خاص الحمد کی کما نعت میں صریح ہو پس الحمد کی ممانعت کسی طرح ثابت
 نہیں ہو سکی گی اور نیز اس سے جو ازبانی رہ گیا کہ وہ صرف کفایت پر دلالت کرتی ہے اور جواز اگرچہ وجوب کے
 مخالف ہے لیکن تمہارے بھی بالکل مخالف ہے کہ تم بالکل جائز نہیں کہتے اور امام الکلام میں لکھا ہے کہ
 حدیث عبادہ کی الحمد میں نص ہو اور حدیثین ترک کی ظاہر میں باعتبار عموم کے اور تعارض کے وقت نص مقدم
 ہوتی ہے ظاہر پر کیا تقریر فی الاصول میں معنی یہ ہو کہ سوار الحمد کے اور قرأت امام کی مقتدی کے وسط کافی ہو
 وجہ سوم یہ کہ یہ حدیث میں کان لکرام الحمد ممانعت پر دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ اس سے صرف اباحت
 ثابت ہوتی ہے پس اس سے نہی پر استدلال کرنا غلط ہے علاوہ ازیں حدیث لا صلوة الا وجوب پر دلالت
 کرتی ہے اور تعارض کے وقت وجوب مقدم ہوتا ہے اباحت پر پس حدیث الحمد کی اس پر مقدم کیا وے گی
 وجہ چہارم یہ ہے کہ یہ حدیث کفایت اور اباحت پر دلالت کرتی ہے اور حدیث عبادہ کی اس پر دلالت کرتی
 ہے کہ الحمد کا ترک کرنا حرام ہے اور وقت تعارض کے محرم کو ترجیح ہوتی ہے اباحت پر پس حدیث عبادہ کو
 ترجیح ہوگی وجہ پنجم یہ ہے کہ جو صحابہ اسکے راوی تھے انہوں نے بکھلاف عمل کیا ہے کما ثبت فی موضعہ اور جبکہ
 راوی اپنے مروی کے خلاف عمل کرے تو حنفیہ کے نزدیک یہ دلیل ہے اس کے منسوخ ہونے پر پس یہ
 حدیث بوجہ اصل حنفیہ کے منسوخ ہوگی اور یہ جواب الزامی ہے انتہے اور تیسری دلیل حنفیہ کی یہ حدیث

۵۴۸
 آیت

فَصَلِّ تَوَكَّلْ لَمْ تَعْلَمْ تَلَاْنَا فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسَنُ غَيْرَهُ فَعَلَيْتَنِي فَقَالَ إِذَا أَقَمْتَ
إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ ائْتِ أَمَانَتِي مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ
حَتَّى تَعْتَدِلَ فَإِنَّمَا شَأْنُ السُّجُودِ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ جَالِسًا كَمَا فَعَلَ ذَلِكَ
فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا ترجمہ ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت مسجد میں تشریف لائے سو ایک مسجد میں
آیا اور اس نے نماز پڑھی اور حضرت م کو سلام کیا سو آپ نے اس کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ پلٹ جا اور
پھر نماز پڑھ سو اس کو مقرر تو نے نماز نہیں پڑھی یعنی تیری نماز نہیں ہوئی سو وہ آدمی پلٹ گیا اور پھر جبکہ
جلدی نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھتی پھر آیا اور حضرت کو سلام کیا سو آپ نے فرمایا کہ پلٹ جا اور پھر نماز پڑھ
کہ مقرر تیری نماز نہیں ہوئی اس طرح اس نے تین بار نماز پڑھی آپ نے ہر بار اس کو یہی فرمایا سو اس آدمی نے کہا
کہ قسم اس کی جس نے آپ کو رسول کیا کہ میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں لیکن مجھ کو اس سے زیادہ
بہتر نماز پڑھنی نہیں آتی ہے سو آپ مجھ کو نماز سکھلائی سو حضرت فرمایا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہو کر سے
تو اللہ اکبر کہہ کر ہر پڑنا کر جو کچھ تجھ کو یاد ہو وہی قرآن سے پھر رکوع کیا کر چین اور طہینان سے پھر کوم
سے سر اوٹھایا کر یہاں تک کہ خوب سیدھا کھڑا ہو جاوے پھر سجدہ کیا کر یہاں تک کہ مین پکڑے تو سجدہ میں
پھر سر اوٹھایا کر یہاں تک کہ بیٹھے تو چین سے پھر سطح تمام نماز میں کیا کر **ف** ایک روایت میں لفظ
فضاعدا کا زیادہ یہ ہے یعنی نہیں نماز اس کی جو اکھ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے پس اس لفظ سے بعض لوگوں نے
دلیل پکڑی ہے اس پر کہ الحمد کے ساتھ کوئی اور سورہ بھی پڑھنی واجب ہے اور یہی مذہب ہے خفیوہ کا لیکن جو
اسکا یہ ہے کہ صرف فاتحہ کے ذکر کرنے سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید الحمد کے ساتھ اور قرآن پڑھنا جائز
نہیں ہو اس وہم کے دفع کرنے کو واسطے یہ لفظ حضرت م نے زیادہ فرمایا تو معنی اسکا یہ ہوگا کہ نماز میں
الحمد کے ساتھ اور سورہ پڑھنی بھی جائز ہے چنانچہ امام بخاری نے جزو قوارت میں لکھا ہے کہ یہ لفظ اس
حدیث کی تفسیر ہے جو حضرت م نے فرمایا **تَقَطُّعُ الْيَدَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ دُخَانًا فَضَاعِدًا** یعنی اگر کوئی آدمی جو تہائی دنیا
کی چوڑائے تو اسکا ماتہ کاٹا جائیگا اور جو اس سے زیادہ چوڑا ہے اسکا ماتہ بھی کاٹا جائیگا پس الحمد
کے ساتھ سورہ کا واجب ہونا حدیث میں ثابت نہیں ہوتا ہے اور آئیدہ آئمہ بابون کے بعد ابو ہریرہ
کی حدیث آویگی کہ حضرت م نے اس کو فرمایا کہ اگر نماز میں تو صرف الحمد پڑھے اور اسکے ساتھ قرآن کی
کوئی سورت نہ تلاوے تو تب بھی تم کو کافی ہے اور ابن خزیمہ میں حدیث آئی کہ حضرت م نے نماز پڑھی
اور آئین الحمد بھی پڑھا اور کوئی سورہ قرآن کی اس کے ساتھ نہ پڑھی پس ان محدثوں سے معلوم ہوا کہ نماز
میں الحمد کے ساتھ اور سورہ طانی واجب نہیں اس میں اہل جہان اور قرطبی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے

۵
اس کا ترجمہ یہ ہے کہ نماز میں الحمد کے ساتھ کوئی اور سورہ پڑھنی واجب ہے اور یہی مذہب ہے خفیوہ کا لیکن جو اسکا یہ ہے کہ صرف فاتحہ کے ذکر کرنے سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید الحمد کے ساتھ اور قرآن پڑھنا جائز نہیں ہو اس وہم کے دفع کرنے کو واسطے یہ لفظ حضرت م نے زیادہ فرمایا تو معنی اسکا یہ ہوگا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ اور سورہ پڑھنی بھی جائز ہے چنانچہ امام بخاری نے جزو قوارت میں لکھا ہے کہ یہ لفظ اس حدیث کی تفسیر ہے جو حضرت م نے فرمایا **تَقَطُّعُ الْيَدَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ دُخَانًا فَضَاعِدًا** یعنی اگر کوئی آدمی جو تہائی دنیا کی چوڑائے تو اسکا ماتہ کاٹا جائیگا اور جو اس سے زیادہ چوڑا ہے اسکا ماتہ بھی کاٹا جائیگا پس الحمد کے ساتھ سورہ کا واجب ہونا حدیث میں ثابت نہیں ہوتا ہے اور آئیدہ آئمہ بابون کے بعد ابو ہریرہ کی حدیث آویگی کہ حضرت م نے اس کو فرمایا کہ اگر نماز میں تو صرف الحمد پڑھے اور اسکے ساتھ قرآن کی کوئی سورت نہ تلاوے تو تب بھی تم کو کافی ہے اور ابن خزیمہ میں حدیث آئی کہ حضرت م نے نماز پڑھی اور آئین الحمد بھی پڑھا اور کوئی سورہ قرآن کی اس کے ساتھ نہ پڑھی پس ان محدثوں سے معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ اور سورہ طانی واجب نہیں اس میں اہل جہان اور قرطبی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے

نوگو یا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو لانیسے طرف اشارہ کی ہے کہ الحمد کا پڑھنا اسی پر واجب ہے جو اچھی طرح اُسکو
 پڑھ سکتا ہو اور اس طرح حدیث عبادہ کے اور جو اسکو اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو وہ جس سورہ کو آسان دیکھے اسی کو
 پڑھ لیوے اور اسکی نماز ہو جاوے گی و اس طرح حدیث اعرابی کے جیسے کہ آیت **فَمَا اسْتَسْمِعْ مِنْ الرَّكْعَةِ** میں مطلق یہی
 ہے لیکن سنت لزوم بیان کر دیا کہ مراد مطلق یہی نہیں بلکہ اقالہ خطابی لیکن بعضے لوگ اس حدیث سے دلیل
 پکڑتے ہیں کہ نماز میں مطلق قرآن پڑھنا فرض ہے الحمد وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں سو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی
 حدیث کو دوسرے طریق میں صریح آچکا ہے کہ مائیسر سے مراد الحمد ہے جیسے کہ ابو داؤد میں رفعہ رض
 سے روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا کہ پھر الحمد پڑھ اور جو آسان ہو اسے قرآن سے
 اور ایک طریق میں آیا ہے کہ اگر تجھکو قرآن یاد ہو اسے تو قرآن پڑھ ورنہ سبحان اللہ اور الحمد پڑھ سو جب
 ان سب مختلف لفظوں میں تطبیق دی جاوے تو اسکا حاصل یہ نکلتے گا کہ جسکو قرآن یاد ہو تو الحمد ضرور پڑھے
 اور اگر اس کے سیکھنے سے عاجز ہو تو قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھے اور اگر قرآن بھی یاد نہ ہو تو پھر فقط سبحان
 اللہ وغیرہ بھی کافی ہے اور یہ بھی تطبیق ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ مراد مائیسر سے بعد الحمد کے جو چنانچہ دوسرے
 ابو داؤد میں ابوسعید رضی روایت ہے کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ہکو حکم فرمایا کہ ہم نماز میں سورہ الحمد پڑھیں
 اور جو قرآن سے آسان ہوا آنتے مخصوص فتح متعزحم کہتا ہے کہ اس دوسری تطبیق سے یہ لازم آتا ہے کہ
 الحمد کے ساتھ اور قرآن پڑھنا بھی واجب ہے پس پہلی تطبیق ازلے ہو یا ابوسعید کی حدیث میں یہی ہی کہا جاوے گا
 کہ الحمد کا پڑھنا اویس کے حق میں ہے جسکو الحمد یاد ہو اور جسکو الحمد یاد نہ ہو اس کے حق میں مائیسر واجب ہے
 واللہ اعلم بالصواب اور بعضوں نے کہا کہ مائیسر میں موصولہ ہے اور مراد اسے چیز معین ہے یعنی
 سورہ الحمد اسلیسے کہ یہ مسلمانوں کو بہت یاد ہے اور بعضوں نے کہ مائیسر سے مراد ماسوی فاتحہ کے کسی تطبیق
 کی اس حدیث میں اور حدیث فاتحہ میں اور اسی کی تائید کرتے ہیں وہ حدیث مذکورہ ابن حبان وغیرہ کے
 کہ پہلے الحمد پڑھ پھر جو چاہے پڑھ بہر حال یہ حدیث مائیسر کی متصل ہے اور فاتحہ کی صریح ہے اور وہ یہ
 کہ جو الحمد پڑھے اسکی نماز کافی نہیں پس متصل صریح کو ترک کرنا جائز نہیں **باب الفاء**
فِي الظُّلَمِ ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنے کا بیان **حَدَّثَنَا أَبُو الثَّعْلَبَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُمَرَ**
الْمَلَاثِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدُ كُنْتُ أَصَلِّي مَعَهُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْوُضْءِ لَا آخِرَ عَنْهَا كُنْتُ أَزْكُرُ فِي الْأَوَّلِ كَيْنَ وَأَخَذْتُ
فِي الْآخِرِ كَيْنَ فَقَالَ عُمَرُ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ ترجمہ سعد نے کہا میں اوکو حضرت کی نماز پڑھایا کرتا تھا
 زوال کے بعد دو نماز میں یعنی ظہر اور عصر کو اس میں سے کچھ نقصان نہیں کرتا تھا پہلی رکعت میں لمبی قرات

پڑھا کرتا تھا اور دوسری رکعت میں ہلکی قرات پڑھا کرتا تھا سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو تیرے حق میں یہی حکم ہے ابو اسحاق حدیث میں اَبُو بَنْظَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ابْنِ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَوةِ الظُّهْرِ بِمَا خِذَ الْكِتَابِ سُوْرَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَيَقْصُرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْآلِيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِمَا خِذَ الْكِتَابِ سُوْرَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَوةِ الصُّبْحِ وَيَقْصُرُ فِي الثَّانِيَةِ ترجمہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت مظهر کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور دوسو تین پڑھا کرتے تھے پہلی رکعت میں لبنی قرات کرتے اور دوسری رکعت میں ہلکی قرات کرتے اور کبھی کبھی مقتدیوں کو کوئی آیت سناتا اور عصر کی نماز میں بھی الحمد اور دوسو تین پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں لبنی قرات پڑھتے اور نماز فجر کی پہلی رکعت میں بھی قرات لبنی پڑھتے اور دوسری رکعت میں ہلکی قرات پڑھتے

ف احمدیث سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغرب اور عشاء میں بھی پہلی رکعت کو دوسری سے لنبا کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ پہلی رکعت کو دوسری سے لنبا کرنا مستحب ہے اور یہی مذہب ہر امام شافعی اور مالک و احمد وغیرہ اکثر علماء کا اور مقصود اس سے یہ ہے کہ لوگ جماعت میں مجاہدین اور امام ابو حنیفہ اور یوسف کہتے ہیں کہ قطع فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو طول کرے کہ وہ وقت غفلت کا ہے دوسری نمازوں میں طول نہ کرے لیکن خلاصہ میں لکھا ہے کہ امام محمد کا قول اجماع ہے حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا ابْنُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ ابْنِ مَعْبُدٍ قَالَ سَأَلْنَا خُبَابًا أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ الْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا يَا أَيْ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُعْرِفُونَ قَالَ بِأَصْطِرَابٍ خِيَّتِهِ ترجمہ معمر سے روایت ہو کہ ہم نے خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت مظهر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے یا نہیں اس سے کہا ہاں ہم نے کہا کہ تم حضرت م کا پڑھنا کس طرح پہچان کر لے تھے اور سو کہا کہ اگر آپ کی ڈاڑھی مبارک کچھ ملنے سے **ف** غرض امام بخاری کی اس بات سے اور باب آئندہ سے یہ ہے کہ مظهر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا ثابت ہے اور یہ کہ ان دو نمازوں میں قرات چپکے پڑھنی چاہیے پکار کر نہ پڑھنی چاہیے اور ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پوری سورت پڑھنی افضل ہے اتنے کہ بڑی سورت سے اس قدر قرآن پڑھا جاوے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی رکعت کو دوسری سے لنبا کرنا مستحب ہے اور سعد کی حدیث جو اوپر گذر چکی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرآن لبنی پڑھتی سوان میں تطبیق اسطور سے ہو کہ مراد لنبا کرنا اخیر دو رکعتوں سے ہو نہ یہ کہ وہ دونوں بھی آئین برابر ہوں اور بعضے کہتے ہیں کہ پہلی دو رکعت میں برابر قرات پڑھو اور یہ بھی حدیثوں سے ثابت

عزیز

ہے اور سب باب میں عیشین بہت مختلف آئی ہیں کی میں کچھ ہو اور کتنی کچھ ہے لیکن ان سب میں تطبیق بھی ہو
 کہ یہ سب صورتیں حضرت ۴ سے مختلف وقتوں میں واقع ہوئی ہیں کسی وقت آپ کو کوئی سورۃ پڑھی اور کسی
 وقت کوئی سورۃ پڑھی اور کسی وقت سوترین برابر پڑھیں اور کسی وقت کم و بیش پڑھیں سو آپ نے یہ کام سطر
 بیان جواز کے کیا ہے کہ سب طرح سے جائز ہے جو کوئی کرے وہی درست ہو اور بعضی حدیثوں سے معلوم ہوتا
 ہے کہ آپ پہلی رکعت میں قرآنہ یعنی سو سطر پڑھتے تھے کہ سب لوگ جماعت میں مل جاویں اور بعضوں نے کہا
 یہ سو سطر ہے کہ پہلی رکعت میں لوگوں کو بہت چین ہوتا ہے دوسری رکعت ہو کہ اوسمین تہک جائز کا محو
 ہوتا ہو اور ابو قتادہ کی حدیث میں اخیر دو رکعت میں قرأت پڑھنے کا کچھ ذکر نہیں سو اب بعضے منفی دلیل
 بکھڑے ہیں کہ اخیر دو رکعتوں میں قرأت پڑھنی کچھ ضرور نہیں سو جواب اسکا یہ ہے کہ حدیث کو دوسرے طریق میں ثابت
 ہے کہ آپ اخیر دو رکعتوں میں بھی قرأت پڑھی جیسے کہ آئندہ آدھ گیارہویں سے اس طریق میں مختصر کر دیا
 ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ حدیث میں پچاس ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں پس یہ استدلال صحیح نہیں ہے اور اس حدیث
 سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سر یہ نماز میں بجا کر قرأت پڑھنی جائز ہے اور اس سے سجدہ سہو کا لازم نہیں آتا پس اس سے
 رو ہو گیا قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ اس میں سہو کا آنا ہے اور وہ ہو گیا قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ نماز سر میں قرأت
 چلے پڑھنے صحت نماز کے اس شرط ہو اگر بجا کر پڑھے گا تو نماز باطل ہو جاوے گی **باب الفرائض** ۵۴۶
 العصر عصر کی نماز میں قرأت پڑھنے کا بیان **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ
 عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ لَعَنَ كُفْرًا يَأْتِي قَوْمًا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ قَالَ يَرِضُ ظُرَابُ الْخَيْتِ
 تَرْجُمُهُ اس حدیث خواب کا اوپر گزر چکا ہے **حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي بَكْرٍ
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ مِنَ
 الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِمَا تَحْتَ الْكُتَابِ سُورَةُ وَسُورَةُ وَبِسْمِ عَنَّا الْآيَةُ آمِنًا تَرْجُمُهُ اس حدیث ابو قتادہ کا
 بھی اوپر گزر چکا ہے **ف** مطلب باب کا بھی وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے **باب الفرائض** ۵۴۷
 المغرب شام کی نماز میں قرآنہ پڑھنے کا بیان یعنی اس میں کس قدر یعنی قرآنہ پڑھی جاوے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
 بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ ابْنِ
 عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ أَوَّلَ سُورَةٍ فَقَالَتْ يَا بَنِي لَقَدْ
 ذَكَرْتُ يَوْمَئِذٍ أَنِّي أَوَّلُكَ هَذِهِ السُّورَةُ إِنَّمَا أَخْرَجَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ تَرْجُمُهُ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ام الفضل نے مجھ کو سورۃ والم سلف عرفا پڑھتے******

سنا سناؤ سنئے کہا کہ اے نبی البتہ تو نے جھکوس سورت کے پڑھنے کی حضرت کا پڑھنا یاد دلایا ہے اسو اسکو کہ تمہارا
یہ سورت آخر اس چیز کی ہو کہ میں نے اسکو حضرت ۳ سے شام کی نماز میں پڑھنے سنا **ف** اس حدیث ام الفضل
اور حدیث عائشہ رضہ جو مرضی کے بیان میں گذر چکی ہے اگر سیان تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن وجہ
تطبیق کی انکے درمیان میں یہ ہے کہ حضرت از مرض الموت میں دو بار امارت کر لی ہے ایک بار تو مسجد
میں جیسے کہ حدیث عائشہ سے معلوم ہوتا ہے اور ایک بار گہرین جیسے کہ حدیث ام الفضل سے ثابت ہوتا ہے
پس ان میں کچھ تعارض نہیں **حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ**
عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ نَابِتٍ مَالِكٌ تَقَرَّرَ فِي الْمَغْرِبِ بِفَضْلِ رُوَيْدٍ قَدْ سَمِعْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ طُولَ الطُّوَلِ كَيْفَ تَرَجَّمَهُ مردان بن حکم سے روایت ہے کہ زید بن ثابت
نے جھکوس کا شام کی نماز میں چھوٹی سورت میں کیوں پڑھنا ہے اور حالانکہ میں نے حضرت کو سنا ہے کہ بت لینی
دوسرے دن میں سے زیادہ تر لینی سورت پڑھتے **ف** بعض کہتے ہیں کہ مردان بیان سورہ اعراف سے اور بعض کہتے
ہیں کہ وہ دونوں اعراف اور نعام ہے اور ان دونوں میں اعراف لینی ہے پس معنی یہ ہے کہ حضرت ۳ مغرب کے نماز میں
سورہ اعراف پڑھا کرتے تھے دونوں رکعتوں میں اور ان دونوں کا نام لینی سورتیں رکعتوں میں سبب سے نہیں کہ وہ قرآن
کی سب رکعتوں سے لینی ہیں اسو اسکو کہ سورہ بقرہ دونوں سے لینی ہے بلکہ باعتبار عرف کے ہو کہ ذل فی الفجر اور
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت بہت فراخ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ مغرب کا وقت نقطہ تین رکعت کے
مقدار ہے اس سے زیادہ نہیں لیکن یہ حدیث حیرہ ہے انکے رد میں **بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ شَامِ**
نَازِينَ قرآن پکار کر پڑھنے کا بیان **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ**
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ مَطْعَمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقرأ في المغرب
بِالطُّورِ ترجمہ حیرہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ۳ سے سنا کہ آپ نے مغرب کی نماز میں سورہ طہ طور پڑھی
ف ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پکار کر پڑھی اسو اسکو حیرہ نے آپ کو پڑھتے سنا ورنہ اگر چیکے
پڑھتے تو حیرہ کی طرح سن سکتا پس یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے اور امام بخاری نے نماز شام
کی قرات میں تین حدیثیں بیان کی ہیں سوتینوں میں تزاوۃ کا اندازہ مختلف ہے اسلیے کہ پہلی حدیث میں سورہ
اعراف کا ذکر ہے اور وہ سبع طوال ہے اور دوسری حدیث میں طہ طور کا ذکر ہے اور وہ طوال مفصل
ہے اور تیسری حدیث میں والمرسلات کا ذکر ہے اور وہ اوسط مفصل سے ہے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا
ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں قصار مفصل سے سوتین پڑھا کرتے تھے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ
شام کی نماز میں طہ قرات پڑھا کرتے تھے سو تطبیق ان سب حدیثوں میں یہ ہے کہ اکثر اوقات حضرت کا سناؤ

یہی تھا کہ شام کی نماز میں قصاص فصل یعنی چھوٹی سوترین پڑھتے مگر کبھی کبھی اپنے مغرب میں لبنی سوترین بھی پڑھی ہیں یا تو ہوسطر کہ لبنی سوترین بھی مغرب میں پڑھنے جائز ہیں اور یا اپنے معلوم کیا ہوگا کہ مقتدیہ یون کو ہوقت تکلیف نہیں ہر حاصل اسکا یہ ہے کہ شام کی نماز میں مستحب کی سوترین پڑھنی جائز ہیں خواہ سبع طول سے ہوں اور خواہ طول امفصل سے ہوں و خواہ اوسط سے ہوں لیکن مستحب ہی ہے کہ چھوٹی سوترین پڑھی جاوے اور یہی ہے مذکور ابو حنیفہ اور صاحبین اور مالک اور احمد اور شافعی وغیرہ کا ائیتہ اور یہی مروی ہے اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ سے اور حبیہ کی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ سورہ طور کو مقرر پڑھتے تھے بلکہ صرف ایک بار کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور زید کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لبنی سوترین کو بھی کبھی کبھی مقرر پڑھا کرتے تھے لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ہمیشہ لبنی سوترین پڑھا کرتے تھے پس ان میں کچھ تعارض نہیں اگر لبنی سوترین کو دو بار یا چار بار پڑھیں دس بار مثلاً ساری عمر میں پڑھا ہو تو تب بھی کچھ تعارض نہیں اور انکار زید کا مروان پر ہوسطر تھا کہ شام کی نماز میں ہمیشہ چھوٹی سوترین پڑھا کرتا تھا سو زید نے کہا کہ کبھی کبھی لبنی سوترین بھی پڑھا کر جیسے کہ حضرت نے کیا ہے اور ابو داؤد نے کہا جو کہ حدیث زید کی منسوخ ہو یعنی نماز شام میں اب لبنی قراۃ پڑھنی جائز نہیں لیکن دعویٰ نسخہ کا بالکل غلط ہوا کیلئے کہ حدیث ام الفضل سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے مرض الموت میں لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھانی اور میں سورہ مرسلات پڑھی اور یہ اپنی آخر عمر کی نماز تھی پس جبکہ اپنے آخر عمر میں مغرب کی نماز میں سورہ مرسلات پڑھی تو معلوم ہوا کہ شام میں لبنی قراۃ پڑھنی منسوخ نہیں ہوسطر ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ یہ اختلاف باہم ہے یعنی شام کی نماز میں بھی اور باقی سب نمازوں میں جو سورہ کسی کا بھی چاہے پڑھے سب تین پڑھنی جائز ہیں لیکن مستحب ہی ہے کہ علی قراۃ پڑھے اور بعض حنفیہ ان حدیثوں کی تائید میں کرتے ہیں لیکن ظاہر حدیثین رد کرتی ہیں او نیز **باب الجہیز فی العشاء** عشائی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنے کا بیان **حَدَّثَنَا أَبُو الثَّعَالِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِدٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَمَةِ فَقَالَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَجَدَّ فَضْلُكَ لَكَ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي ثَقَافٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَذَلَ أَتَيْتُ بِهَا حَتَّى أَتَقَاهُ ثُمَّ جِئْتُ أَبُورَافِعٍ مِنْ رُفَيْدَةٍ ابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ** اس حدیث سے روایت ہو کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشائی نماز پڑھی سو اس نے سورہ اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدہ کیا تلاوت کا سو میں نے اس سے کہ سجدہ کا حکم پوچھا کہ کیا یہ سجدہ جائز ہے سو ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے حضرت م کے پیچھے سجدہ کیا ہے یعنی حضرت نے ہی نماز میں اس جگہ سجدہ کیا تھا سو میں ہمیشہ سجدہ کرتا ہوں اس آیت پر پہنچا تک کہ آپ سے ملاقات کروں یعنی مر جاؤں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشائی نماز میں قراۃ پکار کر پڑھنی چاہیے اسلئے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کو عشائی نماز میں پڑھتے سنا اور سننا ہی وقت ہو سکتا ہے جب کہ قراۃ پکار کر پڑھی جاوے

پس یہی وجہ ہے مطابقت احمدی کی باب حد ثنا ابو الولید قال حدثنا شعبہ عن عبد بن قیس قال
 سمعت البراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفیر فصر فی العشاء فی احدی
 الركعتین بالتین والذینون ترجمہ برابر نماز سے رویت ہو کہ ایک بار حضرت م سفر میں تھے سو آپ نے
 عشا کی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورہ والتین پڑھی **ف** وجہ مطابقت احمدی کی بھی یہی
 وجہ ہے جو ابو ہریرہ کی حدیث میں **باب** القراءة فی العشاء بالتجدد عشا کی نماز میں اسی سورہ
 پڑھنے میں سجدہ کی آیت ہو یعنی جائز ہے حد ثنا مسدد ثنا یزید بن زریع ثنا الشیخی
 عن یزید عن ابی رافع قال صلیت مع ابی ہریرۃ العشاء فقل اذ السماء انشقت فجاءت فقلت
 ما هذا قال سجدت فیها خلف ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم فلا ازال اسجد فیہا حتی
 القاء ترجمہ اسکا ابھی اوپر گزر چکا ہے **باب** القراءة فی العشاء عشا کی نماز میں قرآن پڑھنے کا
 بیان حد ثنا خلاد بن یحییٰ ثنا مسعد بنی حدیث بن ثابت انہ سمع البراء قال سمعت
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العشاء بالتین والذینون وما سمعت احدا احسن من وائمنہ
 او قراءة ترجمہ اسکا بھی اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ
 خوش آواز کی کو نہیں دیکھا **باب** یقول فی الاذکیین والحدیث فی الاخریین پہلی دو رکعتوں
 میں لمبی قراۃ پڑھے اور اخیر دو رکعتوں میں ہلکی قراۃ پڑھے حد ثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا
 شعبہ عن ابی عون قال سمعت جابر بن سمرۃ قال قال عمر السعد لقد شکوک فی کل شیء حتی
 الصلوۃ قال اما انما فی الاذکیین والحدیث فی الاخریین ولا الوما قد ثبت یہ مرث
 صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صدقت ذاک الظن بک او ظنی بک ترجمہ جابر
 سے رویت ہو کہ عمر سعد نے کہا کہ کوفے والوں نے ہر بات میں میری شکایت کی ہے یہاں تک کہ نماز
 میں بھی یعنی کہتے ہیں کہ نماز بھی اچھی نہیں پڑھتا سعد نے کہا کہ میں تو پہلی دو رکعتوں میں قراۃ لمبی کرتا تھا
 اور اخیر دو رکعتوں میں ہلکی قراۃ پڑھتا ہوں اور نہیں چوڑتا ہوں میں کسی چیز کو جو میں نے پیروی کی ہے
 ساتھ اس کے حضرت م کی نماز سے یعنی جسطح کہ میں نے حضرت م کے ساتھ نماز پڑھی ہے سبط سے
 اوں کو پڑھتا ہوں عمر سعد نے کہا کہ تو سچ کہا مجھ کو یہی تیرے حق میں ہی گمان ہے **باب**
 القراءة فی النحر یعنی فجر کی نماز میں قرآن پڑھنے کا بیان وقالت ام سلمۃ قرأ النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم بالطور یعنی ام سلمہ نے کہا کہ حضرت م نے فجر کی نماز میں سورہ الطور پڑھے حد ثنا
 الامم قال حدثنا شعبہ قال سمار بن سلمۃ قال دخلت انا وابی علی الجوزۃ الاسلمی

فَسَأَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ
وَالْعَصْرَ وَبِجَمِيعِ الرَّجُلِ إِلَى انْقِصَابِ الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسِ حَيْثُ وَكُنْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يَبَالِي بِتَأْخِيرِ
الْعِشَاءِ إِلَى ثُلَاثِ اللَّيْلِ وَلَا يَحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا ذَكَرَ الْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ
الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَدِيَّهُ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ أَوْ اخِذَ هَهُمَا مَا بَيْنَ السَّيِّئَتَيْنِ إِلَى الْيُسَاءِ
ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مظهر کی نماز اوس وقت پڑھا کرتے تھے جبکہ سورج ذہل جاتا اور عصر
پڑھتے تھے اور بعد عصر کے کوئی آدمی مینے کی پرلی طرف چلا جاتا اور آفتاب روشن ہوتا اور مین بہول گیا مین
جورادی نے مغرب میں کہا اور عشا کی نماز کو تہائی رات تک دیر کرنے میں کچھ خوف نہ کرتے اور عشا کی
نماز سے پیسے سونے کو اور اس سے پیچھے بات حیت کرنے کو ناپسند رکھتے تھے اور فجر کی نماز ایسے وقت میں پڑھا کرتے تھے
کہ کوئی آدمی نماز سے پہر تپا سولے پاس لے کر کو بیجان لیتا اور دو رکعتان مین یا ایک رکعت مین ساٹھ ایت سو
سو ایت تک پڑھا کرتے تھے یہ حدیث پہلے ہی کہی بارگزر چکی ہے بیان اس سے صرف اتنا ہی مطلب
ہے کہ فجر کی نماز مین قرآن پڑھنا ثابت ہو چکا تھا مَسَدٌ قَالَ سَدْنَا اِسْمَاجِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ
اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَطَاءُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يَقْرَأُ فَا
اَسْمَعُنَا سَلَّمَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَعُنَا كُمْ وَمَا اخْفَئْنَا عَنْكُمْ اَنْتُمْ وَانْ كُنْتُمْ تَزِدُّ عَلَيَّ
لَمْ يَقْرَأْ اَخْرَأَتْ اِنْ زِدْتُ فَهَوَّ خَيْرٌ ترجمہ عطار سے روایت ہے کہ مین نے ابوہریرہ سے
سنا کہتے تھے کہ ہر نماز مین قرآن پڑھا جاوے سو جس نماز مین حضرت م نے ہکو قرآن سنایا تو اوس مین ہنے
بھی تھے پوشیدہ کیا یعنی جس نماز مین حضرت م نے قرآن پکار کر پڑھا ہے جیسے کہ فجر اور مغرب اور عشا تو اوس مین
ہم بھی پکار کر پڑھتے مین اور جس نماز مین آپ نے چپکے پڑھے جیسے کہ ظہر اور عصر کی نماز تو اوس مین ہم بھی چپکے
پڑھتے مین اور اگر تو الحمد پر کچھ زیادہ نہ کرے تو جب بھی کافی ہے اور اگر الحمد کے ساتھ اور سورۃ بھی ملا لیکو
تو بہتر ہے حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز مین فقط الحمد پڑھے اور اوسکے ساتھ اور کوئی سورۃ نہ ملاوے
تو نماز صحیح ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ الحمد کے ساتھ سورۃ طائی واجب نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص الحمد نہ
پڑھے اوسکی نماز صحیح نہیں اور یہ سنا ہے حدیث عبادہ کی جو پہلے گزر چکی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم
ہوا کہ الحمد کے ساتھ سورۃ طائی مستحب ہے اور یہی ہے قول شافعیہ اور جمہور علما کا صحیح اور جمیع کی نماز مین اور ابوہریرہ
نمازوں کی پہلے دو رکعتوں مین اور بعضوں کے نزدیک الحمد کے ساتھ سورۃ طائی واجب ہے اور یہی ہے
قول عثمان م کا اور یہی مذہب ہے بعض حنفیہ کا لیکن یہ حدیث جمہور کے موافق ہے **بَابُ الْجَهْرِ**
يَقْرَأُ آةَ صَلَوةِ الْكُفْرِ فِي نَازِمِينَ قَرَأَ كَرِثْمَ بِنِي كَابِيَانِ وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَأَيْتُ النَّاسَ

وَالَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ فَلَمْ يَصَلِّ يَلْقَ أَتِلْهُ بِعَيْنِهِ أَمْ سَلَّمَ رَمَىٰ كَمَا كُنْتَ فِي خَانَةِ كَعْبَةَ كَا طَوَافُ كَلْبَانِ
 سے پیچھے کیا اور حضرت م فخر کی نماز پر وہ طور پر رہے تھے **ت** یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے پوری حدیث جہیز
 آوے گی اور اس میں نماز فجر کا ذکر نہیں اس کے دوسرے طریق میں نماز فجر کا ذکر آگیا ہے اور سننا ام سلمہ کا قرآن کو
 دلیل ہے اس کے پکار کر پڑھنے پر اس لیے پوشیدہ پڑھنے سے کوئی نہیں سن سکتا ہے یہ معلوم ہے کہ فجر میں ڈاڑھ کو پکار کر پڑھنا
 جابہرہ ذیل طابقہ **ثُمَّ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ**
قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِّنَ اصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى السُّوقِ عَكَظًا وَكَانَ جَدِيلٌ
بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَارْسَلَتْ عَلَيْكُمْ الشَّهْبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا
مَالَكُمْ قَالُوا جِيلٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَارْسَلَتْ عَلَيْكُمُ الشَّهْبُ قَالُوا مَا هَذَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ
خَيْرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَّثَ قَامِرٌ بَوَا امْتَارًا لَا تَرَىٰ وَمَقَارِبُهَا فَانْظُرُوا مَا هَذَا الَّذِي هَلْ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ قَانَصَرَفَ أُولَئِكَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا خَوْفَهُمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِخَلَّةِ عَامِدِينَ إِلَى عَكَظٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ مَسْلُوكَةَ الْهَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الصَّغِيرَ
اسْتَمَحُوا لَهُ فَقَالُوا هَذَا وَاللَّهِ الَّذِي هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ فَهَذَا لَكَ حِينَ رَجَعُوا
إِلَى قَوْمِهِمْ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَامْتَابُوا وَكُنْ نُشْرَكَ
بِرَبِّنَا أَحَدًا قَانْتَرَكَا اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ أَوْحَىٰ إِلَيَّ وَارْتَمَا أَوْحَىٰ إِلَيْهِ قَوْلُ
الْجَنِّ ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت م اپنے کئی صحاب سے بازار عکاظ (ایک جگہ کا
 نام ہے پاس مکہ کے کہ جاہلیت کے زمانے میں وہاں بازار لگا کر تاتھا) کی طرف چلے اور مقرر جنوں اور آسمان
 کی خبر کے درمیان پردہ ہو گیا اور جنوں پر آسمان سے چمکا دے پڑے سو جن اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے سو انہوں
 نے کہا کہ کیا حال ہے تمہارا کہ خالی پلٹ آؤ ہو اور آسمان کی کوئی خبر نہیں آئی سو جنوں نے کہا کہ ہمارے او
 ر آسمان کے درمیان پردہ ہو گیا ہے اور ہم پر چمکا رہے پڑے ہیں جنوں نے کہا کہ نہیں حامل ہو آتمہارے اور خبر تمہارا
 کے درمیان مگر کوئی ایسی چیز چمک رہی ہے سو زمین کے پوس اور پچم کپور یعنی زمین کی تمام طرفوں میں تلاط
 کرو سو دیکھو کہ تمہارے اور آسمان کے درمیان کیا پردہ ہوا ہے سو پوچھو کہ ملک تمہارا کی طرف تلاش کو
 آئے تھے بازار عکاظ کی طرف جا رہے تھے حضرت م کی طرف آنکھ لگنے یعنی اتفاقاً انہوں نے راہ میں جاتے حضرت
 کو دیکھ لیا اور آپ نکلے (ایک جگہ کا نام ہے ایک دن کی راہ مکے سے) میں صحاب کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے
 سو جب ان جنوں نے قرآن کی آواز سنی تو اس کو کان لگا کر سنتے رہے سو انہوں نے کہا کہ قسم خدا کی یہی ہے
 وہ چیز جو تمہارے اور آسمان کے درمیان پردہ ہو گیا ہے سو وہ جن ہی جگہ سے پلٹ گئے جگہ انہوں نے

اپنی قوم کی طرف جمع کیا سو انہوں نے کہا اے قوم ہماری مقررہ ہونے والا ایک قرآن عجیب کو راہ دیکھنا ہے طرف
ہدایت کو سو ہم ایمان لائے ساتھ اس کے اور ہرگز نہ شریک نہ ہوا نیکے ہم سیکو ساتھ رب اپنے کو سونہانے یہ آیت
اپنے نبی پر اوتاری کہ کہہ اسے پیغمبر وحی اناری گئی ہے طرف میری اور سوا اس کے نہیں کہ وحی کی گئی تھے طرف
تسکے قول جنون کا **ف** عربین کا انہوں کی ایک قوم تھی وہ جنون کے ساتھ کچھ راہ درسم رکھتے تھے
سو مطلب اس قصہ کا یہ ہے کہ حضرت کو نبی ہونے سے پہلے جنون کو ہتمان پر جانے کی روک نہیں تھی سو جن
ہتمان کے پاس جا کر تاک میں لگے رہے تھے جب خدا کا کوئی حکم فرشتوں کو ہوتا اور فرشتے اول ہتمان پر پہنکی
آپس میں گفتگو کرتے تو وہ جن اس کو سن لیتے اور زمین پر اکر کا انہوں اور بنو میمون کو وہ خبر بتلا دیتے پھر کا ہن
وہ خبر لوگوں کو بتلاتے کہ فلان دن میں یہ کام ایسا ہوگا سو جب حضرت ص کو پیغمبری عنایت ہوئی اور قرآن اترنے
لگا تو ہتمان پر جو کیدار بیٹھ گئے کہ کوئی جن اس قرآن کو نہ سنے پاوے تب انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دنیا
بین کوئی چیز نئی پیدا ہوئی جس کے سبب ہم آسمان کی خبر سن نہیں سکتے ہیں اور ہکو ہتمان پر جانا نہیں ملتا سو
تمام جہان میں پیر کر دیکھو کہ ایسی کون چیز پیدا ہوئی سو جنون کے لشکر تمام جہان میں اس خبر کو تلاش کرنے کے
واسطے پہلے گئے جو لشکر اونکا عرب کے ملک کی طرف تلاش کو آیا تھا وہ انہوں نے حضرت کو نخل میں فجر کی نماز پڑھتے
دیکھا کہا کہ یہی ہے وہ نئی چیز جو ہمارے اور ہتمان کے درمیان پردہ ہو سو وہ انہوں نے قرآن کو سناوا
مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کے سب جنون کو جا کر اطلاع دی اور انکو اسلام کی طرف ہدایت کی مگر حضرت ص کو ہسات
کی خبر نہیں تھی کہ جن اگر قرآن سن گئے ہیں تب سو وہ جن نازل ہوئی اور حضرت کو معلوم ہوا اور غرض امام بخاری
کی اس حدیث سے یہ ہو کہ جنون نے حضرت ص قرآن سنا پس معلوم ہوا کہ حضرت فجر کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھتے
تھے سو ثابت ہوا کہ فجر کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنا چاہیے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہتمان سے جنون کا بند ہونا اور اوپر چنگاڑے پڑنا بعد نبوت آنحضرت ص کے شروع ہوا
اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ص علیہ وسلم کی پیدائش کے ان شروع ہوا ہے اور بعض
حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چنگاڑے پڑنا حضرت کی پیدائش سے پہلے تھا سو تطبیق انہیں اس طور سے ہو سکتی
ہے کہ چنگاڑے پڑنا ابتدائے زمانے سے ہو اور جنون پر پڑنا حضرت کی پیدائش کے بعد شروع ہوا ہوگا یا پہلے انہی کثرت
چنگاڑوں کی نہیں تھی اور جنون کے بالکل بندش نہیں تھے بلکہ کبھی کبھی موقع پکار کوئی خبر سن آتے تھے اور بعد نبوت
آنحضرت ص جنون پر چنگاڑے پڑنے کی سبب کثرت ہو گئی اور ہتمان پر جانے کی اونکو بالکل بندش ہوئی اور
آسمان سے خبر بالکل روکی گئی واللہ اعلم اور بعض مفسر کہتے ہیں کہ رمی اور جرات حضرت کی نبوت پہلے ہی تھی لیکن اسی
وقت جبکہ کوئی بڑا حادثہ ہوا کہ **لَا تَنَالُكَ الْمَسْكَدُ** قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو يُوْسُفَ عَنْ

عن الفضل بن عیینہ

عن الفضل بن عیینہ عن ابن عمر عن عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۵۵

احمدیٹ سے معلوم ہوا کہ دوسور تو کو ایک رکعت میں جو کر پڑھنا جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور ابو حنیفہ اور احمد وغیرہ کا اور حدیث سے باب کا پہلا مسئلہ ثابت ہوا ہے حدیثنا ائمہ قال حدیثنا شعبۃ قال حدیثنا عمر بن مرثدہ قال سمعت ابا وائل قال جاء رجل الى ابن مسعود فقال قرأت الفصّل اللیلۃ فی رکعتہ فقال هذا کھذا الشّعیر لقد عرفت النکاح انی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرئ بینهما فکان کر عیشہ بن مسعود فی کل رکعتہ ترجمہ ابی وائل سے روایت ہے کہ ایک مرد ابن مسعود پاس آیا اور کہا کہ میں نے ابھی ات ایک رکعت میں کل مفصل پڑھی ہے ابن مسعود نے کہا کہ تو نے جلدی کی مثل جلدی پڑھنے شعر کے یعنی جیسے شعر جلدی پڑھا جاتا ہے ویسے ہی تو نے قرآن کو جلدی پڑھا ہے البتہ میں پچا جاتا ہوں ان ہم مثل سورتوں کو جبکہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کر پڑھا کرتے تھے سو ابن مسعود نے میں سورتیں مفصل سے بیان کیں جن میں سے دوسو تین ہر رکعت میں پڑھتے تھے ابو داؤد کی روایت میں ان سورتوں کا بیان اسی طور سے آیا کہ سورہ الرحمن و النجم ایک رکعت میں اور اقربہ و النحا قہ دوسری رکعت میں اور طور اور ذاریات ایک تین اور واقعہ اور نون دوسری رکعت میں اور سال سائل و النازعات ایک رکعت میں اور طفقین اور عبس دوسری رکعت میں اور مدثر اور مزل ایک رکعت میں اور ہل اتے اور لا قسم دوسری رکعت میں اور عم اور مسلمات ایک میں اور اسی طرح دھان اور کورت دوسری میں انتہے پس احمدیٹ سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دوسورتوں کو پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آگے پھر پڑھنا جائز ہے پس باب کا پہلا اور تیسرا مسئلہ سے ثابت ہوا اور جانتا چاہیے کہ باب کا پہلا مسئلہ حدیث ابن مسعود کا اور حدیث انس رض سے ثابت ہے اور باب کا دوسرا مسئلہ یعنی نماز میں سورتوں کا اخیر پڑھنا سویدہ عمر رض کے فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نماز میں سورہ بقرہ کی سوایت پڑھی اول یا آخر سے اور نیز یہ مسئلہ قتادہ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ کل قرآن ہر کسی جگہ سے پڑھ جائز ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ جیسے اول سورتوں کا پڑھنا جائز ہے ویسی ہی آخر سورتوں کا پڑھنا بھی جائز ہے اسلیے کہ جیسے ابتدا سورہ کا ایک ٹکڑا ہے ویسی ہی آخر ہی کا ایک ٹکڑا ہے اور تیسرا مسئلہ باب کا حدیث انس اور عمر رض کے فعل سے ثابت ہے اور چوتھا مسئلہ باب کا حدیث ابن مسعود اور حدیث عبداللہ بن مسعود سے ثابت ہے پس کل حدیثوں سے کل مسئلو باب کے ثابت ہو گئے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ باب کو کل مسئلے ہر ہر حدیث سے ثابت ہوں بلکہ اگر کل حدیثوں سے کل کے ثبوت ہو جاوے تو جب ہی مطابقت حدیثوں کی باب کو ثابت ہو جاتی ہے واللہ اعلم لیکن امام مالک کا مذہب ان چاروں مسئلوں میں یہ ہے کہ اگر اس طرح کر لیوے تو نماز فاسد نہیں ہوتی مگر خلاصہ اولی ہے اور حنفیہ اور امام احمد کے نزدیک تیسرا مسئلہ مکروہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں نماز مکروہ ہو جاوے گی لیکن یہ حدیثیں اون پر رد کرتی ہیں اور ہمیں اختلاف ہے کہ یہ ترتیب سورتوں کی جواب قرآن میں موجود ہے یہ حضرت م کے حکم سے ہوئی ہے یا کہ اصحاب کے اجتہاد سے سو صحیح ہمیں ہی قول

کہ یہ ترتیب عثمانی پر صحابہ کے اجتماع ہوئی ہے وحی کے ذریعہ سے یہ حکم نہیں ہوا کہ اس ترتیب سے سورتیں آگے
 پیچھے کہی جائیں لیکن ترتیب آیات کی سوسیمہ بالاتفاق توقیفی ہے سید سلیمان بن احمد نے کہا کہ ترتیب سورتوں کی
 آیتوں کو آگے پیچھے کر کے پڑھنا جائز نہیں اور ابن مسعود کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جلدی جلدی قرآن مجید بلا سوج
 پڑھنا مکروہ ہے لیکن اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ بغیر سوچنے معنی کے قرآن پڑھنا جائز ہے لیکن اگر ساتھ اس کے معنی
 بھی سوچا جاوے تو اس میں بڑا ثواب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی رکعت سے دوسری رکعت لے کر ناجائز نہ ہو
 اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ترتیب سورتوں قرآن کی صحابہ کے اجتہاد سے ہوئی ہے اس لیے کہ علیہ السلام نے سورتوں کی ترتیب سے
 اور مخالف ہے ترتیب عثمانی کے **باب** یَقْرَأُ فِي الْأَخْرَبَيْنِ بِمَا خِذَ الْكِتَابِ اخیر دو رکعتوں میں فقط
 الْحَمْدُ مِنْ كَلَامِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنَا هَتَمٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
 قَتَادَةَ عَنْ إِبِلَادِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ لَا فِي الْغَدَاةِ وَلَا فِي الْمَاءِ
 سَوْرَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأَخْرَبَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَيُسَمِّعُنَا الْآيَةَ وَيَقُولُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا
 يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ ترجمہ ابو قتادہ رضی سے روایت ہے کہ حضرت
 پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور سورتیں پڑھا کرتے تھے اور اخیر دو رکعتوں میں فقط الحمد پڑھتے تھے اور کسی کہی آپ ہر کوئی آیت
 سناتی اور پہلی رکعت میں اتنی یعنی قرآن پڑھتے جو دوسری میں نہ کرتے سبط بن صالح کی نماز میں اور سبط بن صالح کی
 نماز میں **ف** اس سے معلوم ہوا کہ اخیر دو رکعتوں میں صرف الحمد پڑھا جاوے اور یہی ہے وجہ مطابقت ہر
 حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ الحمد پہ رکعت میں پڑھنا چاہیے کہ **باب** مَنْ خَافَتْ الْفُرَادَةَ
 فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ظَهْرًا أَوْ عَصْرًا نَمَّازِينَ جِئَ قَرَأَتْ بِرَأْسِهَا بِأَمِّ الْكِتَابِ قَالَ حَدَّثَنَا
 جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي مَعْقِلٍ قَالَ قُلْنَا لِحَبِيبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ يَا ضَلَالُ ابْنِ حَبِيبَةَ رَجُلٍ
 اسکا اور گند چکا ہے میں صریح کہتا ہوں کہ آپ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت پوشیدہ پڑھتے تھے **باب** إِذَا
 اسَمَّ الْإِمَامُ الْآيَةَ جَبَّ سِرِّيَّامِزِينَ امام کوئی آیت پکار کر پڑھے تو اسکا کیا حکم ہے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
 ابْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
 قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْكِتَابِ سُورَةَ مَعَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ
 الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَيُسَمِّعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى رَجُلٍ
 اسکا یہی گند چکا ہے **ف** بعضے خفی کہتے ہیں کہ اگر سر یہ نماز میں پکار کر پڑھے تو سجدہ سہولاً لازم آتا ہے گو بہر
 کر کیا ہو سو غرض امام بخاری کی اس باب سے رد کرنا ہے خفیہ پر اس لیے کہ حضرت مے سجدہ سہولتیں کیا **باب**

باب سرحّد ثنا عبد اللہ بن یوسف قال أخبرنا مالک عن ابن شہاب عن سفيان بن السائب
 وأبي سلمة بن عبد الرحمن أنهما أخبراه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وآله
 سلم قال إذا آمن الإمام فامتنوا فإتته من وافق تأمينة تأمين الملائكة تحضر له ما تقدم
 من ذنبه قال ابن شہاب كان رسول الله صلى الله عليه وآله محمداً فملا يقول ائمنوا ترجمہ ابو ہریرہ
 سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جب امام آئین کہے تو تم بھی آئین کہو سو اس طرح جسکی آئین زشتیوں کی آئین
 کے موافق پڑ جاوے گی تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاوے گی اور ابن شہاب نے کہا کہ حضرت ص آئین کہا کرتے
 تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام آئین کہے اور امام مالک اور ان کے بعض تقلیدین کا یہ مذہب ہے کہ امام
 آئین نہ کہے اور اس حدیث کی یہ تائید کر تے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جب امام دعا پڑھے یعنی اے اللہ الصراط المستقیم
 تو تم آئین کہو لیکن یہ تاویل غلط ہے اس لیے کہ جب آئین دعا ہوئی تو امام کو بطریق اولیٰ کہنی جائز ہوگی اور نیز
 حدیث ابن شہاب کی صریح ہے اسکے بعد اور نیز ایک روایت میں میرے آچکا ہے و ان الامم تعیل آئین یعنی امام بھی
 آئین کہتا ہے اور یہ لفظ بوداؤد وغیرہ میں آیا ہے پس اس سے ثابت ہو گیا کہ امام ہی آئین کہے اور یہ بھی معلوم
 ہوا کہ مقتدی امام کے ساتھ آئین کہیں نہ اسے پہلو کہیں اور نہ اس سے پیچ کہیں اور یہی ہے مذہب جمہور علما
 کا اور جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ امام ہی آئین کہے تو اب جن غاروں میں قرأت پکار کر پڑھے گا او سین آئین
 بھی پکار کر کہے گا جیسے کہ امام بخاری نے یہ باب بند کیا ہے اور یہی ہے مذہب اشاعی اور احمد اور جمہور علما کا
 مگر ضعیفی آئین پکار کر کہنا جائز نہیں کہتے ہیں اور اس حدیث سے آئین پکار کر کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت
 نے مقتدی کی آئین کو امام کی آئین کے ساتھ معلق کیا ہے سو اگر امام کی آئین سنی نہ جاوے تو مقتدی معلوم نہیں
 کر سکتا ہو کہ امام نے آئین کی وقت کہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آئین کہنے کی جگہ معلوم ہے کہ وہ بعد لفظ ولا ایضا آئین
 کے پس اس سے اسکا پکار کر کہنا لازم نہیں آتا ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ او سین کو ملی غلط واقع
 ہووے میں لازم نہیں آتا کہ مقتدی کو اسکا علم ہو جاوے اور ہر قسم کی اور بہت حدیثیں ہیں جن سے آئین کا
 پکار کر کہنا ثابت ہوتا ہے چنانچہ فتح الباری میں ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ حضرت صاحب لا ایضا آئین پر پہونچتی
 تو آئین پکار کر کہتے اور ابن حبان کی روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت احمد سے فارغ ہوتی تو بلند آواز سے
 آئین کہتے اور بوداؤد کی روایت میں آیا ہے کہ پہلی صف کے لوگ آئین کہتے اور ہیط ابن حبان نے
 وائل بن حجر سے روایت کی ہے اور اسکو صحیح کہا ہے اور اسکی تفصیل باب جہر اللہ میں بالآئین آئیدہ آتی ہے اور
 جو اپنے فرمایا کہ تم بھی امام کے ساتھ آئین کہو تو یہ حکم جمہور کے نزدیک اسباب کے واسطے ہے یعنی امام کے ساتھ
 آئین کہنا مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مقتدی پر واجب ہے اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ ہر عاری پر آئین کہنی واجب ہے

اور اگر مقتدی قراءۃ پڑھتا ہو اور امام آمین کہہ دیوے تو مقتدی بھی اوسکے ساتھ آمین کہے اور یہی مذہب ہے اکثر شافعیوں کا اور اوسکے ساتھ قراءۃ قطع نہیں ہوتی اور مراد فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہونے یہ ہے کہ دونوں کی آمین ایک وقت میں واقع ہووے اور مراد فرشتوں سے وہ فرشتے ہیں جو اوس نماز میں حاضر ہوتے ہیں خواہ زمین کے فرشتوں سے ہوں یا آسمان کے فرشتوں سے ہوں ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں اور مراد پچھلے گناہوں سے صغیرے گناہ ہیں یعنی پچھلے صغیرے گناہ مسماں ہوتا ہیں اور اگر کب سے گناہوں کو ہی آمین شامل کیا جاوے تو گناہ جاوے گا کہ یہ محض فضل اللہ کا ہے جسکو چاہے دے اور فرشتوں کے نقص کی بکت سے کبیرے ہی معاف ہو جاوے لیکن بہر حال حقوق العباد اوس سے مخصوص ہیں و معاف نہیں ہوتے ہیں جب تک کہ وہ خدا خود معاف نہ کرے واللہ اعلم **باب فضل التَّائِمِينَ آمِينَ** کہنے میں کیا ثواب ہے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ أَبِي لَبْدَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ مَرْبُوتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَاقَفَتْ أَحَدَهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ **ترجمہ** ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت م فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں سو پچھلے آمین دوسری آمین کے موافق پڑ جاوے گی تو اوسکو پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے **ف** اس سے معلوم ہوا کہ آمین کے ثواب کے برابر کوئی ثواب نہیں کہ اسی بات پر کہ اوس میں مطلق کچھ تکلیف نہیں اور اوس پر حضرت اتنی بڑی ہے کہ پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اپنے بند پر کہ تہوڑے کام پر اپنی فردوری غنایت کرتا ہے اور مراد فرشتوں سے غیر ان فرشتوں کے مراد جو کبار اور کرام کا ہیں **باب فضل التَّائِمِينَ آمِينَ** جَعَلَ اللَّهُ مَعَهُمُ بِالنَّاسِ آمِينَ مقتدی آمین پکار کر کہنا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى مَوْلَى ابْنِ زَكَرِيَّا عَنْ ابْنِ صَالِحٍ أَنَّ النَّبِيَّ عَنْ ابْنِ مَرْبُوتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْكُمْ وَلَا الضَّالِّينَ هَؤُلَاءِ آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَاقَفَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ **ترجمہ** ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت م نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اوس طرح کہ جب کا قول فرشتوں کے قول کے موافق پڑ جاوے گا تو اوسکے پچھلے گناہ بخشے جائیں گے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی آمین پکار کر کہے اول ہوجہ سے کہ حدیث میں قول کا لفظ واقع ہوا ہے اور جبکہ خطاب میں مطلق قول واقع

ہو وے اس کے مراد پکار کر کہنا ہوتا ہے اور جبکہ اس سے پوشیدہ کہنا مراد ہو تو اس وقت اس کے ساتھ کوئی قید ضرور ہوتی ہے اور فتح المبارکی میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے وہاں پکار کر کہنا کئی طرح ثابت ہوتا ہے اول اس وجہ سے کہ اس حدیث میں حکم ہے کہ جب امام آئیں کہے تو تم بھی آمین کہو تو یہاں مقتدی کا آمین کہنا امام کے آمین کہنے کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے تو اب اگر امام مثلاً آمین پکار کر کہے تو ظاہر یہ ہے کہ مقتدی کو آمین پکار کر کہنی پڑے گی دوم اس وجہ سے کہ اس حدیث میں مطلق آمین کہنے کا حکم آیا ہے پکار کر کہنی یا پوشیدہ کہنے کی آمین کوئی قید نہیں اور پہلے ہم اس حدیث سے امام کے حق میں آمین پکار کر کہنا ثابت کر چکے ہیں اور جبکہ مطلق کے ساتھ ایک صورت میں عمل کیا جاوے تو پھر دوسری کسی صورت پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہوتا ہے پس پوشیدہ کہنے پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا سوم اس وجہ سے کہ مقتدی کو امام کی پیروی کرنا حکم ہے لہذا مراد امام آمین پکار کر کہنا ہے جیسے کہ اوپر گذرا ہے اس کے لازم آوے گا کہ مقتدی بھی آمین پکار کر کہے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی اور سبب اب میں اور بھی بہت حدیثیں صحیحہ چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی آمین پکار کر کہے چنانچہ ترمذی نے اپنی جامع میں سفیان کے طریق سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت مہ سے سنا جب غزیر بن غزوہ بن علی بن ابی طالب نے پڑھا تو کہا آمین اور کہنیچا ساتھ اسکے آواز اپنے کو اور سبب اب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہو پھر ترمذی نے لکھا کہ میں نے ابو ذر سے اس حدیث کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علاوہ ان سے ہی سلمہ بن کہیل سے سفیان کی طرح حدیث روایت کی ہے اور اسی طرح محمد بن سلمہ نے بھی اپنے باپ سے سفیان کی طرح حدیث روایت کی ہے اور بقی نے عطا سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت مہ کے دو صحابہ کو اس مسجد میں پایا کہ جب امام ولایہ اثنائیں کہتا تو ان کو آواز آمین کے ساتھ گونجتی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ بلند کرتے آواز اپنی ساتھ آمین کے اور ابن ابی عمیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت مہ کو سنا جب ولایہ اثنائیں پڑھتے تو آمین پکار کر کہتے اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت مہ جب سو فارغ ہوتے تو بلند کرتے آواز اپنے کو ساتھ آمین کے روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اور سہو حسن کہا اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن ماجہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس حدیث کو حد کرتے ہیں تم سے یہود و اوپر کسی چیز کے بعد کہ حد کرتے ہیں تم سے سلام کرنے پر اور آمین کہنے پر اور ہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مہ نے فرمایا کہ یہود تم سے آمین کہنے پر حد کرتے ہیں سو بہت آمین کہا کرو اور اسی قسم کی اور بھی کئی حدیثیں جو بخاری کتاب طہ میں ہیں مذکور ہیں پس ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مقتدی کے حق میں سنت یہی ہے کہ آمین پکار کر کہے لیکن خفیہ آمین پکار کر کہنے کو جائز نہیں کہتے ہیں اور وہ اسباب میں کئی دلیلین پیش کرتے ہیں لیکن سب کی گنجائش اس موقع میں نہیں ہے کچھ تھوڑا سا بطور نمونہ کے بیان کیا جاتا ہے و باسہ التوفیق پس کی دلیل اولیٰ یہ حدیث ہے جو کہ درج ذیل

بن حجر رحمہ سے روایت ہے کہ جب حضرت مولانا ضامن پڑھنے تو آمین چیکے کہی روایت کیا ہے احمدیہ کو ترمذی نے اور احمد اور ابو داؤد و طیالسی اور ابویعلیٰ اور طبرانی وغیرہ نے سو جواب اسکا کئی طور سے ہوا اول یہ کہ یہ حدیث بالکل ضعیف ہر لائق حجت کے نہیں ہے اسلئے کہ اس کے کل طریقہ اثبات شعبہ اوی واقع ہوا ہے اور اسکی کل سندوں میں شعبہ کا وسط موجود ہے اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہا ہے کہ سناین نے امام بخاری سے کہ شعبہ نے اس حدیث میں کئی جگہ غلطی کی ہے پہلی غلطی شعبہ راوی کی احمدیہ میں یہ ہے کہ کہا شعبہ نے حجر عئیس کا پایہ ہے تو اسکی غلطی ہے حجر تو عئیس کا بیٹا ہے اور کنیت اسکی اباسکن ہے دوسری غلطی شعبہ راوی کی احمدیہ میں یہ ہے کہ شعبہ نے زیادہ کیا ہے احمدیہ کی سند میں عن علقمہ بن امل حالانکہ یہ لفظ اس حدیث کی میں نہیں ہے اور تیسری غلطی شعبہ کی احمدیہ میں یہ ہے کہ کہا شعبہ نے کہ حضرت م نے آمین چیکے کہی اور یہ اسکی خطا ہو اور صحیح یہ لفظ ہے کہ اپنے آمین کے ساتھ اپنی آواز کو کہینی سنتے اور ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ احمدیہ میں شعبہ کی غلطی پر تمام حفاظ حدیث کا اتفاق ہے اور تحقیق صواب معروف یہ لفظ ہے مدیہا اور وقع بہا صوتہ اور لفظ تدیہا صوتہ کو ترمذی اور احمد نے اور ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور لفظ رقم بہا صوتہ کا ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور روایت کیا ہے یحییٰ اور ابن جبران نے اپنے صحیح میں خطا نقل کی کہ پایہ میں دو سو آدمی کو حجاب ہے کہ جب کہ امام دلائل ضامن نے بلند کرتے آوازیں اپنی ساتھ آمین کے انتہے اور شعبہ کی احمدیہ ضعیف ہوئی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ سماع علقمہ کا وائل سے ثابت نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر نے تفسیر میں اور شیخ ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے پس احمدیہ شعبہ کا ضعیف ہونا بخوبی ثابت ہو گیا اب احمدیہ سے دلیل کو کئی جائز نہیں وجہ دوم یہ ہے کہ جب حضرت آمین چیکے کہی تو وائل بن حجر کو کیسے معلوم ہوا کہ آنحضرت م نے اس وقت میں آمین کہی ہے احتمال ہے کہ حضرت م نے اس وقت حال میں آمین پوشیدہ ہی نہ کہی ہو بالکل ترک کر دی ہو اسلئے کہ آمین کہنا کوئی وجہ امر نہیں سنت یا مستحب ہے پس کہی بالکل ترک کرنا استحباب کے مخالف نہیں ہے بلکہ سنت میں ہی کہی کہی ترک کرنا ضرور ہے اور اگر وقت آمین کہنا تسلیم ہی کیا جاوے تو ضرور ہے کہ آپ نوپکار کہی ہوگی گو نرم آواز سے بھی اسلئے کہ بالکل پوشیدہ کہنے سے مقتدی ہرگز نہیں سن سکتا ہے اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام م نے اس وقت میں یہ کام کیا مگر جبکہ امام عمر سن لیوے وجہ سوم یہ ہے کہ حفاظ کا لفظ خدا میں سے ہو جیسے کہی اسکا معنی پکار کر کہنا آتا ہے اور کہی اسکا معنی پوشیدہ کہنا آتا ہے چنانچہ صراح میں لکھا ہے اشی خفیاً نہان کردن و شکار کردن و ہونن الاخذہ از ہجر پس احتمال ہے کہ یہاں مراد اسے پکار کر کہنا ہو پوشیدہ کہنا مراد نہ ہو اور جب کہ جمال گیا تو استدلال باطل ہو گیا وجہ چہارم یہ ہے کہ بہت حدیث قویہ و اخبار صحیحہ قویہ و فعیدہ صحیحہ آمین کے پکار کر کہنے پر دلالت کرتے

میں کہا پس ضرور ہے کہ خفا سے مراد حدیث میں عدم کثرت سخت کہی جاوے یعنی بہت سخت آواز سے چلا
 آئیں نہ کہے درمیان آواز نہ لگے کہ تاکہ سب حدیثوں کے درمیان تطبیق ہو جاوے اس لیے کہتے الامکان
 تطبیق واجب ہے چنانچہ تلویح میں لکھا ہو کہ دو دلیلوں کے ساتھ عمل کرنا واجب ہے جب تک ممکن ہو ورنہ انتہی
 اور شیخ عبدالحی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہو کہ بعض شافعیوں نے دونوں قسم کی حدیثوں میں یہ تطبیق دی ہو
 کہ مراد آہستہ آہستہ کہنے سے یہ کہ بہت چلا کر نہ کہے اور مراد پکار کر کہنے سے یہ کہ نرم آواز سے کہو اور شیخ ابن تیمیہ
 نے فتح القدیر میں لکھا ہو کہ میری رائے یہی ہو پس اس سے دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق ہو جاوے گی وجہ
 پنجم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی آئین پکار کر کہنا ترک ہی کر دیا ہو تو سب کلمات کا ہم انکار نہیں کرتے کسی واسطے
 بیان جواز کے آپ ﷺ کو ترک کر دیا ہو گا بلکہ سنت میں تو بعض وقت ترک کرنا ضرور ہی ہے پس بعض اوقات ترک
 کرنا سنت ہو نیکے منافق نہیں ہے وجہ ششم یہ ہے کہ آئین پکار کر کہنے کی حدیثیں اکثر قولی ہیں اور آہستہ آہستہ
 کہنے کی حدیث فعلی ہو اور وقت تعارض کے قول مقدم ہوتا ہے فعل پر کما تقر فی الاصول وجہ ہفتم یہ ہے کہ
 سفیان کی حدیث کو (جو آئین پکار کر کہنے کا باب میں آئی ہے) کسی نے ضعیف نہیں کہا اور ترمذی اور متاخرین کو
 کسی کی جرح اور اس پر احتجاج نظر سے نہیں گزری بلکہ امام بخاری اور امام ترمذی اور ابو ذر عدہ اور دارقطنی وغیرہ خفا
 حدیث کو اس کو صحیح کہا ہے پس حدیث سفیان کو جو نقص میرے ہے شعبہ کھدیش پر ترجیح ہوگی وجہ ہفتم یہ ہے کہ شعبہ سے
 احمدیہ بخلاف ہی روایت آچکی ہے یعنی آئین یا پھر کرنے کی روایت اس سے ثابت ہو چکی ہے جیسے کہ
 زیلعی حنفی نے تخریج ہدایہ میں باقی سے حدیث نقل کی ہو کہ شعبہ نے دلیل سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت
 کے ساتھ نماز پڑھی سو جب آپ ﷺ والا الصائین پڑھنے تو آپ ﷺ بلند آواز سے آمین کہی باقی نے کہا کہ احمدیہ
 کی سند صحیح ہے اور یہ روایت سفیان کی حدیث کو موافق ہے پس اب قطعاً ثابت ہو گیا کہ شعبہ کی پوشیدہ
 آئین کہنے کی حدیث غلط ہے اس سے ہتلا کرنا صحیح نہیں ہے وجہ ہفتم یہ ہے کہ اس پر محدثین وغیرہ اہل علم
 کا اتفاق ہو کہ جب شعبہ کی روایت سفیان کی روایت کو مخالف ہو تو سو وقت سفیان کی روایت کو لیا جاوے گا
 اور شعبہ کی روایت کو ترک کیا جاوے گا چنانچہ ترمذی اور باقی اور ابو داؤد اور اعلام الموقعین وغیرہ میں
 لکھا ہو اور نیز شعبہ نے خود بھی کہا ہے کہ سفیان مجھ سے زیادہ تر حدیث کو یاد رکھتے والا ہے پس اندرین
 مسورت حدیث سفیان کو بالاتفاق ترجیح ہوگی اور امام شافعی نے کہا کہ اگر فرضاً احمدیہ بخاری کے سوا
 حدیث ہی آئین پکار کر کہنے کی نہ ہوتی تو یہی کافی دلیل تھی اس پر کہ مقتدی آمین کہنے کے لیے مقتدی امام کی
 آمین کا وقت نہیں پہچان سکتے مگر جب کہ امام اپنی آمین او کو سنا دے اور ہمیشہ سے اہل علم اس پر بہن تہو
 اور احمدیہ کو اور یہ بہت جواب میں مذکور تفصیل ہماری کتاب کلام تین میں مذکور ہے شاکر اسکات

کہ وائے زیادہ اس مسئلہ کی تحقیق کسی کتاب میں نہیں ہے اور دوسری دلیل خفیہ کی یہ آیت ہے: اذ لو لم تضرنا وخفیہ یعنی
 بکار و بپاؤ کو عاجزی سے اور پوشیدہ کہتے ہیں کہ آئین دعا ہے پس بکار پوشیدہ کہنا چاہیے جو جواب دل اسکا ہے
 کہ یہ آیت عام ہے ہر قسم کی دعا کو شامل ہے اور حدیث آئین بکار کر کہنے کی خاص ہے اور تخصیص عام کی ساتھ خاص کے
 یعنی حدیث کو خارج ہے اُن چار وجہوں سے جو مسئلہ قرات خلف نام میں آیت و اذا قرأ القرآن الخ کے جواب
 میں گذر چکے ہیں و مان مطالبہ کرنا چاہیے پس آئین اس آیت کو عموم میں داخل نہیں ہوگی بلکہ اس سے باہر رہیگی
 پس آئین بکار کر جائز رہیگا اور دوم جواب اسکا یہ ہے کہ آئین کے دعا ہونے میں ہی اختلاف ہے جیسے کہ اوپر گذر
 چکا ہے پس اس آیت میں اسکا داخل ہونا مسلم نہیں ہے سوم جواب اسکا یہ ہے کہ صیغہ امر کا مطلق وجوب پر
 دلالت کرتا ہے حالانکہ خفیہ وجوب کے قائل نہیں ہیں چہاں کہ مفسرین اکثر نے تضرعاً و خفیہ کی تفسیر یہ
 لکھی ہوئی ہے اور علانیہ یعنی پوشیدہ ہی کہے اور بکار کر کہی کہے پس اس آیت کو استدلال باطل ہوا پنجم اختلاف کا لفظ
 اضداد سے ہو گا ششم تفسیر صیغہ میں لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ بہت جلا کر کہے اور نہ بہت پوشیدہ
 بلکہ درمیانہ آواز سے کہو چنانچہ اس کے لگو کی آیت و دون الجہر من القول کے تحت میں لکھا ہے کہ درمیانہ آواز
 سے کہو نہ بہت جلا کر اور نہ بہت پوشیدہ پس معلوم کیا کہ اس آیت میں پوشیدہ کہنا مراد نہیں ہے اور نیز
 یہی معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث اس آیت کو اول کی ہے پس احتمال ہے کہ اس آیت سے متاخر ہو پس
 آئین اس میں داخل نہیں ہوگی اور بعض کہتے ہیں کہ میں بکار کر کہنا منسوخ ہے جو جواب اسکا دل یہ ہے جو نعم الباری
 میں لکھا ہے کہ وائل بن حجر سے ابو داؤد اور ابن جہان وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت بکار کر آئین کہا کرتے تھے اور دیگر
 روہ اس شخص پر جو نسخہ کا دعویٰ کرتا ہے اس لیے کہ وائل بن حجر اخیر دون میں مہمان ہوا ہے اور جبکہ اسے حضرت
 کو آئین کہتے تھے تو معلوم ہوا کہ آئین بکار کا منسوخ نہیں ہوا دوم یہ کہ عطار سے روایت ہے کہ میں نے دو سو صحابی گواہین
 بکار کرتے دیکھا ہے مگر میں اگر یہ امر منسوخ ہوتا تو اسے صحابہ میں کسی نہ کسی کو ضرور اطلاع ہوتی اور نیز زندہ نہ لکھا
 کہ یہی مذہب بہت صحابہ و تابعین اور پیچلیوں کا اور یہی مذہب ہوا امام شافعی اور احمد اور اسحاق وغیرہ کا اور فقہ کبار
 میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے جمہور علماء کا پس اگر آئین بکار کہنا منسوخ ہو تو امام شافعی و امام احمد اور سنی وغیرہ مجتہدین
 کو اسکی ضرور اطلاع ہوتی اس لیے کہ مجتہد ہونے کی ایک یہ بھی شرط ہے کہ نسخہ اور منسوخ کو پہچانتا ہو اور جب کہ یہ
 بڑی بڑی مجتہدین کو اسکا نسخہ معلوم نہ ہوا تو پہرہ مجتہد کیسے ہو سکتے ہیں اور نیز منسوخ حکم پر عمل کرنا جائز نہیں
 ہے پہرہ دو سو صحابہ اور تابعین مجتہدین وغیرہ جمہور تھے جو بن ناجز حکم پر عمل کیا تو انکا کیا حال ہے
 بیوقوف و جبر و اسوہ کوئی نسخہ اس باب میں موجود نہیں پس محض احتمال سے دعویٰ نسخہ کرنا قطعاً حرام اور ناجائز
 ہے چہاں کہ شرط نسخہ کا یہاں پایا جانا ممکن نہیں ہے پس معنی نسخہ کو لازم ہے کہ اولاً شرط نسخہ کے

جسے
اور اسے
میں سے
میں سے
میں سے
میں سے
میں سے
میں سے

۵۶۷

بیان کرے بعد اسکے دعویٰ فیہ زبان پر لاوے و ووزہ شرط بقاد اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں
کہ حضرت نے جو بعض اوقات میں آمین کیا ہے تو وہ اس کی تعلیم کے کیا ہے سو یہ دعویٰ اور کچھ ہی بالکل غلط
ہے اور اگر تعلیم کے واسطے ہوتا تو آپ بیان فرمادیتے حالانکہ کسی حدیث یا کسی اثر ضعیف بلکہ موضوع سے بھی یہ بات
معلوم نہیں ہوئی کہ یہ آمین پکار کر کتنا تعلیم کے واسطے تھا حضرت احتمال اور مجر و خیال ہوا سپر کوئی دلیل نہیں پس اسے
استدلال کرنا بالکل جائز نہیں اور باقی تفصیل اس مسئلے کی ہماری کتاب کلام المستنیر و فتح المبین میں دیکھنی چاہیے یہاں
اس قدر کافی ہے **باب** اِذَا رَكَعٌ دُونَ الصَّلَاةِ جَبَّحَ رُكُوعَ رُكُوعٍ أَوْ رُكُوعَ رُكُوعٍ أَوْ رُكُوعَ رُكُوعٍ
نماز ہوتی ہے یا نہیں **ف** مطلب یہ ہے کہ اگر امام اور مقتدی سب رکوع میں ہوں اور کوئی آدمی اچھے سو ادوی
اور خیال کرے کہ اگر میں صفتیک پہنچ گیا تو مجھ کو رکوع نہیں ملے گا سو وہ شخص جس کا پہلے رکوع کر لیا ہے اور رکوع کے
اندھ صفیں ملے تو اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں **حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ
الْأَعْلَمِ وَهُوَ يَذَّكَّرُ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّكَ أَتَيْتَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكِعَ
فَبَلَ أَنْ يَجْعَلَ إِلَى الصَّغِيرِ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللَّهُ حُرْمَةً وَلَا تَعُدْ**
ترجمہ ابو بکر رحمہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عباس آیا اور آپ رکوع میں تھے سو جلدی سے صف کے پیچھے نیت
کر کے رکوع میں شریک ہو گیا یعنی اس خیال سے کہ رکوع کا ثواب جاتا رہے سو کسی نے حضرت سے یہ حال بیان
کیا سو آپ نے فرمایا کہ خدا تیری حرص کو زیادہ کرے اور یہ کام پہن نہ کرنا بیخودہ و ذکر آنا جو صف کے پیچھے رکوع کر کے
صف میں بجا نہ پہن کر یوف احمدی سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص صف کے پیچھے نیت کر کے رکوع میں شریک
ہو جاوے تو اس کی نماز نامشافعی اور جبہ و علم کے نزدیک اولیام مالک احمد اور ابو یوسف اور مجہد کے نزدیک
صحیح ہو جاتی ہے لیکن کراہت کو خالی نہیں اور یہ بھی اون کے نزدیک تشریحی ہے یعنی یہ نماز افضل نہیں ہوتی
اور بعض لوگوں کے نزدیک نیت بھی تحریمی ہے اون کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوگی اس لیے کہ صف کے تنہا نماز پڑھنی
کی ممانعت آچکی ہے اور اس شخص نے صف کے پیچھے نیت کی ہے اور یہی ہے نہ ہا امام احمد اور شافعیہ کا لیکن جہوں
کا قول سبب میں قوی ہے اس لیے کہ آپ نے اس کو نماز کا دوسرا نماز نہیں فرمایا فقط منکر دیا کہ پہر ایسا نہ کرنا اور اس
حدیث کے بعض لوگ دلیل پکڑتے ہیں کہ رکوع میں لمجانے سے رکعت ہو جاتی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے پہلے
وہ رکعت دو ہر یکا ذکر نہیں کیے ہیں آمین یہ بھی ذکر نہیں کہ اس سے کسی رکعت کو کافی سمجھ لیا ہو پس یہ استدلال ٹھیک
نہیں ہے اور بعضوں نے ان حدیثوں میں بطور سے تطبیق دی ہے کہ اگر صف کے پیچھے رکوع کر کے صف میں
شریک ہو جاوے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے جیسے کہ ابی بکر نے کیا اور اگر صف کے پیچھے نیت کر کے وہیں کھڑا
رہا تو نماز درست نہیں ہوگی **باب** اِشْتِمَامُ لِلتَّكْبِيرِ فِي الرُّكُوعِ نَمَازُكَ تَجْبِيرُ وَنَحْنُ شَارِبُ رُكُوعِ رُكُوعٍ

صحیح بخاری
جلد ۱۰
صفحہ ۱۰۰

ف لھاوی وغیرہ نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے کہ وہ مسجد نے نہیں تکبیریں نہیں کہتے تھے اور زیادہ اور
بھی تکبیریں نہیں کہتے تھے اور بنو امیہ بھی تکبیریں نہیں کہتے تھے اور بعضوں سے یہ بھی آیا ہے کہ وہ سولے تکبیر
تحریمہ کے اور کوئی تکبیر نہیں کہتے تھے لیکن بعد اس زمانے کہ یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ جب عجز و جاؤ تو اس وقت
بھی تکبیر کہے اور جب سر اوٹھائے تو اس وقت بھی تکبیر کہے لیکن یہ تکبیریں رکوع اور سجود کی جہور کے نزدیک سنت
ہیں اور یہی مذہب ہے ابو بکر صدیق اور عمر اور جابر اور عثمان اور علی اور ابن مسعود اور ابن عمر اور قیس اور شعبی اور
اوزاعی اور سعید بن عبد العزیز اور مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ وغیرہ سب علماء کا گروہ جو کہ نزدیک صرف تکبیر تحریمہ جب
ہے اور امام احمد وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ تکبیریں کل وجہ ہیں اور امام بخاری کی عرض بھی اس باب میں یہی ہے کہ
نماز میں رکوع و سجود میں ہر جگہ تکبیریں کہی جاویں اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ چونکہ زمانے میں اس
اجماع ہو چکا ہے کہ ہر شخص اور فریق میں تکبیریں کہنی سنت ہیں **قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا** عَلَیْکُمْ
سَلَامٌ وَمَنْ فِیْہِ مَا لَکَ بْنَ الْحُسَیْنِ یعنی روایت کیا ہے تکبیریں پوری کرنے کو ابن عباس نے حضرت م سے
جیسے آئندہ باب میں آویگا اور اس باب میں مالک بن حویرث سے بھی حدیث آئی ہے جیسے کہ آئندہ وہ حدیث
آویگی **حَدَّثَنَا اشْعَثُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ الْجَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ الْعَلَاءِ عَنْ مَطْرِ بْنِ عَمْرٍو**
عَمْرَانَ بْنِ حَصَدٍ قَالَ صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَرْنَا هَذَا الرَّجُلَ صَلَوَاتُ اللَّهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَوَّلًا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا أَنَّهُ كَانَ یُکَبِّرُ مَلَکَمًا رَفَعَهُ وَکَلَمًا وَضَعَهُ ترجمہ عمران بن حصین
سے روایت ہے کہ اس نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی سو کہا اس شخص نے یعنی علی نے ہکو وہ نماز پڑھا
و جب ہکو ہم حضرت م کے ساتھ پڑھا کرتے تھے سو عمران نے ذکر کیا کہ علی رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے تھے جب سر اوٹھاتے اور جب کہ
نیچے رکھتے یعنی تمام اوقات میں تکبیریں کہتے تھے **ف** اس کو معلوم ہوا کہ ہر رکوع اور سجود میں سر رکھتے اور
اٹھاتے وقت اسد اکبر کہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عمران وغیرہ کو یہ تکبیریں نہیں تھیں یا بعد اچھوڑ دی ہوئی
تھیں **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ یُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ عَنْ ابْنِ**
هَرَبِیْرَةَ أَنَّهُ كَانَ یُصَلِّیْہُمْ فِیْکَبِّرُ لَکُلِّ خَفَضٍ وَرَفَعٍ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّ لَا شَہِدَ لَکُمْ
صَلَوَاتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ترجمہ ابوسلمہ سے روایت ہے کہ ابوبہریرہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کرتے
تھے سو تکبیر کہتے تھے جب وقت کہ سر نیچے رکھتے اور جب وقت کہ سر اوٹھاتے تھے سو جب نماز پڑھنے کے نوکھا کہ اللہ
میں سے زیادہ تر شائبہ کہتا ہوں نماز میں ساتھ حضرت م کے یعنی میری نماز حضرت کی نماز کے ساتھ زیادہ
تر موافق ہے **ف** اس حدیث کو معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود میں سر رکھتے اور سر اٹھاتے وقت جب تکبیریں
کہی جاویں پس وہ مطابقت اس حدیث کی **باب** نماز میں سر رکھنے کی بات

تکبیرین کہنے کا بیان **ف** اس باب سے بھی وہی غرض ہے جو پہلے مذکور ہوئی **حَدَّثَنَا أَبُو الثَّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا**
سَعَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عِيَالَةَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَا وَعُمَرُ
بْنُ حُصَيْنٍ مَكَانَ إِذَا جَعَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَإِذَا الْهَضَمَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ
اخْتَدَّ يَمِينِي عُمَرُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْنِي هَذَا صَلَاةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ لَقَدْ
صَلَّى بِنَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ترجمہ طرف بن عبد اللہ رض سے روایت ہو کہ میں اور عمر
 بن حصین نے علی رض کے پیچھے نماز پڑھی سو جب حضرت علی عجلہ فرماتے تو تکبیر کہتے اور جب سر اٹھاتے تو
 اوس وقت بھی تکبیر کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اوس وقت بھی تکبیر کہتے سو جب علی رض نماز پڑھ
 چکے تو عمر ان نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس شخص نے مجھ کو حضرت مکی نماز یاد دلانی ہے **ف** اس سے
 معلوم ہوا کہ سجدے میں بھی تکبیر کہتے تھے **حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هُفَيْمٌ عَنْ ابْنِ دُرَيْشٍ**
عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْقَامِ يَكْبِرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَصَلَ فَالْخَبَرُ
بِابْنِ عَبَّاسٍ أَوْ كَيْسٍ بِكَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا أَمَّ لَكَ ترجمہ عکرمہ سے روایت ہے
 کہ میں نے ایک مرد کو قدام میرے پاس نماز پڑھتے دیکھا کہ تجبیر کہتا تھا سر رکھتے اور سر اٹھاتے اور جب سیدھا کھڑا
 ہوتا اور سجدے میں جاتا تو اوس وقت بھی تجبیر کہتا سو میں نے ابن عباس کو اوس کے خبر دی تو اوس نے کہا کہ کیسا یہ
 حضرت مکی نماز نہیں تیری ان میں جاکے یعنی ابن عباس نے عکرمہ کو یہ بد عادی و اسطی جہر کرنے کے کہ تو ایسی
 سنت کو نہیں جانتا ہے **بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ** جب سجدہ کر سوجھ اٹھو تو تکبیر کہے
حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ
شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَذَّبَتْهُنَّ دَعَائِرُ تَكْبِيرِهِ فَقُلْتُ لَا بَنَ عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحَقُّ فَقَالَ لَيْسَ لَكَ
سُئِلَ ابْنُ الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُوسَى حَدَّثَنَا ابْنَانُ قَالَ قَتَادَةُ حَدَّثَنَا جَدُّ مَكَّةَ
 ترجمہ عکرمہ سے روایت ہے کہ میں نے مکہ میں ایک بوڑھے آدمی کے پیچھے نماز پڑھی سو اوس نے نماز میں بائیں
 تجبیر کہیں سو میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ یہ بوڑھا بڑا احمق ہے کہ اتنی تکبیریں نماز میں
 کہتا ہو سو ابن عباس نے کہا کہ تیری ان جھگڑو سے یہ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو **ف** وہ
 بوڑھا آدمی ابو ہریرہ رض تھے مگر بڑے منوس کی بات ہو کہ عکرمہ نے اوس کو بیہودہ گالی دی اور ایسی سوادہی
 کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں بائیں تکبیریں کہی جاویں اور غنائی پورے تکبیریں اتنی ہی ہیں
 اس لیے کہ ہر رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں تو چار رکعت کی میں ہو میں اور ایک تکبیر تحریر اور تکبیر پہلے اتنی
 کی اوس کے ساتھ ملائیں تو بائیں ہو گئیں **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكِينٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْكَثِيبُ عَنْ**

۵۶۸

ہاتھوں کے اوٹھکیوں کو تہمین ڈالا پہر اوٹھکیوں اپنے اپنی دو نورانون کے درمیان رکھا سو میرے باپ نے
 مجھ کو منہ کیا اور کہا کہ ہم سب کو پہلے کیا کرے تو پہر سب کو اسے منہ ہوا اور سب کو حکم ہوا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو
 گھٹنوں پر رکھا کریں **ف** اسے معلوم ہوا کہ ابتدا اسلام میں تطبیق جاری تھی پہر بعد اس کے منسوخ ہو گئی اور
 امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ مذہب ہمارا اور مذہب تمام علما کا یہ ہے کہ رکوع میں تطبیق
 کرنی منسوخ ہے گرا بن مسعود کہتے ہیں کہ تطبیق سنت ہے اور کو ناسخ نہیں ہونچا اور صواب ہی قول ہے
 جسے چھوڑنا علماء میں واسطہ ثابت ہونے صریح ناسخ کے انتہے **بَابُ إِذَا لَمْ يُقَيِّزْ الرُّكُوعُ** اگر
 کوئی رکوع پورا نہ کرے یعنی اَوْعِينَ اَطْمِئْنَانِ نہ کرے تو اسکی نماز نہیں ہوتی **حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمَّارٍ**
قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ دُهَيْبٍ قَالَ رَأَى حَذِيفَةَ رَجُلًا لَا
يُذَمُّهُ الرُّكُوعُ وَالشُّجُودُ وَقَالَ مَا صَلَّيْتَ وَلَا كَوَّمَيْتَ صُتَّ عَلَى عَذْرِ الْفِطْرِ الْبَنِي فَطَرَهُ اللَّهُ
مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہوا کہ اسنے ایک مرد کو دیکھا کہ رکوع اور سجود پورا
 نہیں کرتا تھا سو حذیفہ نے کہا کہ تیری نماز نہیں ہوئی اور اگر تو اسی حال پر مر گیا تو مرے گا غیر اس میں پرچہ
 خدا نے حضرت م کو پیدا کیا یعنی مدین ہر کر میری **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور
 سجود میں آرام کرنا واجب ہے اور سب کو ترک کرنے نماز باطل ہو جاتی ہے اس لیے کہ حذیفہ نے کونوں کے
 ترک سے اسکو مدین شیر یا گریہ اسوقت ہر جبکہ فطرت سے دین مراد کہا جاوے اور یہی ہے مذہب امام
 شافعی اور احمد اور ابو یوسف اور جہور کا کہ انکے نزدیک رکوع اور سجود میں اطمینان کرنا فرض ہے اگر سب کو
 ترک کر دے تو نماز نہیں ہوتی دوسرے کہہ رہے ہیں کہ حذیفہ کہتے ہیں کہ نماز ہو جاتی ہے مگر ناقص اور اگر سنت
 مراد کہی جاوے تو یہ جی ہو سکتا ہے اور بعضے اس عید کو حقیقت پر عمل کرتے ہیں اور بعضے زجر پر اور امام
 بخاری نے کوئی صریح حکم اسکا بیان نہیں کیا بلکہ اسطرح سے کلام کی جو دو نو حکم کا احتمال رکھتی ہے
 اور یہ امام بخاری کی اکثر عادت ہے کہ جس مسئلہ میں اماموں کا اختلاف ہو اس میں کوئی حکم صریح بیان نہیں کرتا
 بلکہ اسی کلام کرتا ہے جو دو نو مذہبوں کا احتمال کہے بہر حال اسی صورت میں نماز کو دوہرا زیادہ
 احتیاط ہوا اور امام نووی نے لکھا ہے کہ رکوع اور سجود اور جلسے میں طمانیت واجب ہے اور یہی ہے مذہب
 ہمارا اور جہور علماء اور ابو حنیفہ اور سب کو جب نہیں کہتے لیکن یہ حدیث اوپر در کرتی ہے **بَابُ**
اِسْتِثْنَاءِ الْخُضْيِ فِي الرُّكُوعِ رکوع میں پیٹھ کو سر کے برابر کرنے کا بیان **وَقَالَ ابُو حُسَيْنٍ فِي اَصْحَابِهِ**
رَكْعَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَضَرَ خُضْرًا یعنی ابو حمید رضی اللہ عنہ نے پیڑیا روں میں بیان
 کیا کہ حضرت م نے رکوع کیا پہر پیڑیا کیا پیڑیا اپنی **ف** یہ حدیث پوری آئندہ آدھکی اس کے ایک طریق

مین یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے پہلے کو سر کے برابر کیا پس یہی وجہ سے مطابقت احمدی کی باب سے گواہین اشارہ ہے اس طرف سے
 اس کے بعض طریقوں میں یہ لفظ طاع ہوا ہے کما مر بنا فی تراجم باب حد احتیام الرکوع والاعتدال فیہ والاعتدال فیہ
 نہایت تک کوع پر کرنا اور اوسمین اعتدال کرنا اور آرام کرنا ف یہ باب پہلے باب میں داخل ہے اور تعلیق ابوجمید کی
 پہلی جز باب کے مطابق ہے اور حدیث برار کی دوسرے سلسلے کو مطابق ہے حد ثنا بدل بن الحارث قال حدثنا
 شعبہ قال أخبرني الحكم عن ابن أبي كليل عن البراء قال قال كان ركوع النبي صلى الله عليه وسلم
 مبروراً وادباً السجدة تكبر فإذا أرفع من الركوع ما خلا القيام والوقوف فربما بين السجدة والركوع
 برائے روایت ہے کہ حضرت م کا رکوع اور سجدہ اور جلسہ اور قومہ اور قیام اور التیمات کے برابری سے نزدیک ہے یعنی ان
 چار جگہوں میں آرام اور ٹھہرنا انکار تے کہ تین ایک دوسرے کے قریب قریب ہوتا سو قیام اور التیمات کے
 کو ان دونوں میں بہت طول کرتے ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ سب
 برابر ہیں اور ایک طریق میں آیا ہے کہ قومہ میں بہت طول کرتے ہیں سے معلوم ہوا کہ سب میں ٹھہرنا کرنا چاہیے
 پس یہی وجہ سے مطابقت احمدی کی باب سے اور ٹھہرنا کی حد یہ ہے کہ پہلے کرن کی حرکت بالکل باقی نہ رہے اور
 یہ بھی معلوم ہوا کہ رکوع اور کرکے کی حد یہ ہے کہ سجدہ کے برابر ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتدال قومہ میں ایک
 کرن طویل ہے باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ فی لا یتم رکوعہ یا لا عادیۃ ایک
 شخص نے رکوع پورا کیا تو حضرت نے اوسکو فرمایا کہ نماز دوسرا کر پڑھ حد ثنا یحییٰ
 ابن سعید عن عیینہ قال قال حدثنی سعید المقبری عن ابنہ عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فدخل فصلی ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم
 فرد عليه النبي صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فإني لم فصل فصل ثم
 جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فإني لم فصل فثلاثا فقال والله
 بعثتك بالحق ما أحسن خيرة تعلمني فقال إذا قمت إلى الصلوة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك
 من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتى تعتدل قائماً ثم اسجد حتى تطمئن
 ساجداً ثم ارفع حتى يجالسك ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ثم اقل ذلك في صلواتك كلها
 ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت م مسجد میں تشریف لائے سو ایک شخص آیا اور
 نماز پڑھ کے چلا اور حضرت کو سلام کیا سو آپ نے اوسکو سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ بیٹ جا اور پھر نماز پڑھ
 کہ تیری نماز نہیں ہوئی سو اوس نے پھر جلدی جلدی نماز پڑھی اور حضرت کو سلام کہ کے چلا سو آپ نے فرمایا کہ
 بیٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تیری نماز نہیں ہوئی اسی طرح اوس نے تین بار نماز پڑھی پھر اوس نے کہا کہ خدا کی قسم

مجاہد سے زیادہ بہتر نماز پڑھنی نہیں آتی سو آپ مجھ کو نماز سکھلائیے سو آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہوا کرے تو اللہ اکبر کہہ کر پہرہ جو کچھ کہ تجھ کو قرآن سے یاد ہو پہر رکوع کیا کر آرام اور طہینان سے پہر سر اوٹھا کر بیانتاک کہ خوب سیدنا کھڑا ہو جائے پہر سجدہ کیا کر طہینان اور چین سے پہر سر اوٹھا یا کر بیانتاک کہ بیٹھ تو آرام اور چین سے پہر سجدہ کیا کر آرام اور طہینان سے پہر اسی طرح ہر رکعت میں کیا کر **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ارکان نماز میں تعدیل اور طہینان کرنا واجب ہے جلدی کر نیسے نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور خفیہ کے نزدیک سنت ہے اگر ترک کرے تو نماز باطل نہیں ہوتی صحیح ہو جاتی ہے لیکن طحاوی کی میل بھی وجوب کی طرف معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث میں اگرچہ اقامت اور قعود اور دعا استقلال اور تکبیر تحریم وغیرہ میں رفع یدین کرنا اور داہنے ماتھے کو بائیں پر باندھنا اور تنقالات کی تکبیر اور رکوع اور سجود کی بیعتیں اور التحیات کی ہیئت اور ماتھے کا زانو پر رکھنا وغیرہ مذکور نہیں لیکن اسی حدیث کے بعض طریقوں میں یہ سب ثابت ہو چکے ہیں صرف نیت اور التحیات اول اور آخر اور سلام اور درود آمین مذکور نہیں سو یہ بھی اس پر محمول ہے کہ وہ اس کو جانتا تھا پس سب کن وجوب ہیں بموجب اس حدیث کہ سجود شخص ان چیزوں کی وجوب کا قائل نہیں اس کو لازم ہے کہ کوئی ایسی دلیل پیش کرے جو اس کی تخصیص ہو سکے اور اس کی ایک طریق میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے بہت ہلکی نماز پڑھی تھی رکوع اور سجود پورا نہیں کیا تھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور یہی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص نماز میں کسی واجب کو ترک کرے وہ نماز کو دوہرا دے اور یہ کہ نیک بات بتلاوے اور بُرے کام سے روکے اور سدا کو اچھی طرح کہول کہ بیان کرے اور یہ کہ سائل کو جہنم نہ دیوے اور یہ کہ سلام کو کر رکھنا جائز ہے اور اس کا جواب دینا جائز ہے جبکہ جدا ہوا اگرچہ ایک جگہ سے باہر نہ جاوے اور یہ کہ امام اور عالم کا مسجد میں بیٹھنا یا رونکے ساتھ جائز ہے اور یہ کہ عالم کے پاس بڑے ادب سے جاوے اور اپنی قصور کا اقرار کرے اور یہ کہ وضو کے فرض وہی ہیں جو قرآن میں آچکے ہیں اور احکام اس کے حدیث سے معلوم ہوئے ہیں وہ فرض نہیں مستحب ہیں اور یہ کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا واجب ہے اور یہ کہ جو شخص بے علی سے نماز میں کوئی قصور کرے بیٹھے تو جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہی نفی حقیقت محمول ہے علیہ کہ آپ نے آخر بار میں نماز پتھلم کی تو گویا کہ آپ نے فرمایا کہ اس طور سے نماز دوہرا کر پڑھ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت کو حسن خلق کمال درجے کا تھا **باب الدعاء فی الركوع رکوع میں دعا کرنے کا بیان** حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ أَبِي الصَّخْخِ عَنْ شَمْرَةَ وَفِي عَزَائِمٍ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَمَجْزُوعِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَجَلَّ جَلَالُكَ

ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ حضرت مہ اپنے رکوع میں اور سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے سبحانک اللہم ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی یعنی پاک ہے تو ای الہی اے رب ہمارا اور میں تسبیح کرتا ہوں ساتھ حمد تیرے پکڑے الہی بخشہ دے مجھ کو۔ **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں دعا کرنی جائز ہے اور غرض امام بخاری کی سبب رو کرنا ہے اس شخص پر رکوع میں دعا کر کے نکلنا کہ وہ رکعتا ہے جیسے امام مالک اور حدیث سے التسلیم فی الركوع بھی ثابت ہو لیکن چونکہ تسبیح میں کسی کو اختلاف نہیں اس واسطے اسکا خاص کر کے علیحدہ باب باذنا اور رکوع میں تسبیح کہنے کا ذکر نہ کیا اور امام شافعی و احمد وغیرہ علماء کے نزدیک رکوع اور سجود میں جو دعا کر جائز ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ رکوع سجود میں دعا نہ پڑھے تسبیح کہے **باب** مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا دَعَا رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ حَبِائِمُ اور مقتدی رکوع سے سر اوٹھائیں تو اسوقت کیا دعا پڑھیں **ف** یہ ماموسور ہے استغفاریہ نہیں حَلَّ ثَنَا الْأَئِمَّةُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مِقْدَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا رَأْسَهُ يَكْبِّرُ وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودَيْنِ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب حضرت صمغ السدین حمد کہتے تو اللہ ربنا ولک الحمد کہتے اور جب آپ رکوع میں جاتے اور جب آپ سر اوٹھاتے تو اسوقت تسبیح کہتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو اسوقت بھی السد کہتے **ف** اس حدیث میں مقتدی کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن اسے اشارہ ہے سطر کہ مقتدی کا حکم ان حدیثوں سے ثابت ہو جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں جیسے یہ حدیث امام اسو اسطر مقلد ہوا ہے کہ اسکی پیروی کیجئے اور فرمایا کہ میری نماز جیسی نماز پڑھو پس اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی بھی دعا پڑھے جو امام پڑھتا ہے **باب** تَضَلُّعُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہنے کی فضیلت کا بیان حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَمْعَانَ عَنْ ابْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ نَفَقَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت مہ فرمایا کہ جب امام صمغ السدین حمد کہے تو تم کہنا اللہم ربنا ولک الحمد اسو اسطر کہہا کہ کتنا فرشتوں کے حمد کے موافق پڑھا دے گا تو اس کے اگلے گناہ بخشے جاویں گے **ف** امام شافعی اور احمد اور ابو یوسف اور محمد اور جبہ وغیرہ علماء کا یہ مذہب ہے کہ امام دونوں لفظ کہے یعنی سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور امام ابو

اور مالک کے نزدیک امام صرف سمع لہذا من حمد کہے اور مقتدی اللہم ربنا لک الحمد کہے لیکن اسباب میں جمہور کا مذہب قوی ہے اور بہت حد میں جمیع اسباب دلالت کرتی ہیں اور دلیل خفیہ کی یہ حدیث ہے جو جواب اسکا یہ ہے کہ اس سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کا قول امام کے قول سے سچا واقع ہوا اور یہ اسباب دلالت نہیں کرتا کہ امام اسکے سوا اور کچھ نہ کہے اور دوسری دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ امام دونوں کو جمع کرے جیسے کہ سابقہ باب میں لہی گنڈا ہے اور آئندہ ہی آویگا کہ حضرت شمیم اور حمید دونوں کو جمع کیا کرتے تھے پس یہ حدیثین مقدم ہیں یا دونوں امر جائز ہوں تو یہ بھی ہو سکتا ہے باقی رہا تنہا نماز پڑھنے والا سوا اسکے جن میں سب اجماع ہو چکا ہے کہ وہ شمیم اور حمید دونوں کو جمع کرے **باب القنوت نماز میں دعا قنوت پڑھنے کا بیان**

ف بخاری کے بعض نسخوں میں یہ ترجمہ نہیں بلکہ بعضوں میں باب کا لفظ ہی نہیں سوا اس تقدیر پر پہلے باب کو اسکو یہ نسبت ہے کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ دعا قنوت کو سماع لہ من حمد کے بعد پڑھا جاوے سو یہ بھی ایک فکر بعد رکوع کے جیسے کہ شمیم ایک فکر ہے بعد رکوع کے **حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَنُوتَ بَيْنَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ يَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ** ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ البتہ میں نکو نزدیک کرتا ہوں طرف نماز حضرت م کے سوا ابو ہریرہ رضہ قنوت پڑھے تھے پہلی رکعت میں نماز ظہر کے اور عشاء کے اور فجر کے بعد کہتے سماع اللہ من حمد کے سوا مسلمانوں کو اس طریق دعا کرتے اور کافروں کے دہشت گنت کرتے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَوْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْجَانٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ الْقَنُوتُ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ تَرْجُمَهُ** انس رضہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ قنوت مغرب و عشاء کی نماز میں تھی **ف** اس سے معلوم ہوا کہ حادثہ کے وقت نسب زون میں قنوت پڑھی جاوے اور بعض حدیثوں میں کہ مہینے کی قید آئی ہے تو احتمال ہے کہ اس سے کوئی خاص قنوت مراد ہوا اور پوری بحث اس سلمیٰ آئندہ آویگی **نَسَاءُ السُّنَنِ حَكَكَ مُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ثَعْلَبٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْجُبَرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ الرَّدِّيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رِجَاعَتِ بْنِ رَافِعٍ الرَّدِّيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نَصَلِّي وَدَاؤُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعْنَا رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ قَالَ رَجُلٌ وَدَاؤُهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مَبْرُكًا فِيهِ كَلِمَاتُ الْفَصْرِ قَالَ مَنْ لَمْ يَكُنْ قَالَ أَنَا قَالَ لَا يَكُنْ يَفْعَلُ وَثَلَاثِينَ مَلَا يَتَّبِعُ رُؤُوسَنَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ** ترجمہ رافع رضہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم حضرت م کے ساتھ نماز پڑھے تھے

پہر کو کیا اطمینان ہے پہر سر اوٹھا اور کچھ تھوڑی دیر اطمینان کیا سو اسنے کہا کہ اسنے ہمکو ہمارے اس
 شیخ ابو یزید کی طرح نماز پڑھائی ہے اور ابو یزید جب آخر سجدہ سے سر اوٹھتا تو خوب سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا پہر کھڑا
 ہوتا ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ قوم میں اطمینان کرنا واجب ہے اور اعتدال ایک کن طویل ہے اور حدیث
 اس کی اس باب میں نص ہے پس اسکو چھوڑ دینا لائق نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتدال میں لंबا ذکر کرنا بھی جائز
 ہے جیسے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں بعد سمع اللہ من حمدہ کے بہت ذکر طویل وارد ہوا ہے پس بڑا تعجب ہے اس شخص
 سے جو قوی میں ذکر لंबا کرنے سے نماز کو باطل کہے اور خفیہ اسکو جائز نہیں رکھتے ہیں مگر انکے پاس اسباب میں کوئی
 دلیل محض خیال ہے اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جلسہ شہادت مستحب ہے **باب** یُھَوِّیْ یَا لَیْلَہُ کَیْہِ
 حَیْنَ یُجْعَدُ مَبِیْعٌ وَاسْطَی جَہَنَّمَ تَوَادُّ سَوَفَتْ تَکْبِیْرُہِ ف غرض اسے یہ کہ تعبیر جہنم کے ساتھ
 کہنی چاہیے نہ اسے پہلو کہے نہ چھوڑ دے قَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَصْعَقُ بِدَیْنِہِ قَبْلَ کَتْبِکَیْنِ یعنی نافع
 نے کہا کہ ابن عمر ماتھوں کو زمین پر گھٹنوں سے پہلو کہتے تھے امام شافعی اور ابو حنیفہ اور احمد وغیرہ کے
 نزدیک فضیل یہ کہ سجدہ جلیکے وقت گھٹنوں کو ماتھوں سے پہلو زمین پر رکھے اور یہی مروی ہے ابن عمر
 اور ابن مسعود اور غنی وغیرہ تابعین سے اور امام مالک وغیرہ کے نزدیک زمین پر پہلے ماتھ رکھے اور دونوں
 قسم کی حدیثیں موجود ہیں کسی کو ترجیح نہیں معلوم ہوتی پس جرح کوئی کرے جائز ہے اور اس اثر کو باب سے کچھ
 مناسبت نہیں بلکہ باب کے اندر داخل ہے اور ابن خزمیہ نے کہا کہ یہ تقدیم پرین کی حدیث منسوخ ہے لیکن یہ
 دعوت صحیح نہیں **حَدَّثَنَا أَبُو الیَمَانِ قَالَ أَخْبَرََنَا شُعْبَةُ عَنْ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ**
ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَارِثِيُّ عَنْ هِشَامٍ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَكْبِتُ فِي كُلِّ
صَلَاةٍ مِنَ الْكُتُوبَةِ وَعَدْرَ هَاتِي رَمَضَانَ وَغَيْرَ ذَلِكَ يَكْبِتُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يَكْبِتُ حِينَ يَرُكْعُ ثُمَّ يَقُولُ
سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يُسْجُدَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يُھَوِّیْ
سَاجِدًا ثُمَّ يَكْبِتُ حِينَ يَرْقَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يَكْبِتُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يَكْبِتُ حِينَ يَرْقَعُ رَأْسَهُ
مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يَكْبِتُ حِينَ يَقُومُ مِنَ السُّجُودِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ حَتَّى
يَفْضَحَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَمْ أَقْرَبْكُمْ شَبَّهَا صَلَاةَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتُهُ حَتَّى قَاتَلَ الدُّنْيَا مَا لَا وَقَالَ
أَبُو هُرَيْرَةَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَرْقَعُ رَأْسَهُ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ
رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَيَدْعُو لِرِحَالِ قَبَسَتِهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَ
سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعِيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالسُّتَعْفَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ أَشَدُّ دُؤْلًا نَدَاكَ

ترمذی
صحیح بخاری
ترمذی

عَلَى مُضَرَ أَجْعَلَهَا عَلَيْكُمْ سَنَيْنَ كَسَيْنِ يَوْسُفَ وَأَهْلَ الشَّرَفِ يَوْمَئِذٍ مِّنْ مُّضَرَ تَحَا فَوْنٌ لَهُ
ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہو کہ وہ ہر نماز میں تکبیر کہا کرتے تھے تو فہمونیہ میں بھی اور فہمونیہ میں بھی رمضان
بھی اور غیر رمضان میں بھی سوچنا کہ اس کی کثرت سے ہو تو تکبیر کہتے ہیں سمیع اللہ من حمدہ کہتے ہیں کہتے
رہنا ولک الحمد سجدہ کر نیسے پلو پر جب سجدہ کیے وسطیٰ جہتے تو تب بھی تکبیر کہتے ہیں جب سجدہ سے سرائی
تو تب بھی تکبیر کہتے ہیں جب سجدہ سے جاتے تو تب بھی تکبیر کہتے ہیں جب سجدہ سے سرائی تھے تو تب بھی تکبیر
کہتے ہیں جب دو رکعت کے بعد التعمیات پر ہر رکعت سے ہو تو تو تب بھی تکبیر کہتے ہیں اور سیدہ جہر رکعت میں کرتے تھے
یہاں تک کہ از سے فارغ ہوتے ہیں جب اس سے پہلے تو کہتے تھے ستم سے اسفات کی جسکے قابو میں میری
جان ہو البتہ میں تم سے زیادہ تر شاہ ہوں نماز میں ساتھ حضرت م کے مقرر اپنی ہی نماز تھی جبکہ
اپنے دنیا کو چھوڑا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تھو حضرت جب رکوع سے سرائی تھے تو کہتے تھے سمیع اللہ من حمدہ
رہنا ولک الحمد یہ آپ کی مسلمانوں کے وسطیٰ دعا کرتے اور ان کے نام لیتے ہیں فرماتے تھے یہی نجات
دے ولید بن ولید کو اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن یحییٰ کو اور سکے کو مہی ہوئے روز مسلمانوں
کو اسے تھی اپنا سخت عذاب ال مضری قوم پر اور ان پر سات برس کا قحط ڈال جسکے یوسف کو وقت میں
قحط پڑا تھا اور آپ کے ہنر والے یعنی کفار و مشرک و سقوت آپ کو دشمن تھے فاکمین چند مسلمان
غریب کافروں کے پاس قید تھے اور کفار قریش ان کو بہت ستا رہے تھے سو جب حضرت نے ان کے خلاصی
کے لیے یو دعا کی آخر خدا نے ان کو نجات دی اور ضرب میں ایک کافروں کی قوم تھی وہ لوگ بڑی سخت
تھے حضرت م سے بہت دشمنی رکھتے تھے اسی وسطیٰ حضرت م نے ان پر بد دعا کی احدث ہو معلوم ہوا کہ جب
سجدہ جانے کو وسطیٰ جبکہ وہ اس وقت تکبیر شروع کرے یہاں تک کہ سجدے میں جا پڑے پس معلوم
ہوا کہ یہ ذکر جب کہنے کے وقت کا ہے کہڑے ہو کر تکبیر نہ کہے اور یہی وجہ ہے مطابقت احدث کی اب
سے اور احدث سے معلوم ہوا کہ قنوت کا مقام رکوع سے سرائی کے بعد ہے اور یہ بھی معلوم ہوا
کہ درو بخا نام لینا نماز کو نہیں توڑتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پلو التعمیات سے کہڑا ہوئے لگو تو اس
وقت تکبیر شروع کرے نہ یہ کہ بعد کہڑے ہوئے تکبیر کہے حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَقَطَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرْسٍ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرْسٍ نَحْنُ نَحْنُ نَحْنُ الْإِيمَنُ
مَدَّحْنَا عَلَيْكَ نَعُوذُ فَحَضَرْنَا الصَّلَاةَ فَصَلَّيْنَا بِأَقَاعِدٍ وَقَعْدًا وَكَانَ سُفْيَانُ مَرَّةً
صَلَّيْنَا نَعُوذًا فَلَمَّا فَضَّ الصَّلَاةَ قَالَ إِنَّمَا جَعَلَ الْإِمَامُ يُوْنُسَ وَنَا كَذَلِكَ فَكْرُوا

وَإِذَا رَأَوْكُمْ فَارْتَعِبُوا وَإِذَا قَالُ سَمِعَ اللَّهُ لَكُمْ حُجَّتُكُمْ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ وَإِذَا قَالُ سَمِعَ اللَّهُ لَكُمْ حُجَّتُكُمْ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
 مُحَمَّدٌ كَانَتْ حُجَّتُكُمْ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ مُحَمَّدٌ كَانَتْ حُجَّتُكُمْ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ مُحَمَّدٌ كَانَتْ حُجَّتُكُمْ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
 مِنْ شِقَاقِ الْإِيمَانِ فَلَمَّا حَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الرَّهْزِيِّ قَالُوا بَنُ جَسَّاسٍ وَأَنَا عِنْدَهُ نَحْمَشُ مَا نُهُ الْإِيمَانُ
 ترجمہ انس بن سے روایت ہو کہ ایک بار حضرت مگھوڑے سے گزرے سو آپ کے دامن پہلو چل گئے
 یعنی زخمی ہو گئے سو ہم آپ کے پاس بیمار پرسی کو آئے پس نماز کا وقت آیا سو آپ نے پہلو بیٹھے نماز پڑھائی
 اور ہم نے بھی بیٹھے نماز پڑھی سو جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا کہ امام تو صرف ایسا ہی مقرر ہوا ہے کہ اس کی
 پیروی کیجیے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ کوع
 سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب کہے سمع اللہ من حمدہ تو تم کہاؤ یا ربنا وک الحمد اور جب وہ بعد
 کرے تو تم بھی بعد کرو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ کی وہی ہندی چیل گئی تھی امام بخاری نے سفیان
 سے نقل کیا کہ زہری نے ربنا وک الحمد واد کے ساتھ روایت کی ہے یعنی بعض لوگوں نے زہری سے

اس کلمہ کو بغیر واد کے ہی نقل کیا ہے لیکن یادۃ صحیحہ میں ہے کہ یہ کلمہ واد کے ساتھ ہے **ف**
 اس حدیث کی وجہ مناسبت باب سے کسی نے بیان نہیں کی **بَابُ فَضْلِ الْجُحُودِ** سجود کرنے کی فضیلت
 بیان حد ثنا أبو البیان قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الرَّهْزِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ السَّيِّدِ

عَطَاءُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَاهُ زَيْدَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَزَى رَبَّنَا
 يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ هَلْ تُمَادُونَ فِي الْقَبْرِ كَلِمَةً الْبَدْرَ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
 قَالَ فَهَلْ تُمَادُونَ فِي النَّفْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ تَزَوُّنَهُ كَذَلِكَ يُحْشَرُ
 النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَعْبُدْ فِيهِمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ
 يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الظُّلُمَاتِ وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مَنَّا فَيُؤْخَا مَنَّا يَوْمَ اللَّهِ يَقُولُ
 أَنَا رَبُّكُمْ يَقُولُونَ هَذَا امْكُنَّا حَتَّى يَا نَبِيَّارَبَّنَا فَاذْجَاء رَبَّنَا عَمَّا نَمَّا يَوْمَ اللَّهِ عَنْ وَجَلْ
 يَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ يَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا قَدْ عَوْهُمْ وَيَصْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانِ جَهَنَّمَ فَكُلُّهُمْ
 أَوَّلَ مَنْ يَخْرُجُ مِنَ الرَّسْلِ بِأَمْرِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرَّسْلُ وَكَلَامُ الرَّسْلِ يَوْمَئِذٍ
 اللَّهُمَّ سَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ
 قَالُوا كَمْ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْلِ الشَّعْدَانِ عِزَّ أَنْتَ لَا يَعْلَمُ مَنْ دَعَا ظَهْرَهَا إِلَّا اللَّهُ تَخَطَّفَتْ
 النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُؤْتِي بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُحْشَرُ دَلَّ مُمْخِرًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ اللَّهُ
 رَحْمَةً مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ اللَّهُ الْمَلَكَ أَنْ يَخْرِجُوا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَيُخْرِجُوهُمْ

وَيَعْرِضُ فَوْتُهُمْ بِأَنْ تَأْكُلَ النَّارُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ الشُّجُورِ فَيُخْرِجُونَ مِنَ النَّارِ قَدْ امْتَحَشُوا فَيَحْبُبُ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَوَاتِ
 أَدَمُ تَأْكُلُهَا النَّارُ لَا أَثَرَ الشُّجُورِ فَيُخْرِجُونَ مِنَ النَّارِ قَدْ امْتَحَشُوا فَيَحْبُبُ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَوَاتِ
 فَيَنْبَسُتُونَ كَمَا تَنْبَسُ الْحَبَّةُ فِي حَبِيلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَصْرُغُ اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقَى بَعْلُ
 بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ يُخَوَّلُ الْجَنَّةَ مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ قَبْلَ النَّارِ يَقُولُ يَا
 رَبِّ أَمَرْتُ وَبَعِي عَنِ النَّارِ فَقَدْ قَبِلْتَنِي بِرَيْحِهَا وَأَحْرَقْتَنِي ذَكَوُهَا فَيَقُولُ هَلْ عَسَيْتَ أَنْ
 فَعُلَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ عَذْرًا فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي اللَّهُ عَنْ وَجَلٍ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَ
 مِيثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ رَأَى الْجَنَّةَ مَا شَاءَ اللَّهُ
 أَنْ يُسَكِّنَ ثُمَّ قَالَ يَارَبِّ قَدْ مَنَعْتَنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ الْكِسَى قَدْ أُعْطِيَ الْعَهْدُ
 وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ فَيَقُولُ يَارَبِّ لَا أَلُوكُنْ أَشَقَى خَلْقِكَ فَيَقُولُ فَمَا عَسَيْتَ
 أَنْ أُعْطِيَكَ ذَلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَ ذَلِكَ فَيُعْطِي اللَّهُ
 مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ فَيَقْدِمُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا قَرَأَ فِي زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا مِنَ النُّضَرِ
 مَا شَرَفَ فَيَسْكُنُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُنَ فَيَقُولُ يَارَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ عَنْ وَجَلٍ وَبِحَاكٍ
 يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ الْكِسَى قَدْ أُعْطِيَ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيَكَ فَيَقُولُ
 يَارَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشَقَى خَلْقِكَ فَيَضَعُ اللَّهُ مِنْهُ ثُمَّ يَأْذُنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ مَنْ
 فَيَمْنَعُ حَتَّى إِذَا انْقَطَعَ أَمْنِيَّتُهُ قَالَ اللَّهُ عَنْ وَجَلٍ رِذْمٌ كَذَّاءُ كَذَّاءُ الْفِيلُ بَنَ كِرَّةً حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ
 بِهِ الْأَمَانُ قَالَ اللَّهُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَخَذَ رِيحًا لَا فِي هَرِيرَةٍ أَنْ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَنْ وَجَلٍ لَكَ ذَلِكَ وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ
 لَمْ أَحْفَظْهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَوْلَهُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ
 إِنَّ مِثْلَهُ يَقُولُ ذَلِكَ لَكَ وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ ثُمَّ جَمَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ عَنْهُ رُوَيْتُ بِكُمْ لَوْ كُنْتُ نَعْرِضُ
 كِي كَمَا حَضَرَ مَا كَيْفَ قِيَامَتِ مِنْ خَدِّكَ وَيَكُونُ سَوَابُ لِي فَرَمَا كَمَا كَمَا تَكُونُ شَكَّ بِي لِي هُوَ جَدُّ هَوِينِ ات
 كَيْ جَانِدُ يَكُونُ مِنْ حَاجِبِ لِي كَمَا كَيْ هَبْنِ يَارَسُولُ اللَّهِ فَرَمَا بِهَا تَكُونُ كَيْ تَرُدُّ وَارْزُدَا مَسْهُوَاتِ هُوَ ج
 كَيْ يَكُونُ مِنْ حَبِيقَتِ كَيْ آسَمَانِ صَافٍ وَارْزُدَا لِي هُوَ حَاجِبِ لِي كَمَا كَيْ هَبْنِ فَرَمَا بِهَا سَوْفَرُ تَكُونُ خَدُّ كُوَيْهِ سِي
 طَرَحُ وَيَكُونُ كَيْ حَقِيقَتِ الْقِيَامَتِ كَيْ دُونَ لَوْ كُونُ كُوَيْهِ كَرِيحًا وَارْزُدَا لِي كَيْ جَوْشَنُ كَيْ هَبْنِ كَيْ كَرْمَتِ
 تَوَاوَسَا سَا تَرْدِيوِي لِي كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ
 تَوَاوَسَا كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ كَيْ هَبْنِ

پوچھا ہو گا وہ ان کے ساتھ جاوے گا اور یہ مسرت محموی باقی رہ جاوے گی اور میں منافق لوگ بھی ہونگے تو حقتعالیٰ
 مسلمانوں پر ظاہر ہو گا اُس صفت میں جو ان کے عقائد کے مخالف ہے سو فرماوے گا کہ میں منہا رب ہوں تو مسلمان
 کہیں گے کہ لغو ذبا لہ خدا ہو تجھے پناہ میں کہہ ہم مکان میں منتظر ہیں یہاں تک کہ ہمارا رب ہم پر ظاہر ہو
 جبکہ ظاہر ہو گا تو ان کے رب کو پہچان جاوے گے پہر حقتعالیٰ اس صفت میں ظاہر ہو گا جو ان کے عقائد کے موافق
 ہے سو فرماوے گا کہ میں منہا رب ہوں تو مسلمان کہیں گے ہاں بیشک حق ہمارا رب ہے سو اس کا اتباع کریں گے
 اور دوزخ کی پشت پر پل رکھا جاوے گا تو میں اور میری امت سب پہلے عبور کریں گے اور سولے
 پیغمبروں کے اوسدن کوئی نہ بول سکے گا اور پیغمبروں کا قول و سدن یہ ہو گا کہ الہی پناہ الہی پناہ اور دوزخ میں
 اُن کے ہیں جیسے سعدان کے کاٹنے سعدان ایک جہاڑ کا نام ہے اوسکے کاٹنے سے کچھ ہوتے ہیں حضرت
 نے فرمایا کیا تھے سعدان کے کاٹنے دیکھ میں صحابہ نے کہا ہاں یا حضرت آپ نے فرمایا تو وہ دوزخ کے اُن کے
 بھی سعدان کے کاٹنے کی طرح ہیں مگر یہ کہ سولے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ کتنے کتنے بڑے ہیں فرشتے اُن
 اُن کے سولے لوگوں کو دوزخ کے اندر پل سے پہنچا دیں گے اوتکے بد اعمال کے سبب سو بعض آدمی
 تو اپنے بد عمل کے سبب ہلاک ہو جاوے گا اور بعض آدمی آدھے موانجات پائے تک یہاں تک کہ حق تعالیٰ بندوں
 فیصلی سے فرغت پاوے گا اور چاہے گا کہ کھالے دوزخ والوں میں سے اپنی رحمت سے جسکو کہ چاہے تو فرشتوں کو حکم
 کریگا کہ دوزخ سے اسکو نکالیں جسے خدا کے ساتھ کچھ شریک نہ کیا ہو جسے خدا نے رحمت کا ارادہ کیا ہو جو کہ لا الہ
 الا اللہ کہتا ہو تو فرشتے اوتکو دوزخ میں پہچان لیں گے اوتکو مسجد کے نشان سے پہچانیں گے اگ آدمی کو جلاؤں
 گی مگر مسجد کے نشان کو خدا نے تجھے کا مکان جلانا دوزخ پر حرام کیا ہے تو دوزخ سے نکالے جاوے گے جلد
 بہنے پہر او نہ آب حیات چہر کا جاوے گا تو اُس سے ویرجہ اوہین گے جیسے پانی کے بہاؤ کے کوڑی
 میں خود رودانہ جم اوہتا ہے پہر حقتعالیٰ بندوں کا فیصلہ کر چکے گا اور ایک مرد باقی رہ جاوے گا دوزخ کا سنا
 کیے ہوئے اور وہاں بہشت میں سے سب سے پہلے بہشت میں داخل ہو گا تو وہ کہے گا اے میرے رب میرا منہ
 دوزخ کی طرف سے پہرے کہ اوسکی بد بونے مجھ کو تنگ کیا اور اوسکے لپٹ نے مجھ کو جلاؤں الا ہے سو خدا
 سے دعا کریگا جہاں تک کہ خدا اوسکا دعا کرنا چاہے گا پہر حقتعالیٰ فرماوے گا کہ اگر میں یہ تیرا سوال پورا کروں
 تو اوسکے سوا تو کچھ اور بھی سوال کرے گا سو وہ شخص کہے گا میں اس کے سوا کچھ نہ مانگوں گا سوائے
 رب سے نہ مانگنے کا قول اقرار کریگا جس طرح کہ خدا چاہے گا تو خدا اوسکے منہ کو دوزخ کی طرف سے پہر
 دیکھا سو جب کہ بہشت کا سامنا کریگا اور اسکو دیکھے گا حنا کہ خدا چاہے گا تو پہر کہے گا اے رب
 مجھ کو آگے بڑھا دے بہشت کے دروازے تک تو حقتعالیٰ اوس سے فرماوے گا کہ کیا تو قول

یہ حدیث اس کے لئے ہے کہ اگر وہ مرد ہے

اقرار نہیں کر چکا ہے پہلے سوال کے سوا کچھ اور سوال نہ کرے گی تاہم اگر وہ مرد ہے تو وہ مرد ہے کہ اسے رب سیکر اور خدا سے دعا مانگے گا جہاں تک کہ حقیقتاً اس سے فرماویگا کہ اگر میں تیرا یہ مطلب پورا کر دوں تو اسے سوا تو اور کچھ بھی مانگیگا تو وہ کہے گا تیری عزت کی فتح نہ مانگوں گا سوائے رب سے نہ مانگنے کا قول اقرار کیا تو خدا اسکو بہشت کے دروازے پر لے کر دیکھا تو تمام بہشت اور سپر ظاہر و باطنی سوا اسکو نظر آویگا جو کچھ ہمیں نعمت اور رحمت سے ہو تو چپ سے گا جتنا کہ خدا چاہیگا پہلے کہے گا اے میرے رب اب مجھکو بہشت میں داخل کر دے تو تعالیٰ اس سے فرماویگا کہ کیا قول اقرار نہیں کر چکا ہے کہ اب میں نہ مانگوں گا تیرا ہوا اے آدمی تو کیا تو عا باز ہے تو وہ کہے گا میرے رب میں تیری خلق میں بدبخت و نصیب نہیں ہوں کیا تو ہمیشہ دعا لیا کر گیا یہاں تک کہ خدا اسے رحمتی ہو جاویگا سو جب کہ خدا رحمتی ہوگا تو فرماویگا کہ بہشت میں سو جب بہشت میں جاوے گا تو حقیقتاً اسے فرماویگا کہ کسی چیز کی آرزو کر تو وہ مانگے گا اپنے رب سے اور تمنا ظاہر کرے گی یہاں تک کہ اس پر کرم ہوگا کہ حق تعالیٰ اسکو یاد دلاویگا کہ فلانی چیز ہی مانگے فلانی چیز ہی مانگے یہاں تک کہ جب اسکی سب ہو س اور خواہشیں پوری ہو چکیں گی تو حقیقتاً اسے فرماویگا تیرے یہ سب ال پورے ہوئے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی مینے تجھکو دیا اور ایک روایت میں ہے کہ خدا فرماوے گا کہ مینے تجھکو اس کے ساتھ دینا اور بھی دیا **ف** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خدا کا دیدار قیامت میں مسلمانوں کو ہوگا اور یہی مذہب ہے تمام اہل سنت اور جماعت کا مگر بعض لوگ اس سے انکار کرتے ہیں انکی منت میں یہ نعمت عظمیٰ نہیں لیکن یہ یا د رکھنا چاہیے کہ کیفیت دیدار کی ہکو معلوم نہیں کہ کس طرح ہوگا اسکو خدا ہی جانتا ہے اور یہ حدیث اپنے ہی آویگی انشاء اللہ تعالیٰ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کرنے کی بڑی فضیلت ہے اسلئے اپنے فرمایا کہ خدا نے دوزخ پر سجدے کا مکان جلانا حرام کیا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہے کہ اگر تمام بدن کو جلا ڈالے گی مگر سجدے کا مکان چاند کی طرح چمکتا رہے گا اسکو آگ ہرگز نہ جلا سکے گی پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور مرد سجدے کے مکان بجز من کے نزدیک سات اعضاء ہیں یعنی ماتہ اور پاؤں اور گھٹنے اور پیشانی اور بطنوں کے نزدیک فقط پیشانی ہے یعنی چہرہ چاند کی طرح چمکے گا اور یہ جو فرمایا کہ اس میں منافق ہی ساتھ ہونگے تو یہ سوا اس کے جسے منافق دنیا میں مسلمانوں میں چھپے ہوئے تھے ویسے ہی قیامت میں بھی مسلمانوں میں بچاؤینگے اس خیال سے کہ شاید ہماری ہی انکے ذریعہ سے نجات ہو جاوے اور ہکو ذلت ہووے سوا چنانکہ مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان ایک قلعہ کہنچہ دیا جاویگا اور علمبرہ کر کے عذاب میں گرفتار کیے جاوینگے اور یہ جو فرمایا کہ پہلے خدا ہی صفاتین ظاہر ہوگا جو مسلمانوں کے عقائد کے مخالف ہے سو بعض کہتے ہیں کہ پہلا قول منافقوں کا ہے

اور دوسرا قول مسلمانوں کا ہے یعنی خدا تو اپنی پہلی صورت مقدس سے ظاہر ہو گا لیکن چونکہ وہ صفت منانفتوئی
 عقدا کے مخالف ہوگی تو منافق کہیں گے تو سہارا خدا نہیں پس منافق مسلمانوں سے علیحدہ ہو جاویں گے اور
 بعض کہتے ہیں کہ پہلی بار فرشتہ آویگا یعنی اوکی آزمائش کے یوں اور دوسری بار خود رب ظاہر ہو گا واللہ اعلم
باب یُذْفَرُ ضَبْعُهُ وَيُجَانِي فِي السُّجُودِ سَجْدَتَيْنِ مِمَّنْ نَمَازِي أُنْثَى كَهَيْئَتِ كَهَيْئَتِ كَهَيْئَتِ كَهَيْئَتِ
 رکبے اور پٹ کورانوں سے دور رکبے **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْرِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْرِيدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ**
عَنْ ابْنِ زُهْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ مَخْلَدٍ عَنْ أَبِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ
فَرَجَّحْ يَدَكَ الْيُسْرَى عَلَى الْيُمْنَى وَبَيَّضْ رِجْلَيْكَ الْيُسْرَى وَوَقَّافٌ لَكَ خَيْرٌ وَأَمَّا الْيَمْنَى فَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ زَيْدٍ عَنْ
 ایک بن یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت نماز پڑھا کرتے تو اپنے دونوں بازو کو خوب کھول دیتے تھے تاکہ
 کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی یعنی ہر ہاتھ کو پہلو سے دور کرتے تھے **عَنْ** احمد بن حنبل و ثابت ہو کہ نماز میں
 اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکبے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اس سے آدمی کا بوجہ چہرے سے ہلکا ہو جاتا ہے
 اور ناک اور منہ کو زمین پر رکبے میں تکلیف نہیں پہنچتی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس صورت میں تواضع
 زیادہ پائی جاتی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر ہر ہر عضو کو علیحدہ رکبے اور ہر عضو سے علیحدہ سجدہ کرے
 تو گویا یہ ہے کہ ایک آدمی کو کئی آدمی سجدہ کر رہے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت اپنے بازو کو
 ہتھکڑیوں سے لٹکے تلو سے جانور گند سکتا لیکن یہ حکم مستحب ہے **وَجِبْنَ بَابُ يَسْتَقِيلُ**
يَا طَلَبُ رَجُلَيْهِ الْوَبْلَةُ نَمَازِي أُنْثَى بِأَوْنِ كَيْهِ أَوْ طَلَبُ رَجُلَيْهِ كَقَبْلِهِ كِي طَرَفٌ كَقَبْلِهِ أَيْ تَحْيَابُ مِنْ خَلْفِهِ
أَبُو حَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی احمد بن حنبل و ثابت ہو کہ نماز میں روایت کیا ہے
 اور یہ حدیث آئندہ آویگی انشاء اللہ تعالیٰ **بَابُ إِذَا كُنْتَ فِي سَجْدَةٍ فَاجْعَلْ رِجْلَكَ الْيُسْرَى عَلَى رِجْلِكَ الْيُمْنَى**
 یعنی اوسین میں ان کرے تو اوس کا کیا حکم ہے **حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ زَيْدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ**
عَنْ ابْنِ زُهْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ مَخْلَدٍ عَنْ أَبِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ
فَرَجَّحْ يَدَكَ الْيُسْرَى عَلَى الْيُمْنَى وَبَيَّضْ رِجْلَيْكَ الْيُسْرَى وَوَقَّافٌ لَكَ خَيْرٌ وَأَمَّا الْيَمْنَى فَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ زَيْدٍ عَنْ
عَنْ ابْنِ زُهْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ مَخْلَدٍ عَنْ أَبِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ
 و سکتا ترجمہ خدیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اوسنے ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ نہ رکوع پورا کرتا نہ سجدہ
 سوجب وہ نماز پڑھ چکا تو خدیفہ نے اوس کو کہا کہ تیری نماز نہیں ہوئی اور اگر تو سعی میں مریا تو بیدین ہو کر
 مریگا **ف** یہ حدیث پہلے ہی باب اولم تیمم رکوع میں گذر چکی ہے **بَابُ السُّجُودِ عَلَى**
سَبْعَةِ أَهْطَمٍ سَاتٍ يَرْبُوعٍ سَجْدَةٍ كَرَنِيَا بَابُ حَكَّ نَمَازُ قَبِيصَةٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ زَيْدٍ عَنْ
عَنْ طَائِفٍ مِنْ أَهْلِ عَمَّاسٍ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجْعَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ وَلَا يَكُنْ شَعْرًا

وَلَا تَوْبًا الْجُمُعَةَ وَالْيَمِينَ وَالْكَفَّيْنِ وَالْجِلْدَيْنِ ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ حضرت مہکوحکم ہوا
 سجدہ کرنے کا سات پڑیوں پر اور یہ حکم ہوا کہ نماز میں کپڑے اور بالوں کو نہ سمیٹیں اور وہ سات پڑیاں یہ ہیں کہ ہاتھ
 اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں بالوں کا جڑا باندھنا اور
 کپڑے کو خاک سے بچانا مکروہ ہے اور یہی حکم نماز سے باہر بھی جمہور کے نزدیک ہی حکم ہے لیکن اس میں سبکی
 اتفاق ہے کہ اس کو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ تکبر کی نشانی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان سات
 عضو پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی ہے امام احمد اور اسحاق وغیرہ سو اگر ان میں سے ایک عضو کو بھی چھوڑ دوگا
 تو نماز باطل ہو جاوے گی فتح الباری میں لکھا ہے کہ اسے ثابت ہوا کہ سجدہ کرنے میں ہاتھ اصل ہے اور ناک اس کی
 تابع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں کو ایک عضو کا حکم ہے والا اشد اعضاء ہو جاوے گی اور ابو حنیفہ کہتے
 ہیں کہ صرف ناک پر سجدہ کر لیں تو جب یہی کافی ہو جائے مگر جواب اس کا یہ ہے کہ اسے لازم آئے کہ نقطہ
 ناک پر سجدہ کرنا بھی کافی ہو جاوے جیسے کہ بعض کہتے ہیں کہ سجدہ کرنا کافی ہو جائے لیکن ہتھ
 کا ذکر حدیث میں چھلکا ہے جس حق میں ہے کہ قیاس اس تہیج کے معارض نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ
 اول کو ایک عضو کہا جاوے لیکن یہ فقط نام ہی کہتے ہیں کہ حکم میں نہیں اور اس میں مندرجہ نقل کیا ہے جملع
 صحابہ کا اس پر ہے کہ فقط ناک پر سجدہ کرنا کافی نہیں اور جمہور علماء کے نزدیک فقط ہتھ پر سجدہ کرنا کافی ہو جاتا ہے
 اور امام احمد اور اسحاق اور اوزاعی وغیرہ کے نزدیک ناک اور ہتھ دونوں کو زمین پر رکھنا واجب ہے اور یہی ہے
 ایک قول شافعی کا اور ہاتھوں سے تمام بازو و مرد نہیں بلکہ فقط دونوں ہتھیلیاں مراد ہیں اور وہ بھی اندر
 کی طرف سے اور قدموں سے مراد اونگلیاں پاؤں کی ہیں نہ تمام پاؤں اور طریق اس کے سجدہ کرنے کا یہ ہے
 کہ قدموں کو اونگلیوں کے سرو پر کپڑا کرے اور اپنی ایڑیوں کو بلن کرے اور قدموں کی اوپر کی طرف قبلے کے
 سامنے کرے ایسا سب سے پہلے کہ اونگلیوں کو جوڑ کر رکھے اگر کہول کر سکے گا تو بعضی اونگلیوں کا منہ قبلے سے
 پہر جاوے گا اور بعض شافعی کہتے ہیں کہ تمام اعضاء پر سجدہ کرنا واجب نہیں بلکہ فقط ہتھ پر سجدہ کرنا واجب ہے اور
 دلیل اولیٰ وہ حدیث جنگلی آدمی کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس کو فرمایا کہ اپنے ہتھ کو زمین پر ٹھیناں سے رکھا کر
 سوچو آپ اس کا یہ ہے کہ یہ مفہوم ہے اور حدیث ابن عباس کی منطوق یہی اور منطوق مقدم ہوتا ہے مفہوم پر اور
 اور اسکے سوا اور بھی اونکی کئی دلیل ہیں لیکن سب کی سب ضعیف بلکہ ضعیف ہیں اور اس حدیث کی ظاہر یہی
 ثابت ہوا کہ کسی عضو کا کہونا واجب نہیں اس لیے کہ عضو کو زمین پر رکھنے سے سجدہ حاصل ہو جاتا ہے نہ
 عضو دیکھ کر کہوں گے سو خواہ کپڑے پر سجدہ کرے اور خواہ تنگی زمین پر سجدہ کرے دونوں طرح سے جائز ہے
 اور یہ طاقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے حَلَّ ثَمَامُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو عَنْ

یہ کتاب شہر لاہور محلہ علاؤ اللہ خان مسکان فقیر اللہ عبد القادر من و نیز بازار التیمیہ دوکان خان دہل لال فقیر اللہ بکر تیب میں موجود ہے۔

فہرست بعض الباطنی کتاب پائے سوم فیض الباری شرح اردو صحیح بخاری حامل متن باسناء و عرب فوائد

صفحہ	مطالب کتاب	صفحہ	مطالب کتاب	صفحہ	مطالب کتاب	صفحہ	مطالب کتاب
۲	کتاب المواقیت	۸۵	کتاب الاذان	۱۶۸	الگری بائیں طرف امام	۱۹۷	جب دو کھین پر بکر بکرا ہو
۳	نماز کے وقت بخا بیان	۱۷۳	بعد تکبیر کلام ضروری	۱۹۹	دہنی طرف سے	۲۰۱	نماز میں دعا بائیں ہونے پر
۱۱	وقت پر نماز کی فضیلت	۱۷۴	جائز ہے۔	۲۰۱	اگر تنہا ہو پہلو تک اٹھا کر	۲۰۴	نماز میں دعا بائیں ہونے پر
۱۲	نماز کو وقت سے بخا	۱۷۵	فضیلت نماز جماعت کی	۲۰۴	کریمین شیت مانتے ہو	۲۰۵	نماز میں دعا بائیں ہونے پر
۱۵	نماز میں پڑھنے کا کلام	۱۷۹	تفصیل ۲۵ فضائل نماز	۱۶۱	اگر امام قرات طویل کرے	۲۰۵	نماز میں دعا بائیں ہونے پر
۲۱	ظہر کا وقت سوال ہو ہے	۱۳۵	دو آدمی اور دو سو زیادہ	۱۶۲	تو معتدی ملحق ہوئے تو نماز	۲۲۵	ایک کلمت میں دو سو تین
۲۳	ظہر کو عصر تک خیر کرنا جائز	۲۷	جماعت ہے	۱۶۳	امام قرات طویل کرے	۲۲۵	ایک کلمت میں دو سو تین
۲۷	نماز عصر کے وقت کا بیان	۴۴	نماز نماز مسجد میں اور	۱۶۳	امام قرات طویل کرے	۲۲۵	ایک کلمت میں دو سو تین
۴۴	نماز شام کے وقت کا بیان	۵۱	مسجد کی فضیلت	۱۸۰	امام کو شک ہو تو معتدی	۲۲۵	ایک کلمت میں دو سو تین
۵۱	وقت عشا کا اور فضیلت	۵۳	جب فرض نماز کی تکبیر چلائے	۱۸۱	امام کے دیکھا کیا حکم ہو	۲۲۸	ایک کلمت میں دو سو تین
۵۳	عشا سے اول نماز منہ	۵۶	پھر کوئی نماز درست نہیں	۱۸۲	تھیکر کو صفوں کو برابر کرنا	۲۲۸	ایک کلمت میں دو سو تین
۵۶	عشا کا وقت دینی کتاب	۱۳۹	عصر بعض کی جماعت کے لیے	۱۸۳	صف اول کی فضیلت	۲۲۹	ایک کلمت میں دو سو تین
۶۲	پانی قبل صلیح کے آخر	۱۴۲	باشش اور بیماری میں گھر	۱۸۵	گناہ کا جو صف سیدھا نہ کرے	۲۳۱	ایک کلمت میں دو سو تین
۶۲	پانی نماز فجر کی	۱۴۷	مین نماز جائز ہے۔	۱۸۵	صفی کی ہے کہ نہ قدم	۲۳۱	ایک کلمت میں دو سو تین
۶۴	نماز فجر کے بعد نماز پر	۱۴۷	جو کھان مینہ ہو سکے	۱۸۵	سے قدم ملنا چاہئے	۲۳۴	ایک کلمت میں دو سو تین
۶۹	عصر بعد قضا پڑھنا	۱۴۷	تو کیا حکم ہے	۱۸۹	تنہا عورت کو صف کا حکم	۲۴۱	ایک کلمت میں دو سو تین
۷۱	ابر کے دن اول وقت	۱۴۷	کہا تا رہا اور تکبیر چلائے	۱۸۹	امام کو صف کے دلہنے	۲۴۱	ایک کلمت میں دو سو تین
۷۱	پڑھنا نماز عصر کا	۱۴۷	تو کیا کرے	۱۸۹	طرف کا بیان	۲۴۱	ایک کلمت میں دو سو تین
۷۷	قضا نماز کی سطر اذان	۱۴۷	علم بزرگی کا استحقاق	۱۸۹	جہاں امام اور معتدی نہ کھدو	۲۴۲	ایک کلمت میں دو سو تین
۷۷	قضا نماز کو جمعہ پڑھنا	۱۵۵	جب قرآن پڑھو مین یکساں	۱۸۹	کوئی دیوار یا پردہ ہو	۲۴۲	ایک کلمت میں دو سو تین
۷۸	قضا شدہ نماز کی تیسرا	۱۵۵	سورن شروع والا امام پڑھے	۱۸۹	راکھی نماز کا بیان	۲۴۲	ایک کلمت میں دو سو تین
۷۹	عشا کے بعد بات چیت	۱۵۵	امام کو مسجد سے باہر نہ لے	۱۸۹	ابتداء نماز میں پڑھنا	۲۴۲	ایک کلمت میں دو سو تین
۸۰	مکروہ ہے	۱۵۵	قند کرنا والی اور بستی کے	۱۸۹	رخم برین تکبیر والی میں	۲۴۲	ایک کلمت میں دو سو تین
۸۰	عشا کو بعد علم اور نیک	۱۵۵	پہلے نماز پڑھنی جائز	۱۸۹	رخم برین میں کہا تک	۲۴۲	ایک کلمت میں دو سو تین
۸۰	کلام جائز ہے۔	۱۵۵	ہے۔	۱۸۹	ناتہ اوٹھا دے	۲۴۲	ایک کلمت میں دو سو تین

استہارہ حق کا پی رب محفوظ ہے۔ بلا اجازت تحریری خادم اہل اللہ فقیر اللہ کوئی جرات

عَلَيْهِمْ أَيْ هُوَ الْوَاحِدُ
مَا يَنْطِقُ سِوَاكَ الْوَاحِدُ يُو

از شجاعت و دلیری و نامور و بزرگوار و عظیم و عارف و اولاد و تقویٰ و تسلیم و تقاضای

فیضان الیقین
ترجمہ اردو پارہ چہارم
صحیح البخاری

بفرمائیں حضرت مولانا محمد عبدالعزیز صاحب الدین علی صاحب کتب کبیری بارگاہ دارالعلوم اسلامیہ اہل انکسار

مطبع گلزار محمدی لاہور
دکن

ترجمہ اردو پارہ چہارم
بفرمائیں حضرت مولانا محمد عبدالعزیز صاحب الدین علی صاحب کتب کبیری بارگاہ دارالعلوم اسلامیہ اہل انکسار

پارہ چہارم

فیض المکبر

LIBRARY OF THE
Oriental Society
URDU PRINTED
Accession No. 1546
Subject No.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فهذه ترجمة الجزء الرابع من صحيح البخاري وفقنا الله لخدمته واستغفره كما وفقنا لشروحه وابتنائه باب عقد الثياب وشدها ومن صمم اليك ثيابه اذا خاف ان تكشف عودته نماز من کپڑوں کو گرہ دنیا اور انکو باندھنا کیا حکم رکھتا ہے اور جب نماز میں ستر کھل جائے کا خوف ہو تو اپنے کپڑوں کو اپنے بدن پر سمیٹ لینا اور اپنے ساتھ جوڑنا جائز ہے حد ثنا محمد بن کثیر ان اسقيا عن ابی حازم عن سهل بن سعد قال كان الناس يصلون مع النبي صلى الله عليه وسلم وهم عافوا ازرهم من الصغیر علی رقابهم فقیل للنساء لا ترفعن رؤسكن حتى یستوی الرجال جلوساً ترجمہ سہل بن سعد سے روایت ہو کہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اس حال سے کہ اپنے تئیں بندوں کو گردنوں پر باندھے ہوتے چوٹے ہونے کے سبب سوجھوڑوں کو حکم ہوا کہ اپنے سرور کو سجدے سوزا دھما یا کرو یہاں تک کہ مرد سید ہی ہو کہ بیٹھ جاویں اس حدیث سے ہوا کہ اگر کپڑا چوٹا ہو وے اور اس سے آدمی کے ستر کھل جائے کا خوف ہو تو اسکو نماز میں گرہ دیکر اپنے بدن کے ساتھ سمیٹ لینا جائز ہے کہ اصحاب چوٹے کپڑے ہونے کو سبب اپنی گڈوٹا تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کپڑوں کو سمیٹنا جائز ہے اسلئے کہ ایسی چوٹے کپڑوں کو

نماز میں سمیٹنا لازم ہے اسے وجہ سے عورتوں کو مردوں سے پہلے سر اٹھانا منع ہوا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی مسئلہ باب ہر اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کو پہلے سر اٹھانے سے اس واسطے منع فرمایا کہ مردوں کے زنجیر بہت چھوٹے اور تنگ ہوتے تھے پس سجدے میں بعضوں کے ستر بچے ہو کھل جاتے تھے اور عورتوں کی نظر ان کے ستر و سپر پڑتی تھی یا نظر پڑنے کا خوف تھا، واسطے عورتوں کو حکم ہوا کہ جب تک مرد سید ہو کر بیٹھ نہ جا دیں تب تک سجدے سے سر نہ اٹھایا کرو اور اس حدیث یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کپڑا الٹا ہو وی اور خوب فرخ ہو وی تو اُس وقت اسکو گردن پر باندھنے کی کچھ حاجت نہیں جیسے کہ ابواب ستر میں مذکور ہو چکا ہے کہ جن اصحاب کو پاس لے کر پڑے ہوتے تھے وہ گردنوں پر نہیں باندھتے تھے بلکہ الحاف یا شمال کرتے تھے اور غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ حکم نماز میں کپڑا سمیٹنے کی ممانعت جو پہلے مذکور ہو چکی ہے تو وہ خاص اسی وقت ہو جب کہ کوئی ضرورت نہ ہو اور نہ لنگا ہو جائے کا خوف نہ ہو اور جب کہ کوئی ضرورت ہو اور ستر کھل جائے کا خوف ہو تو ایسے وقت نماز میں کپڑا سمیٹنا جائز ہے منع نہیں جیسے کہ اس باب سے معلوم ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ حالت ضرورت عموم ممانعت سے مستثنیٰ ہو اور اس باب کو سجدے کو بالون میں واسطے لایا گیا کہ کپڑے کو گرہ دیکر اور سمیٹ کر سجدہ کرنا اور سر اٹھانا آسان ہے اس سے کہ کپڑے کو لٹکا کر اور کھٹکا چھوڑ کر سجدہ کیا جاوے اور یا یہ کہ سجدہ ہو جائے تو وقت چھوٹے کپڑے کو بدن پر سمیٹنے کی سخت حاجت ہوتی ہے بدون اس کے ستر کھل جانے کا اکثر خوف ہوتا ہے پس اس وجہ سے اس باب کو احکام سجدے میں داخل کیا گیا واللہ اعلم

باب لَا يَكْفُ شَعْرًا نَازِمِينَ أَوْ مَخِيَّ بَالُونَ كَوْنَهُ سَمِيثَةً حَدَّثَنَا أَبُو الْوَيْثَانَ حَدَّثَنَا
بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَتَجَدَّ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمِهِ وَلَا يَكْفُ شَعْرَةً وَلَا نَعْبَةً ثُمَّ جَمَعَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَمَاهُ رَمَاهُ
 ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا سجدہ کرنے کا سات ہڈیوں پر اور یہ حکم ہوا کہ نماز میں اپنے کپڑے اور بالون کو نہ سمیٹیں **ف** مراد بالون سے بال سر کے ہیں پس اس حدیث سے ثابت ہو کہ نماز میں بالون کا جوڑا باندھنا منع ہے اور حکمت اس منع میں یہ ہے کہ بالون کا جوڑا باندھنا شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے جسے جو شخص جوڑا باندھ کر نماز پڑھے شیطان نماز کے وقت اسکے جوڑے میں ہو بیٹھتا ہے جیسے کہ ابو داؤد میں البورافع رحمہ سے روایت ہے کہ الحسن بن عمار کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھتے دیکھا سو البورافع نے اسکو پیچھے سے جا کر کہوں دیا اور کہا کہ شیطان اس میں بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے پس اس سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جوڑا شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے اس لیے اس کا جوڑا باندھنا

اور انکو سر پر جمع کرنا عرب کی عادت کے مخالفت ہو اسلئے کہ عرب کی عادت نماز میں بالون کو چوڑا دینا ہے پس معلوم ہوا کہ بالون کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنی منع ہے پس وجہ مطابقت مسئلہ باب کی اس حدیث سے ظاہر ہے اور اس باب کو احکام سجدے میں اس واسطے لایا گیا کہ جب نماز میں بالون کو کھلا چھوڑ دیا تو اسے اور جوڑا نہ باندھے تو اس وقت بال بھی اُسکے ساتھ سجدہ کرتے ہیں پس احکام سجدے کے ساتھ اُسکی اتنی مناسبت ہی کافی ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ نماز میں کپڑے کو سینٹنا یا استین کو چڑھا کر یا بالون کا جوڑا باندھنا یا بالون کو عمامے کے تلے جمع کرنا یا مثل اُسکی اور کسی طرح کرنا یہ سب منع ہے اور اس پر سب علما کا اتفاق ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے اگر کوئی اس طرح سے نماز پڑھے تو نماز صحیح ہو جاوے گی لیکن گنہگار ہوگا ایضاً اور جہور کا مذہب یہ ہے کہ ہنی عام ہے خواہ نماز کے واسطے جانکر جوڑا باندھے یا پہلے سے کسی اور سبب کو واسطے باندھا ہوا ہو سب طرح سے منع ہے **باب لَا يَكُفُّ تَقَبُّهُ فِي الصَّلَاةِ نَازِمِينَ أَدْمَىٰ أَيْ كِبْرَءٍ كُو**
زَيْتُهُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ طَاوُسٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ
عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ لَا أَكُفُّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا مَرَّ حِمِّهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ عَنْهُمَا
 ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم نے فرمایا کہ جبکہ حکم ہوا ہے سجدہ کرنے کا سات بڑیوں پر اور یہ حکم ہوا ہے کہ نماز میں کپڑے اور بالون کو نہ سمیٹوں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کپڑے کو سمیٹنا اور خاک سے بچانا منع ہے اور بیان اسکا پہلے بالون میں ہو چکا ہے اور اس باب کو احکام سجدے میں اس واسطے لایا گیا کہ جو کپڑا کہ نمازی کے بدن پر ہوتا ہے سجدہ کرنے کو رخصت وہ بھی اُسکے ساتھ سجدہ کرتا ہے پس اتنی ہی مناسبت کافی ہے **والله اعلم **باب****
النَّبِيِّ وَالَّذِي عَاوِي فِي الشُّجُورِ سَجْدَةٍ مِّنْ تَسْبِيحٍ أَوْ دَعَا كَرَنَ كَابِيَانِ لِيَعْنِي سَجْدَةً مِّنْ خَدَاكِي
يَا كِي كَهْنِي أَوْرَأْسَ دَعَا رَانِجْنِي جَارِزَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ
قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْنِزُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ
وَبِنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اعْزِزْ لِي يَتَأَوَّلُ الْعُزْرَانِ مَرَّ حِمِّهِ عَائِشَةُ رَضِيَ عَنْهَا
 روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم رکوع اور سجدے میں اکثر اوقات اس دعا کو پڑھا کرتے تھے

مَسْجِدَکَ اللَّهُمَّ دَعَانَا وَبَعْدَکَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا یعنی پاک ہو تو اے الہی اور رب ہمارے اور پاکی بولتا ہوں ساتھ تعریف تیری کے الہی بخش مجھ کو۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دعا کو رکوع اور سجدہ میں پڑھنا سو جو سہی تاکہ آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تو یعنی قرآن میں خدا نے فرمایا ہے فیج سجدہ رکوع استغفر یعنی اے معینہ پاکی بول ساتھ تعریف رب اینو کے اور بخشش مانگ اُس سے سو اس حکم کے موجب حضرت رکوع اور سجدہ میں اس دعا کو اکثر بلکہ ہمیشہ ہر نماز میں پڑھا کرتے تھے بلکہ نماز سے باہر بھی اس دعا کو پڑھا کرتے تھے **ف** اس حدیث کے ایک طریق میں آیا ہے کہ جب یہ سورۃ اتری اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَالْآیۃُ تَوْبَعَدُ اس کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر نماز میں اس دعا کو پڑھتے تھے بلکہ نماز کے باہر بھی اسکو پڑھا کرتے تھے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں دعا کرنی اور تسبیح کہنی دو نو جائز ہیں اور اسی طرح سجدہ میں بھی دعا اور تسبیح کرنی جائز ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ رکوع میں الصلٰی تعظیم بولو اور سجدہ میں دعا مانگو یہ حدیث اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے معارض نہیں ہے اس لئے کہ یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جواز پر محمول ہے اور وہ حدیث الویت اور فضیلت پر محمول ہے یعنی افضل تو یہی ہے کہ سجدہ میں دعا کرے اور رکوع میں خدا کی تعظیم کرے لیکن اگر سجدہ میں خدا کی تعظیم بولے اور رکوع میں اُس سے دعا مانگے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد سجدہ میں دعا کرنے کی بہت لمبی دعا ہو یعنی سجدہ میں لمبی دعا کیا کر دیں رکوع میں صرف اس قدر تھوڑی دعا مانگنی یعنی اللہم اغفر لی اسکی معارض نہیں ہوگی اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَّ الْعَظِیْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَّ الْعَظِیْمِ کہے تو یہ بھی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے معارض نہیں اس لئے کہ دو نو طرح سے جائز ہے اگر پہلی دعا پڑھو تو وہ بھی جائز ہے اور اگر تسبیح کہے تو یہ بھی جائز ہے یا کہہیں اسکو کہے اور کہیں اسکو کہے یا دو نو کو جمع کرے ہر طرح سے جائز ہے **ف** ثانیہ اکثر حدیثوں میں یہ حکم وارد ہوا ہے کہ سجدہ میں بہت دعا مانگا کر چنانچہ صحیح مسلم ابو داؤد وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ آدمی سجدہ میں خدا سے بہت نزدیک تر ہو جاتا ہے سو اس میں بہت دعا مانگا کر دیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں ہر حاجت کو واسطے دعا مانگنی جائز ہے خواہ کوئی حاجت دینی ہو یا دنیاوی ہو چنانچہ دوسری حدیث میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چاہئے کہ آدمی اپنے رب سے ہر حاجت کا سوال کرے یہاں تک کہ اگر چہ وہی کالتھوٹ جاوے تو اسکو بھی خدا سے مانگے اور یہی معلوم ہوا کہ سجدہ میں آدمی کی ہر دعا قبول ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک سوال کو کئی بار

کر کرنا جائز ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ رکوع اور سجدے میں تسبیح کہنی سنت ہے واجب نہیں ہے یہی ہے مذہب امام مالکؒ اور شافعی رحمہما اور ابو حنیفہ رحمہما اور امام احمد رحمہما وغیرہ بعض کے نزدیک واجب ہے اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے کہ میری نماز کی طرح نماز پڑھو اور جو علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث استحباب پر محمول ہے لیکن امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ سنت ہے کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم کہے اور سجدے میں سبحان ربی العلیٰ کہے اور اگر کوئی نہیں تین بار کہے اور دوسری دعاؤں کو بھی اُس کے ساتھ جمع کرے اور اگر صرف ایک بار ہی تسبیح کہے تو جب یہ سنت ادا ہو جاتی ہے مگر فضیلت عامل نہیں ہوتی ہے لہذا **باب** الْمَلَکَاتِ بَيْنَ السُّجُودِ بَيْنَ

دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے تسبیح پڑھنا سنت ہے دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا امام احمد کے نزدیک مستحب ہے وہ کہتے ہیں کہ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھنا اللہم غفر لی اور اسکو کئی بار دہراؤ اور غفرہ کہے نزدیک اس طلبہ میں یہ دعا پڑھنی مستحب ہے اور نہ کوئی اور ذکر مسنون ہے وہ کہتے ہیں کہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا مقصود بالذات نہیں کہ نماز کی اور سنتوں کی طرح یہ بھی ایک سنت ہو بلکہ غرض اس طلبہ سے صرف یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان فاصلہ ہو جاوے اور ایک سجدہ دوسرے سجدہ سے جدا ہو جاوے پس آمین کوئی ذکر یہی مقصود بالذات نہیں ہوگا اور کہتے ہیں جن حدیثوں میں دو سجدوں کے درمیان دعا کرے گا ذکر کیا ہے اُسے مراد فرضی نماز نہیں بلکہ تہجد کی نماز مراد ہے یعنی تہجد کی نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوڑا مار کر تے ہو لیکن حدیث میں اس باب کی صریح بین خفیہ کے رد میں آئی ہے کہ اُسے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ دو سجدوں کے درمیان ہر نماز یہ بھی ایک سنت ہو اور سب سنتوں کی طرح خاص کر حدیث برائے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہی عادت تھی کہ ان دوامیر دلائل کرتا ہے اور اگر دوامیر دلائل نہ کرے تو نہ کم ہوگا اکثر اوقات سے پس اس سے تہجد کی نماز مراد کہنی قطعاً باطل ہے اور نیز یہ حدیث براؤ کی مطلق ہے سب نمازوں کو شامل ہے پس محض برائے اور مجرّد خیال سے اسکی تخصیص کرنی جائز نہیں اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کو تو ہمیشہ اپنے گہر میں پڑھا کرتے تھے پھر برابر کو یہاں سے معلوم ہوا کہ آپ کا رکوع اور سجود اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا برابر تھا پس برابر کا یہ کہنا اور سیطرح مالکین حورث کا اپنی نماز کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہوگا پس یا تو ان دونوں حدیثوں کو غلط ٹھہرا یا جاوے گا اور یا انکو تہجد پر محمول کرنا باطل کہا جاوے گا لیکن یہ حدیثیں تو بالاتفاق صحیح ہیں پس تہجد کی نماز پر انکو محمول کرنا باطل ہے اور دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنے کا مستحب ہونا ثابت ہوا اور

برابر کا بیان باب ہتھ اظہر فی الرکوع میں پہلے مذکور ہو چکا ہے حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ
عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَا مَحَابِدَ إِلَّا أَيْتُكُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَذَلِكَ فِي غَيْرِ حَيْنٍ صَلَوةٌ فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ هُنْتِ
ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنْتِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنْتِ ثُمَّ فَصَلَ صَلَوةَ عَمْرٍو بْنِ سَلَمَةَ
مَشَيْخَنَا هَذَا قَالَ أَيُّوبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا كَمَا أَرَاهُمْ يَفْعَلُهُ لَهُ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ
فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْصَيْنَا عَنْهُ فَقَالَ لَوْ دَجَعْتُمْ إِلَى أَهْلِ أَيْتِكُمْ صَلَوةً
كَذَلِكَ فِي حَيْنٍ كَذَلِكَ أَصَلَّوْا صَلَوةً كَذَلِكَ فِي حَيْنٍ كَذَلِكَ إِذَا أَحْضَرَتِ الصَّلَوةُ فَلْيُؤْذِنْ أَحَدُكُمْ وَ
الْيُؤْذِنُكُمْ أَكْبَرُ ثُمَّ تَرَجَّعَ مَالِكُ بْنُ حُوَيْرِثٍ مِنْ رِوَايَتِهِ بِكَاهِلَانِ مِنْ مَكُوْتِلَاتِهَا مِنْ نَازِلِ حَضْرَتِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي تَشِينُ مَكُوْتِلَاتِهَا رُوبُورُ نَازِلِهَا كَرَدَ كَهْلَادِ تِيَاهُونِ كَحَضْرَتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسطرح سے
نازل پڑھا کرتے تھے اور یہ بتلانا مالک کا انکو نماز کے غیر وقت میں تھا یعنی وہ وقت کسی فرضی نماز کا وقت
نہیں تھا بلکہ کوئی اور وقت تھا یعنی سورج کے بعد اور دوپہر سے پہلے سو مالک نماز کے واسطے کہڑے
ہو گئے پھر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے پھر پھر سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر
تھوڑی دیر ٹھہرے پھر پھر سجدہ کیا پھر سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے سو مالک نے ہمارے اس
شیخ عمرو کی طرح نماز پڑھی ایوب (راوی) نے کہا کہ وہ شیخ غار میں ایک چیز کو کیا کرتا تھا کہ نیچے
اور اون کو وہ چیز کرتے تھے ہمیں دیکھا وہ چیز یہ ہے کہ وہ شیخ بیٹھا کرتا تھا تیسری رکعت میں یا چوتھی
رکعت میں (یعنی جلسہ استراحت کا کیا کرتا تھا تیسری رکعت کے آخر میں یا چوتھی رکعت کے اول میں
پس تیسری کا آخر اور چوتھی رکعت کا اول ایک ہی چیز ہے) مالک بن حویرث نے کہا کہ ہم (مسلمان
ہو کر) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پاس حاضر ہوئے اور آپ کو پاس (کئی دن تک) ٹھہرے رہے سو
آپ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ جاؤ تو نماز پڑھو اسطرح ایسے ایسے وقت میں
اور جب نماز کا وقت آوے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان دیوے اور چاہیے کہ تم میں بڑا
امام ہووے **ف** اس حدیث کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ وہ سب آدمی علم میں برابر تھے اور
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برابر احکام سیکھے تھے اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بڑی عمر والے کو امامت کرنی فرمایا اور بیان اس حدیث کے صرف اس لفظ سے غرض نہ
بن حویرث سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے اسلئے کہ اس سے معلوم
سجدوں کے درمیان اطمینان کرنا مستحب ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

اور نماز پڑھنا اسطرح

درہم بہم ہو جائیگا

پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی مسئلہ باب سے اور اس حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ تیسری اور چوتھی رکعت کو درمیان جلسہ استراحت مستحب ہے جیسے کہ بیان اسکا دوسرے باب میں انشاء اللہ تھا لے آویگا اور پہلی اور دوسری رکعت کے درمیان بیٹھنا اس حدیث میں مذکور نہیں لیکن مالک کی آئندہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے ہر طاق رکعت میں جلسہ استراحت مستحب ہے والدرا علم اور بعضے حنفی کہتے ہیں کہ یہ فعل اس شیخ کا محبت نہیں احتمال ہے کہ ضعف کو سبب ہو یا سند ضعیف ہو سو جواب اسکا یہ ہے کہ کسی صحابی نے اہل انکار نہیں کیا اور جب فعل صحابی پر کوئی انکار نہ کرے تو وہ محبت ہوتا ہے نزدیک حنفیہ کے اور احتمال ضعف کا بے دلیل بات ہر اہل کوئی دلیل نہیں میں قابل اعتبار نہیں اور نیز اگر ضعف کو سبب ہو تا تو پیرایوب کو ایسا استبعاد کیوں ہوتا اور اس کے یہ بیان کرنے کا کیا معنی ہوا کہ میں اور وہ کو یہ فعل کرتے نہیں دیکھتا ہوں اور نیز دوسری رکعت میں انکا کہان چلا جانا تھا کہ وہ نہیں بیٹھتے تھے اور نیز ضعیف آدمی کو جلسہ استراحت کر کے اٹھنے میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے کماسیالی اور اس طرح احتمال ضعف سند کا بھی باطل ہے اسلئے کہ اگر اس احتمال بے دلیل کو جائز رکھا جاوے تو پھر کوئی حدیث صحیح نہیں رہیگی اسلئے کہ یہ احتمال ضعف سند کا سبب میں جاری ہے پس دین درہم بہم ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہیں کہ اور لوگوں کے نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں تھا سو جواب اسکا یہ ہے کہ جب یہ صحیح سے ثابت ہو چکا ہے تو پھر صحابہ کے نہ کرنے کی کچھ پرواہ نہیں اور نیز احتمال ہے کہ بعض کا ترک کرنا بوجہ نا واجب ہونے اس فعل کے ہو اور جب کہ راوی صحابی سے عمل کا برخلاف اپنے مروی کے قابل محبت نہیں کیا تو پھر بعض غیر کا ترک کرنا کیونکر محبت ہو سکتا ہے اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض اوقات میں اس فعل کو کرنا حنفیہ بھی تسلیم کرتے ہیں ہر اور صحابہ کا ترک کرنا اسکو بھی باطل کریگا نما ہو جو اکہم کہہ جو ابنا اور یہ جو راوی نے کہا کہ وہ نماز کا وقت نہیں تھا تو اسکا یہ طلب ہے کہ وہ کسی فرضی نماز کا وقت نہیں تھا یہ معنی نہیں کہ وہ مکروہ وقت تھا جس میں نفل پڑھنے منع ہیں جیسے کہ سوچ نکلتے اور ڈوبنے کا وقت ہو اسلئے کہ ایسے وقت مکروہ میں نفل پڑھا صحابہ کو خان سے بعید ہیں اور ایسا وقت جمین کہ کسی فرضی نماز کا وقت نہ آوے وہ وقت ہو جو چھ نکلتے سے لیکر نہال تک ہے **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ** **حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ الشَّكْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرِ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ مَجْعَدُ النَّبِيِّ** **لَمْ يَرَوْهُمَا وَقَعْدُهُ بَيْنَ النَّجْدَيْنِ فَرَبَّيْنَا مِنَ الشَّوْءِ ثُمَّ جِئْنَا رَدْمَ سُرُورَاتٍ**

صلى الله

ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجدہ اور دو سجدہ و نکلے درمیان بیٹھا برابر ہی میں ایک دو سر کے قریب قریب تھا **ف** یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جتنے رکوع اور سجدے میں اطمینان کرتے تھے اور سجدہ و دو سجدہ و نکلے درمیان نہیں کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ دو سجدہ و نکلے درمیان بیٹھنا بھی رکوع اور سجدہ کی طرح بہت طویل تھا سو یہ دلیل ہے کہ دو سجدہ و نکلے درمیان اطمینان کرنا مستحب ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی **باب سجدۃ ثنائی کما کان بنی حنیفہ قال** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَى لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَصْلَى بِكُمْ كَمَا رَأَى إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِمَا قَالَ ثَابِتٌ كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يُصْنَعُ مَسْنَأَهُمْ أَوْ كَمَا تَصْنَعُونَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ ترجمہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ انس بن مالک نے کہا کہ میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی ہے جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہکو نماز پڑھائی ہے ویسے ہی بعینہ میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں اوس سے کوئی چیز نہیں چوڑو لگاتا بات (راوی) نے کہا کہ انس ایک فعل کو کیا کرتے تھے کہ میں ہکو وہ چیر کرتے نہیں دیکھتا ہوں وہ فعل یہ ہے کہ انس جب رکوع سے اٹھتا یا کرتے تو سید ہے کھڑے ہوتے اور بہت دیر تک ٹھیرے رہتے یہاں تک کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ نماز کو بھول گئے ہیں اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دو سجدہ و نکلے درمیان بہت دیر تک ٹھیرے رہتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا کہ دوسرے سجدے کو بھول گئے ہیں یعنی قوے اور جلسے کو اطمینان میں اس قدر طویل کرتے کہ مقتدیوں کو گمان ہوتا کہ نماز کو بھول گئے ہیں اور کسی اور جہاں میں پڑ گئے ہیں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو سجدے کو درمیان بیٹھنا اور اطمینان کرنا مستحب ہے اور یہ جو بات نے کہا کہ جو انس کرتے تھے تم اوس کو نہیں کرتے ہو تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ ثابت نے جن لوگوں کو یہ بات کہی وہ لوگ دو سجدہ و نکلے درمیان اطمینان سے نہیں بیٹھا کرتے تھے لیکن جب صحیح حدیث سے دو سجدہ و نکلے درمیان بیٹھنا ثابت ہو گیا تو ان لوگوں نے نہ بیٹھنے کی کچھ پرواہ نہ تھی۔

باب لا یفترش ذرا عین فی السجود سجدے میں نمازی اپنے دونوں ہاتھوں کو کہیں تک زمین پر نہ بچھائے وقال ابو حنیفہ یسجد لیثی صلی اللہ علیہ وسلم ووضع یدیه غیر مقلدین ولا قاضیہما یعنی ابو حنیفہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھنا نہ ان کو بچھایا اور نہ ان کو پہلو کے ساتھ ملا یا یعنی دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور کہیں نہ زمین پر رکھا **حدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ**

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طاق رکعتوں میں بیٹھا بڑی عمر ہو جانے کے سبب یا ضعف کے تھا سو جواب
 اوسکایہ ہے کہ عینی خفی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس میں شبہ ہے ایسی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی عمر تریستہ برس کی تھی اور اتنی عمر میں آدمی ایسا ضعیف نہیں ہوتا کہ طاق رکعت سے سیدھا کھڑا نہ
 ہو سکے بلکہ ایسی عمر میں قوت باقی ہوتی ہے اور نیز جب کہ آدمی ضعیف ہو جاوے تو اوسکو سجدہ سے
 اودھکے سیدھا کھڑا ہونا بہت آسان ہے اس سے کہ تھوڑی دیر بیٹھ جائے پھر کھڑا ہوئے جیسے کہ
 تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے اور نیز بڑا بچہ مین تو زمین پر ہاتھ ٹیک کر اودھکنا بھی کافی ہے بلکہ اوستے
 زیادہ آسان ہے پھر بیٹھ کر اودھکنا کی کیا حاجت تھی ایسی خفی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت نے
 فرمایا ہے کہ مین بہاری بدن ہو گیا ہوں سو قیام اور قعود میں مجھے جلدی لگ گیا کہ سو جواب اوسکایہ ہے
 کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلسہ سترحت بہاری بدن ہونیکے سبب
 کیا کرتے تھے اسپر کوئی دلیل نہیں ہے اور نیز بہاری بدن ہونے کو جلسہ سترحت لازم نہیں ہے
 صرف اتنا لازم ہے کہ قیام اور قعود آہستگی سے ہو پس بہاری بدن ہونا جلسہ سترحت کا سبب نہیں
 ہو سکتا اور نیز بہاری بدن والے کو جلسہ کر کے اودھکنے میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس کے سجدہ سے
 سیدھا کھڑا ہو جاوے کما تر آنا اور بعض خفی کہتے ہیں کہ ابو حمید کی حدیث میں حضرت ص کی نماز کا بیان ہے
 مگر اوس میں اس جلسے کا ذکر نہیں سو جواب اوسکایہ ہے کہ احتمال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی
 واسطے بیان جواز کے چوڑ دیا ہو پس کل حیا نا اوسکے استحباب کے مخالف نہیں بلکہ سنت میں بھی کبھی کبھی
 چوڑ دینا ضرور ہے اور نیز ابو حمید کی حدیث کے سبب طریقے اس جلسے کی ترک پر تفرق نہیں ہیں بلکہ
 اسکی بعض طریقوں میں جلسہ سترحت کا ثبوت بھی لگایا ہے جیسے ابو داؤد وغیرہ میں موجود ہے پس یہ حدیث
 اوسکی ترک پر دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ اوسکے مثبت ہے اور نیز امام کو ساتھ زیادتی علم کی ہے اور جس کے
 ساتھ زیادتی علم کی ہو وہ محبت ہے اوسپر جس کے ساتھ وہ علم نہ ہو اور بعض خفی کہتے ہیں کہ حضرت
 کا بیٹھنا کسی علت کے سبب تھا سو جواب اوسکایہ ہے کہ اصل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعلوں میں عدم
 علت ہو پس محض احتیاق قابل اعتبار نہیں ہے جب تک کہ کوئی علت صریح ثابت نہ ہو جائے اور نیز
 راوی نے کوئی علت بیان نہیں کی ہے اور نیز علت کا ہونا جلسے کو مستلزم نہیں اور نیز علت کے سبب سے
 تہیہ بیٹھ کر نماز بیٹھنا ہی صحیح ہے پھر صرف اس جلسے کی تعیین کی کیا وجہ ہے اور نیز علت کو وقت
 بیٹھ کر کھڑے ہونے سے سبب سے کھڑے ہو جانے میں بہت آسانی ہے حکام اور بعض خفی کہتے ہیں کہ
 اگر یہ جلسہ مقصود ہوتا تو اس کے واسطے کوئی ذکر مقرر نہیں ہوتا سو جواب اوسکایہ ہے کہ یہ جلسہ بہت خفیف اور بجا ہے

بلکہ قیام کی طرف اوٹھنے میں داخل ہے پس اس میں صرف کبیر کا کہنا کافی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جلسہ کی علت یا بڑا ہے یا ضعف وغیرہ کے سبب سے نہیں تھا اس لیے کہ یہ عوارض چاہتے ہیں کہ یہ جلسہ زیادہ لمبا ہو اس لیے کہ علیل آدمی کا جلسہ سے بھی مقصود ہو ملک ہے کہ اس کو آرام حاصل ہو ورنہ اس کے لیے لیوے اور بدون لمبا ہونے جلسہ اس کو آرام حاصل نہیں ہو سکتا پس معلوم ہوا کہ علت کی قوت جلسہ زیادہ لمبا ہونا چاہیے حالانکہ یہ جلسہ نہایت ہی تھوڑا اور ہلکا ہے بلکہ کٹھڑے ہونے کی ایک خبر جو پیش ثابت ہو کہ یہ جلسہ کسی علت کے سبب سے نہیں تھا بلکہ شروع ہونے کی وجہ سے تھا اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ کئی اصحاب نے حضرت علیہ السلام کی نماز کو بیان کیا ہے لیکن ہولے مالک کے کسی نے اس جلسہ کو ذکر نہیں کیا سو اگر یہ جلسہ سنت ہوتا تو وہ اصحاب نے بھی اس کو بیان کرتے تو جواب اس کا یہ ہے کہ جو متفق علیہ سنتیں ہیں ان سب کو تو ہر ایک ایک راوی نے بیان نہیں کیا بلکہ کوئی سنت کسی صحابی نے بیان کی ہے اور کوئی کسی نے ذکر کی ہے پس کل سنتیں کل راویوں کی حدیثوں سے ثابت ہوئی ہیں نہ ہر ایک ایک ہی پس بعض راویوں کا ایسے اختلافی امر کو نہ ذکر کرنا اس کی نہ سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا ورنہ متفق علیہ سنتوں کی سنت بھی ثابت نہیں ہوگی اور بعض حنفی حدیث سند لاتے ہیں جو ترمذی میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے قدیموں کی انکلیوں پر کپڑے پہنتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ضعیف کہا ہے اس کو بخاری نے اور زئی نے ادا احمد نے اور یحییٰ بن معین نے پس اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں چہ جائیکہ بخاری کی حدیث کے معارض ہو سکے اور بعض اہل علم کا ادھر عمل کرنا جیسے کہ ترمذی نے نقل کیا ہے اس کی صحت پر دلالت نہیں کرتا ہے والا کوئی حدیث ضعیف نہیں رہیگی اس لیے کہ ضعیف حدیث پر کسی نہ کسی کا عمل تو ضرور ہی ہوتا ہے الا ماشاء اللہ اور نیز صحت حدیث کی تو اسناد پر موقوف ہے سو جس کی سند صحیح ہوگی وہ حدیث بھی صحیح ہوگی اور جس کی سند ضعیف ہوگی وہ حدیث بھی ضعیف ہوگی اور نیز جیسے کہ ترمذی نے اس حدیث کو بعض اہل علم کا عمل نقل کیا ہے ویسے ہی اس نے مالک بن حویرث کی حدیث پر بھی بعض اہل علم کا عمل نقل کیا ہے ہر ایک کو معمول بہ ٹھہرانا اور دوسرے کو کسی علت پر معمول کرنا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے بلکہ احتمال ہے کہ معاملہ اسکے برعکس ہو یعنی حضرت علی علیہ السلام کا بعض اوقات میں قدیموں پر کپڑے ہونا کسی علت سے ہو نہ ہو جو ایک نہ ہو جو ابنا اور نیز بعض صحت کہا جاوے گا کہ حضرت م کا بعض اوقات میں اس فعل کو ترک کرنا اسکے استحباب کی نہائی نہیں کہہ رہے آپ نے واسطی بیان جو ان کے اس کو ترک کر دیا ہو گا مگر اہل حضرت عمرؓ اور علیؓ

اور ابن مسعودؓ وغیرہ صحابہؓ سے جو منقول ہے کہ وہ اس جگہ کو نہیں کرتے تھے تو اسکا جواب یہ ہے کہ آثار صحابہؓ کے حدیث میں فروع کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں بلکہ تقریباً فی موضع پس حدیث مرفوعہ کے مقابلہ میں اونسے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور نیز ان بعض صحابہؓ کا اسکو ترک کرنا اوس کی سنت اور استحباب کے مخالف نہیں اسلیئے کہ جو امر واجب نہوا و سکا ترک کرنا جائز ہے پس یہ کہنا کہ ان صحابہؓ کو حضرت کی صحبت مالک سے زیادہ ہے خصم کو کچھ مفید نہیں اسلیئے کہ احتمال ہے کہ اونہوں نے اوسکو نہ واجب جانا ترک کیا جو اب اگر کوئی شخص کسی مستحب امر کو تمام عمر میں کہی نہ کرتے تو جب بھی اوسکو ملامت نہیں ہو سکتی ہے اور یہ کہنا جائز نہیں کہ اسے اسکو کیون چھوڑا واللہ اعلم بالصواب

باب کیف یعتد علی الاکھض اذا قاکھن اگر گئے جب نماز میں آدمی کسی رکعت سے کھڑا ہونے لگے تو زمین پر سطح ٹیک لگا دے **ف**اظهار اس باب سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ رکعت سے کھڑے ہونیکے وقت زمین پر ٹیک لگانا اور ٹیکہ کرنا جائز ہے دوم اوس کی کیفیت بیان کرنی ہے کہ اول تھوڑا سا بیٹھ جائے پھر زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہووے اور سجدہ سے ٹیک لگا کر سیدھا کھڑا نہوجائے اور یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک جلد شتر ثابت ہوگیا نہ والا اگر کوئی جلسہ ستراحت نہ کرے اور سجدے سے سیدھا کھڑا ہونا چاہے تو اوسکو بھی زمین پر ٹیک لگانا جائز ہے اور غرض بخاریؒ کی اس باب سے رد کرنا ہے اوس حدیث کو جو ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قد مون کے زود سے کھڑے ہوا کرتے تھے بیٹھنے زمین پر ٹیک نہیں لگاتے تھے اور جو ابراہیمؓ سے روایت ہے کہ زمین پر ہاتھ ٹیک کے کھڑے ہونا مکروہ ہے اور ایسے ہی ابن مسعودؓ سے روایت ہو چینی یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں پس اونسے استدلال کرنا خاصہ بخاریؒ کی کج حدیث کے مقابلہ میں صحیح نہیں ہے پس حاصل یہ ہے کہ ہاتھ کے ساتھ زمین پر ٹیک لگا کر کھڑے ہونا جائز ہے اور تائید کرتا ہے اسکو جو عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ جب وہ سجدے سے اٹھ اٹھاتے تو دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم راتوں پر تھکے لگا کر کھڑے ہوتے تھے ایسے وسطیٰ علما کو اس مسئلے میں اختلاف ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہووے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ ہاتھوں سے ہاتھوں پر ٹیک لگا کر کھڑا ہووے لیکن ان دونوں طریق کے جائز ہونے میں سب کا اتفاق ہے صرف اختلاف فضیلت میں ہے شافعیہ پہلے کو افضل کہتے ہیں اور حنفیہ دوسرے کو افضل کہتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ خواہ زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہووے اور خواہ ہاتھوں پر ٹیک لگا کر کھڑا ہووے

اور نیز صحابہؓ کی احادیث سے کہ انہوں نے اسرار حدیث ترمذی کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ زمین پر ٹیک لگانا مکروہ ہے بلکہ قدحوں کے زبردستی کہہ کر چھوڑ دیا کہ زمین پر ٹیک لگانا مکروہ ہے بلکہ قدحوں کے زبردستی کہہ کر چھوڑ دیا کہ زمین پر ٹیک لگانا مکروہ ہے

دونو طرح سے جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ زمین پر ٹھیک لگا کے کھڑا ہو ورنہ کما ہونہ مذہب لٹا فحیہ اور
 امام بخاری نے صرف اسکا جواز ثابت کیا ہے تاکہ کراہت کا وہم باقی نہ رہے اسنے فضیلت وغیرہ سے
 کچھ تعرض نہیں کیا لیکن جواز فضیلت کو بھی شامل ہے پس احتمال ہے کہ دونوں صورت مذکورہ سے یہی
 صورت اوس کے نزدیک افضل ہو اسواسطے صرف اسکی ذکر کیا یا دوسری صورت اوسکے نزدیک
 ثابت ہو مئی ہوگی واللہ اعلم **حَدَّثَنَا مُعَدِّ بْنِ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي
 قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ ابْنُ لَاصِلٍ بِكُمْ وَمَا
 أَرَيْدَا الصَّلَاةَ لِيَكُنِي رِيْدَانِ أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ رَأَيْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي قَالَ يُؤْنِ
 فَعَلَتْ يَوْكِبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَوَتُهُ قَالَ مُنْثَلِ صَلَوَتِي سَتَجِدُنَا هَذَا يَعْنِي عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ قَالَ
 أَيُّوبُ وَكَانَ ذَلِكَ الشَّيْخُ بِلَا تَلْكَ بِرَادَقِ رَسْمِهِ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى
 الْأُذُنِ ثُمَّ قَامَ مَرَّجَمًا بُوْلًا تَفْتَدٍ سَے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضہ ہمارے پاس آئے سو
 اوسنے ہمکو ہماری مسجد میں نماز پڑھائی سو کہا کہ مقرر میں تمکو نماز پڑھاتا ہوں اور میرا نماز پڑھنے کا قصد
 نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمکو دکھلاؤں کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز پڑھتے
 دیکھا ہے یعنی میں تمکو اپنی نماز کا طریق بتلاتا ہوں ایوب (راوی) نے کہا کہ میں نے ابی قلابہ سے
 پوچھا کہ مالک کی نماز کس طرح پر تھی اوس نے کہا کہ ہمارے اس شیخ کس طرح یعنی اوسکی نماز عمر بن سلمہ کی نماز
 کی طرح تھی جو ہمارا امام ہے ایوب نے کہا کہ وہ شیخ تکبیر کو تمام کیا کرتا تھا یعنی رکوع اور سجود اور ہاتھ اٹال کی
 سب تکبیریں کہا کرتا تھا اوس سے کچھ کم نہیں کرتا تھا جیسے کہ اسوقت میں دستور ہے یا تکبیر کو انتقال کو اوّل
 میں شروع کرتا اور اوس کے آخر میں ختم کرتا تھا اور جب وہ دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو بیٹھ جاتا اور
 ہتھیلیوں کے ساتھ زمین پر ٹھیک لگتا جیسے کہ خمیر گوندھنے والا ہاتھوں پر ٹھیک لگتا پھر کھڑا ہوتا۔
ف اس حدیث سے زمین پر ٹھیک کرنے کی کیفیت معلوم ہوئی کہ جب سجدے سے سر اٹھا دے تو پہلے
 ہاتھوں کا بیٹھ جاوے پھر ہاتھوں سے زمین پر ٹھیک لگا کر کھڑا ہووے اور سجدے سے سر اٹھا کر سیدھا
 کھڑا ہو جاوے پس یہی ہے وجہ نسبت اس حدیث کی مسئلے **باب** یُکَلِّفُ وَهُوَ يَهْتَضِ
 مِنَ السَّجْدَةِ ثَانِيَةً جَبْ نَازِي بِهَا التَّحِيَّاتِ بِرُكْعَةٍ تَمِيرُ كَعَتِ كِي لَرَفِ كُفْرًا هُونِي لَكِي تَوَاوُسِ نَهْقَال
 كَسِي اَبْدَامِيْن كَبِيرِي كَفِي مَطْلَبِ سَكَا مَعِدِي كِي كُفْرِي هُونِي كِي اَبْدَامِيْن كَبِيرِي شُرُوعِي كَرِي اور جب
 سیدھا کھڑا ہو جاوے تو اسوقت تکبیر کو ختم کرے ایسا نکرے کہ سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر کہے اور یہی ہی مذہب
 اکثر علما کا ابتدا تکبیر کے جھکنے اور اٹھنے کے ابتدا میں ہو لیکن امام مالک کو نزدیک ایک تکبیر میں ہاتھ**

اور امام بخاری نے امام ردو اسکے فعل سے دلیل نہیں پکڑی ہے بلکہ صرف اوسکو تائید اور تقویت کے واسطہ لایا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ التیمات میں عورت بھی مروء کی طرح بیٹھے اور بیٹھی ہے مذہب امام شافعی اور ابو حنیفہ اور نفعی اور مالک اور جہور کا کما قال العینی و النودی **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَتَرَكِعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا اجْلَسَ فَعَلَنَّهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ الْمَسْنُونِ فَتَهَا فِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَقْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتَشْفِي الْيُسْرَى فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنْ رَجُلًا لَا تَحْتَمِلُ لِي تَرْجُمَهُ عَبْدُ اللَّهِ** سے روایت ہو کہ اوس نے اپنے باب عبد اللہ بن عمر کو دیکھا کہ جب وہ نماز میں بیٹھے اپنے التیمات میں تو چار زانو ہو کر بیٹھے جو ٹکڑی سے بیٹھے سو میں نے بھی اوسکو کیا اپنے چار زانو ہو کر بیٹھا اور میں اوس دن کم عمر تھا اپنے ابی اڑکا تھا سو عبد بن عمر نے مجھکو منع کیا اور کہا کہ نماز میں سنت طریق ہی ہے کہ تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں کو زمین پر بچھاوے سو میں نے کہا کہ تو تو چار زانو ہو کر بیٹھا ہے سو اوس نے کہا کہ میرے پاؤں کو مجھو نہیں لوٹھا سکتے ہیں بیٹے میں پاؤں پر نہیں بیٹھ سکتا ہوں بخاری اوردردو پاؤں کے سبب جیسا کہ موطا محمد میں روایت ہو کہ عبد اللہ نے کہا کہ میں بیمار ہوں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ التیمات میں بیٹھا سنت بطور میں ہے کہ اپنے پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں کو زمین پر بچھاوے اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ بعد بچھاوے کیا کرے اوپر بیٹھے یا زانو دہنی طرف سے باہر نکال کے چوتھوں پر بیٹھے لیکن موطا میں قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ اوس نے لوگوں کو التیمات بیٹھ کر دکھایا سو دائیں پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں کو بچھایا اور بائیں چوتھوں پر بیٹھا اور پاؤں پر نہ بیٹھا اور بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر اسی طرح کیا کرتے تھے اور موطا میں یہ ہی آیا ہے کہ یہ بیٹھا اونکا اخیر التیمات میں تھا اور نسائی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ التیمات میں سنت یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں کو بچھاوے اوس پر بیٹھ جاوے سو اس نسائی کی روایت میں پہلا التیمات **م** اوسے پس ان دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں اور یہ تفصیل حدیث ابو یوسف کی (جو ابھی آتی ہے) موافق ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بجا کو نماز میں چار زانو ہو کر بیٹھا جائز ہے خواہ نماز فرضی ہو یا نفلی ہو اور یہی مذہب ہر ایک جماعت صحابہ

تابعین کا جیسے کہ ابن عمر اور ابن عباس اور انس وغیرہ ہیں اور حسن بصری کہتے ہیں کہ نفلون
 میں جائز ہے اور فرضوں میں جائز نہیں اور ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے کہ اوس نے کہا کہ مجھ کو گرم پتھر پر بیٹھنا زیادہ پیارا ہے اس سے کہ نماز میں چار زانو
 ہو کر بیٹھوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چار زانو ہو کر بیٹھنا اون کے نزدیک حرام تھا اور امام
 ابن عبدالبر نے کہا کہ تندہ رست آدمی کو فرضوں میں تبرع کرنا بالاجماع جائز نہیں اور بیمار میں
 اختلاف ہے بعضے جائز کہتے ہیں جیسے کہ ابی گندرا اور بعضے جائز نہیں کہتے ہیں لیکن اکثر علما اس
 مشہور بھی قول ہے کہ التحیات میں اس مہیت سے بیٹھنا سنت ہے واجب نہیں پس بنا بر
 اسکے اگر کوئی شخص التحیات میں بطور مسنون سے نہ بیٹھے بلکہ چار زانو ہو کر بیٹھے تو غایت
 درجہ اس فعل کو مکروہ کہا جاوے گا حرام اور ناجائز نہیں کہا جاوے گا پس ابن عبدالبر نے جو اسکو
 ناجائز کہا ہے ترشاید مراد اسکی اوس سے کراہت ہوگی واللہ اعلم **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْرِ**
حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حُجَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْرِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو
بْنِ حُجَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ ثَمَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلَوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ
أَحْفَظُكُمْ لِمُصَلَّاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوِ
مَتَنَكِبَيْهِ وَإِذَا ارْكَعَ امْتَصَبَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ كَمَا تَحْصُرُ ظَهْرَهُ فَإِذَا قَامَ رَأَسَهُ اسْتَوَى
حَتَّى يَبْعُودَ كُلَّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُقَرَّنِينَ وَلَا تَابِعِيَهُمَا وَاسْتَقْبَلَ
بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى
فَإِذَا جَلَسَ فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْآخِرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَاتِهِ
وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ يَزِيدَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُجَلَةَ وَأَبْنِ حُجَلَةَ مِمَّنْ
عَطَاءٍ وَقَالَ أَبُو حَبِيبٍ عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَكْرِ
قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو بْنَ حُجَلَةَ حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ
 ترجمہ عمر بن عطاء سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب میں بیٹھا
 ہوا تھا یعنی دس اصحاب میں جیسے کہ دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے سو ہم سب نے
 نہرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا یعنی آپ کس طور سے نماز پڑھتے تھے سو ابو حمید نے

کہا کہ تم لوگوں نے حضرت اکی نماز کو زیادہ تر یاد رکھنوالا میں ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ اوس اصحاب نے کہا کہ تو ہم سے کس طرح زیادہ یاد رکھتا ہے اوس نے کہا کہ میں نے آپکا اتباع کیا یہاں تک کہ نماز کو خوب یاد کیا گو انہوں نے کہا کہ بیان کر سوا اوس نے کہا کہ میں نے آپکو دیکھا کہ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو منڈوں کی برابر اٹھاتے اور جب رکوع میں جاتے تو دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر خوب مضبوط کرتے اور اپنی پیٹھ کو ٹھیک کرتے یعنی اپنی پشت کو گردن کی برابر کرتے اور نہ سر کو اونچا کرتے اور نہ نیچا کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھا کھڑے ہوتے اور ٹھیک رہتے یہاں تک کہ پشت کی ہر ہڈی اپنی جگہ میں پہنچتی اور جب صبح کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے نہ اونکو بچاتے اور نہ اونکو پہلو سے ملاتے بلکہ اوسے صلیبی رکھتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی طرف کرتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر التحیات کا ارادہ کرتے تو اپنی بائیں پاؤں کو بچانے اور اوسپر بیٹھتے اور اپنے پاؤں کو کھڑا کرتے یعنی اوسکو اوپر کو قبلے کی طرف کرتے اور جب اخیر رکعت پڑھ کر التحیات بیٹھتے تو اپنے پاؤں کو اگے کرتے یعنی داہنی طرف نکالتے اور داہنی کو کھڑا کرنے اور اپنی چوڑی نوپیر بیٹھتے **ف** ایک روایت میں ہے کہ حضرت ۴ نے وضو کیا پھر قبلے کی طرف منہ کیا پھر اللہ اکبر کہا اور ایک روایت میں ہے کہ جب گھٹنوں پر ہاتھ رکھتی تو ہاتھ کی انگلیوں کو کھوکھو کر رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے سمع اللہ من حمدہ ربنا لا اھک اور ہاتھوں کو کند ہوں تک اٹھاتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب سجدہ میں جاتے تو دونوں ہاتھوں کو کھوکھو کر رکھتے اور اپنی پیٹھ کو زانو سے علیحدہ رکھتی اور سجدہ میں ہاتھوں کو منڈوں کی برابر رکھتی یہاں تک کہ میں نے آپکی غلیو کی سفید دیکھی پھر اطمینان ہو کر سر سے رہتی یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ میں پہنچتی پھر سجدہ سر اٹھانے اور سیدھا ہو کر بیٹھتے اور ایک روایت میں ہے کہ دو سجدہ کے درمیان تورک کرتے یعنی بائیں پاؤں کو اگے کر کے بائیں طرف سو باہر نکالتے اور چوتھ بیٹھتے اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے ایڑیوں پر بیٹھتے اور ایک روایت میں ہے کہ داہنی پاؤں کو اوپر کو کھوکھو کر رکھتے اور بائیں کو سچا کر اوسپر بیٹھتے لیکن اس روایت کو ترجیح ہے یا تعدد واقعہ یہ محمول ہے یعنی کہی تورک کیا ہو گا اور کہی بائیں پاؤں پر بیٹھے ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ جب پہلے التحیات میں بیٹھتے تو داہنی ہتھیلی کو داہنی ران پر رکھتی اور بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھتی اور سب سے اشارہ کرتے یعنی خضر اور بنصر کو ہتھیلی کو ساتھ ملاتے اور انگوٹھ کو وسطے کے سر پر رکھتی اور شہادت کی او انگلی سوا اشارہ کرتے اور جب تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہو نیکا ارادہ کرتے تو تکبیر کہتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب غیر التحیات میں بیٹھتے تو اپنی بائیں ران پر تورک کرتے اور جب نماز سے پہرے تو اپنی داہنی

طرف کہتو السلام علیکم رحمۃ اللہ اور اس طرح بائین طرف کہتو تو اون سب صحابہؓ کہا کہ تون لو پہنچ
 کہہ رہے حضرت حملہ اللہ علیہ وسلم ایسے ہی نماز پڑھا کرتے تھے پس ان روایتوں سے حدیث ابو حمید کی خوب تفصیل
 ہو گئی اور نماز کو سب حکام اپنی طرح سے ثابت ہو گئے اور التحیات میں بیٹھنے کا طریق بھی خوب طور سے
 معلوم ہو گیا ایسی ہی مطابقت اس حدیث کی باقی کے ظاہر ہو گئی وہاں توفیق اور اس حدیث کو یہ بھی
 ثابت ہو کہ بیٹھنے التحیات میں بیٹھنے کی ہیئت اخیر التحیات کی ہیئت سے جدا ہے یعنی پہلو التحیات
 میں سوجھ کر بیٹھنے کے دہن پاؤں کو کھڑا کر کے اور اس کی انگلیوں کا منہ قبیلے کی طرف کر کے اور بائیں کچھکا کر اوپر بیٹھ کر اور
 اخیر التحیات میں تڑک کر بیٹھنے دہن پاؤں کو کھڑا کر کے اور بائیں کو اٹکے کر کے تلمسے اپنی طرف باہر
 نکالنے اور منہ چھوڑ کر بیٹھنے کو ثابت ہوا کہ بائیں پر بیٹھ کر اور اپنی ہیئت امام شافعی اور تمام شافعیوں کا
 اور مالکیہ کہتے ہیں کہ دونو التحیات میں تڑک کر کے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کسی میں بھی تڑک نہ کرے بلکہ جیسے
 پہلے التحیات میں دہن پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پر بیٹھا ہے ویسی ہی غیر التحیات میں بیٹھ کر اور امام احمد بھی
 شافعی کو موافق کہتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ اگر دونو التحیات کی نماز ہو دے تو اخیر التحیات میں
 تڑک کر کے اور جس نماز میں صرف ایک ہی التحیات ہو دے جیسے کہ صبح کی نماز تو اس میں تڑک نہ کرے
 اور امام شافعی کہتے ہیں کہ صبح میں بھی تڑک کرے اور طبری نے کہا کہ دونو طرح سے بہتر ہے خواہ
 تڑک کرے اور خواہ نہ کرے اسلیو کہ حضرت م سے دونو طرح ثابت ہو چکا ہے اور حنفیہ جو تڑک
 کے قائل نہیں تو اس حدیث ابو حمید کے وجواب دیتے ہیں اول جواب نکال دیا کہ کئی حدیثوں سے ثابت
 ہوتا ہے کہ اخیر التحیات میں ہی ویسی ہی بیٹھتے جیسے کہ پہلے التحیات میں بیٹھا ہو پس حدیث ابو حمید
 کو اس پر محمول کیا جا دینگا کہ حضرت م نے بعض اوقات میں کسی ہیئت سے تڑک کیا ہوگا تاکہ حدیثوں
 میں تطبیق ہو جاوے سو جوابا نکال دیا کہ حضرت م کے افعال میں اصل عدم علت کا ہو گا پس حدیث کے
 حدیث سے صحیح اور اسکی علت ثابت ہو جاوے کہ تڑک اپنی اصل نہ ہوگا اور نیز جائز ہے کہ معاملہ اسکو عکس
 یعنی اپنی بعض اوقات میں تڑک کو چھوڑ دینا کسی ہیئت ہو نما ہو یا کہ نہ ہو جائنا اور نیز اسطور سے حدیث میں تطبیق حاصل
 نہیں ہو سکتی ہے کیلئے کہ جب حدیث ابو حمید کو کسی علت پر محمول کیا جاوے تو اب اسکو ساتھ عمل کرنا جائز ہوگا
 پس مذہب صورت حدیث بالکل مہمل اور تڑک العمل پر جائز ہوگی پر تطبیق کی کیا صورت اور نیز تطبیق تو
 اسکے برعکس میں بھی ہو سکتی ہو کہ تڑک اور نیز تطبیق اسطور سے ہی ہو سکتی ہے بلکہ یہی صحیح ہے کہ دونو طرح سے التحیات میں
 بیٹھنے کو جائز کہا جاوے کہ کسی تڑک کی اور کسی پونپر بیٹھ کر یا و تڑک تڑک فضل جو اور نیز ان میں تڑک کی
 مانعت ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہی معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت م ہمیشہ ایسی ہی کیا کرتے تھے اور دوم جواب حنفیہ کا

نماز جائز ہو جاتی ہے اگرچہ مخالف ہو انتہے اور اس حدیث سے کچھ بھی معلوم ہو کہ اپنی تعریف اپنی زبان سے کرنی جائز ہے باین طور کہ میں فلاں سے زیادہ اعلم ہوں بشرطہ کہ خود پسند لیکھا خوف نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ بعض صحابہ سے بعض احکام پوشیدہ رہتے تھے حالانکہ انہوں نے اونکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوتا تھا اور اکثر اوقات بعض کے بیان کر نیے دوسرے کو بھی وہ حکم یاد آجاتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ دونو التحیات میں جدا جدا طور سے بیٹھنے میں یہ حکمت ہے کہ اس سے رکعتوں کی گنتی میں اشتباہ نہیں پڑتا ہے اور نیز پہلے التحیات کے پیچھے سے حرکت آتی ہے یعنی تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو نا پڑتا ہے بخلاف دوسرے التحیات کے کہ اس کے پیچھے کوئی حرکت کرنی نہیں پڑتی ہے اور نیز جو شخص پیچھے سے اگر نماز میں ملے اسکو معلوم ہو جاوے گا کہ امام اسقدر نماز مجھے پہلے پڑ چکا ہے **کتاب من کہ یزال تشہد الاول** **فواجباً** پہلے قعدہ میں تشہد یعنی التحیات پڑھنے کو واجب جاننے والے کا بیان یعنی چار رکعت یا تین رکعت کی نماز میں جو پہلے التحیات پڑھنے کیلئے بیٹھتا ہے تو اس جلسہ میں التحیات پڑنا فرض نہیں **ف** تشہد کا معنی لغت میں گواہ ہونا ہے اور دل کے علم کا ظاہر کرنا ہے اور شروع میں تشہد اسکو کہتے ہیں کہ **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ** زبان سے کہو اور تمام التحیات کو جو تشہد کہتے ہیں تو اس واسطے کہ اور میں بھی دونوں شہادتیں موجود ہیں پس بزرگی کے سبب سے شہادت کو باقی ذکر پر تعلیل دی گئی سو یہ پہلا التحیات پڑھنا امام لیتا ہے اسحاق وغیرہ جمہور علماء کے نزدیک فرض نہیں ہوتا ہے اور امام احمد کا مشہور قول بھی یہی ہے اور امام شافعی کا بھی ایک روایت میں یہی قول ہے اور ابو حنیفہ وغیرہ بعض کے نزدیک واجب ہے اور دلیل اونکی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات پڑھنے کا حکم فرمایا ہے جیسے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت آئی ہے اور مطلق حکم واسطے واجب کو ہوتا ہے اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسپر ہمیشگی کی ہے اور پھول جائیکے وقت سجدہ سہو سے اسکا نقصان پورا کیا ہے پس معلوم ہو کہ پہلا التحیات پڑھنا واجب ہے سو جواب سکا یہ ہے کہ جو چیز فرض ہوتی ہے اسکا نقصان سجدہ سہو سے پورا نہیں ہو سکتا ہے جیسے رکوع وغیرہ ہے پس اس سے فرضیت اسکی ثابت نہیں ہو سکتی ہے لیکن مداومت اور امر سے اسکی فرضیت ثابت ہوگی نہ وجوب حالانکہ حنفیہ اس کے قائل نہیں اور نیز سجدہ سہو کا اسکا نقصان پورا نہیں کر سکتا ہے اور جو لوگ اسکو فرض نہیں جانتے اونکی ایک دلیل تو ابن جبنہ کی حدیث ہے جو ابھی آتی ہے اور

دوسری دلیل ادنیٰ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تکبیر تحریمہ کہنی ہول جاوے تو سجدے سہو سے
 اور اسکا نقصان بعد انہیں ہو سکتا ہے پس ایسے ہی سجدے سہو کا التحیات کے نقصان کو بھی پورا
 نہیں کر سکتا ہے اور تیسری دلیل ادنیٰ یہ ہے کہ یہ ایک ذکر ہے کہ اوسکو کہی دیکار کے نہیں پڑتا
 جاتا پس معلوم ہوا کہ فرض نہیں جیسے کہ شروع نماز کی دعا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَيَّ سَلَامٌ
 قَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ وَكَذَلِكَ جَعَلَ بَيْنَهُ اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھ کر بدون
 التحیات کے اٹھ کھڑے ہوئے یعنی التحیات پڑھنا ہول گئے اور پھر اوسکی طرف نہ پلٹے۔
ف یعنی جب دو رکعت کر بعد بدون التحیات پڑھو ہول سے کھڑے ہو گئے تو پھر بعد کھڑے
 ہونے کے التحیات کی طرف نہ پلٹے کہ اوسکو بیٹھ کر پڑھیں پس اگر التحیات پڑھنا فرض ہوتا تو
 ضرور اسکا تذکرہ کرتے اور اوسکی طرف پلٹ آتے پس معلوم ہوا کہ پہلا التحیات پڑھنا فرض
 نہیں **حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ
 بْنُ هُرَيْرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقَالَ مَرَّةً مَعَالِي رُبْعَةِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
 بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ وَهُوَ مِنْ رِجَالِ دُسْتُوْعَةٍ وَهُوَ حَلِيفٌ لِلنَّبِيِّ عَبْدُ مَنَافٍ يَوْكَانُ مِنْ أَهْلِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي
 الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فَلَمْ يَحِلْسِ فَنَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا قَضَى الصَّلَاةَ وَانْتَهَرَ النَّاسُ سَلَامَهُ
 كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَجَعَلَ سَجَدَاتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ لَمَّا سَلَّمَ مَرَّ جَعْلٌ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ**
 سے روایت ہو کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اؤکو ظہر کی نماز پڑھائی سو پہلے دو رکعتیں پڑھ کر
 (تیسری رکعت کی طرف) اٹھ کھڑے ہوئے اور التحیات کر لیے نہ بیٹھے یعنی التحیات پڑھنا ہول
 گئے سو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ جب نماز ادا کر چکے یعنی اخیر التحیات پڑھ کر
 اور لوگ آپ کے سلام کے منتظر رہے یعنی فقط سلام پھیر کر باقی ہے) تو آپ نے بیٹھے تکبیر کہی سو
 دو سجدے کیے سلام پھیرنے سے پہلے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلا التحیات پڑھنا
 فرض نہیں ہے اسلیئے کہ اگر فرض ہوتا تو لوگوں کی تسبیح کہنے کی وقت آپ التحیات کی طرف پلٹ آتے
 اور اوسکو پڑھ کر پھر تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی
 باب ۱۰ اور یہی ہے مذہب جمہور علما کا کہ **بَابُ الشَّهَادَةِ فِي الْأُولَى** پہلے جلسے میں
 التحیات پڑھنا جائز ہے **ف** غرض امام بخاری کی اس باب سے فقط اسکا جواز ثابت کرنا ہے
 یعنی پہلے قدمے میں التحیات پڑھنا شروع میں جائز ہے عام ہے اس کو کہ مستحب ہو یا واجب ہو

اور عیب اداقت سے اور سلامتی بخشنے والا ہے بند و نکو ہر آفت اور ہلکانے والی چیز سے اور ہر سلامتی اور رحمت اور سب کو بے اور اویسیکی طرف سے ہے پس سلامتی کی دعا کرنی اویسی شخص کے واسطے لائق ہے جسکو کوئی خوف اور حاجت ہو اور خدا تعالیٰ شانہ اس سے بے پرواہ اور مستغنی ہے) سو جب کوئی نماز میں بیٹھے تو التعمیات پڑھے جیسے کہ اس معنی میں مذکور ہے اور معنی التعمیات کا یہ ہے کہ سب عبادتیں تو یہ یعنی زبان کی عبادتیں یعنی تعریف اور ذکر اور بدن کی عبادتیں جیسے کہ نماز اور حج وغیرہ اور مال کی عبادتیں جیسے زکوٰۃ اور خیرات وغیرہ صرف خدا ہی کی واسطے ہیں سلام ہو جسکو اسے پیغمبر اور خدا کی رحمت اور برکت اور سلام ہے ہکو اور سب خدا کے نیک بندوں پر سو جب تنہا کہہ کہ خدا کے نیک بند و پیغمبر سلام ہے تو جتنے خدا کے بندے آسمان اور زمین میں ہیں خواہ فرشتے خواہ پیغمبر خواہ اولیا خواہ جن خواہ آدمی سب کو تمہارا سلام پہنچ گیا اب ہر ایک کا نام لینا کچھ ضرور نہیں گوارا دیتا ہوں کہ سولے خدا کے کوئی لائق بندگی کے نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد بندہ خدا کا ہے اور اس کا رسول ہے **ف** مراد التعمیات سے عبادت تو یہ ہیں اور مراد صلوات سے عبادات بدنیہ ہیں اور مراد طہیات سے عبادات مالیہ ہیں جیسے کہ ترجمے میں گذرا اور بعضوں نے کہا کہ تحیۃ کا معنی سلامت رہنہو کا ہے تمام آفتوں سے اور نیز اس کا معنی ملک اور بقا اور عظمت اور حیات بھی آیا ہے اور جمع کا صیغہ اس واسطے لایا گیا کہ ہر ایک پادشاہ کی واسطے ایک تحیۃ یعنی تعظیم کا لفظ خاص تھا کہ جب ان کے خدام اور غلام ان سے ملاقات کرتے تو اوس لفظ تعظیم کے ساتھ بادشاہ کے حقین دعا کرتے موصورت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب تعیات یعنی قسم کی تعظیمیں خاص خدا ہی کے واسطے ہیں اور وہی سب کا مستحق ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد صلوات سے پانچ نمازین ہیں یا ہر قسم کی نماز فرض ہو یا نفل یا ہر قسم کی دعا یا ہر قسم کی رحمت یعنی ہر قسم کی نماز اور دعا اور رحمت خدا کی ہے واسطے خاص ہو اور بعضوں نے کہا کہ مراد طہیات سے پاک اور ستھری کلام ہے جو اوس کے شان کے لائق ہیں یا دعا اور شامراو ہے تو معنی سب کا یہ ہوا کہ ہر قسم کی تعظیم اور تکریم اور ہر قسم کی نماز اور ہر قسم کی ستھری کلام خدا ہی کے واسطے خاص ہے اور اویسیکی طرف پلٹ جاتی ہے اور التعمیات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کہہ کے سلام کہنا اس واسطے آیا ہے کہ آپ کا حق لوگوں پر زیادہ ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ پہلے آپ نے واسطے دعا مانگا کر تو یہ اس واسطے ہے کہ اپنی جان کو سب سے مقدم ہے اور یہ جو آپ نے سب سے پہلے دعا مانگا کر تو یہ اس واسطے ہے کہ اپنی جان کو سب سے مقدم ہے اور یہ جو آپ نے

کہی کہ آپ بھی اوسمیں شامل ہو جاوے اور اگر کوئی کہے کہ التحیات میں یہ کلمہ کہنا کہ سلام ہو
 طحطاوے بنی بندہ کے ساتھ خطاب ہے اور بندی کے ساتھ خطاب کرنا ناماز میں جائز نہیں پس کلمہ
 نماز میں کیون جائز رکھا گیا تو جواب اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہی اور دوم جواب
 یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو یہ کلمہ اسطر حصے سکھلایا ہے سو ہم اسکا اتباع کرتے
 ہیں ہکولیت لعل میں کچھ غرض نہیں لیکن اب حضرت کو مخاطب کر کے سلام کہنا واجب نہیں بلکہ
 اگر السلام علیک ایھا النبی کے بدلے السلام علی النبی کہا جاوے یعنی سلام ہو نبی پر تو بھیجہ ہی
 جائز ہے جیسے کہ صحیح بخاری میں دوسری جگہ ابن مسعود سے روایت ہو کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی زندگی میں آپ کو خطاب کے ساتھ سلام کیا کرتے تھے اور آپ کے انتقال کے بعد غیبت کو
 ساتھ سلام کیا کرتے تھے اور عبد الزاق نے عطا سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی زندگی میں اصحاب نے آپ کو سلام کیا کرتے تھے اور بعد انتقال کے غیبت کو ساتھ سلام کیا
 کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خطاب سو سلام کہنا واجب نہیں اور
 جاننا چاہیے کہ التحیات کو باب میں صحابہ سے کسی طور پر روایتیں آئی ہیں یعنی بعض صحابہ کو
 نزدیک التحیات کے الفاظ کسی طرح پر ہیں اور بعض کے نزدیک کسی طرح پر ہیں سو عبد اللہ
 بن مسعود کے نزدیک تو التحیات کو الفاظ یہ ہیں کہ جو اس حدیث بخاری میں موجود ہیں اور
 جنکا معنی اسی گزر چکا ہے اور عبد اللہ بن عباس کے نزدیک التحیات کو الفاظ یہ ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ
 الْمُبَارَكَاتِ الصَّلَوَاتِ الطَّيِّبَاتِ لِلَّهِ السَّلَامَ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحِمَهُ اللهُ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ
 عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ اَوْ
 عمر فاروق کے نزدیک التحیات کے الفاظ یہ ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيَّكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحِمَكَ اللهُ
 الصَّلَوَاتِ الطَّيِّبَاتِ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحِمَهُ اللهُ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ
 الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُهُ سَوَامٌ اَبُو حَنِيفَةَ
 اور احمد اور جمہور علما کا عمل تو ابن مسعود کے التحیات پر ہے اسلئے کہ اسکو کئی طور سے ترجمہ
 اول اسطور سے کہ یہ طریق التحیات کا سب سے زیادہ ترجمہ ہے اور بخاری اور مسلم وغیرہ اصحاب
 صحاح ستہ نے اس پر اتفاق کیا ہے اور دوم اسطور سے کہ اس کے الفاظ میں صحاح ستہ کی روایتوں
 میں کچھ اختلاف نہیں اور سوم اسطور سے کہ یہ طریق خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے
 سنا گیا ہے بخلاف اور طریقوں کے کہ انہیں یہ تینوں قسم کی ترجمہ نہیں اور امام نووی

کہا کہ اسکے نہایت درجے کو صحیح ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے اور چوتھیں طریقوں سے اس حدیث کی روایت آچکی ہے اور بزار نے کہا کہ التّحیات کو بابین مجکو کوئی حدیث معلوم نہیں جو ابن مسعود وغیرہ کی حدیث سے زیادہ صحیح اور زیادہ ثابت ہو اور چہارم اسطود سے کہ اس التّحیات کے الفاظ میں وادعطف کی موجود ہے جو ہر جملہ کے مستقل ہونے پر دلالت کرتی ہے بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ انہیں واد نہیں ہے اور پنجم اسطود سے کہ اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم وارد ہوا ہے بخلاف دوسرے التّحیات کو کہ وہ محض حکایت فعل کی ہے اور ترمذی نے کہا کہ التّحیات کو بابین ابن مسعود وغیرہ کی حدیث سے زیادہ ترجیح ہے اور اسی پر عمل ہے اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ اور امام شافعی کا عمل ابن عباس کو التّحیات پر ہے اسلئے کہ اس میں مبارکات کا لفظ زیادہ ہے اور وہ شہد ابن مسعود کے مخالف نہیں اور ابن عباس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکو اخیر عمر میں سیکھا ہے اور امام مالک وغیرہ کا عمل عمر فاروق کے التّحیات پر ہے اسلئے کہ عمر نے یہ التّحیات لوگوں کو منبر پر سکھایا سو اس پر کسی نے انکار نہ کیا لیکن یہ سب خلفاء علماء کا فقط انضابیت میں ہے یعنی جمہور شیعہ ابن مسعود کو افضل کہتے ہیں اور شافعی شیعہ ابن عباس کو افضل کہتے ہیں اور مالک غیرہ شہد عمر کو افضل کہتے ہیں اور جاز میں کسی کو خلاف نہیں بلکہ متبعین طریق میں سے جسکو پڑ ہے جائز ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ التّحیات پڑھنا واجب ہے اسلئے کہ آپ نے اس کے پڑھنے کا حکم فرمایا اور مطلق حکم واسطے وجوب ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد کا کہ ان کے نزدیک پہلا التّحیات پڑھنا واجب ہے اور دوسرا فرض ہے کہ اسکی ترک کر نیے نماز باطل ہو جاتی ہے اور ابن مسعود کا یہ مذہب ہے کہ التّحیات پڑھنا فرض ہے اور امام شافعی کے نزدیک پہلا التّحیات پڑھنا سنت ہے اور دوسرا واجب ہے اور امام مالک کو نزدیک دونوں سنت ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک روایت میں دونوں سنت ہیں اور ایک روایت میں دونوں واجب ہیں اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا التّحیات پڑھنا فرض ہے لیکن کہتے ہیں کہ اگر کوئی صرف اتنا ہی کہے کہ اَلْحَيَاتُ فَلَہِ سَلَامٌ حَلَّكَ اَیْہَا النَّبِیُّ اَلْحَمْدُ تو بھی غلط ہو جاتی ہے اور بعضوں نے اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص التّحیات میں نیک بند و نیک سلام نہ پڑھے تو اس نے تمام مسلمانوں کا حق چھینا جو پہلے گذر چکے ہیں اور جو قیامت تک پیدا ہونگے اسلئے کہ التّحیات میں دو نیک سلام کہنی واجب ہے جیسے کہ التّحیات میں محمول ہے اور نیک بند و نیک سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو حقوق اللہ و حقوق العباد

کو ادا کرتے ہیں اور اس کے درجے مختلف ہیں بعض اعلیٰ ہیں اور بعض ادنیٰ اور بعضوں نے کہا کہ صالح لوگ شخص کو کہتے ہیں جس نے اپنی خواہش کو مطلق چھوڑ دیا ہو اور خدا کے حکم پر قائم ہو اور اپنے فائدہ اور نفع کی چیزوں کے لینے سے اور نقصان اور فساد کی چیزوں کے دفع کرنے سے بیز باشعور ہو گیا ہے اور سب کچھ تقدیر ایزدی کے حوالہ کر دیا ہے اور اپنے نفس کا اختیار بالکل اوستاد دیا ہے جیسے کہ شیر خوار لڑکی کا حال دانی کے ساتھ ہوتا ہے اور میت کا حال غسل دینے والے کے ساتھ ہوتا ہے اور جب بندہ اس درجے کو پہنچ جاوے تو پھر وہ تمام آفتوں سے سلامت رہتا ہے اور مناسبت حدیث کی بے غاہ ہے **باب الدعاء قبل السلام** سلام پھیرنے سے پہلے دعا کرنا کا بیان۔ یحییٰ بن جب بن خیر التیمات پڑھ چکے تو سلام پھیرنے سے پہلے دعا مانگے پھر سلام پھیرے **حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْحَيَاةِ وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرُ مَا سَأَلْتَنِيكَ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَآذَى وَعَدَا خَلْفَ وَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ سَمِعْتُ خَلْفَ بْنَ حَازِمٍ يَقُولُ فِي الْمَسْبُوحِ لِلشَّيْخِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا حَيْسِي عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ الدَّجَالُ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِينُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ **ترجمہ** ماکشہ رخ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اس دعا کو پڑھ کر تے تھے اہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنے فساد سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زہدگی اور موت کے فتنے سے اہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور فرض سے سو کسی نے آپ سے عرض کی کہ آپ ڈانڈ سوسکیں بہت پناہ مانگتے ہو سو آپ نے فرمایا کہ آدمی جب قرضدار ہو یا کہتا ہے تو جو پوچھتا ہوتا ہے اور قرضداروں سے وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا اور محمد بن یوسف نے کہا کہ میں نے خلف بن عامر سے سنا کہتے تھے کہ مسیح اور مسیح میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ یا کو سا کو پڑا جائے خواہ تشدد سے کے ساتھ پڑا جاوے دونوں ایک لفظ ہیں انہی سے میں کچھ فرق**

نہیں بلکہ دونوں کا مسے ایک سے ایک دنوں منسے سے عیسے علیہ السلام ہیں اور دوسرا دجال ہے
 یعنی عیسے کو یہی مسیح کہتے ہیں اور دجال کو بھی مسیح کہتے ہیں لیکن بعضوں نے کہا کہ تشدید کے
 ساتھ دجال کو کہتے ہیں اور جزم کے ساتھ عیسے کو کہتے ہیں۔ اور عائشہ نہ سے روایت ہے کہ
 میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نماز میں پناہ مانگتے تھے دجال کے فتنے سے
ف دجال ایک شخص کافر کا نام کہ اخیر زمانے میں ظاہر ہوگا اور خدا کی دعویٰ کرے گا اور
 خوارق عادت سے خلقت کو گمراہ کرے گا اور دجال دجل سے مشتق ہے اور دجل کا معنی غلط
 ملط کر دینے کا ہے سو اس کو دجال اس واسطے کہا گیا کہ وہ سچ کو چوٹ دے گا ساتھ غلط ملط کر دے گا
 یا دجل کا معنی جھوٹ کا ہے تو اس کو دجال اس واسطے کہا گیا کہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے اور دجال
 کو سیم اسم اسطے کہا جاتا ہے کہ اس کی ایک آنچ بالکل نہیں یا اس واسطے کہ وہ چند دنوں میں تمام
 زمین پر پہرچا دے گا اور یا اس واسطے کہ اسے نیکی بندگی کہے دے وہ کوئی نیکی نہیں کر سکے گا تو
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فتنے سے پناہ مانگی اگر کوئی کہے کہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پہلے اور پہلے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں پر آپ نے ایسی دعا کیوں مانگی اور نیز
 آپ نے دجال کی بدین باپاں سے اس کے فتنے سے پناہ کیوں مانگی تو جواب لکایا ہے کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم ہت کیواسطے ایسی دعائیں کیا کرتے تھے کہ ہر شخص نماز میں اس
 دعا کو پڑھے تاکہ تمام جہان میں قرن بعد قرن دجال کی خبر نہ ہو جاوے کہ وہ ایک
 جھوٹا کذاب آدمی ہے سو اس طریق سے وہ جس زمانے میں پیدا ہوگا مسلمان اس کو
 پہچان جاوینگے کہ یہ وہی دجال ہے جس کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور دیکھ
 امت کے واسطے پناہ مانگتے تھے یعنی الہی میں تجھے اپنی ہت کیواسطے پناہ مانگتا ہوں اور
 یا تو اضع اور اظہار عبادت کیواسطے کیا کرتے تھے کہ بندے کا کام بندگی کرنا ہے خواہ گناہ ہو
 خواہ نہ ہو اس لیے کہ آدمی جتنی دعا کرے و تضرع بلبند ہوتے ہیں گو دعا قبول ہو چکی ہو پس اگر
 اسے معلوم ہو کہ آدمی ہمیشہ ایسی دعا مانگو پڑھتا رہے اس لیے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے باوجود معصوم ہونیکے اس کو ترک کیا تو جو معصوم نہیں اس کو بطریق اولیٰ اس کا ترک کرنا
 لائق نہیں اور زندگی کے فتنے سے مراد بیماری اور مال اور اولاد کا نقصان ہے یا کثرت
 مال خدا سے غافل کرے یا کفر اور گمراہی یا دنیا کی لذات اور شہوات وغیرہ میں جو خدا کی
 رضائے میں خلل انداز ہوں اور صراط مستقیم سے ہٹا دیں اور موت کو فتنے سے مراد اس

وقت کی شدت اور دہشت ہے اور شیطان کا وسوسہ ہر جان کندن کے وقت یا معاذ اللہ خاتمہ بد ہونا اور قرض سے مراد وہ قرض ہے جو ادھار کرنا جائز کام میں صرف کرے یا جائز کام میں خرچ کرے لیکن اسکے ادا کر نیسے عاجز ہو جاوے یا بدون ادا کے مر جاوے یا ہر قسم کا قرض مراد ہے اسلئے کہ ذلت اور حاجت سے کوئی قرض خالی نہیں سوا آدمی کو چاہیے زندگی اور موت کو فتنے اور قرض سے بناد لاگو اور اس حدیث سے تعبیر کیا جائے معلوم نہیں ہوتی کہ اس حدیث کا کس جگہ پڑ ہے لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں ایسا ہے کہ التعمیات کے بعد جس حدیث کا کو چاہے پڑ ہے پس اس سے ثابت ہو کہ اس دعا کو التعمیات کے بعد پڑ ہے سلام بہر نیست پہلے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اخیر التعمیات میں اس دعا کو پڑھا مقبول ہے واجب نہیں اور سبب جہود علماء اور علماء اس کہتے ہیں کہ واجب ہے لیکن شاید جو یہ سو غرض دیکھنے زیادہ تاکید ہو نہ اصل وجوب نہ تو پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب **حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَكْرُمٍ وَعَنْ أَبِي بَكْرِ الصَّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمْنِي دُعَاءَ أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ ارْزُقْ ظِلْمَتُ نَفْسِي ظِلْمًا كَتَدْرَأُ وَلَا يَقْبِضُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْزِلْنِي مَخْضَةً مِنْ عَيْنِكَ وَأَرْحَمْنِي إِنَّكَ أَمْتُ الْعَفْوَ وَالرَّحِيمِ** ترجمہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا حضرت آپ مجھ کو کوئی دعا بتلائیے جسکو میں اپنی نماز میں پڑھ کر رزق تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر ابھی بیٹھے اپنی جان پر ظلم کیا بہت سا ظلم اور گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا سولے تیرے سو بخش دے مجھ کو اپنے پاس کی مغفرت سے اور مجھ پر رحم کر البتہ تو ہی بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے **فَاتَّ** یہ جو کہا کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو اسے معلوم ہوا کہ کوئی انسان قصور سے خالی نہیں اگرچہ صدیق ہی ہو اور یہ جو کہا کہ سولے تیرے گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا تو اس میں اتنا ہے خدا کی توجید کا کہ سولے خدا کے ایسا کوئی نہیں اور نیز اس میں اشارہ ہے کہ بڑی مغفرت کر اگرچہ میرے عمل اور سبکی لائق نہوں اور اس حدیث بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا کو نماز میں کس جگہ پڑھے لیکن مشہور یہی ہے کہ التعمیات کے بعد پڑھے یا شاید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ سوال اس وقت ہو گا جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو کون التعمیات بتلایا اور فرمایا کہ بعد تشهد کے جو دعا چاہے پڑھے پس بھی نہ ہے مہلت اگر

حدیث کی باب سے **باب مَا يُخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّسْمِيَةِ وَلَكِنَّهُ أَجِبَ**
 التَّحِيَّاتِ كَمَا جَاءَ فِيهِ پڑھے اختیار ہے اور واجب نہیں یعنی مطلق دعا واجب
 نہیں یا مطلق واجب ہے اور کوئی خاص دعا واجب نہیں لیکن یہ غیر معنی حدیث کے مؤثر
 ہے کما سیاتی **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي**
شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا إِذْ أَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا
السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِ السَّلَامِ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا هُوَ
السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ وَكُنْ قُولُوا النِّحْيَاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ
السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ أَوْ بَنِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مِنْهُمْ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَمَدْنَا أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ لِيُخَيَّرَ مِنَ الدُّعَاءِ أَجَبَهُ
إِلَيْهِ فَيَكُونُ عَوْنُ قَوْمِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ رَوَيْتُهُ كَمَا جَاءَ فِي حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 کے ساتھ نماز میں ہوتے تو کہا کرتے تھے کہ بندہ و نکی طرف سے خدا کو سلام اور غلام نے امد
 غلام نے کو سلام سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا پر سلام تمہارا گواہی کے مقرر
 خدا صاحب سلامتی کا اور اس کی طرف سب کو سلامتی ہے لیکن اس طرح کہا کہ وہ زمان کی سب
 عبادتیں اور بدن کی سب عبادتیں اور مال کی سب عبادتیں خدا ہی کی واسطے خاص ہیں سلام
 ہو تمہارے پیغمبر اور خدا کی رحمت اور برکت اور سلام ہو تمہارا اور خدا کے سب نیک بندوں پر موجب
 تھے کہ خدا کے سب نیک بندوں پر سلام ہے تو جتنے خدا کے بندے آسمان اور زمین میں ہیں
 سب کو تمہارا سلام پہنچ گیا یعنی ہر ایک نام لیتا کچھ ضرور نہیں بلکہ مجمل سب کا نام لینا کافی ہے گواہی
 دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی لائق بندگی کے نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد بندہ پر خدا کا اور
 اوس کا رسول ہے پر جو دعا اوس کے نزدیک بہت پسند ہو اوسکو پڑھے **ف** اس حدیث
 کا بیان مفصل طور سے پہلا گذر چکا ہے پہلے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ التحیات کو بعد سلام پہنچے
 پہلے دعا کرنی واجب ہے لیکن کوئی خاص دعا واجب نہیں جس کا کو چاہے پڑھے اختیار ہے اور
 اکثر علما کے نزدیک اس موقع میں دعا کرنی واجب نہیں ہے اور وہ اس امر کو احتساب پر محمول کرتے
 ہیں بلکہ بعضوں نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے نا واجب ہونے پر اجماع ہو چکا ہے لیکن غلط روایت ہے کہ
 التحیات کے بعد دجال اور منگی اور موت کو فتنے سے بچاؤ مانگنی واجب ہے اور امام شافعی نے کہا کہ التحیات کو بعد

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے اور امام احمد کا ایک روایت میں یہی ہے
 قول ہے کہ درود پڑھنا واجب ہے اور یہی مذہب ہے اسحاق کا لیکن وہ کہتے ہیں کہ اگر بھول
 کر چھوٹ جاوے تو نماز جائز ہو جاتی ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے
 کہ مذہب امام ابو حنیفہ اور مالک اور جمہور علماء کا یہ ہے کہ اخیر التیمات کے بعد درود پڑھنا
 سنت ہے واجب نہیں اگر چھوٹ دیوے تو نماز صحیح ہو جاوے گی اور امام شافعی کے نزدیک جب
 ہو اگر ترک کر دیوے تو نماز صحیح نہیں ہوگی اور یہی ہے مذہب شعبی کا اور یہی روایت ہے
 عبد اللہ اور عمرہ سے انتہی اور یہ جو اپنے فرمایا کہ جس عاکو چاہے پڑھے تو اس سے ثابت ہوا
 کہ نماز میں ہر قسم کی دعا مانگنی جائز ہے خواہ دنیا کی کسی حاجت کیواسطے ہو اور خواہ دین کی کسی
 حاجت کے واسطے ہو اور خواہ قرآن حدیث میں وہ دعا وارد ہوئی ہو اور خواہ وارد نہ ہوئی ہو جیسو
 کہ کہ لے مجھ کو بہشت میں داخل کر یا مجھ کو دنیا میں بہت سامان دے لیکن ہمیں شرط یہ ہے کہ
 کسی ناجائز کام کے واسطے وہ دعا نہ ہو کہ وہ مطلق منع ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور
 مالک اور جمہور علماء کا اور امام ابو حنیفہ اور شافعی وغیرہ کے نزدیک ہر قسم کی دعا مانگنی جائز
 نہیں وہ کہتے ہیں کہ نماز میں فقط وہی دعا مانگنی جائز ہے جو قرآن اور حدیث میں آچکی ہے
 اور دعا کوئی جائز نہیں لیکن ظاہر اس حدیث کے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کا یہ قول صحیح نہیں
باب من کلمۃ یستجیبۃ جنتہ وانفہ حتیٰ یصلیٰ اگر مسجد سے میں منہ اور ناک کو مٹی
 کا ٹکڑے تو بعض کہتے ہیں کہ اس کو نماز کے اندر نہ پونچھے بلکہ نماز کے بعد صاف کرے
قال ابو عبد اللہ رايت الحمید بن یحییٰ یحکم بهذا الحدیث ان لا یستحب الخبثۃ فی الصلوۃ
 یعنی امام بخاری نے کہا کہ میں نے حمید بن یحییٰ کو دیکھا وہ اس حدیث کو دلیل مکرہتے تھے اس پر
 کہ نماز میں ہتھ کو نہ پونچھا جاوے یعنی اس حدیث سے جو ابھی آتی ہے حدیث
مُسْلِمُ بْنُ أَبِیْ هَاشِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ
فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالْطَّيْنِ حَتَّى رَأَيْتُ أَكْثَرَ
الطَّيْنِ فَرَجَعْتُهُمْ ثُمَّ رَجَعَهُ أَبُو سَعِيدٍ مِنْ رِوَايَتِهِ کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
 دیکھا کہ سجدہ کرتے تھے پانی اور مٹی میں یا گھاس کے مین نے مٹی کا نشان آپ کو ہتھ میں دیکھا
ف اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے نماز میں ہتھ کو صاف نہیں کیا اس لیے کہ قتال
 ہے کہ آپ نے ہتھ کو صاف کیا ہو لیکن مٹی کا کچھ نشان کچھ باقی رہ گیا ہو اور اخلال ہے کہ

آپ مٹھو کو صفا کرنا ہوں گے ہوں اور احتمال ہے کہ آپ نے اپنی خواب سچا کرنے کی واسطے
 مٹھے کو نہ پونچا ہوا اور احتمال ہے کہ واسطے بیان جواز کے مٹھے کو صفا نہ کیا ہوا سیلے کہ مسم کی
 ترک کرنا اولیٰ ہے اور جب اس حدیث میں اتنے احتمال ہوئے تو اب نماز میں مٹھے کے نہ
 پونچے پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں اسی واسطے امام بخاری نے بھی اسکا کوئی حکم صریح
 بیان نہیں کیا اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ نماز میں مٹھے سے مٹی وغیرہ
 صفا کرنے کو علماء سلف نے مکروہ رکھا ہے انتہی **باب التَّسْلِيمِ التَّجَارَاتِ** اور درود
 وغیرہ کے بعد سلام پھیرنے کا بیان یعنی واجب ہے یا نہیں **حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ**
قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَافِيلُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْقُتَيْبِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ
أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ الْبُشَاءُ حِينَ يَفْضِي
تَسْلِيمَهُ وَمَكَتَ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ قَالَ أَبُو شَهَابٍ فَأَرَى اللَّهَ أَعْلَمَهُ أَنَّ مَكَّةَ لَكُنَّ
تَمْنَعُنَ الْبُشَاءَ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ ترجمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت
 ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے اور اوسکو تمام کرتے تو عورتیں ایسی
 وقت اوسکے کھڑی ہوتیں (یعنی اسواسطے کہ اوسکو حکم تھا کہ سلام کے بعد جلدی چلی جاوین) اور
 آپ تھوڑا سا ٹھہرے رہتے کھڑے ہوتے ابن شہاب (راوی) نے کہا کہ میں گمان کرتا ہوں
 (اور اسد زیادہ تر جاننے والا ہے) کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھہرنا اسواسطے تھا کہ عورتیں
 مردوں سے پہلے چلی جاوین کوئی نماز سے پھر اوسکو نہ پاسکے **ف** اس حدیث سے معلوم
 ہوا کہ نماز سے سلام پھیرنی فرض ہے اور نماز کا ایک رکن ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا
 ہے کہ آپ سلام پر ہمیشگی کرتے تھے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے
 امام مالک و شافعی اور احمد اور جہور علماء پہلون اور پچھلون سے وہ کہتے ہیں کہ نماز سے سلام
 پھیرنا فرض ہے بدون اس کے نماز صحیح نہیں بلکہ اگر السلام علیکم سے ایک حرف بھی کم کرے تو
 جب ہی نماز درست نہیں ہوگی اور یہی مذہب ہے جہور صحابہ اور تابعین کا اور جو ان کے بعد ہیں اور اسی
 پر دلالت کرتی ہے وہ حدیث جو اصحاب بن نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا **تَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ** یعنی سلام کے ساتھ آدمی نماز سے نکل آتا ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے
 نزدیک نماز سے سلام پھیرنے اور لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا فرض نہیں فقط فرض ہے
 ہے کہ آدمی نماز سے کوئی کام کرے یا ہر آدے خواہ سلام کرے یا کسی بھی کلام کرے یا کھڑے ہو کر

یہاں تک کہ اگر سلام کے بدلے گوز مار کر نماز سے باہر آؤں تو مجب بھی درست ہے اور دلیل اوہی
یہ حدیث ہے کہ اگر کوئی التیمات وغیرہ پڑھے گوز مارے سلام پہلے سے پہلے تو اس کی نماز
صحیح ہے سو جواب لکھا یہ ہے کہ فتح الباری میں لکھا ہے فَقَدْ ضَعَفَهُ الْحَقَّاطُ انْتَهَى یعنی
حفاظ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور حنفیہ ام سلمہؓ
کی اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث ہمیشگی پر دلالت نہیں کرتی لہٰذا ان اکثر کے نزدیک
مداومت کی واسطے نہیں اور نیز یہ ہمیشگی عورتوں کے قیام کی ہے وقت سلام کے نہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سلام کے سو جواب لکھا یہ ہے کہ اسکے سوا اور بہت حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آتے تھے اسکے برخلاف کسی
حدیث کو ثابت نہیں ہوا سوا اس حدیث مذکور کے جو حفاظ کے نزدیک ضعیف ہے پس کان
کا ہمیشگی پر نہ دلالت کرنا یا مداومت صح عورتوں کے قیام کی مداومت مراد اپنی حنفیہ کو چھوڑ
نہیں ہو سکتی تو اور کا جواب یہ ہے کہ تیسرے پارے میں مذکور ہو چکا ہے کہ ائمہ اربعہ وغیرہ
اہل اصول کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنی جائز ہے پس اس سے فرضیت
ثابت کرنی بھی جائز ہوگی اور نیز جب کہ امام مالکؒ در شافعی اور احمد اور جہور سلف اور خلف کے
نزدیک خبر واحد سے فرضیت ثابت ہو جاتی ہے تو پھر اتنے علما کے مقابلہ میں حنفیہ کی اس
اصطلاح کا کیا اعتبار ہے اور نیز اس حدیث کا خبر واحد ہونا مسلم نہیں بلکہ اگر سلام کی سب
حدیثوں کو جمع کیا جائے تو درجہ شہرت سے بھی بڑھ جاتی ہیں واللہ اعلم بالصواب اور اس
حدیث میں سلق سلام کا ذکر ہے دو یا ایک بار پڑھنے کا ہمیں ذکر نہیں لیکن صحیح مسلم میں ابن مسعود
اور سعد بن ابی وقاص سے روایت آچکی ہے کہ دو بار سلام کہے ایجاب و اہنی طرف اور ایک بار
بائیں طرف بلکہ طحاوی وغیرہ نے سترہ اصحاب سے یہی روایت کی ہے کہ دو بار سلام کہے اور امام
نوی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے واسطے مذہب امام شافعی اور جہور
سلف اور خلف کی کہ دو بار سلام کہے اور امام مالکؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ فقط ایک بار سلام کہے اور دلیل
اوہی ضعیف حدیثیں ہیں جو صحیح حدیثوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں اور اگر کوئی ان میں سے ثابت بھی
ہو جائے تو جواز پر حمل کی جاوے گی میں نے صرف ایجاب سلام کہنا ہی جائز ہے اور تمام علما معتبرین کا
اتفاق ہے اس پر کہ واجب فقط ایک سلام ہے دوسری سنت ہے سو اگر فقط ایک ہی سلام کہو تو مستحب

ہندی

کہ منہ کے سامنے کہے اور اگر دونوں سلامین کہے تو ایک دہنی طرف کہے اور ایک بائیں اور منہ کو
دونوں جانب پھیرے اور اگر دونوں سلاموں کو دہنی طرف کہے یا دونوں کو بائیں طرف کہے یا دونوں کو
منہ کے سامنے کہے یا پہلی بار بائیں اور دوسری بار بائیں کہے تو نماز صحیح ہے لیکن فضیلت
ماصل نہیں ہوتی انتہے یہی ہے مذہب امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کا اور امام مالک کی ایک دلیل
حدیث ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنن میں روایت ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک سلام کہتے
تھے سو جوابا سلام کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسے ذکر کیا ہے اسکو عقیل اور امام ابن عبد البر نے اور
نیز دو سلام کی حدیثیں بہت ہیں اور اس سے زیادہ صحیح ہیں پس انکو حدیث عائشہ پر مقدم کیا جاوے گا
اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں دوسرے سلام کی نفی نہیں بلکہ سکوت ہی پس حدیث فقط ایک سلام
کرنے پر دلیل نہیں ہو سکتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ پہلے دہنی طرف سلام کہے پھر بائیں طرف
کہے اور امام شافعی نے کہا کہ اگر امام فقط ایک بار ہی سلام کہے تو مقتدی کیواسطے سنت ہو کہ دونوں سلام
کہو اسلئے کہ مقتدی پہلے سلام کے ساتھ اسکی پیروی سے نکل گیا ہے اب اسکی متابعت کرنی چاہیے
نہیں اور اگر امام پہلا احتیاج چھوڑ دیوے تو مقتدی کو اسکی پیروی کرنی واجب ہے اسلئے کہ وہ نماز
کے اندر ہو واللہ اعلم **باب** یُسَلِّمُ حَیْثُ سَلَّمَ الْإِمَامُ جب امام نماز سے سلام پھیرے تو اُس
وقت مقتدی بھی سلام پھیرے **ف** یعنی یہ واجب نہیں کہ جب امام سلام کو تمام کرچکے تو مقتدی
بعد اوس کے سلام کہو شروع کرو بلکہ جائز ہے کہ دونوں سلام ایک وقت میں واقع ہو اور عرض امام ہجاری
کی اس سوجھ بوجھ ہے کہ مقتدی امام کے سلام کے بعد دعا وغیرہ کے ساتھ مشغول ہوئے امام کی متابعت
کرے کہ مستحب ہے **وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یَسْتَفْتِ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ أَنْ یُسَلِّمَ مِنْ حَلْفَةٍ** یعنی ابن عمر رضی
میں جب امام سلام کہے تو اسی وقت مقتدی بھی سلام کہے یعنی دونوں
ایک وقت میں سلام کہیں لیکن اگر مقتدی امام کو سلام تمام ہو نیچے بعد سلام کہو شروع کرے تو وہ
بھی جائز ہے اور مطابقت اس کی بھی ظاہر ہے **حَدَّثَنَا جَدُّنَا ابْنُ مُوسَى قَالَ**
أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَنَابِ بْنِ
بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ ترجمہ
عناب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی سو حسب
سلام کہی تو اسی وقت ہم نے بھی سلام کہی **ف** یعنی آپ نے اس سے انکار کیا اور نہ منع فرمایا پس
معلوم ہوا کہ امام کی سلام کے ساتھ سلام کہنی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی

باب اور یہ حدیث مفصل طور سے پہلے گزر چکی ہے اور نیز ابھی آتی ہے **باب**

مَنْ لَمْ يَزِدْ السَّلَامَ عَلَى اِمَامٍ وَكَثُرَ بِسَلَامِهِ الصَّلَاةُ مُقَدِّمِ الْمَامِ كَوَسْلَامِ كَا جَوَابِ عُلْمِهِ
 نذیر ہے اور صرف نماز کو سلام پر کفایت کرے **ف** علما نے کہا ہے کہ جب امام اپنی دہنی طرف
 سلام پھیرے تو یہ نیت کرے کہ میں دہنی طرف کو فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کہتا ہوں
 اور جب بائیں طرف سلام کہے تو اس وقت یہ نیت کرے کہ میں دہنی طرف کے فرشتوں اور مقتدیوں
 کو سلام کہتا ہوں اور مجتہد ہی دہنی طرف سلام کہے تو یہ نیت کرے کہ میں دہنی طرف کے فرشتوں
 اور مقتدیوں اور امام کو سلام کہتا ہوں اور بائیں طرف بھی اسی طرح نیت کرے سو مطلب اس **باب**
 کا یہ ہے کہ جیسے امام دوبار سلام کہتا ہے اسی میں مقتدیوں کو سلام کہنے کی نیت کرتا ہے ویسے ہی
 مقتدی بھی دوبار سلام کہے اور اوس میں یہ نیت بھی کر لے کہ میں امام کو سلام کا جواب دیتا ہوں
 پس مقتدی پہلے اسی سلام کو جو نماز سے باہر آنے کی واسطے کرتا ہے امام کے سلام کا جواب سمجھ
 لے دے اور اسی پر کفایت کرے تیسری بار جواب کی نیت سے علیحدہ سلام نہ کہے اور مانگے کہ میں
 مقتدی امام کے جواب میں ان دو سلاموں پر کفایت کرے بلکہ ان دونوں میں دہنی بائیں کو مقتدیوں
 وغیرہ کی نیت کرے اور امام کے جواب کے واسطے تیسری بار علیحدہ سلام کہے پس اونچے نزدیک مقتدی
 تین بار سلام کہے دوبار دونوں طرف کو مقتدیوں وغیرہ کو اور ایک بار حاصل امام کو سو امام بخاری کی
 غرض اس **باب** سے یہ ہے کہ تیسری بار امام کو علیحدہ سلام کہنا مستحب نہیں **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ**
قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ وَ
رَحِمَهُمَا اللَّهُ عَقْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقْلُ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا مِنْ دُكُو كَانَتْ فِي دَارِهِمْ
قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ شَرَّاحُ حَدِيثِ سَالِمٍ قَالَ كَرِهْتُ أَصْلَ لِقَوِي
بَنِي سَالِمٍ فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَكْرَهْتُ بَصْرِي وَإِنَّ الشَّيْئُولَ
تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوِي وَلَوْ دَرْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتُ فِي بَيْتِي مَكَانًا أَخَذَهُ
مَسْجِدًا فَقَالَ فَعَلْ رِشَاءَ اللَّهِ فَعَدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ
بَعْدَ مَا اسْتَدَّ إِلَهُمَا فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذْنَتْ لَهُ فَكَرَّحَلَسَ حَتَّى قَالَ
أَبْرَحَةُ أَنَّ أَصْلَ مِنْ بَيْتِكَ فَاسْتَأْذَنَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ فَقَامَ
وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ ثُمَّ جُمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ مَعَهُ أَهْلُ بَيْتِهِ
 کہا کہ میں نے حضرت کو خوب جانا ہے اور خوب پہچانا ہے اور خوب یاد رکھی ہے

۶۲۰

وہ گلی پانی کی جسکو آپ نے میرے منہ میں مارا تھا باری گہر کو کیوں سے) کہ میں نے عتبان بن ناکہ
 سنا کہتے تھے کہ میں اپنی قوم کی امامت کیا کرتا تھا سو میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس حاضر
 ہوا اور عرض کی کہ میں اندھا ہو گیا ہوں اور مقرر نامی پانی کی میری اور میری قوم کی مسجد کے درمیان
 حائل اور مانع ہوتی ہیں یعنی برسات کے دنوں راہ میں بہت زور سے پانی بہتا ہے اسے سبب
 میں مسجد میں نہیں جاسکتا ہوں سو میں دوست رکھتا ہوں سب بات کو کہ آپ تشریف لاؤں اور یہ
 گہر میں کسی حکمہ نماز پڑھیں جس کو میں جائے نماز ٹھہراؤں سو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں اس
 کام کو کر دوں گا یعنی تیرے گہر میں آؤں گا سو دوسری صبح کو جب آفتاب خوب بلند ہوا تو آپ تشریف
 لائے اور ابو بکر صدیقؓ آپ کے ساتھ تھے سو آپ نے اندر آنے کے لیے اذن مانگا سو میں نے آپ کو
 اذن دیا اور آپ اندر آئے سو نہ بیٹھے یہاں تک کہ فرمایا کہ تو اپنے گہر سے کس جگہ کو دوست رکھتا ہے
 جس میں میں نماز پڑھوں سو عتبان نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جس کو وہ دوست رکھتا تھا کہ آپ وسیع
 نماز کیواسطے کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کو پہچو صف باندھی پھر آپ نے نماز سے سلام پھیری اور
 ابکی سلام کی وقت ہم کو بھی سلام کہی ف اظہار اس حدیث کو معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں نے امام
 کو جواب میں علیحدہ کوئی سلام نہیں کہی اس لیے کہ سلام کا جواب صل سلام کے بعد ہوتا ہے نہ اس کے
 وقت میں اور حالانکہ یہاں مقتدیوں کی سلام امام کی سلام کی وقت میں واقع ہوئی ہے اور نیز اس
 حدیث کو معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کی سلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کی طرح تھی اور آپ کی
 سلام یا تو صرف ایجاب تھی جس کے ساتھ آدمی نماز سے حلال ہوتا ہے اور یا دوبارہ ہی پس مقتدیوں کی
 سلام بھی دوبارہ ہوگی نہ تین بار جیسے کہ مالکیہ کہتے ہیں پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی بات
 اور اس حدیث کو معلوم ہو کہ نفلوں میں بھی جماعت کرنی جائز ہے اس لیے کہ یہ نماز اشراق کی تھی
 کسی فرضی نماز کا وقت نہیں تھا جیسو کہ سابق حدیث کا اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گہر
 میں نفلوں کی جماعت بھی جائز ہے اور یہ جو آدمی کہے کہ میں یہ کام کل کر دوں گا تو مستحب ہے کہ انشاء اللہ
 کہے اور یہ کہ بزرگوں نے تبرک لینا اور جس جگہ نماز پڑھتے ہوں اور جگہ نماز پڑھنا اور اوست تبرک چاہنا
 جائز ہے اور یہ کہ بزرگ آدمی کی زیارت کرنی جائز ہے اور یہ کہ عذر سے جماعت ماقط ہو جانی
 ہے اور اس پر جماع ہے اور یہ کہ امام اور عالم کا اپنے بعض دوستوں کو ساتھ لے جانا جائز ہے اور یہ کہ
 گہر والے سے اذن لینا چاہیے اگرچہ وہ پہلے بولا چکا ہو اور یہ کہ دیکھے نفلوں میں افضل یہ ہے کہ
 کہ دو دور کھتیں پڑھے جسے کہ عذیب جمہور کا ہے اور یہ جب کہ گاؤں یا محلہ میں کوئی شخص

بزرگ آئے تو مسجد ہے کہ محلہ کے سب لوگ اوسکے پاس جمع ہو کر اوسکی زیارت کریں اور اس سے مسائل پوچھیں اور یہ کہ نماز کو واسطے ایک جگہ خاص کر مقرر کر رکھنی جائز ہے اور مسجد میں جو اوسکی مانعت آئی ہے تو ریا وغیرہ کو خوف سے ہے اور یہ کہ جو آدمی توحید پر مرے تو آگ میں ہمیشہ نہیں بیگاں تھوڑا کھانا اور یہ جو محمود نے کہا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب جاتا پھرتا ہے انہ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اسوقت بہت چھوٹا تھا چار پانچ برس کی عمر تھی تو وہم پیدا ہوتا تھا کہ لڑکا ہے شاید کسی لفظ کو حدیث سے بھول گیا ہو سو اس ہم کے دفع کر نیکی واسطے اوس نے یہ کلام حدیث کو اول میں کہی یعنی حدیث مجھ کو خوب یاد ہے اسکو بھولا نہیں ہوں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منہ میں کلی شاید اسواسطے ماری تھی کہ وہ اوسکو یاد رکھے اور نقل کرے تاکہ اوسکو نقل حدیث کی فضیلت حاصل ہو اور اوسکی صحبت آپ سے صحیح ہوگا سو ایسا ہی ہوا **باب** **الَّذِي كَرِهَ اللَّهُ لِعِبَادِهِ تَمَتُّعَ نَازِلِهِ** کے بعد ذکر کر نیکا بیان **ف** **جہود** علما کے نزدیک نماز سے مراد فرضوں کی نماز ہے سنت اور نفل وغیرہ مراد نہیں وہ کہتے ہیں کہ نمازی اسن کر کہ فرضوں کے بعد پڑھا کرے سنتوں اور نفلوں کے بعد نہ پڑھا کرے اور بعضی کہتے ہیں کہ اس ذکر کو ہر نماز کے پیچھے پڑھنا خواہ فرض ہوں یا نفل ہوں اور اگر فرضوں کے بعد اس ذکر کو پڑھا دیر کر کے پڑھے جس میں کہ وہ اوس سے روگردان نہ سمجھا جائے یا بھول سے دیر ہو جائے پھر اوسکو پڑھ لیا تو یہ بھی جائز ہے ہمیں کچھ نقصان نہیں اور اسی طرح آیت الکرسی وغیرہ جن دعاؤں کا نماز کے بعد پڑھنا ثابت ہو ہے اگر اوسکو اس ذکر سے پہلے پڑھ لیا تو اس کے بعد اس کے ذکر کو پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور جن فرضوں کے پیچھے سنتیں پڑھی جاتی ہیں جیسے ظہر اور شام و عشا کی نماز ہوا ان کے بعد اس ذکر کو پڑھنے میں اختلاف ہے جہود علما کہتے ہیں کہ فرضوں کے بعد پہلے اس ذکر کو پڑھے بعد اس کے سنتوں کو پڑھے اس لیے کہ صحیح حدیثوں میں صریح آچکا ہے کہ اسن کر کہ فرضوں کو بعد پڑھے اور خفیہ کہتے ہیں کہ فرضوں کے بعد پہلے سنتیں پڑھے بعد اس کے ذکر کرے اون کے نزدیک فرضوں اور نفلوں میں فصل کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی کہے کہ جیسو اس ذکر کا حکم آیا ہے کہ فرضوں کے بعد پڑھا جاوے ویسوی سنتوں کا حکم بھی یہی آیا ہے کہ فرضوں کے بعد پڑھی جاوے سو اگر ایک کو مقدم کیا جائے تو دوسرے کے بعد وقت ہو جاوے گی پس ان دونوں میں تطبیق کس طور سے ہوگی سو جواب سکایہ ہے کہ دونوں طرح سے جائز ہے خواہ پہلے سنتوں کو پڑھے یا ذکر کو پڑھے اختیار ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے ذکر کو پڑھا جاوے پھر سنتوں کو پڑھا جاوے جیسے کہ مذہب جمہور کا ہے اور اگر کوئی کہے کہ فرضوں کے بعد ذکر کرنا مختلف

طور سے آیا ہے اس لیے کہ بعض حدیثوں میں ثابت ہوتا ہے کہ فرضوں کے بعد اللہ انت السلام نماز پڑھنے اور بعض حدیثوں میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت الکرسی پڑھنے اور بعض حدیثوں میں لا الہ الا اللہ وغیرہ اور دعائیں پڑھنی ثابت ہوتی ہیں پس ان سب حدیثوں کو تطبیق کو کر کے سو جواب اسکا یہ ہو کہ فرضوں کے بعد یہ سب دعائیں پڑھنی جائز ہیں کہہ کسی دعا کو پڑھ لیا کرے اور کہہ کسی دعا کو پڑھ لیا کرے یا ہر نماز میں یہ جمع کر لیا کرے ہر طور سے جائز ہے لیکن سب کو جمع کرنا واجب نہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دعاؤں کو مختلف وقتوں میں پڑھا ہے کسی نماز میں کسی دعا کو اور کسی نماز میں کسی دعا کو پس نمازی جبر طور سے پڑھ جائز ہے اور مستحب یہ ہو کہ اس ذکر کو بیٹھے پڑھے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ جو حنفیہ کہتے ہیں کہ فرض اور نفل کے درمیان فصل کرنا مکروہ ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح مسلم میں سائب بن یزید سے روایت ہو کہ اوس نے معاویہ کو ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی اور بعد اوس کے نفل پڑھے سو معاویہ نے اس کو کہا کہ جب تو جمعہ کی نماز پڑھے تو بعد اوس کی کوئی نماز جائز نہیں یہاں تک کہ تو کلام کر دے یا اوس جگہ سے ہٹ جاو یعنی فرض اور نفل کے درمیان فصل کرنا ضرور ہے خواہ کلام کرے یا اوس جگہ سے ہٹ جاوے اور جب فرض اور نفل میں کلام کے ساتھ فصل کرنا جائز ہوا تو ذکر اور دعا وغیرہ کے ساتھ فصل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہو گا اور نیز اس حدیث میں یہ بھی معلوم ہو کہ نمازی نے جس جگہ میں فرض پڑھی ہوں اوس جگہ سے ہٹو کے ساتھ ہی دونوں میں فصل ہو جاتا ہے سو اندرین صودت اس سے لازم آوے گا کہ فرض کی جگہ میں نفل پڑھنا جائز ہوں حالانکہ حنفیہ اس کو مکروہ کہتے ہیں و سیاتی بایہ انشاء اللہ تعالیٰ **حَدَّثَنَا** **إِسْحَاقُ بْنُ إِصْحَاقَ** **أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا** **أَبُو عَبَّاسٍ أَخْبَرَنَا أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفَعَ الصَّوْتُ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ لَنَا سَمِعْنَا مِنَ الْمَكْنُوبَةِ كَأَنَّهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْنَا إِسْحَاقَ إِذَا انْصَرَفُوا بِالنَّارِ إِذَا سَمِعْتَهُ** ترجمہ ابن عباس رضی عنہ روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے یعنی بعد نماز فرض کے ذکر کرتے تھے ابن عباس رضی عنہ نے کہا کہ جب میں ذکر کی آواز سنتا تو پہچان جاتا کہ لوگ نماز ادا کر چکے ہیں یعنی جب کہہ میں جماعت میں حاضر ہوتا تو نماز کا تمام ہونا ذکر سے پہچانتا **ف** علما کہتے ہیں کہ اوس وقت ابن عباس کم عمر تھے بعض اوقات جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے سو ذکر کی آواز سے نماز کا تمام ہونا پہچانتے اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عباس غیر صغیر نہیں ہوتے تھے سلام کی آواز نہیں سن سکتے تھے جب ذکر کے ساتھ آواز بلند ہوتی تو تب اونکو معلوم ہوتا کہ نماز تمام ہو چکی ہے لیکن یہ وجہ ضعف سے خالی نہیں پس اس حدیث سے

والی نعمتیں لیے گئے دی نماز پڑھتے ہیں جیسے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے کہ ہم روزہ رکھتے ہیں اور انکو مال کے سبب زیادہ ثواب ہو کہ انکے ساتھ حج کرتے ہیں اور عمرہ بجالاتے ہیں اور خدا کے راہ میں لڑتے ہیں اور صدقہ اور خیرات کرتے ہیں یعنی مال کے سبب انہوں نے قرب الہی اور بہشت میں بڑے بڑے درجے حاصل کیے ہیں اور بہشت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے مستحق ہو گئے ہیں اور یہ ہم نہیں ہو سکتا کہ انکو مال میں نہ ہوں سو حضرت علیؓ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو وہ چیز بتلاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو اگلی استون کے درجے پا جاؤ اور اپنے زمانے کو سب لوگوں میں بہتر ہو جاؤ اور پچھلے لوگوں کوئی تمہارا درجہ نہ پاسکے مگر وہی شخص جو عمل کرے جیسا کہ مننے کیا (اصحاب نے کہا ہاں یا حضرت) ایسی چیز ضرور بتلائیے فرمایا کہ سبحان اللہ کہو اور الحمد کہو اور اللہ اکبر کہو ہر نماز کے پچیس تینتیس بار سو مائے پچیس اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ تینتیس بار سبحان اللہ کہے اور تینتیس بار الحمد کہے اور تینتیس بار اللہ اکبر کہے (یعنی ہر ایک کو اتنی اتنی بار کہے پس یہ کل ایک کم سو ہو اور بعضوں نے کہا کہ کل کو تینتیس بار کہے یعنی ہر ایک کو گیارہ گیارہ بار کہے) سو میں (راوی کہتا ہے) حضرت علیؓ علیہ وسلم پاس بلیٹ گیا اور آپ کو یہ حال بتلایا سو آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ اور الحمد اور اللہ اکبر کہو یہاں تک کہ ان کلون سے ہر ایک تینتیس تینتیس بار ہو جاوے تو کل ایک کم سو ہوا **ف** ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کل کو تینتیس تینتیس بار کہے اور ایک روایت میں آیات کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لا الملک ولا الحمد و سوا علی کل شے قدیر کے ساتھ سو کا عدد پورا کرے اور ایک روایت میں آیات ہے کہ چوتھیں بار تکبیر کہے سو نام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ تطبیق ان سب روایتوں میں اس طور سے ہے کہ تینتیس بار سبحان اللہ کہے اور تینتیس بار الحمد کہے اور چوتھیں بار اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ کے ساتھ ختم کرے تاکہ سب روایتوں پر عمل ہو جاوے اور بعضوں نے کہا کہ کہی لا الہ الا اللہ کے ساتھ سنو پورا کرے اور کہی اسکو ترک کرے اور ایک بار تکبیر زیادہ کر کے سو پورا کرے اس لئے کہ جیسے کہ روایتوں میں اختلاف ہو ویسے ہی عمل ہی مختلف طور سے کرے اور ایک روایت میں آیات ہے کہ پہلے تینوں کلمے دس دس بار کہے یا گیارہ گیارہ بار کہے اور ایک روایت میں آیات ہے کہ ان چاروں کلموں کو پچیس پچیس بار کہے سو یہ مختلف اوقات پر معمول ہے یا اختیار ہے جس عدد کو چاہے پڑھے کوئی قید نہیں لیکن یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متفق علیہ ہے اور سب زیادہ تر معیم ہے پس اسکو سب پر ترجیح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ثواب اسی شخص کو ملے گا جو ان کلموں کی گنتی کو پورا کرے اور عدد معین سے کچھ زیادہ نہ کرے اور جو اس عدد سے زیادہ پڑھے انکو یہ ثواب نہیں ہے اس لئے

کہ احتمال ہے کہ اس عدد خاص کے مقرر کرنے میں کوئی حکمت اور خاصیت ہو جو زیادہ کرنے سے فوت ہوتی ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ جن مستحبات کی مشروعیت میں حد مقرر ہو چکی ہے انہیں کچھ بڑا نا بدعت مکر وہ ہے اسلئے کہ مثلاً جس دعا کے واسطے ایک نوکر شکر مقرر ہو چکی ہو اگر اسی میں دو نوکر شکر ڈالی جاوے تو اسکا فائدہ بالکل باطل ہو جائے گا اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ کرنے میں بھی وہ ثواب حاصل ہو جاتا ہے اسلئے کہ جس عدد پر ثواب کا وعدہ تھا اسکو ادا کر چکا ہے پس اسکو واسطے ثواب ہو چکا اب سپر کچھ زیادہ کرنے سے وہ ثواب باطل نہیں ہوگا لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے ختم پر حکم بجالانے کی نیت کرے یعنی یہ کہ میں اس حکم کی تعمیل کر چکا ہوں پھر بعد اسکے اگر سپر کچھ دیدا دے کرے تو حرج نہیں اور صحیح مسلم میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کو وقت سو بار سبحان اللہ و بعدہ کہا قیامت میں اُسکے برابر کوئی نہیں ہوگا مگر جس نے اسکے برابر کہا یا اُس سے زیادہ کہا وہ اللہ اعلم اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ پہلے بھیجے کہے پھر تحمید کہے پھر تسمیہ کہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے سبحان اللہ کہے یعنی اللہ پاک ہو اس لئے کہ بدولت کرتا ہے کہ خدا سب عیبوں اور نقصوں سے پاک ہو اور جو کچھ غنی نقص سے کمال ثابت نہیں ہوتا اس واسطے بعد اسکے الحمد کہے یعنی سب تعریف خدا ہی کے واسطے ہو اس لئے کہ یہ کلمہ دلالت کرتا ہے سپر کہ خدا تمام صفات کمال کے ساتھ موصوف ہو اور چونکہ کمال ثابت ہونے کو نفی کبیر کی لازم نہیں آتی اسلئے بعد اسکے اللہ اکبر کہے یعنی اللہ سب کو بڑا ہے اسکے برابر کوئی نہیں پھر بعد اسکے تہلیل کہے یعنی لا الہ الا اللہ الخ یعنی سوا حق کے کوئی لائق بندگی کے نہیں وہ نرالا ہے اسکا کوئی شریک نہیں ہو اس ترتیب میں ان کلموں کے درمیان مناسبت پائی جاتی ہے اور ایک طریق میں اس حدیث ابو ہریرہؓ کے یہ لفظ زیادہ آیا ہے کہ محتاج اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ گئے سو انہوں نے عرض کی مالدار لوگوں نے ہمارے اس طعنے کو سنا سو انہوں نے بھی ویسا کیا جیسا ہم نے کیا سو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا فضل ہے جب کو چاہے وہی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی شکل عمل کا ثواب آسان عمل والے کو بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسے کہ مثلاً کلمہ شہادت ہو کہ اسکا پڑھنا نہایت مہمل اور آسان ہے حالانکہ کئی شکل عبادت تو سپر اسکو فضیلت ہو اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب فرض ادا کرنے میں مالدار اور فقیر برابر ہو تو سو فائدہ مالدار آدمی فقیر سے افضل ہے اسلئے کہ مالدار صدقہ خیرات کرنے کے سبب جو درجہ حاصل کرتا ہے وہ فقیر سے نہیں ہو سکتا اور اکثر صوفیہ کا یہ مذہب ہو کہ فقیر صابر مالدار کا سبب اس لئے کہ جو صفائی اور تہذیب فقر کے سبب فقر کو حاصل ہے وہ صفائی مالدار کو میسر نہیں اور بعضوں نے کہا کہ افضل وہ شخص ہے جسکی گذران درمیانی ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ فضیلت مختلف ہو باعتبار اختلاف اشخاص کے یعنی جو

لوگوں کے واسطے الدار ہونا افضل ہے اور بعضوں کے واسطے فقر افضل ہے اور بعضوں کا کہا کہ کسی کو فضل نہیں
کہنا چاہیے ایسے لوگوں کو الدار خدا کے راہ میں مال خرچ کرے اور فقیر آدمی اسکو دیکھ کر دلیں یہ تمنا کرے کہ
اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی خدا کے راہ میں صرفت اور دونوں کی نیت بھی ہو تو دونوں کو ثواب برابر ملتا ہے اور
اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی شخص کسی عالم سے اختلافی مسئلہ پوچھے تو اسکو
ایسا جواب دیوے جسکو ساتھ وہ اہل فضل کا درجہ پا جاوے اور یہ کہ علموں میں رشک کرنا جائز ہے یعنی یہ
کہ جیسے یہ عمل کرنا ہے میں بھی ویسا عمل کروں تاکہ اسکے درجے کو پاؤں اور یہ کہ جن علموں سے درجے بلند
ہوں انکی طرف جلدی کرنی چاہیے اور یہ کہ نماز کے بعد ذکر کرنے کا بڑا ثواب ہو اور یہ کہ کسی عمل کا فصل عمل شعی
کو برابر ہو جاتا ہے اور ہمیشہ ہندو والی نعمتوں سے مراد ہشت کی نعمتیں ہیں یکہ کسی فنانہیں ہونگی ابد الابد
مکرمہ ہمیشہ باقی رہیگی نہ سترین گی اور نہ گلین گی حد ثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سہان عن عبد
الملک بن حمید عن ذراد کا تب الخیرۃ بن شعبۃ قال املی علی الخیرۃ بن شعبۃ فی کتاب الے
معوذۃ ان الی بنی صل اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوۃ فقلت لا الہ الا اللہ وحده
لا شریک لہ الہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شئی قذیر اللہ لا ملانم لیا اعطیت ولا مبط
لما منعت ولا ینفع ذالجمد منک الجمذ وقال الشعبۃ عن عبد الملک بهذا اوقال الحسن جد
عنی وعن الحکم عن القاسم بن مخیمر عن ذراد بهذا اتر جمہ وناذغیرہ کے نشی سے روایت ہو کہ
سینہ نے معاویہ کی طرف مجھ سے خط لکھوایا اور اسنے اُس خط میں معاویہ کی طرف یہ لکھا کہ میری حضرت صل
الہ علیہ وسلم پر نماز فرض کے پیچھے پوز کر پڑا کرتے تھے کہ سو اسے خدا کے کوئی لائق بندگی کے نہیں وہ اکیلا
کوئی اسکا شریک نہیں اسی کا ملک ہو اور اسی کو حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے الہی کوئی روکنے والا نہیں
تیری دی چیز کو اور تیرے رب و رب الدار اور بادشاہی والے کو اسکی الداری اور بادشاہی کو نفع نہیں کرتی صرف
نیک عمل فائدہ دیتا ہے یا دنیا کی کوشش اسکو نفع نہیں دیتی یا ہباگ جانے والے کو کسا ہوا کانا نفع نہیں دیتا
کہ تمام زمین اور آسمان کا ملک تیرے قبضے میں ہے اور خدا نے قرآن میں فرمایا ہے و یا معشر الجن والانس
ان استعظم ان تغذوا من اقطار السموات والارض فانظروا لا تغذون الا بسلطان یعنی اسے گرو
جنوں اور آدمیوں کے اگر تم طاقت رکھتے ہو اسکی کہ نخل یا گوناروں سے آسمانوں اور زمین کے تو
نخل جاؤ نہ نخل اسکو گے مگر ساتھ کسی حجت کو لیکن تمہارے پاس کوئی حجت نہیں اور حسن بصری نے
کہا کہ جد کا معنی الدار ہونا ہے ف قطلا فی من لکھا ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں نہ باعتبار
عقل کے اور نہ باعتبار نقل کے عقل کے دوسے تو واسطے نہیں کہ دو خدا کا ہونا محال ہے اس لیے کہ

اگر وہ خدا کا وجود فرض کیا جاوے تو دونوں سے ہر ایک تمام مخلوق پر قادر ہوگا سو اگر ایک نے چاہا کہ مثلاً میں زید کو چلاؤں اور دوسرے نے چاہا کہ میں زید کو کھڑا کروں سو یا تو دونوں کی مراد حاصل ہوگی یعنی زید کا چلنا بھی اور کھڑا ہونا بھی اور یہ محال ہے اس لیے کہ دونوں کا جمع ہونا محال ہے اور یا دونوں سے کسی کی مراد بھی حاصل نہیں ہوگی اور یہ بھی محال ہے اس لیے کہ ہر ایک کی مراد کے موجود ہونے سے مانع دوسرے کی مراد کا حاصل ہونا اور نہیں منع ہے حاصل ہونا مراد ہر ایک کا مگر وقت حاصل ہونے مراد دوسرے کے بالعکس سو اگر دونوں کی مراد منع ہوئی تو دونوں کی مراد حاصل ہوگی اور یہ محال ہے دو وجہ سے اولیٰ مزید وجہ کہ جب ہر ایک دونوں سے مالا نہایت پر قادر تھا تو یہ بات ممکن نہیں کہ ایک دوسرے سے زیادہ تر قدرت رکھتا ہے بلکہ دونوں قدرت میں برابر مساوی ہونگے پس یہ محال ہے کہ ایک کی مراد وقتیٰ میں آوے اور دوسرے کی نہ آوے اس لیے کہ اس صورت میں ترجیح اعدل المتساویٰ میں کی بلامرج لازم آتی ہے اور یہ محال ہے اور دوم باہین طور کہ اگر ایک کی مراد حاصل ہووے اور دوسرے کی حاصل نہ ہووے تو جس کی مراد حاصل ہوگی وہ قادر مطلق اور جس کی مراد حاصل نہیں ہوئی وہ عاجز ہوگا پس وہ خدا نہ ہو سکے گا لہذا نقل کے رد سے اس واسطے خدا کو حسی شریک نہیں کہ خدا نے قرآن میں فرمایا **وَاللّٰهُمَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ لَا تَشْبُوهُ وَاللّٰهَيْنِ الْاِثْنَيْنِ اِشْتَا هُوَ الْاِلٰهُ وَاحِدٌ** یعنی خدا ایک ہوا اسکا کوئی شریک نہیں انتھے اور میفرمے نے جب معاویہ کی طرف یہ خط لکھا تو اُس وقت میفرمے معاویہ کی طرف سے کو ذیہ حاکم تھا یعنی معاویہ کا صوبہ تھا اور سبب اُس خط کا یہ ہے کہ معاویہ نے میفرمے کو لکھا تھا کہ اگر تو نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہو تو اُس کو لکھ کر میرے پاس پہنچ دے تب میفرمے نے یہ حدیث لکھ کر اس کی طرف بھیج دی **بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْاِمَامُ النَّاسَ اِذَا سَلَّمَهُ جِب** امام نماز سے سلام پہنچے تو لوگوں کی طرف مُنہ نہ بیٹھے **ف** یہ فقط اسی نماز کے بعد ہے جس کے بعد سنتین نہیں جیسے کہ فجر اور عصر کی نماز ہے اور جس نماز کے بعد سنتین ہیں تو اُس میں مقدم یہ ہے کہ پہلے سنتوں کو ادا کرے بعد اسکے مقتدیوں کی طرف مُنہ کر کے بیٹھے علماء کہتے ہیں کہ مقتدیوں کے سامنے ہو کر بیٹھنے میں یہ حکمت ہے کہ باہر سے آنے والے کو اطلاع ہو جاوے کہ نماز لوگ پڑھ چکے ہیں اس لیے کہ اگر امام اپنی سابق حالت پر بیٹھا رہے تو غیر آدمی کو دیکھ کر وہ ہم پیدا ہو جاتا ہے کہ شاید وہ التیحات میں ہے اور یا اس میں حکمت یہ ہے کہ مقتدیوں کے سامنے ہو کر اُن کو دین کے مسئلے تعلیم کرے اور بعضوں نے کہا کہ امام کا مقتدیوں کی

طرف پیچ کر اصراف حق امامت کو سب سے سوجب نماز ادا ہو چکی تو وہ حق زور پاپس بائیں طرف پیچ کرے نہیں تکرار تعلق کا وہ ہم پیدا ہوتا ہے سو انکی طرف منہ کر کے بیٹھنے سے یہ وہم بالکل دفع ہو جاوے گا حد ثنا موسیٰ بن اسمعیل قال ثنا جری بن حازم قال حد ثنا ابو جحاف عن سمرة بن جندب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی صلوٰۃ اقبل علی شأہ وجہہ ترجمہ سمروہ بن جندب سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے تھے حد ثنا عبد اللہ بن مسکۃ عن مالک عن صالح بن زکیسان عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود عن زید بن خالد الجہنی انا قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الضحیٰ بالحدیثۃ علیہ اتر سماء کانت من اللیل نکلفا انصرف اقبل علی الناس فقال هل تدرون ماذا قال رکبکم عز وجل قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال اصبح من عبادی مؤمنین وکافرین فاما من قال مطیرنا بفضل اللہ ورحمۃ فذلک مؤمنین وکافرین بالکوکب واما من قال مطیرنا بنور کذا فذلک کافر وکافر فی مؤمنین بالکوکب ترجمہ زید بن خالد رہنما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہکو صبح کی نماز حدیث میں پڑھائی مینہ کے بعد جو اس رات میں برساتا ہو سوجب نماز ادا کر چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے سو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے سو اصحاب نے عرض کی کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے خدا نے فرمایا کہ میرے بندوں نے صبح کو بعض ایمان لائے اور بعض کافر ہوئے سو جس نے کہا کہ خدا کی رحمت ہو ہم پر مینہ برساتا تو اسے بچھو کر مانا اور تار سے انکار کیا اور جس نے کہا کہ فلا نے ستاروں نے مینہ برسایا اور فلا نے ستاروں کے سبب ہم پر بانی برسایا گیا تو وہ کافر خدا کا منکر ہے اور ستاروں کو ماننا ہے و فی مینہ تو خدا برساتا ہے اور نادان لوگ کہ ستاروں کی تاثیر سے جانکر خدا کا شکر نہیں کرتے اور مر کو کفر سے کفر حقیقی ہے یعنی جو شخص مینہ کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھو اور دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ ستاروں کو مینہ برساتے ہیں اور یہی بد بختان ہیں تو وہ حقیقت کافر ہو جاتا ہے اور سلام سے نکل جاتا ہے اور یہی قول ہوا امام شافعی اور جمہور علما کا اور یہی معنی ہے ظاہر حدیث کا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے کفر بتائے گا ہے لیکن یہ خاص اسی کے حقیقین ہے جو ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھتا ہو اور اگر یہ اعتقاد رکھو کہ خدا مینہ برساتا ہے اور وہی کھلیدا کرتے والا ہے اور یہ تاروں کی نشانی زمین تو اس میں کافر نہیں ہوتا لیکن گناہ سے خالی نہیں اسی واسطے ہر آدمی کو لازم ہے کہ زبان کو اس قول سے اور دل کو اس اعتقاد سے

پاک صاف کہے اگر کوئی شخص کہے کہ مینہ کا جھپکا پید کرنے والا تو خدا ہے لیکن اسے باعتبار عادت ستاروں کو اسکا سبب ٹھہرایا ہے تو اب ستاروں کی طرف مت نسبت کرنی جائز ہے جیسا کہ آگ کے جلانے اور دھوکے تاثیر وغیرہ اسباب عادیہ میں لوگ اعتقاد رکھتے ہیں سو جواب اسکا یہ ہے کہ دلائل نجومیہ سبب غلط ہیں اور ستاروں تمام اوضاع اور حرکات کو ضبط کرنا مصلد انسان سے باہر ہے اور نیز نجومیوں کو آپس میں سخت اختلاف ہے کہ ایک کسی راہ و دوسرے نہیں ملتی کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے کوئی ستاروں کی حرکت کسی طور سے بتلاتا ہے اور کوئی کسی طور سے بتلاتا ہے اور بعض ستاروں کی مطلق کچھ تاثیر نہیں ہوتی اس میں عقل نجومیہ میرا نہیں ہے چہ جائیکہ اسکو دوسرے کوئی سمجھ سکے پس آگ وغیرہ اسباب عادیہ محسوس کی تاثیر پر اسکو قیاس کرنا بالکل غلط ہے خاص کر ایسی حالت میں کہ شارع علیہ السلام سے اس باب میں سخت مخالفت آچکی ہے چنانچہ اپنے فرمایا ہے من الی ما ہنا و منہا فقد کفر رب الکعبۃ یعنی جو شخص کسی کاہن اور نجومی کے پاس جاوے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور نیز زید بن خالد کی حدیث بھی سخت مخالفت پر دلالت کرتی ہے اور اس قسم کی مخالفت اسباب عادیہ آگ وغیرہ کی تاثیر کے باب میں شارع کی طرف سزا بت نہیں ہوئی پس مینہ کو ستاروں کی طرف نسبت کرنا بالکل جائز نہیں اور امام نووی نے لکھا ہے کہ اٹھائیس ستارے میں جو تمام برس میں دورہ کرتے ہیں انکا چرہنا لوگوں کو معلوم ہے اور انہیں کو چاند کی اٹھائیس منزلیں کہا جاتا ہے ہر تیرہ دن کے بعد کو ایک ستارہ انہیں سے پیچیم میں ڈوب جاتا ہے اور اسی دن پورب کی طرف سے اس کے مقابل ایک ستارہ چرہ آتا ہے سو جاہلیت کو زمانے میں عرب کو لوگ مینہ کو اس تارے کی تاثیر سے سمجھتے تھے جو پیچیم میں ڈوب جاتا ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَنِيعٍ سَمِعَ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ صَلَوةَ ذَاتِ الْيَكْلَةِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ حَرَجَ عَلَيْكَ فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْكَ يَوْجُهُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا أَوْ قَدَّوْا أَهْلَكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَوةٍ مَسْطَرَّةٍ ثُمَّ الصَّلَاةُ

ترجمہ انس سے روایت ہو کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں آدھی رات تک زیر کی یعنی نماز کے واسطے گھر سے تشریف نہ لائے اور لوگ آپ کو منتظر بیٹھے رہے پھر آپ باہر تشریف لا گئے نماز ادا کر کے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مقرر لوگ نماز پڑھ چکے اور سو گئے اور ہمیشہ تم نماز میں ہو جب تک تم نماز کے منتظر ہو گے ف ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جب امام نماز سے سلام پھیرے تو مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے ان کو بیٹھ دے کر نہ بیٹھے اور یہی ہے وجہ مطابقت ان حدیثوں کی باب سے

بَابُ مَكْرَاهَاتِ الْأَكْلَامِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

امام کو سلام کے بعد اپنے مصلے پر ٹھہرنا جائز ہے یہاں اگر امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے مصلے پر ٹھہرنا چاہے تو جائز ہے تو پہلے باب کے

مکے کا ہی اس میں ضرور لحاظ رکھے **ف** مصلے پر پھر ناعام ہے کہ کسی ذکر یا دعا کے واسطے ہو یا
لوگوں کو وعظ کرنے کی غرض ہو یا وہین نفل پڑھنے کا ارادہ ہو سب طرح سے جائز ہے لیکن امام
شافعی رحمہ اور احمد رحمہ وغیرہ کے نزدیک مکروہ ہے کما سیاتی **وَقَالَ لَنَا اَدَمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يُوْنُسَ**
عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي يَصَلِّي فِيهِ الْفَرَسُ بَيْنَهُ وَقَعْلُهُ الْفَرَسُ
وَيَذْنُ كَوْعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ اِلَّا مَا مُمْ فِي مَكَانِهِ وَكَمْ يُعْمَلُ تَرَجِمَهُ نَافِعٌ رَضِيَ
روایت ہو کہ ابن عمر رحمہ جس جگہ فرض پڑھتے اسی جگہ میں نفل پڑھا کرتے تھے یعنی فرضوں کے بعد
اپنے مصلے پر پھر رہتے اسی جگہ میں نفل ادا کرتے تھے اس جگہ سے آگے پیچھے نہ ہوتے اور قاکم
بن محمد نے بھی اس نفل کو کیا یعنی فرضوں کی جگہ میں نفل پڑھتا ہے اور ابو ہریرہ رحمہ سے مرفوع حدیث
مروی ہے کہ امام اپنے مصلے پر نفل نہ پڑھتے یعنی فرضوں کی جگہ میں لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہوئی
بلکہ ضعیف ہو واسطے کہ اسکے اسناد میں ضعف اور اضطراب ہو فقط لیث بن ابی سلیم نے
اس حدیث کو روایت کیا ہے اور وہ راوی ضعیف ہو **ف** اس باب میں میفرمے یہی مرفوع حدیث
مروی ہے کہ امام فرضوں کی جگہ میں نفل نہ پڑھتے لیکن یہ حدیث ہی ضعیف اور منقطع ہے اور ابن
البی شیبہ نے حضرت علی رحمہ سے روایت کی ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام نفل نہ پڑھتے یعنی فرضوں کے
بعد یہاں تک کہ اپنے مصلے سے ہٹ جاوے اور اسناد اسکی حسن ہے اور حدیث ابو ہریرہ رحمہ اور غیرہ
کی اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اس حدیث علی رحمہ کی تقویت اور تائید کرتی ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ
امام نے جس جگہ فرض پڑھتے ہوں اس جگہ میں اسکو نفل پڑھنے مکروہ نہیں اور یہی ہے مذہب اکثر
علماء کا اور یہی قول ہے امام شافعی رحمہ اور احمد رحمہ کا اور شاید یہ کہ امت اس واسطے ہے کہ نفل فرضوں
کو ساتھ نہ لے جاوے اس واسطے کہ صحیح مسلم میں سائب بن جریذ سے روایت ہو کہ معاویہ نے اسکو
کہا کہ جب تو جمعہ پڑھ چکے تو بعد اسکے کوئی نماز نہ پڑھتے یہاں تک کہ لو کسی سے کلام کرے یا اس
جگہ سے ہٹ جاوے سو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرضوں کی جگہ نفل نہ پڑھنے سے یہی غرض ہے
کہ ان دونوں کے درمیان فصل ہو جاوے اور ان میں اشتباہ اور التباس نہیں ہے کی ہن ہو جاوے
اس واسطے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب فرضوں کے بعد کلام کر لیوے تو اس حالت
میں فرضوں کی جگہ نفل پڑھنے جائز نہیں اسلئے کہ کلام کرنا اور اس جگہ سے ہٹ جانا آپس میں
ایک دوسرے کے مقابل وقوع ہوئی ہن پس ثابت ہوا کہ یہ کہ امت اشتباہ پر محمول ہے
اور ابن عمر کا فعل اس پر محمول ہے کہ وہ شاید فرض اور نفل کے درمیان کلام کر لیتے تھے اور خفیہ کہتے ہیں کہ فرض کی

جگر نفل پڑ ہے اس لیے کہ کہی ہا ہر سے آنے والا انکو فرض میں خیال کر کے اس کے پیچھے بقدر کرتا ہے
 حالانکہ یہ جائز نہیں لیکن یہ قیاس ہے مقابلے نص کے پس قطعاً باطل ہوگا اور نیز صحیح محدثوں سے ثابت
 ہو چکا ہے کہ فرض پڑنے والے کی نماز نفل پڑنے والے کو پیچھے جائز ہے پس جائز کہنا جائز نہیں واللہ اعلم
 اور یہی جانا چاہیے کہ فرضوں کے بعد سنتیں ہونگی یا نہیں ہونگی سو اگر ان کے بعد سنتیں ہوں تو اول سنتوں
 کو پڑھے یا ذکر کو پڑھے جہو علما کہتے ہیں کہ ذکر کو پہلے پڑھے پھر نفل اور اگر اسے اور خفیہ کہتے ہیں کہ پہلے نفل
 اور اگر اسے پھر ذکر پڑھے اور اگر فرضوں کے بعد نفل ہوں تو امام اور مقتدی سب ملکر ذکر کو پڑھیں اور اس کے
 واسطے کوئی جگہ معین نہیں بلکہ اگر چاہیں تو پہلے جاوین اور ذکر کریں اور چاہیں تو دومین بیٹھے کر ذکر کریں
 اور اگر دومین نہیں کر ذکر کریں تو مستحب ہے کہ امام انکی طرف منہ کرے انکو کچھ وعظ سناوے اور اگر انکو وعظ
 نہ سناوے تو اپنے دل سے پہلو کو مقتدیوں کی طرف کرے اور بایں کو قبلے کی طرف کر کے بیٹھے اور دعا
 کرے اور یہی ہے مذہب اکثر علما شافعیہ کا اور اگر تہوڑی دیر بیٹھنا ہو تو قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھے
 اس میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اور اگر دیر تک بیٹھنا ہو تو پہلے طور سے بیٹھے واللہ اعلم حدیثنا
 ابوالولید ہشام بن عہد اللک قال حدثنا ابراہیم بن سعد قال حدثنا الزہری عن
 ہند بنت الحارث عن ام سلمة ان الشیخ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سلم یحک فی
 مکانہ یسیر قال ابن شہاب فذری واللہ اعلم لکی یفقد من یفقد من النساء من رحمہ
 ام سلمہ نہ سے روایت ہو کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پہنچتے تو تہوڑی دیر اپنی جگہ
 میں نہیں رہتے ابن شہاب کہہ گئے کہ میں گمان کرتا ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ شاید آپ کا
 نہیں اس واسطے تھا کہ عورتیں گہروں کو پہلے پلٹ جاوین یعنی عورتوں اور مردوں کے ملنے کا راہ میں
 اتفاق نہ ہو وقال ابن ابی مریم اخبرنا نافع بن زید قال حدثنی جعفر بن ربیعہ ان ابن
 شہاب کتب الیہ قال حدثنی ہند بنت الحارث الفراءسیة عن ام سلمة زوجہ النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم وكانت من مواعباتہا قالت کان یسلم فیصرف النساء فیکمن یوم
 من قبل ان یتصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ابن وہب عن یونس عن ابن شہاب
 اخبرنی ہند الفراءسیة وقال عثمان بن عمر اخبرنا یونس عن الزہری قال حدثنی
 ہند القرظیة وقال الزبیدی اخبرنی الزہری ان ہند ابنت الحارث الفراءسیة کتبت
 وكانت تحت معبد بن العدا وھو حلیف بنی زھرہ وکانت تذحل علی اذویہ النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم وقال شعب بن الزہری حدثنی ہند الفراءسیة وقال ابن ابی

اور ابو یوسف کے پاس پہنچا کہ تو کہا سب سے کہنا کہ حضرت منہ نہیں کہا یا تو اسے ہی ہاتھ نہ لپیچا اور پوچھا کہ یا حضرت ۱۴
 کیا یہ حرام ہے آپ نے فرمایا حرام نہیں حلال ہے میں اس قدر سے نہیں کہا تا کہ مجھے اور جیہڑوں کے کلام ہوا کرتا ہے اور
 انکو اسکی بولنے قدرت ہو **حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
مَلَأَ مَا سَمِعَتْ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا مَعَنَا تَرْجُمُهُ النَّاسُ مِنْ رُوحِهِ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا جو من رخت کو کہا دے تو من سے تو ہمارے نزدیک آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے **فَإِنْ حَدَّثَكَ**
 سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس اور پیار کیا یا گند نہ کہا ہے تو ہنکو ہر سجدہ میں آنا منع ہے اور یہی مذہب ہے دنیا کے تمام ماسنون کا
 نووی نے من مع مسلم میں لکھا ہے کہ مولیٰ ہی پیار اس کے برابر ہے کہ اس کے دکا میں بد بولتی ہے دے ہذا القیاس کہنا
 وغیرہ کی چیزوں سے حسین بد بولتی ہے سب کا یہی حکم ہے کہ ہنکو کہا کہ مسجد میں جانا منع ہے اور یہی طرح ان بودا چیزوں کو
 کہا کہ عید اور جنازے وغیرہ عبادات کی مجلسوں اور مجلسوں میں جانا منع ہے اسلئے کہ اس بعض کی روایت میں یہ آیا کہ وہ ہمارے
 نزدیک آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت میں جو کچھ مسجد میں لکھا ہے اور بعض
 نے کہا کہ کچھ سن پایا کہ تو کہا کہ فقط مسجد میں جانا منع ہے اور مسجد میں جانا منع نہیں سوجا اب اس کا یہ ہے کہ وہ مسجد
 میں مع مسلم وغیرہ کے صریح آچکا ہے کہ سن پایا کہ کچھ مسجد میں جانا منع نہیں لفظ ہمہ کل ہے سب مسجد کو مشاغل ہے
 پس سب کا یہی حکم ہے لیکن سن پایا وغیرہ کا کہا اس وقت منع ہے جبکہ کہا کہ مسجد وغیرہ میں جاوے اور اگر مسجد میں نہ جاوے
 تو وہ نہ کہا کہ جانا منع نہیں بلکہ حلال ہے جیسے کہ جابر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنکو کہا کہ اگر میں بیٹھتا ہے اور امام نووی
 نے کہا کہ سب اعتبار کے ساتھ جہاں جہاں ہو چکا ہے اس پر کہ سن پایا وغیرہ کا کہا حلال ہے اور یہی تفسیر ہے اور بعض نے اہل ظاہر
 کہتے ہیں کہ حرام ہے اور جو کہتے ہیں کہ عبادت کی حدیث میں صریح موجود ہے کہ تو کہا اسوہ طہ کہ میں بان جیت کر انہیں اس سے
 جتنے ثواب جیت نہیں کرنا اور دوسری روایت مسلم کے لفظ آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے لوگو جس چیز کو خدا نے حلال کیا اگر
 میں ہنکو عرض نہیں کر سکتا سو ان حدیثوں سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ سن پایا کا کہا حلال ہے پس اہل ظاہر کے قول کہ
 کچھ اعتبار نہیں اور اگر مسجد خالی ہو میں کوئی آدمی نہ ہو تو تب ہی کچھ سن پایا کا کہا اس میں جانا منع اسلئے کہ اس میں فرشتوں کو
 تکلیف ہوتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر سب لوگوں نے کہا ہے تو انکو مسجد میں جانا منع نہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ
 منہ سے بولتی ہو یا نفل گند ہو تو اسکو ہی مسجد میں جانا منع ہے اور یہی طرح ماہی فروش اور چرنک وغیرہ کو بھی مسجد میں
 آنا منع ہے تو یہی یاد رکھنا چاہیے کہ مسجد میں جانا صرف اسی حالت میں منع ہے جبکہ سن پایا نہ کہا ہو اور اگر انکو
 کچھ یاد دہا کر میں دیکھو وہ کہتے تو انکو کہا کہ مسجد میں جانا منع نہیں جیسے کہ جابر نے کہا کہ حضرت ص کی ملامت
 سے کچھ اللہ سن پایا ہے اور ابو داؤد اور ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سن پایا کا کہا حلال ہے اور

اور ابو داؤد میں معاویہؓ سے روایت ہو کہ حضرت منہ کے کوسن اور پیاز سے منع کیا اور فرمایا اگر کھانا ہو تو چاکر کھاؤ و سوجن
ان میں سے شیون کو جہم کیا جائے تو سب کا حال ہی نکلتا ہے کہ سن پیاز چاکر ہو اگر کسی مسجد میں جانا منع نہیں اور آپؐ نے
اسکو نہایت کے واسطے نہ کہا یا اسلئے کہ آپؐ کو لوگوں کی طرح نہیں ہے نہ کہ اسکا کھانا آپؐ پر حرام تھا چنانچہ آپؐ نے فرمایا
کہ وہ حرام نہیں بلکہ اور بعضوں نے کہا کہ ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض نہیں اسلئے کہ سزا
پیاز سب علماء معتبرین کے نزدیک حلال ہے اور حلال چیز کا کھانا جائز ہے اور جو اسکو کھا دے اسکا جماعت میں آنا منع نہ
ہے معلوم ہوا کہ جماعت فرض نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ منافعت جو ان حدیثوں میں آئی ہے تو یہ زجر اور جہم پر معمول ہے
یعنی جو شخص مسجد میں آنا چاہے تو وہ اسکو کچا ہرگز نہ کھا دے نہ ترک کرے لے غرض نہیں ہو سکتا ہی بلکہ وہ اسکا جسم
کی سزا ہے کہ جماعت کے ثواب سے محروم رہا اور جو کچا آپؐ نے اسکا کھانے دن دیا تو مان مسجد نہیں تھی یا وہ سن کچا نہیں
تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ عذر ہی ہے جس میں آدمی کو دخل اور اختیار ہو جیسے سینہ اور مرض وغیرہ اور جو اپنے اختیار
ہے وہ غرض نہیں اور یہ جواب ہے فرمایا کہ وہ شخص مسجد کے نزدیک آئے تو اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے صحن اور قرب جو این
ہی آئے ہے چاہے کہ مسجد ہو والد علم **کتاب** وَضُوءُ الصَّائِبَانِ مَعْنَى حَيْثُ يَكُونُ الْغُسْلُ وَالطَّهْوُ مَحْذُورٌ
الجماعۃ والحدیث والجماعۃ مَحْذُورٌ مَحْذُورٌ مَحْذُورٌ مَحْذُورٌ مَحْذُورٌ مَحْذُورٌ مَحْذُورٌ مَحْذُورٌ مَحْذُورٌ مَحْذُورٌ
اور طہارت کرنا کو وقت فرض ہوتا ہے اور یہ کہ عید اور جماعت اور جنازہ میں ان کے حاضر ہونا چاہیے حکم ہے اور یہ کہ وہ صوفیوں
میں کچا کھائے ہوں لوگوں کے درمیان یا پیچھے **فصل** میں چھ سطور میں امام بخاریؒ نے لوگوں کو وضو کا کچھ حکم بیان نہیں کیا
کہ جب ہے یا مستحب ہے اگرچہ اسکو مستحب کہتا تو اس سے لازم آتا کہ ارشاد کے کی نماز بدو وضو کے صحیح ہے اور اگر اسکو
واجب کہتا تو اس سے لازم آتا کہ وضو کے ترک پر اسکو عذاب ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے یہ سطور اس سے ایسا نفاط بولا جس میں کوئی
عذر فرض نہیں کیا مگر اس میں اب بھی بات ہے اور جواب اسکا یہ ہے کہ اگر وضو کو مستحب کہا جاوے تو لازم آوے گا کہ ارشاد کے نماز بدو وضو
کے صحیح ہو اور بدو وضو کو مستحب سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی اسلئے کہ وہ مکلف نہیں پس اس شرط کی رعایت کرنی
اور چاہے نہیں تاکہ اس کے ترک کرنے سے گنہگار ہو اور اس باب کی حدیثوں میں یہ ذکر نہیں کہ ارشاد کے غسل کو وقت
واجب ہوتا ہے لیکن ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا باطل ارشاد کے یہ واجب نہیں ہے
معلوم ہوتا ہے کہ غسل شرط ہے و مطہ واجب ہوا غسل کے تو معلوم ہوا کہ جب حمام ہونے لگے تو سووقت غسل فرض
ہو جاتا ہے اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن خزیمرہ اور حاکم نے مرفوع حدیث روایت کی کہ جب ارشاد کے سات برس پہلے تو اسکو
نماز سکھایا اور جب اس برس کا ہوا تو اسکو مار کر نماز پڑھاؤ سو حدیث کو دلیل بخیر ہو بعض اہل علم نے اسے کہ دس برس
ارشاد کے پڑھاؤ واجب اسلئے کہ اسکو ہر بار کا حکم آیا ہو اور یہ صفت خوب کی ہے اور نماز وضو پر وفوت ہی میں معلوم ہوا کہ دس
برس ارشاد کے پر وضو نماز فرض ہے اور یہی ہے مذہب امام احمد کا اور ایک روایت میں امام شافعیؒ سے یہی قول بھی ہے لیکن

[illegible]

اور جاننے میں جرح ہے کہ ان کا دل اس کی طرف لگا رہتا تھا اور منہ دوسرے لوگوں کی نماز میں غفل آتا ہے پس ان کی صورت ان کے سوز کی تمکات کی کہی وجہ نہیں اور یہ حضرت مہرے ہی انکو برقرار رکھا کسی کو منہ نہیں کیا **سُئِلَ عَنْ** عَمْرٍو بْنِ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ شَأْسَفِيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَالِيسٍ قَالَ سَمِعْتُ
ابْنَ عَبَّاسٍ وَ قَالَ لَهُ لَجَلَّ شَهِدْتُكَ الْفُرُوجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَمْرُكَ وَ لَوْ كُنَّا مَكَانِي مِنْهُ مَا
شَهِدْتُ فَكَانَ يَتَعَمَّقُ مِنْ حَيْثُ كَانَ الْعَمَلُ لِلَّهِ عِنْدَ دَارِ كَثِيرٍ مِنَ الصَّالِحِينَ ثُمَّ خَلَعَ كُمَّ إِلَى النَّسَاءِ وَ مَطْهُنَ
وَدَكُونَهُنَّ وَ أَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُخَوِّفُ بَيْتَهَا إِلَى حُلُقُهَا أَنْ تُقْبَلَ فِي نَوْبٍ بِلَالٍ فَخَرَّ
أَنَّهُ هُوَ وَ بِلَالٌ إِلَى الْبَيْتِ **ترجمہ** عبدالرحمن سے روایت ہو کہ میں نے ابن عباسؓ سے سنا اور ایک شخص نے انکو دیکھا
کیا کہ کیا تو عید گاہ کی طرف نکلنے کے وقت حضرت مہ کے ساتھ حاضر تھا یعنی جبکہ عورتیں حضرت مہ کے ساتھ عید گاہ
کی طرف نکلیں تو کیا تو یہی اس وقت آپ کے ساتھ تھا ابن عباسؓ نے کہا ہاں میں ہی اس وقت آپ کے ساتھ حاضر تھا اور اگر میں
جبکہ انکے سے نہ ہوں تو میں حاضر ہوتا لیکن اگر میں کم عمر ہوتا تو حضرت مہ کے ساتھ عورتوں میں نہ جاتا کہ جو ان کو
عورتوں میں جانا منع ہے یا یہ سے کہ اگر میرا قرب اور قدر حضرت مہ کے پاس ہوتا تو میں کم عمری سے حاضر نہ ہوتا
یعنی آپ جبکہ بہت عزیز جانتے تھے اس طرح میں آپ کے ساتھ حاضر ہوا حضرت مہ اس نشان یا سناری کو پا کر آپ سے جو
ابن صلیت کے گھر کے نزدیک تھا یہ آپ کے خطبہ پڑنا چھ عورتوں کے پاس آیا اور انکو دغطرسایا اور نصیحت کی اور
خیالت کر لیا کہ کم دیا عورتیں ہاتھوں سے انکو ٹہپیں اور بالیں تاکہ کڑا لال کے کپڑے میں پسینے لگیں یہ حضرت مہ
اور بڑا لال گہرے چلے گئے **ف** احمد بن محمد بن معلوم مہرا کہ ان کو کون کو عید گاہ وغیرہ حاجت میں حاضر ہونا جائز ہے کہ ابن
عباسؓ حضرت مہ کے ساتھ عید گاہ میں حاضر ہوئے اور آپ نے اس پر نکار نہ کیا حالانکہ وہ اس وقت بلغ نہیں تھے امام نووی
نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ نقل فرماتا تو اس وقت ابن عباسؓ نہ بزرہ یا چودہ برس کو تھے پس ان کی کل
حدیثوں سے کل سیکے باب کے ثابت ہو گا اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ ہر ایک ایک حدیث میں کل سیکے باب کو ثابت ہوا بلکہ اگر
ایک حدیث میں ایک سیکہ ثابت ہو اور دوسری سے دوسرا سیکہ ثابت ہو یا ایک ایک حدیثوں میں کل سیکے ثابت
ہو جائیں تو جب ہی مطابقت حاصل ہوتی ہے **باب** خروجه النساء إلى المساجد بالليل والعكس
رات کو وقت اور صبح کے اندر میرے میں عورتوں کو نہانے کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے **سُئِلَ عَنْ** ابْنِ عَبَّاسٍ
أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْقُرَيْشِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَخْرُجُ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَمَةِ تَحْقِ نَادَاهُ عَمْرُو بْنُ الْقُرَيْشِيِّ أَنَّهَا كَانَتْ تَخْرُجُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَعَهُ فَكَانَ مَاتِيظِلُّهَا أَحَدٌ فَذَكَرْتُ أَنَّهَا كَانَتْ تَخْرُجُ يَوْمَئِذٍ إِلَى الْمَوْبِئَةِ وَ كَانُوا يَصْلُوْنَ
الْعَمَةَ فَيَمُوتُونَ أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ **ترجمہ** اس حدیث عائشہ کا اور پر گزرجا کہ

صَلَوَاتُكَ كَرَاهِيَةً اَنْ اَشُقَّ عَلَايْهِمْ ترجمہ ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ یعنی نماز پڑھوں پہر سنا ہوں لڑکے کا رونا تو اپنی غماز میں تخفیف کرتا ہوں اور ناگواری جاننے اس بات کو اس کی مان پر شکل ڈالوں یعنی ہوا طے کر کے کاروانا مان پر شاق گذرے اور ہر گز نہ ہو یہ حدیث ابواب الامتہ میں پہلے گزر چکی ہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوِ ادْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ فَقُلْتُ لِعُمَرَ أَوْ مُعِينُ قَالَ لَكُمْ ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اگر حضرت مہاجرین کو پاتے جسکو عورتوں اب پیدا کیا ہے یعنی زینت وغیرہ کر کے مسجد میں آنا یا کوئی اور خرابی یا معتبرہ تو البتہ انکو مسجد میں آنے سے منع کرتے جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنا منع ہوا یعنی عمرؓ کو کہا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنا منع ہو گیا ہے اسنے کہا ہاں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو رات کے وقت نماز میں مسجد میں جانا جائز ہے اور یہ کہ اگر عورت رات کو نماز کے لیے مسجد میں جائے گا اذن مانگے تو خداوند کو ناسا ہے کہ انکو اذن ہو کر وہ یہی مذہب ہے ابو بکر صدیقؓ اور علی رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب حضرت مہاجرین نے عورتیں مسجد میں جاتی تھیں ویسی ہی اب بھی انکو مسجد میں آنا جائز ہے بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ جب عبداللہ بن عمرؓ نے عورتوں کے اذن لینے کی حدیث بیان کی انکے بیٹے نے کہا کہ البتہ ہم تو انکو منع کرینگے تاکہ کوئی نسا پیدا نہ کریں تب عبداللہ اپنے بیٹے پر نہایت غصہ ہوا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت مہاجرین کی حدیث سنا ہوں اور تو انکے مقابلے میں لینی اے میں کرتا ہے ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اس غصے کے سبب اپنے بیٹے کے ساتھ کلام کرنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ مر گئے یعنی اخیر دم تک اس سے کلام نہ کی اور یہی ہے مذہب امام شافعی کا کہ عورتیں نماز کے لیے مسجد میں جاویں مگر کہتے ہیں کہ جو ان عورتیں بنی ہاشم اور بنی ہاشم اور امام نووی نے مخرج صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ عید دن میں عورتوں کا باہر نکالنا مستحب ہے مگر خوبصورت ہوں تو نہ نکلیں اور بعض کہتے ہیں کہ عورتوں کو عید گاہ وغیرہ میں کلنا مطلق منہم ہے یعنی خواہ عورت جوان ہو خواہ بوڑھی ہو اور یہی ہے مذہب ابن عسود اور عروہ اور قاسم وغیرہ تابعین اور حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ جو ان عورتوں کو مسجد میں آنا منع ہے اور بنی ہاشم عورتوں کو انکا باہر نہ لے لیکن مخرج مغرب اور عشا اور فجر میں یعنی ظہر اور عصر میں عورت کو مسجد میں آنا منع ہے اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ کا اور امام ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں کہ بنی ہاشم عورتوں کو ہر نماز کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے کہ انکو مرد سے رغبت کم ہوتی ہے پس اس میں فتنے کا خوف نہیں اور متاخرین حنفیہ کا فتوہ ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانا مطلق منع ہے خواہ جوان ہو خواہ بوڑھی ہو اور خواہ انکی نماز ہو خواہ انکی نماز ہو جو اگر مطلق منع کرنے میں انکی سند عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جو ہاشمیین**

مذکورہ پرچک ہے کہ اگر حضرت ماب عورتوں کا حال دیکھتے تو ان کو مستحجاب نہیں سمجھتے۔ سو جواب کیا یہ ہو جو کہ شیخ
ابن حجر نے فخر الباری بن دیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے یہاں تک کہ بل نہیں سکتا ہے اس لیے کہ اس نے ہکو ایسی شرط
کے ساتھ معلق کیا ہے جو باطنی نہیں گئی بنا برائے اسکے جو اس نے اپنے لفظ سے کہا کہ اگر حضرت ماب اس محلے کو دیکھتے
تو منع کرتے سو کہا جائیگا کہ نہ اپنے اس کو دیکھا اور نہ منع کیا اور جب یہ نہ پایا گئی تو مشروط ہی نہ پایا گیا پس اگر
حکم رجال میں کیا اور عورتوں کا نہ تھا ہر حال میں جائز ہو گا اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے صریحاً منع نہیں کیا اگرچہ اوہی کلام سے
اشارۃ مانعت سمجھی جاتی ہے اور نیز خدا تعالیٰ کے معاملہ میں ہر ایک کو عورتیں بعد اچھے یہ فتنہ پیدا کر نیکی پر باوجود اس کے
خدا نے اپنی عورتوں کے منع کر نیکی حکم نہ بھیجا اور نہ اسباب میں آپ کو وحی ہوئی اور نیز جو کچھ انہوں نے پیدا کیا تھا
اگر وہ ان کے منع کر نیکی مستلزم نہ ہوتا تو باز روغیر میں ان کو جانا بطریق اعلیٰ منع ہو جاتا اور نیز یہ خرابی بعض عورتوں سے
پیدا ہوئی ہوتی نہ کل سے سوا اگر مانع نہ کیا جاوے تو صرف اس کو منع کیا جاوے گا جس نے یہ خرابی پیدا کی نہ سب عورتوں کو
لنتے اور نیز احتمال ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس چیز کو سبب منع کا سمجھا ہو وہ درحقیقت سبب منع کا نہ ہو یا حضرت ماب
اس کو سبب منع کا نہ ٹھہراتے جیسا کہ صدیق اور علی وغیرہ نے سمجھا لیکن یہی شیء وقت ہو سکتا ہے جبکہ عائشہ کے قول میں
احداث سے کوئی خرابی نہ ہوتی اور نہ ہوا جو منع کا سبب بن سکے اور اگر احداث ہو اور نیز یہ وغیرہ رکھی جاوے تو یہ ان
جو انہوں کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ حق تعالیٰ نے منع اس حدیث کے تحت میں داخل ہوگی جہیں خوشبو لگا کر مسجد میں
جانک مل مانعت آتی ہے پس معلوم ہوا کہ عورتوں کا مسجد میں آنا جائز ہے اور جو لوگ جو ان اور بڑی عورت میں فرق
کرتے ہیں تو ان کا جواب یہ ہے کہ فتنے کا خوف صرف اس کی طرف سے ہے سوا کہ وہ خوب پردہ کرے اور اور نیز یہ وغیرہ سے
خالی ہو تو جو ان عورت پر ہی کوئی خوف نہیں خاص کر ان کو تو بالکل اس بات سے بہرہ ہوتا ہے اور امام نووی نے شرح
مصححہ میں لکھا ہے کہ ظاہر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع نہ کیا جاوے لیکن ہوا بطور کسی شرط
میں جو اور حدیثوں سے سمجھی جاتی ہیں وہ یہ ہیں کہ خوشبو نہ لگاوے اور نہ زینت نہ کرے اور باؤں میں جہاں بخر نہ ڈالے جبلی ان
سے جانے اور حدیثوں کے ساتھ ہے اور نہ مردوں کے ساتھ ہے اور نہ جو ان ہوا کہ ان میں فتنے کا خوف ہے اور راہ میں کوئی شخص
بدعاش نہ رہتا ہو سوا اگر یہ شرطیں باطنی جادین اور عورتوں کا کوئی خاوند یا مالک بھی ہو تو اس کو منع کرنا مکروہ ہے
اگر اس کا کوئی خاوند یا مالک ہو تو اس کو منع کرنا حرام ہے انتہی سو خلاصہ اس مقام میں یہ ہے کہ بائیں ساری خوف فتنے اور
عدم خوف پر ہے جیسا کہ ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے جنہیں حضرت نے عورتوں کو خوشبو لگنے اور زینت کر کے
مسجد میں جانے سے منع کیا ہے کہ ان میں فتنے کا خوف ہے اور یہ طرح ان کے کھلنے کو رات کے ساتھ قید کرنا بھی ایسی
دعالت کرتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں یہ سب حدیثیں موجود ہیں اور ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ جو زینت نہ کرے
مرد ایسا ہے کہ جو عورت مسجد میں آنا چاہے وہ خوشبو نہ چھوئے جو جس چیز سے فتنے فساد کا خوف ہوتا ہے پر نہ کرنا چاہیے

اور جس عورت کو خائف یعنی زینت وغیرہ اسباب نہم کی ترکیب ہے یا راہ میں کوئی ایسی چیز ہو جو خواہ مخواہ جبراً اسکو
 فتنے میں لائے تو اسکو مسجد میں لانا ہرگز جائز نہیں اور جب تک کسی وجہ سے فتنہ کا خوف ہو نہ کہ مسجد میں جانا جائز ہے اور
 بعضوں نے کہا کہ ان حدیثوں سے یہ ہی معلوم ہوتا ہو کہ بت عدہ لغیس کی طرحے اور زیور وغیرہ پہن کر مسجد میں جانا نہم
 ہے ایسی کہ سبب نہم کا تحریک اس چیز کی ہے جو شہوت انگیز کیا باعث ہو سو وہ سبب ان سبب میں پایا جاتا ہو
 لیکن ابو داؤد وغیرہ میں ان عمر سے روایت ہو کہ عورتوں کو مسجد میں جانیے منع نہ کرو اور گھر میں نماز پڑھنی انکو
 و اس طرح بہتر ہے اور احمد و طبرانی نے ام حمیدہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت مہاسنہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ میں
 اپنے ساتھ نماز پڑھنے کو دوست کہتی ہوں اپنے فرمایا کہ ہمیں نماز پڑھنی مسجد میں پڑھنے افضل ہیں اور وہ اسکی
 یہ ہے کہ ہمیں فتنہ کیا بالکل خوف نہیں مگر یہ افضلیت اس وجہ کے مخالف نہیں اور یہ جو فرمایا کہ نبی اسراہیل کی
 عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہو گیا تھا تو اسکی وجہ ہے کہ انہوں نے کٹر یون کی کٹر امین بنا رکھی تھیں جب مسجد میں
 آتی تو انکو باؤں میں پہن لیتیں تاکہ مردوں سے لہجہ نظر آوین خدا نے انہیں حیض والہ یا اور سجدوں میں آنا اور نہ
 حرام کر دیا کہ انہیں عبد الرزاق عن عائشہ وابن مسعود قوالین یہ حدیث مرفوعہ ہے کہ ایسے امر میں قیاس کو کوئی دخل
 نہیں لیتے مختصراً فتح الباری اور امام بخاری کے نزدیک عورتوں کو رات میں نکلنا جائز ہے دن میں جائز نہیں انکو
 نزدیک طلق حدیث میں اس بات کی مقید بر محمول میں یعنی ان کے رات ہی مراد ہے واللہ اعلم **باب صلوٰۃ**
النساء خلف الرجال جماعت میں عورتیں مردوں سے چھو کھڑی ہوں **حَدَّثَنَا الْحُجَّافُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَ**
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كُرَيْبٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ يُحْفِظُنَّ لِمُحْفِظَتِهِمْ وَكَانَتْ هَوْنِي مَقَامِهِ يَسِيرًا أَقْبَلَ أَنْ يَقُومَ
قَالَ بَرَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ تَصُورَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يَنْتَهِي رُكْعَتُهُ مِنَ الرِّجَالِ مَرَّحَةً بِمُحْفِظَتِهِ
 سے روایت ہے کہ جب حضرت مہاسنہ نماز سے سلام پھیر کر تمام کرتے تو عورتیں اسوقت اٹھ کھڑی ہوتیں اور آپ پیڑھ
 پر تھوڑی برہم پڑھ کر کھڑے ہو جاتیں کہ میں گمان کرتا ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا اسکو طو تھوڑے عورتیں
 پہلے پٹ جاوین مرد انکو نہ پاسکین **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت میں عورتیں مردوں سے پیچھے کھڑی ہوں
 ایسی کہ ظاہر اس حدیث سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کے پیچھے صف باندھتی تھیں اور مردوں کو ان کے پہلے جانے سے
 اطلاق نہ ہونی چاہی اگر انکی صف مردوں کے آگے ہوتی تو پٹنے کے وقت انکو مردوں کی گردنوں پر سے گزرنا پڑتا اور
 منع ہے اور نیز اس صورت میں مردوں کا عورتوں کو یا نا اور ملنا لازم آتا ہے جب کاراہ میں خوف تھا حالانکہ اس حدیث
 میں صاف موجود ہے کہ مرد عورتوں کو نہیں پاسکتے تھے نہ خلف اس میں جب طائفت احمدیہ کی باب سے ظاہر ہوئی
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كُرَيْبٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عورتیں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتیں اور انکو نہ پاسکین

اَلَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ خَلْفَةٌ وَابْنٌ مِّنْكُمْ خَلْفًا تَرْجُمُوهُ اِنَّ مِنْكُمْ لَمُفْسِدِيْنَ كَثِيْرًا ۝۱۰۱
 پڑھی سو میں اور تیرا لڑکا آپ کے پیچھے کھڑے ہو خوف احمدیث کی یہی معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے جیسے کھڑا ہونا
 چاہیے ایسے کہ ایسے کہ ان دونوں سے جو کچھ کھڑے ہو اور بیان احمدیث کا اوپر گزر چکا ہے **باب** مشعرہ و انصاف
 النَّسَاءُ مِنَ الْقُبُوْرِ وَفَلَا حَاجَ لِهِنَّ فِي السَّجْدِ فَجَرِيْ مَا ذَكَرَ الْبَدِيْ عَمْرُوْنَ كَيْفَ جَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفِيْهِ مِنْ
 بیٹے کا بیان یعنی عورتوں کو چاہیے کہ نماز فجر کے بعد کہ وہ ان کو جلدی پلٹ جاوے اور مسجد میں نہ بیٹھیں کہ مردانہ کو
 پہچان لیں **ف** فجر کی نماز کو ہوا طوطا خاص کیا کہ اس میں طول ترار کے سبب بہت روشنی ہو جاتی تھی کہ ایک دوسرے
 کو پہچان لیتا ہوا طوطا سب ہوا کہ اس میں جلدی پلٹ جاوے اور عشا میں یہ حکم نہیں کہ اس میں بیٹھنے سے زیادہ ہندو
 ہوتا ہے پس اُوقت مسجد میں بیٹھنا کچھ نقصان نہیں **حکایت** تھانی بن کھنسی قال حدثنا مسعود بن
 منصور قال حدثنا فیکو عن عبد اللہ بن الحسن بن القاسم عن اُمیہ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کان یصلی الطلوع فیکس فیصرفون نساء المؤمنین لایضائن من العکس اولا لا یجوز
 بعضهم بعضا ترجمہ عائشہ سے روایت ہو کہ حضرت م فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے سو مسلمان عورتیں
 گہروں کو پلٹ جاتیں اندھیرے سبب ان کو کوئی نہ پہچانتا یا وہ خود ایک دوسری کو پہچانتیں **ف** احمدیث کی معلوم
 ہوا کہ صبح کو عورتیں گہروں کی طرف جلدی پلٹ جاتی تھیں بعد سلام کے مطلق کچھ دیر نہ کرتیں والا باوجود طول
 قراۃ کے ایسا اندھیرا ہوتا نہ رہتا بلکہ بہت روشنی ہو جاتی کہ ان کو ہر کوئی پہچانتا پس یہ ہے وجہ مطابقت احمدیث
 کی **باب** استئذان الکراۃ و وجھ الی السجود عورت کا اپنے خاوند سے مسجد میں
 جانے کے لیے اذن چاہنا **ف** مرواس باب سے یہ کہ عورت کو نماز کے لیے مسجد میں جانا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے
 اُپس وقت جائز ہے جبکہ خاوند اس کو اذن دیوے اور اگر خاوند اس کو اذن نہ دیوے تو ان کو مسجد میں جانا جائز نہیں
حکایت مسدد قال حدثنا یزید بن زریع عن معمر بن الزھری عن سالم بن عبد اللہ عن اُمیہ
 عن النعمان صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استأذنت امرأۃ احدکم فلا یمنعھا ترجمہ عبد اللہ بن عمر
 سے روایت ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ جب کسی سے اس کی بیوی مسجد میں نماز کے واسطے جانے کی اجازت مانگے تو اس کو
 منع نہ کرے **ف** احمدیث میں مطلق نکلنے کا ذکر ہے لیکن دوسرے طریق میں احمدیث کے یہ لفظ آیا
 ہے کہ جب مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو منع نہ کرے اور وجہ تلال کی احمدیث اس سلسلہ پر اوپر گزر چکی ہے کہ خاوند
 کا عورت کو باہر نکلنے سے منع کرنا امر ثابت ہو چکا ہے اور احمدیث میں نہیں ہے مروانی سنن ہی ہے پس مسجد
 میں جانا اس کے اذن پر موقوف ہو اور بطرح عبید بن اور جبار سے اور بیاہری اور زیادۃ ابویں وغیرہ کے
 واسطے ہی اس کو اذن لینا جائز ہے

اونہوں نے اس میں اختلاف کیا یعنی جب اونکو حکم ہوا کہ ہفتے سے کوئی دن عبادت کیواسطے مقرر کر لو کسی نے کوئی دن معین کرنے کو کہا اور کسی نے کوئی دن مقرر کر لیا مشورہ دیا اور جمعے کے دن کسی کو خیال نہ آیا یا یہ کہ خاص جمعہ کا دن مقرر کر لیا اور کو حکم ہوا لیکن اونہوں نے اختلاف کیا اس بات میں کہ جمعے کا دن خاص کر کے لازم کرنا ضرور نہیں بلکہ اسکو سنچیر وغیرہ کے دن سے بدلنا جائز ہے سو اونہوں نے اجتہاد کیا اور اوس میں خطا کی پس اسکو سنچیر سے بدلنا یا کہنے لگے کہ اس میں اللہ تعالیٰ دنیا کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا سو ہمکو بھی مناسب ہو کہ اس میں دنیا کے کاروبار سے فارغ ہو کر خدا کی عبادت کریں اور اس کی تعظیم کریں اور نصاریٰ نے کہا کہ اتوار کے دن خدا نے دنیا کی پیدائش کی ابتدا کی پس یہ دن بعد کمال کا ہے کسب نعمتوں کو شامل ہے پس اسدن کی تعظیم کرنی چاہیے اور اس میں خدا کی عبادت کرنی چاہیے.....

یا اختلاف کا معنی اسکا یہ ہے یعنی اونہوں نے جمعہ کے دن سے انکار کیا اور امر الہی کی مخالفت کی کہ اوس کو اتوار یا سنچیر سے بدل کیا جیسے کہ خطہ کو خطہ سے بدل کیا تھا۔ بہر حال اونہوں نے جمعہ کو سنچیر یا اتوار کے دن سے بدل کیا اور حق بات سے گمراہ ہوئے سو اللہ نے ہمارے واسطے جمعہ کا دن انص سے مقرر کیا یا اجتہاد سے ہمارے واسطے طرف ہدایت کی جیسا کہ عبدالرزاق نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ مدینہ کے لوگ جمعہ فرض ہونے اور ہجرت سے پہلے ایک بار جمعہ ہوئے سو انصار نے کہا کہ یہودیوں کو واسطے ایک دن مقرر ہے کہ وہ ہر ہفتہ اوس میں جمعہ ہوتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اور نصاریٰ کے واسطے بھی ایک دن مقرر ہو کہ وہ ہر ہفتہ اوس میں جمعہ ہو کر عبادت کرتے ہیں سو ہم کو بھی کوئی دن مقرر کرنا چاہیے جس میں جمعہ ہو کہ خدا کی عبادت کریں اور اوسکا شکر کیا کریں سو اونہوں نے اس جسے کے دنکو مقرر کیا سو خدا نے اوسکے اجتہاد کے موافق یہ آیت اتواری اذا نزلت للصلوة الیوم اور جمعہ کی نماز کو فرض کیا پس اسے معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابہ نے جمعہ کے دنکو اپنے اجتہاد سے مقرر کیا تھا پہر اوسکی ہدایت ملی کہ اوسکے موافق حکم اتوا (سو دی لوگ اسدن میں ہمارے تابع ہیں یہودیوں نے کل کا دن یعنی سنچیر کا دن اختیار کیا اور نصاریٰ نے اوس سے پچھلا دن یعنی اتوار اختیار کیا) **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعے کی نماز فرض ہے اسلیئے کہ اصل کلام اسلوب سے ہو کہ اللہ نے جمعہ کو اپنے فرض کیا اور ہم پر بھی فرض کیا سو وہ اوشی بیکے اور ہفتے اوسکی طرف راہ پائی اور فرض کا معنی اگرچہ مقدمہ کرنے کا بھی آتا ہے لیکن بیان مراد لازم کر دینا ہے اس لئے کہ پیشتر ہے اسپر کہ اہل کتاب نے اوسکی تعین سے نہ پہر اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ فرض معین ہے ہر شخص پر لازم ہے فرض کفایہ نہیں اسلئے کہ اس حدیث میں مطلق فرض ہو چکا ہے اور نیز فقہانہ اللہ کا عموم ہی اسپر دلالت کرتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ حکمت جمعہ کے ذمے اختیار کرنے میں یہ ہے کہ خدا نے اس میں آدم کو پیدا کیا اور انسان صرف

اور دن سے اتوار کو مقرر کیا

عبادت ہی کیلئے پیدا ہوا ہے سو مناسب ہوا کہ اس دن عبادت میں مشغول ہوئے اور یہ جو فرمایا کہ وہی لوگ اس دن میں ہماری تابع ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر کھوا اللہ نے ہدایت کی ہو چنانچہ اس فرض کو اپنے وقت میں ادا کیا یعنی جسے کسے دن میں یہ مختلف یہود نصاریٰ کے کہ انہوں نے اس فرض کو غیر وقت میں ادا کیا یعنی جمعے کی عبادت کو شنبہ اور یکشنبہ میں ادا کیا سو ہم ان سے مقدم ہو گئے سو ان کا جاری تابع ہونا باعتبار بزرگی اور قبول عبادت کو ہے کہ ہماری عبادت قبول ہوئی اور وہ اس بہ مجروح ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر ان تین دنوں یعنی جمعہ اور شنبہ اور یکشنبہ کا غلے سبیل تو الی پہلے آئیے جمعہ ہونا فرض کیلئے کہ تو ہر حال میں جمعہ پہلے اویگا پس یہی معنی ہے ان کے تابع ہونے کا کہ ان کی عبادت سے چھپے ہیں اور یا اس کا یہ معنی ہے کہ شرع میں جمعہ سب دنوں سے مقدم ہے یعنی تمام ہفتے کے دنوں کی گنتی اس دن سے شروع کرنی چاہیے اگرچہ لوگوں میں اس کے برخلاف مروج ہے کہ وہ ہر ہفتے کی گنتی منیجر سے شروع کرتے ہیں پس اس شرعی حساب کو شنبہ اور یکشنبہ جمعہ سے چھپے اویگا پس یہی معنی ہے ان کو تابع ہونیکا اور بعض طریقہ میں اس حدیث ابو ہریرہؓ کے یہ لفظ زیادہ ہے کہ ان کو کتاب سے پہلے اور ہر کھوا اللہ سے پیچھے لی سو یہ کلام اگرچہ بحسب ہر مراح کے مقام میں معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت دم کے مقام میں واقع ہوئی ہے اسلئے کہ جو کتاب پیچھے آئے وہ پہلی کی ناخ ہوتی ہے اور اس حدیث کو اور جی کی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ امت محمدیؐ کو ان کی سب متون پر فضیلت ہو زاد اللہ شرفاً اور ایک یہ کہ ہدایت و گمراہی سب خدا کی طرف سے ہے اور یہی ہے مذہب تمام اہل سنت کا اور یہ کہ اجمل کا خطا سے ملامت رہنا اسی امت کیساتھ خاص ہے اور ایہ کہ نص کے موجود ہونیکے وقت قیاس کرنا باطل ہے اور یہ کہ جمعہ شرعاً سب دنوں سے اول ہے اور پہلے تمام گنتی ہفتے کی اس سے کرنی چاہیے **باب** فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ عَلَى الصَّيْبِ شَهْرٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَوَعْلَى النَّسَاءِ جَمْعُ كَيْسَلِ كَرْنِ كِي فَضِيلَتِ كَا بِيَانِ اور نابالغ لڑکے اور عورتوں پر جمعہ فرض ہے یا نہیں **ف** ظاہر اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعے کے دن غسل کرنا سنت اور مستحب ہے لیکن علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے ابو ہریرہؓ اور عمار بن یاسرؓ اور مالک و حسن بصریؓ اور اہل ظاہر وغیرہ ایک جماعت کی نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے اور امام احمدؒ بھی ایک روایت میں جی آیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اور جہور علماء پہلون اور بچہ لون اور نقباء تمام شہر و نکایہ مذہب سے کہتے کہ دن نہا مستحب ہے واجب نہیں اور امام احمدؒ مالکؒ کا بھی مشہور قول یہی ہے اور خطابیؒ وغیرہ نے کہا کہ اجماع ہو چکا ہے کہ جمعے کی نماز بدون غسل کے جائز ہے سو جو لوگ اس کو واجب کہتے ہیں ان کی دلیل عبد اللہ بن عمرؓ اور ابو سعیدؓ وغیرہ کی حدیثیں میں جوابی اس باب میں آتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اسلئے کہ

غسل کرنے کیساتھ امر وار دہوا ہے اور امر واسطے وجوب کے ہوتا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک
 امر عالمیہ واجب ہر نماز کی شرط نہیں کہ بدو ن اسکے صحیح نہ ہو اور جمہور کی دلیل کئی حدیثیں ہیں پہلی
 حدیث عثمانؓ کی ہے جو ابھی اس کی ب میں آئیگی اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا غسل واجب
 نہیں کیونکہ عثمانؓ نے غسل کو ترک کیا اور عمر فاروقؓ بنا اور حاضرین جمعہ نے اوس پر انکار کیا بلکہ اوسکو
 بے قرار کر دیا سو اگر واجب ہوتا تو حضرت عثمانؓ اوسکو ترک نہ کرتے اور اگر واجب ہوتا تو حاضرین صحابہ اوس پر
 انکار کرتے اور اوسکو الزام دیتے اور ایک دلیل جمہور کی یہ حدیث ہے کہ جو ترمذی اور ابو داؤد وغیرہ نے ستر
 میں جذب حدیث روایت کی ہے کہ حضرت منہ فرمایا کہ جمعہ کو دن جسے وضو کیا تو اس نے خلعت
 طہارت کیساتھ عمل کیا اور خوب کیا اور اگر کوئی غسل کرے تو غسل افضل ہے اور ایک دلیل اوکی یہ حدیث
 عائشہ رضی کی ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے کے دن غسل کرتے تو افضل ہوتا اور
 ایک دلیل اوکی یہ حدیث ہے بخاری اور طحاوی وغیرہ میں روایت ہے کہ ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا
 کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا نہیں اس نے کہا واجب نہیں لیکن میں تمکو خبر دیتا ہوں کہ ابتدا
 غسل جمعہ کے کس جہ سے ہو وہ یہ ہے کہ تمام دن لوگ محنت مزدوری کرتے تھے اور پریشم کے موٹے
 کتل پھنے ہوتے اور مسجد اوقوت نہایت تنگ تھی سو جب گرتی تھی مجھے کیواسطے مسجد میں جمعہ ہوتے اور
 پسینا چھوٹا تو کمکون سی بدبو نکلتی اور لوگوں کو اس بدبو سے نہایت تکلیف ہو سکتی اسواسطے کہ وہ
 جانکر اسدن غسل کرنے کا حکم دیا سو جب بعد اوسکی خدا نے لوگوں کو بہت مالہ یا اور لوگ غنی ہو گئے تو
 بہت عمدہ عمدہ کپڑے پہننے لگے اور مسجد میں بھی بہت فراخ اور وسیع ہو گئیں اہل بیتے پس یہ حدیث صحیح
 ہے اس بات میں کہ مقصود غسل کرنے سے یہ ہے کہ پریشم وغیرہ کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے پس
 معلوم ہوا کہ وجوب شرعی مراد نہیں اور انکے سوا جمہور علما کی اور بھی کئی دلیلین ہیں جو فتح الباری میں
 مذکور ہے پس ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں مستحب ہے اور جن حدیثوں سے
 اوسکا واجب ہونا نکلتا ہے سو جمہور علما انکا یہ جواب دیتے ہیں کہ انہیں غسل کرنے کا امر جو واقع ہو رہا ہے
 تو وہ امر ترجیحاً پر محمول ہے وجوب کیواسطے وہ امر نہیں یعنی مراد انکے غسل کا مستحب ہونا ہے واسطہ دلیل
 ان حدیثوں کے جو مذکور ہو چکی ہیں پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاوے گی اور ابو سعید رضی کی حدیث
 میں جو وار دہوا ہے کہ ہر بالغ جو ان پر غسل واجب ہے تو وجوب ہر مرد وہ وجوب نہیں جسکی ترک پر عذاب ہو
 بلکہ مرد اس سے تاکید ہے یعنی ثابت ہے یا نہایت ہر ہے جیسے کہ لوگ اسپسین ائید دسر کیہ کہتے ہیں کہ
 تیراخی مجبور واجب ہے یعنی نوکد ہے لیکن شیخ ابن فتح الباری میں جمہور کی سب دلیلوں کو نقل کر کے بکا

یہی ہے مذہب جمہور کا اور ساتھ ایکے قائل ہیں شافعیہ اسلئے کہ غسل تابع حضور کر ہے وجہ کے تابع نہیں۔
 لیکن اکثر خنفیہ کہتے ہیں کہ اگر گھسنے میں حاضر نہ ہوئے اور غسل کر لے تو جب پہی اوسکو اوس غسل کا ثواب ملوگا
 اور اس حدیث سے دوسرا مسئلہ باب کا ثابت نہیں ہوتا نا کا بالغ لڑکے اور عورت پر جمعہ فرض ہے یا نہیں
 لیکن اس حدیث نافع کی بعض طریقوں میں یہ حکم آچکا ہے کہ بالغ لڑکے اور عورت پر جمعہ فرض نہیں
 جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے لا جمعة علی امرأة ولا صبی سو شاید امام بخاری نے اپنی عادت
 قدیمہ کے موافق اس ترجمہ سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں لڑکے اور عورت پر جمعہ
 واجب نہیں کیا حکم آچکا ہے لیکن چونکہ یہ حدیث لو کی شرط پر نہیں ہے اس واسطے اوسکو اس کتاب صحیح میں نہیں
 لایا گوئی نفسہ وہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث کو یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص جمعہ کی نماز کیواسطے جاوے
 اوسکو مستحب ہے کہ غسل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بالغ ہے یا نابالغ لیکن مرد کے حق میں عورتوں سے زیادہ
 تاکید ہے اور بالغوں کے حق میں نابالغوں سے زیادہ تاکید ہے وانشد علیہم حکمنا عبد اللہ بن محمد بن اسماء
 قال حدثنا کعب بن زید عن ملائکہ عن الزهري عن سالم بن عبد الله بن عمر بن الخطاب رضى الله عنه بغا
هو قائم في الخطبة يوم الجمعة اذا جازل من المهاجرين الا الذين من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
متاداهم عمر اية ساعته هذه قال لقي شغلتم فلم اقلب الى اهل حتى سمعت للتأذين فكم
الذين نوصات قال والوضوء ايضا وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان يامر بالغسل ترجمہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہو کہ جس حالت میں کہ عمر فاروق رضی
 جمعہ کے دن کھڑے خطبہ پڑھتے تھے کہ اپنا ایک صحابی پہلے مہاجرین سے مسجد میں آیا (اور وہ حضرت
 عثمان تھے) سو فاروق نے اوسکو پکارا بیٹے بنی کی وجہ سے کہ آئیگا یہ کون موت ہے یعنی اتنی دیر کیوں
 لگائی کہ اول وقت ایک فیضیت فوت ہوئی (اوسنے کہا کہ جبکو ایک کام نے روک رکھا سو میں اپنے گھر والوں کی
 طرف بلٹ کر گیا یہاں تک کہ میں نے اذان سنی اور صرف وضو کیا بیٹے فقط وضو کرنے کی فرصت ملی زیادہ
 نہیں ملی سو عمر نے کہا کہ کیا تو نے صرف وضو ہی پر اکتفا کیا ہے یعنی کیا اول وقت کو تاخیر کرنا اور فیضیت
 سے محروم رہنا تجھکو کافی نہیں تھا یہاں تک کہ تو نے غسل کو بھی ترک کیا اور دونو فیضیتوں سے محروم ہوا حالانکہ
 تو جان چکے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن غسل کر بیٹھا کرتے تھے پہلے مہاجرین
 اؤں مہاجر کو کہتے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور بعضوں نے کہا کہ پہلے مہاجرین
 وہ ہیں جو جنگ بدر میں حاضر ہوئے لیکن پہلی بہت صحیح ہے اور اس حدیث میں عمر نے عثمان پر دو
 وجہ سے انکار کیا ایک انکار اول وقت کے ترک کرنے سے اور دوسرا انکار غسل کے ترک کرنے سے سو

معلوم ہوتا ہے کہ جب عثمانؓ نے اذان وقت ترک کر لیا عذر کیا تو عمر فاروقؓ نے اسکو قبول کر لیا اور غسل کی ترک ہو اور کمالیہ میں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کے لئے غسل کرنا شرط نہیں کہ بدو ن اس کے نماز صحیح نہ ہو والا عمر فاروقؓ اور حاضرین جمعہ اسکو برقرار رکھتے اور انکی نماز کو صحیح نہ جانتے کماثر بلکہ سنت اور مستحب ہو پس یہی وجہ مطابقت اس حدیث کی باب ہو اور عمر فاروقؓ نے اس پر انکار واسطے کیا کہ بڑے بزرگ اور محدث آدمی سے اذنی سنون اگر یہی ترک کرنا بھی میسب ہے اور جمعہ کے وجوب پر اس حدیث سے استدلال کرنا جیسا کہ اوپر گذرا ہے ٹھیک معلوم نہیں ہوتا اول بانی طور کہ خطبے میں دینی کلام کرنی جائز ہے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خطبے میں کہا اؤٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ بلکہ خطبے سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو وعظ کیا جائے اور دین کے مسئلے سکھائے جاویں پس یہ انکار کرنا وجوب پر دلالت نہیں کرتا دوم باین طور کہ اول وقت جمعہ کی طرف جانا بالاتفاق واجب نہیں پس عمرؓ نے جمعہ کے خطبے کو ترک کر کے اتنی مخلوق میں اس پر انکار کیوں کیا پس اسے لازم آویگا کہ اول وقت جانا بھی واجب ہو حالانکہ کوئی اسکا قائل نہیں سوم بانی طور کہ عثمانؓ کا اوس دن غسل کرنا ثابت نہیں بلکہ یہی صحیح بات ہے کہ اوس نے غسل نہیں کیا تھا جیسے کہ اذکی اس کلام سے معلوم ہوتا کہ مجھ کو ایک کام نے روک کر کہا اور تنگی وقت کا عذر ہی معقول نہیں اسلئے کہ عثمانؓ خطبے کے ابتدائ میں آپونچے تھے سو اوس وقت غسل کر کے جمعے میں شریک ہونا ممکن ہے واللہ اعلم اور اس حدیث سے اور کئے مسئلے بھی ثابت ہوتے ہیں ایک کہ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے اور یہ کہ منبر پر پڑھنا چاہیے اور یہ کہ امام رعیت کے حال کی گنجبانی ہے کہ اور اذکی دین کی بہتری کے کام کا حکم کرے اور جو شخص کسی سنت امر کو چھوڑے اس پر انکار کرے اگرچہ کوئی بڑا آدمی ہوتا کہ اور چھوٹے لوگوں کو اوس سے نصیحت اور عبرت حاصل ہو کہ اور یہ کہ نیک بات بتلانا اور برے کام سے روکنا خطبے کو نقصان نہیں پہنچاتا اور مخاطب کو یہی کلام کرنی جائز ہے اور یہ کہ جمعے کی اذان سے پہلے دنیا کو کار بار میں مشغول ہونا جائز ہے اگرچہ اذان کی فضیلت فوت ہو جاوے اور یہ کہ جمعے کے دن اذان سے پہلے بازاروں کا کھلا رہنا جائز ہے اسلئے کہ عمر فاروقؓ رض کے زمانے میں پہلے ہے اور عثمان رض جیسو بزرگ و سین گئے اور یہ کہ بڑے آدمی کا بازار میں جانا جائز ہے اور یہ کہ جمعہ کی طرف جانے کی فضیلت اوس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ مسجد میں اذان سے پہلے جاوے

حدیث ثانی عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ -

غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْلِمٍ

ترجمہ ابو سعید خدریؓ نہ سہروا بیت

عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غَسَلَ الْجَنَابَةَ لَمْ يَرْحَ فَمَا تَقَرَّبَ بَدَنَهُ وَمَنْ رَأَى فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَمَا تَقَرَّبَ بِفَرَاغٍ وَمَنْ رَأَى فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَمَا تَقَرَّبَ لِمَا أَفْرَكَ وَمَنْ رَأَى فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَمَا تَقَرَّبَ وَمَنْ رَأَى فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَمَا تَقَرَّبَ بِيَضَّةٍ فَإِذَا خَرَجَ الْأَوَّامُ مَضَى الْمَلَكُ لِكُلِّ رُكْبَةٍ مَعَهُ الذِّكْرُ ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہنایا جمعے کے دن جیسے جماع کی ناپاکی کے واسطے نہاتے ہیں بیڑا خوب اچھی طرح غسل کیا اور ہر جگہ پانی پہنچایا پھر دوپہر ڈبٹے اول وقت مسجد میں آیا تو جیسے اوستہ اونٹ قرمانی کیا اور جو دوسری گھڑی آیا تو اوستہ جیسے گائے بیل قرمانی کیا اور جو تیسری گھڑی آیا اوستہ جیسے سینک والا دنبہ قرمانی کیا اور جو چوتھی گھڑی آیا تو اوستہ جیسے مرغی قرمانی کیا اور جو پانچویں گھڑی آیا تو اوستہ جیسے ایک انڈا خدا کی راہ میں دیا پھر جب امام خطبہ پڑھنے کیواسطے نکلا تو فرشتے خطبہ اور وعظ کر سنانے کو دروازہ جھوڑ کر مسجد میں آجاتے ہیں **ف** اور ایک روایت میں نساہی کی چٹھی گھڑی کا ذکر بھی آیا ہے پس مطلب یہ ہے کہ جمعے کے دن فرشتے مسجد دیکھ کر دروازوں پر لکھتے جاتے ہیں کہ کون آگے آیا اور کون پیچھے اور خطبے کے وقت مسجد میں آجاتے ہیں اور ذکر اور وعظ وغیرہ سنتے رہتے ہیں اسلئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جمعے کی نماز کے لئے مسجد میں جلد حاضر ہو کر سے جتنا پہلے جا دیکھا و تنائواب زیادہ دیکھا پس مطابقت حدیث کی باسے ظاہر ہے اور اس حدیث میں یہ جو فرمایا کہ جماع کی ناپاکی کی طرح غسل کرے تو بیضے کہتے ہیں کہ مراد اس حدیث سے خاص جماع کر کے ہانا ہے یعنی جمعے کے دن اپنی بیوی سے جماع کر کے غسل کرے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے یعنی تاکہ فارغ البال ہو کر جمعے کی طرف جاوے اور کسی چیز پر اسکی انگلی نہ پڑے اور یہی ہے قول ہر ایک جماعت صحابہ و تابعین کا اور یہی معنی ہے امام احمد سے اور یہ جو پہلی دوسری وغیرہ گھڑیوں کا ذکر فرمایا تو اسکا بیان یہ ہے کہ رات اور دن کی بارہ بارہ گھڑیوں ہوتی ہیں اور وہ دو قسم کی ہیں ایک قسم افاقیہ ہیں اور وہ رات اور دن میں برابر ہوتی ہیں یعنی دن کی پہلی بارہ گھڑیوں ہوتی ہیں اور رات کی پہلی بارہ گھڑیوں ہوتی ہیں لیکن گرمی سردی کے موسم میں اونکا مقدار کم و بیش ہو جاتا ہے یعنی سردی میں کم اور گرمی میں زیادہ اور یہ اہل نجوم کی اصطلاح ہے اور اہل حساب اسکو معوجہ کہتے ہیں اور دوسرے قسم تعدیلیہ ہیں اور وہ مقدار میں ہمیشہ برابر ہوتی ہیں لیکن گرمی سردی کے موسم میں اونکی گنتی کم و بیش ہو جاتی ہے یعنی سردی میں دن کی دس گھڑیوں رہ جاتی ہیں اور گرمی میں دن کی چودہ گھڑیوں

ہو جاتی ہیں اور اسکو اہل حساب مستقیمہ کہتے ہیں تو بعضے کہتے ہیں کہ مراد یہاں ان گھڑیوں سے آفاقہ
گہرین ہیں جو تہذیب میں کم و بیش نہیں ہوتی ہیں مقدار میں ہو جاتی ہیں اور امام شافعی اور ابن جیب
ماکی اور جمہور علما کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جمعہ کے واسطے اول ساعت میں جاوے وہ کہتے ہیں
پہلی گھڑی اور وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ سورج نکلے اور چھٹی گھڑی وہ ہے جسکی انتہا آفتاب ڈھانچ
کیا تاہم متصل ہر سو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سورج ڈھلنے کے بعد آوے اسکو ان قربانیوں سے کسی
چیز کا ثواب نہیں نہ انڈے کا نہ چڑیا کو گوزوال کے اول لمحہ میں آ جاوے اور نیز گہریون کا ذکر آپ نے
اس واسطے فرمایا ہے کہ لوگوں کو اول وقت جانے کی رغبت اور محبت ہو کہ اسکی فضیلت کو حاصل کریں
اور پہلی صف میں جگہ پڑیں اور نفل پڑیں اور نماز کی انتظار کریں اور ذکر وغیرہ کریں اور زوال کے بعد ان سب
چیزوں سے کوئی بھی حاصل نہیں ہوتی ہے اور ثواب سے آدمی محروم رہتا ہے کہ اذان کے بعد ٹھہر کر اہرام نہ پڑے
پس معلوم ہوا کہ زوال کے بعد ثواب نہیں اور اس صیغہ سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جتنے آدمی اول گھڑی میں
آویں دو یا چار یا پچاس یا سو مثلاً سب کو ایک برابر ثواب ملے گا یعنی اونٹ کی قربانی کا ثواب کوئی اول گھڑی کے
ابتداء میں آویا اس کے انتہا میں آئے لیکن اتنا فرق ضرر ہوگا کہ پہلے اونٹ دوسرے اونٹ سے کامل اور موٹا
تازہ ہوگا اور سیطرح دوسری ساعت میں جتنے آدمی آویں سب کو برابر ثواب ملے گا یعنی گائے کی قربانی کا واسطے
ہا القیاس سب گھڑیوں کو سیطرح سمجھنا چاہیے اور ظاہر اس اونٹ وغیرہ کی قربانی ذکر کر نیسے یہی مراد معلوم
ہوتی ہے کہ اگر مثلاً پہلی ساعت میں آئیوالے کے ثواب کو ایک جسم دار چیز فرض کیا جاوے تو وہ ثواب اونٹ
کے جسم کے برابر ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جتنا ثواب اونٹ کی قربانی کر نیوالے کو ملتا ہے
سو اول ساعت میں آئیوالے کو بھی دینا ہی ثواب ملے گا اور بعضوں نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ مثلاً
تینا کہ اونٹ اور گائے کی قیمت میں فرق ہے و تنہا ہی اول ساعت اور دوسری ساعت وغیرہ جانیوالے
سے و بیان فرق ہے یعنی پہلے کا ثواب زیادہ ہے اور دوسرے کا کم ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد گھڑیوں سے
انحطاط لطیفہ ہیں جو ایک ایک ساعت کے درمیان بہت موجود ہو سکتے ہیں اور مراد اونٹ وغیرہ سے کسی
بیشی ثواب کی ہے پس اب معنی اس حدیث کا یہ ہوگا کہ جسے کے دن پہلو اور پیچھے آئیوالے کے درمیان اور
مرتبوں میں فرق ہے پانچ چہرے وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں اور اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں اور اس پر
کوئی اعتراض ہی نہیں آتا لیکن ایک حدیث میں ابو داؤد وغیرہ آیا ہے کہ جسے کے دن کی بارہ گھڑیوں
میں سوا کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ شاید مقصود اس سے اس ساعت کے لفظوں کو بیان کرنا ہے جس میں
زوال ہوتی ہے و انتہا علم اور اکثر مالکیہ اور بعضے شافعیہ کہتے ہیں کہ مراد ان گھڑیوں سے وہ لمحے ہیں جو

سورج ٹپنے کے بعد واقع ہوتی ہیں ابتدا از نکی زوال سر ہے اور انتہا از نکی امام شہر پر مینہا ہے اور امام مالک
 سر روایت ہے کہ اول وقت جبکہ طیرف جانا مکروہ ہے لیکن امام احمد اور ابن حنیبل نے اس پر سخت
 انکار کیا ہے امام احمد نے کہا کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مخالف ہے یعنی اس لئے کہ حدیث
 عام ہے کہ زوال سر پہلے آئے یا پیچھے آئے اس واسطے کہ لفظ رکاع کا معنی مطلق جانیکا ہے کسی وقت
 کیساتھ مقید نہیں پس زوال سے پہلے جانے کو مکروہ کہنا اس حدیث کو بے شک مخالف ہو اور بعضوں نے
 اس حدیث کو دلیل پکڑی ہے اس پر کہ زوال سے پہلے جبکہ بڑھنا جائز ہے اس لئے کہ فجر سے لیکر دوپہر تک
 چھٹی گھنٹہ بیان ہوتی ہیں اور اس حدیث میں پانچ ساعتوں کو بیان کر کے بعد اس کے امام کا لکھنا بیان فرمایا اور
 امام کا لکھنا جس کے اول وقت میں ہوتا ہے تو اندرین صورت اس کا لکھنا چھٹی ساعت کو ابتدا میں واقع
 ہوگا اور وہ قطعاً زوال سر پہلے ہے پس جمعہ زوال سے پہلے جائز ہو اس جواب اسکا یہ ہے کہ پہلی ساعت
 تو غسل وغیرہ میں جلی جاتی ہے تو اب شروع جانے کو دوسری ساعت کو ابتدا سے ہوگا اور دوسری جانیکا شروع
 تیسری سے ابتدا سے ہوگا اور ان دونوں کے درمیان نسبت پہلی دوسری کے ہے و علی ہذا القیاس پانچویں
 کا جائز چھٹی ساعت کو اول سے شروع ہوگا اور اس کے انتہا میں ختم ہوگا پس بنا بر اس کے پانچویں ساعت
 کا انتہا زوال کا ابتدا ہوگا پس اعتراض دفع ہو گیا اور نیز ممکن ہے کہ یہ حدیث باعتبار موسم سردی کے
 ہو کہ اوس میں نکی دس گھنٹہ رہ جاتی ہیں پس اندرین صورت پانچویں کا انتہا اول زوال ہوگا اور چھٹی
 ساعت کا ذکر بھی دوسری حدیث میں آچکا جیسے کہ اوپر گذرا پس اندرین صورت یہدلال بالکل باطل ہو جاتا
 ہو کہ بالترتیب اور اس حدیث کو اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جنت کے دن غسل کرنے کی
 اور اسکی طرف اول وقت جانیکی یہی فضیلت ہو اور یہ کہ لوگوں کے درجوں میں فرق ہے باعتبار عملوں کے
 اور یہ کہ حضور احدیہ نبیاً شریعاً میں سیوہ نہیں یعنی گوانڈا ہو یا اوس کی کم ہو اور یہ کہ اونٹ کی قربانی کرنی
 گائے بیل کی قربانی سے افضل ہے جاسمہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھتے کہ سب علما کا اجماع
 ہو چکا ہے اس پر کہ ہی میں سے اوس قربانی میں جو حاجی لوگ کہتے ہیں گہرے ساتھ لیا تھا ہے (اور ان
 گائے سے افضل ہے اور عید قربانی میں اختلاف ہے امام شافعی اور ابو حنیفہ اور مالک کے نزدیک
 اوس میں اونٹ افضل ہے بعد اس کے گائے بعد اس کے بکری اور دلیل انکی یہ حدیث ہے جو باب میں گذری ہے
 اور امام مالک کہتے ہیں کہ میں بکری سب سے افضل ہے پہلے گائے پھر اونٹ اور انکی دلیل یہ ہے کہ حدیث
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی قربانی کی تو جواب اسکا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ ایک اور وقت بکری کی قربانی
 اور کوئی جانور ماکھ نہ آیا ہو اور یا نہ لے بیان کیا گیا ہو یہی جائز ہے اور دوسری حدیث میں

ثابت ہوا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے قربانی کی اور یہ جو فرمایا کہ فرشتے
 لکھتے جاتے تو یہ فرشتے کراہا کا تہین کے سوا اور فرشتے ہیں اور انکا کام صرف یہی ہے کہ جسے کے دن بعد
 میں انہو انکو لکھتے جاتے ہیں پر کاغذ و کلو پیٹ کر چلے جاتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ
 جب خطبہ شروع ہو جائے تو اس وقت آنے والے کا نام فرشتے اپنے دفتر میں نہیں لکھتے **باب**
حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَهْوَانَ ابْنِ كَثِيرٍ عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ عَنْ
ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بَيْنَ
الْخُطَابِ لِمَ تَخْتَلِسُونَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُكَ الْإِمَامَ وَقَوَّضَاتٍ
فَقَالَ لِمَ تَسْمَعُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلُوا ترجمہ اسکا اور گزر چکا ہو
 عثمان رضی اللہ عنہ اول وقت میں دیر کر کے جمعہ میں آئے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انکو جبرط کا اسمین اتنا زیادہ ہے
 کہ جب کوئی جمعہ کی نماز کو جانا چاہے تو چاہیے کہ غسل کرے کہ سنت **ہو ف** اس باب میں امام بخاری فرماتے
 کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا اسلئے کہ اسکو پہلے باب سے تعلق ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان کے
 اول وقت ترک کرنے پر انکار کیا حالانکہ اس وقت بہت صحابہ بیٹھے تھے سو اگر اول وقت کی زیادہ غفلت
 ہوتی تو اس پر انکار نہ کرتے اور نیز اسمین اشارہ ہے طرف د کرنے اوس شخص کے جو اول وقت ترک
 کرنے پر مدینے والوں کے اجماع کا دعویٰ کرتا ہے اسلئے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اتنے صحابہ اور تابعین وغیرہ اہل
 مدینے کے درمیان اول وقت ترک کرنے پر انکار کیا سو اگر اہل مدینہ کا اس پر اجماع ہوتا تو عمر اوس سے
 انکار نہ کرتے یا باقی صحابہ وغیرہ اسکا اقرار کرتے **وَاللَّهُ اعْلَمُ** **باب** **الدَّهْنُ لِلْجُمُعَةِ** جمعہ کی نماز میں گائے
 ماسے تیل لگانا **حَدَّثَنَا أَبُو ذَرِبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمِقْدَرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَمْرِو**
ابْنِ وَدِيعَةَ عَنْ سَلَمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ وَبَدَنُ مِنْ دُفْنِهِ أَوْ مِئْسَرُ مِنْ طِبِّ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يَغْتَسِلُ
بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يَصِلُ مَا كُنِيَ لَكُمْ تُصَيِّتُ إِذَا كُنْتُمْ الْإِمَامَ وَلَا تَغْفِرُ لَهُ مَا بَيْنَهُمَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ إِلَّا خَرَجَ مِنْكُمْ جَمْعٌ سَلَامٌ
 فارسی میں روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جانتا کہ
 اوسے ہو سکے طہارت اور پاکی حاصل کرے اور تیل لے یا اپنے گہرے خوشبو لگائے پھر جسے کی طرف جاوے
 اور جب مسجد میں آئے تو دو ملے بیٹھوں میں فرق نہ ڈالے یعنی اونکی گردن پر گندہ کر آگے نہ جاوے پھر نماز
 پڑھے جتنی ارکعتی قسمت میں ہے پھر جب امام خطبہ پڑھے تو جب کا سننا ہے تو اس کے وہ گناہ بخشے جاوے گئے
 جو اس جمعہ اور گندہ سے جمعہ کے درمیان ہیں **ف** مراد اچھی طرح پاکی حاصل کرنے سے یہ ہے کہ ناخن کٹوا کر

اور نبیوں کو کتروائے اور نیکوں اور زیر نافر وغیرہ کے بال منڈائے اور یا مرد نہا نیسے بدن پر پانی ڈالنا کہ
اور طہارت سے مرد و سر کا رہونا ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعے کے دن تیل ملنے میں بڑی فضیلت ہے
اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعے کے دن لوگوں کی گردن پر سے چل کر آگے بڑھنا مکروہ ہے اور امام غامدی
نے کہا کہ لوگوں کے آگے سے بڑھنا اسی شخص کو منع ہے جو بلا ضرورت اگر بڑھے اور جب کو ضرورت ہو اور بدو
اسکے اپنی جگہ میں نہ پہنچ سکے تو اسکو تخطی کرنا جائز ہے اور ایسے ہی جو کسی صف کو پورا کرنا چاہے اسکو بھی
آگے بڑھنا جائز ہے لیکن اگر پیچھے جگہ خالی پائے تو مستحب ہے کہ وہیں بیٹھ جائے اور ایسے ہی جو شخص کسی ضرورت
کیواسطے اپنی جگہ سے اڑھ کر باہر جائے تو اسکو بھی اپنی جگہ میں پرانیکے واسطے تخطی کرنا جائز ہے اور امام مالک
کہتے ہیں کہ تخطی اور سبقت منع ہے جبکہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر پہلے اوس سے جائز ہے لیکن یہ قول ظاہر حدیث کے
مخالف ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعے کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعے کے
دن دوسرے وقت نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں جو گہر پڑھا ذکر آیا ہے ترو
گہر میں زوال سے پہلے ہن چھپے نہیں جیسے امام مالک وغیرہ کہتے ہیں اسلئے کہ امام کا خطبے کیواسطے
نکلنا عین زوال کے متصل ہوتا ہے اور اوس وقت اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ اوس میں نفل وغیرہ پڑھے
جاوین پس معلوم ہوا کہ جہور کا مذہب ٹھیک ہے سو اس سے بیان سے معلوم ہوا کہ گناہوں کا معاف ہونا اسی
وقت ہے جبکہ یہ سب شرطیں مذکورہ پائی جاوین یعنی غسل اور پاکی حاصل کرنا اور خوشبو یا تیل لگانا اور عمدہ
کپڑے پہننا اور خطبے کے وقت چپ ہنا اور جمعہ کی طرف آرام سے چلنا اور لوگوں کی گردنوں سے آگے بڑھنا
اور کسی کو تکلیف نہ دینا اور جمعے سے پہلے نفل پڑھنا اور خطبے کی وقت چپ ہنا اور نغوات نہ کرنا سو شخص
ان سب شرطوں کو بجالاوی اور اسکے گناہ بخشے جاوین گے جو اس جمعہ اور گندے جمعہ کے درمیان ہوئے
ہیں لیکن ان گناہوں سے مراد گناہ صغیر ہیں اس سے کبیرے نہیں بخشو جاوین گے انکے واسطے تہنکار کرے
اور سچی توبہ پڑھے اور اس حدیث سے اور یہی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ غسل مستحب ہے واجب نہیں
دوم یہ کہ جمعے کے دن امام کے آنے سے پہلے نفل پڑھے مستحب ہیں اور یہی ہے مذہب شافعیہ اور جہور علما
کا سوم یہ کہ مطلق نفلوں کی کوئی حد مقرر نہیں جتنے چاہے پڑھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مقدمہ ہو
وہ پڑھے اور یہ کہ خطبے کے بعد کبیر تحریر سے کلام کرنی جائز ہے کنا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فَلَا تُحْبَرُ نَاسُ صَبِيحَةٍ مِنَ الزُّهْرِيِّ قَالَ طَاوُسٌ فَلَمْ تَكُنْ عَنَّا يَوْمَ ذِكْرٍ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اَعْتَمِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاعْسِلُوا رُؤُسَكُمْ وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا وَأَصْبَبُوا مِائِدَ
الطَّيِّبِ قَالَ بَنِي عَنَّا يَوْمَ الْغُسْلِ فَنَعَمْ وَكَأَمَّا الطَّيِّبُ فَلَا أَدْرِي تَرْجُمُهُ طَاوُسٌ

روایت ہو کر اس نے ابن عباسؓ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعو کے دن نہاؤ اور اپنے سر کو دھو ڈالو اگرچہ ٹکڑی غسل جنابت کی حاجت نہ ہو اور خوشبو لگاؤ جو یہ ہو کہ وہ ابن عباسؓ نے کہا کہ نہانا تو آپؐ نے فرمایا ہے اور خوشبو لگانے کو میں نہیں جانتا کہ اپنے فرمایا ہے یا نہیں فصحیح مسند معلوم ہوا کہ جنابت کا غسل جمعے کو غسل سے کافی ہو جاتا ہے خواہ اسکی نیت کی ہو یا نکلی ہو اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہؓ اور تابعین وغیرہ اہل علم کا اور اس حدیث میں تیل لگانا بھی ذکر نہیں لیکن اسکے دوسرے طریق میں تیل کا ذکر آگیا جیسا کہ ابھی اتنا ہی پس یہی وجہ ہے مطابقت احادیث کی باب سحر حکم ثانی انکم بن قیس عن عائشہ قال اخبرنا حماد بن عمار عن ابن عمر عن عبد اللہ بن مسعود عن عائشہ عن رسول اللہ ﷺ انہ ذکر قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغسل یوم الجمعة فقلت لابن عباس ایمن طیباً او ذہناً کان عند ام سلمہ فقال لا اعلم ترجمہ طاؤس بن روتبت

ہو کر ابن عباسؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جمعہ کے دن غسل کرنے میں بیان کی سو میں نے اس سے کہا کہ کیا خوشبو یا تیل بھی لگاؤ اگر اس کے گہرا وفاق پاس ہو ابن عباسؓ نے کہا میں اسکو نہیں جانتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا نہیں ف شاید امام بخاری کی غرض اس حدیث ابن عباسؓ سے اشارہ کرنا ہے اس طرف کہ غسل کے ساتھ مسوک کرنا اور خوشبو وغیرہ لگانا واجب نہیں اگرچہ اسکی ترغیب اچلی ہے اور وجہ مناسبت احادیث کی باب سحر پہلے گذر چکی ہے باب سحر کتب الحسن ما یجوز جمعہ کے دن عمدہ کپڑے پہنے کا بیان حکم ثانی عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مملک عن قافع عن عبد اللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب راى حلة سیداء عند باب المسجد فقال يا رسول الله لو اشتريت هذه فلبستها يوم الجمعة ولوفيت اذا قد مواعليك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما يليك هذا من لا خلق له في الاخرة ثم جاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم منها حلة فاعطى عمر الخطأ منها حلة فقال عمر يا رسول الله كسوتينها وقد قلت في حلة عطارد فما قلت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني لو كنت كما تليت ما فكساها عمر بن الخطاب خاله بله مشركا ترجمہ عمر فاروق

مسند روایت ہو کر اس نے ایک ریشمی جوڑا مسجد کے دروازے پر بٹھا دیکھا سو عرض کیا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اسکو خرید لیں اور مجھے کے دن اور بادشاہوں کے ایلچی آنے کی وقت اسکو پہنا کریں تو بہت خوب ہو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریشمی کپڑا تو وہ پہنتا ہے جو آخرت میں بے نصیب ہو پھر اس کے بعد اسی قسم کے کئی جوڑے حضرتؐ کے پاس آئے سو اپنے ایک جوڑا انہیں سے عمر فاروقؓ کو دیا سو عمرؓ نے عرض کیا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجھ کو ریشمی جوڑا پہنایا ہے اور حالانکہ آپؐ نے عطارد کے جوڑے

میں کیا کچھ کہا ہوتا یعنی اس کو پہننا حرام فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے ریشمی جوڑا سمجھا اس واسطے نہیں دیا کہ تلو اس کو پہننے یعنی بلکہ میں نے سمجھا صرف اس واسطے دیا ہے کہ تلو اس کو پچکا اس کی قیمت سے فائدہ اور ہٹائے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ جوڑا اپنے ایک بہائی مشرک کو دیدیا جو کہ میں رہتا تھا ف حلہ کہتے ہیں دو کپڑوں کو پہننے چادر اور تہ بند اور یہ سیاہی اور کھان کی طرف سے تھا یعنی دونوں کی مان ایک تھی اور باپ دو تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے بیچنا درست ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کے دن عہد کپڑے پہننے اور زینت کرنی مستحب ہے اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے جواب میں اہل زینت اور تجمل کو برقرار رکھا صرف اس کو کپڑے سے منع کیا کہ وہ ریشمی تھا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے **باب التَّوَالُّفِ** اجماعاً جمع کے دن سواک کرنے کا بیان **ف** جاننا چاہیے کہ سواک کرنا سنت ہے واجب نہیں نہ نماز میں اور نہ نماز سے باہر اور اس پر سب علما معتبرین محققین کا اجماع ہو چکا ہے صرف دائرہ ظاہری سے اس کا وجوب منقول ہو لیکن وہ نقل صحیح نہیں بلکہ وہ بھی سنت کا قائل اور یہ بھی باید کہنا چاہیے کہ سواک کرنا ہر حال میں سنت ہے خصوصاً نماز پنجگانہ میں تلو اس کی زیادہ تاکید ہے اور وضو اور قراۃ قرآن اور نیند اور سکوت اور ہر چیز کی بوقت زیادہ تر مستحب ہے اور سواک کر دوسری لکڑی کی چاہیے پلو کی سواک سب سے بہتر ہے جھوٹی اور نمکی برابر موٹی اور بالشت برابر لنبی ہو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے مونہ کی بدبو دفع ہو جاتی ہے اور چونکہ جمعہ کے دن غسل کرنا اور ظاہر بدن کا پاک صاف کرنا مطلوب تھا جیسا اوپر معلوم ہو چکا تو اس واسطے مناسب ہوا کہ اس کے ساتھ مونہ کو بھی صاف کیا جائے کہ وہ اصل جگہ ذکر اور مناجات کی ہے اس واسطے بعد اس کے سواک کرنا بیان کرنا مناسب ہوا واللہ اعلم وقال ابو سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ لیس فی یعنی ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ سواک کرتے تھے اور اس سے دان تو نکولتے تھے اور یہ پوری حدیث پہلے گزر چکی ہے **ف** اس حدیث میں کسی خاص وقت کا ذکر نہیں عام ہے پس جو کو بھی شامل ہوگی پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے **باب سواک ہر گز حلت لکنا عبد** اللہ بن یوسف قال اخبرنا ملائکہ عن ابی الزناد عن الکعبر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو کانا اشق علیا مینے او لو کہ ان اشق علی لکنا کما مرہم بالتوالف مع کل صلوۃ ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی ہمت پر شکل بنانا تو میں ان کو واجب کر کے سواک کا حکم کرنا ہر نماز میں **ف** یہ حدیث بھی غامض ہے پس جس کی نماز کو بھی شامل ہوگی پس جسے میں سواک کرنا ثابت ہو گیا

الْحُجَّةُ الْقَاتِلَةُ وَقُلْ اَنْتَ عَلٰی الْاِنْسَانِ اَکْثَرُ حِجْمًا اور ہر ریت سے روایت ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جسے کو دن
 فجر کی نماز میں سو اکر نماز پڑھ لیتے تھے انسان پڑھا کرتے تھے اور فتم الباری میں کہتا ہے کہ اس حدیث معلوم
 ہوا کہ جسے کو دن فجر کی نماز میں ان دو سو راتوں کو پڑھنا مستحب ہے اسلئے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم اکر اکر اوقات پڑھا کرتے تھے بلکہ طہرانی وغیرہ میں ان سے حودہ سے روایت ہے کہ حضرت اکر ہمیشہ پڑھا
 کرتے اور کان کا لفظ اگرچہ پیشگی پر دلالت نہیں کرتا لیکن یہ حدیث نص ہے ہمیشگی میں اور یہی مذہب ہے اکثر اہل
 علم کا صحابہ اور تابعین وغیرہ سے کہتے ہیں کہ جب تک فجر میں اکر پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ ابن منذر وغیرہ نے نقل کیا ہے
 یہ بات نک کہ ابراہیم بن عبد الرحمن سے روایت ہو کہ اُس نے میں نے جمعہ کو دن لوگوں کو فجر کی نماز پڑھانی ہو دو رات کو دن
 میں ان دونوں کو پڑھا اور یہی مذہب ہے شافعیہ وغیرہ علماء کا اور یہی معلوم ہوا کہ سجدہ کی آیت نماز میں پڑھنی کر وہ نہیں اور
 سجدہ کرنا ہی نماز میں کر وہ نہیں اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کسی خاص سورت کو کسی خاص نماز کے واسطے عین کر کرنا مکروہ ہے
 سو جسے کو دن ان دو سو راتوں کا پڑھنا اس شرط سے مستحب ہے اگر کسی کہی اکر چھوڑ دینے اور دوسری سورت کو پڑھ
 لیں تاکہ عوام کو کثرت اعتقاد نہ کر بیٹھیں کہ انکے سوا اور سو رتوں کا پڑھنا کافی نہیں یا اور سو رتوں کا پڑھنا مکروہ ہے اور بعض
 حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے باقی قرآن کا بالکل چھوڑ دینا لازم آتا ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ اگر عوام کے اعتقاد
 پر موقوف نہ کیا جاوے تو ہر مستحب کام پر ہمیشگی کرنی مکروہ ہوگی حالانکہ یہ بات بالاجماع ہل ہے اسلئے کہ اگر کوئی شخص
 کسی کام مستحب کو مستحب جان کر ہمیشگی کرے تو وہ بے شک فایا ہوگا اور نیز نذیرین صورت غفلت وغیرہ مستحبات کا بالکل
 چھوڑ دینا بھی مکروہ ہوگا اسلئے کہ اگر ایک کام مستحب کو ہمیشہ ترک کیا جاوے اور تمام عمر میں ایک بار ہی اس کے ساتھ عمل نہ
 کیا جاوے تو بیشک خوف ہوگا عوام اعتقاد کر بیٹھیں کہ یہ کام جائز نہیں پس لازم آوے گا کہ مستحب ہمیشہ ترک کرنا
 بھی مکروہ ہوگا حالانکہ یہ بات بھی بالاجماع ہل ہے فاما جو ابکم فہو جواہرنا اور نیز عوام کے اعتقاد کا خوف ہے چونکہ
 تمام جہان میں عالم کوئی نہ رہے اور غلط نصیحت کر نیو لے جہان سے بالکل ناہید ہو جاوین اسلئے کہ اگر فضا عوام کے
 اعتقاد کا خوف ہی تسلیم کیا جاوے تو علماء اکر کو زبانی ہی یہ مسئلہ سمجھا سکتے ہیں کہ یہ امر واجب نہیں مستحب ہے اس کے
 کہ فی من ثواب ہو اور نہ کر نہیں کچ عذاب نہیں اور اس ہم کو غلط نصیحت میں دفع کر سکتے ہیں اور غلط نصیحت میں اکثر
 ایسا موقع ہو جاتا ہے پر کیا علماء کا عوام کو زبانی سمجھانا کافی نہیں ہو سکتا کہ اسکو کہی ترک کریں بلکہ بتلانے سے تو
 دونوں حاصل ہو جاتے ہیں حدیث پر عمل ہی اور عوام کا اعتقاد دفع کرنا بھی اور نیز سب عوام کا یہ حال نہیں بلکہ جو لوگ
 فہمیدہ اور سچہ دہرین ہرگز ایسا اعتقاد نہیں کہہ سکتے اور نیز بہت بار شجرہ کیا گیا اور لوگوں کو سمجھا یا گیا کہ چھٹا
 نماز کے ساتھ جو نفل پڑھے جاتے ہیں یہ فرض واجب نہیں اور صد بار عوام کے سامنے ان غفلت کو ترک ہی
 کیا گیا لیکن انکو ویسے ہی فرضوں کے برابر سمجھتے ہیں انکو چھوڑنے کو کہی دوا دہ نہیں ہوتے بلکہ جو بھی یہ سخت الحکم

کرتے ہیں پس اندرین صورت عوام کے اعتقاد کا کیا علاج کیا جاوے گا مینو تو جروا۔ اور نیز اس کے باقی قرآن کا ترک کرنا بھی لازم نہیں آتا ہے اسلئے کہ جب دوسری نمازوں میں اور دوسری بات لازم نہیں آوے گی اور نیز اگر کسی خاص صحت کو کسی خاص نماز میں پڑھنے سے تعیین کا وہم پڑے تو ایسے ہی تمام قرآن سے دو چار یا دس سو تین مثلاً یاد کر کہنی اور انہیں کو ہمیشہ بار بار نمازوں میں پڑھنا بھی وہم تعیین کو مستلزم ہو گا پس لازم آوے گا کہ ہر آدمی تمام قرآن کو یاد کرے اور باری باری سے تمام قرآن کو نمازوں میں پڑھا کرے تاکہ وہم تعیین کا لازم نہ آوے حالانکہ یہ تکلیف بالاطلاق ہے اور آیت فاقروا ما تمیز من القرآن کے صیر کو مخالف ہے اور نیز بخاری کے تیسرے پارے میں ہے گذر چکا ہے کہ ایک شخص سورہ قل ہو اللہ احد کو صبح کی نماز میں ہمیشہ پڑھا کرتا تھا سو مقتدیوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکی شکایت کی تب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بلا کر پوچھا کہ تو نے اس سورہ کو کیوں مقرر رکھا ہے اُس نے عرض کی کہ میں اس سے بہت محبت رکھتا ہوں تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی محبت تجھ کو بہشت میں داخل کرے گی پس حدیث صیر کو ہے اس باب میں کہ کسی سورہ کو کسی نماز کے واسطے خاص کر لینا مکروہ نہیں بلکہ بہشت میں داخل ہونے کا سبب ہے اگر اس کو محبت رکھتا ہے اور امام مالک وغیرہ کہتے ہیں کہ سجدہ کی آیت نماز میں پڑھنی مکروہ ہے اور وہ اس کرہیت کی بعضے ماکہ تو وہی بیان کرتے ہیں کہ اس میں خوش ہو کہ عوام کو فرض نبجولین ہو اور وہ جواب گذر چکا ہے اور بعضے جو کرہیت کی یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مرفضوں میں ایک سجدہ کا زیادہ ہونا لازم آتا ہے سو یہ حدیث صیر کو ہے اسکے رد میں اس واسطے امام نووی نے شریح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ وغیرہ کی حدیث امام مالک وغیرہ پر حجت ہو۔ اور امام مالک اس حدیث ابو ہریرہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ میں نے دالون نے اس پر عمل نہیں کیا سو جواب اس کا یہ مجھے کفر الباری میں لکھا ہے کہ یہ دو باطل ہے اسلئے کہ اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ اہل علم کا عمل اس پر ثابت ہو چکا ہے کہ اس فائدہ ثانیہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ میں اس حدیث کو کسی طریق میں نہیں دیکھا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ اتم تنزیل میں سجدہ کیا ہو لیکن ابن ابی داؤد اور طبرانی نے ابن عباس اور علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورہ اتم تنزیل پڑھی اور اس میں سجدہ کیا لیکن اسناد ان دونوں حدیثوں کے ضعیف ہیں فلا یصح بہما الاستحلال فائدہ ثالثہ بعضوں نے کہا کہ سورہ سجدہ کو جسے کہ ساتھ خاص کر نہیں یہ محبت ہو کہ نماز میں ایک سجدہ زیادہ ہو جاوے یہاں تک کہ بعضے لاکھوں نے کہا ہو کہ اگر جمعہ کو دن اس سورہ کو خاص کر پڑھے تو مستحب ہے کہ اور سجدہ والی سورہ کو پڑھے اور یہی روایت ہے ابو ہریرہ اور ابن عباس سے لیکن بہت علمائے اس بات پر عیب پڑا ہے اور اسکے قائل کو بے علمی کی طرف نسبت کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر وقت تنگ ہو اور اتم تنزیل سجدہ کے پڑھنے کی فرصت نہ ملے تو جتنی ہر سکے دینی ہی پڑھ لیوے اور وہ بطلان اس باب کی پہلے بابوں سے یہ ہے

کہ اس باب میں جسے کو ان دو دونوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے پس یہی منجملہ فضائل... جمعہ کے ہر واسطہ کا حکم
بابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى وَالْمَدُنِ شَهْرُونَ وَكَادُونَ مِنْ..... جمعہ پڑھنے کا بیان حد ثنا محمد بن المنذر
 قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَهْمٍ بْنُ طَلْحَانَ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضَّبْعِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ
 أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ لَعَدِ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ يَجُوعَاتِي مِنَ
 الْجَمْعَيْنِ ترجمہ ابن عباس نے روایت ہے کہ قرینہ پہلا جمعہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ پڑھنے کو بھیجے
 پڑا گیا سو عبد القیس کی مسجد میں تھا جو ان میں جو ایک گاؤں ہے بحرین کے گاؤں کے نام سے **ف** ایک روایت
 میں آیا ہے قرینہ میں قرینہ بحرین یعنی جو ان میں ایک گاؤں ہے بحرین کے گاؤں کے نام سے اور ایک روایت میں
 کہ جو ان میں عبد القیس کے گاؤں کے نام سے ہے اور حاصل دو لو کا ایک ہو ایسے کہ بحرین کے گاؤں کو عبد القیس کے گاؤں
 ہی کہتے ہیں تو مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اپنے
 اپنی مسجد میں لوگوں کو جمعہ پڑھنا شروع کیا یہ بعد اسکے سب سے پہلے عبد القیس کے گاؤں میں جمعہ پڑھنا شروع
 ہوا یہ بعد اسکے رفتہ رفتہ اور جگہوں میں تک شروع ہو گیا سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز
 اور صحیح ہے ایسے کہ ظاہر یہی بات ہو کہ عبد القیس نے جمعہ پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے شروع کیا
 تھا ایسے کہ یہ بات معلوم ہے کہ وحی کے زمانے میں اصحاب کے اطلاع حضرت کو کسی امر شرعی کی طرف مبادرت
 نہیں کرتے تھے اور نیز اگر جمعہ پڑھنا جائز ہوتا تو اسکے منع کے واسطے قرآن میں حکم اثر تاجیب کہ البوسعید اور جاب
 نے عزل کے جائز ہونے پر یہی دلیل پکڑ لی کہ ہم لوگ قرآن نازل ہونے کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے سو
 اسکے منع کے واسطے قرآن میں حکم اثر اسو اگر عزل ناجائز ہوتا تو قرآن میں اسکا حکم اثر تاجیب ہی وجہ بطلان
 اس حدیث کی باب سے حدیثی بشر بن محمد قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ الْأَزْهَرِيِّ أَخْبَرَنَا
 سَالِمُ بْنُ أَبِي عُثْمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَزَادَ الْبَيْتُ قَالَ يُونُسُ كَيْفَ
 رَزِيقُ بْنُ حَكِيمٍ إِلَى ابْنِ خُزَّابٍ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ نَوَادِي الْقُرَى هَلْ تَرَى أَنَّ أَجْعَ وَرَزِيقُ عَامِلٍ عَلَى
 أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَفِيهَا جَاعَةٌ مِنَ السُّودَانِ وَغَيْرُ هَؤُلَاءِ يَوْمَئِذٍ عَلَى آيَةٍ كَلَّمَ ابْنُ شَيْمَاءٍ أَنَا
 أَسْمَعُ يَا مَرْءُ أَنْ تَخْبِرَ خَيْرُ أَنْ سَأَلَا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ
 رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْءُ ذَرَايَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجَتِهَا وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ
 رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَدَّثَكَ أَنَّ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَهُوَ
 مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ترجمہ ابن عمر نے روایت ہے کہ نبی حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے منافر تھے کہ تم لوگوں میں ہر ایک شخص حاکم ہوا اور لیٹ (راوی) نے اس حدیث میں اتنا زیادہ
 کیا ہے کہ لوگ نے کہا کہ زریق نے ابن شہاب کو خط لکھا اور میں اس دن ابن شہاب کو ساتھ وادی قری میں تھا کہ میں نے
 کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے اور اس خط کا مضمون یہ تھا کہ کیا تو دیکھتا ہے کہ میں یہاں کے لوگوں سے جمعہ
 پر ہوں اور زریق ایک مین پر عامل تھا جس میں وہ کاشتکاری کرتا تھا اور زریق اس دن ایلیہ شہر کا حاکم تھا اس میں عبد العزیز کی
 طرف سے لیے زریق دراصل حاکم تو ایلیہ کا تھا لیکن وہ خود اس شہر میں نہیں تھا تھا بلکہ اس کے علاقے میں ایک گاؤں
 تھا وہاں ہوتا تھا اور اس میں کاشتکاری کروا تھا (اور اس میں مشنیں وغیرہ لوگوں کی ایک جماعت ہوتی تھی) (یونس نے کہا)
 کہ ابن شہاب نے میری رو برو ہو کر خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ جمعہ پڑھا کر کہ مقرر عبد السد بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی
 ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں ہر ایک شخص حاکم ہے اور ہر ایک اپنی رعیت اور زیر دست
 پوچھا جاویگا کہ بھلا کیا یا ظلم اور پادشاہ سب ملک پر حاکم ہے تو اپنی رعیت سے پوچھا جاویگا اور مرد اپنی جو
 بال بچہ پر حاکم ہے تو وہ بھی اپنی رعیت سے پوچھا جاویگا کہ اے انکو نیک کام سکھایا اور گناہ سے روک یا نہیں اور
 جو رو اپنے خاوند کے مال اور گھر کی حاکم ہے تو وہ بھی اپنی رعیت سے پوچھی جاوے گی کہ اے اسکی خیر خواہی اور مال
 کی حفاظت کی یا نہیں اور درہم و سطرہ غلام اور نوکر اپنے آقا کے مال پر حاکم ہے تو وہ بھی اپنی رعیت سے پوچھا جاویگا
 کہ اے اپنے بڑا فانی خیر خواہی اور اس کے مال کی حفاظت کی یا نہیں اور مرد اپنے باپ کو مال پر حاکم ہے تو وہ بھی اپنی
 رعیت سے پوچھا جاویگا اور ہر ایک شخص حاکم ہے اور ہر ایک اپنی زیر دست اور قابو والی چیز سے قیامت میں پوچھا
 جاویگا کہ تو نے باوجود قدرت اور قابو کے اس کا حق کیوں نہ ادا کیا یعنی یہ سوال صرف پادشاہ پر موقوف نہیں ہر
 ایک شخص سے اس طرح کا سوال ہوگا و ایلیہ ایک شہر کا نام ہے حدیث میں اور حکم در بیان شام کے راہ میں قلزم
 گو کہندہ پر عمر بن عبد العزیز نے زریق کو حاکم کر کے وہاں بھیجا ہوا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا
 جائز ہے اس لیے کہ جب ہر ایک شخص اپنی رعیت کو حقوق سے قیامت میں پوچھا جاویگا تو اب رعیت کو حقوق کو
 ادا کرنا اور احکام شریعت کو ان میں جاری کرنا حاکم پر واجب ہوا۔ اور چونکہ زریق ہی اس مشنیں وغیرہ لوگوں کی جماعت
 پر حاکم تھا تو اب ان کے حقوق کا ادا کرنا اور ان میں احکام شریعت کا جاری کرنا واجب ہوا اور احکام شریعت کا ایک
 اہم ترین کمن جمعہ پڑھنا اس کو قائم کرنا بھی واجب ہے اور اسی زمین میں اُس نے جمعہ پڑھنے کا حکم پوچھا تھا جس میں وہ کاشتکاری
 کروا تھا ایلیہ شہر سے وہ جگہ بیت فاصد پر تھی شام کے اسکو حکم دیا صحیح نہیں تھا اس لیے کہ فانی کی تعریف انصار
 انی ممکن نہیں کما سیاتی بیاۃ انشاء اللہ تعالیٰ اور ظاہر اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شاید زریق کو گاؤں میں
 جمعہ پڑھنے میں تردد تھا اس واسطے اُس نے ابن شہاب سے یہ مسئلہ پوچھا پس اس سے ثابت ہو گیا کہ گاؤں میں جمعہ
 پڑھنا صحیح ہے بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صرف اپنے غلام اور نوکر ہی دو چار آدمی ہوں اور وہ دن کو بھی نہ ہو

تو جب ہی جمعہ پڑھنا صحیح ہے اور اس قسم کی اور بھی کئی حدیثیں اور آثار چکے ہیں جو گاؤن میں جمعہ کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ ایک یہ حدیث ہے جو کہ طبرانی اور ابی ہدی نے ام عبد اللہ دو صحیحہ مروی عار وایت کی ہے کہ جمعہ ہر گاہ و نیز واجب ہر جمیعین امام ہو اگر چاہیں فقط چائے گا دی ہوں اور ایک وایت میں کہ اگر چہ میں ہی مود ہوں چوتھا امام ہو اور ایک ہی جو ابن ابی سنیہ عمرہ سے روایت کی ہے کہ اُسے بحرین النون کی طرف لکھا کہ کتر جس جگہ میں ہو تو میں جمعہ پڑھا کرو اور صحیح کہا ہے اس کو ان خرمید نے اور یہ شمال ہے شہر ن کو بھی اور گاؤن کو بھی یعنی خواہ گاؤن میں ہو یا شہر میں ہو ہر جگہ میں جمعہ پڑھتے رہا کرو اور ایک یہ کہ جو کہ بیعتی نے سعد بن سعد سے روایت کی ہے کہ جس شہر یا گاؤن میں آدمیوں کی جماعت ہو انکو جمعہ پڑھنے کا حکم ہے مگر کے لوگ اور اعلیٰ اطراف میں ہوتے والے عمر اور عثمان مد کے زمانے میں جمعہ پڑھا کرتے تھے ان کے حکم سے اور ان لوگوں میں اس وقت کئی اصحاب ہی موجود تھے اور ایک ہے جو کہ عبد الرزاق نے سند صحیح کے ساتھ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ مکے اور مدینے کے درمیان پانی کے چشموں پر رہنے والے لوگوں کو جمعہ پڑھتے دیکھتے تھے اور انکو اس سو منہ نہیں کرتے تھے اور ایک یہ حدیث ہے کہ ابن ماجہ وغیرہ میں کعب بن لکاس سے روایت ہے کہ سب پہلے احمد بن زرارہ نے ہکو جمعہ پڑھا یا پس ان مدنیوں کے معلوم ہوا کہ ہر گاؤن میں جمعہ پڑھنا جائز اور صحیح ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا وہ کہتے ہیں کہ جس گاؤن میں چالیس مرد بالغ ہوں اور گرمی سردی میں ہمیشہ میں رہتے ہوں انکو جمعہ پڑھنا صحیح ہے خواہ ان کے گھر کے ہوں یا کچے ہوں لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ جمعہ پڑھنا جائز اور صحیح نہیں اگر بدوین جو در شراط یعنی شہر یا بادشاہ مسلمان وغیرہ کے پڑھے تو جمعہ صحیح نہیں اور شرطین ادا کی ان کے نزدیک کئی میں اولی شرط اکی یہ ہے کہ ہر ہو یعنی گاؤن میں جمعہ درست نہیں اور اس شرط کی دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ جمعہ اور تشریق شہر کے ہوا اور کسی جگہ میں صحیح نہیں سو جواب ہکا یہ ہے کہ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ حدیث علی بن ابی حمزہ کے ہوا اور اس کے ضعیف ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہو چکا ہے اور امام شوکانی نے میل میں کہا ہے کہ امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہیں اور اس میں قیاس کو دخل ہے پس اگر استدلال کرنا صحیح نہیں اور نحو محمد بن ابی یمن لکھا ہے کہ بیعتی نے کہا کہ گاؤن میں جمعہ کے ناجائز ہونے میں حضرت علی علیہ السلام سے کوئی چیز مروی نہیں ہے اور بعضی وایتوں میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ عید من کی نماز ہی گاؤن میں درست نہیں اور اسناد اسکی ضعیف ہو لہذا تھے اور نیز یہ قول صحابی کا ہے اور قول صحابی کا اصح مذہب میں محبت نہیں خاص کر جس مسئلے میں اختلاف ہو اس وقت تو بالاتفاق محبت نہیں ہے اور نیز جب صحیح حدیث موجود ہو تو اس کے مقابل میں ہی بالاتفاق محبت نہیں اور یہاں حدیث مکرر راجع الیہ وغیرہ موجود ہے کہ امر قول علی رضی اللہ عنہ بالاتفاق محبت نہیں اور نیز عمر رضی اللہ عنہ ابی بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحابہ سے گاؤن میں جمعہ پڑھنا ثابت ہو چکا ہے

۱۔ بخاری میں اس حدیث کی روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو مستحکم قرار دیا ہے

جیسا کہ احمد نے چالیس اصحاب سے جمعہ پڑھا کما اور عمرؓ اور عثمانؓ وغیرہ کے حکم کرنے پر کسی نے انکار نہیں کیا پیش
اجماع سکوتی ہو گا اس لئے صحابہ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرنا کاسطیح صحیح ہو گا اور نیز اس
سوال لازم آتا ہے کہ عید کی نماز بھی گاؤں میں صحیح نہ ہو حالانکہ تمام جہان شرفاً و غرباً ہر جہوں نے بڑی گاؤں میں عید کی
نماز پڑھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس قول علیؓ رضی اللہ عنہ کے متروک العمل ہونے پر تمام جہان کا اجماع ہو چکا ہے خاص کر
علماء کا پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور نیز احتمال ہو کہ ہمیں لفظ لاکافی کمال کے واسطے ہو پس عدم
صحیح جمعہ پاس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے چہ جائیکہ اس سے شرطیت ثابت ہو سکے اور نیز آیت فاعلموا
الی ذکر اللہ مطلق ہے گاؤں وغیرہ سب کو شامل ہے جیسا کہ ابن ہاشم نے تفسیر کر دی ہے اور عام قرآن بالقبلا
اصول حنیفہ کے قطعی ہوتا ہے جب تک کسی قطعی کے ساتھ پہلے اسکے تخصیص نہ ہو جاوے تب تک تخصیص کی
جزو احد کے جائز نہیں ہوتی ہے اور جبکہ عام قطعی کی تخصیص خبر واحد سے جائز نہ ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ کے قول سے
تخصیص کی بطریق اولیٰ جائز ہوگی اور دوسری دلیل شہر کے شرط ہونے پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو سوط
محمد بن ابوعبید سے روایت ہو کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوا اور وہ دن جمعہ کا تھا سو
وہ نماز ادا کر چکے تو خطبہ پڑھا اور لوگوں سے کہا کہ آج دو عیدین جمع ہوئی ہیں یعنی جمعہ اور عید سو جو شخص جمعہ
پڑھنا چاہے تو اسکی انتظار کرے اور جو گھر کو پلٹ جانا چاہے تو پلٹ جاوے جو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ حکم
خاص اسی دن کے واسطے ہے جو جمعہ اور عید جمع ہو جاوے ہر جمعے میں یہ حکم نہیں اس واسطے صرف جمعہ میں
ایسا کہنا کسی سے ثابت نہیں ہوا اور نیز بخاری کی روایت میں مطلق من کا لفظ آیا ہے عوالی وغیرہ کی انہیں
کوئی قید نہیں اندرین صورت یہ حکم سب کو شامل ہو گا اور نیز اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عثمانؓ نے انکو واسطے
رخصت دی تھی کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں بلکہ احتمال ہے کہ ان کے گھر دور ہونے کے واسطے یا کسی اور عذر
کے واسطے انکو اجازت دی ہو بلکہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے اس واسطے انکو رخصت
دی کہ وہ جانتے تھے کہ اگر انکو اجازت نہ دی گئی تو جمعے کے منتظر بیٹھے رہیں گے سو اگر جمعہ فرض نہ ہوتا تو انکو
اجازت دینے کی کوئی بھی نہ تھی یہ اجازت انکی بالکل لغو ہو جاتی پس یہ اجازت میرے پاس ہے کہ وہ لوگ عید کو
واجب جانتے اور ہمیشہ سے جمعہ میں حاضر ہوا کرتے تھے اسی واسطے انکو اجازت دی گئی اور نیز اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ گاؤں کے لوگ عید کے دن بھی مینے میں حاضر ہوا کرتے تھے پس جمعہ میں انکا حاضر ہونا بطریق
اولیٰ ہو گا کہ فرض ہے اور نیز خفیہ کے نزدیک جو گاؤں کے شہر کے آس پاس ہو اپنی جمعہ کے واسطے شہر
میں آنا واجب ہو پس مینے کو آس پاس رہنے والوں کو اجازت کیوں دی گئی فاما جو ابکم فوجا بنوا وجبکہ
عثمان رضی اللہ عنہ نے انکو ترک جمعہ کی اجازت دیدی تو معلوم ہوا کہ شہر کے آس پاس والوں کو شہر کا حکم نہیں پس

اس سے شرطیت مضر اور فاسد کی جڑ اٹھ گئی اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گافن میں رہنے والوں کا صحیحہ..... اور منعقد ہو جاتا ہے اور یہ خفیہ کے مذہب کے بالکل مخالف ہو اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ بدون شرط ادا کو جمعہ صحیحہ اور منعقد نہیں ہوتا بطل الاستدلال بہذا الحدیث علی شرط العصر و باسد التوفیق اور تیسری دلیل شہر کی شرط ہونے پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ مدینہ کے گافن سے لوگ جمعہ میں باری باری کے ساتھ آیا کرتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں ہو لفظ واقع ہو چکا ہے کہ روایت میں تھا بون کا لفظ آیا ہے اور ایک روایت میں نیا و یون کا لفظ آیا ہے سو پہلے لفظ کا معنی صرفانہ کا ہے اور دوسرے لفظ کا معنی باری باری سے آنے کا ہے سو مراد اس دوسرے لفظ سے وہی پہلا معنی ہے یعنی لوگ جمعہ میں آیا کرتے تھے جیسے کہ نسائی وغیرہ کی روایت میں اس لفظ کے بعد لفظ یحضرن کا آیا ہے یعنی حاضر ہو کر آتے تھے پس یحضرن کا لفظ اسکی تفسیر واقع ہوا ہے تاکہ ان لفظوں میں تطبیق ہو جاوے اور نیز شہر کے آس پاس گافن والوں پر خفیہ کے نزدیک جمعہ واجب ہے تو اب بقول انکے بعض کے حاضر ہونے سے معلوم ہوا کہ فاسد مضر کا حکم نہیں ہر نہ سب لوگ جمعہ میں حاضر ہو کر آتے تھے فاسد مضر جو اکمل ہو جانا اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گافن والوں کا جمعہ صحیح اور منعقد ہو جاتا ہے اور یہ خفیہ کے مذہب کے مخالف ہے کہ انکے نزدیک بدون وجود شرط کے جمعہ منعقد نہیں ہوتا پس اگر اس حدیث کی دلیل کڑی تو انکا مذہب خود باطل ہو جاوے گا اور نیز خفیہ کے نزدیک فضیلت اور شرطیت خبر واحد سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے کہ تھمرنے الاصول اس لیے کہ زیادہ علی الکتاب لازم آتی ہے پس اس حدیث کو شہر کی شرطیت پر استدلال کرنا صحیح نہیں اور دوسری شرط اواجب کی انکے نزدیک یہ ہے کہ پادشاہ مسلمان ہو بدون اس کے جمعہ صحیح نہیں اور وہ اس شرط کی دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ خذلنے جمعے کو فرض کیا ہے سو جو شخص اسکو چھوٹے امانت کر دے یا انکار کی وجہ سے تو اسکا نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ وغیرہ کچھ قبول نہیں الحدیث سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث نہایت ضعیف ہے بل منکر اور موضوع ہے اس لیے کہ اسکے اسناد میں عبد اللہ بن محمد عدوی ہے اور اسکو لوگ بلوی ہی کہتے ہیں سو امام دکیج نے کہا کہ یہ شخص موضوع حدیثین بنا تا تھا اور امام بخاری نے کہا کہ اسکی حدیث منکر ہے اور ابن حبان نے کہا کہ اسکی حدیث خود دلیل کڑی جائز نہیں اور بیہقی نے اسکو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور اس طریق میں ذکر و قارن واقع ہوا ہے اور صالح بن جزہ نے کہا کہ وہ جو ثابہ اور ابن ماجہ کی حدیثی کہا کہ وہ موضوع حدیثین بنا تا ہو اور منہی میں کہا کہ اسکو جو ثابہ کی ہمت لگاتے ہیں اور اس حدیث کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے سو اسکی سند میں جو بن عطیہ باہلی واقع ہوا ہے اور صاحب الزوائد نے کہا کہ اسکا حال کسی نے بیان نہیں کیا یعنی مجهول ہے اور یہ حدیث اسطور سے معروف نہیں اور اس حدیث کو تمام طریقوں کی مدد علی بن یزید بن جعدان پر ہو سو امام احمد

حاضر ہونا لازم آتا ہے

یہی بن حسین کی کہا کہ علی بن بنیہ ضعیف ہو اور ابن خزیمہ نے کہا کہ میری اسکو ساتھ دلیل نہیں پکڑتا ہوں کہ اسکا حافظہ خراب ہو اور سعید نے کہا کہ اسکا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور بعضوں نے کہا کہ وہ مدین کو بدل ڈالتا تھا اور دارقطنی نے اس حدیث کو دو طریقوں سے روایت کیا ہو اور کہا کہ وہ دو ثابت نہیں اور امام ابن عبد البر نے کہا کہ اس حدیث کی سند اور دیکھا ہو اسے کذا ذکر المصنفین دلیل الطالب پس اب اس حدیث سے ملال کرنا قطعاً باطل ہو چہ جائیکہ فرضیت یا شرطیت پر دلالت کہے اور نیز حنفیہ کے نزدیک خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے پس شرطیت ہی اس سے ثابت نہیں ہوگی اور نیز یہ حدیث بہت میم مدنیوں کی معارض ہے جو بدون بادشاہ کے جمعہ جائز ہوئے پر دلالت کرتی ہیں پس لامحالہ انکو مقدم کیا جاوے گا کہ تعارض کے وقت قوی کو ترجیح دی جاتی ہے اور ضعیف کو ترک کر دیا جاتا ہو اور نیز جبکہ مطلقاً جائز ہو لینے بدون بادشاہ کے عبارتہ انص سے ثابت ہو اور مول میں مقرر ہو چکا ہے کہ جو حکم دلائل انص سے ثابت ہو وہ خبر واحد اور قیاس سے مقدم ہوتا ہے سو جو حکم عبارتہ انص سے ثابت ہو وہ بطریق اولیٰ خبر واحد سے مقدم ہوگا ایسے تعارض کے وقت عبارت مقدم ہوتی ہے مملکت پر کما تقر فی الاصول پس اس حدیث کو استدلال یا استہادہ کرنا بالکل باطل ہے کہ ایسی ضعیف بلکہ موضوع حدیث ہو تا یہ دلیل ہی جائز نہیں اور نیز یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر امام کے ہوتے جمعہ کا ترک کرنا جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ جب امام نہ ہو تو جمعہ کو ترک کرنا جائز ہے اور جب اسکا ترک کرنا جائز ہو تو اسکا پڑھنا بھی جائز ہو گا پس ثابت ہو کہ بدون بادشاہ کو جمعہ صحیح اور معتقد ہو جاتا ہے اور یہ حنفیہ کے مذہب کے مخالف ہو کما مر اور نیز اس حدیث میں حقارت اور انکار کی قید موجود ہو پس اس سے لازم آیا کہ اگر امام کے ہونے سستی اور کاہلی کی وجہ سے جمعہ کو ترک کرے حقارت یا انکار مراد ہو تو اس صورت میں اس پر کچھ گناہ نہیں جمعہ کو ترک کرنا جائز ہے والا یہ قید بالکل لغو ہو جاوے گی جو اس حدیث کے باطل کرنے کو مستلزم ہے اور نیز اندرین صورت امام کے موجود ہونے کی قید یہی بالکل باطل ہو جاوے گی پس نماز جمعہ کی صحت کو واسطے اس حدیث سے بادشاہ مسلمان کی شرط ہونی پر استدلال کرنا قطعاً باطل ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ نماز جمعہ کو واسطے بادشاہ کا ہونا شرط نہیں و باندہ التوفیق اور دوسری دلیل حنفیہ ماکم کے شرط ہونے پر حدیث پیش کرتے ہیں جو ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ چار چیزیں حاکمون کی پیر میں ایک انہیں سے جمعہ ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے اسکی کوئی اصل نہیں جیسا کہ عینی حنفی نے شرح ہایمین لکھا ہے کہ وہ حنفیوں کے ہتھیار کو دیکھ کر اس حدیث کو مال بیان کرنے کو سطح سکوت کر گئے ہیں جسکو صاحب الیہ نے بے اصل بیان کیا ہے اور جب مخالف کو پاس اپنے مذہب کے واسطے مجمع حدیثیں موجود ہیں تو یہ وہ اس حدیث بے اصل کو کیونکر مان لیا گئے تھے اور نواب مالا جاکھ نے موعظ حسنہ میں لکھا ہے کہ حدیث کو اماموں نے تصریح کی ہے ساتھ اس بات کے کہ یہ کلام یہ معجزہ کی ہے اور نہ صحاب کی ہے تاکہ

۱۰
 عینی کی اس حدیث سے
 صاحب ہایمین نے بیان کیا ہے
 کہ اس حدیث کی
 اصل باریک جملان
 حدیث میں نہیں

بالکل جائز نہ ہوگی اور بار علیہ نہ کسی عالم کو مسئلہ بتلانا جائز نہ ہوگا اور نہ کسی مفتی کو فتویٰ دینا جائز نہ ہوگا تو اندرین صورت
عجب نہیں کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزین حلال ہو جاوین اور حلال کی ہوئی حرام ہو جاوین اور یہ سخت الحاد اور
پر لے درجے کا مذقہ ہے پس لازم آیا کہ ہر عالم کو وعظ اور ذکر کرنا جائز ہے پس نماز جمعہ کی صحت کو واسطے اس آیت
سہ طریق اقتضائے پادشاہ کا شرط ہونا ثابت نہ ہوا ایسیہ کہ دلالت اقتضائے اسکو کہتے ہیں کہ دلیل ایسے معنی پر
دلالت کرے جو موضوع کو پہلے سے لازم پڑا ہو اور یہاں پادشاہ کا ہونا موضوع کو پہلے سے لازم نہیں
ایسیہ کہ ذکر مطلق ذکر کو مستلزم نہیں اور مطلق ذکر میں عالم وغیرہ بھی شامل ہیں
لکھنا پس اس آیت سے استدلال کرنا باطل ہے اور یہ فرق کرنا کہ نماز جمعہ فتنہ فساد کا خوف ہے پس حاکم ہونا ضرور
ہی ہے بخلاف چنگا نہ نماز کے کہ اس میں فتنہ کا خوف نہیں سو مخالفت اس خیال کو گزشتہ کے برابر سمجھتا ہے اسلئے
کہ فتنے کا خوف ہر جگہ موجود ہے اور نیز اب اس ملک میں تو سرکار انگریزی کا ایسا نظام ہے کہ خواہ لاکھوں
آدمی جمع ہوں کوئی دم نہیں مار سکتا اور یوں تو کشت خون با حق عرب میں سب ملکوں سے زیادہ ہے خاص کر
و سینے میں ہی موجود ہے پس عرب میں ہی جمعہ جائز نہ ہوگا سو اس وجہ سے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک ذکر سے مراد
فقط نماز ہے اور جب ذکر سے مراد فقط نماز ہوئی تو اندرین صورت موضوع کا پہلا لازمی معنی مطلق نماز ہی ہوگا
پس پادشاہ کا شرط ہونا اس آیت سے اقتضائے ثابت نہیں ہوگا چہارم اسوجہ سے کہ ابن ہام نے لکھا ہے کہ غلام اور
مسافرین اس آیت کو عموم سے مخصوص ہیں پس دوسری طنی کے ساتھ اسکی تخصیص جائز ہوگی اور نیز کہا کہ یہ آیت
عموم اکثہ پر دلالت کرتی ہے پس کلام ابن ہام کی دلالت کرتی ہے اس پر کہ اس آیت سے بطریق عبارتہ انص کے
عموم ثابت ہو اطلاق نہیں پس یہ عبارتہ اس بات پر دلالت کرے گی کہ جمعہ مطلق جائز ہے خواہ پادشاہ ہو یا نہ ہو سو
اس وقت عبارتہ اور اقتضائے من تعارض ہوگا اور ہمیں کچھ شک نہیں کہ تعارض کے وقت عبارتہ مقدم ہوتی ہے اقتضائے
اور اشارت پر پس عبارت کو ترجیح دینا و یگی اشارت پر پس اس آیت کو مطلق ٹیہرانا اور پر مطلق کو مقید پر حمل کرنا بنا
فاسد علی الفاسد ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ایک آیت میں تعارض کا واقع ہونا ممکن نہیں والا ناسخ اور منسوخ کا انحصار
ہونا لازم آدیکا تو جو اب اسکا یہ ہے کہ یہ خیال وہی شخص فرض کر سکتا ہے جو علم سے بے نصیب اپنے عقل سے بیخبر
ہو ایسیہ کہ دو دلیلوں میں محض تعارض کا واقع ہونا نسخ کو مستلزم نہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خواہ خواہ ایک نسخ
ہو اور دوسرے نسخ ہو بلکہ اسکے ساتھ یہی شرط ہے کہ ایک کا دوسرے سے مقدم یا مؤخر ہونا ثابت ہو جاوے اور نیز اسکی
جہی شرط ہے کہ دونوں میں تطبیق ممکن ہو کما صرح بشیخ ابن حجر فی التجرۃ و شرحہ وغیرہ مفسرین محض تعارض کو نسخ
لازم ٹیہرانا بطریق سخت کہ منہی ہے اور تلویم میں لکھا ہے کہ جب دو دلیلین آپس میں تعارض ہوں تو خالی نہیں کہ یا تو
دونوں وقت میں مساوی ہونگے یا نہیں ہونگے بشرط ثانی ایک کی زیادتی یا تو بمنزرتے لایع کے ہوگی یا نہیں سو پہلی

صورت میں تعارض باقی ہے اور ترجیح نہیں اور دوسری میں تعارض ہے لیکن ایک کو ترجیح ہے اور تیسری میں حقیقتہً تعارض نہیں صورتہً ہے اسلئے کہ تعارض میں مساوات شرط ہے سو ہر دو نو اخیر صورتوں کا یہ حکم ہے کہ اتوی کے ساتھ عمل کیا جاوے اور نصف کو ترک کیا جاوے یہاں تک کہ کہا کہ اگر تطبیق ممکن ہو باعتبار حکم کے یا عمل کے یا زمانے کو تو تطبیق ہی دینی ضرور ہوگی اور دونوں کے ساتھ عمل کیا جاوے گا انتھے مخصوص اس سے معلوم ہو کہ مجرد تعارض کا واقع ہونا نسخ کو مستلزم نہیں بلکہ اول مساوات شرط ہے پھر تقدم تاخر ثابت ہونا شرط ہے پھر عدم امکان تطبیق اور اگر مساوات نہ ہو تو پھر لامحالہ ترجیح ہے اور چونکہ ما نحن فیہ میں عبارت اور اشارت میں تعارض واقع ہوا ہے تو اب لامحالہ عبارت کو اشارت پر ترجیح دینا چاہی اور یہی معلوم ہو کہ تعارض کی کئی صورتیں ہیں اور حکم ہر ایک کا مختلف ہے بلکہ اصول میں یہی کہا ہے اذ التعارضات اقطا اور نیز مطلق اور مقید کا ایک آیت میں جمع ہونا بھی ممکن نہیں ہوا جو اکبر منہو جابنا اور سیطرہ اس آیت سے بطریق اقتضا کے شرط شہر کا لگانا بھی باطل ہے اولاً باین طور کہ اس آیت میں مطلق بیع کا ذکر ہے خواہ بہت ہو خواہ تھوڑی ہے پس گاؤں کو یہ آیت شامل ہوگی اسلئے کہ تھوڑی خرید و فروخت سے لوگوں کی گاؤں بکھالی نہیں ہے پس شرط مصری اس سے استدلال کرنا باطل ہے ثانیاً باین طور کہ اگر بیع فقط شہر پر ہی مخصوص کہا جاوے تو اس سے لازم آوے گا کہ جو خرید و فروخت دیہات اور اطراف میں ہوگا یہ وہ بیع شرعاً جائز نہ ہو حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے پس ثابت ہو کہ پہلا معنی لازم موضوع کا وہ ہے جسے بیع واقع ہو خواہ شہر ہو خواہ گاؤں پس شرط مصری اس سے ثابت نہیں ہو سکتی ثالثاً باین طور کہ لازم مقدم معنی موضوع اسلئے کہ بیع کا مکان میں ہونا مستلزم نہیں بلکہ لازم مقدم معنی اسکا بانی ہے یعنی خرید و فروخت کرنا والا اسلئے کہ بیع کے واسطے ضرور ہے کہ کوئی اسکا موجد ہو کہ فعل کا موجد ہونا فاعل پر موقوف ہے کسی مکان پر موقوف نہیں والا لازم آوے گا کہ بیع بدون بانی کے موجد ہو جاوے حالانکہ یہ بات بدیہاً باطل ہے اور نیز مکان کا لازم ہونا تو دنیا کے تمام کاموں میں موجود ہے پس اس سے لازم آوے گا کہ ہر نقطہ میں مدلول اقتضائے مکان ہی ہے حالانکہ یہ بات بھی قطعاً باطل ہے اور نیز مکان مراد لینے سے لازم آوے گا کہ ذکر میں ہی مدلول اقتضائے مکان ہو ذکر ہو حالانکہ وہ خصم کو سخت ضرر ہے پس ثابت ہو کہ اس آیت میں بیع کا مدلول اقتضائی مکان بیع کو شہر یا قطعاً باطل ہے مابعد باین طور کہ یہاں بیع سے مراد عام کار بار ہے خواہ بیع ہو یا دینا کا کوئی اور کام ہو والا ضرور پیشہ لوگوں کو جسے کا حکم شامل نہیں ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ گاؤں کی نسبت بیع کے اور کام دنیاوی زیادہ ہوتے ہیں بلکہ شہر سے بھی زیادہ ہوتے ہیں اسلئے کہ زمینیں سو بیع کے اور کام بہت کم ہوتے ہیں پس اندرین ضرورت دیہات میں جمع پڑنا بطریق اولے جائز ہوگا غامضاً باین طور کہ اگر امام کے سوا میں آدمی اور بھون تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک جمع منع اور صحیح ہو جاتا ہے اور جب تین آدمی کے ساتھ امام کے نزدیک جمع پڑنا صحیح ہو اور شہر اور بادشاہ کی

یا ہونا

معلوم ناگاہک سے

شرط کو اس آیت سے اقتضائے نکالنا باطل ہو اس لیے کہ جب جو کچھ میں فقط چار ہی نمازی ہوں نہ ان میں سے کچھ کو ثابت ہوگی اور نیز اگر
 شہر میں فقط چار ہی نمازی ہوں تو انکو شہر کا ہونا یا نہ ہونا اور بیچ کا ہونا یا نہ ہونا مقرر کیا مفید ہے اور یہی طرح بادشاہ کا
 ثابت ہونا ہی ممکن نہیں اس لیے کہ وہ مخالف کو نہ تو ایک خوف فتنے کے واسطے شرط نہیں لگتا ہے اور میں آدمی بلکہ جس
 بیس بچاس آدمی میں ہی مشلا فتنے کا خوف نہیں اور نیز اگر تین یا زیادہ آدمی کے واسطے ہی بادشاہ کا ہونا شرط
 ہو تو پھر شہر وں کی اکثر مسجدوں میں نماز پنجگانہ میں ہی دو دو تین تین سو بلکہ ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں پس اس لیے ہی
 بادشاہ کا ہونا شرط ہو گا اور بدون اسکے کسی کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور یہ بالاجماع باطل ہے اور یہ دلیل ایسی ہے
 کہ اگر منکر و بارہ زندہ ہو تب ہی انتشار امد تھا لے اسکا جواب دیکھ سیکھا اور بعضے خفی حدیث جو انکا یہ جواب دیتے ہیں
 کہ جو انکا قطع تھا اور گاؤں کا اطلاق شہر پر ہی آیا ہے جیسا کہ قرآن میں کہے گا گاؤں کہا گیا ہے سو جواب اسکا یہ ہے
 کہ خود نفس حدیث میں ثابت ہو چکا ہے اور یہی نفس ہو محل نزاع میں اور جب نفس حدیث میں اسکا گاؤں ہونا ثابت ہو چکا
 تو اسکی طرف رجوع کرنا اولے ہو کبریٰ وغیرہ کے قول سے کما قالہ القسطلانی تو پھر اسکو شہر کہنا ہرگز صحیح نہیں اور اگر نیز اگر تسلیم
 ہی کیا تو کہا جاوے گا کہ قطع ہونا گاؤں کے منافی نہیں اور نیز یہ ہی احتمال ہے کہ پہلے گاؤں ہو پھر شہر ہو گیا ہو
 لہذا قالہ الحافظ فی الغمہ پس اب اسکو شہر کہنا مخالف کو کچھ مفید نہیں اور نیز اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ جو انکا قطع
 میں قرآن البحرین یعنی جو انکا گاؤں ہے بحرین کے گاؤں سے پس اذین صوت اگر جو انکا کو شہر فرض کر کے گاؤں
 کا اطلاق اس پر تسلیم کیا جاوے تو لازم آوے گا کہ بحرین کے ہر ہر گاؤں کو شہر کہا جاوے اس لیے کہ اسکو بحرین کے گاؤں کہہ
 سنا کیا گیا ہے سو اگر وہ شہر ہو گا تو بحرین کے سب گاؤں شہر ہو جائیں گے تو اب معنی اس کلام کا یہ ہو گا کہ جو انکا شہر
 ہو بحرین کے شہر میں سے والا اسکو ان گاؤں میں سے شمار کرنا بالکل صحیح نہیں ہو گا حالانکہ بحرین کے گاؤں نہ
 کا شہر ہونا واقع کے بالکل مخالف ہو اور اسکا کوئی شخص قائل نہیں ہو سکتا ہے پس معلوم ہو کہ جو انکا گاؤں ہے
 بحرین کے گاؤں سے اور نیز اگر جو انکا شہر ہو تا تو بہر آدمی کا اس واقعہ کو بیان کرنا بالکل لغو تھا کہ شہر میں جمعہ پڑھتا
 تو بالاجماع جائز ہے اور نیز ابن عباسؓ اور عثمانؓ اور ابو داؤد اور شافعی اور بخاری اور بیہقی اور محمد بن طہمان وغیرہ
 محدثین کے نزدیک انکا گاؤں ہے اور یہ لوگ بڑی لغت جاننے والے ہیں پس انکے قوائے اعتماد کرنا زیادہ
 لائق ہے اور نیز امام ابو حنیفہؒ نے جو مصحح کی تعریف کی وہ اس پر صادق نہیں آتی ہے یعنی بازاروں اور سیٹرو وغیرہ
 و من اعمی خلاف علیہ البیان بالبرہان اور بعضے خفی اسعد بن زرارہ کی حدیث کا یہ جواب بیہترین کہ وہ حضرت صدیق اعظم
 و مسلم کی ہجرت کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے اور آپ کو انکا جمعہ پڑھنا معلوم نہیں ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے ایک بار
 مدینے کو لوگ حج کو نکلتے سو انکی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تب آپ نے انکو اسلام کی دعوت کی وہ مسلمان
 ہو گئے اور دو سو سال مدینے کو بہت لوگ جمع ہو کر حج کو آئے اور آپ سے ملاقات کی اور مسلمان ہو گئے اور آپ نے انکو اسلام

کے احکام سکھلائے سواب احتمال ہے کہ اس وقت اپنے اکو جو بڑے ہیں کا حکم ہی دیدیا ہو وہاں بار علی ان الجنتہ وقت بکر
 کا قال بعض اور نیز بعد ہجرت کو تو ضرور ہے کہ آپ کو ان کے جیسے سے اطلاع ہوئی ہو کہ اس وقت مسلمان فقط سوادمی یا زیادہ
 ہو اور اسلام کا ابتدا تھا ہر وقت نماز و نوافل کا فکر تھا اور یہی ہر وقت ذکر تھا یہ سب کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے جمع ہونے کی
 خبر نہ ہوئی ہو اور ابن عباس کو خبر ہو گئی ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ہی آپ کو بالغ نہیں ہوئے تھے یہ
 عجب بات ہے جس معلوم ہو کہ آپ کو ان کے حال سے اطلاع ہو گئی ہوگی سو بعد اطلاع کے آپ ان کو منع کیا بلکہ اسکو برقرار کیا
 اور نیز اگر انکا جمع ہونا اجتہاد سے فرض کیا جاوے تو کیا چالیس اصحاب کا اجتماع امام ابو حنیفہ رحمہ کے اجتہاد سے
 کم ہے کہ اسکا اعتبار نہ کیا جاوے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ شہر کا میدان تھا اور شہر کے میدان کو حکم شہر کا ہوتا ہے سو
 جواب اسکا یہ ہے کہ حنیفہ کے نزدیک نماصراں سب کو کہتے ہیں جو گھوڑے دوڑانے اور تیر اندازی اور جہازہ وغیرہ
 کو واسطے تیار کی گئی تھیں اس تعریف سے اسکا کافنا مصر ہونا باطل ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ تعریف فنا کی اسپر سرگرمادوق نیز
 اسکتی ہے خاصکر اس وقت میں تو وہ لوگ ان باتوں کا نام نشان ہی نہیں جانتے تھے اور نیز یہ گزشتہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ
 انہوں نے وہاں اس لحاظ سے جمع ہونا تھا کہ ینا مصر ہے اور بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہند کا ملک دارالحرب ہے پس اس ملک
 میں جمع ہونا جائز نہیں سو جواب اسکا کہی وجہ ہے کہ لوگ چکر امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک دارالحرب ہونے کی
 تین شرطیں ہیں اول یہ کہ اس میں کوئی اسلام کا حکم جاری نہ ہو تو دوسری شرط یہ ہے کہ دارالحرب کے متصل ہو یا نہ ہو کہ اسلام
 کا کوئی شہر ان کے درمیان ہو تیسری شرط یہ ہے کہ کوئی مسلمان اور ذمی اپنی امان سابق پر باقی نہ رہا ہو کہ ان کے الزیادات
 اور عادی میں کچھ ہے کہ اگر ایک نشانی ہی اسلام کی باقی ہو تو جب ہی وہ ملک دارالحرب نہیں اور یہی قول ہے ابو حنیفہ
 کا انتھے سو اس ملک ہند میں تینوں شرطیں موجود ہیں کہ اسلام کے حکام ہی اس میں جاری ہیں اور کسی دارالحرب کے ساتھ
 یہی متصل نہیں کہ ان کے درمیان کوئی اسلام کا شہر نہ ہو اور مسلمان وغیرہ سب لوگ اپنی امان سابق پر باقی ہیں اور اپنی جائز
 اور ریاستوں اور املاک اور اموال پر قابض ہیں اور کل اختیار رکھتے ہیں جسکو چاہیں بیچے والین اور جسکو چاہیں ہند کر دیوں
 ہر طرح سے انکو اختیار ہے کوئی انکو مانع نہیں اور کوئی اپنے چہرہ نہیں کر سکتا پس ثابت ہوا کہ ملک ہند دارالحرب نہیں
 خاصکر عادی کے قول سے اس ملک دارالاسلام ہونا تو ظہر من الشمس ہے کہ کوئی دشمن عقل ہی اس میں شک نہیں کر سکتا
 ہر وجہ دوم یہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کافر بادشاہ کی طرف سے کسی شہر پر مسلمان حاکم مقرر ہو تو اس شہر
 عیدین اور جمعہ پڑھنا جائز ہے اور جو ملک کہ بادشاہ کافر کے ماتحت ہو وہ بے شک دارالحرب ہے پس اس سے معلوم
 ہوا کہ دارالحرب میں جمعہ پڑھنا جائز ہے وجہ سوم یہ ہے کہ در مختار میں لکھا ہے کہ دارالحرب میں اگر اسلام کے بعض احکام مثل
 جمعہ اور عیدین وغیرہ جاری ہو باقی تو وہ ملک دارالاسلام ہو جاتا ہے بنا براسکے ملک حید دارالاسلام ہوا وجہ
 چہارم یہ کہ امام ناصر نے فقہ میں لکھا ہے کہ دارالحرب اسلام کے احکام جاری ہونے سے دارالاسلام ہو جاتا ہے

سوجب تک کہ ایک علامت اسلام کی ہی باقی رہے تو جانب اسلام ہی کو ترجیح دی جاوے گی پس معلوم ہوا کہ ہندو دارالاسلام
 ہو گا اکثر احکام اسلام اس میں جاری ہوں تو ترجیح یہ کہ بڑے احکام اسلام کے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ میں کہ اصل بنی اسلام
 کی باہر موقوف ہو سوجب یہ احکام اس ملک میں ادا کرنے جائز نہیں تو پھر جمعہ بطریق اولے جائز ہو گا اور اگر جمعہ جائز
 نہیں تو پھر ان احکام کی اس ملک میں جائز ہونے کی ہی کوئی دلیل نہیں ملے گی جو اجماع و ابناء و مجتہدین کے تسلیم
 نہیں کرتے کہ دارالحرب ہو نا جمیع اور عیدین وغیرہ کے نہ ہونے کو منافی ہے جیسا کہ ربیع وغیرہ کے ملک میں جاری
 تھا اور اگر صدیق اکبر نے انکی نماز وغیرہ کا اعتبار نہ کر کے انکو قتل کیا تھا تو اس سے لازم آوے گا کہ اس ملک میں ہی
 نماز وغیرہ کا اعتبار نہ کیا جاوے۔ پس نماز روزہ وغیرہ ادا کرنا اس ملک میں ہی جائز نہ ہو گا ومن ادعی خلاف ذلک
 منہ الذی بالیان بالبرہان اور اگر کوئی کہے کہ ان فقہ کی عبارتوں میں مراد احکام کے احکام سیاست ہیں یعنی حدود و شرعیہ کا
 قائم کرنا ہے احکام عبادت کو یعنی نماز روزہ وغیرہ ان سے مراد نہیں پس نماز روزہ وغیرہ عبادت کو باقی رہے تو
 یہ ملک دارالاسلام نہیں ہو سکتا کہ اس میں احکام سیاست یعنی حدود و شرعیہ جاری نہیں ہو جاوے گا یہ کہ اول
 زیادات کی عبارت میں حکم کا لفظ آیا ہے اور وہ مکرہ ہے جو تحت نفعی واقع ہو ہے اور مکرہ تحت نفعی ہمیشہ عام ہوتا
 ہے پس سب احکام اسلام شامل ہو گا خواہ سیاسی ہوں یا عبادتی اور سیطرہ عبادی کی عبارت میں ہی شیعہ کا لفظ مکرہ
 واقع ہے اور سیطرہ فتنہ اور واقعات کی عبارت میں کاشی اور طعنے کا لفظ مکرہ واقع ہو ہے اور شرح سیبوی میں
 ہی حکم کا لفظ آیا ہے میں نکرات سب احکام اسلام کو شامل میں خواہ سیاسی ہوں یا عبادتی ہوں پس جب تک کوئی
 حکم اسلام کا باقی رہے گا کسی ملک کو دارالحرب نہیں کہا جاوے گا مگر نشو و نما کی عبارت میں تو بالکل احکام سیاست
 مراد نہیں ہو سکتے ہیں کہ اس میں ترجیح کا لفظ بولا گیا ہے اور جب کہ احکام سیاست پائے جاوے تو یہ قطعاً دارالاسلام
 ہو جاتا ہے پھر ترجیح کا کوئی معنی نہیں کہ اس میں دو نواظرفین مساوات میں قریب قریب ہوتی ہیں گو ایک راجح ہو
 اور دوسری مرجوح اور نیز اگر کسی ملک کا دارالاسلام ہو نا احکام سیاست کو جاری ہونے پر موقوف ہوتا تو ملک کو
 کو دارالاسلام کا حکم دیا جاتا اس لیے کہ ان میں احکام سیاست میں غرض کے سب جاری تھے فقط انہوں نے زکوٰۃ کا انکار کیا
 تھا پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی اور نیز اگر دارالاسلام ہو نا احکام سیاست پر موقوف ہو تو پھر اس سے لازم
 آوے گا کہ مدینہ وغیرہ ہی دارالاسلام نہ ہو۔ اس لیے کہ اس ملک میں ہی حدود و شرعیہ جاری نہیں بلکہ حدود و شرعیہ کا کوئی
 نام ہی نہیں جانتا پس اب ملک عرب میں ہی جمعہ قائم کرنا جائز نہ ہو گا اور نیز احکام عبادت ہی ملک ہند میں بہت
 جاری ہیں اسی اور مد علیہ کی رضامندی سے اکثر مقدمات شرع پر فیصلے کیے جاتے ہیں اور اگر اس ملک کی لوگ
 سرکار برطانیہ سے حدود و شرعیہ کے جاری کرنے کی استدعا کریں تو بے شک سرکار حدود و شرعیہ کو جاری کر دیوے
 اس لیے کہ سرکار کا اصل مقصد یہی ہے کہ ملک کا نظام ہو اور فتنہ فساد دفع ہو جاوے اور خلعت امن سے رہیں پس ہند

اہل اسلام کا قصور ہے سرکار کا کچھ قصور نہیں کہ خود مسلمان عدو و شرعیہ کو پسند نہیں کرتے اور کبھی کسی کو طاعت نہیں
 کرتے اہل اسلام کے دین کو بدل سکے اور مسلمانوں سے نماز روزہ وغیرہ جبراً چھوڑا کر انکو کافر بنا دیکے اگر کوئی اہل اسلام
 پر ایسا جبر کرے تو سب مسلمان یہاں سے بھاگنا منظور کریں مگر دین کو نہ چھوڑیں ہوائی مچھلنے والے مولو بھٹکا
 کو کردہ دین کو چھوڑنا منظور کریں مگر مرنے کا منظور نہ کریں معلوم ہوا کہ ملک ہند میں احکام اسلام کا جاری ہونا از روے
 غلبہ اسلام کے ہونا اسکے مغلوب ہونے کی وجہ سے پس حاصل کلام اس مقام میں یہ ہے کہ ملک ہند کا دارالاسلام
 ہو اور اس میں جمعہ پڑھنا بالاتفاق جائز ہے ہمیں کچھ شک نہیں اور جو شخص کہ سلطنت انگلیزی کے سبب اس ملک
 کو دارالحرب بنائے اور اس میں جمعہ پڑھنے کو جائز نہ رکھے تو وہ خود بھی گمراہ ہے اور اسنے لوگوں کو بھی گمراہ کیا لغو ذبا تہ من
 ہذا العی و الخذلان وباللہ الاعصام علیہ التکلیان پس اس تقریر میں مچھلنے والے مولو بھٹکا کے رسالے کا مخقر
 جواب دیا ہو گیا اسیلئے کہ وہ ہند میں جمعہ پڑھنے کو جائز نہیں کہتے ہیں اسلئے انکو اس سے تو بغیب فرماوے و ما ذلک
 علیہ اللہ بعزیز اور ترجمہ نے انکا مفصل جواب بھی دیا ہے لکھ رکھا ہے انشاء اللہ لکھا کہ کسی موقع پر طبع کرایا جاوے گا
 باب حل علی من لم یتہد الجمعة غسل من النساء والعتیان وغیرہم جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں
 جیسا کہ عورتیں اور نابالغ لڑکے اور مسافر اور غلام وغیرہ ہیں تو ان پر جمعہ کا غسل بھی واجب نہیں ف ابوہریرہ
 کی حدیث مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا غسل ہر مسلمان پر واجب ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا
 ہے کہ جو آدمی جمعہ میں حاضر ہو وہ اس پر غسل واجب نہیں اور ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ
 لڑکے پر جمعہ کا غسل واجب نہیں اور عورتوں کو رات کو وقت مسجد میں جانے سے منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے
 کہ جمعہ ان پر واجب نہیں ورنہ رات کی قید لگانے کے کوئی معنی نہ ہوتا لیکن مراد بخاری کی یہ ہے کہ غسل جمعہ کا صرف انھیں
 کو واسطے ہے جو جمعہ جمعہ واجب ہے جیسا کہ اس اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے معلوم ہوتا ہے **وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى**
مَنْ يَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ انہاں تو صرف اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ واجب ہو **ف**
بیتہ کے طریق میں اس حدیث کی آخر میں اتنا لفظ زیادہ آیا ہے کہ جمعاں شخص پر واجب ہے جو رات سوئے
 اپنے گہر میں پڑ کر اسکے پس اسے معلوم ہوا کہ جو آدمی جمعہ پڑھ کر رات کو پچھلے اپنے گہر میں آئے اسکے اس پر جمعہ فرض
 نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل صرف اسی شخص کے واسطے ہے جو جمعہ فرض ہو ورنہ نہ نہیں اور
 یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سولہوی مذکورہ، امام بخاری کا اسلئے کہ یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ جو آثار
 امام بخاری ترجمہ میں آئے ہیں جس معنی پر وہ دلالت کریں وہی بات انکو نزدیک شمار ہوتی ہے **حَدَّثَنَا**
أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْمُهَذَّبِ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ
يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةُ فَلْيَغْتَسِلْ ترجمہ ابن عمر

روایت ہو کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص جمعہ میں نہ چاہے تو چاہیے کہ غسل کرے
ف ظاہر اس حدیث میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص جمعہ میں نہ چاہے تو اس پر غسل نہیں پس یہی وجہ ہے
 مطابقت اس حدیث کی باب **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ**
بْنِ يَسَّارٍ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ
عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ ترجمہ ابویسہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کو دن غسل کرنا ہر ایک بالغ
 جوان پر واجب ہے **حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ**
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْأَخْرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بَيْدَ انْهَمُ
أَوْ نَوَالِكِيَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأَوْثِنَانَا مِنْ بَعْدِهِمْ فَهَذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَذَا اللَّهُ لَهُ فَعْدُ
الْيَوْمِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّهَارِ فَكَانَتْ تَحْتَ قَالَ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَغْتَسِلُ
يَغْتَسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي بَرْجٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا تَزِيحُ فِيهِ
 روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم دنیا میں سب امتوں سے پیچھے پیدا ہوئے اور قیامت میں سب
 آگے ہونگے صرف اتنا فرق ہے کہ اگلی امتوں کو کتاب مہر پہلے ملی اور پھر ان کے پیچھے ملی سو میں نے جمعہ کا وہ ہے
 جس میں انہوں نے اختلاف کیا سو خدا نے ہم کو اس کی راہ بتلائی سو نیچے کا دن یہود کے واسطے ہو اور اتوار یہود کا
 کو واسطے ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا پھر فرمایا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہفتے میں ایک دن
 غسل کرے جس میں اپنے بدن اور سر کو دھو دے اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہفتے میں
 ایک دن نہا دے **ف** اس حدیث میں ہر ایک دن سے خاص جمعہ کا دن ہے مطلق کوئی دن نہیں جیسا کہ
 اس حدیث کو دوسرے طریق میں آگیا ہے **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَزَاعٌ قَالَ**
عَنْ عُمَرَ بْنِ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْتُوا اللَّيْثَاءِ بِاللَّيْلِ
إِلَى الْمَسَاجِدِ ترجمہ ابن عمر سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کو وقت مسجد
 میں نماز کے واسطے جانے کی اجازت دو **ف** اگر کوئی کہے کہ رات کی قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کو عورتوں
 باہر نہ نکلیں اور چونکہ جمعہ ہی دن کی نماز ہے تو اب عورتوں کو اس میں نہ جانا جائز ہو گا تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ فقہاء
 نہیں بلکہ موافق ہے اس لیے کہ رات میں دن سے فتنے کا زیادہ خوف ہے اور حیات کو ان کا کلنا جائز ہو تو دن کو
 ان کا بطریق اولیٰ جائز ہو گا اور بعض حنفیوں نے اس کے برعکس تقریر کی ہے یعنی حرام کار اور صاحب لوگ ان کو ایچہ سو
 اور فسق وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں اور دن کو تمام گھر پہلے ہو جوتے ہیں اور ایسا ہونا اگرچہ ممکن ہے لیکن رات کو

فتنے کا خوف بیشک زیادہ ہے اور یہی کچھ ضرور نہیں کہ رات میں ہر فاسق فسق میں مشغول ہو جاوے اور بد اعمالیوں کو
دن کو اکثر بے نامی سے ڈرتے ہیں اور آدمیوں کی کثرت کے سبب عدوتوں سے چہرہ چھان نہیں کرتے اور جب عدوتوں کا
دن کو باہر نکلنا بطریق اولیٰ ثابت ہوا تو جمعے میں حاضر ہونا بھی ضرور ہوگا اور جو جمعے میں حاضر ہووے اسے اس غسل واجب
پس مطابقت حدیث کی باب کو ظاہر ہے اور اگر مفہوم مخالف مراد لیا جاوے تو دن کو نکلنا منع ہوگا پس جو بائیں واجب
ہوگا اسے غسل ہی واجب نہیں ہوگا اور اسی بات کو ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ رات اور دن آپس میں ضد ہیں حدیث
یوسف بن یوسف قال ثنا ابو اسامہ قال حدثنا عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال كانت امرأة
لعمرو تشهد صلوٰۃ الضحیٰ والعشاء فی اجتماع فی المسجد فقيل لها لم تخرجي وقد تعلمين ان عمرو
يكره ذلك وبخار قالت لما يمنعنا ان نتمسك قال فيمنعه قول رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تمنعوا
اماء الله مساجد الله ترجمہ ابن عمر سے روایت ہو کہ عمر فاروق مذکور ایک بیوی تھی کہ صبح اور عشا کو جماعت کی سبیل
مسجد میں حاضر ہوا کرتی تھی سو کسی نے اسکو کہا کہ تو گھر سے باہر کیوں نکلتی ہے حالانکہ تو جانتی ہے کہ عمر نہ اسکو برا جانتا
اور اسے غیرت کرتا ہے سو نے کہا کہ یہ کون چیز اسکو روکتی ہے کہ مجھکو منع نہیں کرتا اسنے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
حکم اسکو منع کرتا ہے کہ منع کر دینا کی باندیوں کو خدا کی مسجد روکنا یہ حدیث اگرچہ مطلق ہے رات اور دن کو شامل
ہے لیکن دوسری حدیثوں کے قریب سے مفید ہے یعنی مراد اس میں صرف ات ہوا جب ات کو ساتھ مقید ہوئی تو دن کو
جمعے میں نکلنا واجب ہوگا پس غسل ہی واجب ہوگا اور یہی وجہ مطابقت اس حدیث کی باب اور اس باب کی بعضی
حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں اپنی غسل بھی نہیں اور بعضی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو
کو دن غسل کرنا فقط انہیں لوگوں پر واجب نہیں اپنی غسل ہی واجب نہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے اس بات پر
استدلال کیا تو گویا جن حدیثوں سے عموم ہر مسلمان پر غسل ثابت ہوتا ہے اس کو مراد خاص ہی شخص ہے چہرہ جمعہ واجب
لیکن کوئی حدیث مرفوعہ الکی مخصص نہیں پس تردد باقی رہتا ہے اور وہ اسطور سے دفع ہو سکتا ہے کہ کہا جاوے کہ
شخص جمعہ میں حاضر ہووے اسے اس غسل کرنا واجب ہے بشرطیکہ جمعہ اس پر واجب ہو اور جو جمعہ واجب نہیں اگر وہ خواہ اسکا واسطہ
جمعہ میں حاضر ہووے تو وہ بھی غسل کرے اور کسی اتفاق سے جمعہ میں آوے تو نہ کہ اسے ایسی ہی سنتا ہے امام
مالک سے لیکن غسل میں زیادہ احتیاط ہے واصلہ علم باب الرخصۃ ان لم یخصر الجمعة فی المظہر اگر کوئی شخص
مینہ کو دن جمعے میں حاضر ہووے اور اپنے گھر میں نماز پڑھ لیوے تو اجازت ہو کہ کچھ گناہیں و اگر کوئی شخص
مینہ کو دن جمعہ کو چھوڑ دیوے اور گھر میں نماز پڑھ لیوے تو جائز ہے خواہ مینہ بہت برستا ہو یا ہلکا ہو اور
یہی نہیں ہے چہرہ علماء کا ارشاد فیعلیہ کہتے ہیں کہ جمعہ کو ترک کرنا اسی صورت میں جائز ہے جبکہ اگر بڑا بڑا جمعہ ہو
اور اگر مینہ برستا ہو یعنی کوئی کوئی قطرہ پڑتا ہے یا دیواروں وغیرہ کے سائے میں چل کر مسجد تک پہنچ سکتا

۱۲ سو اہم نامی ہے احتیاطاً کہ اگرچہ ان میں جمعہ واجب نہیں اور غسل ہی واجب نہیں

۱۳ سو اہم نامی ہے احتیاطاً کہ اگرچہ ان میں جمعہ واجب نہیں اور غسل ہی واجب نہیں

یہ پونچھ سکے تو اس پر جمعہ فرض نہیں اور ایک حدیث میں ترمذی وغیرہ کے آیا ہے کہ جو شخص رات سے پہلے اپنے گھر میں پونچھ سکے اس پر جمعہ میں آنا واجب ہے سو امام احمد نے کہا کہ یہ حدیث کچھ چیز نہیں لیکن قول ابن عمر رضی اللہ عنہما ہو چکا ہے اسکی تائید کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ جو شخص جمعہ پڑھ کر رات سے پہلے اپنے گھر میں پونچھ سکے اس پر جمعہ واجب ہے اور اگر رات سے پہلے نہ پونچھ سکے تو جمعہ اس پر واجب نہیں لیکن اس سے لازم آتا ہے کہ کسی دن کا دل میں واقع ہو اور یہ آیت کو مخالف ہے اور ضعیف کہتے ہیں کہ جو شخص شہر سے باہر ہو اسکا جمعہ جائز نہیں اور اکیس کہتے ہیں کہ اگر جمعہ گاؤں میں ہو تو اذان کے منار سے تین میل تک کے لوگوں پر واجب ہو اور اگر شہر ہو تو منار سے چھ میل تک واجب ہو **وقال عطاء** اذ كنت في قرية جامع فودى بالصلاة من تقدم الجمعة فحق عليك ان تشهدكها سمعت النذاء او لم تسمعها يعني عطاء تابعي نے کہا کہ اگر تو جمعہ والی گاؤں میں ہو اور اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن جو میں حاضر ہونا تجھ پر واجب ہو خواہ تو اذان کو سنے خواہ نہ سنے یعنی آیت میں جو جمعہ کی طرف چلو گا حکم ہے تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ جب اذان سنے تو اس طرف چلے بلکہ اگر نہ سنے تو جب ہی جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے **وعبد الرزاق** نے اس اثر کے اخیر میں اتنا لفظ زیادہ کیا ہے کہ ابن جریر نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جمعہ والا گاؤں کس کو کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ جس میں آدمی جمع ہوں اور امیر اور قاضی بھی اس میں ہوتا ہو اور گھر الیس میں ملے ہوئے ہوں جیسا کہ جہدہ ہے پس اس اثر سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اور بعضے غنی اس اثر سے دلیل کیڑتے ہیں کہ جمعہ گاؤں میں جائز نہیں کیہ یہ تعریف گاؤں پر صادق نہیں آتی تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عطاء نے اسکو گاؤں کیوں کہا شہر کہنا چاہیے تھا اور تیزی تابعی کا قول ہے اور جب محالی کا قول اصح نہ سب میں حجت نہیں تو یہ تابعی کا قول کس گنتی میں ہے کہ اس سے فرض کو ترک کیا جاوے **وكان ابن ابي شبيب** في قصيرہ **احياءنا يجمع و احياءنا لا يجمع وهو بالزاوية على** فرسخين یعنی انس کہی اپنے گھر میں جمعہ پڑھتے اور کہی نہیں پڑھتے تھو کہ بصرہ میں جا کر پڑھ آتے تھو اور وہ زاویہ (ایک جگہ کا نام ہے) میں رہتے تھو چھ میل..... پر بصرہ سے **ف** ایک دہائی میں آیا ہے کہ انس ایک نین میں رہتے تھو جو بصرہ سے ایک فرسخ تھے سو وہ جمعہ کو واسطے بصرہ میں حاضر ہوا کرتے تھو سو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین ان کے گھر کے سوا دوسری جگہ تھی پس اس اثر سے معلوم ہوا کہ چھ میل کے فاصلہ پر جمعہ میں آنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اسلئے کہ سنے اسکا یہ ہے جو شیخ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے صحیح لے یصلی بمن مود الجمعة او شہد الجموع بجامع البصرہ یعنی کہی تو اپنے گھر میں جمعہ پڑھ لیتے تھو اور کہی بصرہ میں جا کر پڑھتے تھو جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اسکا یہ معنی نہیں کہ کہی جمعہ پڑھتے تھو اور کہی نہیں پڑھتے تھو اور بغرض محال تسلیم بھی کیا جاوے تو جب ہی اس سے گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا جواز ثابت ہو گا اور یہ بھی ضعیف کی مضرت کا مراد یہ سابقا **حدثنا احمد بن صالح** قال **حدثنا عبد الله بن وهب** قال **اخبرني**

کہ وہ جتنے کے مقابل اذان ہو کر کسی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھے اور اگر وہ نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے اور اگر وہ نماز نہ پڑھے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہے۔

محدثین نے اذان کو اذان قرار دیا ہے اور اذان کو اذان قرار دیا ہے۔

ابو حنبلہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی لائیں کھینچ کر اذان پڑھی کہ کان الشیء من اللہ علیہ وسلم یصلی الظہر ثم یرجع
 انس سے روایت ہے کہ جب سردی کی شدت ہوتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اول وقت پڑھتے اور جب گرمی
 کی شدت ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھتے تھے (راوی نے کہا) کہ اگر اذان سے جمعہ ہے اور یونس نے اپنی اذان
 میں جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور ابو حنبلہ (راوی) نے کہا کہ ایک امیر نے ہکمو جمعہ کی نماز پڑھائی یعنی حکم بن ابی تمیم
 نے اور خطیب میں بہت طول کیا یہاں تک کہ نماز کا وقت کھل جانے کو قریب تھا سو اُسے انس سے کہا کہ حضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کس طرح پڑھتے تھے؟ انس نے کہا کہ جب گرمی کی شدت ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز
 پڑھتے اور جب سردی کی شدت ہوتی تو اول وقت پڑھتے تھے (راوی نے کہا) کہ اگر نماز کا وقت کھل جائے تو اس
 حدیث سے معلوم ہو کہ ظہر اور جمعہ کی نماز کا ایک حکم ہے اگر شدت گرمی کی ہو تو دو کو ٹھنڈے وقت پڑھا جاوے
 لیکن یہ صرف انس کا قول ہے کسی حدیث سے جمعہ کا ابراہیم ثابت نہیں ہوتا بلکہ اکثر محدثین صحیح ثابت ہوتا ہے
 کہ ان دونوں میں فرق ہے اور شاید کہ انس نے جبکہ ظہر پر قیاس کیا ہو گا لیکن قیاس ان کا صحیح مدنیوں کے مقابل
 میں محبت نہیں خاص کر انس کی پہلی حدیث صحیح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جمعہ کو اول وقت
 پڑھتے تھے اور بعض روایات کہہ کر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں کہ انس نے دونوں کو
 مساوی بنایا اور تلمیذ علم باب الشیء فی الجمعۃ و قول اللہ عز وجل فاسعوا الی ذکر اللہ نماز جمعہ
 کی طرف چلنے کا بیان اور آیت فاسعوا الی ذکر اللہ کا بیان یعنی چلو طرف ذکر اللہ کی یعنی نماز یا خطبہ کی ف یعنی
 اس آیت میں بھی سے مراد وہ ذکر چلنا نہیں بلکہ مطلق چلنا ہے ایسے کہ حدیث میں آچکا ہے کہ نماز کی طرف دوڑ کر
 سجدو بلکہ میں سے اذ ومن قال الشیء العلی والذہاب لعلہ تعالیٰ وسعی لہا سعیا یعنی اور بیان ہے
 اس شخص کا جو کہتا ہے کسی کام سے مل کر نے اور چلنے کا ہے واسطہ دلیل اس آیت کو کہ اُس نے عمل کیا واسطہ
 آخرت کو حق عمل کرنے کا یعنی خدا کے حکم کو بجالایا اور بے کاموں کو رک گیا وقال ابن عباس یحرم السجۃ
 خندہ یعنی ابن عباس نے کہا کہ جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت وغیرہ حرام ہو جاتی ہیں اور سعی واجب
 ہو جاتی ہے ایسے کہ خدا نے فرمایا کہ بیچنا چوڑو و عرف علماء کہ اس مسئلے میں اختلاف ہو چہو علماء کہتے ہیں کہ
 اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے مگر وقت حاجت کو کہ پانی نہ ہو یا کپڑا نہ ہو یا قوت نہ ہو اور ابتداء حرکت
 کی اس وقت سے ہوتا ہے جب امام کے منبر پر بیٹھنے کو وقت موزن اذان کہے ایسے کہ حضرت کو زمانے میں فقط یہی اذان
 ہتی اور پہلی اذان کے وقت ان کے نزدیک بیچ جائز ہے مگر کروہ ہے اور خفیہ کہتے ہیں کہ بیچ مکروہ ہے حرام نہیں اول
 اذان کو وقت زود دوسری اذان کے وقت اگر اس وقت منعی میں بیچ کرے تو بعضوں کے نزدیک بیچ صحیح ہو جاتی
 ہے اور بعضوں کے نزدیک صحیح نہیں لیکن شبہ خالی نہیں وقال علماء یحرم الصناعات کما یعنی عطاء کے

کہ اذان جمعہ کو وقت سب کام و نیادی حرام ہو جائے مگر وہ ہر سب الجہود و قال ابراہیم بن سعد عن الزہری اذا
اذن المؤذن يوم الجمعة وهو مسافر فعليه ان يثبته يعني ابراهيم بن زہری سے روایت کی ہے کہ جب من
جمعہ کو دن اذان کہے اور کوئی شخص مسافر ہو تو اس پر لازم ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو وے و زہری سے اس مسئلے میں
روایتیں آئی ہیں ایک میں آیا ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں اور یہی ہم سے اکثر اہل علم کا بلکہ بعضوں نے کہا کہ اسپر اجماع
ہو چکا ہے پس زہری کے اس قول و جواب کو استجاب پر محمول کیا جاوے گا یعنی اگر مسافر جمعہ کی اذان کئے تو مستحب ہے
کہ اُس میں حاضر ہو و واجب نہیں ہیں و نو فہم میں کہ تعارض نہیں اور مناسبت ان تروان کی باب سے اسطور پر ہے
کہ باب میں جمعہ کی طرف چلنے کا حکم ہے اور چلنے کو بیع وغیرہ کار بار کا ترک کرنا لازم ہے و اند علم حد ثنا علی
ابن عبد اللہ قال حدثنا الوليد بن مسلم قال حدثنا يزيد بن ابی مریم قال حدثنا عباية بن رفاعه قال
اذا كنتي ابو عيسى فانا اذهب الى الجمعة فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من
اغترت قدما ما فرغ من غسل الله حرمة الله على النار ترجمہ عباية سے روایت ہو کہ ابو عیسٰی نے مجھ کو پایا اور میں جمعہ
کی طرف جاتا تھا سو نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ راہ خدا میں جسکے پاؤں گرد میں بہرے خدا
اس پر نزع حرام کی و جب رونے راہ میں چلتے بائیں کہیں تو معلوم ہوا کہ آہستہ چلتے ہو اسلئے کہ دھڑنے میں
گفتگو نہیں ہو سکتی ہے حد ثنا آدم قال حدثنا ابن الزبیر ذئب قال حدثنا الزہری عن سعید و ابی سلمة
عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم سمعنا ابا اليمان قال اخبرنا شعيب عن الزہری
قال اخبرني ابو سلمة بن عبد الرحمن ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
اذا قميت الصلوة فلا تأتوها تسعون و تأتوها عشرون و عليك الشكينة فما أدرأكم فضوا و اما قال
فأقول ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر ہو تو اس کے واسطے دو رکعت
ہو اور چلو طرف جماعت کی شیعہ ہو جو آرام سے سو جتنی نماز آرام کے ساتھ پاؤں تھپیڑ ہو اور جو چھوٹ جاو اس کو ب
پورا کرو و اس معلوم ہو کہ جماعت کو واسطے جہٹنا مکروہ ہے جلدی نہ کرے آرام سے چلو اور چونکہ جمعہ ہی نماز
کا ایک فرد ہے اسلئے اسکا حکم یہی ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب و ظاہر ہے حد ثنا عمر بن
عمر قال حدثنا ابو قتیبہ قال حدثنا علی بن الباری عن عیسی بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن ابی قتادہ
لا أعلم الا عن ابیہ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تقو مواحق تروني و عليك الشكينة
ترجمہ عبد اللہ بن ابی قتادہ رحمہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ جب تک مجھ کو
آئے و کیہ نہ لیا کرو اور چین پکڑو و اس حدیث و عموم معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے واسطے جلدی کرنا اور دو رکعت
منع ہے بلکہ آرام سے آہستہ پس مطابقت اس حدیث کی باب ظاہر ہے باب لا یفترق بین اثنتین يوم الجمعة

مؤذن فقط بلال تھے اور نیز ابن ام مکتوم صرف صبح میں اذان دیا کرتے تھے تو جمعہ میں اور مسئلہ خاص مسجد کا ہے میں نے فریق
ظاہر ہے باب یحییٰ الامام علی النضر اذ اسمع النداء جب امام منبر پر اذان سے تو اس کا جواب یہ تھا کہ اذان
ابن مقفال قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا ابو بکر بن عثمان بن سهل بن حنیف عن ابی امامۃ بن سهل
بن حنیف قال سمعت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما وهو جالس علی المنبر اذن المؤذن فقال اللہ
اکبر اللہ اکبر فقال معاویہ اللہ اکبر اللہ اکبر فقال اشهد ان لا اله الا اللہ فقال معاویہ وانا
قال فقال اشهد ان محمداً رسول اللہ قال معاویہ وانا فلما ان قصی الثاخذین قال یا ایہا الناس انی
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی هذا المجلس حين اذن المؤذن يقول ما سمعتموه
من قضاة القی تم جمہ سہل بن حنیف سے روایت ہو کہ مؤذن نے اذان کہی اور معاویہ منبر پر بیٹھا تھا سو جب نے فرمایا کہ
اکبر اللہ اکبر معاویہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر یہ مؤذن نے کہا اشہدان لا الا اللہ سو معاویہ نے بھی کہا اشہدان لا الا
الا اللہ یہ مؤذن نے کہا اشہدان محمد رسول اللہ سو معاویہ نے بھی ویسا کہا سو جب نے اذان سے چکا تو معاویہ نے
کہا کہ اسے لوگو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب جبکہ منبر پر بیٹھتا ہے تو مؤذن اذان کہتا تو اس کا جواب دے
جیسا کہ تم نے مجھ کو سنا ہے جو میں نے اذان کو جواب میں کہا ف اس حدیث سے معلوم ہوا اگر مؤذن اذان کہے
اور امام منبر پر بیٹھا ہو تو امام بھی اسکی اذان کا جواب دے پس درمطابقت اس حدیث کی باب ظاہر منکفی اور اس حدیث
سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام منبر پر لوگوں کو دین کی تعلیم کرے تو جائز ہے کہ اذان کے بعد خطبہ شروع کرے یہی کلام
کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان کے اول میں ترجیع نہیں اور یہ کہ خطبے سے پہلے منبر پر بیٹھنا مستحب ہے کما یستحب
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سننے والا اذان کے جواب میں فقط اتنا ہی کہے کہ میں بھی ویسا کہتا ہوں تو جواب لے سکا ادا ہو
جاتا ہے باب الجملۃ علی النضر عند الثاخذین اذان کے وقت منبر پر بیٹھنے کا بیان و امام نووی
نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے تو مستحب ہے کہ خطبے سے پہلے تو اس منبر پر بیٹھ جائے یہاں تک
کہ جب مؤذن سے فارغ ہو تو اس وقت امام اہل خطبہ پہنچے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور مالک اور ابو حنیفہ و علماء کا
اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ خطبے سے پہلے منبر پر بیٹھنا مستحب نہیں اور دلیل یہ حدیث ہے کہ روایت ہے کہ عذین اور
بھی میں نے حدیث شافعی بن ابی بکر قال حدثنا الیث عن عقیل عن ابن یغلاب ان الشائب بن یزید
اخبرنا ان الثاخذین الثانی یوم الجمعة امرہ عثمٰن بن عثمٰن حنین کثر اهل المسجد وکان الثاخذین
یوم الجمعة یخین مجلس الامام ثم جمہ سہل بن یزید سے روایت ہے کہ جب مسجد کے لوگ بہت ہو گئے تو
عثمان نے جمعہ کو دن و سوا اذان جاری کی اور جمعہ کی اذان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس وقت
ہوتی تھی جبکہ امام منبر پر بیٹھا ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے خطبے سے پہلے منبر پر بیٹھنا سنت ہے اور یہ حدیث جوتہ

اس پر جو کہ سنت نہیں کہتا باب الثانی عند الخطبة خطبہ کو وقت اذان دیتے کا بیان یعنی سنت ہے
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَقْلَبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ الرَّهْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ بْنَ
 يُزَيْدَ يَقُولُ إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلَهُ حِينَ يَجْلِسُ الْأَمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي غَيْرِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوَّلُ كِبَرٍ وَعُمَرُ فَلَمَّا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَكَثُرُوا أَمْرَ عُثْمَانَ
 يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ فَأَذَنَ بِهِ عَلَى الزُّورِ وَقُبْتُ الْأَمْرَ عَلَى ذَلِكَ تَرْجَمَهُ اس حدیث کا
 چوتھے باب میں عنقریب گزر چکا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کو وقت اذان دینی سنت ہے کہ حضرت سلمیٰ علیہ
 علیہ وسلم کے وقت ہی معمول تھا باب الخطبة علی المنبر منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے وَقَالَ
 حُطْبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَنْبَغِي أَنْ يَكُنْ كَمَا كُنَتْ حَضْرَتُ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنبَرِ
 فِي يَوْمِ الْيَوْمِ حَيْثُ لَبِئْسَ كَأَمْرًا بِهِيَ يَوْمِي حَدِيثُ بَابِ الْفَقْرِ مِنْ أَكْثَرِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي تَكُونُ فِي الْمَدِينَةِ
 هَذَا كَمَا تَقْتَضِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 عَبْدِ الْقَادِرِ الْأَمْرِيُّ الْأَشْكَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ بْنُ دِينَارٍ أَنَّ رَجُلًا لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ وَقَدْ
 السَّاعِدِيُّ وَقَدْ أَمَرَ وَافِي الْمَنبَرِ مِنْ عَوْدَةٍ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا عَرَفْتُ مَكَانَهُ وَلَقَدْ
 وَابَتْهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وَضَعُ وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَسَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فَلَانَةِ امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ فَمَرَى غُلَامًا مَكِّيًّا الْفَخَّارُ أَنْ يَجْعَلَ
 فِي أَعْوَادِ الْحُلِيِّ عَلَيْهِمْ إِذَا أَكْبَهُتِ النَّاسُ فَأَمَرَهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرَفِ الْعَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ
 إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا فَوَضَعَتْ هُنَا ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَلَّ عَلَىهَا وَكَثُرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْفَهْرِيُّ فَبَعْدَ فِي أَصْلِ الْمَنبَرِ ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ
 عَلَى النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتُوا بِي وَلِتَعْلَمُوا أَصْلَاقِي تَرْجَمَهُ ابْنُ جَرِيرٍ
 رَوَيْتُ أَنَّ جَدَّيْ سَهْلَ بْنَ سَهْلٍ وَابْنَ سَهْلٍ جَاءَا بِهَا فَكَرِهَتْ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَوَاهُونَ اس سے اسکا حال پوچھا سوعدہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم البتہ میں جاننا ہوں جس لکڑی سے منبر بناتا تھا اور میں نے
 اسکو دیکھا جبکہ پہلے دن مسجد میں کہا گیا اور جب پہلے دن حضرت سلمیٰ علیہ وسلم ان پر بیٹھے سو اسکا حال پوچھا
 اب حضرت سلمیٰ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو فلائی انصاریہ عورت پان ہیجا (سہل اسکا نام بیان کرتا تھا) اور فرمایا کہ
 اپنے بڑے غلام سے کہہ دو کہ میرے واسطے لکڑیوں کا منبر بنا دو کہ جب میں لوگوں سے کلام کروں مجھے بٹھا کر دوں
 تو پھر بیٹھ جائی کروں سو اس عورت نے اپنے غلام کہہ دیا سو اس نے غلام کو لے کر منبر بنا دیا اور اپنی لکڑی پاس لے آیا اور
 اسکو حضرت سلمیٰ علیہ وسلم پاس بھیجا سو اپنے اس کے رکھنے کا حکم دیا سو اسکا مسجد میں کہا گیا پھر میں نے حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے سپر ناز پر ہی لٹک کر بیٹھ گیا اور آپ اس کے اوپر کھڑے ہو پیر اپنے پیر کو کوع کیا پیر نے اتر کر اپنی اڑیوں پر بیٹھ کر اپنے قبلے کو منہ نہ پیر سو منبر کی جڑ وہ میں سجدہ کیا پیر منبر پر چڑھا ہے سو جب ناز سے فلان ہو کر تو فرمایا اے لوگو میں نے یہ کام صرف اس واسطے کیا ہے کہ تم میری پیروی کرو اور میری نافرمانی نہ کرو یہ سیکھو **ف** ایک دفعہ عورت کا رومی غلام بڑھے کا کام کیا کہ لڑکھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر کی فرمایش کی تب اس نے غابہ کے جہاں کی لکڑی سے منبر بنایا اور غابہ ایک جنگل کا نام ہے مدینہ کے مشرق کی طرف واقع ہے اور منبر سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کو ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے تکلیف ہوتی تھی کہ دیر تک کھڑے رہتے تو تھک جاتے تھے ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ منبر بنو ایسے جیسا کہ شام کے ملک میں ہوتا ہے تب آپ نے منبر بنوایا اور بعضوں نے کہا کہ جب لوگ بہت ہو گئے تب آپ نے منبر بنوایا اور علماء کہتے ہیں کہ طول کل منبر کا دو ہاتھ تھا اور چوڑائی ایک ہاتھ تھی اور اس کے تین درجے تھے تین پاؤں تھے ہر ایک پاکی چوڑائی ایک ہاتھ تھی اور اس کے تین آہٹے ہجری میں منبر تیار ہوا اور مدت تک ہی منبر تین پایہ رہا یہاں تک کہ جب معاویہ کا زمانہ آیا تو اس نے چھوڑ دے اس کے تلے اور زیادہ کر دیئے پھر مدت تک ہی منبر رہا یہاں تک کہ ۶۵۷ء میں مسجد نبوی مکمل کی اس میں وہ منبر بھی جگہ کیا پیر بعد اسکے جدید منبر تیار ہوا پس اس سے معلوم ہوا کہ منبر پر خطبہ پڑھنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قلیل محل سے نماز باطل نہیں ہوتی اور اس طرح اگر نماز میں کچھ متفرق واقع ہو تو اس سے یہی نماز نہیں ٹوٹتی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کو مقتدیوں سے بلند کرنا جائز ہے جب کہ باب اصلہ فی التطوع میں پہلے گزر چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ منبر بنانا مستحب ہے ایسے کہ ان میں لوگ امام کو اچھی طرح دیکھ سکیں اور اچھی طرح اس کی کولاس سکتے ہیں اور یہی مذہب ہے جو یہ علماء کا حدیث تھنا سید بن ابی مرثدہ قال حدثنا محمد بن جعفر بن ابی نعیر قال أخبرنی یحیی بن سعید قال أخبرنی ابن انس أنہ سمع جابر بن عبد اللہ قال کان جنح یقوم علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما وضع لہ منبر سمعنا الجنح مثل أصوات العشار حتی نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ علیہ وقال سلیمان عن یحیی أخبرنی حفص بن غصن أنہ بن انس سمع جابر أنہ سمع عبد اللہ کہ روایت ہے کہ کہ جابر کا ایک ستون تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے سو جب آپ کے واسطے منبر کہا گیا اور آپ منبر پر بیٹھے تو ہم نے کہا پیر اور ہم نے کی طرح اس ستون کی اول مٹنی یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدائی سے وہ ستون وہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے تلے آئے اور اپنے ہاتھ کو اپنے کہتا اب اس کا زمانہ ہو **ف** سبحان اللہ جن رسول کی عبدائی اور فراق سے درخت روئیں اگر انسان کو اس کی محبت پیدا ہو تو اس کو اپنی قسمت پر رونا چاہیے اور اس سے معلوم ہوا کہ منبر پر خطبہ پڑھنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے حدیث تھنا آدم بن ابی ایاس قال

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَرٍّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُطُّ عَلَى
 الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ ثُمَّ جُمِعَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ مِنْ رِوَايَتِهِ هُوَ كَيْفَ سَمِعْتُ حَضْرَتِ صَلَی اللہ علیہ
 وسلم سے سنا آپ منبر پر خطبہ پڑھتے تھے تو سو فرمایا کہ جو شخص جمعے کی نماز کے واسطے آوے تو چاہیے کہ نہاد و سرف
 اس کا بھی معلوم ہوا کہ منبر پر خطبہ پڑھنا جائز ہے اور اس سے بھی معلوم ہوا کہ خطیب منبر پر گوئی کو حکام تعلیم کرے تو جائز
 ہر باب الخطبۃ قائم اکثر ہے ہر خطبہ پڑھنے کا بیان اپنے امام کو چاہیے کہ خطبہ کو کب پڑھ کر چاہیے اور کب پڑھ
 ف امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ابن عبد البر نے حکایت کی ہے کہ علماء کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ ہر
 شخص..... کو کب پڑھنے کی طاقت ہو اگر وہ بیٹھ کر خطبہ پڑھے تو درست نہیں اور ابو حنیفہ رحمہ نے کہا کہ کب پڑھ کر
 خطبہ پڑھنا واجب نہیں اگر بیٹھ کر پڑھے تو جب ہی درست اور امام مالک نے لکھا کہ واجب لیکن بدون اس کے جمعہ صحیح
 ہو جائے **وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُطُّ قَائِمًا** یعنی انہوں نے کہا کہ جس حالت
 میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کب پڑھتے تھے **هَذَا حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ** **قَالَ حَدَّثَنَا**
خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَخُطُّ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقْعُدُ كَمَا يَقْعُدُونَ الْآنَ ترجمہ ابن عمر سے روایت کہ حضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کب پڑھتے تھے ہر خطبہ پڑھتے تو پہر بیٹھ جاتے پہر کھڑے ہوتے تو جیسا کہ لوگ اب کرتے ہیں **فَإِنْ**
 سو معلوم ہوا کہ جمعے کا خطبہ کب پڑھے ہو کر پڑھنا چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سو وادیہی نہایت
 جمہور کا کلام ابن عبد البر نے اس اجماع کا دعویٰ کیا ہے کما تروا جمیعہ کی دلیل اسکے وادیہی کئی حدیثیں ہیں جو صحیح مسلم
 وغیرہ میں مذکور ہیں ایک دلیل انکی یہ حدیث جو صحیح مسلم میں کتب بن عمر سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں آیا اور عبدالرحمن
 بن ابی الحکم بیٹھے خطبہ پڑھ رہا تھا سو کتب اس پر نکل آیا اور یہ آیت پڑھی **وَرَكْعَتَا يَوْمَ الَّذِي نُنْصِرُكُمْ فِيهَا** لہذا خطبہ پڑھ کر چور گھر
 اور کہا کہ کہیں آج تک کسی امام کو نہیں دیکھا کہ بیٹھ کر خطبہ پڑھا ہو اور ایک دلیل انکی یہ حدیث جو ابن ابی شیبہ سے روایت
 ہے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کب پڑھنے کا خطبہ پڑھا اور ابو بکر صدیق رحمہ نے بھی کب پڑھنے کا خطبہ پڑھا اور عمر
 فاروق رحمہ اور عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی کب پڑھنے کا خطبہ پڑھا اور سب پہلے بیٹھے خطبہ پڑھنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے لگا لگا جو جمہور کہتے ہیں کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشگی کی ہے پس واجب ہو گا اور نیز وہ خطبوں کے درمیان بیٹھنا مشروع ہوا ہے
 سو اگر بیٹھے خطبہ پڑھنا جائز ہوتا تو دونوں کے درمیان بیٹھنے کی کوئی حاجت نہ تھی اور ایک دلیل انکی یہ حدیث ہے جو
 صحیح مسلم میں جابر بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کب پڑھنے کا خطبہ پڑھتے تھے تو جو کہ آپ بیٹھے خطبہ
 پڑھتے تو وہ جو بیٹھا ہے اور جو لوگ بیٹھے خطبہ پڑھنا جائز نہ کہتے ہیں انکی دلیل یہ حدیث ہے ابو سیدہ کی جو ابھی آتی ہے
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے اور اصحاب نبی آپ کو گرد بیٹھ گئے اور ایک دلیل انکی منبر تیار ہونے کی

حدیث ہو جو یہی گزرجی ہے کہ اس میں اپنے فرمایا کہ میرے واسطے بمنزہ کا میں اُس پر بیٹھ کر لوگوں کا کلام کیا کروں ہو جواب پہلی حدیث کا یہ ہے کہ وہ جمعے کا خطبہ نہیں تھا بلکہ اور کوئی خطبہ تھا اور دوسری حدیث کا یہ جواب ہے کہ اگر وہ اس کو بیٹھنا ہو جو خطبے کے ابتدا اور درمیان میں بیٹھتے ہیں اور ایک دلیل انکی یہ ہے کہ اگر کہہ رہے ہو کہ پڑھنا شرط ہوتا تو جسے بیٹھ کر خطبہ پڑھنا تھا اس کے ساتھ نماز درست نہ ہوتی حالانکہ لوگوں نے اس کو ساتھ نماز پڑھی بلکہ جسے انکار کیا اس نے ہی اس کے ساتھ نماز پڑھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ جس اس کو ساتھ نماز پڑھی سو اس نے فتنے کو خوف پڑھی جیسا کہ عثمانؓ سے مروی ہے کہ اُس نے سفر میں نماز پوری پڑھی ایسے دو گانہ پڑھا سو ابن مسعودؓ نے اُس پر انکار کیا اور باوجود اس کے ابن مسعودؓ نے شر کے خوف سے اُس کے ساتھ نماز پڑھی اور عثمانؓ وغیرہ سے جو بیٹھ کر خطبہ پڑھنا مروی ہے تو وہ ضرورت کو واسطے تھا جیسا کہ متواتر کو سیاق سے معلوم ہوتا ہے **بَابُ اسْتِقْبَالِ النَّاسِ اِلَى اِمَامٍ اِذَا خَطَبَ** جب امام خطبہ پڑھتا ہے تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں **ف** خطبے کو وقت امام کی طرف منہ کر کے بیٹھنا جمہو علماء کے نزدیک مستحب ہے اور ابن مسعودؓ نے کہا کہ اس کو مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور شرح مہذب میں نقل کیا ہے کہ خطبے میں دلہنے بائیں دیکھنا بالائفا مکروہ ہے مگر بعض نے حنفی کہتے ہیں کہ صحیح نہیں اور حکمت انکی یہ ہے کہ اس میں امام کی کلام سننے کو واسطے تیاری ہوتی ہے اور بطور اسکی کلام سننے میں ادب پایا جاتا ہے سو جب امام کی طرف منہ کرے اور اپنے بدن اور حضورؐ سے اسکی طرف متوجہ ہو تو اسکی کلام کو خوب یاد رکھیں اور سب طرح جب امام خطبہ پڑھے تو سنت ہے کہ وہ ہی مقتدیوں کی طرف منہ کرے اور مقتدیوں کی طرف منہ کرنے سے اگرچہ قبلے کی طرف بیٹھ دینی لازم آتی ہو لیکن یہ اس کو معاف ہے تاکہ مخاطبین کی طرف بیٹھ دینی لازم نہ آوے جو عرف میں قبیح ہے اور یہ باب اسکی حدیث و الزام سمجھا جاتا ہے **وَالْاَسْبَابُ اِلَى اِمَامٍ** یعنی ابن عمرؓ اور انسؓ امام کی طرف متوجہ ہو کر **ف** ان دونوں انہوں کو یہ بھی اور ابن مسعودؓ نے نقل کیا کہ **حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَّارٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ** ترجمہ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھے **ف** ظاہر یہی ہے کہ آپ کا منبر پر بیٹھنا خطبے کو لیے تھا سچو آدمی آپ کو گرد بیٹھے تھے ضرور ہے کہ ان کا منہ آپ کی طرف ہو گا تاکہ خطبہ اور وعظ سنیں اور یہ خطبہ جمعے کا نہیں تھا تاکہ اس میں بیٹھنا لازم آوے بلکہ وعظ و نصیحت کے لیے تھا اور جب کہ غیر جمعے میں امام کی طرف منہ کرنا مستحب ہے تو جمعے میں بطریق اولیٰ مستحب ہو گا اور یہی وجہ ہو مطابقت اس حدیث کی **بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الشَّوْءِ اَمَّا بَعْدُ** خطبے میں شے کے پیچھے اما بعد کہنے کے حکم بیان لینے خطبے میں اول خدا کی تعریف کہہ اور جب خدا کی تعریف کہو چکے تو اس کے پیچھے اما بعد کہے تاکہ حمد و صلوات اور وعظ کے درمیان فرق ہو جاوے **وَاَوْاهُ حِكْمَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْبَغِي**

روایت کیا اس سکر کو ابن عباسؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے **وَقَالَ عُمُوْدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا**
هَيْثَمُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَالتَّائِبُ
يَصْلُونَ قُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةُ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى نَعْمٍ قَالَتْ فَأَمَّا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدُّ أَحَقِّي بَعْلًا فِي النَّعْتِ وَإِلَى جَنِّي قُرْبُ قِيَامًا فقفتھا فجعلت أصب
 منها على رأسي فانصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد تجللت الشمس فخطب الناس فحمد
 الله بما هو أهله ثم قال أما بعد قالت ولغظ نسوة من الأنصار فانكثات اليهين لا سكتهن
 فقلت لعائشة ما قال قالت قال ما من شيء لم أكن أريته إلا وقد رأيته في مقامي هذا حتى الجنة
 والبارزاة قد أوحى إلي أنكم تقتنون في القبر فيل أوفر بأمين فتتر السبح الدجال يؤتى أحدكم
 فيقال له ما علمك بهذا الرجل فأما المؤمن أو قال المؤمن شك هتلم فيقول هو رسول الله
 صلى الله عليه وسلم هو محمد جاءنا بالبينات والهدى فأمنا به فاجبننا وأسمعنا وصداقنا فيقال له أقم
 صالحا قد كنا نعلمك أن كنت لمؤمننا وأما المنافق أو المرتاب شك هتلم فيقال له ما علمك بهذا
 الرجل فيقول لا أدري سمعت الناس يقولون شيئا فقلت قال هتلم فلقد قالت لي فاطمة فأوحيت
 خذوا هذا ذكرت ما يغظ عليكم ترجمہ ساریٹی الی بکرہ روایت ہو کہ میں مانتے رہا پس اسی اور لوگ نماز پڑھ کر
 ہتھ پٹے کہا کیا مال ہے لوگوں کا یعنی ایسے پیچھے کیوں ہو ہرگز میں سوچتا رہنے اپنے سر سے آسان کی طرف اشارہ
 کیا یعنی سوچ لو کہیں لگاتے سوچنے کہا کیا کہیں لگتا کسی بڑے حادثے کی نشانی ہے سوائے سر سے اشارہ کیا تو
 ہاں اسار نے کہا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ڈرتے رہے یعنی نماز میں یہاں تک کہ مجھ کو میوہی ہو گئی یعنی
 گرمی کے سبب اور کیر پہلو میں پانی کی ایک ٹسک تھی سوچنے کا مٹھ نہ کھولا اور اس کو اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی سو
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر پھر اس حالت میں کہ سوج روشن ہو گیا تھا یعنی کہیں دودھ ہو گیا
 تھا سو اپنے لوگوں کو خطبہ سنایا اور خدا کی تعریف کی جو اسکی لائق تھی پھر فرمایا آنا بعد یعنی بعد حمد اور صلوٰۃ کے (پھر اپنے
 پہ کلمہ کہہ کر وعظ شروع کیا) اسار نے کہا کہ انصار کی عورتوں نے شور کیا سو میں بھی
 طرف پلٹ گئی کہ گھوچ کر اون سوچنے عانت ہو چکا کہ حضرت سیدہ اللہ علیہ وسلم نے میرے پیچھے کیا فرمایا اسنے کہا
 کہ اپنے پرزیا کو کسی چیز نہیں جبکو میں نے دیکھا ہو انہیں تھا اگر میں نے اسکو اپنی سمجھ میں نہ کیا یہاں تک کہ بہشت اور
 دوزخ بھی دیکھا اور فرمایا کہ البتہ شان ہے کہ مجھ کو وحی ہوئی کہ مقرر تم بتلا کیے جاوے کہ قبروں میں مثل فتنے میں حال
 کی بچنے جیسا کہ دجال کے سامنے کوئی آدمی ثابت قدم نہیں ہو سکیگا الا میں شائد وہیسا ہی قبر کے سوال سے ہی
 کوئی آدمی ثابت نہیں ہے گا مگر جبکو اندر کہی ہر آدمی لایا جاوے گا یعنی اسکے پاس فرشتے آویگے تو اس پر چاہا جاوے گا

کہ تو اس مرد یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتا ہے جو جو موسیٰ پر گاہہ کہیگا کردہ اللہ کے رسول ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لائے ہمارے پاس دلیلین روشن اور ہدایت سوسہنے مان لیا انکی پیغمبری کو اور قبول کیا انکے حکم کو اور تابع ہو کر انکے سوہ کو کہا جاویگا کہ تو سورۃ نیکو کار ہو کر ہم جانتے تھے کہ انکے ساتھ ایمان رکھتا ہے اور جو منافق ہیں گامخیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں شک کرتا ہو گا تو اس کو چھوڑ دیا جاویگا کہ تو اس مرد یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا جانتا ہے سو وہ کہے گا کہ میں کچھ نہیں جانتا میں نے جو کچھ لوگوں کو کہتے سنا وہی کہہ دیا یعنی دین کی تحقیق نہ کی اسنی سنائی بات پر یقین کر لیا اور باب ادون کے رواج پر اڑہ رہا تھا یہ جو اپنے فرمایا کہ میں نے بہشت و دوزخ کو دیکھا تو احتمال ہے کہ اپنے نہیں آنکھوں سے دیکھا ہو یا خدا تعالیٰ نے درمیان پرزدہ اٹھا دیا ہو یا انکا نمود دیکھا دیا ہو ہر طرح ہو سکتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ مجھ کو وحی ہوئی تو یہ اسکا منافق نہیں اسلیے کہ اپنے بہشت و دوزخ کو آنکھ سے دیکھا ہو اور قبروں کا فتنہ وحی کے ذریعہ سے معلوم کیا ہو اور اس حدیث کا مفصل بیان باقی لکھوف میں آئندہ آویگا انشاء اللہ اور یہاں اس حدیث سے صرف اتنی غرض ہے کہ خطبے میں حمد صلوة کے پیچھے ابا عبد کہنا مستحب ہے اس مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور علماء کو اس باب میں اختلاف ہو کر پہلے یہ فکر کرنے جاری کیا بعضے کہتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے کہا اور بعضے کسی اور اور آدمی کا نام لیتے ہیں اللہ علم حکمنا محمد بن معویہ قال حدثنا ابو عاصم عن جریر بن حازم قال سمعت الحسن یقول حدثنا عمرو بن تغلب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائی یومالی اور شئی فقسما فاعطی جالا و ترک رجالا فبلغه ان اللہ ترک عتبتا فحمد اللہ ثم اثنی علیہ ثم قال اما بعد فواللہ انی اعطی الرجل وادع الرجل والذی ائح احب الی من الذی اعطی ولكن اعطی اقواما لیا ارضی فی قلوبہم من الحزب والھلع واکل اقواما الی ما جعل اللہ فی قلوبہم من الغنی الخیر فیہم عمرو بن تغلب فواللہ ما احب ان لی بکلمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمزہ النعمی ترجمہ عن تغلب سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال آیا یا کوئی چیز آئی سو اپنے اسکو بائنا موصنون کو دیا اور بعضوں کو دیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہو چکی کہ جن لوگوں کو مال نہیں دیا وہ رنجیدہ اور غصہ میں سو اپنے خطبہ میں اللہ خدا کی تعریف کی اور اپنے ساتھ ہی یہ فرمایا کہ حمد اور صلوة کے عبادات تو یہ ہے کہ تم خطبہ کی کہ میں تیا ہوں ایک مرد کو اور چھوڑتا ہوں دوسرے مرد کو جو جسکو میں چھوڑتا ہوں میرے نزدیک زیادہ پیارا ہے اس سے جسکو میں تیا ہوں اسکو اسطے کہ میں انکے دلوں میں بے صبری اور حرص نہ بکھاتا ہوں اور بعضی قوموں کو ہر چھوڑتا ہوں کہ خدا نے انکے دل میں بے پرواہی اور خیر ڈالی ہے اور نہیں میں عمرو بن لعلی بھی نہیں لے کر دینے کو محبت اور نہ دینے کو رنج کا سبب سمجھو بلکہ بالکس معاملہ ہے کہ بے صبر کے لالچی لوگوں کو دیتا ہوں اور قناعت والوں کو قناعت پر چھوڑتا ہوں عمرو بن تغلب نے کہا کہ تم خدا کی مین دست نہیں رکھتا

یہ حدیث صحیح ہے اور اسکا تفسیر صحیح ہے

یہ حدیث صحیح ہے اور اسکا تفسیر صحیح ہے

لو کہ جو پہلے اس بات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ اونٹ میں یعنی یہ جو اپنے فرمایا کہ وہی قناعت والے لوگوں میں ہو سو اگر اس حکم کے بدلے آپ مجھ کو سرخ اونٹ دیتے تو یہ بکری نہ فرماتے تو میں ایسا خوش نہ ہوتا جیسا کہ آپ کے اس قول پر خوش ہوا ہوں و اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ خطبے میں حمد صلوٰۃ کے بعد اما بعد کہنا سنت اور اس علم حدیثنا یحییٰ بن یحییٰ قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب قال أخبرنی عروۃ أن عائشة أخبرتنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج ليلة من جوف الليل فصلى في المسجد فصلى رجال يصلون فأصبح الناس فحمدوا فأذعنهم فصلوا معه فأصبح الناس فحمدوا فأذعنهم فصلوا معه فأصبح أهل المسجد من الليالي الثلاثة فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلوا يصليهم فلما كانت الليلة الرابعة خرج المسجد من أهله حتى خرج يصلون الضمير فلما قضى الفجر أقبل على الناس فلتشهد ثم قال أما بعد فإنه لم يخف على مكانكم ولكني خشيت أن تغفروا عنكم ففجروا عنها فابعثوا برسول الله صلى الله عليه وسلم روايت کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ات کو درمیان گھر سے تشریف لائے سو اپنے مسجد میں نماز کی نماز پڑھی اور چند اصحاب بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی سو صبح کو لوگ آپ میں گفتگو کرنے لگے یعنی لوگوں میں اس بات کا چرچا ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات میں تراویح کی نماز پڑھی ہے سو دوسری رات کو پہلی سے زیادہ لوگ مسجد میں جمع ہو کر سوئے آپ کے ساتھ نماز پڑھی سو صبح کو لوگ اس بات کا چرچا کرنے لگے اور بہت لوگوں کو خبر ہو گئی سو تیسری رات بہت لوگ مسجد میں جمع ہو گئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کو ساتھ نماز پڑھی سو جب چھوٹی اتھرائی تو مسجد نمازیوں کے تنگ ہو گئی یعنی لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ مسجد میں سما سکے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نئے یہاں تک کہ تمام رات گزر گئی سو آپ فجر کی نماز کے واسطے باہر آئے سو جب نماز ادا کر چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ پڑھا پھر فرمایا اما بعد یعنی حمد صلوٰۃ کے بعد بات تو یہ ہو کہ تمہارا حال مجھ سے پوشیدہ نہیں بلکہ میں نے تمہارا مسجد میں جمع ہونا اور نماز کی انتظار کرنا سب مجھ کو معلوم ہے لیکن خوف کیا کہ تراویح کی نماز پڑھ کر فرض ہو جاوے سو تم اس سے عاجز ہو جاوے یعنی رات کی بات پڑھو سو طے نماز نہیں پڑھائی کہ درمیان میں تراویح کی نماز پڑھ کر فرض ہو جاوے پھر اگر نہ ہو سکے تو گنہگار ہو گے سو اپنے گھر دن میں نماز پڑھو سو طے کہ بہتر نماز رکھی ہے گھر ہی میں ہو مگر فرض جیسا کہ دوسری روایت میں آچکا ہے حدیثنا ابوالیمان قال أخبرنا شعب بن الحری قال أخبرنی عروۃ عن ابی حمید الشاعری قال أخبرہ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قام عشيئاً بعد الصلوة فتشهد وأثنى على الله بما هو أهله ثم قال أما بعد تأبوا أبو معاوية وأبو أسامة عن هشام عن ابنه عن زید بن حمید عن النبی سلی اللہ علیہ وسلم قال أما بعد وتأبوا العدي عن سفيان في أما بعد ترجمہ ابو حمید کہ روایت ہو کہ ایک ات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم نماز کے بعد کھڑے ہو سو آپ نے خطبہ پڑھا اور خدا کی تعریف کی جو اس کو لائق بنی پھر فرمایا اے ابوبکر حدیث
 ابوالیمان قال اخبرنا شعیب عن الزهري قال حدثني علي بن الحسين عن السور بن حمزة قال
 قام رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعته حين تشهد يقول اما بعد تابعه الزبيدي عن
 الزهري ترجمہ سور بن حمزہ روایت ہے کہ حضرت علی اسد علیہ وسلم کھڑے ہو سو میں نے آپ سے کہا کہ جب آپ نے
 خطبہ پڑھا تو حمد صلوٰۃ کے بعد امامہ کہا حدیث ثنائی بن ابیان قال حدثنا ابن الغنیل قال حدثنا
 عكرمة عن ابن عباس قال صعد النبي صلى الله عليه وسلم المنبر وكان اخر مجلس حسنة متعبلة
 ملحفة على منكبيه قد عصب رأسه بعصابة دسمة فحمد الله وأثنى عليه قال ايها الناس اني
 فتاؤا اليه ثم قال اما بعد فان هذا الحى من الانصار يقولون ويكثر الناس لمن ولي شيئا من امته
 عجب فاستطاع ان يضر فيه احدا او ينفع فيه احدا فليقبل من محسنين ويتجاوز عن مسيئهم
 ترجمہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت علی اسد علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور یہ آپ کا اخیر خطبہ تھا جو آپ منبر پر بیٹھے
 دینے کے بعد پیر آپ منبر پر نہیں بیٹھے کہ آپ نے فقال فرمایا اور اس حالت میں آپ چاروں سے اپنے مؤمنوں کو بیٹھتے
 اور سیاہ پٹری سے اپنی سر کو باندھتے سو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کے خدا کی تعریف کی اور اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ اسے
 گو گو سیر پاس اؤ سو لوگ آپ کے پاس جم ہو کر پیر فرمایا حمد صلوٰۃ کے بعد بات تو یہ ہے کہ العبد الانصار کا قبیلہ وزر وزر
 گھٹا جاویگا اور ان کے سوا اور لوگ بڑھتے جاویں گے سو جو شخص کہ حاکم ہو محمد کی امت کسی چیز پر اس کو اپنی حکومت
 میں اتنی طاقت ہو کہ کسی کا ضرر کر سکے یا کسی کو فائدہ پہنچا سکے تو چاہیے کہ انصار کی نیکیوں کو قبول کرے اور ان کے
 بدکاروں سے درگزر کرے عیب کی خبر سے شاید وحی سے حضرت علی اسد علیہ وسلم کو معلوم ہوا تھا کہ بنی امیہ
 کی سلطنت میں انصار یوں پر ظلم ہو گا سو اسلئے اپنے انصار کی سفارش میں یہ حدیث فرمائی یعنی است محمدی کی حاکم
 کو لازم ہے کہ ان کے نیکیوں کی تعظیم اور توفیر کرے اور ان کے بدکاروں سے چشم پوشی کرے یعنی اگر کوئی حرکت تعزیر کی
 لائق کریں تو حاکم کو کمال جاوے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر یہ انصار حد مارنے کا گناہ کریں تو اپنے حد نہ مارے
 کہ حد و حد میں کسی کی سفارش نہیں چنانچہ حضرت علی اسد علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی جو ساری کرے
 تو اس کا ہاتھ کاٹوں ان سب حدیثوں کو ثابت ہوا کہ خطبے میں امامہ کہنا سنت ہے میں مطابقت ان حدیثوں کی باب
 ظاہر ہے اور ان سے یہی معلوم ہوا کہ امامہ کا لفظ فقط خطبوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سالوں اور کتابوں وغیرہ کو ابتدا
 میں ہی کہنا جائز ہے جیسا کہ اکثر مسنفون کا وسعہ ہے اور اگر صرف و بعد کہے یا امامہ الحمد کہے تو یہی جائز ہے و امامہ
 علم باب القعدتین الخطبتین یوم الجمعة جمعہ کو دن خطبوں کے درمیان بیٹھ کر بیان فرماتا ہے امام شافعی
 کو نزدیک و خطبوں کو درمیان بیٹھنا واجب ہے اور یہی مشہور ہے امام احمد سے اور امام مالک کا ایک روایت میں یہی

یہی قول ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ جلسہ خطبے کو واسطے شرط ہے بدون اسکے خطبہ صحیح نہیں ہوتا ہے اور امام نووی شریف رحمہ اللہ
 میں لکھا ہے کہ امام مالک اور ابو حنیفہ اور جہود کہ نزدیکت جلسہ واجب نہیں سنت ہے وہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی ذکر پڑھنا
 نہیں آیا پس واجب نہیں ہوگا اور امام شافعی کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ پیشگی کی ہے پس واجب
 کہ مواظبت وجوب پر دلالت کرتی ہے اور امام شافعی کی اس دلیل کا قوی جواب جہود کی طرف کوئی نظر نہیں آیا
 اور ابو داؤد میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھر پڑتے تو بیٹھ جاتے پس جب توفیق اذان سے فارغ
 ہوتا تو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھ جاتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے اس سے معلوم ہوا کہ اس جلسے
 میں کلام کرنی چاہیے اور کوئی ذکر یا دعا وغیرہ پڑنا بھی اس جلسے میں ثابت نہیں ہوا نہ پوسیدہ اور نہ بیکار کر
 اور اسکی نفی بھی ثابت نہیں ہوئی و بعد ازاں حدیث تشریف آوری **قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْجَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ**
عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ يَخْبِرُ عَمْرُ
بْنُ مَرْثَدٍ سَمِعَ رَوَايَةَ أَنَّكَ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھتا کرتے تھے ہر ایک کے درمیان بیٹھ جاتے تھے اس جلسے کو
 مقدار میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اسکی مقدار جسے استراحت کو برابر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جتنے میں سورہ قل
 ہو اور احد پڑھی جاوے اور مقدار بھی بعض کہتے ہیں کہ ہر پڑھی اپنی جگہ میں بیٹھ آوے اور حکمت السنین یہ ہے کہ دو خطبوں
 کو درمیان فرق ہو جاوے یا خلیب آرام پڑے اور ان دو خطبوں کی مقدار میں بھی علماء کو اختلاف ہے امام نووی کہتا ہے
 کہ امام شافعی کے نزدیک خطبہ میں عطا کرنا اور قرآن پڑھنا شرط ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر خطبے میں حمد اور صلوة اور
 وعظ شیون شرط ہیں اور قرآن کی ایک آیت پڑھنی واجب ہے خواہ پہلو میں بیٹھ ہے خواہ پچھلے میں اور دوسرے میں ہونے
 واسطے دعا کرنی واجب ہے اور امام مالک اور ابو حنیفہ اور جہود علماء کہتے ہیں کہ حیر خطبے کا نام بولنا جاوے اور اسقدر پڑھنا
 کافی ہے اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اذان سے چیز جو ذکر خدا یعنی تسبیح اور تحمید کو شامل ہو اس سے خطبہ صحیح ہو جاتا ہے
 یعنی اگر فقط سبحان اللہ الحمد اس کے تو خطبے کو بدلے پس ہی کافی ہے اسلئے کہ آیت جمعہ میں مطلق ذکر آیا ہے خواہ
 قلیل ہو یا کثیر ہو لیکن امام نووی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے اسلئے کہ اسکو کوئی خطبہ نہیں کہتا اور اس خطبے کا مقصد
 اپنے وعظ وغیرہ مال نہیں ہوتا اور نیز یہ قول حضرت کو مواظبت کو مخالف ہے کہ آپ ایسا خطبہ کہی نہیں پڑھا
بَابُ الْأَسْتِمَاعِ إِلَى الْخُطْبَةِ جسے کہ خطبے کو سننے کا بیان ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ علماء کو اس
 میں اختلاف ہے کہ خطبے میں کلام کرنی حرام ہے یا کر وہ ہے سو امام شافعی سے دو موطا کی روایت آئی ہے اور امام
 مالک اور ابو حنیفہ اور عام علماء کہتے ہیں کہ خطبے میں کلام کرنی حرام ہے اور اسکو سننا اور اسکے واسطے پڑھنا
 واجب ہے اور غنی اور غنی وغیرہ سے روایت ہے کہ فقط اسی وقت چپ ہوا واجب ہے جبکہ خطیب کوئی قرآن کی آیت پڑھے
 اور نہ نہیں اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب کوئی دوسرے کے سبب خطبے کی آواز نہ سن سکے تو ائمہ بھی سکوت واجب ہے

وقت ہی تھی مسجد پڑھنا درست ہوا امام نووی نے شرم صحیح مسلم میں کہا ہے کہ یہ سب حدیثیں صحیح و دلیل میں درج
 مذہب امام شافعی، احمد اور اسحاق اور فقہاء محدثین کے وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص جمعہ کو دن جامع مسجد میں آوے
 اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو اسکو مسجد سے دور کھینچ کر مسجد پڑھے اور انکے پڑھنے سے پہلے بیٹھا کر وہ ہے اور سب
 کہ انکو ہٹکا پڑھے دہانہ کرے تاکہ بعد انکے خطبہ سے اور حسن بصری وغیرہ متقدمین سے بھی یہی قول صحیح ہے اور امام الکس
 اور لیث اور ابو حنیفہ اور نووی اور جمہور صحابہ اور تابعین کہتے ہیں کہ خطبہ کو وقت تھی مسجد پڑھے اور یہی روایت
 عمر اور عثمان اور علی وغیرہ سے اور نیز کہا ہے کہ تھی مسجد پڑھتا ہو وقت پڑھنی جائز ہے اور ان سے پہلے بیٹھا کر وہ ہے
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت تھی مسجد کو ترک نہیں کیا بلکہ جو آدمی جمعہ کو دن آیا اسکو بھی نفل پڑھنے کا
 حکم فرمایا جو دیکھو سو تھی کے خطبے میں اور نماز پڑھنی منع ہے سو اگر تھی مسجد کے وقت ترک کرنے کا حکم ہوتا تو اگر
 وقت ترک کیجاتی اسلئے کہ وہ بیٹھا گیا تھا اور وہ بیٹھے سے پہلے شروع میں اور نیز وہ جاہل تھا اور نیز اپنے خطبے کو
 چھوڑ کر اس سے کلام کی اور نفل پڑھنے کا حکم کیا سو اگر انکی سخت تاکید نہ ہوتی تو ایسے وقت میں متروک ہوتی
 ... انتہے اور جمہور علماء اس حدیث کی کئی تاویل میں کرتی ہیں پہلی تاویل انکی یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہ حدیث
 اسی شخص کے ساتھ خاص ہو جسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم فرمایا اور وہ بھی یہ ہے کہ وہ
 شخص محتاج تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ یہ کھڑا ہو تاکہ سب لوگ اسکو دیکھیں اور اسکو صدقہ دیں
 سو اسلئے اپنے اسکو فرمایا کہ کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھ سو جواب اسکا یہ ہو کہ اصل فعل میں عدم خصوصیت ہے پس جب تک
 کوئی دلیل اسکی مخصوص ہو تب تک اس پر اصل پر یہ بھی اور یہ علت بیان کرنی کہ اپنے اسکو صدقہ کو واسطے کھڑا ہونا
 فرمایا تھا سو یہ علت تھی مسجد کے جائز ہونے کو یا نہ نہیں اسلئے کہ جو لوگ نفلوں کو اس وقت منع کرتے ہیں وہ حدیث کے واسطے
 نفل پڑھنے کو جائز نہیں کہتے اور نیز اگر یہ جائز ہوتا تو اور سب کر وہ قنون میں بھی جائز تھا لہذا کوئی اسکا قائل نہیں اور نیز فرمایا
 وغیرہ کی روایت میں آیا ہے کہ دو سر جمعہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہر اسکو نفل پڑھنے فرمایا حالانکہ پہلے جمعہ
 میں اسکو دو کپڑے حاصل ہو چکے تھے سو ایک کو اسنے دوسرے جمعہ میں خیرات کر دیا اور نیز احمد اور ابن حبان وغیرہ
 کی حدیث میں آچکا ہے کہ اپنے اسکو تین جمعے ہی فرمایا پس معلوم ہوا کہ صدقہ کا ارادہ اسکی علت نہیں تھا بلکہ علت کی ایک علت
 تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ جب کوئی باہر سے اگر بیٹھا جاوے نفل پڑھنے سے پہلے تو نفل فوت ہو جاتے ہیں سو جواب اسکا یہ ہے
 کہ ایسی شخص کے حق میں ہر جو عالم ہو اور یہ مسئلہ جائز ہو اور جو جاہل ہو یا بھول سے اگر بیٹھا جاوے تو اسکو جائز ہو کہ اگر
 نفل پڑھے سو پہلے جمعہ میں تو اسکو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا اور باقی دو جمعوں میں پہل گیا تھا اور ایک تاویل جمہور
 کی یہ ہے کہ تین میں کہ یہ حدیث اس آیت کی معارض ہے **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ** جب ان پر
 جاوے تو چپ ہو اور سنو اور نیز اس حدیث کو معارض ہو کہ جب کوئی خطبے کو وقت اپنا ساتھی کو کہے کہ چپ ہو تو

اُس نے لغو بکا اور نیز معارض ہے اس حدیث کو کہ جب کوئی مسجد میں آوے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو نہ نماز پڑھے اور نہ کلام کرے سو جو اب تک یہ کہ تدارض کے ساتھ صرف انبیوت عمل کیا جاتا ہے جبکہ تطبیق ممکن نہ ہو اور یہاں نیز ممکن ہے سوایت کو ساتھ تو تطبیق اسطورہ ہو سکتی ہے کہ کل خطبے کو قرآن نہیں کہا جاتا ہے اور جو انہیں قرآن کا تو کما غنوم اس حدیث جابر سے مخصوص ہے اور ان حدیثوں کا عموم ہی اس حدیث ہی مخصوص ہے اور تخصیص عموم کے ساتھ غیر واحد کے بالاتفاق جاری ہے کما قد مناه فی الجز الثالث اور نیز جو شخص خطبے کو وقت باہر سے اگر نماز پڑھے اس پر جب بنا صادق آئے جیسا کہ فقہ المصلوۃ میں ابو ہریرہ حدیث گزر چکی ہے کہ اُن نے عرض کیا کہ آپ اس سکتے ہیں کیا پڑھا کرتے ہر جو تکبیر تحریر اور قرآن کے درمیان ہے اس لیے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں پڑھنا چاہیے کہ مخالف نہیں بلکہ اس کو ہی سکوت کہا جاتا ہے اور نیز جس حدیث میں آیا ہے کہ خطبے کو وقت نماز ہے نہ کلام ہو وہ حدیث ضعیف ہے اسکا ایک اوی ابوب بن نہیک سے اور وہ منکر الحدیث ہے جیسا کہ ابو ذر اور ابو جابر نے کہا ہے اور نیز کہ کہا کہ اس باب میں سلیم کی حدیث سب سے زیادہ قوی ہے اور بعض نے اس حدیث سلیم کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ جو اپنے فرمایا کہ جب کوئی جمعہ کو دن آوی اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو دو رکعتیں پڑھ لیو کہ تو مراد امام کے خطبہ پڑھنے سے ہے کہ امام خطبہ پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو نہ کہ حقیقہ خطبہ پڑھتا ہو اور یہ کہ سو اور یہی کہی تاویل میں کرتے ہیں سو ان سب تاویلوں کو یہ حدیث جڑ سے اکھاڑ دیتی میں جو بخاری اور مسلم میں ابو قتادہ سے روایت ہے کہ جب کوئی مسجد میں آوی تو نہ بیجو جب تک کہ دو رکعتیں پڑھ لیو کہ سو یہ حدیث باعتبار عموم کے صریح ہرگز تاویلوں کے باطل ہوئی میں اور جہوں کی ایسی کوئی تاویل نہیں جسکے باطل ہونے پر یہ حدیث دلالت کرے اور نیز جابر بن عبد اللہ سے ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے سو اپنے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اور امام خطبہ پڑھتا ہو یا خطبے کو واسطے نکلا ہو تو چاہیے کہ دو رکعتیں پڑھے اور مسلم کی ایک روایت میں جابر سے آیا ہے کہ یہ اپنے سلیم کے قصے میں فرمایا اور وہ یہ کہ دو رکعتیں ملکی پڑھ پھر فرمایا کہ جب کوئی جمعہ کو دن آوی اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو چاہیے کہ دو رکعتیں پڑھے اور انہیں تخفیف کرے متفق علیہ امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس مسئلے میں نص ہے کہ سمین تاویل کی گنجائش نہیں اور ابو محمد نے کہا کہ یہ حدیث اس باب میں نص ہے تاویل کا کوئی احتمال نہیں کہہتی ہے اول اس وجہ کہ اپنے یہ کلمہ خطبے کی حالت میں فرمایا پس اگر مراد اس سے ارادہ پڑھنے کا کیا جاوے تو یہ سیاق حدیث کو بالکل مخالف ہو جاوے گا اور بے محل ہو گا دوم ہو جو کہ جابر کی دو مرتبہ متفق علیہ خطبہ پڑھنے کو مقابلے میں امام کا خطبے پڑھنا واقع ہوا ہے اور خطبے پڑھنا عین ارادہ خطبے کا ہے سو اگر خطبہ کا معنی راوی کا کیا جاوے تو دونوں سے ایک لفظ حدیث بالکل مہمل ہو جاوے گا سوم اس وجہ سے کہ اپنے سلیم کو نقل پڑھنے کا حکم عین خطبے میں فرمایا تھا اور انبیوت بعد اُن کے اپنے یہ حدیث فرمائی کہ جب کوئی آدمی اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو چاہیے کہ دو رکعت پڑھے پس اگر خطبے سے

را دارادہ خطبے کا کیا ذکر تو یہ حدیث اس موقع میں میان کرنی محض لغو ہو جاوے گی سہو اسطے امام نووی نے لکھا کہ یہ حدیث صحیحہ ہے
اس سلیمن چہارم اسوجہ کلن سب تلامیون کی ہر ہر تاویل کا علمی و علمیہ جواب ہی فتم الباری میں موجود ہے شائق شگاہ
مطالعہ کرے اور بعضے کہتے ہیں کہ حدیث سلیک کی منسوخ ہے کہ حکم اس وقت تھا جب نماز میں کلام کرنا جائز تھا سو
جواب اسکا یہ ہے کہ سلیک کا سلام بہت متاخر ہے اور نماز میں کلام کا حرام ہونا اس سے بہت پہلے ہے جیسا کہ آئندہ
آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ جو دلیل مقدم ہو وہ متاخر کی ناسخ ہرگز نہیں ہو سکتی ہے اور نیز محض اشتال سے نسخ ثابت نہیں
ہو سکتا بلکہ نسخ کے واسطے کئی شرطیں ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں سو جب تک شرطیں باقی نجاوین تب تک نسخ کا دعویٰ
کرنا جائز نہیں اور نیز خفیہ وغیرہ اس باب میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو اوپر گزر چکی ہے کہ جب امام خطبے کے واسطے
نکلے تو نماز جائز ہے اور نہ کلام واس حدیث میں ہی احتمال نسخ کا موجود ہے ایسے کہ ہو سکتا ہے کہ حکم تحیۃ المسجد حکم
س پہلے ہو اور اسکے حدیث تحیۃ المسجد سے یہ حکم منسوخ ہو گیا ہو نا ہو جو ایک ہنر جو انبا اور بعضے خفی یہ حدیث سند لائے ہیں
کہ خطبے کے وقت نماز پڑھو سو جواب اسکا یہ ہے کہ اسکا عموم ہی سلیک کی حدیث سے مخصوص ہے کما تر اور بعضے کہتے ہیں
کہ عمر فاروق نے عثمان پر نہانے کا انکار کیا اور اسکو تحیۃ الیٰ ربی نے کا حکم دیا سو جواب اسکا یہ ہے کہ اسی حدیث میں سلی
نفی نہیں احتمال ہے کہ اس گفتگو سے پہلے یا بعد عثمان نے تحیۃ المسجد پڑھ لی ہو و الحمد للہ بالصواب اور اس حدیث کو
اور یہی کئی غلطی سے ثابت ہوئے ہیں ایک یہ کہ مرودہ وقتوں میں ہی تحیۃ المسجد پڑھنے جائز ہے ایسے کہ غلطہ سننا فرض
ہے اور جب وہ خطبے کے وقت ہی ساقط نہ ہوئے تو یہ مرودہ وقتوں میں بطریق اولے جائز ہو گئے اور یہی معلوم ہوا کہ تحیۃ
المسجد پیشے سے فوت نہیں ہوتی لیکن بعضوں نے اسکو ساتھ ناسے اور جاہل کی فیدہ لگائی ہے اور یہ کہ امام کو خطبے میں
ام معروف کرنا اور بڑی بات سے روکنا جائز ہے اور اس سے خطبے کو نقصان نہیں بلکہ بعضوں نے کہا کہ یہ سب
کچھ خطبے میں داخل ہے اور اس سے پہلے ہی معلوم ہوا کہ خطبے میں سلام کا جواب اور چہینکے کا جواب دینا ہی جائز ہے ایسے
کہ وہ بہت بلکہ کام میں لیا ہوا ہے وقت میں لیا ہوا ہوتا ہے میں اور خانے کعبے کی مسجد کا یہی حکم ہے لیکن جو بار
سے جاوے پہلے طواف کرے پھر نفل پڑھے و الحمد للہ بالصواب باب رفع الیدین فی الخطبۃ خطبے میں ہاتھ
اٹھا کر دعا کرنی جائز ہے حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رَعْنٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَ عَنْ أَنَسٍ
حَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيَّنَّمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ أَكْرَأُ هَلْكَ الشَّاءُ فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُخَفِّفَنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا تَرَجَّمَهُ النَّاسُ مِنْ تَوَاتُرِ
بَارِكُكُمْ جِئَاتِ مِثْلِ كَحَضْرَتِ صَلَّيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِسْمِ كَوْنِ خُطْبَةِ پڑھتے تھو کہ اچانک ایک مرد کھڑا ہوا سوائے عرض کی
کہ یا حضرت گھوڑے ہلاک ہو گئے اور بکریاں میں گر گئیں یعنی پانی نہ ہونے کو سب سے سواپ نے مانگیجیے خدا پانی برساو سو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ دراند کیے اور دعا کی ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبے میں ہاتھ اٹھا کر دعا

کرنی جائز ہے ایسے کہ ہاتھوں کا دارا کرنا اٹھانے کو مستلزم ہے **باب الاستسقاء فی الخبلة یوم الجمعة**
 جمعہ کو خطبے میں مینہ کی دعا مانگنی جائز ہے **حدَّثَنَا أَبُو آدِيمٍ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ**
حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ إِبْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ
عَلَى عَمْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَاكَ الْمَالُ وَجَلَّ الْعِيَالُ فَأَدْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَزَى فِي السَّمَاءِ قِرْعَةً قَالُوا
نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى تَأْتِيَ السَّمَاءُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ كَمْ نَزَلَ عَنْ مَنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الطَّرِيقَ خَدَّاهُ
عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَطَرْنَا يَوْمَئِذٍ ذَلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْآخِرَى فَقَامَ
ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهْدِمُ الْبَنَاءَ وَتُغْرِقُ الْمَالَ فَأَدْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ
فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا أَتَيْتُ بِبَيْدِهِ إِلَى مَا حَيَّةٍ مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا أَنْفَجَرَتْ وَصَادَتْ الدُّنْيَا
مِثْلَ الْجَوْثَرِ وَسَالَ وَادِي قَنَاةٍ شَهْرًا أَوْ لَمْ يَحْيِ اسْدَأْمُنْ نَاحِيَةً إِلَّا أَحَدَتْ بِالْجَوْثَرِ تَرْجُمَةُ النَّبِيِّ
 روایت ہو کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لوگوں میں قحط پڑا سو جس حالت میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 جمعہ کو دن خطبہ پڑھتے ہوئے اپنا ایک ایک گنوار کھڑا ہوا سونے سے عرض کی کہ یا حضرت جانور مر گئے اور لڑکے
 بالے کیوں ہوتے مرنے میں سو آپ عاصیجیہ خدا میں برسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور ہم
 آسمان پر کہیں ملی کا نشان دیکھتے تو بیٹے آسمان بالکل صاف پڑا تھا سو قسم ہے انکی جسکے قابو میں میری جان ہے
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں لاتے کہ بیکار ہوں کی طرح بادل اٹھا پہر آپ سب کو
 تلے نہ اترتے تو یہاں تک کہ میں دیکھا کہ ایک بار اسی سے پانی ٹپکتا تھا سو اس دن ہی ہم پر بڑا بارش اور اس سے پچھلے دن
 ہی اور اس سے پچھلے دن ہی اور اس سے پچھلے دن ہی یہاں تک کہ آئندہ مجھے تک لگانا پانی برساتا ہوا تھا نظر
 پڑا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے جمعے کا خطبہ پڑھتے ہوئے کہ وہی گنوار کھڑا ہوا یا کوئی اور تھا سو اس سے عرض کی کہ یا حضرت
 گہر پانی کی کثرت سے ڈھیسے گئے اور جانور مر گئے سو خدا سے دعا کیجیہ کہ میں نے کور کے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ
 اٹھا کر اور یوں دعا کی کہ الہی ہمارا اس ماہ میں برسے ہم پر بارش نہ برسے سو آپ ہاتھ کے سیطرف اشارہ نہیں کرتے تھے
 اگر اس طرف سے بادل درو جاتا تھا (سو میں نے کو اوپر سے بادل مل گیا) اور دینہ ڈال کی طرح خالی ہو گیا اور نالا ایک صبیحہ
 تک نہ پتہ نہ سو کوئی آدمی کی سی طرف نہیں آتا تھا مگر کہ بہت مینہ کی خبر دیتا تھا **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
 جمعہ کو خطبے میں مینہ کے لیے دعا مانگنی جائز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں دعا مانگنی اور یہی معلوم
 ہوا کہ خطبے میں کلام کرنی جائز ہے کما سیم **باب الاكثافات يوم الجمعة والاكمام يخطب واذ قال**
لصالحه انصت فقد كفى جيب المام جمعہ کا خطبہ پڑھتے تو وقت مقتدی چپ میں کلام نہ کریں اور اگر کوئی اپنے

پاس والے کو کہو تو چپہ۔ تو اُس نے بیوہ کلام کی لینے خطبہ وقت ایک دوسر کو اتنا لفظ پہنی کہے کہ تو چپہ چپہ
 جائیکہ کلام کرے و غرض اس باب سے یہ ہے کہ چپ ہونے کا حکم صرف اس وقت ہے جبکہ امام خطبہ پڑھتا ہو خطبہ شروع
 ہونے سے پہلے چپ ہیکہ حکم نہیں پس اس سے روہو گیا قول امام ابو حنیفہ رحمہ وغیرہ کا جو کہتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے ارادے
 باہر ہو تو اس وقت کلام کرنی منع ہو جاتی ہے اور وہ اس کی اس حدیث میں بھی اور یگی انشاء اللہ لیکن بعض فقہاء
 کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ وغیرہ اس وقت حرمت کامل نہیں کر رہے کہتے ہیں اسے علم وقال سلمان عن النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم یُنعَتُ اِذَا اَتَمَّ اَلْاَمَامُ یعنی سلمان نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب امام
 خطبہ پڑھے تو اس وقت مقتدی چپ ہو و اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چپ ہنا فقط اسی وقت واجب ہے جبکہ امام خطبہ
 پڑھے اس سے پہلے یا پیچھے چپ نہیں جیسا کہ اس شرط سے معلوم ہوتا ہے حَدَّثَنَا یَحْيٰی بْنُ زَبَّیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللِّیثُ
 عَنْ عُقْبَةَ بْنِ اَبِی شَہَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
 عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُلْتُ لِمَا جِئْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصَتُ وَالْاَمَامُ یُخْطَبُ فَقَدْ لَعَنَتْ تَرْجُمَہ
 ابو ہریرہ رحمہ روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نے جمعہ کے دن اپنی ساتھی سے کہا کہ چپ اور
 امام خطبہ پڑھتا ہو تو معز تو نے نکلی اور لغو بات کی و اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ کو وقت چپ ہنا واجب ہے
 اور کلام کرنی حرام ہے اور جب دوسرے بولنے والے کہے کہ چپہ تو اس کا بولنا بھی ثابت ہوا پس بان کو منع
 کر کے بلکہ اشارہ سے منع کرے اور یہی معلوم ہوا کہ چپ ہنا فقط اس وقت واجب ہے جبکہ امام خطبہ پڑھتا ہو اس سے
 پہلو یا پیچھے کلام کرنی منع نہیں اس لیے کہ اس حدیث میں حملہ والا امام خطبہ کا حال واقع ہوا ہے پس قید دلالت
 کرتی ہے اس بات پر کہ امام کے نکلنے اور خطبہ شروع کرنے کو درمیان کلام کرنی منع نہیں اور سید طحطاوی
 فارغ ہونے اور کبیر تحریم کے درمیان ہی کلام کرنی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ چپ ہو کر مقرر اور بعضوں نے کہا
 کہ خطبہ کو وقت اس کا ذکر کرنا جائز ہے لیکن یہ بات ٹھیک نہیں بلکہ کلام اور قدرت اور ذکر وغیرہ اس وقت
 منع ہو سوا تحمید مسجد کے کہ وہ اس سے مخصوص ہے کما تقدم اور سید طحطاوی نے کہا اور دنیا اور کچنا اور معروف کرنا وغیرہ
 یہی منع ہے اور سید طحطاوی درود پڑھنے کو بعض خفی منع کرتے ہیں اور علماء نے کہا ہے کہ جمعہ کو خطبہ میں لغو بات
 کرنی کو حرام ہے لیکن اس حالت میں فرض وقت اس کو دے دے بالاجماع مطلق ہوتا ہے مگر جمعہ کی فضیلت سے
 محروم رہتا ہے پس بھی بات کرنے کا یہ معنی ہوا کہ جمعہ کی فضیلت مجبکہ حاصل نہیں ہے یا تیرا جمود انہیں ہوا بلکہ
 ظہر کی نماز اور ہوائی اور بعضوں نے اس حدیث سے دلیل کیا ہے کہ چپ ہونے کا حکم کلام کرنی منع ہے اور
 یہی ہے مذہب جمہور کا خواہ خطبہ کو سن سکے یا نہ سن سکے جیسا کہ اوپر گذرا اور ابن عبد البر نے خطبہ میں سکوت
 وجوب پر اجماع نقل کیا ہے کہ بعض تابعین وغیرہ سے کہا کہ خلاف بھی ثابت ہو چکا ہے اور اللہ شافعہ اور احمد رحمہ

اور وہ غرضی نہیں ہے

اس سطور میں دو قول ہیں ایک میں حرام ہے اور دوسری کردہ ہو وہ یہی کہتے ہیں کہ اگر خطبہ نے تو کلام کر لی ہو
 ہو اور اگر نہ سن سکے تو حرام نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جس عدد پر جمعے کی صحت موقوف ہو انکو کلام کرنی حرام ہے
 باقی کو نہیں اور اصل یہ ہے کہ جسے سکوت کو وجوب کی نفی ہے اسکی مراد یہ ہے کہ یہ سکوت صحت جمعہ کے واسطے شرط
 نہیں بخلات غیر کے اور بعض نے اتفاق نقل کیا ہے کہ اگر کلام نماز میں جائز ہے جیسا کہ اندہ کے کوئین سے
 ڈرانہ اور بعض نے کہا کہ جب خطیب خطبہ میں پادشاہ کے واسطے دعا کرنے لگے تو اسوقت جب ہنسا جب ہنسا
 یہ دعا بعضوں کے نزدیک مباح ہے جبکہ ہنر کا خوف ہو اور جب ہنر کا خوف نہ ہو تو مباح نہیں والد اعلم اور دو خطبوں کے
 درمیان کو جلسے میں کلام کرنی شافعیہ اور حنبلیہ اور ابو یوسف کو نزدیک جائز ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ حرام ہے اور
 محمد حنفی کہتے ہیں کہ کردہ ہے باب الساعۃ التي فی یوم الجمعۃ جمعے کی مقبول گہری کا بیان یعنی جمعے
 کو دن میں ایک گہری ایسی ہے کہ اس میں مسلمان جو دعا کرے قبول ہو جاتی ہے جب تک گناہ کا سوال کرے
 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيُ يَسْأَلُ
 اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا أُعْطَاهُ وَإِنَّا كَأَنَّا نَسْتَبِيدُ بِثِقَلِهَا تَرَجُمُ ابْنُ مَرْيَمَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَسْلَمَةَ وَابْنُ
 جَعْفَرٍ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ
 جمعہ کو دن کو ذکر کیا سو فرمایا کہ اس دن میں ایک ایسی گہری ہے کہ اسکو کوئی بندہ مسلمان نہیں پاتا اور وہ نماز پڑھتا
 ہو خدا سے کوئی چیز مانگے مگر خدا وہ چیز اسکو دیتا ہے یعنی اس میں مسلمان جو دعا کرے قبول ہوتی ہے اور جو چیز
 سے مانگے خدا اسکو وہ چیز عنایت کرتا ہے خواہ قصداً اس میں دعا کرے یا یوں ہی اتفاق سے اس میں دعا واقع ہو
 جاوے لیکن شرط یہ ہو کہ گناہ کے واسطے دعا نہ کرے کہ وہ قبول نہیں اور اپنے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا حال میں
 اسکی کمی بیان کرتے ہو یعنی نہایت تھوڑی دیر رہتی ہے صحابہ اور تابعین وغیرہ علما کو اس گہری مقبول
 میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ساعت اب ہی باقی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اب باقی نہیں حضرت صلے
 اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہو چکی اور بر تقدیر اول بعض کہتے ہیں کہ ہر جمعے میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر سال ایک
 جمعے میں ہے اور بر تقدیر اول بعض کہتے ہیں کہ جمعے میں اسکا وقت معین ہے اور بعض کہتے ہیں کہ معین نہیں اور
 بر تقدیر اول بعض کہتے ہیں کہ وہ وقت معین کے ابتداء سے انتہا تک باقی رہتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ
 اسکی کسی لحظہ غیر معین ہوتی ہے اور بر تقدیر ثانی اسکی ابتدا کر کہاں سے ہوتی ہے اور انتہا کہاں سے ہوتی ہے
 اور پھر بعض کہتے ہیں کہ ہمیشہ اسکا ایک وقت معین ہے اور بعض کہتے ہیں کہ معین نہیں بلکہ وقت بدلتا رہتا ہے
 کسی جمعے میں کتنی آتی ہے اور کسی جمعے میں کسی وقت آتی ہے اور بر تقدیر ثانی تمام دن میں بدلتی رہتی ہے یا کچھ دن
 میں بدلتی رہتی ہے سو جانا چاہیے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اب وہ گہری باقی نہیں ہی سو یہ قول انکا مسلک ہے

نزدیک محدود ہے اور باوہر پرہیز کیا کہ اسکا قائل جو ٹہلے ہے اور جمہور علما کا مذہب ہے کہ وہ گہری ابھی ہو
 ہوا اور جمعے میں اتنی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ تمام سال کی ایک جمعہ میں اتنی ہے اسکا قول ہی محدود و چنانچہ ابوہریرہ
 نے اس قول کو ہی رو کیا اور بعض کہتے ہیں کہ جمعے میں اسکا وقت معین نہیں جیسا کہ شب قدر کا کوئی وقت
 معین نہیں اور حکمت پسین لوگوں کو رغبت لانا اور منع کرنا ہے اس لیے کہ وہ جمعے کو دن عبادت میں ثابت کو شکر
 کریں اور صبح سے شام تک عبادت اور دعا میں مشغول رہیں بخلاف اس کے کہ اگر ہر کا کوئی وقت معین ہوتا تو نقطہ ہی
 وقت عبادت کرتے اور وقت ترک کرتے مومنان کو چاہیے کہ جمعے کو دن صبح سے شام تک دعا میں مشغول
 رہیں تاکہ وہ گہری مقبول بھی اس میں آبادی اور بعضوں نے کہا کہ ایک جمعہ میں شام صبح سے چاشت تک دعا کرے اور
 پھر دو ستر جمعے میں چاشت سے لیکر دوپہر تک دعا کرے اور پھر یک جمعے میں دوپہر سے لیکر ظہر تک دعا کرے اور علیٰ ہذا
 القیاس آخر دن تک ابھی دعا کیا کرے کہ اس میں وہ گہری ہی آبادی اور بعض کہتے ہیں کہ ہر جمعے میں اسکا وقت
 بدلتا رہتا ہے کہ کسی دن کے اول میں اتنی ہے اور کبھی درمیان میں اور کبھی اخیر میں اکثر کہتے ہیں کہ ہر کا وقت بدلتا
 بدلتا نہیں لیکن اس میں یہی علماء کو اختلاف کا دل قول یہ ہے کہ وہ گہری صبح کی اذان کا وقت ہے
 دوم قول یہ ہے کہ صبح صادق سے سورج نکلنے تک، قول سوم یہ ہے کہ ہر کا وقت عصر سے لیکر سورج ڈوبنے تک
 ہی قول چہارم یہ کہ وہ امام کے منبر سے اترنے اور کبیر تحریر کے درمیان کا وقت، قول پنجم یہ کہ ہر کا وقت سورج
 نکلنے کو بعد پہلی ساعت، قول ششم یہ کہ اسکا وقت طلوع آفتاب کے قریب سے قول سہم یہ ہے کہ وہ گہری دن کی تیسری
 ساعت ہی قول ہشتم یہ کہ ہر کا وقت زوال سورج سے ہندو سایہ ہونے تک، قول نہم یہ کہ ایک ماہہ پورا سایہ چھو
 تک ہی قول ہم کہ زوال کے بعد ایک بالشت کی ایک ماہہ سایہ ہونے تک، یا زہم یہ کہ وہ عین زوال کا وقت
 دوازدھم یہ کہ وہ جمعے کی اذان کا وقت سیزدھم یہ کہ وہ وقت
 زوال سے آدمی کے نماز میں آنے تک ہی چہار دھم یہ کہ وہ وقت زوال سے لیکر امام کے آنے تک، یا زہم یہ کہ
 کہ وہ وقت زوال سے لیکر سورج ڈوبنے تک، یا زہم یہ کہ وہ وقت امام کے آنے سے لیکر نائلی گیت تک ہی سہم یہ کہ وہ
 وہ گہری امام کے باہر آنے کا وقت ہی زہم یہ کہ وہ گہری امام کے آنے سے لیکر نائلی گیت تک ہی سہم یہ کہ وہ
 وہ گہری امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نائلی گیت تک ہی سہم یہ کہ وہ گہری امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نائلی گیت تک
 حلال ہونے تک، یا سہم یہ کہ وہ گہری اذان کا وقت ہے اور زہم یہ کہ وہ گہری امام کے منبر پر بیٹھنے کا وقت
 بست دوم یہ کہ وہ گہری امام کے خطبہ شروع کرنے سے لیکر اس کے تمام کرنے تک، یا سہم یہ کہ وہ گہری امام کے
 جبکہ امام منبر پر بیٹھے اور خطبہ شروع کرے بست چہارم یہ کہ وہ گہری امام کے خطبہ شروع کرنے سے لیکر امام کے
 بست پنجم یہ کہ وہ گہری امام کے خطبہ شروع کرنے سے لیکر امام کے خطبہ شروع کرنے سے لیکر امام کے خطبہ شروع کرنے سے لیکر امام کے

مصلیٰ پر گہری ہوئے تھکے بہت ہنتم یہ کہ وہ گہری نماز کے لیکر نماز کے تمام ہونے تک بہت ہنتم یہ کہ اس کا وقت نہ ہو جیسے حضرت علیؓ علیہ وسلم نے جمعے کی نماز پڑھی بہت ہنتم یہ کہ وہ گہری نماز عصر لیکر سوچ ڈوبنے تک یہی کہ وہ گہری عصر گریبان ہوتی وہ کہ وہ گہری عصر کی نماز سے لیکر آخر وقت بخدا تک پہنچنے سوچ مزد ہونے پہلے تک یہی وہ کہ وہ گہری مطلق عصر بعد ہے یہی سوچ یہ کہ عطر کر بعد کی آخر گہری ہوتی وہ یہ کہ اس کا وقت آوے آفتاب ڈوبنے کو لیکر پورا ڈوبنے تک یہی سب اقوال شیخ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیے ہیں اور اس کے دلائل یہی ذکر کیے ہیں اور سب کی صحت اور ضعف کا حال یہی مفصل بیان کیا ہے اور یہ اقوال ابیہمین ہر جہت ایک دوسرے کے معارض نہیں بلکہ اکثر ان کی تائید میں ہو سکتی ہے اور اکثر اقوال شیخ اس کا وقت میں ہر جہت سے اس سے مراد نہیں کہ وہ گہری اس تمام وقت کو گہری لیتی ہیں بلکہ معنی اس کا یہ ہے کہ وہ اس وقت کو دیریاں اس لیے کہ حضرت مصلیٰ علیہ وسلم نے اس کو بہت قلیل بتلایا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ستائیس خفیف اور ہلکی ہے اور افعال وقت کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ انہیں بدلتی رہتی ہے پس ہر گاہ ابتدا منظر اس کے کا مثلاً ابتدا خطبے کا اور انتہا اس کا انتہا نماز کا اور بہت لوگوں نے جو اس کو معین کیا ہے تو شاید وہ اس کی یہ ہے کہ اوقات مذکورہ جو وقت میں ان کی دعا قبول ہونے کا اتفاق ہوا اسی کو انہوں نے معین کر دیا پس اس تقریر سے سب میں تطبیق ہو جاوے گی الا ناد ابدال بعد اسکے جانتا چلیے کہ ان سب قولوں میں نہایت صحیح اور بہت قوی رد قول میں ایک مذکورہ ساعت اس وقت ہے کہ امام سنبر پر بیٹھے بیان تک کہ نماز تمام ہو چکا اس قول کی سند ابو موسیٰ کی حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت مصلیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے قبول ساعت امام کے بیٹھنے سے نماز کے ادا ہونے تک دو بار قول یہ ہے کہ وہ گہری جسے کی اخیر ساعت ہر جب سوچ ڈوبنے لگے چنانچہ عبداللہ بن سلام سے اسی مضمون کی حدیث منقول ہے اور دن کی بارہ گہری ہوتی ہیں محب طبری نے کہا کہ سب میں زیادہ صحیح حدیث ابی موسیٰ کی ہے اور سب میں زیادہ مشہور عبداللہ بن سلام کا قول ہے اور ان کے سوا باقی جو قول ہیں انہیں سے بعض تو ان کے موافق ہیں اور جو موافق نہیں تو ان کی اسناد ضعیف اور یا موقوف ہے اور کہنے والوں نے اپنی اجتہاد سے کہا ہے دلیل سے نہیں کہا اور ابو سعید سے روایت ہے کہ حضرت مصلیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کو وہ ساعت معلوم ہوئی تھی لیکن میں اس کو پہل گیا ہوں سو یہ حدیث ان ہونوں قولوں کہ معارض نہیں اس لیے کہ احتمال ہے کہ ابو موسیٰ اور عبداللہ نے پہلنے کو پہلے حضرت مصلیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہو یا ابیہمین ہی اختلاف ہے کہ ان دونوں قولوں میں زیادہ صحیح کون قول ہے سو بعض نے تو حدیث ابی موسیٰ کو ترجیح دی ہے چنانچہ بیہقی نے امام مسلم سے نقل کیا ہے کہ اسے نہ کہ حدیث ابو موسیٰ ہے ابیہمین بڑی گہری اور بہت صحیح ہے اور یہی نقل ہے بیہقی اور ابن عربی اور ایک جماعت اہل علم کا قرطبی نے کہا کہ یہ حدیث اس مسئلے میں نص ہے پس اس کے سوا کسی قول کی طرٹ لغات تک نہ لائق نہیں امام نووی نے کہا کہ یہی قول صحیح بلکہ صواب ہے

مکہ مکرمہ کی بارگاہ عالیہ میں اس کا جواب دیا گیا ہے

اور بعض علماء نے عبدالبر بن ملجم کے قول کو ترجیح دی ہے چنانچہ ترمذی نے امام احمد سے نقل کیا کہ اکثر محدثین سے یہی قول ثابت ہوتا ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ اس باب میں قول زیادہ ثابت ہے، اور یہی قول ابراہیم حاکم اور طوسی اور یحییٰ کا اور یہی محکم ہے امام شافعی سے یہ لوگ کہ بخیرین کہ ابو موسیٰ کی حدیث موقوف ہو لیکن امام نووی نے لکھا ہے کہ رفع غلطی کی غرض سے اور زیادتی ثقہ کی بالاتفاق مقبول ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مقبول گھڑی ان دو وقتوں میں نہ عصر یعنی کسی خاص وقت میں عین نہیں بلکہ مبہم ہے اور یہ دو قول ایک دوسرے کے معارض نہیں ایسے کہ احتمال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت ایک کوتاہ یا پورا اور دوسرے وقت دوسرا بیان کیا ہو اور ابن عبدالبر نے کہا کہ دو نو وقت دُعا میں کوشش کرنی چاہیے اور یہ قول ثالث اگلے ہی کہ اُمّیں دو دن کی تطبیق ہو جاتی ہے اور فائدہ اس گھڑی اور شب کو نہ معین کرنے کا یہ ہو کہ آدمی کو زیادہ رغبت اور زیادہ حرص پیدا ہو ورنہ نماز اور دعا میں زیادہ کوشش کرے اور تمام وقت عبادت میں مشغول رہے اور اگر وہ گھڑی عین بھیجائی تو لوگ اس وقت پہ سارے بیٹھے اور باقی وقتوں میں دعا گزارنا چھوڑ دیتے پس اس فائدہ کے بعد یہی اگر کوئی اسکی تعمین طلب کرے تو اس پر شاہی تعجب ہے اور اس حدیث کو اور یہی کسی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک کہ بتنے کو دن کو بڑی فضیلت ہو کہ اُمّیں ایک گھڑی مقبول ہے اور یہ کہ مستحب ہے کہ اُمّیں بہت دعا کرے اور علم باب اِذَا نَفَرَ الْكُلُّ النَّاسِ عَنْ الْأَمَلِمِ فِي صَلَوةِ الْجَمْعَةِ فَصَلَكَ الْأَمَلِمِ وَمَنْ بَقِيَ جَاؤَزًا أَفَرَجَبَةٍ کی نماز میں لوگ امام کے پیچھے سے نماز چھو کر چلے جاویں تو اس صورت میں امام باقی مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اور بعض نے لوگوں کا امام کے پیچھے سے چل جانا باقی لوگوں کی نماز کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے فت ظاہر اس باب سے عرض امام بخاری کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ جس نے اُمّیں کو ساتھ جمع قائم کرنا صحیح ہوتا ہے انھما امام کے ساتھ نماز میں اول سے آخر تک ہر شرط نہیں صرف بغیر تحریم میں انکا موجود ہونا شرط ہے بعد اسکے اگر بعض مقتدی امام کے پیچھے سے نماز توڑ کر چلے جاویں جو باقی لوگوں کی نماز میں کچھ خلل نہیں آتا اور جس نے لوگوں کے ساتھ جمع صحیح ہوتا ہے انکی تعداد کو امام بخاری نے ہوا سے بیان نہیں کیا کہ وہ حدیث اسکی شرط پر نہیں تھی سو جانتا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ جمع کو قائم کرنے میں کتنے آدمی کا ہونا شرط ہے سو یہاں قول یہ ہے کہ فقط ایک آدمی سے جمع کی نماز صحیح ہو جاتی ہے نقل کیا ہے اسکو ابن حزم نے قول دوم یہ کہ دو آدمی سے صحیح ہوتا ہے اور یہ قول بخنی اور ابوالظاہر ریفر کا قول سوم یہ کہ امام کے عواد وقت می ہون یا یہ قول ابو یوسف اور محمد رحمہما کا قول چہارم یہ کہ امام کے ساتین آدمی اور یہ قول ابو حنیفہ رحمہما کا ہے قول پنجم یہ کہ سات آدمی ہون اور یہ قول حکمران کا ہے قول ششم یہ کہ نو آدمی ہون اور یہ قول سابع کا ہے قول ہفتم یہ کہ بارہ آدمی ہون اور یہی بدیعہ کا ایک قول ہے قول ششم یہ کہ سو یا امام کے آٹھ آدمی اور یہ قول اسحاق کا ہے قول ہفتم یہ کہ جس آدمی ہون اور یہ ایک قول امام مالک سے قول ثامن یہ ہے کہ امام کے ساتھ چالیس آدمی ہون اور

یہ قول امام شافعیؒ کا ہے قول دوازدهم یہ کہ سوا امام کے دس آدمی ہوں اور پہلی قول امام شافعیؒ کا ہے قول سیزدهم یہ کہ چھ یا سب آدمی ہوں اور یہ ایک قول امام احمدؒ کا ہے اور یہی محکم ہے عمر بن عبدالعزیز سے قول چہارم یہ کہ سب آدمی ہوں اسکا دوسری نے حکایت کیا ہے قول مانزدہم یہ کہ سب آدمی ہوں بدون قید کے عدد معین کے اور پہلے قول اخیر کو ترجیح معلوم ہوتی ہے باعتبار دلیل کے انتہی فتح اور امام نوکانی نے کہا ہے کہ قرآن حدیث میں ان اقوال کی کوئی دلیل پائی نہیں جاتی ہے بلکہ کتاب اور سنت میں ایک حرف ہی پایا نہیں جو اپنے دلالت کرے واللہ اعلم

حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عُمَيْرٍ وَقَالَ حَدَّثَنَا زَائِدٌ عَنْ حَصِينٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ بَشِيرٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلْتَ عَيْرُ خَوْلٍ لَعْدًا مَا فَالْتَفَتَا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَزَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَوَلَدَ أَرَاؤُا تَجَادَةً أَوْ لَهْوًا أَنْفَضُوا إِلَيْهَا وَزَكُّوا قَائِمًا تَرْجَمَهُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ عَنْهُ دَارِيتُ هُوَ كَمَا تَمَّ مِنْ كَرِهُتِ صَلَّي السَّعْدِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَ سَاثَةً نَمَازُ پُڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک فائدہ غلہ لادے ہو گیا یا سو لوگ نماز چھوڑ کر اسکی طرف چلے گئے (یعنی اس لیے کہ اس وقت نہایت فحشاء ہوا تھا) یہاں تک کہ حضرت صلی السعدیہ وسلم کے ساتھ سوا بارہ آدمی کے اور کوئی نہ رہا ہو وقت یہ آیت اتری کہ جب لوگ یکہین ہوں یا کتنا یا کچھ نماز کو کہندے جاویں اسکی طرف اور جبکہ چھوڑ جائیں کہہ الا یہ فظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس وقت نماز کے اندر تھے اور نماز توڑ کر چلے گئے تھے لیکن ایک روایت میں صحیح مسلم کے آیا ہے کہ حضرت صلی السعدیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے سو بخاری کی آخر میں جو نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے تو اس سے یہ ہے کہ نماز کے منتظر تھے اور نماز کے منتظر کو حکم نماز پڑھنا ہے پس اس دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جاوے گی اور یا خطبے کو نماز کہنا تسمیۃ اکتے بما قاربہ کی قبیل سے ہو اور ایک روایت میں ابو عوانہ اور طبری کے آیا ہے کہ جب لوگ کوئی نجات کرتے تو لڑکیاں باجہ بجا یا کرتی تھیں سو لوگ انکی آواز کر اسکی طرف دوڑ جاتے تھے اور حضرت صلی السعدیہ وسلم کو چھوڑ جاتے تو اس وقت یہ آیت اتری سو ممکن ہے کہ دو وقت میں یہ آیت اتری ہو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کہڑے پڑھنا چاہیے جیسا کہ اوپر گذرا اور یہی معلوم ہوا کہ خطبہ جمعہ کو واسطے شرط ہے اور یہ خطبہ شروع ہونے کو بعد چلے جانا مکروہ ہے اور اس حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ اگر جمعہ کی نماز میں امام کے پیچھے سے بعض مقتدی چلے جاویں تو باقی لوگوں کی نماز جائز ہوتی ہے اور ہمیں دسے شافعیہ اور حنبلیہ یہ وہ کہتے ہیں کہ نماز جمعہ میں چالیس آدمی کا اول سے آخر تک باقی رہنا شرط ہے اگر بعض لوگ خطبہ کے درمیان نماز کے درمیان چلے جاویں اور پیر نہ آویں یا بہت دیر بعد آویں تو باقی لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر پہلی گت کو تمام ہوئیے بعد چلے جاویں تو جائز ہے اور نہیں لیکن سب کچھ بنا براسکے ہے کہ اس حدیث میں فضلی سے نماز پڑھنی ہرگز کہی جاوے اور اسکو ابتداء اسلام پر محمول کیا جاوے جبکہ فائدہ کو توڑ کر جانا درست تھا

اب یہ حکم اہمیت لائے اہل علم سے منسوخ ہے اور اگر نصلی سے مراد خطبہ کہاجاوے جیسا کہ اور پگہ زچکا ہے تو پھر اس حدیث کی باب سے کوئی نسبت معلوم نہیں ہوتی مگر کہ حالت نماز کو حالت خطبے پر قیاس کیا جاوے اور اس کی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام کے ساتھ فقط ایک آدمی باقی رہ جائے تو اس وقت امام کا جمعہ درست نہیں ہوتا اور یہی مذہب ہے جمہور کا اور بعض نے کہتے ہیں کہ اگر ایک بھی باقی ہو تو جب ہی جمعہ صحیح ہو جاتا ہے اور بعض نے کہتے ہیں کہ میں کا شمار شرط ہے اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر سب مقتدی رکوع جو در پہلے چلو جاوے تو امام کا جمعہ نہیں ٹھہرے اور ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں اگر تکبیر تحریر کے بعد چلے جاوے تو جمعہ ٹھہرے اور رکوع اور سجود کے بعد بیٹھنے کے نزدیک جمعہ ٹھہرے اور اس حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ انما جسے کی صحت کو واسطے چالیس آدمی کا ہونا شرط نہیں جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں اور بعضی حدیثوں میں جو چالیس آدمی کے ساتھ جمعہ ٹھہرنے کا ذکر آیا جیسا کہ بعد وغیرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے تو اس سے شرطیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ ان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انکو چالیس آدمی کے ساتھ جمعہ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اس سے قیل مدول کی نفی نہیں نکلتی ہے اور بعض نے شافعیہ حدیث صلوٰۃ الکریمہ کو اصل سے چالیس آدمی کی شرط سمجھنے سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہ حدیث تمام احکام واجبہ اور مندوبہ میں وارد ہوئی ہے سو بعض احکام کے وجوب کا اسکا دلالت کرنا اور بعضوں پر نہ کرنا قطعاً نہیں ہو گا والد علم **بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَفِيهَا جَمْعٌ** کی نماز سے پہلو اور پیچے سنتیں پڑھنے کا بیان **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّلُمِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْغُرَبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي ... رَكْعَتَيْنِ** ترجمہ عبد اللہ بن عمر کہ روایت ہے کہ مقرر تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ پڑھا کرتے دو رکعتیں ظہر سے پہلو اور دو رکعتیں ظہر سے پیچہ اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اپنے گہر میں اور دو رکعتیں عشاء سے پیچے اور جسے کی نماز کے بعد کچھ نہیں پڑھتے تھے وہاں تک کہ گہر کو ملٹ جاتے سو گہر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے بیان میں اختلاف ہے اول خلاف اس مسئلے میں یہ ہے کہ ظہر کی نماز سے پہلو چار رکعت سنت پڑھے یا دو رکعت پڑھے سو امام شافعی نے فرمائے کہ نزدیک ظہر سے پہلو دو رکعت سنت ہے انکی دلیل یہی حدیث ابن عمر کی ہے اور ابو حنیفہ کو وغیرہ کہتے ہیں کہ ظہر سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے اور دلیل انکی ام حبیبہ کی حدیث ہے جو صحیح مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بارہ رکعت نفل پڑھے چار ظہر سے پہلو اور دو اس کے پیچہ اور دو مغرب کے پیچہ اور دو عشاء سے پیچہ اور دو فجر سے پہلو تو اسکے واسطے خدا بہشت میں گہر بناوے گا لیکن تفصیل میں ترمذی کی روایت میں آئی ہے اور ایک دلیل انکی علی بن ابی حمزہ کی حدیث ہے جو ترمذی میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلو چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے پیچہ دو رکعتیں پڑھیں ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اس پر عمل ہے

مذہب جمہور کا اور بعض نے کہتے ہیں کہ اگر ایک بھی باقی ہو تو جب ہی جمعہ صحیح ہو جاتا ہے اور بعض نے کہتے ہیں کہ میں کا شمار شرط ہے اور ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں اگر تکبیر تحریر کے بعد چلے جاوے تو جمعہ ٹھہرے اور رکوع اور سجود کے بعد بیٹھنے کے نزدیک جمعہ ٹھہرے اور اس حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ انما جسے کی صحت کو واسطے چالیس آدمی کا ہونا شرط نہیں جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں اور بعضی حدیثوں میں جو چالیس آدمی کے ساتھ جمعہ ٹھہرنے کا ذکر آیا جیسا کہ بعد وغیرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے تو اس سے شرطیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ ان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انکو چالیس آدمی کے ساتھ جمعہ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اس سے قیل مدول کی نفی نہیں نکلتی ہے اور بعض نے شافعیہ حدیث صلوٰۃ الکریمہ کو اصل سے چالیس آدمی کی شرط سمجھنے سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہ حدیث تمام احکام واجبہ اور مندوبہ میں وارد ہوئی ہے سو بعض احکام کے وجوب کا اسکا دلالت کرنا اور بعضوں پر نہ کرنا قطعاً نہیں ہو گا والد علم

اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ کا اور یہی قول ہے سیفان ثوری اور ابن مبارک اور سحاق رحمہ اللہ مسلم بن عائشہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے پھر پھر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے اور اس کے بعد نماز کی خبر کی ترجمہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیثیں اکثر قویٰ میں اور حدیث ابن عمرؓ کی فعلی ہے اور قویٰ کو ترجیح دیتی ہے فعلی اور ابن عمرؓ کی حدیث میں دو رکعتوں سے مراد تینۃ المسبحین کہ حضرت علیؓ علیہ السلام سنتیں گھر میں پڑھ آیا کرتے تھے اور جب مسجد میں آئے تو دو رکعت تینۃ المسبحین پڑھتے اور نیز قویٰ حدیثوں میں عدہ ہیئت کا ہے اور فعلی میں نہیں اور اگر کسی دوپڑہ لے لے اور کسی چارپڑہ لے دو نوح جائز ہے امام نووی نے کہا کہ دو جائز ہیں اور چار افضل ہیں اور دو اختلاف اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جمعے کو پہلے اور پچھلے کئی سنتیں پڑھنی چاہئیں ایک جماعت محدثین کی تو باطل اس سے انکار کرتے ہیں کہ جمعے کو پہلے کوئی سنت نہیں دو نوح جائز نام بخاری کے نزدیک مجموعے سے پہلے دو رکعت سنت ہے جیسا کہ اس باب میں مذکور ہے اور ابن عمرؓ کی اس حدیث میں اگرچہ جمعے کا ذکر نہیں لیکن بخاری نے جمعے کو ظہر کی نماز پر قیاس کیا ہے کہ جیسا ظہر پہلے دو رکعت سنت پڑھنی چاہیے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جمعے سے پہلے چار رکعت سنت ہے اور یہی مروی ہے ابن سو دیرہ اور یہی قول ہے سیفان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک کا اور یہ لوگ اس باب میں کئی حدیثیں پیش کرتے ہیں لیکن وہ سب ضعیف ہیں جیسا کہ فہم الباری میں مذکور ہے لیکن ابو جعفر طبرانی کے قابل احتجاج ہو سکتے ہیں اور اگر جمعے کو ظہر پر قیاس کیا جاوے تو حدیث عائشہ اور امام حنیفہ کی جو ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ہے منسوخ پر دلالت کرتی ہے وہ بھی اسکی ثبوت ہو سکتی ہے اور بعضی حدیثوں کو عموم سے جمعے کو پہلے دو رکعت سنت ہے معلوم ہوتی ہیں ہو کہا جاوے گا کہ دو نوح جائز ہے خواہ جمعے سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے اور خواہ دو رکعت پڑھے اسلئے کہ ہمیں سب حدیثوں کی تطبیق ہو جاتی ہے اور جمعے کو بعد کی سنتوں میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جمعے کی چھٹی دو رکعت سنت پڑھے اور یہی مروی ہے ابن عمرؓ اور ترمذی نے کہا کہ اگر یہ نکلے بعض اہل علم کا اور ساتہاسی کے قائل ہیں امام شافعی اور احمد اور بیہقی کہتے ہیں کہ جمعے کو بعد چار رکعتیں سنت پڑھے اور قویٰ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور انکی دلیل یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی جمعے کو بعد نماز پڑھنی چاہے تو چار رکعتیں پڑھے ترمذی نے کہا کہ بعض اہل علم کا عمل اس پر ہے اور ابو یوسف اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جمعے کے بعد چار رکعتیں ہیں اور افضل چار ہیں اور دلیل انکی ابن عمرؓ اور علیؓ رحمہ اللہ کی حدیث ہے کہ وہ جمعے کو بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے رواہ ابو داؤد وغیرہ اور تطبیق ابن سوط سے ہو سکتی ہے کہ ہر طور سے جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اگر مسجد میں ہو تو دو رکعتیں پڑھے اور اگر گھر میں ہو تو چار رکعتیں پڑھے جیسا کہ صاحب قاسوس نے کہا ہے بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا أَقْبَضْتُمُ الْمَسْأَلَةَ فَانْتَرُوا فِي الْأَمْزَانِ ابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ اِسْ آیت کا بیان کہ ہر جب تمام ہو چکے نماز تو یہ سبیل بڑو زمین میں اور وہ ہونڈ و فضل اللہ کا کافی

میں روایات کی کمی ہے جو حدیث میں مذکور ہے

امام بخاری کی اس باب میں ہے کہ اس آیت میں جو جمعہ کو بعد روزی تلاش کر لے گا حکم آیہ ہے تو یہ حکم واسطے
 احتجاج کے ہو جو کہ واسطے نہیں اور پہلے جمعہ کا ہے یعنی اگر بعد نماز جمعہ کسی کو حاجت ہو تو کوئی کب
 کہے کہ سب سے اول حاجت ہو تو نہیں اور بعضوں نے کہا کہ جو شخص نماز جمعہ کو بعد تجارت کرے اس کے کتب
 برکت آتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اول اس دنیاوی کام نہیں بلکہ عبادت میں کی اور جنازہ وغیرہ میں حاضر ہونا اور
 ہر حدیثی سے عبد بن ابی مریمہ قال حدثنا ابو عثمان قال حدثنا ابی حاریم عن سہیل قال کان
 قینا امرأۃ فجعل علیہ الذبائح فی منزعة لھا سلقا فکانت اذا کان یوم الجمعة تفرغ اصول السلق
 ففعلہ فی قدر لثقی جعل علیہ قبضۃ من شعیر تطنہا فتکون اصول السلق عرقہ وکنا ننصرہ
 من صلوة الجمعة فنسکہ علیہا فکثر ذلک القل عام الیسا فذلک عرقہ وکنا ننصرہ یوم الجمعة لعلنا
 ذلک ترجمہ سہل سے روایت ہے کہ ہمارا وہ میں ایک عورت تھی جس نے اپنی کہتی میں ان پر گاجرا و چند بویا کر لی تھی
 جب جمعہ کا دن ہوا تو چند کی جڑوں کو زمین پر اکھاڑی اور انکو ہانڈی میں ڈالتی پہر ایک مٹی جو کا آٹا پیڑا رستی سو
 گا جی جڑ میں پک کر گوشت کی طرح ہو جاتیں سو ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر پٹا آتے اور اگر اس عورت کو سلام کہتے
 سو وہ اس کہانے کو ہمارو آگے کہتی سو ہم سکو انگلیوں سے چاٹتے اور کہاتے اور ہم جمعہ کو دن اسکے کہانے کی
 بہت تندر کہتی تھی اور سکو نہایت غنیمت سمجھتے تھے یعنی واسطے کہ ان دنوں اصحاب پر رزق کی بہت تنگی تھی
 اور سخت فقر ناؤ کدنا تھا پس آندو کرتے تھے کہ جب جمعہ ہو گا اور کب اسکا کہانے کا ف اس حدیث سے معلوم
 ہوا کہ بیگانی عورت پر سلام کہنا جائز ہے اور سب سے کہ جو کچھ حاضر وہ ہمان کے آگے لا کر کہو اگر کوئی اونے
 بھر ہوا دینی معلوم ہو کہ اصحاب پر نہایت فقر ناؤ کدنا تھا کہ گاجرا و کو بننے گوشت کو سمجھتے تھے اور باوجود اسکے
 عبادت کی طرف بہت جلدی کرتے تھے حدیثی سے عبد بن ابی مریمہ قال حدثنا ابی حاریم عن ابیہ
 عن سہیل بن سعد لھذا او قال ما کنا نقیل ولا نغدی الا بعد الجمعة ترجمہ سہل نے یہی حدیث
 بیان کی جو اسی گزری چکی ہے اس میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ ہم نہیں سمجھتے اور صحیح کا کہنا ناہیں کہاتے تھے مگر بعد جمعہ
 کو ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کے بعد روزی تلاش کرنا واجب نہیں اسلئے کہ وہ اصحاب بعد جمعہ
 کو کہانے اور سب سے واسطے جاتے تھے اگر واجب ہوتا تو بعد اسکے قیلوا نہ کرتے واسطہ علم باب القایة بعد
 الجمعة جمعہ کی نماز کے بعد قیلوا کرنے کا بیان حدیثی سے عبد بن ابی حاریم عن ابیہ عن سہیل بن سعد لھذا او قال
 الفرادی عن حمید قال سمعت انس یقول لکنا نکریموم الجمعة نغدی نقیل ترجمہ انس سے روایت ہے
 کہ ہم جمعہ کی نماز اول وقت پڑھتے تھے پہر بعد اسکے قیلوا کرتے تھے یہ حدیث پہلے گزری چکی ہے حدیثی
 سے عبد بن ابی مریمہ قال حدثنا ابو عثمان قال حدثنا ابی حاریم عن سہیل قال کنا نصلی مع النبی

اللہ علیہ وسلم الجمعة ثم تكون القائلة ترجمہ پہلے سے روایت اگر ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا
 جمہور بنا کر تے تھے پھر بعد اسکے قیلو کہ ہوتا ف یہ حدیث بھی گزر چکی ہے پس ان دونوں میں سے کونسا
 کو دن نماز جمعہ کو بعد قیلو کہ کرنا چاہیے اور جمعہ کو نہایت اول وقت ادا کرنا چاہیے واللہ اعلم
 بسم اللہ الرحمن الرحیم ابواب صلوة الخوف خوف کی نماز کا بیان یہ ہے کہ پڑھنا جائز ہے
 ف خوف کی نماز ہو سکتی ہے بین جو دشمن کے خوف اور مقابلے کو وقت پڑھی جاتی ہے یعنی اگر مسلمانوں اور کافروں
 کی لڑائی ہو رہی ہو اور نماز کا وقت آجائے یا خوف ہو کہ اگر ہم نماز میں کھڑے ہونگے تو کافر بھیجے ہی میرا پیٹنیگے
 تو ایسی حالت میں خوف کی نماز پڑھنی جائز ہے اور اسکا جواز قرآن اور حدیث ثابت ہو چکا کہ یہ آیت اسکا ثبوت
 پر دلالت کرتی ہے..... وقال الله عود جعل واذا صبرتم في الاثر من قبل الله فليكن خالاً
 قوله عداً اباً صبرنا ترجمہ اور خدا نے فرمایا کہ جب تم سفر کرو ملک میں تو تم گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں اگر تم کو
 ڈر ہو کہ ستائینگے تم کو کافر البتہ کافر تمہاری دشمن میں میرا اور جب ان میں ہو پھر انکو نماز میں کھڑا کرے تو چاہیے کہ
 ایک جماعت انکی کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لیوین اپنے ہتھیار پہرہت سبھن کر چکیں تو پھر ہو جاوین اور
 آدے دوسری جماعت جس نے نماز نہیں کی وہ نماز کریں تیرے ساتھ اور پاس لیوین اپنا بجاؤ اور ہتھیار کافر
 چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تو تمہرے چپک پڑیں ایک حملہ کر کہ لو گناہ نہیں تمہرے
 اگر تم کو تخلیف ہو میں سے یا تمہارے ہوا تو مار کہو اپنے ہتھیار اور ساتھ لو اپنا بجاؤ اللہ نے کسی ہونکر دین کے
 واسطے ذلت کی مار ف اس آیت میں نماز خوف کا بیان ہو کہ اگر مقابلے کا وقت ہو تو فوج دو حصے ہو جاوے
 ہر جماعت آدمی نماز میں امام کی شریک ہو اور آدمی جکر پڑھے جبکہ دوسری جماعت دوسری جماعت دشمن کے
 مقابل رہے اور اس وقت نماز میں آمد رفت نہ ہو اور ہتھیار اور زره وغیرہ اپنے ساتھ رکھیں اور اگر اس قدر
 ہی فرصت ہو تو جماعت موقوف کریں تنہا پڑھیں پاؤہ اور سوار اگر یہی فرصت نہ ملے تو مقرر کریں اور یہ نماز خوف
 کا ایک طریق ہے اور دوسرا طریق یہ ہے کہ امام دوبارہ نماز پڑھے ایک ایک جماعت کو پڑھاوے دوسری بار دوسری
 جماعت کو پڑھاوے اور انکے سوا اور کسی صورت میں ہی میں اور آیت سب کا احتمال کہتی ہے پس اس آیت کو ثابت ہو
 کہ دشمن کے مقابلے کو وقت خوف کی نماز پڑھنی جائز ہے پھر پوچھتے اور حسن بن زیادہ اور ابراہیم بن علیہ وغیرہ نے
 اس آیت کو دلیل بنا لی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خوف کی نماز پڑھنی جائز نہیں اسلئے کہ خدا نے
 پیغمبر کو فرمایا ہے کہ جب تمہیں ہو تو نماز کو پڑھا لیکر قول انکام دہ ہے ساتھ اجماع صحابہ کے کہ بعد حضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کے نماز خوف کی پڑھتے رہے اور ہمیں اختلاف ہو کہ حضرت میں ہی خوف کی نماز جائز ہے یا نہیں
 ابن جثون..... اور امام مالک نے کہا کہ حضرت میں خوف کی نماز جائز نہیں اور جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے اللہ

اس آیت کو شان نزول میں اختلاف کثرت علماء کے نزدیک مشہور روایات ہیں کہ یہ آیت مساکین کی نماز کے حق میں نازل ہوئی ہے اور قید خوف کی اتفاقی ہے ایسے کہ اور مدینوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سفر میں امن کے وقت بھی قصر جائز ہے اور یہی قول ہے شافعیہ وغیرہ کا لیکن شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ آیت خوف کی نماز میں نازل ہوئی ہے اور سفر کی قید اتفاقی ہے اور مدار قصر کرنے سے بابت کیفیت اور وصف کو ہے یعنی خوف کو وقت قیام اور قعود اور رکوع اور سجود میں قصر کرے اور انکو ترک کرے اشارہ سے نماز پڑھے لیکن ظاہر سلی صورت حد کثرتاً ابو الیمان قال اخبرنا شعيب بن الزهري مائة عن النبي صلى الله عليه وسلم يعني صلوة الخوف فقال اخبرنا ساليه ان عبد الله بن عمر قال عذرت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلي لنا فقامت طائفة معه واقبلت طائفة على العدو فذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم من معه وسجد سجدتين ثم انصرفوا مكان الطائفة التي لم تصل فجاؤا فركم رسول الله صلى الله عليه وسلم بهم ركعة وسجد سجدتين ثم سلم فقام كل واحد منكم فركع لنفسه ركعة وسجد سجدتين ترجمہ شریف سے روایت کیا گئی..... نہ ہر کسی پر چاہا گیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کی نماز پڑھی ہے یا نہیں سوائے کہا کہ جبکہ مسلم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر نے فرمایا کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجد کی طرف جہاد کو نکلے سو ہم نے دشمن سے مقابل کیا اور لڑائی کے واسطے صف باندھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز پڑانے کو لیے کھڑے ہوئے اور فجر دو حصے ہو گئی سو ایک جماعت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑی ہوئی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابل ہوئی سو اپنے اپنے مقدمہ کو لے کر ہو گیا اور دو سجدہ کیے یعنی ایک کعت تمام کی یہی جماعت ایک کعت پڑھ کر دوسری جماعت کی جگہ چلی گئی جس نے نماز نہیں پڑھی تھی یعنی دشمن کے مقابل ہو گئی اور دوسری جماعت امی (اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑی ہوئی) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے رکوع کیا اور دو سجدہ کیے پھر اپنے سلام پھیری اور ہر ایک جماعت کو اپنی ایک کعت علمی پڑھانی یہ جنگ فات الزاع کا ذکر ہے جو بنی غطفان سے واقع ہوا تھا کہ اسیاتی انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جماعتوں نے پہلی ایک ایک کعت ایک حالت میں پڑھے لیکن راجح یہ قول ہے کہ انہوں نے باقی ایک ایک کعت علی سبیل التعاقب پڑھے یعنی گئے پیچھے تاکہ درست مطلوبہ وقت نہ ہو جاوے اور اس کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو ابو داؤد نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیری تو دوسری جماعت (جس نے اخیر کعت اپنے ساتھ کھڑی تھی) اور اسی نماز کی جگہ میں باقی ایک کعت ادا کی اور سلام پھیر کر دشمن کو مقابلے میں چلے گئے اور وقت پہلی جماعت اپنی ایک کعت باقی علمی پڑھ کر کے سلام پھیری سو دوسری جماعت کی نماز میں تو کچھ فرق واقع نہ ہوا بلکہ دونوں کعتیں ایک ساتھ پڑھی گئیں اور پہلی جماعت کی نماز میں فرق واقع ہوا کہ انہوں

مر قبل بخلاف روایا المد وضا فھنا م فظا م رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہو جائے گی امید ہو تو اس وقت کیا کر خوف کی نماز پڑھے یا فتم ہونے تک نماز کو تاخیر کر کو پوری پڑھے ف بعض علماء کہتے ہیں کہ جب ظفر باری کی امید ہو اور قلعہ فتم ہو جائے گا گمان ہو تو اس حالت میں اگر خوف کی نماز پڑھنے کی فرصت ملے تو نماز کو تاخیر کر کے بعد فتح کے نماز کو قضا کر کے پڑھنا جائز ہے **وَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ اِنْ كَانَ تَحْتِهَا الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ اَتَمَّ كُلِّ امْرِئٍ لِنَفْسِهِ اِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْاِيْمَانِ اٰخِرُ وَالصَّلَاةُ حَتَّى يَتَكَشَّفَ الْقِتَالُ اَوْ يَأْمَنُوا فَيَعْلُو دُكَّتَيْنِ اِنْ لَمْ يَقْدِرُوا صَلُّوا كَعَةِ وَتَسْجُدَتَيْنِ اِنْ لَمْ يَقْدِرُوا فَلَا يَجِزُ لَهُمُ التَّكْبِيرُ وَيُؤَخَّرُ وَنُفْلًا حَتَّى يَأْمَنُوا اَوْ يَهُ قَالَ مَكْحُولٌ** یعنی امام اوزاعی نے کہا کہ اگر فتم طیار ہو اور نماز کی فرصت نہ پادین میں اس کے ارکان اور فعل بجا نہ لاسکیں تو اشاریہ نماز پڑھیں ہر اوزاعی تنہا تنہا اور اگر اشاریہ سے پڑھنے کی ہی فرصت پادین کی نماز کو تاخیر کریں یہاں تک کہ لڑائی تمام ہو جاوے یا بخوف ہو جاوے اس سے کہ اب دشمن نہیں لڑینگے تو ہوت دور کعت نماز پڑھیں اور اگر دور کعت کی قدرت نہ پادین نہ فعل سے اور اشاریہ سے تو فقط ایک کعت پڑھیں اور دو سجود کریں اور اگر ایک کعت کی ہی قدرت پادین تو پہر لڑائی کی کمی ہو یعنی سبحان اللہ اللہ اکبر کہنا کافی نہیں بلکہ تاخیر کریں یہاں تک کہ خوف ہو جاوے اور یہی قول ہے محول کا ف اس کلام میں تقدیم یا خیر واقع ہوئی ہے اصل میں یہ کلام اس طرح ہے کہ اگر دور کعتوں کی فرصت ملے تو فعل سے اور اشاریہ سے فقط ایک کعت ہی کافی ہے جیسا کہ ابن عباس سے اور گزرجا ہے اور اگر ایک کعت بھی فرصت ملے تو نماز کو تاخیر کر کے یہاں تک کہ لڑائی نہ ہو جاوے یا لڑائی قائم ہو کر مدد پہنچنے کو سبب منہاں ہو کہ دور کعت نماز پڑھے جیسا کہ دومری روایت میں میراچکا ہے اور یہ جو کہا کہ فقط گھیر کہنی غنا کے بعد کافی نہیں ہے اس میں اتفاق نہیں بلکہ امام اوزاعی وغیرہ کہتے ہیں کہ خوف کی نماز کے بعد اگر فقط سبحان اللہ اللہ اکبر کہہ لیو تو یہی کافی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ سے سید بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے کہ جب دشمنوں کا مقابلہ ہو اور نماز کا وقت آجاوے تو فقط سبحان اللہ والحمد للہ والاکھ لا اللہ واللہ اکبر پڑھنا غنا کے بدلے کافی ہو جانا ہے اور یہی انکی نماز ہے اپنی دو ہزار انکا لازم نہیں اور مجاہد نے کہا کہ دوڑنے کو وقت اگر ایک کعبہ پڑھ لیو تو یہی کافی ہو جاتی ہے اور اسحاق بن ابیہ نے کہا کہ دوڑنے کو وقت ایک رکعت اشاریہ پڑھ ہی اسکی فرصت نہ ہو تو ایک سجدہ کرے اسکی بھی فرصت نہ ہو تو اللہ اکبر کہے پس ہی نماز ہے اور جو اوزاعی نے کہا کہ اگر اشاریہ کی غاقت نہ ہو تو پہر بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ عقل کے ہوتے اشاریہ سے عاجز ہونا ممکن نہیں ہے یہ صورت کسی صحیح ہو سکیگی جو جواب اسکا یہ ہے کہ شاید اشاریہ کے وقت بھی تعقیال قبلہ کو شرط جاتی ہے تو جواب قبلہ کی طرف نہ ہو سکا تو گویا کہ اشاریہ ہی عاجز ہو گیا اور بعضوں نے کہا کہ وضو اور تیمم سے عاجز ہونا گویا بظاہر عاجز ہونا ہے واللہ اعلم اور اس قول سے معلوم ہوا کہ اگر قلعہ فتم ہو نیکی وقت نماز کی فرصت ملے اس خیال سے کہ اگر سلا نماز میں شغل ہو گئے تو دشمن کو مہلت مل جاوے گی اور قلعہ فتم نہیں ہو گا تو اس حالت میں نماز کو فتم ہونے تک تاخیر کرنا جائز ہے بعد کو قضا کر کے پڑھے پس اسکی وجہ مطلقاً اس قول کی بات اور اسکی باقی سب صورتوں میں نماز کو قضا

کرنا درست نہیں حکم فقط اسی صورت کہ ساتھ خاص ہی بلکہ اکثر علماء اس صورت میں ہی قضا کو جائز نہیں کہتے
 کہتے ہیں کہ جس طرح سے ہو سکے اسی وقت اگر کسی کو خواہ فعل سے ہو خواہ اشاریہ سے **وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ حَدَّثْتُ**
مُتَاهِصَةً حِينَ شَئَرْتُ عِنْدَ إِصْنَاءِ النَّجْدِ وَاشْتَدَّ اشْتِدَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ يُصَلِّ
إِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَا هَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوسَى فَبُغِيَ لَنَا قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَمَا تُرْنِي بِذَلِكَ
الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا يَنْبَغِي انہ نے کہا کہ میں قلمو شتر کی فتح ہونے کی سبب کو حاضر ہوا یعنی صبح کے وقت قلمو
 فتح ہوا تھا اور میں ہی اس جنگ میں موجود تھا سوار امی تخت گرم ہوئی اور لوگوں نے نماز کی فرصت نہ پائی نہ فعل سے
 اور نہ اشاریہ سے سو نماز قضا ہو گئی سو ہم نے وہ نماز سورج بلند ہونے کے بعد ابو موسیٰ شعیری کے ساتھ پڑھی سو وہ
 قلم ہمارے واسطے فتح ہو گیا انہ نے کہا کہ کہیں خوش کرتی مجھ کو کہ اس نماز کے تمام دنیا اور جو چیز کہ دنیا میں لینے اس
 وقت کا جنگ میں مشغول ہونا اور بعد فتح کے نماز کو پڑھنا مجھ کو تمام دنیا سے بہتر ہے کہ وہ لوگ کام ہو گئے قلم ہی فتح
 ہو گیا اور نماز ہی ادا ہو گئی یا نماز کو اپنے وقت پڑھنا تمام دنیا سے بہتر تھا تو یہ ہوس ہے نماز کے قضا ہونے پر
 واللہ اعلم **ف** تسریک شہر کا نام ہے اہواز کے ملک میں یہ شہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتح ہوا تھا اس اثر بھی
 معلوم ہوا کہ اگر قلمو فتح ہونے کی امید کے وقت نماز کی فرصت ملے تو نماز کو تاخیر کرے اور بعد فتح کے قضا کر کے پڑھے
 اور یہی وجہ سے مطابقت اس حدیث کی باب کماثر حدیثنا بھی **قَالَ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ**
عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسْتُكْفِّرُ
فَرُكِبَ وَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ قَالَ فَذَلَّ إِلَى بَطْحَانَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا عَابَتِ الشَّمْسُ
لَهُ صَلَّى الْعَرَبُ بَعْدَ مَا تَرَجَّمَهُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سے روایت ہے کہ خندق کے دن عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کفار قریش کو کالی
 دیو لگے اور عرض کی کہ یا حضرت میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ سوچ ڈوبنے لگا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 کہ قسم جو خدا کے مینے ہی ابھی تک عصر نہیں پڑھی سو آپ بطحان (ایک میدان کا نام ہے) کی طرف تشریف لگے اور وضو
 کیا اور عصر پڑھی بعد سورج ڈوبنے کی یہ بعد اس کے مغرب کی نماز پڑھی **ف** یہ حدیث آخر مواقیت میں گذر چکی ہے
 اس میں اختلاف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن نماز کو کسوجہ تاخیر کیا سو بعض کہتے ہیں کہ یہ اس کے
 دیر ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے نماز جان بوجہ کر دیر کی اور برحق ثانی بعض کہتے ہیں کہ انہی میں مشغول ہونے کی
 وجہ سے دیر کی اور یہی مذہب امام بخاری کا اور یہی وجہ سے مطابقت اس حدیث کی باب میں اور بعض کہتے ہیں کہ
 آپ نے طہارت میں سر ہونے کو سبب تاخیر کی تھی اور یہی مذہب مالکون اور حنبلیون کا سلیطے کے نزدیک
 انہی کے مشعل سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ آیت خوف کو نازل ہونے سے پہلے کا

کسی کو ملاشت کی اور کسی پانوش شہر کو ف بنی قریظہ یہودی لوگ تہہ کہتے کہ قریب دین کو بنی انکی ہستی اور گڑبے تھے
 حضرت علیؓ علیہ السلام میں اور انہیں جملہ تہی پانچویں سال ہجری میں انہوں نے قول اقرار توڑ ڈالا اللہ خدق کی لڑائی میں کافر
 کو شریک ہو کر جو جب حضرت علیؓ علیہ السلام خدق کی لڑائی سے فارغ ہوئے اور کافر سر ہوا چلنے کو جب پہاگئے
 تو آپؓ نے اصحاب کو فرمایا کہ بنی قریظہ پر دھاوا کرو اور عصر کی نماز میں جا کر پڑھ بیٹھے بہت چلچلاؤ سو اصحاب حضرت علیؓ علیہ السلام
 کے حکم سے اس طرف روانہ ہوئے اور وہیں عصر کا وقت قضا ہوئے لگا سو بعضوں نے راہ میں نماز پڑھ لی اور کہا کہ حضرت علیؓ علیہ السلام
 وسلم کو یہ غرض تھی کہ اگرچہ نماز کا وقت جا تا رہے کوئی راہ میں ہوا تو بنی قریظہ کے نماز پڑھے بلکہ غرض انکی جلدی جانا
 تھا اور بعضوں نے راہ میں نماز پڑھی اور کہا کہ ہم تو بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں اگرچہ نماز کا وقت جا تا رہے حضرت علیؓ علیہ السلام
 نے ہم سے وہیں نماز پڑھنے کو فرمایا ہے سو انکی نماز قضا ہو گئی اور پورا قضا کا کتاب المغازی میں انہیں اور دیگر ائمہ
 تعالیٰ اور غرض اس حدیث سے یہاں ہے کہ بنی قریظہ نے نماز کو قضا کیا اور بنی قریظہ میں جا کر پڑھا انکی نماز جائز ہو گئی کہ انکو پھر
 ملاشت کی باوجود دیکھا انہوں نے وقت کو فوت کر دیا تھا اور جب غسل کے واسطے نماز کو وقت سے نکال کر پڑھنا جائز ہوا تو ایسی حالت
 میں وقت کو اندر شمار سے نماز پڑھنی بطریق اولیٰ جائز ہو گئی پس طابک الشان سے نماز پڑھنا جائز ہو گا میں سطاقت
 اس حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی اور اوزاعی کے مذہب کی تقویت ہو گئی **بَابُ التَّكْلِيفِ وَالْعَلَسِ بِالْعُسْرِ**
وَالصَّلَاةِ عِنْدَ الْاَعَاذَةِ وَالْحَرْبِ صبح کی نماز ... اول وقت مذہبیری میں پڑھنے کا بیان اور دشمن پر یا جانکس اور
 بے خبر جا پڑنے کو وقت اور لڑائی کے وقت نماز پڑھنے کا بیان **ف** اغارة کہتے ہیں یا ایک جا پڑنے کو اور بے خبر
 لینے کو تاخر تا راج کو دن عدد یکا یک مجرم آمدن بوقت غفلت **حَدَّثَنَا سَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَحَادُثٌ زَنَدُوا**
عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صَهْبِيٍّ نَابِتِ الْبَلْخَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْفَجْرَ
بِفَكْلَسَ ثُمَّ دَكِبَ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ حَزْبَتِ حَبِيبًا نَارًا أَنْزَلْنَا بِأَحَادِثِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُسْلِمِينَ
فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَاكِ وَيَقُولُونَ مُحَمَّدٌ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَفَّلَ الْمُعَاذَةَ وَسَمِيَ الذَّارِدِي فَصَارَتْ صِفَةً لِلدَّحِيَّةِ الْكَلْبِيَّةِ وَمَا دَرَتْ لِرَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ حَبْلًا أَهْلًا عِنْدَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ لِنَابِتِ بَا أَبَا مُحَمَّدٍ
أَنْتِ سَأَلْتِ أَنْسَاءَ مَا أَهْرَهَا فَقَالَ أَمَهْرَهَا نَفْسَهَا قَبَسْتُمْ ترجمہ انس سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام
 نے صبح کی نماز اندھیر میں پڑھی یعنی جب غمیر کے دن پہر سواہر ہوئی اور فرمایا اللہ رب العزت ہے غراب ہوا خیر ہوا اسلئے کہ تم
 جب ہم اتریں کسی قوم کے ڈانڈا ہی پر تو تیری ہو جاتی ہے صبح ڈرائے گین کی سودہ لوگ کو چون میں چلتے باہر نکلے
 اور کہتے ہیں کہ یہ محمدؐ اور ہمارا شکر آپس میں ہوا ام بخاری نے کہا کہ خیرش کہہ کر کہتے ہیں حضرت علیؓ علیہ السلام انہر غالب کی
 اور قلم خیر خیر ہو گیا سو اپنے لئے والے مردوں کو قتل کیا اور مردوں کو دھپڑے بال بچھن کو قید کر لیا سو صحیفہ حضرت

بنی قریظہ کی سردار تھی اور حیکلی کے حصہ میں آئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو عطا کیا اور پھر نبی کے صفیہ کے ہاتھ
 آئی سو آپ نے اس سے نکاح کیا اور اسکے آزاد کرنے کو ہم نہیں پایا۔ عبد العزیز (راوی) نے ثابت کر کہا کہ امی ابو محمد نے
 انس سے پوچھا ہے کہ آپ نے نکاح کیا نہیں یا تھا انس نے کہا کہ آپ نے اسکی جان کو ہکامہ ہڑیر یا یعنی ہکامہ آزاد کرنا
 سو عبد العزیز اس کے ہنسنے لگو ف جب خبر فتح ہوا اور عورتیں ہندی میں پکڑی گئیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیہ کو
 فرمایا کہ تو جا کر قیدیوں میں ایک لونڈی پکڑ لی سو کسے جا کر صفیہ کو جا کر لیا اور صفیہ تمام بنی قریظہ کی سردار تھی اور سب
 جمال میں سب افضل تھی سو لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حال ذکر کیا اور عرض کی کہ وہ لونڈی مدون آپکا اور
 کسی کو لائق نہیں تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحیہ کبلی کو اسکے عوض میں اور لونڈی دی اور اسکو اس سے واپس لے لیا
 پھر آپ نے اس سے نکاح کیا اور اسکی آزادی اسکا ہم نہیں پایا اور باقی بیان اسکا کتاب النکاح میں آئندہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ
 اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ خراب ہو اخیر سو آپ نے انکو حق میں بد دعا کی کہ خدا انکا خراب کرے اور یا آپ نے وحی کے ذریعہ
 آئندہ کی خبر دی کہ اخیر خراب ہو جاوے گا یعنی فتم ہو جاوے گا یا آپ نے وعدہ الہی پر اعتماد کر کے فرمایا کہ خدا نے سبزیوں سے نصرت
 کا وعدہ کیا ہو اس آیت کو قرینہ سے جو آپ نے پڑھی یا آپ نے اس آیت کو بطور نیک فال کے پڑھا پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر
 نماز کا وقت قریب ہو تو نماز کو لڑائی شروع ہونے سے پہلے پڑھ لینا افضل ہے بلکہ معین تاکہ نماز خوف کی یا تاخیر
 نماز کی حاجت نہ پڑے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس باب کی نماز خوف سے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**
کِتَابُ الْعِیْدِ میں دو نوامیدوں کے احکام کا بیان **ف** عید کا معنی لغت میں پہر آنے کا ہے اور چونکہ عید
 دن ہر سال میں پہر آتا ہے اسلئے اسکو عید کہا گیا ہے اور معنوں کے کہا کہ یہ دن سب خوشی کا ہے اسکو ساتھ خوشی ہر
 سال پہر آتی ہو واسطے اسکو عید کہا گیا **بَابُ سَاجَدٍ فِي الْعِیْدِ** وَ التَّحْوِيلُ فِيهِمَا عِيدٌ وَ زَيْتٌ كَرْنِی اور عبد
 پڑے پہرے کا بیان **حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزَّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ**
ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ حَبْثَةً مِنْ أَسْتَبْرَقٍ بَاعَ فِي الشُّوقِ فَلَخَذَهَا فَأَنَّى يَهَارُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّبِعْ هَذِهِ تَحْتَمِلُ بِهَا الْعِیْدُ وَالْوُفُورُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مِنْ لَاحِلَاقٍ لَهُ فَلَيْتَ عَمْرٍَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلَيْتَ نَحْنُ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبْثَةً وَبِجَاجٍ فَأَقْبَلَ يَهَارُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
لَا تَكْ قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مِنْ لَاحِلَاقٍ لَهُ وَأَنْزَلْتَ إِلَيَّ هَذِهِ الْجَبَّةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَسْتَعْمَلُهَا وَيُقَيِّبُ بِهَا حَاجَتَكَ تَرَجِمَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَرْثُفٍ عَنْ رِثَاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
 دیکھا سو اسکو پڑا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لائی اور عرض کی کہ یا حضرت آپ اسکو خریدو یا عید اور پہر
 آنے کو دن اس سے زینت کیا کریں یا آپ نے فرمایا کہ یہ تو لباس لڑکوں کا ہے جو آخرت میں بے نصیب سو عمر بن خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عمر بن الخطاب

بیسے ہی جتنے کہ اللہ نے چاہا لے پاس افتد کو بہت مدت گز گئی یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی جبہ پہنا جس پر
 سر کو کپڑا کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے سو عرض کی کہ یا حضرت اپنے تو فرمایا تھا کہ یہ لباس
 اس شخص کے ہے جو آخرت میں نصیب ہو اور پیر پیر نے یہ جبہ میرے پاس بھیجا ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے
 تیرے پاس اس واسطے نہیں بھیجا کہ تو اس کو پہننے میں تصرف ہو اس واسطے بھیجا ہے کہ تو اس کو بیچ کر اسکی قیمت فائدہ اٹھاؤ اور اسکی
 حاجت دوائی کرو کہ یہ حدیث کتاب الجمعہ میں پہلو گزر چکی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عید کے واسطے ذینت کرنی اور
 عہد کپڑے پہننے جائز نہیں اسلئے کہ جب عمر نہ لے آپ و زینت کو واسطے ریشمی جوڑا خرید لے گا سوال کیا تو آپ نے عمل ذینت
 اس پر انکار نہ کیا صرف اس جو بیسے منے کیا کہ وہ ریشمی تھا اور ریشمی کپڑا پہننا مکروہ کو حرام ہے یہ اپنے خزانہ عید کے ذینت کرنی
 منع ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب و اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
 کی ہے کہ وہ عید کو دن نہایت عہد کپڑے پہنا کرتے تھے اور باقی بیان اس کا کتاب اللباس میں آئندہ آویگا باب الحجاب
 وَالذَّرِيقُ يَوْمَ الْعِيدِ عِيدُكُمْ دُونَ ذَالِ وَرَبِّ جِصْيُونِ كَيْسِلُ مَكِّيَانِ لَعْنَةُ جَارِئَتَانِ لَعْنَتَانِ بَيْضَاءِ بَقَايَا
 سَاعِ هَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ ذُحَيْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْفَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسَدِ قَالَ حَدَّثَنَا
 عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِئَتَانِ لَعْنَتَانِ بَيْضَاءِ بَقَايَا
 فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفَرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَأَنْهَرَنِي وَقَالَ فَرَمَادَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ وَخَوَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنَاهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزَتْهُمَا خَرَجَتَا وَكَانَ أَبُو
 عَيْنٍ يَلْعَبُ فِيهِ السُّودَانُ بِالذَّرِيقِ وَالْحَرَابِ فَأَمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا قَالَ
 تَشْتَهَيْنِ تَنْظِيرِينَ فَقُلْتُ لَعْنَهُمَا قَامَتِي وَرَأَيْتُ خَدَيْ عَلَى خَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ دُؤْمُكُمْ يَا بَنِي آدَمَ
 حَقٌّ إِذَا أَمِلْتُ قَالَ لِي حَسْبُكَ قُلْتُ لَعْنَهُمَا قَالَ فَادْهَبِي تَرَجِمِي عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَأَيْتُكِ أَمْرًا
 میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس دو چوٹی لڑکیاں بعلث کی لڑائی کی بہادگی کر چکی اور اشتداد گائی ہیں سو آپ
 (کچھ ارادہ کر) لیٹ گئی اور اپنے اس طرف سے پیرا سو (پچھپچھ کر) ابوبکر رضائے اور مجھ کو چہرہ کا اور کہا کہ تو میرے پاس شیطانی
 کا باجیوں لائی ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ انکو چھوڑ دے سو جب بیٹھیں ابوبکر رضائے اس طرف
 غافل ہوئے اور کسی اور خیال میں لگ گئی تو میں نے انکو اشارہ کیا کہ نکل جاؤ سو وہ دونوں نظر پکڑ کر نکل گئیں اور وہ عہد کا
 دن تھا اور حبشی ڈال اور رب جیصون کہیل ہوئے سو یا تو میں نے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور یا اپنے
 فرمایا کہ کیا تجھ کو دیکھنے کی خواہش ہے میں نے کہا ہاں سو اپنے مجھ کو اپنے پیچھے کھڑا کیا اس حال میں کہ میرا رخسارہ کپڑے سے لپکتا
 پر تھا اور آپ فرماتے تھے کہ لو اپنی ڈال اور رب جیصون کو اور اور عہد کی اولاد یہاں تک کہ جب میں تہک گئی تو فرمایا کہ تو نے میری
 میں نے کہا ہاں فرمایا کہ جاؤ انصار کو مدت سو دو گروہ چلے آتے تھے ایک نام اوس تھا اور دوسرے کا خرچ تھا ان

گروہ میں ایک سو بیس برس عداوت اور دشمنی چلی آتی تھی اس عرصے میں لنگے درمیان کئی بار بڑی بڑی معرکے اور لڑائیں واقع ہوئیں کہیں کسی کو فتح ہوئی اور کہیں کسی کو سوسے اخیر لڑائی اکی درمیان بجاٹ (ایک قلعہ کا نام ہے) کو پاس واقع ہوئی تین سال ہجرت سے پہلے اور یہ بڑی یہاں لڑائی ہوئی تھی کہ دونوں طرف کے سردار ہمدین مقتول ہوئے اور ہمدین اس کو فتح ہوئی اور دونوں طرف کو شاعر و لفظ اپنے اپنے بھیا دون کی تعریف میں اشعار کہے وہی اشعار یہ لڑکیاں لیا تھیں جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو وہ عداوت قدیم اکی اسلام کی برکت سے دور ہو گئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے دن ایسے راگ کا کچھ مضامین نہیں کہ دن شرعاً خوشی کا دن ہے پس اگر چوٹی لڑکیاں تھیں اور یہاں وہی وغیرہ کے شاعر خوش آواز سے پڑھیں جہاں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی رخصت دی لیکن ہمدین ہی شرط یہ ہے کہ جو ان عداوت کافی والی نہ ہو اور مضمون راگ کا خلاف شرع نہ ہو اور سیطرح بعضے عالموں نے شادی بیاہ اور ختنے وغیرہ خوشی کی مجلسوں میں ہی بے مزایہ زار راگ ڈون کو ساتھ درست کہا ہے بشرط کہ دینی کام میں کچھ حرج نہ ہو اور رگانے والا خوبصورت لڑکا اور اجنبی جوان عورت ہو اور راگ کا مطلب خلاف شرع نہ ہو لیکن اس حدیث سے مراد ظاہر ہوتا ہے کہ عید کو سوا اور دونوں میں گانا اور راگ کرنا خواہ دن کے ساتھ ہو خواہ بے دن کے ہو منع ہے اسلئے کہ حدیث میں ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شیطان کا باجہا تو اپنے صدیق رذو کو یہ فرمایا کہ ایسا تم کہہ بیٹھیاں کا باجہ نہیں اور حرام ہی نہیں بلکہ فرمایا کہ ان لڑکیوں کو منع نہ کر یہ دن عید کا ہے لینے عوم منع کے حکم سے اسدن میں استعداد کھیل اور خوشی مخصوص اور ستھنے سے پس اس حدیث سے مطلق مرد اور راگ کو جائز ہونے پر دلیل پکڑنی جائز نہیں کہ سوا عید کے ڈون میں ہی راگ کرنا جائز ہو مگر اس نکتے میں صحابہ اور تابعین کے رائے سے اختلاف چلا آیا ہے وعلما سلف کے نزدیک شہ پہلی سلسلہ ہے کہ راگ کرنا اور سننا حرام ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ مَراد راگ ہے اور ابن عباس اور ابن مسعود اس پر قسم کھاتے ہیں کہ اس گیت سے یہی راگ مراد ہے اور سیطرح کہتے ہیں کہ آیت وَاسْتَغْفِرْ مِنْ اسْتَطَعْتَ مِنْ غَمٍّ يَصُودُكَ میں ہی مراد آواز شیطان سے راگ ہے اور سیطرح وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ اور آیت وَانْتُمْ سَاعِدُونَ مِّنْ جِهَادِکُمْ جیسا کہ ابن عباس اور مجاہد نے تفسیر کی اور ابن عمر سے روایت ہو کہ وہ راگ سے منع کرتے ہیں اور حضرت علی سے روایت ہے کہ جہاد میں مراد اس کا جنازہ نہ پڑنا جاوے اور ابن مسعود سے روایت ہو کہ راگ دلہن نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی ساگ کو پیدا کرتا ہے اور سیطرح انس سے روایت ہے کہ راگ اور کھیل دل میں نفاق پیدا کرتے ہیں اور سیطرح ابو ہریرہ سے یہی روایت ہے اور فضل بن عیاض نے کہا کہ راگ ناکا شہر ہے اور یہی قسم کی حدیثیں اس باب میں آئی ہیں جہاد کو حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اگرچہ وہ احادیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن متعدد طرق اور کثرت ہماروں کو وجہ و وجہ میں کو پہنچ جاتی ہیں اور حدیث حسن بالاتفاق لائق حجت کہہ جاتی ہے اور حدیث لڑکیوں کی تو بالاتفاق صحیح ہے ظاہر وہی علمی ہوا کرتی ہے

کہ سوا مویعہ کے اور دونوں میں اگر کرا حرام ہے ہیواسطے فقہار اہل فتوے اور شہیدان دین نے اسکی حرمت میں نہایت
 سبالتوا و تشدید کی ہے اور چاروں اماموں کا مذہب یہ ہے کہ اگر سننا مکروہ ہے اور مطلق حرام ہونے کی روایت یہی بہت
 اماموں کی آبی ہے چنانچہ علامہ درغیان لٹری اور حاد اور غنی اور ناکی وغیرہ حرمت کو قائل ہیں اور اہل کوفہ و عراق اور مدینہ
 سب ہی یہی بقول ہے اور امام بغوی نے عالم التذلل میں لکھا ہے کہ اگر سننا تمام دین میں حرام ہے اور امام طہی نے کہا کہ
 راگ کو حرام ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں لینے بالاتفاق حرام ہے اسلئے کہ وہ کہیل اور قاشے میں داخل ہے اور کہیل
 بالاتفاق منع ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ بعض مونیون نے اس حدیث عائشہ رحمہ سے دلیل پڑی ہے کہ اگر راگ
 کا گانا اور سننا جائز ہے خواہ کسی بے کے ساتھ ہو یا بدون باجو کے ہو لیکن انکے رد کو واسطے کافی ہے وہ حدیث
 جو آئندہ باب میں آوے گی اسلئے کہ ہمیں عائشہ نے خود تصریح کر دی ہے کہ وہ لڑکیاں آگ گانے والی نہیں تھیں یعنی وہ
 راگ اور سرور کی طرز طریق سے واقف تھیں نہیں پہچانتی تھیں کہ راگ کیا ہوتا ہے اور کسکو کہتے ہیں جیسا کہ انبیا علی
 عورتیں اسکے طرز طریق سے واقف ہوتی ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ جو راگ لوگوں میں شہر و معروف ہو اور فتنہ انگیزی کا
 ہوتا ہو اسکو عائشہ نہ ہرگز جائز نہیں کہتیں تھیں اور اس قسم کے راگ میں اگر عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف ہو یا شہاب
 وغیرہ حرام چیزوں کی توصیف ہو تو ایسا راگ سننا بالاتفاق حرام ہے جو کہ خصوصاً لوگوں میں اس باب میں خرافات و بدعات
 نکالی ہیں بالاتفاق حرام ہیں لیکن ہواشی شیطانی اور نفوس شہواتی انہر غالب گئی یہاں تک کہ بہت صوفی دیوانوں اور گونوں
 کی طرح ناچتے ہیں بلکہ بعض سکونت خدا حاصل کرنے کا سبب مانتی ہیں اور اعمال سالم میں داخل کرتے ہیں لیکن تحقیق یہ ہے
 کہ یہ نشانی زندقہ اور چھپرہ تدن کی ہے اور سب طرح باجے بجانے میں یہی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ انکے حرام ہونے
 پر اجماع ہو چکا ہے اور بعض اسکے برعکس دعو کرتے ہیں وہ لوگ فتنہ بجانے و تمام باجون کا جواز دیتے ہیں لیکن ان
 کو جائز ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور قسم کے سبب جو بھی جائز ہوں گے کماشیافی ولیمہ اوس کتاب لاغیرہ نہ شارسد تعالیٰ
 انتھے لخصا پس اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ کہ فی ہاتنا اس ملک ہند میں خصوصاً اٹان وغیرہ اطراف سند کے طہرین اور جو کچھ
 صوفیوں میں مروج اور معمول ہے کہ دیا اور سمع اور شہرت اور حبیہ بنا کے واسطے راگ اور غزل کی مجلسیں کہتے ہیں اور بعض
 انہیں ناچنے کو واسطے آتے ہیں کہ لوگوں میں انکی شہرت ہو اور لوگ انکی تواضع کریں اور بعض صرف کہانے اور نقدی
 حاصل کرنے کی غرض سے آتے اور اگر کمال بیجا ہی کرتے ہیں کہ دیوانوں کی طرح ناچتے ہیں اور ہا کہتے ہیں ہوا ایسا کہ
 کہنا بالاتفاق حرام ہے اور کسی نے میں کسی بزرگ سے وہ طریقہ رومی نہیں عقل کے اندر خیال کرتے ہیں کہ جیسا ہمارا
 حال ہے سلف کا یہی حال تھا کہ دیوانوں کی طرح انکے اقوال کو نقل کرتے اور فقہ و فکھ سے ہیں اور واقف لوگوں کو
 سلف کو عقائد سے پیچھے نہیں معاذ اللہ کیا گذرہ ہو کیا ساشس کا شر کہ آپ کو فقیر کہلاتے اور فقیری کا لباس
 پہنتے تشرعاً انہر تقدیر واجب اور انکی تعظیم حرام اور سب طرح اس مجلس کا حال ہے جو بزرگوں کا عرس کرتے ہیں حاصل کلام مر

مقام میں ہے کہ جو لوگ کہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے مطلق راگ کہ جائز نہیں ہے پر دلیل بکڑے تبیں تو یہ ہند لال انکا غلط اور مردود
 اور بچہ وجوہ و جواب اس ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود اس حدیث میں تحریر کر دی ہے کہ وہ لڑکیاں آگ کی طرز پر تھیں
 جانتی تھیں اور انکی آگ کی عادت نہیں تھی اور وہ برآگ نہیں تھا جو لوگوں میں مشہور اور مرجع ہے اور خرافات کو شمار
 ہے وجہ دوم یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو شیطان کا باجہ کہا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس کو یہ فرمایا کہ ایسا مت کہہ شیطان کا باجہ نہیں اور حرام نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ ان لڑکیوں کو منع مت کہ برقع آپ
 کی تقریب ہے کہ آپ بھی اس کو شیطان کا باجہ کہنا برقرار رکھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آگ کا حرام ہونا اس وقت اصحاب میں
 مشہور و معروف تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہ یہی بلا توقف یہ کلمہ بیان سے فرمایا کہ یہ شیطان کا باجہ ہے اور اسکی کام کو یکا
 یک حرام یا حلال کہہ دینا اصحاب کے نشان سے نہایت عید ہے پس حدیث ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر آگ حرام ہے
 وجہ سوم یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو مطلق جواز پر ہند لال کیا جاوے تو حضرت کا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ فرمانا کہ ہر قوم کے واسطے ایک
 عید کا دن ہوتا ہے اور ہماری عید کا دن یہ ہے بالکل لغو ہو جاوے گا وجہ چہارم یہ ہے کہ وہ لڑکیاں بالغ تھیں اور نیز وہ فقط
 بہادری کو شمار کرتی تھیں عقیدہ وغیرہ فتنہ انگیز کلام کا اسمین ایک حرف یہی نہیں تھا امام نووی نے شرح مسلم میں کہا
 ہے کہ وہ لڑکیاں صرف لڑائی شریعت میں تھیں اور بہادری اور غلبے کا فخر کرتی تھیں اور ایسا پڑھنا لڑکیوں کو شہوت
 کا باعث نہیں ہوتا اور شعرون کا پڑھنا آگ مختلف فیہ میں داخل نہیں کہ یہ فقط شعرون کو بلند آواز سے پڑھنا ہوتا ہے
 یہ واسطے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انکی آگ کی عادت نہیں تھی جیسا کہ آگ کانے والی عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ ایسا
 آگ عشق آمیز گاتی ہیں کہ اس سے نفس کو شہوت اور حرص اور زنا کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور نیز لڑکیاں اس آگ کے ساتھ
 مشہور بھی تھیں اور انکی پیشہ تھا اور انکا کسب تھا اور بک لوگ شر پڑھنے کو بھی آگ کہتے ہیں حالانکہ وہ آگ مختلف فتنہ
 داخل نہیں بلکہ وہ مباح ہے اور ایسا اصحاب پر سے بہت مبالغہ ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اصحاب کے کہا ہے
 پس ثابت ہوا کہ اس حدیث سے آگ جواز پر ہند لال قطعاً باطل ہے لیکن اگر کوئی شخص عید کو دن اس خصوصیت کے ساتھ آگ سے
 جسطورہ اس حدیث میں آیا ہے تو مباح ہے ورنہ مطلق حرام ہے چنانچہ فیض الباری میں کہا ہے فیقتصر علی ما ورد فیہ النص وفتا
 وکیفیۃ اور یہ یہ مباح بھی تقویٰ اور دیانت کو برخلاف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر اصرار فرمایا اور اسکی طرف کان
 نہ لگایا پس معلوم ہوا کہ تقدیر آگ سننا بھی تقویٰ کے مخالف ہے اور بعض اصحاب نے تابعین وغیرہ سے جو آگ کی اباحت منقول
 ہو تو اول تو اسکی سند مجہول ہے پانچویں کو نہیں پہنچتی ہے اور تقدیر ثبوت اس حدیث میں شفق علیہ کے مقابلے میں اسکی
 کہ حقیقت نہیں سیدھے کہ اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ قول صحابی کا حدیث کے مقابلے میں لائق ترجیح نہیں جیسا کہ ابن ہمام وغیرہ
 نے کہا ہے اور نیز اس آگ سے مراد وہ آگ ہے جو جہنم عشق آمیز اور فتنہ انگیز کلام نہ ہو اور ہکا مضمون شرع کے مخالف نہ ہو
 اور دلیل اس محل کی وہ تین اور حدیثیں ہیں جو ابورکبہ کی ہیں اس میں شخص کہ مطلق آگ کو جائز جانے اور لڑکے کو دینے

[illegible]

کوئی نماز مجھ پر فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں مگر نفل چاہے تو پڑھ اور اکیلا انکی یہ حدیث ہے کہ پانچ نمازیں میں جسکو اللہ تعالیٰ نے رات دن میں فرض کیا ہے سو صیفہ الخراجات دیتے ہیں کہ جیسے ان حدیثوں میں عید کی فرضیت کا ذکر نہیں ہے اسی طرح جمہور کی فرضیت کا بھی ذکر نہیں پس جس طرح جمعے کی فرضیت ثابت ہو ویسے ہی عید کی فرضیت بھی ثابت ہو اور نیز کہتے ہیں کہ فرض آپ کی اتنے نماز پنجگانہ کے بیان کرنے کی تھی جو ہر دن اس میں مقرر ہے اور عید جمعہ اس سے مخصوص ہے کہ وہ ہر دن کا وظیفہ نہیں بلکہ ہر سال اور ہفتے کا وظیفہ ہے لیکن ان جو ابوجہ یہ لازم آویگا کہ عید کی نماز بھی اور نمازوں کی طرح فرض ہے حالانکہ حفیزہ کو واجب کہتے ہیں فرض نہیں کہتے اور فرض اور واجب میں کچھ نزدیک فرق ہے اور اس حدیث سے نفس نماز عید کا سنت ہونا معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس تئیں کائنات ہونا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عید پڑھے پیچھے قربانی کرے لیکن شاید جس چیز میں ترتیب سنت ہو وہ اور خود بھی سنت ہو گا یا نماز کو مقدم کرنا اسکی تائید پر دلالت کرتا ہے پس سنت ثابت ہوگی واللہ اعلم حکم تئیں عید بن اسماعیل قال حدثنا ابو اسامہ عن ہشام عن ابیہ عن عائشہ قالت دخل ابو بکر وعمر بن الخطاب من جوارہ الا انصار لغنجان یمانقا ولت الا انصار یوم بعات قالت ولکننا معینین فقال ابو بکر امیر الشیطان فبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذلك فی یوم عید فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر ان لکل قوم عیداً وھذا عیدنا ترجمہ مائشہ روز سے روایت ہو کہ صدیق اکبرؓ مجھ پر داخل ہو کر اور میرے پاس انصار کی وجہی لو گریان لڑائی کیا دوسری کے شمار گاتی تھیں جو انصار نے بعات کی لڑائی کے لئے کہو تھے اور وہ لو گریان آگ کرنے والی نہیں تھیں یعنی یہ انکا پیشہ نہیں تھا سو ابو بکر نے کہا کہ کیا تم پیغمبر کے گھرنے شیطان کا باجہ بجاتی ہو اور یہ گانا انکا عید کے نہیں تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابی بکر ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے یعنی اس دن اس قدر خوشی کرنی جو فتنے فساد سے خالی ہو جائے ہے اس حدیث کا بیان مفصل طور سے ابھی گذر چکا ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب ظاہر نہیں لیکن احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ عبادت کو کبیل پر مقدم کرنا اہل اسلام سنت ہو یا یہ اس سنت کو لغوی معنی ہو یعنی طریقہ نماز عید کا اور ان حدیثوں میں اگرچہ فقط بفر عید کا ذکر ہے لیکن سنت میں و نور برابر ہیں پس ایک کو ذکر سے دوسری کا حکم بھی ثابت ہو جاوے گا واللہ اعلم اور اہل اسلام کی قید واسطے لگائی ہے کہ کفار کی عیدوں کا طریقہ جہاں اور انکی عادت ہی جہاں باب الا علی یوم الفطر قبل الخبز وھذا عید فطر کے دن عید گاہ کی طرف جاتے سو پہلے کچھ کہا نا مستحب ہے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن قتادہ نے کہا کہ عید فطر کے دن کہلانے میں جلدی کرنی مستحب ہے اور میں اس حکم میں کسی کا اختلاف نہیں جانتا یعنی ہر سب علما کا اتفاق ہے لیکن ابن ابی شیبہ ابن مسعود اور غنی سے روایت کر رہے کہ اگر کہیں میں کہا یا ہو تو مستحب ہے کہ وہ میں کہا دے اور اگر امین بھی نہ کہا یا ہو تو عید گاہ میں کہا دے اور بالکل

کہا کرتے ہیں کہ عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کہانے میں حکمت یہ ہے کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ نماز پڑھنے تک وہ نہ کرے
 فرض ہے اور نماز سے پہلے کہانا منع ہے جیسا کہ اول اسلام میں حکم تھا پس واسطے اپنے نماز سے پہلے کہانے کو مستحب کیا
 تاکہ یہ وہم لوگوں کے دلوں کو بالکل مٹا دے **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْصَارِيُّ**
هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَقْدُرُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ مَرَاتٍ وَقَالَ مَرْجِيٌّ بْنُ دَجَّاءَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ
حَدَّثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَا طَاهِرٌ وَنَزَّاتُ رَجْمَةُ الْأَنْسَرِيِّ روایت ہے کہ عید فطر کے دن حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو عید گاہ کی طرف نہ جاتے یہاں تک کہ جب کچھ ورین کہاتے یعنی عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے
 ضرور کچھ ورین کہا لیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صبح کو ورین کہا لیا کرتے تھے **فَطُلَانِي بَيْنَ كَهْمَا**
 اس کو کہ اول اسلام میں عید کی نماز پڑھنے سے پہلے کہانا حرام تھا پس منسوخ ہو گیا پس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید سے
 پہلے کچھ ورین کہا لیا کرتے تھے تاکہ اسکا منسوخ ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے کچھ ورین کو مستحب نہیں حکمت یہ ہے کہ
 میٹھی چیز سے انگھوں کو قوت حاصل ہوتی ہو اور جو ضعف کہ روز کیے سبک پیدا ہوتا ہے وہ اس سے
 دور ہو جاتا ہے اور نیز بشری ایمان کے موافق ہے اور اس سے دل نرم ہو جاتا ہے و اس واسطے بعض تابعین نے مستحب کہا
 ہے کہ روز میٹھی چیز سے کہو لا جاوید خواہ کچھ ورین خواہ شہد ہو خواہ کچھ اور شربت وغیرہ ہو اور اگر کسی کو میٹھا مینہ ہو کہ
 تو پانی کے ساتھ ہی روزہ کہول ڈالے تاکہ اتباع سنت کی مشابہت حاصل ہو جاوید کچھ ورین کو طاق ہو واسطے
 کہاتے تھے کہ خدا طاق ہے اور کیلا ہو اسکا کوئی شریک نہیں **بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ** عید کو دن کہانے کا
بَيَانٌ حَدَّثَنَا سَدُّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَمْعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَكَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ فِقَامٌ وَجِلْ فَقَالَ لَهَذَا أَيُّمٌ كُنْتُ أَفْتِي
الْحَمْدُ وَذَكَرَ مِنْ جَبَرَانِهِ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَهُ قَالَ وَعَيْنِي جَدْعَةً أَحَبُّ إِلَيَّ
مِنْ شَأْنِي لِحَمِّ فَرَحَصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِي أَلْكَفَتِ الرَّحْمَةُ مِنْ سِوَاهُ أَمْ لَا نَزَّجِمُ
 انس سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نماز عید پہلے قربانی ذبح کر چکا ہو تو چاہیے کہ پہر
 قربانی کرے سو ایک عدد کہو اور عرض کی کہ اس دن تین گوشت کی زیادہ خواہش ہوتی ہے اور اسے اپنی ہمایوں
 کو فقہانہ کا ذکر کیا یعنی میرے ہنگام محتاج تھے واسطے میں نے نماز عید سے پہلے قربانی فوج کی تاکہ انکو کہلاؤں
 تو گویا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اس بات میں سچا جانا اور اسنے کہا کہ میری سات بیٹے کی ایک بکری ہے
 جو مجھ کو دو بکریوں کی گوشت سے زیادہ پیاری ہے یعنی واسطے کہ وہ بہت موٹی تازی ہے اور انکا مول بہت ہو حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رخصت دی (انس نے کہا) میں نہیں جانتا کہ اسکو مرد کو بھی سکی رخصت ہو چکی ہے

یا نہیں یعنی اسکو ساتھ قربانی کرنی جائز ہے یا نہیں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنی واجب ہے اور آپ اسکو دہرا کر کر کے کا حکم فرماتے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا اور انس رضی اللہ عنہ جو کہا کہ میں نہیں جانتا کہ انہی اسکو ساتھ قربانی جائز ہے یا نہیں تو اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کو یہ دونوں حدیثیں نہیں پہنچیں پہلی حدیث سے کہ لا تَذْبَحُوا الْأَمْسِيَةَ یعنی نہ حلال کرو قربانی میں مگر ایک سال کی بکری اور دوسری حدیث سے کہ لَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ یعنی تیرے بعد اور کسی کو چھ مہینے کی بکری قربانی میں کافی نہیں اس واسطے اسنے اپنا عدم علم بیان کیا اور زمانہ دونوں حدیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چھ مہینے کی بکری اور کسی کو جائز نہیں حکم فقط اسی شخص کے ساتھ خاص تھا جسکو آپ فرمایا **أَحَدٌ تَنَاوَعًا قَالُوا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبُرَيْدِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ حَبِيبُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَنْحٰى بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نَسَكَنَا فَقَدْ أَصْلَبَ النَّسَكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ قَالَهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نَسَكَ لَهُ فَقَالَ الْبُرَيْدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ الْبُرَيْدُ يَأْمُرُ بِاللَّهِ قَالِي نَسَكَتُ بِشَاكِي قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلِ وَشُرْبِي أَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ شَاكِي أَوَّلُ شَأْنٍ تَذْبَحُ فِي بَيْتِي فَذَبَحْتُ شَاكِي وَتَعَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ أَتِيَ الصَّلَاةَ قَالَ شَاكِي شَاءَ لَيْحٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ عِنْدَ نَاعَتِنَا قَالَا كَالْجَذَاعَةِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاكِي أَفْتَحِي عَنِّي قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنِ أَحَدٍ بَعْدَكَ** ترجمہ برابر روایت ہو کہ قبر عمید کو دن مانا کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا خطیبانہ اور فرمایا کہ جو ہماری طرح نماز پڑھے اور ہماری طرح قربانی کرے تو اسکی عبادت یا قربانی ادا ہوگی اور جس نے نماز سے پہلو قربانی کی تو وہ پہلے نماز سے واقع ہوگی یعنی اسکو قربانی کا ثواب نہیں اور اسکی قربانی بیہیم نہیں ہو اور بردہ بن نیار نے عرض کی کہ یا حضرت میں نے اپنی بکری کو نماز سے پہلو ذبح کر ڈالا ہے اور میں نے جاننا کہ یہ دن کہانے میں ہے اس لیے میں نے خیال کیا کہ قربانی فقط کہانے کو واسطے ذبح کرتے ہیں اس سے کوئی عبادت مقصود نہیں اور میں نے دوست جانا اس بات کو کہ جو جو بھی میری پہلی بکری جو ذبح کیا ہو میرے گھر میں یعنی میں نے چاہا کہ سب پہلے میری بکری ذبح ہوتا کہ لوگ اسکو جنت کہاویں سو میں نے اپنی بکری کو حلال کیا اور نماز کی طرف جانے سے پہلے کہا نا کہا یا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری بکری گوشت کی بکری ہے یعنی جبکہ اس سے فقط گوشت کہا نا ملا ثواب حاصل نہیں اسنے عرض کی کہ یا حضرت ہمارے پاس ایک سال سو کم کی لکب جو ان بکری ہے جو جبکہ دو بکریوں کے بہت پیادسی کیا وہ قربانی میں میرے طریق کافی ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا نا ان دونوں کفایت کر گئی پیچھے تیرے کسی **ف** بعضی محدثین میں آیا ہے کہ بقرہ عید کے دن منسوب کے پہلے نماز پڑھے پیچھے کہا نا کہا وہ سو امام بخاری نے اس باب سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ بار کی اس حدیث سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے پہلو کہا نا جائز ہے بلکہ مستحب ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بردہ کو فقط یہ فرمایا کہ تیری قربانی جائز نہیں اور یہ نہ فرمایا کہ نماز سے پہلو کہا نا مکروہ یا منع ہے

بلکہ اس کے کہانے کو برقرار رکھا اس سے معلوم ہوا کہ دو نو عیدین کا ایک حکم ہے اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ عید فطر کے دن نماز
 کو پہلے کہا دوسرا اور بقرہ عید کے دن نماز سے پہلے کہا دوسرا اور ایسے ہی ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے لیکن انکی اسناد
 میں کلام ہے اور بہت فقہانے ان پر عمل کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر نماز سے پہلے دو رکعت ہو تو مسجد کے پہلے کہا دوسرا
 اور اگر پہلے دو رکعت ہو تو مختار ہے باجانب الخروج الی المصلیٰ بغیر منبر بدون منبر کے عید گاہ کی طرف جانیے
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عید گاہ کی طرف منبر کو اٹھا کر نہیں لے جاتے تھے بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون منبر کو
 عید پڑھا کرتے تھے ہفت کہتے ہیں عید گاہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے ہزار ہاتھ کے فاصلے پر تھی حدیثی
 سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ
 عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يُؤْتِمُ الْفِطْرَ وَالْأَكْتَفَى إِلَى الْمِصْلَى فَأَوَّلُ
 شَيْءٍ يُبْدِئُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَتَعَمَّرُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ فَيُعْظَمُ وَيُؤَمِّنُ
 وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَنْقَطِعَ بَعَثَا قَطْعَةً يَا مَعْ رِبِّيهِ أَمْرًا بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَلَمْ يَزَلِ
 النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى أَمْرُ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ فِي أَصْحَى أَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا أَلَيْنَا الْمِصْلَى إِذَا لَيْنَا
 بِنَاءٍ كَثِيرٍ مِنَ الصَّلَاتِ فَإِذَا مَرْوَانَ يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضِيَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَيُجِدُّتُ شَوْبُهُ فَيُعْبَدُ فِي فَارْتَفَعُ
 فَيُخَلِّبُ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقُلْتُ لَهُ غَيْرَ كُمْ وَاللَّهِ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا تَعْلَمُ وَاللَّهِ
 خَيْرٌ مِمَّا لَا تَعْلَمُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لِنَائِبَةِ الصَّلَاةِ فَيَجْعَلُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرَّجَةً
 أَبُو سَعِيدٍ خُدْرِي سَمِعْتُ رَوَايَتَهُمْ أَنَّ هَذِهِ هِيَ عِيدُكُمْ وَنُوعِيدُكُمْ مِنْ عِيدِكُمْ گاہ کی طرف جایا کرتے تھے سو پہلے نماز
 پڑھتے پھر پڑھتے بعد لوگوں کو سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھ کر رہتے سو آپ انکو وعظ اور نصیحت فرماتے
 اور احکام دین سکھلاتے سو اگر آپ لشکر جدا کر کے کسی طرف بھیجا چاہتے تو اسکو جدا کرتے اور طیارسی کا حکم فرماتے
 یسے فلان فلان جماعت فلائی جبکہ جدا کو جدا کیسی اور چیز کا ارادہ ہوتا تو اسکا حکم فرماتے ابو سعید نے کہا کہ لوگ ہمیشہ
 خلفاء اربعہ دغیرہ کے زمانے میں اسی طریق پر دینے خطبہ عید سے پہلے تھے اور منبر پر نہیں تھے یا ایک کہ میں مروان کے ساتھ
 بقرہ عید یا عید فطر میں عید گاہ کی طرف نکلا سو جب ہم عید گاہ میں آئے تو اچانک حین مروان ایک منبر کھڑی انیوں کے
 بنا دیکھا جسکو کثیرین صلیت مروان کو واسطے بنایا تھا اور مروان اسوقت میں کھاکا حکم تھا سو یکایک مروان چاہتا تھا کہ منبر پر
 چڑھے یعنی نماز پڑھے سو پہلے سوینے اسکو کپڑے کو کھینچا لیکن پہلے نماز پڑھ لے اور اسے مجھکو کہینچا اور مجھکو غلبا یا کہ نہ
 پر چڑھا اور خطبہ پڑھا نماز سے پہلو سوینے کہا خدا کی قسم تم سے پہلے میرے طریقے کو بدل لے گا سو مروان نے کہا کہ اسو اب عید
 مفرودہ وقت گزر گیا جسکو تو جانتا ہے یعنی اب صلیت بھی ہے کہ نماز سے پہلو خطبہ پڑھا جاوے سوینے کہا کہ قسم خدا کی جو
 میں جانا ہوں منبر پر ہی چڑھتا ہوں منبر پر نہیں جانا مروان نے کہا کہ لوگ نماز کے بعد ہمارا خطبہ سننے کو نہیں بیٹھتے تھے

ساتھ عمل کرنا جائز ہے جبکہ حاکم اسکے مخالف ہے۔ باب الشیء والکوب الی لعید یعنی اذان کے اقامہ تک
کی طرف پیادہ اور سوار ہو کر جانے اور عید کی نماز میں اذان اور تکبیر کہنے کا بیان جو عید کے نماز پنجگانہ کے واسطے اذان
اور اقامت کہی جاتی ہے۔ دیے عید کی نماز میں اذان اور تکبیر کہنی چاہیے۔ امام نووی نے کہا ہے کہ عید کی نماز
میں اذان کہنی جائز ہے اور تکبیر اور اب اس پر سب علماء کا اجماع ہو چکا ہے اور یہی مشہور ہے حضرت حماد بن علی
وسلم اور خلفاء راشدین کو فضل سے اور اجماع کے پہلو اور پیچھے بعض لوگوں سے اسکا خلاف منقول ہے۔ تصحیح
ابراہیم بن المنذر الحزامی قال حدثنا انس بن عیاض عن عُبَیدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ تَرْجُمَةً لِعَبْدِ اللَّهِ
بن عمر سے روایت ہے کہ مقرر ہو کہ حضرت علیؑ و سلم و دو نو عیدوں کو دن پہلے نماز پڑھتے تھے پھر بعد نماز کو خطبہ پڑھتے
تھے بعض نسخوں میں بخاری کے اس باب میں اتنا لفظ زیادہ، وَالصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ یعنی نماز پہلے خطبے سے
پہلے پڑھیں حدیث اس سلم کے مطابق ہے۔ حدیثنا ابراہیم بن موسیٰ قال أخبرنا هشام بن ابی جریج کہ
قال أخبرني عطاء عن جابر بن عبد الله قال سمعت يقول أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج يوم الفطر
فبدأ بالصلاة قبل الخطبة قال وأخبرني عطاء أن ابن عباس أرسل إلى ابن الزبير في قول ما رواه
له أنه لم يكن يؤذن بالصلاة يوم الفطر وإنما الخطبة بعد الصلاة وأخبرني عطاء عن ابن عباس
عن جابر بن عبد الله قال لا لم يكن يؤذن يوم الفطر ولا يوم الأضحي وعن جابر بن عبد الله أن النبي صلى
الله عليه وسلم قام فبدأ بالصلاة ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبي الله صلى الله عليه وسلم
نزل فأتى النساء فذكرهن وهو يتوكل على يدي ليلال ويلال بالسط فوبه تلفظ فيه النساء صدقة
قلت لعطاء أترى حقاً على الإمام الآن أن يأتي النساء فيذكرهن فحينئذ يفرح قال إن ذلك كثر
عليهم وما لهم أن لا يفعلوا ترجمہ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ و سلم عید فطر کے دن
عید گاہ کی طرف نکلے وہ اپنے نماز کو خطبے سے پہلے پڑھا اور عطار نے کہا کہ ابن عباس نے عید اللہ بن ابی ریحان کے ساتھ
ابتداء اس وقت میں جب کہ ابن عمر کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی اور حاکم نے بعد میں معاویہ کو عید فطر کے دن
اذان نہیں کہی جاتی تھی یعنی یہ حضرت علیؑ و سلم کے زمانہ میں خلفاء کے زمانے میں اور خطبہ بعد نماز کے
یعنی عید کے دن اذان نبی بدعت ہے اور نیز عطار نے ابن عباس اور جابر سے روایت کی ہے کہ انہیں نے کہا کہ دو نو
عیدوں میں کوئی اذان نہیں کہا کرتا تھا اور جابر سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ و سلم عید کے دن کہتے تھے جو سو آپؐ
پہلے نماز پڑھی پھر بعد نماز کے لوگوں کو خطبہ سنایا سو میرا پیچھے سے فارغ ہو کر تو اترے یعنی اونچی جگہ سے یا مردوں کی
صفوں سے کہ گے بڑے سو مردوں کے پاس آئے سو انکو نصیحت کی اور بدعت و مروج کا حال یاد دلایا اور آپؐ بلال کے

ہاتھ پر پیکہ لگائے ہو اور بلال اپنا کپڑا پہلائی ہو تو کھڑے کھڑے تین اسین خیریت ڈالتی تھیں لیکن انگوٹیاں اور بالیاں
 انارکنا کر ہمیں پہنکتی تھیں (ابن جریر کہتا ہے) کہ میں نے عطار سے پوچھا کہ کیا تو اب بھی امام پر لازم دیکھتا ہے کہ خطبے
 کو فارغ ہو کر عورتوں کی پاس آوے اور انکو وعظ سناوے عطار نے کہا کہ یہ امام پر لازم ہے کہ عورتوں کو وعظ سناوے
 اور ترک کرنے میں انکا کوئی عذر نہیں **ف** عید گاہ کی طرف سوار ہو کر جانا ظاہر ان حدیثوں سے معلوم نہیں ہوتا
 لیکن ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ سنت ہو کہ عید گاہ کی طرف پیادہ جاؤ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث
 حسن ہے اور اس پر عمل ہو اکثر اہل علم کہتے ہیں مستحب ہے کہ آدمی عید گاہ کی طرف پیادہ جاوے سوار نہ ہو ورنہ ابن ماجہ میں
 سعد قرظ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف پیادہ جاتے تھے اور ایسے ہی نافع سے روایت
 آئی ہے اور ندان تینوں کی ضعیف ہو اور امام شافعی سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہی سوار نہیں ہوئے
 عید یومین جہاز میں سو شاید امام بخاری کی اس باب کو بغرض ہوگی کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں یعنی دونوں طرح جانا جائز ہے
 خواہ سوار ہو کر جاوے یا پیادہ جاوے لیکن ان حدیثوں کی دلیل سے افضل معلوم ہوتا ہے کہ پیادہ جاوے اور سوار ہو کر
 جانا بھی جائز ہے ایسے کہ اگرچہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچا سکتی ہے اور شاید
 ترمذی نے بھی ایسا سوچا ہو کہ اسکو حسن کہا ہو گا اور شافعیہ کہتے ہیں کہ عذر کے واسطے سوار ہونا جائز ہے اور یہ بڑے کو مطلقاً
 جائز ہے بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دیوے والد علم اور اس طرح عید میں اذان کا جائز ہونا بھی اس باب کی حدیثوں سے ثابت
 نہیں ہوتا صرف ابن عباس اور جابر کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے لیکن امام بخاری نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق
 اخبار کیلئے اس طرف کمان حدیثوں کو بعض طریقوں میں اذان اور اقامت نہ کہنے کا ذکر آچکا ہے جیسے کہ ابن عمر
 کی سنائی میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز بدون اذان اور اقامت کی پڑھی اور صحیح مسلم میں جابر کا
 روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز خطبے سے پہلے پڑھی بدون اذان اور اقامت کو اور ایک روایت
 میں عبد الرزاق کے جابر سے یہ لفظ آیا ہے کہ عید کے دن اذان درست ہو ورنہ اقامت اذون کو کسی چیز اور امام مالک
 نے سوطا میں کہا ہے کہ میں نے بہت علماء سے سنا ہے کہ تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر اب تک
 عید میں اذان پڑھی اور نہ اقامت اور اس سنت میں کسی کو اختلاف نہیں پس مطابقت ان حدیثوں کی بات
 ظاہر ہو گئی ہاں اس حدیث جابر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے دن آدمیوں کو اطلاع کرنے کے واسطے الصلوٰۃ جامعہ کہنا
 بھی منع ہے اور مذہب جمہور کا ہے اور امام شافعی نے کہا کہ عید کے دن الصلوٰۃ جامعہ کہنا جائز ہے کہ نہ ہری
 اصل حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن الصلوٰۃ جامعہ کہنے کا مؤذن کو حکم کرتی
 تھی اور اس سے لیکن کسوف کی نماز پر قیاس لے کر منہو کرتا ہے کہ اس میں الصلوٰۃ جامعہ کہنا ثابت ہو اور اس میں
 اختلاف کہ عید کے دن اذان دینی اولیٰ کس نے نکالی بعضی ہوائیوں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بدعت ہے اور بعضی نے

نکالی اور بعضی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بدعت زیادہ کرنے نکالی اور بعض کہتے ہیں کہ مروان بن الحکم نے ان کو لون
 میں مخالفت نہیں کیلئے کہ یہ قبل اس پر محمول ہیں کہ پہلے اسکو معاویہ شروع کیا تھا اور چونکہ مروان اور زیادہ اسکو
 نائب ہو اس واسطے انہوں نے بھی اس بدعت کی متابعت کی **باب الخطبة بعد العید عید کی نماز کے بعد**
 خطبہ پڑھنے کا بیان یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت یہی ہے کہ نماز کے بعد خطبہ پڑھے اور جو
 مروان وغیرہ نے نماز سے پہلے خطبہ پڑھا تھا وہ بدعت ہے اور امام نووی نے لکھا ہے کہ سب ائمہ فقہاء اور علماء
 شہرین کا اس پر اتفاق ہے اور یہیں کسی امام کو اختلاف نہیں **حد ثنا ابو علیہم قال اخبرنا ابن جریج قال اخبرنا**
الحسن بن مسلم عن طاووس عن ابن عباس قال شهدت العید مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
ابی بکر وعمر وعثمان فكلهم كانوا يصلون قبل الخطبة ترجمہ ابن عباس سے روایت ہے کہ میں حضرت
امد علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکر اور عمر اور عثمان کے ساتھ عید میں حاضر ہوا سو وہ سب طہر سے پہلے نماز پڑھتے تھے
حد ثنا یعقوب بن ابی اہیم قال حد ثنا ابو اسامہ قال حد ثنا عبد اللہ عن نافع عن ابن عمر قال قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر وعمر یصلون العیدین قبل الخطبة ترجمہ ابن عمر سے روایت ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر عید کی نماز خطبے سے پہلے پڑھتے تھے حد ثنا سلیمان بن حرب قال
حد ثنا شعبہ عن عذابی بن ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صلی یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلها ولا بعدھا ثم ان النساء ومعہ بلال فامرھن بالصدقة
فبعن یلقین المرأة خوصمھا وینحباھا ترجمہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
عید کو دن دو رکعتیں پڑھیں اُن سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اُن سے پیچھے پڑھی یہ عمر بن قویس کو پاس آیا اور آپ کے ساتھ
بلال تھو سو اپنے انگوٹھ نکالتے کہے کہ تم فرمایا سو وہ بلال کے کپڑے میں صدقہ ڈالنے لگیں گو کھورت اپنی بالی ڈالتی تھی اور کوئی
اپنا گونہ بیہکیتی تھی اور کوئی دوزخ حد ثنا ادم قال حد ثنا شعبہ قال حد ثنا زبید قال سمعت الشیعی عن
الکبراء بن عذیب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما نبدا فی یومنا هذا ان نصلی ثم نخرج
فمن فعل ذلک اصاب سئنا ومن یخرج قبل الصلوة فاما هو لحم قدما لاھلہ لیس من اللہ
فی شئ فقال رجل من الانصار یقال لہ ابو ذر ذہ بن یثار یا رسول اللہ دججت وعینک جد عذخیر ومن
مسننہ قال اجعلہ مکانہ وکن لوفی او تجزی عن احد بعدک ترجمہ بارہ روایت ہے کہ اول چیز جسکو ہم اپنے
اس دن میں شروع کرتے ہیں کہ نماز پڑھیں یہ پہلے اس دن اور قربانی کرین سو جسے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہونچا اور
جس نے نماز سے پہلے قربانی کی سو وہ گوشت ہے کہ اُسے اپنا بال بچو کچ واسطے پہلے کیا وہ عبادت کر کسی چیز میں داخل نہیں
یعنی اس میں قربانی کا ثواب نہیں سو انصار کے ایک مرد نے اسکا نام ابو وہ تھا کہا کہ یا حضرت میں نماز سے پہلے حلال

کر چکا ہوں اور میرے پاس سال کو کم کی ایک بکری ہے جو ایک برس کی بکری بھی بہتر ہے فرمایا کہ اسکے بچہ آپ کو قربانی کر لے
 اور تیرے بچہ کو اور کسی کو کافی نہیں و ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو میری ہے اس میں کہ خطبہ عید کی نماز سے
 پہلے چھپے پڑھنا چاہیے پس مطابقت اگلی باب کو ظاہر ہے اور دوسری حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس طور سے باب کو مطابق
 ہے کہ آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور یہی خطبے میں داخل ہے اور بارکی حدیث باب کی اس طور پر مطابق ہے کہ مرد اور اس سے
 کہ آپ نے عید کی نماز پہلے ہی پہر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ عید کے دن سب سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے اور غم کا لفظ اس بات کو
 مستلزم نہیں کہ نماز اور قربانی کے درمیان کوئی چیز واقع نہ ہو کہ اب مائیکہ میں حمل السلاخ فی العید و
 الحرم عید کے دن احرام میں عید کا ہونا منع ہے یا حرام میں و اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کو دن ہتھیار
 اٹھانے کے دن احرام میں اور باب الحواب الدرق سے جو پہلے گزر چکا ہے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن ہتھیار اٹھانا تو
 جائز یا مستحب میں سو تطبیق ان میں اس طور سے ہے کہ اگر تجربہ اور کثرت کو واسطہ اٹھائے اور کسی کو ایذا پہنچائے یا دشمن کا
 خوف ہو تو ہتھیار اٹھانے جائز نہیں جیسا کہ پہلے باب سے معلوم ہوتا ہے اور اگر خوف دشمن کے واسطے اٹھائے یا لوگوں کو
 اس کا ایذا پہنچنے سے بے احتیاطی سے لیجاوے یا مخلوق کا سبب ہجوم ہو یا راہ تنگ ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار ساتھ
 لیجانے مکروہ یا حرام میں جیسا کہ اس باب سے معلوم ہوتا ہے پیش دو نوباب و حالتوں پر معمول ہیں و قال الحسن
 یقولون ان یجوز السلاخ یوم العید الا ان یخافوا عدو لیسے حسن بصری نے کہا کہ عید کے دن لوگوں کو ہتھیار
 اٹھانے سے منع ہوا ہے مگر دشمن کا خوف ہو تو جائز نہیں یعنی ضرورت کو وقت پر گناہ نہیں حد ثناء ذکر تان و یحییٰ
 ابو الفکیہ قال حدثنا الحارثی قال حدثنا محمد بن سوفا عن سعید بن جبیر قال کنت مع ابن عمر حین
 اصابہ ریان التمر فی تمص قدمہ فلیذت قدمہ بالتراب فنزلت فنزعتهما وذلک معنی قبلت الحاج
 فجاء یعودہ فقال الحاج لو تعلم من اصابک فقال ابن عمر انت اصبتنی قال وکیف قال حملت السلاخ
 فی یوم لم ینکن یجمل فیدو وادخلت السلاخ الحرم و لم ینکن السلاخ یدخل فی الحرم ترجمہ سعید بن جبیر نے
 روایت ہے کہ جب ابن عمر کو پاؤں پر نیزے کی ٹوک لگی تو میں اس وقت اسکے ساتھ تھا سو مجھ کا پاؤں رکاب کو ساتھ
 جڑ گیا اور اس سے باہر نکل سکا یعنی خون جھم جانے سے یہ ضعیف ہو جانے کو سب سے میں اپنی سواری سے تلے
 اترا اور سکور رکاب سے باہر نہنچا اور یہ واقعہ منہ (جو حرم کے میں داخل ہے) میں تھا عید کے دن جبکہ حجاج ظالم ملک
 حجاز پر قابض ہوا سو حجاج کو یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمر کو نیزہ لگا ہے سو انکی سیار پرسی کو آیا اور کہا کہ اگر میں جانتا
 اس شخص کو جس نے تجھ کو نیزہ مارا تو اسکو سخت سزا دیتا سو اس عمر نے کہا کہ خود تو نے مجھ کو نیزہ مارا ہے حجاج
 نے کہا میں نے کس نیزہ مارا بن عمر نے کہا کہ تو نے تمہارا اٹھائی اور لوگوں کو اجازت دی اس دن میں جس میں کہ
 ہتھیار نہیں اٹھائی جاتے تھے اور نیزہ تو نے حرم کے میں ہتھیار داخل لیے ہیں حالانکہ اسکو اندر کوئی ہتھیار نہیں لایا

کرتا تھا بسبب ہونے اسکے کو جگہ امن کی یعنی تو نے سنت کی مخالفت کی ہو اسطے فساد واقع ہوا اور اگر تو سدا میں ہتھیار اٹھانے کی کبھی خصت دیتا تو کوئی ہتھیار نہ اٹھاتا اور نہ حرم کے کو اندر لاتا و جب حجاج ظالم تبدیل کرنے عبد اللہ بن زبیر کے مجاز کے ملک پر حاکم ہوا تو عبد الملک نے حاکم وقت سے کہو کچھ بھیجا کہ عبد اللہ بن عمر نے کسی کلام میں مخالفت نہیں کرنی سو یہ بات حجاج کو ناگوار گذری پس اس نے ایک شخص کو حکم کیا کہ ابن عمر نہ کو نیزہ چسکاو سو اس نے بخت کو حجاج کے حکم سے ابن عمر نہ کو پاؤں میں نیزہ چسکادیا کہتے ہیں نہ نیزہ نہ لودہ تھا سو عبد اللہ بن عمر نے اس شخص سے کئی دن بیمار رہے آخر اسی بیمار پر کشتہ چوترا بھری میں انتقال کیا اور شاید کہ متن کی حدیث میں ہی یہی تصریح ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عید کے دن ہتھیار اٹھانے میں کسی کو ایذا پہونچے اور احتیاط نہ ہو تو جائز نہیں اور مرد ابن عمر نہ کی بھی یہی معلوم ہوتی ہے اور حرم میں ہتھیار اٹھانے کی مخالفت اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کے میں ہتھیار اٹھانا نہ فرمایا اور حدیث باب بھی معلوم ہوتا ہے کہ میں ہتھیار اٹھانے جائز نہیں پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے حدیثنا احمد بن یعقوب قال حدثنی اسحاق بن سعید بن عمر بن سعید بن العاص عن ابنہ قال دخل الحجاج علی ابن عمر وانا عنده قال کیف هو قال ملام فقال من اصابک قال اصابني من امرئ یحمل السلاح فی یوم لا یحلی فیہ سملہ یعنی الحجاج ترجمہ سعید بن عمر سے روایت ہے کہ حجاج ابن عمر نہ کے پاس بیمار پرسی کو آیا اور میں اس وقت اس کو پاس تھا سو حجاج نے ابن عمر نہ کو کہا کہ کیا حال ہے انہوں نے کہا اچھا حال ہے جو حجاج نے پوچھا کہ تم کو کس نیزہ چسکایا اس نے کہا کہ جس نے ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا ایسے دن میں جس میں انکا اٹھانا ناجائز نہیں یعنی خود تو نے مجھ کو نیزہ چسکایا ہے و کہتے ہیں جلیق تین بار عبد اللہ بن عمر نہ کی بیمار پرسی کو گیا پہلی بار پوچھا کہ کس نیزہ چسکایا سو ابن عمر نے اشاریے جواب دیا دوسری بار پوچھے پوچھا کہ کس نے چسکایا ابن عمر نہ نے کہا کہ تو نے نیزہ مارا تیسری بار پوچھے یہی پوچھا تب ابن عمر نہ چپے رہی اور اس نے بکارت سے بالکل کلام نہ کی تب غصہ ہو کر کہہ چلا یا اور غصہ حدیث کی باب سے ظاہر ہے باب الفکیذ للیث عید کی نماز کے واسطے جلدی جانے کا بیان و عید کے وقت میں علماء کو اختلاف ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ سورج نکلنے سے لیکر دو پہر تک اس کا وقت ہے اور حنفیہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ جب آفتاب بقدر ایک نیزہ کے بلند ہو جاوے تو اس وقت سے لیکر دو پہر تک اس کا وقت ہے لیکن افضل کے نزدیک نیزہ سورج بلند ہونے کو وقت ٹپ ہے ابن بطال نے کہا کہ سورج نکلنے سے پہلے اور عین نکلنے کے وقت عید پڑھنی بالاتفاق منع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عید کا وقت نڈال تک باقی نہیں رہتا ہے اور عید گاہ کی طرف جانے میں بھی علماء اختلاف ہے بعض شافعیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ مقتدی نماز فجر کے بعد جاوے یعنی سورج نکلنے سے پہلے ادا نام کہہ کر وقت جاوے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ سورج نکلنے کے بعد عید گاہ کی طرف جاوے خواہ نام ہو یا مقتدی ہو اور یہی بہت نافع اور عمدہ

عطا اور شعی اور ابن عمر وغیرہ کا اور امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں کہ بقرہ عید میں امام بعد طلوع آفتاب کے جاوے اور عید فطر میں پہلے نماز کی اور کبے جاوے **وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَسْرٍ** كُنَّا فَرَعَنَا فِي هَذِهِ السَّاعَةِ وَذَلِكَ حِينَ التَّكْبِيرِ يَوْمَ عِيدِ الْفِطْرِ
بسر نے کہا کہ ہم اس وقت میں یعنی چاشت کی وقت عید کی نماز سے فارغ ہو جایا کرتے تھے **وَف** جب چاشت کی وقت
عید کی نماز سے فارغ ہو تو معلوم ہو کہ سورج نکلنے کو بعد عید گاہ کی طرف جلدی چلے جاتا ہے پس مطابقت اس حدیث کی
باب ظاہر ہے **حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ**
خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا بُدِئَ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَعْبُدَ اللَّهَ
تَتَجَمَّعُ فَتُحْرَقُ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَكَرَ قَبْلَ أَنْ تَعْبُدَ فَإِنَّمَا هُوَ كَحِمٍّ يَجْعَلُهُ لَا هَيْلَ لَهُ
لَيْسَ مِنَ الْمُسْلِمِ فِي شَيْءٍ فقام خال أبو بردة بن رباح فقال يا رسول الله إني ذهبت قبل أن أصلي وأصلي
عندني جنة خيول من مينة فقال اجعلها مكانها أو قال اذبحها ولكن تجزي جنة عن أحد
بعدك ترجمہ اس حدیث برابر کا سابق باب میں گذر چکا ہے **و** اس حدیث کو معلوم ہوتا ہے کہ عید کو دن نماز
کی تیاری اور عید گاہ کی طرف نکلنے کے سوا اور کوئی کام کرنا لائق نہیں اور یہ سنلزم ہے اس بات کو کہ عید کی نماز سے پہلے
کوئی کام کرنا لائق نہیں اس مقتضی ہے اس بات کو کہ عید گاہ کی طرف اول وقت جاوے پس بھی وجہ مطابقت اس حدیث
کی باب سوم و اس علم باب فضل العمل فی ایام التشریق تشریق کے دنوں میں عمل کرنے کی فضیلت کا بیان
و تشریق کے چار دن میں ایک بقرہ عید کا دن اور تین دن اس سے پہلے یعنی گیاہ میں یا ہرمین تیرہویں اور
بعضوں نے کہا کہ تین دن میں اور تشریق کا معنی لذت میں گوشت خشک کر کے کا ہے اور چونکہ عرب لوگ ان دنوں
میں قربانی کا گوشت خشک کرتے تھے سو اسلئے ان دنوں کا نام ایام تشریق کہا گیا اور بعضوں نے کہا کہ تشریق کا معنی
سورج بلند ہونے کا ہے اور چونکہ بقرہ عید کی نماز سورج بلند ہونے کو وقت پڑھتی جاتی ہے اور باقی تین دن ہی نماز میں
اسکے تابع ہیں اسلئے انکو ایام تشریق کہا گیا اور ایام تشریق کو ایام منہ بھی کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے کہا کہ گاؤں
والہ تشریق کی بکسیر نہیں ہیں لیکن اس مسئلے میں کوئی اسکے موافق نہیں بلکہ صاحبین ہی اسکو مخالف ہیں **وَقَالَ**
ابْنُ عَبَّاسٍ وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ أَيُّهَا الْعَشِيرَةُ الْيَوْمَ الْيَوْمَ الْمَعْدُودَاتُ أَيُّهَا التَّشْرِيقُ یعنی ابن عباس
نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ لو اس آیت میں ایام معلومات سے پہلے دس دن مہینہ ذی الحجہ کے میں پس یعنی اس آیت
کا یہ ہوا کہ یاد کرو اللہ کو معلوم دنوں میں یعنی ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں (ابن عباس نے کہا) اور یاد ایام معدودات سے پہلے
سورہ بقرہ میں واقع ہولے تشریق کے دن میں اور وہ آیت یہ **وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ** یعنی اسکا
یہ ہوا کہ یاد کرو اللہ کو کسی دن گنتی کے یعنی تشریق دنوں میں اگر کوئی کہے کہ پہلی آیت قرآن کو مخالف اسلئے کہ
قرآن میں یاد کرو اللہ کے بے دید کرو اللہ واقع ہولے تو کہا جاوے گا کہ ابن عباس کی غرض تلاوت کی نہیں بلکہ

انوزین سے معرفات کو جادو تو راہ میں تکبیر کہنے کا بیان **ف** مراد منے کو دنوں سے وہی تشریق کے دن میں کام
 و کان ابن عمر رضی اللہ عنہ یکتب فی قُبَّۃِ عِیْنِی فِی سَمْعِہٖ اَہْلُ الْمَسْجِدِ فِی کَلْبَۃِ دُنْ وَ یُکْتُبُ اَہْلُ الْمَسْجِدِ
 حَتّٰی تَرْجَعَ عِیْنِی یُکْتُبُ اَوْ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یُکْتُبُ عِیْنِی تِلْكَ الْاِیَّامَ وَ خَلَفَ الصَّلَواتِ وَ عَلٰی فِرَاشِہٖ وَ قَطَطَ
 وَ تَحْلِیہِ وَ مَحْشَاہُ وَ تِلْكَ الْاِیَّامَ جَمِیْعًا اَوْ ابْنُ عُمَرَ ذَاہِی خَمِیْسِ مِیْن (جو منے میں گزارتا تھا) پکار کر تکبیر کہتے تھے سو مسجد
 والے اسکو سنتے سو وہ بھی اس کے ساتھ تکبیر کہتے اور بازار والے بھی تکبیر کہتے یہاں تک کہ منی تکبیر کی آواز سے گونج
 جاتی اور ابن عمر تشریق کے دنوں میں شاگرد میان تکبیر کہا کرتے تھے اور نیز ہر نماز کے پیچھے تکبیر کہتے اور اپنے بچوں نے
 پر بھی تکبیر کہتے اور اپنے شیخی میں بھی تکبیر کہتے اور بیٹھے اور چلتے بھی تکبیر کہتے اور ان سب دنوں میں تکبیر کہتے و کانت
 مِیْمُونۃٌ تَکْتُبُ یَوْمَ الْحِجْرِ وَ کَانَ النَّسَاءُ یُکْتُبْنَ خَلْفَ اَبَانِ بْنِ عُمَرَ وَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیزِ لَیْلَی الْتَشْرِیقِ
 مَعَ الرَّجَالِ فِی الْمَسْجِدِ لَیْنِہُ وَ مِیْمُونۃٌ بھی بقر عید کے دن تکبیر کہتی تھیں اور اور عورتیں بھی تشریق کے دنوں میں ابان
 اور ابن عبد العزیز کے پیچھے ہر نماز تکبیر کہتی تھیں **ف** ان دنوں کے معلوم ہوتا ہے کہ تشریق کے دنوں میں ہر وقت
 ہر حال میں تکبیر کہی جاوے نماز پنجگانہ کو پیچھے بھی اور باقی سب فتون میں ہی اور اس سلسلے میں علماء کو اختلاف کا گہی وجہ
 وجہ اولیٰ ہے کہ تکبیر امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک ابھی اور یہی ایک روایت ہو امام مالک کو اور باقی اماموں کے
 نزدیک صحیح ہے وجہ دوم یہ کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ابتدا اسکی عرفے کو دن صبح کی نماز کے پیچھے سے ہو اور انتہے
 اسکی عید کے دن کی عصر تک کہ مجموعہ انکا اہل نمازین ہوتی ہیں اور یہی مروی ہے ابن مسعود اور امام شافعی اور احمد
 اور محمد اور ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک عرفے کی صبح سے لیکر تشریق کے پہلو دن کی عصر تک کہ مجموعہ انکا تیس دن
 پہلی ہیں امام نووی نے کہا کہ محققین کے نزدیک یہی قول صحیح ہے اور دار قطنی میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفے
 کی صبح سے لیکر تشریق اخیر دن کی عصر تک تکبیر کہی اور ابن مسعود اور علی سے روایت ہے کہ تکبیر عرفے کی صبح سے لیکر آخر
 دنوں تک کہ عصر تک ہے اور یہی مروی ہے عمر اور ابن عباس و غیرہ سے اور امام مالک کے نزدیک عید کی صبح سے لیکر تشریق
 کو اخیر دن کی عصر تک کہ اسکو سارا وہی بیان کسی قول میں جو بخوف طمان کر نہیں گئے کی وجہ سوم یہ کہ امام ابو حنیفہ کے
 نزدیک جماعت شرط ہے تنہا نماز پڑھنے والے پر تکبیر واجب نہیں اور باقی اماموں اور صاحبین کے نزدیک جماعت
 نہیں وجہ چھارم یہ کہ بعض کہتے ہیں کہ تکبیرین فقط مردوں کے ساتھ خاص ہیں عورتوں کے واسطے نہیں اور بعض
 کہتے ہیں کہ ادا نماز میں ہیں قصا میں نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فرضوں میں ہیں نفلوں میں نہیں اور بعض کہتے ہیں
 مقیم پر ہیں مسافر پر نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شہر والوں پر ہیں گاؤں والوں پر نہیں مگر امام بخاری کے نزدیک فتاویٰ
 قول یہی ہے کہ تکبیر دن کا حکم ان سب لوگوں کو شامل ہے سب تکبیر کہیں وجہ پنجم یہ کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک
 ایک بار ذکر کہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا اِلهَ اِلَّا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ اکبر واللہ اکبر اور امام شافعی کے نزدیک بھی یہی ہے ایک

ترجمہ ابن عمرؓ روایت ہو کہ عید فطر اور قربانی کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پر جمی گاڑی جاتی رہتی تھیں
 بجائے ستر کے پہر آپؐ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے **باب** غسل العزیزۃ والحریرۃ بین یدینی الا کلام یوم العید
 عید کے دن امام کے آگے پر جمی یا نیزہ اٹھا کر چلنے کا بیان یعنی جائز ہے **ف** اس باب اور پہلے باب میں یہ فرق ہے
 کہ پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر میں شرط نہیں کہ نماز کے تلم بدن کو چھایا ہو اور اس باب میں مراد ہے کہ امام کے آگے
 کوئی ہتھیار اٹھا کر چلنا جائز ہے **حدیث** ثنا ابو ابراہیم بن المنذر قال حدثنا الولید قال حدثنا ابو عمر الا و
 قال حدثنی نافع عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغزل والی المصلی والعزیزۃ بین یدینہ
 یحمل وتصلب بالمصلی بین یدینہ فیصلی الیہا ترجمہ ابن عمرؓ روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو
 عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے نیزہ لپکے آگے اٹھایا جاتا اور عید گاہ میں آپ کے سامنے گاڑا جاتا سو آپ کی طرف نماز پڑھتے
ف یہ اکثر اوقات کا ذکر ہے والا آپؐ منامین میں نماز پڑھائی پس تک ستر جائز ہے معلوم ہوا کہ ستر
 سنت ہے واجب نہیں **باب** خروج النساء والحیض لے المصلی عید کے دن عورتوں اور حیض والیوں کو عید
 کی طرف نکلنا جائز ہے **حدیث** ثنا عبد اللہ بن عبد الوہاب قال حدثنا حماد بن زید عن یونس عن
 یونس عن ام عطیۃ قالت امرنا ان نخرج العواتق وذوات الخدور وعن یونس عن حفصۃ بنحوہ وذا
 فی حدیث حفصۃ قال او قالت العواتق وذوات الخدور یغزلن المصلی ترجمہ ام عطیہؓ
 روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم کیا کہ باہر نکالیں ہم کو اور میں پر وہ شیخون کو یا کہا کہ عورتوں اور پر وہ
 عورتوں کو یا کہ عید گاہ سے کنارہ میں **باب** خروج العتبان الی المصلی عید کے دن نابالغ لڑکوں کو عید گاہ کی
 طرف جانا جائز ہے اگر نماز پڑھیں **حدیث** ثنا عمرو بن عباس قال حدثنا عبد الرحمن قال حدثنا
 عن عبد الرحمن بن عباس قال سمعت بن عباس قال خرجت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فطر افعی
 فصلت ثم حلت فی النساء فوعظن و ذکرھن وامرھن بالصدقۃ ترجمہ ابن عباسؓ روایت
 کہ میں عید فطر یا قربانی کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ کی طرف نکلا سو آپؐ نے نماز پڑھی اور خطبہ پڑھا
 یہ عورتوں کو یا کہ عید گاہ کو و خطبہ پڑھا اور بہشت میں فرج کا حال یاد دلایا اور انکو خیرات دینے کا حکم فرمایا **ف** اس سے
 معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکوں کو عید گاہ کی طرف جانا درست ہے اسلئے کہ ابن عباسؓ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید
 میں حاضر ہوئے حالانکہ وہ اس وقت نابالغ تھے جیسا کہ اس حدیث کو دوسرے طریق میں اسکی تصریح آچکی ہے کہ اگر میں نہایت سچیت
 کی یا ب سے ظاہر ہو گئی اور بعضوں نے کہا کہ نابالغ لڑکوں کو اس وقت عید گاہ میں جانا درست ہے جبکہ اپنے نفس کو کہیں
 سے روک سکیں مگر اور نذر کہ سچیت ہوں اور نماز کے مفاسد کو یاد رکھوں اور بعضوں نے کہا کہ بعض لڑکوں کے پاس آگے
 سے کہ اسلام کی شوکت زیادہ ہو اور عید کی نماز میں جو اسلام کی اکیشتانی ہے مسلمانوں کی تشریف و پیش حکم کی مثال

خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے ہر ایک کو معلوم ہوتا ہے مذہب امام بخاری کا لیکن اس صورت میں مناسب ہے کہ لوگوں کو ساتھ کوئی آدمی محافظ ہو جو انکو کہیل تاخیر اور شور سے روکے اور جو رکعت کے بالکل تیز نہیں کہتے وہ اگر نماز اور دعا وغیرہ میں شامل ہو کر تنگ حاصل نہیں کر سکتے مگر لیکن کثرت اہل اسلام کی اس میں ضرر مقصور ہے اور یہ بھی کچھ ضرر نہیں کہ جو نماز اور دعا وغیرہ میں شریک ہو اسی کو ثواب ملے دوسرے کو نہ ملے ایسے کہ لیکن کی مجلس میں فقط حاضر ہونے کو بھی ثواب ملتا ہے گو عبادت میں اُنکے ساتھ شریک ہو ہو جو عبادت میں ان فرشتوں کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو انکی کی مجلس میں تلاش کرتے پھرتے ہیں **باب** استیقبال الامام الناس فی خطبۃ العید کے خطبے میں امام کو لوگوں کی طرف موند کرنا سنت ہو اور انکو پیٹھ دینی قبیلہ ہے کہا **وَقَالَ ابُو سَعِيدٍ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَابِلَ النَّاسِ يَمْنًا ابُو سَعِيدٍ** کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی رو برو کھڑے ہو کر **ف** یہ حدیث باب اندہ میں ابھی آتی ہے اور باب الخروج الی المصلیٰ میں پہلے بھی گذر چکی ہے اور مطابقت اسکی باب سوطا ہے **حَدَّثَنَا ابُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابُو جَدَّاهُ عَنْ ابُو سَعِيدٍ عَنِ ابُو سَعِيدٍ عَنِ ابُو سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْطَرَّ إِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى لَكَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّحِهِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ نَفَعَنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ تَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعْ فَتَنْتَحِرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ مَسْنَنًا وَمَنْ دَخَلَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَلٌ لَا هِلَا لَهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي دَخَلْتُ وَعِنْدِي جَدَنٌ خَيْرٌ مِنْ مِئْتَةٍ قَالَ أَذْهَبُهَا وَلَا تَقِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ تَرَجِمَهُ بَارِدٌ سَوْدَاتِي** کہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر عید کے دن بقیع کی طرف نکلے سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر اور فرمایا کہ ہمارے اس من کی پہلو عبادت یہ ہو کہ ہم نماز پڑھیں پھر نماز سے پیٹ آویں اور قربانی کریں سو جسے ایسا کیا اسنے ہماری سنت کی موافقت کی اور جسے نماز سے پہلو قربانی کی تو وہ من ایک چیز ہے جسکو اسنے اپنے گہرا دلوں کے لیے چاہی تیار کیا اور باقی ترجمہ اس حدیث کے بارے کا پہلے گذر چکا ہے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے خطبے میں امام کو لوگوں کی طرف موند کرنا سنت ہو اور عرض اس باب سے وضع کرنا ہے وہ اس شخص کا جو استقبال امام کو جسے کہ خطبے ساتھ خاص ہو یا کہ ہم کہتا ہے یعنی امام کو لوگوں کی طرف متوجہ ہونا ہر حال میں سنت ہو کسی وقت یا کسی خطبے کے ساتھ خاص نہیں **باب** العلو بالمصلی عید میں نشان کھڑا کرنا کہ لوگ کہو سچاں بیویں کہ عید گاہ ہو **حَدَّثَنَا ابُو سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابُو جَدَّاهُ عَنْ ابُو سَعِيدٍ عَنِ ابُو سَعِيدٍ عَنِ ابُو سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْطَرَّ إِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى لَكَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّحِهِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ نَفَعَنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ تَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعْ فَتَنْتَحِرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ مَسْنَنًا وَمَنْ دَخَلَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَلٌ لَا هِلَا لَهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي دَخَلْتُ وَعِنْدِي جَدَنٌ خَيْرٌ مِنْ مِئْتَةٍ قَالَ أَذْهَبُهَا وَلَا تَقِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ تَرَجِمَهُ بَارِدٌ سَوْدَاتِي** کہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر عید کے دن بقیع کی طرف نکلے سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر اور فرمایا کہ ہمارے اس من کی پہلو عبادت یہ ہو کہ ہم نماز پڑھیں پھر نماز سے پیٹ آویں اور قربانی کریں سو جسے ایسا کیا اسنے ہماری سنت کی موافقت کی اور جسے نماز سے پہلو قربانی کی تو وہ من ایک چیز ہے جسکو اسنے اپنے گہرا دلوں کے لیے چاہی تیار کیا اور باقی ترجمہ اس حدیث کے بارے کا پہلے گذر چکا ہے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے خطبے میں امام کو لوگوں کی طرف موند کرنا سنت ہو اور عرض اس باب سے وضع کرنا ہے وہ اس شخص کا جو استقبال امام کو جسے کہ خطبے ساتھ خاص ہو یا کہ ہم کہتا ہے یعنی امام کو لوگوں کی طرف متوجہ ہونا ہر حال میں سنت ہو کسی وقت یا کسی خطبے کے ساتھ خاص نہیں **باب** العلو بالمصلی عید میں نشان کھڑا کرنا کہ لوگ کہو سچاں بیویں کہ عید گاہ ہو **حَدَّثَنَا ابُو سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابُو جَدَّاهُ عَنْ ابُو سَعِيدٍ عَنِ ابُو سَعِيدٍ عَنِ ابُو سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْطَرَّ إِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى لَكَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّحِهِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ نَفَعَنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ تَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعْ فَتَنْتَحِرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ مَسْنَنًا وَمَنْ دَخَلَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَلٌ لَا هِلَا لَهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي دَخَلْتُ وَعِنْدِي جَدَنٌ خَيْرٌ مِنْ مِئْتَةٍ قَالَ أَذْهَبُهَا وَلَا تَقِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ تَرَجِمَهُ بَارِدٌ سَوْدَاتِي** کہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر عید کے دن بقیع کی طرف نکلے سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر اور فرمایا کہ ہمارے اس من کی پہلو عبادت یہ ہو کہ ہم نماز پڑھیں پھر نماز سے پیٹ آویں اور قربانی کریں سو جسے ایسا کیا اسنے ہماری سنت کی موافقت کی اور جسے نماز سے پہلو قربانی کی تو وہ من ایک چیز ہے جسکو اسنے اپنے گہرا دلوں کے لیے چاہی تیار کیا اور باقی ترجمہ اس حدیث کے بارے کا پہلے گذر چکا ہے

کو ضمن میں آچکا ہے لیکن یاد رہے انہما کو واسطے اسکا علم وہ باب باندہ احادیثی محمد بن النبی قال حدثنا ابن
 ابی عدی عن ابن عوف عن محمد قال قالت أم عطیة أمیرنا ان تخرج فخرجت مع الحيض والعواتق و
 ذوات الخدور وقال ابن عوف والعواتق ذوات الخدور فاما الحيض فبیتهن من جماعة المسلمين
 ودعوا لهن وبعثن مصلاتهم ثم جرم عطیہ روایت ہو کہ ہر حکم ہوا عید کے دن باہر نکلنے کا سو سم باہر
 نکالتے تھے حیض والیوں کو اور جو ان لوگوں کو اور پردہ نشینوں کو سو حیض والیاں تو تنگی کی مجلس میں مسلمانوں کی دعا
 میں شریک ہو دین لیکن عید گاہ سے کنارہ میں فتنہ سبب اس حدیث کی باب و ظاہر ہے اور یہ بھی تشریحی
 ہے اس لیے کہ عید گاہ مسجد نہیں اور بعض لوگ کہہ گاہ کہ امین ٹیچر نا حرام ہے لیکن پہلی بات ٹیچر ہے سو عورتیں عید گاہ
 میں نمازیوں سے کلمہ پڑھیں اور مسجد کے دروازہ پر کھڑی رہیں کہ مسجد میں انکو آنا حرام ہے اور اس حدیث سے اور
 بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک تہ عورت کو اجنبی آدمی کی دوا کرنی جائز ہے بشرطہ کہ اسکے محلے میں باہر
 کی حاجت نہ پڑے اور اگر اسکی حاجت ہو تو فتنے سے اس میں ہوا اور یہ جو ان اور پردہ نشینوں کو واجب ہے کہ پردہ
 میں رہیں باہر نہ نکلیں مگر جس چیز میں انکو اجازت ملی ہے انہیں جائز ہے اور یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے
 میں دستور تھا کہ گواہی اور جو ان لوگ بیان پر دیں امتی تہیں انہیں نکلتی تھیں پس اب اس زمانے میں انکو پردہ
 میں رہنا بطریق اولیٰ واجب ہے کہ اب زمانہ خراب ہو گیا اور عید کی نماز واجب ہے کہ یہ بات ٹیچر اسلئے کہ غیر
 مکلفوں کو بھی اور میں نکلنے کا حکم ہوا ہے پس معلوم ہوا کہ غرض اس سے بہت کثرت کو ساتھ جمع ہو کر شہادہ اسلام
 ظاہر کرنا ہے اور تاکسب کو برکت خالی ہوا اور یہ عورت کو عید کے واسطے چادر تیار کر رکھنی جائز ہے اور یہ کہ
 دوسرے عاریۃ کپڑا لیکر پہننا جائز ہے اور یہ کہ عید دن میں بے رتوں کو نکلا مسحب ہے خواہ جو ان ہوں خواہ
 یہ ہوں اور خواہ خوبصورت ہوں یا نہ ہوں اور اس میں سلف علماء کو اختلاف ہے ابو بکر صدیق اور علی اور ابن عمر وغیرہ
 نکلنے کو واجب کہتے تھے بعض کہتے ہیں کہ مسحب ہے لیکن امام شافعی یہ خوبصورتوں کو اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں اور مسکین
 فاس حکم کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے یعنی جو ان لوگوں اور پردہ نشینوں اور حیض والیوں کو عید میں نکلنے
 کا حکم اول اسلام میں تھا جبکہ مسلمان کم تھے سو آپ نے عورتوں کو نکلیں کا حکم فرمایا تاکہ مسلمانوں کی بہت کثرت معلوم
 ہو ہو اور دشمن دیکھ کر ڈر جا دیں اور اب اسکی حاجت نہیں رہی حکم منسوخ ہوا سو واجب ہکا یہ ہے کہ نسخہ امتی
 سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اسکو واسطے کئی شرطیں ہیں جنکا بیان تیسرے پار میں گذر چکا ہے پس جب تک مسیحی نسخہ
 ان شرطوں کو ثابت نہ کرے تب تک دعویٰ نسخہ مردود ہے بلکہ ابن عباس کی حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو وعظا نہایا اور وہ بھی اس وقت ایمان حاضر تھا اور کہ عمر تھا اور یہ قصہ بعد فتح
 کے ہوا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں بلکہ معاملہ اسکے برعکس ہے فلہذا طلب الخائف منہ مخرجاً اور نیز حضرت

وَمَنْ نَسِيَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَنَسِيَ شَاءَ لَحْمٍ فَقَامَ الْبُورِجَةُ بْنُ زِيَادٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ نَسَيْتُ قَبْلَ
 أَنْ أُخْرِجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ فَتَجَلَّيْتُ وَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجَرَّيْتُ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ شَاءَ لَحْمٍ قَالَ فَإِنَّ عِنْدِي عَنَّا قَابَ جَدَّةٍ عَلَى حَقِّهِ
 مِنْ شَأْنِي لَحْمٍ فَفَعَلَ بَعْضُ عَمَلِي قَالَ لَمْ وَلَكِنْ تَجَنَّبْتُ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ سَرَّحْتُهُ بِرَبْرَةٍ رَوَيْتُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَمَهُ
 دِنِ نَمَازِ كَيْ بَدَّ حَضْرَتِ صَلَی اللہ علیہ وسلم نے ہر کو خطبہ سنایا سو فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہماری
 طرح قربانی کرے سو وہ قربانی کو پہونچا اور ہماری قربانی ادا ہوئی اور جو نماز سے پہلے قربانی کرے تو وہ گوشت
 کی بکری ہے لیکن اس میں فقط گوشت کھانا حاصل ہوا ثواب نہیں ہوا البورجہ کہہ رہا ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت قسم خدا
 کے میں تو نماز کی طرف نکلنے سے پہلے قربانی کر چکا ہوں اور میں نے کہا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے سو میں نے ...
 قربانی کو ... جلدی حلال کر ڈالا اور اس کا گوشت کھایا اور اپنے گہروالوں اور ہمسایوں کو کھلایا سو حضرت
 صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فقط گوشت کی بکری ہے اس میں قربانی کا ثواب نہیں ہوا اُسے عرض کی کہ میرے
 پاس سال سے کم کی ایک جان بکری ہے البتہ وہ گوشت کی دو بکریوں سے افضل ہے سو کیا وہ قربانی میں میری
 طرف سے کافی ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا ہاں لیکن تیرے سوا اور کسی کو کافی نہیں حَلَّ ثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ
 عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ عَنِ الْيُؤُوبِ عَنْ نَحْلٍ أَنَّ الْأَسَدَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّ
 يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيدَ ذَبْحَهُ فَقَامَ دَجْلُ بْنُ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ جِدَّانِ فِي إِيَّاهُ قَالَ يَوْمَ خُصَامَةٍ وَلَوْ أَنَّ قَالِ يَوْمَ فَقَضَى وَرَأَيْتُ ذَبْحَتِي قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعِنْدَ
 عَتَائِي فِي أَحَبِّ إِلَيَّ مِنْ شَأْنِي لَحْمٍ فَخَصَّ لَهُ فِيهَا تَرْجَمَةُ انْسَرَسَ رَوَيْتُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَمَهُ حَضْرَتِ صَلَی اللہ علیہ وسلم نے
 بقرہ عید کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا پھر حکم فرمایا کہ عید کی نماز سے پہلو قربانی حلال کر چکا ہو تو چاہیے کہ اس
 قربانی کرے سو انصار کا ایک مرد کہہ رہا ہوا اور اُس نے عرض کی کہ یا حضرت میرے ہمسائے محتاج تھے یا کہا ہوا کہ تیرے
 اور میں نے نماز پڑھی تو مجھ کی آمد میرے پاس سال سے کم کی ایک بکری ہے جو مجھ کو دو بکریوں سے باری ہے
 یعنی بوجہ مولیٰ نازی ہوئے اور قیمت زیادہ ہوئی ہے سو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اجازت دی
 حَلَّ ثَنَا مَسْلُومٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَسَدِ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ
 النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ
 الْيَوْمَ ثُمَّ خَطَبَ تَرْجَمَةُ حَبِيبٌ سَمِعْتُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَمَهُ حَضْرَتِ صَلَی اللہ علیہ وسلم نے بقرہ عید کے دن نماز پڑھی پھر اپنے خطبہ پڑھا
 پھر قربانی حلال کی اور فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلو قربانی ذبح کی ہو تو چاہیے کہ وہ اس کو بے دوسری قربانی حلال
 کرے اور جس نے قربانی حلال کی ہو تو چاہیے کہ اللہ کے نام سے حلال کرے ف ان حدیثوں سے معلوم ہوا

کہ عید کے خطبے میں امام کو بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی کلام کرنی جائز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے میں
 ابورہہؓ کا کلام کیا اور ابورہہ نے بھی خطبے میں آپؐ کو بوجھائیں عطا اور غنی وغیرہ سے اہلی ممانعت
 مروی ہے کہ آپؐ من خالف الطریق اذ اذبح یوم العید جب عید کو دن عید کی نماز پڑھ کر گھر کو بیٹے
 تو دوسرے راہ سے آؤ یعنی جس راہ سے عید گاہ کو جاوے اُس راہ سے نہ آؤی ملک کسی دوسرے راہ سے
 آؤی و جبہر علماء کے نزدیک اس مستحب ہے کہ تمہیں میں مستحب ہو کہ ایک راہ سے جاؤ اور دوسرے راہ سے
 آؤی امام مالکؒ کی کہہا کہ جیسے مامون کو پہر یا ایک ایک راہ سے جاتے تھے اور دوسرے راہ سے آتے تھے اور امام
 ابو حنیفہؒ بھی اسکو مستحب کہتے ہیں لیکن اسکی ترک میں انکو نزدیک کچھ گناہ نہیں اور ترمذیؒ نے کہا کہ بعض اہل علم
 امام کے حق میں اسکو مستحب کہتے ہیں اور یہی قول ہے امام شافعیؒ کا لیکن امام میں امام اور مقتدی دونوں کے
 حقیقین مستحب کہہا ہے اور ساتھ عموم کے قائل ہیں اکثر اہل علم اور بعض کہتے ہیں کہ جس علت کی وجہ سے حضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا تھا اگر وہ علت باقی ہے تو یہ حکم بھی باقی ہے ورنہ نہیں لیکن کوئی علت بیان نہیں
 نہیں بلکہ جو علتیں کہ لوگوں نے بیان کی ہیں وہ سب احتمالات ہیں علت کو ابھرنے جسے کرنے کی کوئی دلیل نہیں
 باوجودیکہ بعضے احتمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے لوگوں میں بھی پا جائے ہیں پس بہتر یہ ہے کہ اس
 حکم کو علت پر موقوف نہ کر کہا جاوے اور اتباع سنت کا کیا جاوے اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ حکم باقی ہے اگر علت
 اسکی باقی نہ رہے جیسا کہ دل وغیرہ میں علت باقی نہیں اور حکم باقی ہے **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي**
ثَعْلَبَةَ يَحْيَى بْنُ وَاصِلٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ تَابِعَهُ يُونُسُ بْنُ عُجَيْبٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ عَرَسَةَ خَلِيلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
وَحَدَّثَنَا جَابِرٌ أَيْضًا عَنْ جَرْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رُوَيْتٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ تَابِعَهُ يُونُسُ بْنُ عُجَيْبٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ عَرَسَةَ خَلِيلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
 کو جاتے تو راہ میں مخالف کرتے تھے اور ایک راہ سے جاتے تھے اور دوسرے راہ سے آتے تھے علماء نے حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کی بہت علتیں بیان کی ہیں جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم راہ میں اس واسطے مخالفت
 کرتے تھے کہ دونوں راہ آپؐ کی عبادت کی شہادت دیوں یا جو جن اور آدمی دو نوراہ میں کہتے ہیں وہ آپؐ کی گواہی
 دیوں یا دونوں راہ کو برا فضیلت اور تبرک حاصل ہو دی یا اس راہ سے ٹھٹھک کی خوشبو آوے یا اسلیے کہ وہ بات لوگوں
 میں مشہور رہے کہ آپؐ جس راہ جاتے ہیں اس راہ سے ٹھٹھک کی خوشبو آتی ہے یا دونوں راہ میں نشانی اسلام کی یا
 ذکر اللہ کا ظاہر ہو دی یا اس واسطے کہ یہود اور نصاریٰ جلیں اور اکثر مسلمانون کی فیکہ کر دے اور جادوین اور یا اس
 واسطے کہ وہ نوراہ کے لوگوں کو خوشی اور تبرک حاصل ہو دے اور آپؐ کی زیارت بابرکت ہو مشرف ہو دیں اور مسئلہ
 پوچھنے اور علم سیکھنے اور اقتدا کرنے اور صدقہ دینے اور سلام کہنے وغیرہ حاجتوں میں آپؐ کو فائدہ مند ہونا

اور یا ہوا سطلہ کہ دونو راہ میں فرشتے کھڑے رہتے تھے سو آپ نے چاہا کہ وہ آپ کی شہادت دیویں اور بعضوں نے کہا کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب عثون کو واسطے یہ کام کیا ہے آپ کے فعل مبارک کو کسی علت عین میں جھک کر ماننا
نہیں بلکہ آپ کا فعل ان سب بہترینوں وغیرہ کو شامل ہے و اسے علم بآداب اذ اقامۃ العید یصلی رکعتین
سب کو بھی آدمی عید کی نماز امام کے ساتھ نہ پاؤ کو تو دور رکعتیں پڑھ لیا ہے **ف** اس باب میں یہ مسئلہ کا بیان
ہو ایک یہ کہ عید کی نماز کو قضا کر کے پڑھنا درست ہے خواہ اختیار سے قضا ہو و یا مضطر سے اور دوسرا مسئلہ یہ
کہ عید کی قضا بھی اصل کی طرح دوسری رکعتیں ہے کہ پیش نہیں اور اس سلسلے میں علماء کو اختلاف ہو و امام مالک ایک
روایت میں اور زنی وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ عید کی نماز کی قضا نہیں اور امام نووی اور احمد کہتے ہیں کہ اگر تنہا قضا
کرے تو دو کے بدلے چار رکعتیں پڑھے اور بھی ہے مذہب ابن مسعود کا اور امام شافعی اور مالک کہتے ہیں کہ وہی
رکعتیں پڑھے اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ عید کی قضا نہیں اس لیے کہ جمعہ کی طرح بدون وجوہ بشرائط کے عید بھی
درست نہیں ہے پس جیسے کہ تنہا جمعہ جائز نہیں ہے ویسے ہی تنہا عید بھی درست نہیں اور فتح الباری میں ابو حنیفہ
سوق نقل کیا ہے کہ خواہ قضا کرے یا نہ کرے چار پڑھے خواہ دو **و** كذلك النساء **و** من كان في البيوت
التي يقول النبي صلى الله عليه وسلم هذا عيدنا يا اهل الاسلام يعني ادى الى طبعه من عید کی نماز
پڑھیں اور جو گہرون اور گافن میں ہوتا ہے وہ بھی عید کی نماز پڑھے واسطے اس حدیث کو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ یہ ہماری عید ہے یا مسلمانوں یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کو سب مسلمانوں کی عید قرار دیا ہے
کسی کو خاص نہیں کیا پس معلوم اس حدیث کا کل افراد مسلمانوں کو شامل ہو گا خواہ مرد ہو یا عورت ہو اور خواہ شہر میں
رہتا ہو اور یا دیہات میں رہتا ہو یا گہرون میں رہتا ہو اور خواہ کوئی امام کے ساتھ نماز پادری یا زبائیس وجہ مطاعت
اس حدیث کی باب و ظاہر ہو گئی **و** امر انس بن مالک من لا یزکی عنہ بالزاد و یرفع جمیع اہلہ و یتبعہ
صلی کصدۃ اہل البصر و یتکبیر ہم یعنی انہوں نے زاویہ میں اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو حکم کیا کہ لوگوں کے جمع کرنا
سو انہیں سب کو گہر کے لوگوں اور چھوٹے بچوں کو جمع کیا اور شہر والوں کی طرح عید کی نماز پڑھی اور ان کی طرح تکبیر کی **ف**
زاویہ ایک جگہ کا نام ہے جہاں بصریہ انہیں گاہرو میں تھا وہ اکثر اوقات جمعہ اور عید کی نماز اسی جگہ پڑھا
کرتے تھے یہی نے روایت کی ہے کہ جب انہیں سے عید کی نماز امام کے ساتھ فوت ہو جاتی تو اپنے گہرو والوں کو خبر
کر کے عید کی نماز جماعت سے پڑھتے پس اس سے معلوم ہوا کہ دیہات اور گہرون میں عید پڑھنی جائز ہے اور ایسے
ہی عورتوں کو بھی جائز ہے **و** قال حکیمہ اهل الشواذ یجبون فی العید یصلون رکعتین کما یصلون
الامام یعنی مکرر نے کہا کہ شہر کے گرد رہنے والے عید کے دن جمعہ دیویں اور دو رکعتیں نماز پڑھیں جیسے کہ امام
پڑھتا ہے **ف** اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ دیہات میں رہنے والے عید کی نماز پڑھیں پس مطابقت اس قول کی

انہی مرتبہ سے ثابت ہوا اور اس قول فکر نہ کرنا کہ یہ بات والے شہر میں اگر امام کے ساتھ عید پڑھیں
بالکل غلط ہے اس لیے کہ مخالف کو نزدیک گنوار دن کے حقیقین عید کی اور اصیم نہیں پھر شہر میں اگر انکو عید پڑھنا
کیسے صحیح ہوگا **وَقَالَ عُمَرُو بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّ الْغَيْدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَمْنَةً عَطَّرَ لَيْلَةَ الْغَيْدِ** کہہا کہ اگر عید کی نماز فوت ہو جائے
تو دو رکعت تنہا پڑھے **ف** اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر عید کی نماز قضا ہو جاوے تو اس کے بدلے دو ہی رکعت
پڑھے پس ان اثر وں سے باب کو کل مسئلے ثابت ہو گئے **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ**
ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي آيَاتِ مِائِي ثَلَاثِينَ وَ
تَضَرَّبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَعِشَ بَيْنَهُمَا فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُمَا آيَاتُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْآيَاتُ مِائَتَانِ مِائِي وَقَالَتْ عَائِشَةُ ذُكِرَ
الرَّبُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِائِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْبَعُونَ فِي السَّجْدِ فَوَجَّهَهُمْ عُمَرُو بْنُ الْخَطَّابِ
الرَّبُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُمْ أَمَّا بَنِي أَرْفَذَةَ لَعْنَتِي مِنْ الْأَمِينِ ترجمہ عائشہ سے روایت ہو کہ ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ مجھ پر داخل ہوئے اور میرے پاس دو چھوٹی لڑکیاں دفن کی گئی تھیں مناکہ دنوں میں اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کھڑے ہوئے لیٹے تھے سو صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کھول کر فرمایا
کہ انکو چھوڑ دے کہ یہ عید کے دن ہیں اور وہ دن مناکہ ہی یعنی تشریق کے دن تھے انہیں حاجی لکھ مارنے
کو واسطے منامین پڑھتے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھ کو چادر سے
چھپاتے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھتی تھی اور وہ مسجد میں برہمیوں سے کھیلنے تھے سو فاروق نے انکو
جہڑ کر سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکو چھوڑ دے اور دعوامین کے امور ارفذہ کی اولاد نظر دالو انہیں بخاری
نے کہا امنا اسن سے مشتق ہے یعنی انکو چھوڑ دے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اسن فرمایا ہے اس حال میں کہ یہ ارفذہ
کی اولاد ہیں یا امنا بنی ارفذہ علیہ وسلم کا ام ہے یعنی کہ انکو اسن سے ہونڈ ڈالو اور ارفذہ کی اولاد دیا یہ کہ امنا اسن سے
مشتق ہے جو خوف کی ضد ہے اسان سے مشتق نہیں جو کفار کو دیکھ جاتی ہے **ف** مسند میں کہ بعض طریقوں میں
یہ لفظ آتا ہے **هَذَا عِيدُكُمَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ** اور اہل اسلام کا لفظ سب مسلمانوں کو شامل ہے خواہ اکیلے اکیلے ہوں
خواہ جماعت میں ہوں جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے پس دوسرے مسئلہ باب کا اس سے ثابت ہو گیا اور چھوڑ کر حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے مناکہ دفن کو عید کے دن کہا اور عید کے دن واسطے یہ نماز شروع ہوئی ہے تو اس سے معلوم ہوا
کہ عید کی نماز ان سب دنوں میں ہوا ہو جاتی ہے پس اگر پہلے دن قضا ہو جاوے تو دوسرے یا تیسرے دن بھی پڑھے
یعنی صحیح ہے اور اسکو قضا کہنا نسبت پہلے دن کے ہو والا اصل قضا نہیں بلکہ اول ہا پنہ وقت میں واقع
ہوتی ہے پس محالقت اس حدیث کی باب کو ظاہر ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ عید کی نماز اور جمعہ کا دن

میں صحیح نہیں ہو تو قول علیؓ کا اس حدیث کو عموم کے مخالف ہو فلاحتہم بعد وجہ سنتہ بصیغہ باب الصلوٰۃ
 قبل العید و بعدھا عید کی نماز کے پہلو اور پیچھے نفل پڑھنے کا بیان لیکن کروہ میں وقت فجر ابن حجر رحمہ
 فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں علماء سلف کو اختلاف ہوا امام ابو حنیفہؒ اور اوزاعیؒ اور کو فیون کے نزدیک
 عید سے پہلو نفل پڑھنے کو وہ میں پیچھے نہیں اور بصریہ کے علماء کہتے ہیں کہ عید سے پہلو جائز نہیں پیچھے
 نہیں اور یہی مذہب حسن بصریؒ اور ایک جماعت کا اور دینے کو علماء کہتے ہیں کہ عید سے پہلو کوئی نماز
 پیچھا و نہاس سے پیچھے پڑھنا ساتھ اسی کے قائل ہیں امام احمدؒ اور دہریؒ اور ابن حزمؒ اور امام مالکؒ کہ تہن
 عید گاہ میں نفل پڑھنے منع ہیں اور مسجد میں ان کے دو قول ہیں اور امام شافعیؒ نے کہا کہ امام کو نہ پہلے نفل پڑھنے کا
 ہیں اور نہ پیچھے اور مقتدی کو جائز نہیں اور بعضوں نے امام کے عدم جواز کو عید گاہ کے ساتھ قید کیا ہے لیکن
 میں امام کو بھی جائز نہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ امام عید گاہ میں نفل پڑھنا سوجو
 انکو جائز کہتا ہے وہ سوجو سے کہتا ہے کہ وہ طلق نماز کا وقت ہو اور جو منع کرتا ہے تو اسوجو سے کہتا ہے کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو نہیں پڑھا سوجو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اُس نے راہ پائی پس حاصل
 یہ ہو کہ عید کی نماز سے پہلو اور پیچھے نہیں ثابت نہیں اور طلق نفل کی ممانعت کی دلیل سے ثابت نہیں بشرط
 کہ وہ وقت نہ ہو یعنی عین دوپہر اور طلوع یا غروب کا وقت نہ ہو و قال ابوالمعلی سمعت سیدنا
 ابن عباسؓ کہ وہ الصلوٰۃ قبل العید یعنی سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی جو کہ اُس نے عید
 پہلے نماز پڑھنے کو کروہ جب ان اس حدیث سے پہلا مسئلہ باب کا ثابت ہوا حدیثنا ابوالمعلی قال حدثنا
 شعبہ قال اخبرني علي بن ثابت قال سمعت سیدنا بن جبیر بن عبد الرحمن بن عباسؓ ان النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم خرج یوم الفطر فمصلی کلتین لم یصل قبلھا ولا بعدھا ومعه یلان ثم رجعا بن عباسؓ
 روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر کے دن عید گاہ کی طرف نکلے سوائے دو کرتین پڑھیں اُسے پہلو اور
 پیچھے کوئی نماز نہ پڑھی اور آپ کو ساتھ ہال تھے اس حدیث کو معلوم ہو کہ عید کی نماز سے پہلو اور پیچھے نفل
 پڑھنے منع ہیں اس سے پہلے اور پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے اور بھی مذہب ایک جماعت صحابہ اور تابعین کا تندی
 کہا کہ یہی قول صحیح ہے ابواب الترتیب فی التیمیم کتاب ما جاء فی الوتر و ترکی نماز کا بیان
 و وتر میں کئی وجہ سے اختلاف ہوا اول اس میں اختلاف ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہ تو واجب ہیں اور ان کی دلیل
 یہ حدیث ہے جو حسن میں مروی ہے کہ خدا نے تمہارا واسطہ ایک نماز زیادہ کی ہے یعنی نماز پنجگانہ پر پس پڑھو اس کو
 اور میان ہنار اور طلوع صبح صادق کے اور نیز ان کے قصار نے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ابو سعیدؓ روایت ہے
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وتر سے سو جا دیا یا بھول جا دیا تو چاہیے کہ پڑھے جبکہ انکو یاد کرے جو حاکم

کہا کہ ہناد اسکی شرط تین ہیں پہلے اندیز ابو داؤد میں اس وقت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ترحق میں جو
 وتر پڑھے وہ ہم سے نہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے انکار سے آدمی کا فرض نہیں ہوتا اس لیے کہ خبر واحد سے ثابت نہیں بلکہ
 فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث وجوب میں صریح نہیں اور اسی قسم کی ایک حدیث امام احمد نے روایت کی ہے
 اور اسکی سند ضعیف ہو کہ انکی سند میں ابو المنیب ضعیف راوی ہے اور بر تقدیر ثبوت مدعی پر امکان ثابت کرنا
 لازم ہے کہ حق کا معنی واجب کا ہے اور واجب کہو کہتے ہیں جو خبر واحد سے ثابت ہو و وتر کی قضا
 کر کے پڑھنے میں کوئی حدیث ثابت نہیں کیا سکتا اور نیز قضا وجوب کے متکرر نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ظہر کی پہلی سنتیں عصر کے بعد قضا کر کے پڑھیں حالانکہ وہ بالاجماع واجب نہیں اور شافعیہ اور مالکیہ
 اور حنبلیہ کہتے ہیں کہ وتر سنت ہیں واجب نہیں انکی دلیل یہ آیت ہو وَالصَّلَاةُ الْوُسْطٰی اِسْ اَمْرٌ و تر واجب ہے
 تو درمیانی غایت نہ ہوئی اور نیز جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو میں کی طواف عامل کر کے بھیجا تو
 فرمایا کہ خدا نے دن رات میں تیر پانچ نمازیں فرض کیں میں اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگی آدمی کو
 فرمایا کہ سو نماز بیچ کاڑ کے اور کوئی فرض نہیں اور خفیہ ان دلیلوں کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وتر عشاء کے تابع ہیں
 اور نیز اعرابی کی حدیث میں جو کا ذکر نہیں اور نیز وتر دن کا جو بآیت کی پیچھے ثابت ہو ہے ولیکن ان جوابوں
 کو وتر دن کا فرض ہونا لازم اور کیا حالانکہ خفیہ اسکے قائل نہیں اور دوسرے ائمہ میں اختلاف ہے ابو حنیفہ رحمہ کے
 نزدیک وتر تین رکعت ہیں اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ یعنی جہاں تک وقت چار یا چھ یا آٹھ یا دس رکعت
 نفل پڑھے بعد اسکے وتر پڑھنے لگے تو جہاں تک وتر پڑھے اس کو کم و بیش نہ کرے اور یہی مروی ہے
 بعض صحابہ و تابعین سے اور یہی قول ہے فقہا سب کا اور امام مالک اور شافعی امام احمد رحمہم اور جبہ و علماء
 نزدیک و فقط ایک رکعت ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھے کہ سلام پھیرے پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھے اور یہی مذہب ہے
 اکثر صحابہ و تابعین کا عراقی نے کہا جو لوگ کہ فقط ایک ہی رکعت وتر پڑھتے تھے یہی میں خلفاء الربیعہ اور عبد بن
 اور معاذ بن جبل اعرابی ابن کعب اور ابو موسیٰ اشعری اور ابو الدردار اور خذیفہ اور عبد اللہ بن مسعود اور ابن عمر اور ابن عباس
 اور معاویہ اور تمیم داری اور ابو یوسف انصاری اور ابو ہریرہ اور فضالہ بن عبیدہ اور عبد اللہ بن زبیر اور معاذ بن جابر اور سلم
 بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عیاض اور حسن بصری اور ابن سیرین اور عطاء اور عقبہ اور زید اور نافع اور جابر بن زید اور عمر
 اور ربیعہ وغیرہ اور امام اوزاعی اور اسحاق اور ابو ثور اور داؤد بن جرم نے تھے کہ ذی نیل الاوطار اور امام نووی رحمہ نے
 شرح مسلم میں لکھا ہے کہ فقط ایک رکعت وتر پڑھنے صحیح ہیں اور یہی ہے مذہب ہمارا و جبہ و کانتھے اور نیز
 جبہ و علماء کے نزدیک وتر کا کوئی عدد معین نہیں بلکہ خواہ ایک رکعت پڑھے خواہ تین پڑھے خواہ پانچ یا سات
 یا نو یا گیارہ یا تیر پڑھے اور خواہ ان سب اعداد کو ایک مسلم سے پڑھے یا کسی مسلمان کے ساتھ پڑھے ہر طرح سے

حدیث صحیحہ و روایت صحیحہ

جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پیرے کذا قال النووی جہا میں الاما دین اور اگر کبھی فقط تین ہی دنز پڑھے تو اس طہود سے پڑھے کہ پہلی دو رکعت پڑھ کر سلام پیرے پھر اوہک ایک کعت علیہ پڑھے اور تینوں کو جوڑ کر پڑھے تو اسکے درمیان التیمات نہ پڑھے اخیر کعت میں فقط ایک التیمات بھیج کر سلام پیرے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ تین رکعت و ترمعین میں اس سے کم کرے اور نہ زیادہ پڑھے اور کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ دو التیمات سے پڑھے پہلی دو رکعت کو بعد التیمات پڑھ کر پھر ہر دو بھیجہ اخیر التیمات پڑھ کر سلام پیرے لیکن قول حنفیہ کا صحیح حدیثوں کے صریح مخالف ہے اور جمہور علماء کے دلائل اس مسئلہ میں بہت ہیں پہلی دلیل کہنی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء اور فجر کے درمیان گیارہ رکعتیں نفل پڑھا کرتے تھے ہر دو رکعتوں پر سلام پیرے پھر ایک کعت کو ساتھ و تکررتی اور ایک وایت میں ہے کہ امان یصلی عشر رکعات ویوتر بسعدۃ یعنی دس رکعتیں نفل پڑھتے اور ایک کعت و تکررتی تھے اور ایک وایت میں ہے کہ تیرہ رکعت نفل پڑھتے انہیں سو یا بیس رکعتوں کے ساتھ و تکررتی نہ بیٹھتے مگر ان کے اخیر میں اور ایک وایت میں ہے کہ پہلے آٹھ رکعتیں پڑھتے پھر دو رکعتیں پڑھتے پس حدیث صریح ہے اس باب میں کہ دو رکعت کعت بھی جائز ہے اور پانچ بھی جائز ہیں اس لیے کہ پہلی روایت میں لفظ کل رکعتیں صریحاً موجود ہے کہ آپ ہر دو رکعتوں پر سلام پیرے تھے پس اخیر رکعت کو پہلی دو رکعتیں ہی اس میں داخل ہیں سو یصلی ہے اس میں و تکررتی ایک کعت بھی جائز ہے ورنہ کل رکعتیں کہنا بالکل صحیح نہ ہوگا اور نیز اگر دو رکعت کو ساتھ ملا کر پڑھنا فرض کیا جاوے تو پھر اسی طرح چار یا چھ رکعتوں کے ساتھ ملانا بھی ممکن ہے اور حنفیہ کے مخالف ہے اور طحاوی نے کہا کہ اگر آدمی ہو کہ آپ کو ایک کعت پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھی اس لیے کہ تیر نماز سے ممانعت آچکی ہے سو جواب اسکے یہ ہو کہ احتمال ہے کہ مراد تیر اس سے وہ کیسی کعت ہو جس کے پہلو کوئی نماز نہ ہو اور وہ عام ہے خواہ وصل کے ساتھ ہو اور خواہ فصل کے ساتھ پس جسکی پہلے فصل نماز ہوگی وہ تیر نماز ہوگی اور بعض کہتے ہیں کہ فصل پہلی دو رکعتوں کو و تکررتی کے ساتھ ملا دینا ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ وہ تیر نماز نہیں ہے اور نیز اندرین صورت چاہیے کہ گیارہ رکعتوں کو بھی ملا کر پڑھے تاکہ فصل انکو و تکررتی کے ساتھ نہ ملا دے اور یہ سب طرح دوسری وایت میں ہی تین رکعت و تکررتی کہہنی ممکن نہیں اس لیے کہ اگر تین متراد ہوتے تو یوں کہا جاتا تو تکررتی یعنی تین دنز پڑھتے تھے جیسا کہ دوسری حدیث میں کہا ہے اور نیز جو کہ دس رکعتوں کو ایک لفظ میں جمع کر دیا تو گیارہ رکعتوں کو بھی ایک لفظ سے بیان کرنا ممکن تھا یعنی احد عشر رکعات کہا جاتا ہے اس لیے کہ جو احتمال اس میں پیدا ہوتا ہے وہ پہلے لفظ میں بھی موجود ہے اور نیز یہ لفظ اس سے مختصر ہے اور بلاغت کو موافق ہے اور نیز اگر اخیر رکعت پہلی دو کے ساتھ ملا کر پڑھنا فرض کیا جاوے تو پھر اسی طرح چار یا چھ رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھنے کا احتمال بھی باقی ہے حالانکہ وہ حنفیہ کے باطل

یہ حدیث صحیح ہے اور ساتویں دلیل انکی یہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی سے روایت ہو کہ وتر سات ہین یا پانچ ہین اور
 میں تین تیر اور درست نہیں کہتے اور آٹھویں دلیل انکی یہ حدیث ہے جو جرمیورہ کے نسائی ہین روایت ہو کہ وتر سات
 ہین یا پانچ ہین تین نہیں اور ناویں دلیل انکی یہ حدیث ہے جو کہ نسائی نے سلیمان بن یسار سے روایت کی
 ہے کہ کسی نے اس سے تین وتر پڑھے گا سوال کیا سو اس نے تین وتر کو مکروہ جانا اور کہا کہ نفلوں کو فرض کو
 مثلاً بھٹکرو اور دسویں دلیل انکی یہ حدیث ہے جو کہ ابو داؤد اور نسائی میں ابو ایوب سے روایت کہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ ترحق ہین ہو جو کوئی چاہے پانچ پڑھے اور جو کوئی چاہے تین پڑھے اور جو چاہے
 ایک پڑھے اور صحیح کہا ہے اسکو ابن جابر اور حاکم نے یسار حدیث میں بھی تاویل کی مطلق گنجائش نہیں کہ
 تین عدد آپس میں ایک دوسرے کو مقابل واقع ہوئے ہین اور اگر کوئی کہے کہ اس میں تین وتر کا بھی ثبوت موجود
 تو اسکا جواب آئندہ آویگا فانظرہ اور گیارہویں دلیل انکی یہ حدیث ہے کہ عثمان بن نے فقط ایک کعت وتر پڑھے
 اسکو سو اور کچھ دینا آخر محمد بن نصر وغیرہ بائنا صحیحہ اور بارہویں دلیل انکی یہ حدیث ہے جو کہ کتاب المغازی میں آئندہ
 آویگی کہ سعد بن فقط ایک کعت وتر پڑھی اور تیرہویں دلیل انکی یہ حدیث ہے جو کہ مناقب میں آئندہ آویگی کہ معاویہ
 نے فقط ایک کعت وتر پڑھے اور ابن عباس رضی نے اسکو صواب کہا اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس میں رجب
 ابن الیثین پر کفہل نے معاویہ کے فعل پر عمل نہیں کیا اور چودھویں دلیل انکی یہ حدیث ہے جو کہ صحیح مسلم میں عائشہ
 سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعت وتر پڑھتے تھے یعنی پہلے آٹھ رکعتیں پڑھتے اور النجیات بیشتے
 گیارہویں پر النجیات پڑھ کر آٹھ کہتے ہوئے اور سلام پڑھتے پھر ناویں رکعت پڑھ کر النجیات بیشتے اور سلام
 پڑھتے اور جب آپ کا بدن بھاری ہو گیا تو سات وتر ایک سلام سے پڑھے اور پندرہویں دلیل یہ ہے جو کہ تمام
 بخاری میں دلالت ہے کہ جب کہتے ہو شنبہ ہالی تب سو ہینے لوگوں کو تین وتر پڑھتے پایا اور تحقیق وتر ہر طور سے
 جائز نہیں یعنی خواہ ایک کعت پڑھے اور خواہ تین کعت پڑھے خواہ زیادہ پڑھے کسی میں گناہ نہیں اور اسی
 قسم کی اور بھی بہت حدیثیں ہیں جو سنن وغیرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا
 کہ تین وتر کی تعیین قطعاً باطل ہے مختلف حالات میں مختلف طور سے پڑا کرے اور خفیہ جو تین وتر کو دو النجیات
 اور ایک سلام سے معین کہتے ہین تو وہ اس باب میں کسی دلائل پیش کرتے ہین بڑی بھاری قوی دلیل انکی
 ہے جو کہ تین وتر موصول کے جائز ہونے پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے اور اسکے سوا اور عدد دون میں اختلاف ہے
 پس اسکو ساتھ مل کر نا بہتر ہے جو جواب لکا کہی وجہ سے ہو جو اول یہ ہے کہ میمونہ اور ابن عباس رضی اور ابو ہریرہ رضی
 اور سلیمان بن یسار وغیرہ صحابہ سے تین وتر کا جائز ہونا ثابت ہو چکا ہے کما اور بہت احادیث صحیحہ سے بھی
 انکی مانعت آچکی ہے پس دعوی اجماع باطل ہوا وجہ دوم یہ کہ معلوم نہیں کہ یہ اجماع کن لوگوں کا ہے اور کن

زمانے میں ہوا اس بات کا پتہ دینا لازم ہے اور شرط اجماع کے بیان کرنے ضروری ہیں و جب سوم یہ کہ اجماع کو واسطے خبر احوال کی طرح سلسلہ سند کا ہونا ضروری ہو چنانچہ دو حنین میں لکھا ہے اما الناقل فلذا ذکرنا فی استتہ
پس اب معنی کو لازم کہ اس اجماع کا سلسلہ بیان کر دو جب چہارم یہ کہ جو اجماع کہ بطریق احاد منقول ہو
وہ اکثر اہل اصول کو نزدیک حجت نہیں چنانچہ منہاج السنوی میں لکھا ہے و ذہب لاکثر الی انہ لیس بحدیث
انتھے و جب پنجم یہ کہ اس اجماع سے تین و ترون کا دو التعمیات اور ایک سلام سے بڑھنا ثابت نہیں
ہوتا احتمال ہے کہ اجماع ان تین و ترون پر ہوا ہو جنہیں فقط ایک ہی التعمیات ہو اور تیسرے میں یہ بھی ہو
نہیں کہ وہ تین و ترون و سلام سے ہیں یا ایک سلام سے ہیں بھی احتمال ہے کہ جمع علیہ و ترون و سلام سے
ہوں نہ ایک سلام سے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں و جب ششم یہ ہے کہ یہ اختلاف فقط تعین اور تخصیص میں ہے
جواز میں نہیں پس اس اجماع سے تین و ترون کی تعین ثابت نہیں ہو سکتی ہے و جب ہفتم یہ ہے کہ یہ اجماع فقط جواز
پر ہو و جب پر نہیں پس غایت درجہ اس سے تین و ترون کا جواز ثابت ہو گا اور یہ جواز اور عددوں کے جواز کو
نسب نہیں کر سکتا بلکہ غیر کے استحباب کو بھی نہ نہیں کر سکتا و جب ہفتم یہ ہے کہ اگر بغرض محال سب کو تسلیم کیجاو
تو فقط اس سے جواز ثابت ہو گا سو کہا جاوے گا کہ کبھی کبھی بعض اوقات میں تین و ترون جواز میں غیر کی نفی اس سے
ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور بعض دشمن عقل و نقل کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اوپر گذر چکی ہے
کو تین رکعت و ترون پڑھو ان سو یہ حدیث اجماع کے مخالف ہے پس مردود ہوگی سو یہ قول ان بعض کامرود ہے
ان کے لئے نہ ہو سکتے کہ یہ خیالی اجماع باطل ہے اور ہر دو پہلی سات و جب سے جیسا کہ ابھی گذرا پس اس حدیث کو رد
کرنا بنا بر فاسد طے الفاسد ہے اور نیز یہ محرم ہے اور اجماع سے فقط جواز ثابت ہوتا ہے اور وقت تعارض کے
محرم کو ترجیح ہوتی ہے بدیم پر پس اس حدیث کو ترجیح ہوگی اور نیز تطبیق بھی ممکن ہے کہ مراد اس حدیث ہو وہ و ترون
جس میں دو التعمیات اور ایک سلام ہے اور جمع علیہ و ترون سے وہ و ترون مراد ہیں جس میں فقط ایک ہی التعمیات اور ایک
ہی سلام ہے اور بعضے متعصب کہتے ہیں کہ پانچ یا سات یا نو وغیرہ و ترون پڑھنے پہلے سلام میں تہوی بھر بعد کے
یہ حکم منسوخ ہو گیا اور تین و ترون پر قرار پایا جو جواب اس کا یہ ہے کہ نسخ بدون شرائط کے ثابت نہیں ہو سکتا
جیسا کہ بیان اس کا تیسرے پارے میں ہو چکا ہے پس معنی نسخ کو لازم ہے کہ شرائط نسخ کے بیان کرے والا
بدن اس کو دعوی نسخ زبان پر لانا ہرگز جاز نہیں اور نیز یہاں اصل نسخ کا بھی کوئی یہ نہیں محض کوئی فرضی نسخ
ہو چکا و جو عالم امکان میں منقو وہ ہے پس معنی پر اس کا بیان کرنا لازم ہے اور نیز مسلم میں روایت ہو کہ سیدنا
ہشام نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے و ترون کا مسئلہ پوچھا سو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمام روئے زمین کے لوگوں سے
عائشہ رضی اللہ عنہا کا حال بہت جانتے ہیں تو کہہ پاس جاؤ سعد بن ہشام عائشہ رضی اللہ عنہا پاس گیا اور اُسے و ترون کا مسئلہ

پوچھا سو ماٹھ نہ فرمایا کہ حضرت اول عمر میں گیارہ کعتیں پڑھا کرتے تھے اور اخیر عمر میں جب آپ کا بدن بہاری ہو گیا تو نو کعتیں پڑھا کرتے تھے پوچھیں یہ حدیث صحیح ہے اس باب میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں نو کعتیں وتر پڑھتے تھے پھر میں وتر پڑھ کر بقرآن یا اودنیز اگر تین وتر پڑھا تو پھر عاشرہ رحمہ اسکو ضرور بیان کرتین اور نیز جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فقط ایک کعت وتر پڑھتے تھے جو حبیب کہ مفصل طور سے اوپر مذکور ہو چکا ہے بلکہ تین وتر کا پڑھنا دو تین صحابی کی کسی سوا اور کسی سے ثابت نہیں اور اسی طرح امام شافعی اور اسحاق اور داؤد زاعی اور امام مالک اور احمد وغیرہ جمہور علماء مجتہدین کے نزدیک بھی ایک کعت وتر پڑھنے جائز ہیں پس اگر تین وتر پڑھا تو پھر جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین ایک کعت کو جائز نہ رکھتے اور نیز اس امر مقرر پر مجتہدین کو اطلاع ہوئی ضروری تھی کہ نسخ اور منسوخ کو جانا مجتہد ہونے کی شرط ہے پھر کیا امکان ہو کہ جمہور صحابہ اور ائمہ مجتہدین کو اسکے منسوخ ہونے کی اطلاع نہ ہوئی اور پھر وہ مجتہد کیسے ہو گئے اور نیز جازنہ اسکو برعکس دعویٰ کیا جاوے ایسے کہ عاشرہ رحمہ اسکو برخلاف ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ ابھی گذر اہل حق دعوے منع منکس ہے مدعی پر فہم ہو جائے تو پھر جو ابنا اور نیز جب معاویہؓ نے ایک کعت وتر پڑھی تو ابن عباسؓ نے اسکو صواب جانا پس اگر تین وتر پڑھا تو قرار پایا ہوتا تو پھر ابن عباسؓ اسکو صواب کہتے اور بعضے خفی دلیل پیش کرتے ہیں جو بن مسعودؓ کا قول ہے کہ فقط ایک رکعت پڑھی کافی نہیں جو جواب اسکا کئی وجوہ سے اول یہ کہ یہ قول ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں جیسا کہ امام نوویؒ نے لکھا ہے اذ لیس ثبات عنہ انتہی پر استدلال اس سے صحیح نہیں دوم اگر اگر فرضاً ثابت بھی ہو تو اسکو فرض منوں پر محمول کیا جاوے گا واسطے کہ کہتے ہیں کہ جب ابن عباسؓ نے کہا کہ حالت خوف میں چار فرض منوں کو بدلے فقط ایک کعت کافی ہے تو ابن مسعودؓ اسکو بدلے واسطے یہ کلام کہی پھر ایک رکعت کبھی کافی نہیں سوم یہ کہ ابن ابی شیبہؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ اُسے عشاء کو بعد ایک رکعت وتر پڑھتے اور پڑھ کر یہ قول صحیح ہے اور بعد اضعیف ہو ایسے اسکو ترجیح دیجاوے گی چہارم یہ کہ جمہور صحابہ اور تابعین وغیرہ ایک کعت وتر کا جائز ہونا اور نہ ثابت ہو چکا ہے پھر اتنے صحابہ کو مقابلے میں ایک ابن مسعودؓ کا قول سے استدلال کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے اور نیز جب معاویہؓ صحیحہ سے ایک وتر کا پڑھنا ثابت ہو چکا ہے کما لو پھر ابن مسعودؓ کا یہ قول کس گنتی شمار میں ہو اور بعضے خفی تین وتر ہوئے پھر بعد اسبعہ کا قول جو نقل کرتے ہیں سو وہ بھی ہتھکڑاؤ اور اقوال صحابہ وغیرہ کے مقابلے میں قابل حجت نہیں اور نیز اسکی ہنادین عمر بن عبیدہؓ اور شیخ ابن حجرؒ نے تحریر میں لکھا ہے کہ یہ دوسری متروکہ ہو اسکو قول کا کچھ اعتبار نہیں اور جو کہ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ بعض اصحاب سے روئے کو نقل نماز مغرب کو پھر انما منقول ہے تو بھی ثابت نہیں پس علی کو لازم ہے کہ اسکی حد نقل کر کے تو متیق نہ ہو بیان کر کے اسکی صحت کو ثابت کرے اور نیز ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے ایک کعت وتر کا پڑھنا بھی ثابت ہو چکا

کہ اگر میں ایک قول سے استدلال کرنا اور دوسرے کو ترک کرنا جائز نہیں اور اسی طرح عمرہ وغیرہ سے جو تین وتر کا پڑنا منقول ہو اسی سے ایک رکعت کا پڑنا بھی ثابت ہو چکا ہے فقط انس کا قول خلاف سوا مسلم ہے ہوا احتمال ہے کہ... نہی کی اسکو حدیث نہ پہنچی ہو اور بعض نے حنفی اسکے سوا اور بھی کئی حدیثیں پیش کرتے ہیں جو تین وتر پر دلالت کرتی ہیں جو جواب ان سب کا یہ ہے جو کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن نصر نے کہا کہ میں نے ایسی کوئی حدیث صحیحہ نہیں پائی جو صحیح ہو امین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت و تر دو التیمات سے پڑھے ہوں بلکہ اسکے برخلاف آپسے ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ حاکم نے عاریت سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت پڑھتے تھے نہ تین پڑھتے تھے مگر ان کے اخیر میں یعنی فقط ایک التیمات سے تین و تر پڑھتے تھے اور اسی طرح ابوبار و طاؤس سے بھی روایت آئی ہے کہ وہ تین و تر ایک التیمات سے پڑھتے تھے پس ان حدیثوں سے تین و تر ہونے پر استدلال کرنا باطل ہے اور جن حدیثوں میں تین و تر کو مغرب... سے ثابت کرنے کی ممانعت آئی ہے تو اسے مراد دو التیمات کو ساتھ پڑھنا ہے پس انہیں کوئی تعارض نہیں ہے اب بقول ابی العالیہ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہر کو مغرب کی نماز کی طرح تین و تر سکھایا کرتے تھے سو جواب اسکا یہ ہو کہ اول تو فرق ثابت نہیں میں نبوت اسکا دعویٰ کے ذمے ہو دوم یہ کہ و تر دو کو مغرب کی نماز کے ساتھ کرنا بہت حدیثوں سے منع ہو چکا ہے اور نیز جمہود صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ایک رکعت و تر کا جائز ہونا ثابت ہو چکا ہے کما مر بیانہ مفصلاً پس ابوالعالیہ کا تین و تر کو سب صحابہ کی طرف نسبت کرنا قطعاً غلط اور مردود ہے پس ضرورت کے لئے مراد اس سے بعض اصحاب ہوں اور نیز جن جن اصحاب سے تین تین و تر کا پڑنا یا سکھانا منقول ہے انہیں سے ایک رکعت و تر کا پڑنا یا جائز نہ سکھانا ہی ثابت ہو چکا ہے سوا انس کے اور کسی کا قول نہیں جس سے اسکا برخلاف ثابت نہ ہو اور میں ثابت ہوا کہ یہ قول ابوالعالیہ کا صحیح نہیں اور قاسم کے قول کا بھی یہی جواب ہے جو بدو کی اسے ہر طور سے و تر پڑھنے کو جائز رکھا ہے اور سب کو واسع اور فراخ بتلایا ہے پس حاصل اس سئلے کا یہ ہو کہ و تر کا کوئی خاص عدد معین نہیں خواہ ایک پڑھے خواہ تین پڑھے خواہ پانچ یا سات یا نو یا گیارہ وغیرہ پڑھے اور خواہ سب کو ایک سلام سے پڑھے یا کسی سلام سے پڑھے ہر طور سے جائز ہے واقعہ اعظم حدیث ثنائی عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن نافع عن عبد اللہ بن یونس عن ابن عمر ان رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوة اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة اللیل منی منی فاذا اوتی احدکم الصلوة فليصل ركعتين فليجده فليؤتيه ما قد مضى ترجمہ ابن عمر سے روایت ہو کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کا سئلہ پوچھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو رکعتیں ہے سو جب کوئی فجر مہنے سے اٹھے تو ایک رکعت

۲ اور یہی ثابت نہیں ہے نیز بعض صحابی کے تین و تر پڑھنا منقول ہے

و تر پڑے کہ وہ طاق کر دیگی اس نماز کو جو پڑھ چکا ہے **ف** ایک روایت میں اتنا زیادہ کہ اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کہا کہ دو رکعتوں کا کیا معنی ہے اس نے کہا کہ دو رکعتوں پر سلام پھیریں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کو نفل میں دو رکعتوں پر سلام پھیرنا معین ہے لیکن جو علماء کہتے ہیں کہ افضل ہے واجب نہیں ہیں حدیث کے نزدیک فضیلت پر محمول ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی برخلاف بھی ثابت ہو چکا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وصل اور فصل دونوں برابر ہوں اور فصل کرنا ایک آسان اور سطر شاد فرمایا ہے کہ وہ رکعتوں پر سلام پھیرنے میں نماز کی بہت تخفیف ہے اور اگر کوئی ضروری لمرویش آ جاوے تو آدمی جلدی فرائض ہو سکتا ہے بخلاف چار اور زیادہ کہ اس میں اتنی تخفیف نہیں لیکن دو رکعتوں میں سلام سے فصل کرنا افضل ہے کہ اسکی حدیثیں بہت صحیح ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وقت صبح صادق ہو جانے کو بعد باقی نہیں رہتا جو اب اس سے زیادہ صبح وہ حدیث ہے جو ابوداؤد اور نسائی وغیرہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب فجر ہو جاوے تو رات کی نماز اور وتر دن کا وقت گیا اور صبح ابن خزیمہ میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کو فجر پانچ و تر درست نہیں لیکن یہ محمول ہے اس پر جو جائز تھا کہ اسے اور یا اسے کہ اسکو وتر لو انہیں ہونے اس لیے کہ ابوداؤد میں اس سے بھی روایت آچکی ہے کہ جو شخص وتر کو پھول جاوے تو چاہیے کہ اسکو ٹپ ہے جب یاد کرے اور بزرگ سنڈرنے ایک جماعت سلف و حکایت کی ہے کہ وتر دن کا اختیار ہی وقت صبح صادق تک باقی رہتا ہے اور ضرورت کا وقت صبح کی نماز تک باقی رہتا ہے اور اسی مذہب کو حکایت کیا ہے قرطبی نے امام مالک اور شافعی اور احمد رحمہم اللہ امام نووی نے کہا کہ اول وقت وتر دن کا عشاء کی نماز سے بعد شروع ہوتا ہے اور آخر وقت صبح صادق تک ہو اور ابن قدامہ نے کہا کہ وتر کو صبح تک عشاء تا فجر کرنا لائق نہیں اور اس میں بھی علماء سلف کو اختلاف ہے کہ وتر دن کی قضا ہی یا نہیں ہوا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ وتر دن کی قضا نہیں اور محمد بن بشر کہتا ہے میں نے کسی حدیث میں یہ سنا نہیں یا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر دن کو قضا کیا ہو یا قضا کا حکم دیا ہو اور جسے یہ گمان کیا کہ فجر کی نماز کے قضا ہو جائے کہ دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر دن کو قضا کر کے پڑھا تھا تو اسے خطا کی اور عطا اور داؤد وغیرہ کہتے ہیں کہ بعد صبح تک وتر دن کو قضا کرے اور یہی ایک قول ہے شافعیہ کا اور دلیل انکی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیماری سے دو وغیرہ کے سبب رات کو سو جائے اور وتر پڑھتے تو دو گویا رہے کہ تین پڑھ لیتے اور نیز دلیل انکی وہ حدیث ہے جو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اسکی گزر چکی ہے اور اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وتر دن کے بعد کوئی نماز درست نہیں اور سب کے سب کو دو سکون میں اختلاف ہے پہلا اختلاف اس میں ہے کہ وتر دن کے بعد نفل میں پڑھنے جائز ہیں یا نہیں سو بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جائز نہیں اس لیے کہ مسلم میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے

لَمْ يَصْلُحْ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ نَصْلِي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
 کہنے میں وہ کے پاس ات کاٹی اور وہ میری خالہ ہی سو میں گدیے کی چوڑائی میں لیٹ گیا اور حضرت اور آپ کی
 بی بی اسکی لبنا ہی میں لیٹ گئی اور سو گئے یہاں تک کہ وہی ات یا اسکو قریب گذر گئی سو آپ جاگے اور نیند کو اپنے
 منہ سے مٹاتے تھے یعنی ہاتھ سے اپنی منہ اور آنکھوں کو مٹاتے تھے تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو جاوے پھر آپ نے سورہ آل عمران کی
 اخیر کی دس آیتیں پڑھیں یعنی آمنہ الرسول سے آخر تک پھر ایک مشک ٹکلی ہوئی کئی طرف کھڑے ہوئے سو اس سے وضو
 کیا اور اچھی طرح وضو کیا یعنی تمام سنتوں اور سجدات کو لو کیا پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے (سو میں بھی کھڑا ہوا)
 اور آپ کی طرح وضو کیا اور آپ کو پہلو میں کھڑا ہوا سو آپ نے اپنی ہاتھ کو میرے سر پر رکھا اور سیرکان کو کچا کر مروڑا پھر
 دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں
 پھر ایک رکعت وتر پڑھی پھر لیٹ گئی یہاں تک کہ مؤذن آپ تک پاس آیا یعنی نماز فجر کی اطلاع دینے کو پھر آپ گھر سے
 تشریف لائے اور بھیج کی نماز پڑھی **ف** یہ حدیث پہلے بھی کہی بار گذر چکی ہے اور اس حدیث میں تیرہ رکعت کا ذکر کیا
 اور دوسری روایتوں میں گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے سو جس سے تیرہ رکعت کا ذکر کیا ہے اسے فجر کی دو سنتوں کو
 بھی سمجھنا اخل کیا ہے یا مراد اس سے عشا کی دو سنتیں ہیں پس ان روایتوں میں کچھ اختلاف نہیں اور اس حدیث میں
 کسی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ بنی ہاشم کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اس لیے کہ اس حدیث کی ایک طریق کہ میں اتنا
 لفظ زیادہ آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس کو صدقہ سے اونٹ دیئے تھے اور ایک کہ عندی بنی ہاشم کا
 جائز ہے اور ایک کہ چھوٹے بچہ اور اپنے قریبی اور مہمان کو ساٹھ الفت کرنی چاہیے اور محبت اور حسن اخلاق سے
 بیش آنا چاہیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابن عباس کو بہت الفت اور محبت کی پیش کئے اور ایک کہ اگر عمر ایک
 کو مورعورت کو یا سات رہنا جائز ہے گو کہ کا خاوند بھی اس کے پاس موجود ہو اور یہ کہ جعفیہ الی کے ساتھ ملکر سونا جائے
 ہو اور ایک کہ اگر کسی نااہل کی نماز صحیح ہو اور یہ کہ انست لائے اور جگانے کو واسطے کان بڑوڑا جائز ہے کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کان بڑوڑا تاکہ اسکو اندر میرے میں ڈرے اور سورہ جاوے اور ایک کہ غنار اور غنار
 کو در میان افضل پڑھنے جائز ہیں اور یہ کہ رات کی نماز کی بڑی فضیلت ہے خاص کر دو رکعت صفت میں تو بہت ہی زیادہ
 ہو اور یہ کہ ہر وضو اور ہر نماز کے پہلے سوک کرنی مستحب ہے اور جب نیند سے اٹھے تو آل عمران کی اخیر تینیں پڑھے
 اور یہ کہ اگر پیاسے وغیرہ کسی چھوٹے باسن میں پانی ہو تو اس سے چلی کے ساتھ پانی لینا جائز ہے اس لیے کہ ایک
 روایت میں پانی کے اپنے مشک سے پیلے میں پانی ڈالا پھر اس سے چلو کے ساتھ وضو کیا اور مستحب ہے کہ وضو
 میں پانی کم خرچ کرے اور ایک کہ مسجد کے واسطے کوئی مؤذن والی مقرر کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر مؤذن اذان گو بعد
 اذان کو نماز کی اطلاع دیوے تو جائز ہے اور ایک کہ انھوں کی جماعت کرنی جائز ہے اور جو شخص کسی غیر توہم کے وقت

امامت کی نیت نہ کرو تو اسکے پیچھے اقتدار کا جائز ہے اور یہ کہ بے وضو قرآن پڑھنا جائز ہے اور اس پر سب مسلمانوں کا اجماع ہو چکا
 ہے اور یہ کہ اگر مقتدی نقطہ ایک ہی ہو تو امام کے ہونے کا ہر اہل ہود اور اگر بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو چاروں ہی طرف پھر جا دے
 اور اگر وہ خود وہی طرف پیچھے ہو تو امام اسکو وہی طرف پھر لے دے اور یہ کہ تھوڑا کام سے نماز باطل نہیں ہوتی اور یہ کہ محرم
 ہونے اپنی بیوی کے ساتھ ملکر سونا جائز ہے عیاء کے مخالفت نہیں اگرچہ وہ محرم خوب تیز کرتا ہے اور یہ کہ سورہ آل عمران
 کہنی جائز ہے اور بعضے اسکو نہ کہتے ہیں اور سب مسلمان اس حدیث کو کل طریقوں میں منجوز ہیں اور اس حدیث کی روایتوں کا
 پڑھنا ثابت ہو اور بھی ہے ہے مطابقت حدیث کی باب کو امام اعظم رحمہ اللہ نے تاج العیسیٰ بن سلیمان قال حدثني عبد الله
 ابن وهيب قال اخبرني عمر بن الخطاب ان عبد الرحمن بن القاسم حدثنا عن ابنه عن عبد الله بن مسعود
 قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الليل مفتي مفتي فاذا اردت ان تتصرف فاذا ركعتك
 تؤمرك ما صليت قال القاسم وانا انا ساند احدثنا ابو زنون بن ماريث وان كلاهما موثقان
 لا يكرهان شيئا باس مترجم ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو
 رکعتیں ہیں جو جب تک نماز سے فارغ ہونا چاہے تو ایک رکعت پڑھ کر وہ طاق کر دیگی تیری اس نماز کو جو تو پہلے پڑھ چکا
 قاسم نے کہا کہ جب کوئی نماز سنہالی یعنی بالغ ہو تو تب سے یعنی لوگوں کو تین دن پڑھتے دیکھا اور وتر ہر
 طور سے جائز نہیں یعنی خواہ ایک تر پڑھے خواہ تین پڑھے خواہ زیادہ پڑھے ہر طرح سے درست ہے اور میں اس
 کہتا ہوں کہ کسی چیز میں اس سے گناہ نہیں ہو گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت پڑھنے سے ہر شخص کو جائز
 ہے اس لیے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے اسکو فارغ ہونے کو ارادی پر موقوف رکھا ہے سو جو شخص نماز سے فارغ ہوا
 چاہے اسکو ایک رکعت وتر پڑھنی جائز ہو گئے ہیں عموم اس حدیث سے ... رو ہو گیا قول اس شخص کا جو کہتا
 ہو کہ ایک رکعت وتر پڑھنے سے اسی شخص کو جائز نہیں جو صحیح صادق ہو جائے کا خوف کرتا ہو ابن عمرؓ کی یہ
 حدیث ظاہر ہے فصل میں اس حدیث کا اشارہ رہا کی جو ابھی آتی ہے فصل اور اصل و نوکی محمل ہے سو ان دونوں میں
 تعارض نہیں ہے کہ قاسم نے بیان کر دیا کہ دونوں امر جائز ہیں حدیثنا ابو الیمان قال اخبرنا الشافعي عن
 الزهري قال حدثني عمرو بن عائشة اخبرنا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي احدا
 عشرة ركعة كانت تلك صلوة قنوق بالليل فيجد الشدة من ذلك قد رما قبل احدا
 خمسين اية قبل ان يركع ثامنا وركعتين قبل صلوة الفجر ثم مضطجع على شقه الايمن حتى
 يأتيه الموتين للصلوة مترجم ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ میں نے
 آپ کی رات کی نماز میں سو ایک سجدہ میں اتنی دیر کرتے جتنے میں کوئی سپاس نہیں پڑا سیکرے ہر ایک
 پہلے سے سجدہ میں بہت طویل کرتے تھے اور وہ کمین فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے پھر پڑھتے کر پڑھتے پڑھتے

یہاں تک کہ مؤذن نماز فجر کی اطلاع دیکر کو آپ پاس آتا جا کر سہائت الیٰہ نماز وتر کے وقتوں کا بیان فرماتا
 حاصل اس باب کا یہ ہے کہ تلم رات وتر کا وقت ہو نماز عشاء اور صبح صادق کو درمیان جس وقت وتر پڑھے جائز نہیں
 اور سب علماء کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ وتر کے وقت کا ابتداء عشاء کی نماز سے بعد ہو جبکہ سفیدی غائب ہو جاوے
 لیکن بعضوں نے مطلق یہ کہہ دیا ہے کہ نماز عشاء اور وتر کا ایک وقت ہو اور عشاء کا ابتداء جبہو کے نزدیک اس وقت
 سے شروع ہوتا ہے جبکہ دن کی سرخی غائب ہو جاوے اور ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک اس وقت سے ہوتا ہے جبکہ سفیدی غائب
 ہو جاوے اور انتہا وقت وتر کا جبہو کے نزدیک طلوع صبح صادق تک ہو اور بعضوں نے کہا کہ اخیر وقت اسکا نماز فجر تک
 باقی رہتا ہے قال ابوہریرۃ اوصانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالوتر قبل النجوم یعنی ابھر یہ کہ
 کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی یعنی پہلی رات میں و اس
 حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کو عشاء کے ساتھ پڑھنا چاہیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سے پہلے وتر پڑھنے کی
 وصیت کی اور عائشہ کی آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات میں وتر پڑھتے تھے سو ان
 دونوں میں تعارض نہیں کیلئے کہ پہلی حدیث اس شخص کے واسطے ہو جو کبھی رات اٹھ سکے پس اسکو اعتیاد کر واسطے
 یہی حکم ہے تاکہ وتر فوت نہ ہو جاوے اور دوسری حدیث اسکی حقیقت ہے جو کہ کبھی رات اٹھنے کی امید نہ کرتا ہو جسکا صحیح حکم وتر
 جابر رکنہ رواست ہو کہ جو کبھی رات اٹھنے کی امید نہ کرتا ہو سو چاہیے کہ کبھی رات میں اوپر وتر پڑھے کہ وہ افضل ہے اور
 اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو کبھی رات نہ اٹھنے کا خوف کرے سو چاہیے کہ وہ پہلی رات میں وتر گزارے پس معلوم ہوا
 کہ پہلی رات میں ہی وتر پڑھنے جائز نہیں فقط وہ بالناسبتہ بالترجمۃ حاکم ثنا ابو النعمان قال حدثنا حماد بن زید
 قال حدثنا انس بن سید بن قال قلت لابن عمر ارایت الکرکعتین قبل صلوۃ العشاء اطیلت فیہما الصلۃ
 قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصل من الیکل مثنی مثنی ویوتر بکرۃ ویصل الکرکعتین قبل صلوۃ
 العشاء وکان الاذان باذینہ قال حماد ائی بیئوۃ ترجمۃ بن سیرین عن سعید بن مسعود عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ
 کہ پہلا ابتداء تو کہ میں صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتوں میں قرأت لینی پڑھوں یا نہیں اسنے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 رات میں دو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے پھر ایک کعت وتر پڑھتے تھے صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں سنت پڑھتے گویا کہ اگر
 کسی آواز آپکے کان میں ہو یعنی ایمن ایسی جلدی کرتے تھے جبکہ کوئی شخص کسی کی آواز نہ سنے نماز کی طرف جلدی
 آتا ہے اس خوف سے کہ اہل وقت فوت نہ ہو ماحدو ف پس معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں میں قرأت لینی نہیں پڑھنی
 چاہیے بلکہ انکو بہت ہلکا پڑھنا چاہیے پس اس سے انس کے سوال کا جواب دیا ہو گیا اھ اس حدیث میں مطلق رات
 کا ذکر ہے اول یا اخیر وغیرہ کسی خاص حصے رات کی امین کوئی قیہ نہیں پس معلوم ہوا کہ تمام رات وتروں کا وقت
 جموعت چاہے پڑھے پس بھی وجہ سے مناسبت اس حدیث کی باب و اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل

آپ نے ہر حکم فرمایا اور اصل فقط آپ نے فعل سے ثابت ہو کر قیل سے نہیں حکم لکھا عمر بن حفص قال حدثنا
 الحسن بن علی بن مسلم عن مسروق عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کل اللیل أو تر رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم وانتهی وترہ الی الشجر ثم حمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات
 میں وتر پڑھے ہیں اور آپ کو وتر سحری کے وقت تک تلم ہو کر یعنی غنا کی نماز کے بعد تمام رات آپ کے وتر اور
 نماز کا وقت تھا کبھی پہلے رات میں وتر پڑھ لیتے تھے اور کبھی ریسانہ رات کو پڑھتے تھے اور کبھی پچھلی رات میں پڑھتے تھے
 لیکن اخیر میں آپ ٹرون کو ہمیشہ پچھلی رات یعنی سحری کے وقت پڑھتے تھے یا آپ کے وتر دن کی انتہا سحری تک
 تھی اس سے چھو کبھی وتر پڑھتے تھے جو سحری سے چھو بھی صبح صادق ہونے تک وتر پڑھتے تھے جائز ہیں و ہر
 اس سے معلوم ہوا کہ تمام رات دھکا وقت ہو اور اسکے ہر حصے اور ہر جز میں وتر پڑھنے جائز ہیں جو وقت چاہو پڑھو
 پس مطابقت حدیث کی باب و ظاہر ہو گئی بآب ایقظ الشیء صلی اللہ علیہ وسلم اھلک بالوتر حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گہروالوں کو وتر کے واسطے جگا حکم لکھا سند قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا ہشام
 قال حدثنا ابن عیینہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان الشیء صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وانا واقفہ
 معتزۃ علی ذلک فاذا اراد ان یوتر ايقظنی فاوترت ثم حمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ
 وسلم رات کو تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کو بچھونے کی حوائج میں لینے آپ کو سامنے لیٹی رہتی سو جب آپ
 وتر پڑھتے تھے کالامداد کرتے تو مجھ کو جگاتے سو میں بھی اٹھ کر وتر پڑھتی و اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر دن کو اخیر
 رات میں پڑھنا مستحب خواہ تہجد کرے یا نہ کرے لیکن یہ بیوقوف ہے جبکہ پچھلی رات کھٹنے کی امید کہتا ہو اور اگر
 یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے گہروالوں کو وتر کے واسطے جگا مستحب ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے
 اور بعض نے ضعیفی اس حدیث کو دلیل کہتے ہیں اس پر کہ وتر واجب بین السیئۃ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ
 کو تہجد کے واسطے جگا یا اللہ وتر کے واسطے جگا دیا سو جواب یہ کہ جگانے سے یہ حکم واجب ہونا لازم نہیں آتا
 اس کو حفظ ثبات ہوتا ہے کلمات کو اور غفلتوں کو ان کی زیادہ تاکید ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غفلتوں کے واسطے سو
 کو جگانا مستحب ہو پس فرعون کو واسطے سو کو جگانا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ خاص اسی وقت
 جگانا جائز ہے جب کہ نماز قضا ہونے لگی ہو اول وقت اور جماعت پالنے کو واسطے بھی سو کو جگانا جائز ہے
 بآب یجعل الخ صلوٰۃ وتر اچا ہے کہ آدمی اپنی رات کی نماز میں پچھلی نماز کو وتر کرے حد ثنا مسند
 قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن عیسیٰ بن عبد اللہ قال حدثنی نافع عن عبد اللہ بن عمر عن عائشہ رضی اللہ علیہا
 وسلم قال اجعلوا الخ صلوٰۃ لکم باللیل وتر ثم حمہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 اپنی رات کی نماز میں پچھلی نماز کو وتر کر یعنی تہجد کے بعد وتر پڑھنے چاہیے و بعضی حدیثوں سے ثابت ہوا کہ

کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وز کے بعد در کعت بیٹھ کر بیٹھتے تھے لیکن یہ واسطے بیان جواز کے ہو گا اور سنت
بھی ہے کہ تہجد کے بعد وتر پڑھے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تہجد اور نفل ذکر کہتے ہیں جو وتر کی تہجد انکو واسطے کہا
جاتا ہے کہ نیند سے اٹھ کر پڑھے جاتے ہیں اور وتر واسطے کہا جاتا ہے کہ ظاہر میں اور بعضے خفی اس حدیث سے بھی
وتر کے واجب ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں جو جواب اسکا یہ ہو کہ رات کی نماز واجب نہیں سو اسکا اظہار بھی واجب نہیں
اور نیز اصل عدم وجوب وتر میں ہے دلیل وجوب ثابت نہ ہو سکے گا **باب الوتر علی الذاکر سفر میں سواری پر**
وتر پڑھنے جائز میرا حدیث ثنا اسعیل قال حدثنی ملائک عن ابی بن عمر بن عبد اللہ بن عمر بن عبد اللہ بن عمر بن عبد اللہ
بن عمر بن الخطاب عن سعید بن زید انہ قال کنت اسیرو مع عبد اللہ بن عمر بن عبد اللہ بن عمر بن عمر بن عمر بن عمر بن عمر
فلما شئت الصلۃ زلت فاوترت فقال عبد اللہ بن عمر انک کنت فقلت خلت الصلۃ فزالت
فاوترت فقال عبد اللہ انک فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ فقلت بلی واللہ قال فان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر علی البعیر ثم جمر سعید بن زید روایت ہو کہ میں عبد اللہ بن عمر بن عمر بن عمر بن عمر بن عمر بن عمر
کو راہ میں جاتا تھا سو جب میں صبح ہوئی تو اسواری سے تلے اتر کر وتر پڑھے پھر میں اسکو صحیح ہو جاؤ
ابن عمر نے کہا کہ تو کہاں تھا سو میں نے کہا کہ میں فجر میں سے دو سوینے تلے اتر کر وتر پڑھے سو ابن عمر نے کہا
کہ کیا جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتب میں بیرونی بہتر نہیں ہو کہا میں خدا کی قسم انکی بیرونی بہتر ہے ابن عمر
نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھا کرتے تھے **دوسری حدیث میں ابن عمر نے سائیل اور گا کوہ**
سفر میں رات کو سواری پر وتر پڑھا کرتے تھے میں حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں سواری پر وتر پڑھنے جائز ہیں امام نووی
نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہی ہے مذہب ہمارا اور مذہب الکسا و احمد اور جہو کا کہتے کہ سفر میں سواری پر
وتر پڑھنے جائز ہیں اور یہ کہ در سنت میں واجب نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ کہتے ہیں کہ وتر واجب میں اور سواری
پر وتر پڑھنے جائز نہیں اور دلیل انکی یہ حدیث ہے جو طحاوی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ نفل سواری پر پڑھتے
تھے اور قریب زمین پر پڑھتے سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوعہ صحیح ہے ابن عمر پر وقت ہو اور موقوف حدیث
اکثر اہل اصول کو نزدیک محبت نہیں اور نیز یہ حدیث پہلی حدیث کی حارص نہیں ہو سکتی اسلئے کہ زمین پر پڑھنا
بالاتفاق افضل میں پس اگر انکی مننے کسی موقع میں زمین پر پڑھے ہوں تو افضلیت کو واسطے پڑھے ہونگی
اس کی یہ لازم نہیں آتا کہ سواری پر وتر پڑھنے جائز نہ ہوں یہ جب ہو سکتا ہے جبکہ کافضل وجوب پر دلالت
کری مالا کہ اہل اصول کے نزدیک مجرد فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔
جائیکہ صحابی کافضل وجوب پر دلالت کہے پس جواز ثابت ہوا اور نیز یہ بخاری کی حدیث سب زیادہ صحیح ہے
پس اسکو ترجیح ہوگی اور نیز عبدالرزاق نے ابن عمر سے روایت کی ہو کہ وہ سفر میں اپنی سواری پر وتر پڑھتے

پہلے حضرت پڑھے جاتے ہیں اور وتر اور تہجد ایک چیز کا نام ہے

اور اکثر اوقات سواری سے تھک کر زمین پر پڑ پڑتے تھے پس اس سے تعارض رفع ہو گیا اور سواری پر وتر پڑنے کا جواب ثابت ہو گیا اور بعضے خفی کہتے ہیں کہ بانی اور کچھ لڑکے بہت سواری پر وتر پڑتے تھے سو جواب اسکا یہ ہے کہ بخاری کی حدیث کو الفاظ اس تاویل کو صریح باطل کرتے ہیں اس لیے کہ سعید بن مسیر نے زمین پر وتر پڑا ہے اور عبد اللہ بن عمر نے انکو کہا کہ تم جھکو حضرت کا اتباع کافی نہیں جو اگر وتر پڑتا ہے اور اسی طرح عبدالرزاق کی روایت بھی اس کے بطلان میں صریح ہے اور اگر بانی کیچڑ تھا تو پھر فرض کہاں پڑا ہے تو وہ بھی لامحالہ سواری پر پڑا ہے ہونگے پس اسکا کیا جواب ہو اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیچڑ عذر ہے پس کہا جاوے گا کہ سیطخ سفر بھی عذر ہو مگر اسکا عذر ہونا تو متفق علیہ ہے پس جب پانی کیچڑ کے عذر سواری پر وتر جائز نہیں سفر کے عذر سے بطریق اولے جائز ہونگے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے سو جواب اسکا یہ ہو کہ یہ دعویٰ نسخ باطل ہے ساتھ ان وجوہات کو جنکا بیان تیسرے پار میں ہو چکا ہو علاوہ ازیں جائز ہے کہ اسکے برعکس دعویٰ کیا جاوے یعنی سواری پر وتر پڑا ہے اول اسلام میں منسوخ تھا پھر جب پانچ سواری پر وتر پڑا ہو تو وہ حکم منسوخ ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ معین کا ذکر ہے عام حکم نہیں سو جواب اسکا یہ ہو کہ عبد اللہ بن عمر نے اس حدیث کو راوی ہیں ہوا انہوں نے سید کو سواری پر وتر پڑا ہے کا حکم دیا اور خود بھی اکثر اوقات پڑتے رہے پس صریح ہے کہ عموم میں پس واقعہ عین کا باطل ہوا و بالمد التوفیق اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ طحاوی نے کہا کہ کوفے والے سواری پر وتر پڑا ہے کو منسوخ کرتے ہیں مگر یہ سنت ثابتہ کا خلاف ہے اور اس حدیث میں فقط اونٹ پر وتر پڑا ہے کا ذکر ہو لیکن اونٹ وغیرہ سب سوار یاں اس حکم میں شریک ہیں کہ فرض کسی پر جائز نہیں پس معلوم ہو کہ اس کا حکم بھی ہے فظہر وہ المناصبہ میں اس حدیث والباب باب الیوتوفی الشیخ سفر میں وتر پڑا سنت میں فضاک و شتول ہے کہ سفر میں وتر پڑا ہے مسنون نہیں سوا اہم بخاری نے اس باب سے اشارہ کیا ہے یہی طرفت کہ قول مردود ہے اور ابن عمر سے مسلم وغیرہ میں روایت ہو کہ اگر میں سفر میں نفل پڑتا تو فرضوں کو پورا نہ کرتا سو اس سے مراد فرضوں کی معمولی انتہیں ہیں نہ تو غیر مراد نہیں جیسا کہ اس حدیث کی سیاق سے معلوم ہوتا ہے اور نیز احتمال ہے کہ مراد اسکی یہ ہو کہ دن و رات کو نفلوں کے درمیان فرق ہے اس لیے کہ دوسری حدیث میں اونٹ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ سفر میں سواری پر نفل پڑتے تھے حدیثنا مؤسیٰ بن اسمعیل قال حدثنا جویریہ بن اسماء عن نافع عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی الشقی علی راحلہ حیث توجہت یہ یحییٰ ابناء صلوة اللیل الا الفرائض ویوتر علی راحلہ ترجمہ ابن عمر نے روایت ہے کہ حضرت صلہ اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری پر وتر پڑا کرتے تھے جو طرف کہ وہ ایک بولیکر متوجہ ہوئی ترکیع و سجود۔ انما یہ کرتے اور جب کسی نماز پڑھتے مگر فرضوں کو سواری پر پڑا ہے اور وتر کو بھی اپنی سواری پر پڑا ہے ف بطلان اس حدیث کی دلیل یہی ہے کہ اگر وتر فرض نہیں اور فاضل حضرت صلہ اللہ علیہ وسلم پر فرض نہیں تھے پس اگر

ہے اپنے انکو سواری پر پڑا پس اگر فرض واجب ہوئے تو سواری پر جائز نہ ہوتے اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے
 اس پر کہ فرض سواری پر جائز نہیں لیکن یہ استدلال قوی نہیں ہے کہ مجرد ترک سنگ کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ ممکن ہے
 کہ کہا جاوے کہ مسافر اکثر اوقات فرض کا وقت آتا ہے سو اسکو کبھی سواری پر نہ پڑھنا دلالت کرتا ہے اس پر کہ وہ
 سواری پر جائز نہیں اور خفیہ جو درون کو واجب کہتے ہیں تو وہ اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث فقط فرض
 کی نفی پر دلالت کرتی ہے اور فرض کی نفی سے نفی واجب کی لازم نہیں آتی ہے لیکن یہ جواب اب سی وقت تمام
 ہو سکتا ہے جب کہ اس بات کو ثابت کیا جاوے کہ ابن عمر فرض اور واجب کو درمیان فرق جانتے تھے اور یہ بات
 ثابت نہیں پس جواب بھی تمام نہیں و اللہ اعلم الامم و النبی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ
 تمہاری نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا واجب ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وتر آپ پر واجب ہے لیکن آپ کا
 وتر کو سواری پر پڑھنا ثابت ہو چکا ہے سو اگر واجب ہوئے تو سواری پر جائز نہ ہوتے جیسا کہ شلا ظہر کی نماز ہو
 اور فرض اور واجب میں فرق کرنا یہ محض خفیوں کی اصطلاح ہے جمہور اسکو تسلیم نہیں کرتے اور بر تقدیر مسلم
 خصم کو اس سے کچھ فائدہ نہیں اور اگر کوئی کہے کہ سواری پر وتر پڑھنا آپ کا خاص تھا اور آپ پر واجب تھو سو جواب
 اسکا یہ ہے کہ یہ محض دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وتر آپ پر واجب تھو تاکہ اس کے واسطے تکلف کیا جاوے
 بَابُ الْقَنُوتِ قَبْلَ الْكُفُوعِ وَبَعْدَ الْغَازِ مِنْ رُكُوعٍ سَهْلٍ اَوْ رَیْحَةٍ دُعَاءُ قَنُوتٍ پڑھنے کا بیان ایسے
 جائز ہے قَنُوتُ کا معنی کہ ہر گھوڑے کا ہے اور چونکہ اس دُعَا کو کہہ کر ہر گھوڑے پر پڑھتے ہیں اسلئے اسکو دُعَا قَنُوتِ
 کہا گیا اور موطا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نماز میں دُعَا قَنُوتِ پڑھنی بدعت ہے سو امام بخاری اس باب میں سئل تھا
 کیا ہے کہ دُعَا قَنُوتِ پڑھنی جائز ہے تو گویا میں اشارہ اس طرف کیا کہ یہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسلئے کہ قَنُوتِ کا
 پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے سو اسکا درجہ مباح سے بلند ہے اور اس مقام میں بیان دینا
 ہے اور باب کی حدیثوں میں فرق کا ذکر نہیں لیکن جو تحفہ طریق میں آئندہ آویگا کہ صبح اور شام کی نماز میں قَنُوتِ
 پڑھتے تھے اور شام کی نماز میں قَنُوتِ پڑھنے کے درجہ میں سو جب ان کو وِزوں میں
 قَنُوتِ کا پڑھنا ثابت ہو تو رات کو وِزوں میں ثابت ہو گا کہ وِزوں میں قَنُوتِ پڑھنا نہیں شرک ہے میں علاوہ ان میں
 دوسری حدیث میں دُعَا قَنُوتِ پڑھنے کا صریح حکم آچکا ہے جیسا کہ سنن میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کسی طے شدہ لفظ جو کہ وِزوں میں پڑھنا کہ رُكُوعِ الْاَلَمَّةِ اَهْدِيْ فِيْ فِيمَنْ هَدَيْتَ
 وَ عَلَانِيْ نِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّيْتَنِيْ فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَ بَارَكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَ قِيْنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ
 تَقْضِيْ وَ لَا تَقْضِيْ عَلَيَّ اِنَّكَ لَا تَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَ لَا تَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ
 وَ صَلَّى اللهُ عَلَيَّ النَّبِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ يُوْبَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ

جائز ہے اور تہیج بھی جائز ہے اور ابن منذر رحمہ اللہ سے روایت کی ہو کہ صبح کی نماز میں بعض اصحاب نے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی ہے اور بعض نے پیچھے پڑھی ہے اور محمد بن نصر نے انس سے روایت کی ہے کہ قنوت کو ہمیشہ رکوع سے پہلے پڑھنا اول عثمان بن نے مقرر کیا تاکہ لوگ اول رکعت کو پالیا کریں اور کتاب المغازی میں ابن ابی شیبہ نے کسی شخص سے پوچھا کہ قنوت رکوع پہلے ہو یا پیچھے اُس نے کہا کہ جب قرأت کو فارغ ہو تو اس وقت پڑھے اور انس سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ انتقال فرمایا روایت کیا ہے کہ کو عبد الرزاق نے اور صحیح کہا اسکو حاکم نے اور اس حدیث میں اگرچہ ضعف ہو لیکن ثبات اور شہادت کو واسطے کافی ہے پس ان میں سے ان سب ثابتین کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی صیبت اور حادثے کے وقت قنوت پڑھے تو رکوع سے پیچھے پڑھے اور اگر بدو ن حاجت کو ہو تو رکوع سے پہلے پڑھے اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہو امام مالک اور شافعی کہتے ہیں کہ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھنی مستحب ہے اور جب کوئی حادثہ اور صیبت پیش آوے تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھا کرے اور دلیل انکی یہ حدیثیں ہیں جو ابھی گزر چکی ہیں اسلیئے کہ وہ عموماً اور خصوصاً صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں اور ایک دلیل انکی یہ حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی میں برابر بن عازب رحمہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور مغرب کے نماز میں قنوت پڑھتے تھے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہو اور ابو ہریرہ رحمہ روایت ہو کہ وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی پڑھتے رہے اور عراقی نے کہا کہ جو لوگ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھنے کو جائز کہتے ہیں ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رحمہ اور ابوسبک اشعری اور ابن عباس رحمہ اور برابر ابوعبید بن جراح رحمہ اور حمید طویل اور ربیع بن جلیثم اور سعید بن سبب اور طاؤس اور اوزاعی اور ابن مہدی وغیرہ اور حنفیہ وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھنی جائز نہیں بلکہ وتر و ن کے ساتھ خاص ہے اور دلیل انکی یہ حدیث ہے جو ابن مسعود رحمہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک ہینے کو اسکی قنوت نہیں پڑھی سو جواب سکا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جو ابی شیبہ نے روایت کی ہے صیغہ نہ ہو گا کہ جائیکہ صحیح حدیثوں کے معارض ہو اور نیز بیہقی نے کہا کہ اگرچہ یہ کہ کر چھوڑ دینے کا یہ معنی ہو کہ اپنے قنوت میں اس قسم پر بدعہ کرنا چھوڑ دینا نہ کہ مطلق قنوت کو چھوڑ دینا اسلیئے کہ نابت ہو چکا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے بغیر عودہ کو دن اصحاب کو قتل کیا اپنے قنوت میں انہر بھی بدعہ کی اور ایسا ہی کہہ سکتے ہیں کہ لوہی نے شرح صحیح مسلم میں کہ اپنے فقط انہر بدعہ کرنا چھوڑ دی تھی قنوت نہیں چھوڑی اور تاویل کرنی ضرور ہے اسلیئے کہ دوسری حدیث میں میرے آچکا ہے کہ آپ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے یہاں تک کہ انتقال فرمایا پس اس سبب بیہقیوں میں تطبیق ہو جاوے گی اور اگر آپ مطلق قنوت ترک کر دیتے تو پھر اسقدر اصحاب آپ کے بعد اس پر عمل نہ کرتے

حدیث اگرچہ صحیح ہاں تین کہا ہے کہ اسکی اسناد ضعیف ہو

اور نیز ایک عینہ پھر ترک کر دینا اسکے عدم جواز کو مستلزم نہیں بلکہ جواز ایک دوبارہ بھی ثابت ہو جاتا ہے اور بعضہ
 حنفی کہتے ہیں کہ مغرب کی نماز میں قنوت پڑھنا بالاجماع منسوخ ہے پس اسید طرح صحیح پھر منسوخ ہونا چاہیے اور بعضہ
 مطلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قنوت منسوخ ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ نسخہ بدون شرط کے ثابت نہیں ہو سکتا ہے
 کماثر اور شرائط نسخہ کا ثابت ہونا ہجرت مشکل ہے پس دعویٰ نسخہ باطل ہے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا بالکل غلط
 اور ردودہ مغرب میں قنوت منسوخ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ صبح میں بھی منسوخ ہے اور نہ اس پر کوئی دلیل ہے اور نیز
 بھی تقریر ہے بعینہ وتر کی قنوت میں بھی ہو سکتی ہے پس اس سے لازم آویگا کہ وتر میں قنوت پڑھنی بھی منسوخ ہو گا
 ہو جو ابکم فہو جو ابنا اور نیز اس سے لازم آتا ہے کہ مصیبت کو وقت بھی قنوت پڑھتی جائز نہ ہو کہ منسوخ ہونے کے بعد جواز
 کیا اور اگر حادثے کو وقت جائز ہے تو پھر منسوخ کیا چیز ہوگی اگر بدون حاجت کو قنوت پڑھنی منسوخ ہوئی ہے تو
 پھر اس سے لازم آویگا کہ پہلے بدون حاجت کو بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر تے ہو حالانکہ یہ واقع کے مخالف
 پس معلوم ہوا کہ حادثے کی قنوت منسوخ ہے اور نہ حادثے کی منسوخ ہے اور جو شخص دونوں میں کسی نسخہ کا
 دعویٰ کرے اسکو سخت مصیبت درپیش آوے گی کہ بدون قنوت کو اسکا ٹٹنا مشکل ہو گا اور نیز اگر منسوخ ہوئی تو پھر
 اتنے صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیوں پڑھتے انکو اسکا علم نہ ہو اور علیہذا القیاس اس تقریر سے صلہ چکا
 محکمہ کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ محض خیال فاسد ہے اور نیز پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے ہی یہاں تک کہ اپنے انتقال فرمایا میں اس خیال فاسد کی گنجائش
 کہاں ہے اور نیز اس دعویٰ کا معارضہ بھی ہو سکتا ہے اور وہ سطور سے کہ سب کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ پنج
 صبح کی نماز میں قنوت پڑھی اور ترک میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ترک کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ ترک نہیں کیا سو
 حیران اجماع ہے اسکو لیا جادیکہا ہائش کہ اختلاف ثابت ہو جادو اور بعض کہتے ہیں کہ خلفاء اربعہ سے روایت ہے کہ
 وہ قنوت نہیں پڑھتے ہو سو جواب اسکا یہ کہ انہی قنوت کا پڑھنا بھی ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور عراقی نے کہا
 کہ قارض کے وقت اثبات مقدم ہوتا ہے نفی پر اور یا کہ یہ کیا ہو گا اور کہ یہ نہیں کیا ہو گا سو یہ بھی جواز کے منافی
 نہیں اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ ابن عمر نے قنوت کو بدعت کہا ہے سو جواب اسکا اوپر گزر چکا ہے کہ یہ قول صحیح
 کے بالکل مخالف ہیں مردود ہو گا اور نیز حادثے وغیرہ کے وقت کو بھی شامل ہے پس لازم آویگا کہ مصیبت کو وقت
 بھی قنوت جائز نہ ہو حالانکہ حادثے کو وقت حنفیہ بھی جائز کہتے ہیں اور نیز اس سے لازم آویگا کہ وتر کی قنوت بھی بد
 ہو گا ہو جو ابکم فہو جو ابنا اور نیز مجدد انکار یا ترک صحابی کا نسخہ کی دلیل نہیں ہو سکتا جب تک کہ نسخہ کی تصریح نہ کرے
 اور اسی طرح اور جن لوگوں سے نہ کہ مروی ہے وہ بھی نسخہ کی دلیل نہیں ہو سکتی اسلئے کہ احتمال ہے کہ انہوں نے
 اسکو جائز جانکر جھوٹا ہو محض ترک نسخہ کی دلیل نہیں ہو سکتی اور نیز ہمیں بھی اختلاف ہے کہ قنوت کو رکوع سے

پہلے پڑھنا چاہیے یا پیچھے سوا امام شافعی کہتے ہیں کہ کوئی سے پیچھے پڑھنا چاہیے اور امام ابو حنیفہ رحمہ کہتے ہیں کہ کوئی سے پہلے پڑھے اور امام مالک اور احمد رحمہ سے دونوں طرح کی روایت آئی ہے مگر اصل یہ ہے کہ دونوں طرح سے جائز ہے خواہ کوئی سے پہلے پڑھے خواہ پیچھے پڑھے اختیار ہے اور یہ اختلاف مباح ہے یا حقیقت کی قنوت کو کوئی سے پیچھے پڑھے اور روزمرہ کی قنوت کو کوئی سے پہلے پڑھے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور پھر گندرجک ہے اور نیز اسمین بھی اختلاف ہے کہ قنوت کو پکار کر پڑھنا چاہیے یا استقامت امام شافعی رحمہ کہتے ہیں کہ پکار کر پڑھے اور حنیفہ کہتے ہیں کہ استقامت ہے اور بعضے حنیفہ کہتے ہیں کہ دعا قنوت میں ہاتھ اوٹھانے مستحب ہے اور نیز اسمین بھی اختلاف ہے کہ قنوت میں کونسی دعا پڑھے سوا امام شافعی رحمہ کہتے ہیں کہ اللھُمَّ اھْدِنِیْ اِلَیْہِ بِطَرِیْقِہِ وَخَیْرِہِ کہتے ہیں کہ اللھُمَّ اِنَّا نَسْتَغِیْثُکَ لَکِنِ صِحِّہِ یَوْمَہِ کہ اسکے واسطے کوئی دعا معین نہیں بلکہ ہر دعا کافی ہے جس طرح کی ہو باقی رات و درمیان قنوت پڑھنا اور اسمین سب اماموں کا اتفاق ہے کہ درمیان قنوت پڑھنی چاہیے فقط اسما فرق ہے کہ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ روز پڑھے اور امام شافعی رحمہ اور مالک رحمہ کہتے ہیں کہ فقط ماہ رمضان کے پیچھے نصف میں پڑھے اور امام مالک رحمہ سے اسکا خلاف بھی مروی ہے لیکن اصل محقق مسلم یہ ہے کہ صبح اور وتر کی نماز میں تو ہمیشہ قنوت پڑھنی مستحب ہے اور اگر کوئی حقیقت محتاط یا دباؤ میں بغیر کی پیش آوے تو سب نمازوں میں پڑھنی مستحب ہے واللہ اعلم بالصواب

باب فی التَّحْزِیْنِ الرَّحْمِیِّ اَبُو اَبٍ اَسْتَشْفَا فَمَحَاکَ وَتِیْ خَدَا سَیْئَہِ لَمَنْکَ کَا بَیَانِ فِی اسْتِقْلَالِ کَا سَیْئَہِ لَمَنْکَ پانی مانگنے کا ہے اور شمع میں استقار کہتے ہیں قنوت کے وقت خدا سے مینہ مانگنے کو خاص طور پر یعنی سب لوگوں کا جمع ہو کر میدان میں جانا اور نماز پڑھ کر خدا سے مینہ مانگنا اور صحت اسکی یہ ہے کہ جب لوگوں میں قنوت پڑھے اور مینہ نہ برسے تو مستحب ہے کہ سب لوگ زینب زینت کو بڑی عاجزی اور دُکھ کے ساتھ میدان کی طرف نکلیں سوا امام پہلے تھوڑی دیر دعا کرے پھر لوگوں کو دو رکعتیں نماز پڑھا دو میدان اذان اور اقامت کو اور عید کی نماز کی طرح پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہے اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہو اور ہاتھ اوٹھا دو اور قنوت پکار کر پڑھے اور بعد ازاں امام خطبہ پڑھے اور وعظ کرے پھر وہاں سب لوگ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں اور اٹھ لٹے ہاتھ اوٹھا کوئینہ کے واسطے دعا کریں اور اسی دعا کے درمیان امام اور سب لوگ اپنی چادر من کو پٹنیں یعنی ٹمکے کنارے کو اوپر کی طرف پھیر لیں یا دھنی طرف کو بائیں کر لیں پھر دیکھ مار کر تھمیں امید ہو انشاء اللہ تعالیٰ مینہ برسے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ استقار کو سنت ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے مگر سنت غلامین اختلاف ہے

امام شافعی رحمہ اور احمد رحمہ جو سنت کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ کو سنت نہیں جانتے ہیں اور بیان اسکا زینب آدمی کا انشاء اللہ تعالیٰ باب فی اسْتِشْقَا وَخُرُوجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ فِی اسْتِشْقَا مِیْنِہِ کَیْ سَیْئَہِ لَمَنْکَ دعا کرنے کا بیان اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مینہ مانگنے کو لیس میلن میں جانا حدیث ثنائی ابو نعیم

مخطوطہ تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا غفار و بخشنے والا اور اس کو سلامت کہو ابو الزناد نے کہا کہ یہ سب عاصی کی ناراضی تھی وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو قبیلوں کو اس واسطے خاص کیا کہ قبیلہ غفار اول اسلام لائے تھے اور قبیلہ سلم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی تھی کہ نہ ہم آپ سے لڑتے ہیں اور نہ آپ سے لڑیں اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو گروہ کو مخطوطی بدو عار سے مستثنیٰ کر لیا اسے معلوم ہوا کہ مخطوطی بدو عار خاص انہیں کافروں کے حق میں کرنی لائق ہے جو مسلمانوں سے لڑیں اور جو کافر مسلمانوں سے صلح کرہیں ان کے حقیقی مخطوطی بدو عار کرنی مناسب نہیں پس مناسبت اس حدیث کی باب کو ظاہر ہو گئی حدیث الحدیثی قَالَ حَدَّثَنَا سَيِّدَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الْفَتْحِ عَنْ مَكْرُوفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَرْثٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى بَنِي النَّاسِ إِذَا بَادَأَ فَقَالَ اللَّهُمَّ سَبْعًا كَسِبَ يُؤْتَفُكَ فَآخِذْ نَهْجَهُمْ سِتَّةً حَصَّنَتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجَيْفَ وَيَنْظُرُوا أَحَدَكُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَقُولُ اللَّهُ مَا مِنْ الْجَوْعِ فَأَنَاءَهُ أَبُو سَفْيَانَ فَقَالَ يَا حَسَنَتُ لَأَنكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللَّهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنْ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكَوْا فَأَنَاءَ اللَّهُ لَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ إِلَى قَوْمِهِ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ يَوْمَ يَنْطُشُ الْبَطْشَةُ الْكُبْرَى فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدَأَ نَقْدَ مَصْنَعِ الدُّخَانِ وَالْبَطْشَةُ وَالْأَزَامُ وَأَيُّهُ الرُّؤْمُ ترجمہ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کہا کہ کفار قریش نے اسلام سے پیٹھ پھری لیکن اسلام قبول کیا تو ان پر بدو عار لگائی ابھی ان پر سات برس کا مخطوطہ ڈال جیسے یوسف کو وقت میں مخطوطہ پڑا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدو عار کی تاثیر سے ان پر ایسا مخطوطہ پڑا کہ ان سے ہر چیز کو جڑ سے اوکھا دیا جیسے گہاس وغیرہ کو بھی سبزہ زمین پر نہ رہا یہاں تک کہ انہوں نے چمڑوں اور مردوں اور مردار کو کہا یا اور انہیں سے کوئی آسمان کی طرف دیکھنا تو یہ کہہ کر کہ سب سے اچھا دیکھو ان کو ابوسفیان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس آیا اور کہا کہ اے محمد تو حکم کرتا ہے خدا کی جہنگی کرنے کا اور برادر پروری کا اور قریبی قوم (مخطوطے) ہلاک ہوئی سو آپ ان کے واسطے خدا سے دعا کیجیے کہ مخطوطہ دور کرے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال رحمت دعا کی تو مدینہ برسا اور مخطوطہ دور ہو گیا) پھر عبد اللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی ہو تو راہ دیکھ جسدن کہ لاؤ آسمان ہواں میرے جو گھیرے لوگوں کو یہ کہہ کر کہہ کی مار اور یہ کہہ کر کہہ سے کہ آفت ہم لعین لائے ہیں کہ ان کے اٹھو سمجھنا اور اچھا ان پاس رسول کہوں سنائیہ الا پھر ان سے پیٹھ پھری اور کہنے لگے سکھایا ہوا ہے یا وہاں کہہ لے ہمیں عذاب تہذیب و نون تم پھر وہی کرتے ہو جسدن کہہ گئے ہم بڑی بڑی قوم بدو دینے والے ہیں ان سے سو بڑی بڑی تو تھکتا رہو کو دن واقع ہوئی کہ اس میں کفار کو سب قتل ہو کر سو گزر چکا ہے عذاب ہو میں کا اور بڑی بیکار کا اور لازم کا اور آیت روم کاف و ہون میں

عذاب سے مراد وہ جو غلطی کے دنوں میں ہو کہ کو سبب آسمان پر نظر آتا ہے اور بڑی کڑھ سے مراد جگہ رکاوٹ ہے اور لازم سے مراد وہ عذاب ہے جو بدر کے دن کفار قریش کے قیدیوں میں پکڑنے آوے یا بے دردن کو جمع کر کے بدر کے کوئین میں لایا گیا اور آیت بوم سے پہلی آیت سورہ روم کی مراد ہے یعنی الم غلبت الروم الایہ یعنی روم مغلوب ہو گئی لکھتے ہیں اس کا اصل اسکا یہ ہو کہ یہ وعدے عذاب کو جو کافروں کے حقیقین نازل ہوئی ہیں سبب واقع ہو چکے ہیں اب کوئی باقی نہیں لیکن یہ اسے صرف ابن مسعود کی ہے اور جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ سبب عدس عذاب کو آئندہ واقع ہو گا بعض تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور بعض قیامت میں اللہ تعالیٰ اعلم باب سوال الناس الامام الاستیقا اذا اخطوا خطا کے وقت لوگوں کا امام سے مینہ مانگنے کی درخواست کرنا یعنی اگر غلطی کے وقت لوگ امام سے اس بات کی درخواست کریں کہ وہ ان کے ہو کر خدا سے مینہ کو واسطے دعا مانگے تو جائز ہے حدیث ابن عمر بن قیل قال حدثنا ابو فضیہ قال حدثنا عبد الرحمن بن عبد اللہ بن زبیر عن ابنہ قال سمعت ابن عمر بن قیل بن عمر بن الخطاب یقول یسئیر ابی طالب لی یسئیر الغمام یوجہہ + فقال الیتمی عصمۃ لیلادریمل + وقال ابن عمر ہذا سائر عن ابنہ ورجماذ کرک قول الشاعر وانا انظر الی وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتسقی کما ینزل حتی یجیش کل میذرب وابتس یسئیر الغمام یوجہہ + فقال الیتمی عصمۃ لیلادریمل + وهو قول ابی طالب بن جریر عبد اللہ بن زبیر راہینہ کہ میں نے عمر بن زبیر سے سنا کہ وہ ابوطالب (والد حضرت علی) کا شعر پڑھتا تھا اور وہ شعر یہ ہے وابتس یسئیر الغمام یوجہہ + فقال الیتمی عصمۃ لیلادریمل یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید چہرہ میں کہ آپ کے چہرہ مبارک کو وسیلے سے مینہ مانگا جاتا ہے پناہ میں اسطے مینہ کو اور بچاؤ میں واسطے یہ غور توں کے کہ کوئی انکو نہ تاویں مہر نہ لکے کہا کہ میں نے کثرت اوقات قول شاعر نوٹ کیا یہ شعر یاد کیا اور میں آپ کو چہرے مبارک کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ مینہ کے لیے دعا مانگتے ہیں سو آپ شعر سنئے ان سے یہ بات کہ ہر نپال پانی سے جوش ملتا اور ابیض یسئیر الغمام قول ابوطالب کا ہے اگر کوئی کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کی زندگی میں کبھی استیقا نہیں کیا تھا بلکہ یہ معاملہ آپ سو حیرت کے بعد واقع ہوا تو پھر ابوطالب اپنے پسر کو یوں کہا کہ آپ کو چہرہ مبارک کو وسیلے سے مینہ مانگا جاتا ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ شاید ابوطالب اپنے آپ کے اخلاق حمیدہ سے کمال کی نشانیان کیسی ہونگی جسے اسکو یقین ہو گیا ہو گا کہ آپ کے چہرے مبارک میں یہ تاثیر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ابذر زمانے میں ایک بار قریش پر غلط پڑا تھا اسوقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت کم عمر تھے سو ابوطالب نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر قریش کے واسطے مدینہ کی دعا مانگی تو مینہ برساتا تو اسے سمجھا کہ یہ سب آپ کی تاثیر سے ہوا ہے تب اسے یہ شعر کہا اور اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو پہچانتا تھا اور اس قسم کی اور بھی کئی حدیثیں آچکی ہیں جسے معلوم ہوتا ہے

کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو پہچانتا تھا پس شیعہ نے دلیل پکڑتے ہیں کہ ابوطالب مسلمان ہو کر
اور مشورہ کہتے ہیں کہ کفر میں راہ لیکن یہ خیال اور تدلل سب باطل اور مردود ہے جیسا کہ نتیجہ ابن حجر نے اصحاب میں بیان
کیا **حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَكْصَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي النَّاتِقِ**
عَنْ عُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا خَطَبَا
الْمَسْجِدَ بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقْبَلُنَا وَأَنَا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْتَفْنَا قَالَ فَيُسْقُونَ ترجمہ انس سے روایت
ہو کہ جب لوگوں میں خط پڑتا اور عینہ بند ہو جاتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) کے
وسیلے سے عینہ مانگتے تھے سو اس طور سے دعا کرتے تھے کہ اے الہی ہم وسیلہ پکڑنے کی طرف تیری ہی سادہ نبی اپنے
کو تو ہم پر عینہ برساتا تھا اور اب ہم وسیلہ پکڑتے ہیں طرف تیری ساتھ چچا نبی اپنے کو سو حکو پانی دے دو اور ہم پر عینہ
کو برساتا انس نے کہا سو خدا پر عینہ کو برساتا تھا **ف** پہلی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے معلوم ہوا کہ لوگ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وسیلے سے عینہ کی دعا مانگتا کرتے تھے اور جب آپ کے وسیلے سے عینہ کی دعا مانگنی جائز ہوئی تو آپ کو
عینہ مانگنے کو واسطے آگے کرنا بطریق اولی لائق ہو گا پس بھی وجہ سے مطابقت اس حدیث کی باب سو اور عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث
باب سو اسطور پر مطابق ہے کہ اسکے بعض طریقین میں یہ لفظ آگیا ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں خط پڑتا تو لوگ آپ کے وسیلے سے عینہ کے واسطے دعا مانگتے تو گو یا کہ امام بخاری سننے اپنی عادت قدر یہ کہ فریق
اشارہ کر دیا ہے کہ یہ مسئلہ اسکے بعض طریقین میں ثابت ہو اور عبد الرزاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے
کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا مانگنے کو واسطے عینہ گاہ میں گئے سو عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے شہزادہ عینہ کے واسطے دعا مانگ
سو عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ دعا مانگنے کو پس اس قصہ سے معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے عینہ مانگنے کی روایت
کی پس مطابقت اس حدیث کی باب سو ظاہر ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کسی کو عینہ مانگنے کو واسطے حکم کرے
تو وہ بھی قائم مقام امام کے سمجھا جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کو کار اور پرہیزگار لوگوں کو شفیع اور وسیلہ
بنا جاتا ہے اور اسی طرح اہل بیت نبوت صریحاً استسقا اور شفعاء جانا جائز ہے **بَابُ تَحْوِيلِ الْوَسِيلَةِ**
إِلَى الْوَسِيلَةِ ترجمہ استسقا کی نماز میں چادر پٹ کر پڑھنے کا بیان **ف** چادر پٹنے کی صورت یہ ہو کہ پٹ
دھتے سے چادر کے ٹکڑے کی بائیں پہلو پکڑے اور بائیں ہاتھ سے اسکے تلے کی داہنی پہلو پکڑے پھر نیچے
اپنی طرف کو پٹ کر اوپری طرف لا دے اور اوپر کی طرف کو پھیر کر نیچے کی طرف لے جا دے اور اوپر کی طرف کو پھیر کر
اوپر کی طرف لے جا دے اور اوپر کی بائیں طرف کو داہنے منڈی پر کرے **حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا**
أَبْنُ جَرِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نَكْرٍ عَنْ عُبَادِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

اور ہے اور جو چادر کہ آدمی نے آگے سو اوڑھی ہو اسکو قصۃ المٹ کر اوڑھنے پر اتفاق صادق نہیں آسکتا اور
 نیز اگر یہ معاملہ اتفاقاً ہوتا تو پھر راوی اسکو ہرگز بیان نہ کرتا معلوم ہوا کہ راوی نے اسکو تشریح جانا اسی اسطے فکر کیا نہ
 اسکا ذکر کرنا محض لغو تھا اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب افعال تشریح پر معمول میں جب تک کہ منع کی کوئی دلیل
 ثابت نہ ہو اور نیز دوسری روایت میں امام احمد کی صریح موجود ہے کہ سب لوگوں نے آپ کے ساتھ چادرین ملین پیر
 وہ ان اتفاقاً کیسے صادق آویگا پس ثابت ہو کہ صحابہ نے آپ کے اس فعل کو تشریح پر معمول کیا اور اتنے اس فعل کا
 مشروع اور جائز ہونا سمجھا اور کسی صحابی نے اسکا خلاف یا انکار نہ کیا پس معلوم ہوا کہ اسکو مشروع ہونے پر
 تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے اب اسکو مشروع نہ کہتا اجماع صحابہ کچھ مخالف ہو سچ قول قطعاً باطل اور مردود ہو اور نیز
 ابو داؤد کی ایک روایت ہے کہ پچھلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ چادر کے نیچے کی طرف کو مٹ کر اوڑھ لے
 سو وہ چادر آپ کو بہاری معلوم ہوئی پھر دہنی طرف کو مٹ کر بائیں طرف کیا سو یہ حدیث بھی صریح ہے اس باب
 میں کہ یہ امر اتفاقاً نہیں تھا بلکہ اپنے قصد کیا اور بی طرح اسکو کسی محضی ہید پر معمول کرنا بھی باطل ہے اسلئے کہ تمام صحابہ
 نے بھی آپ کو ساتھ یہ فعل کیا سو اگر انسین کوئی سر ہو تا تو صحابہ اسکو نہ کرتے یا حضرت انکو اس سے منع کرتے بلکہ
 صحابہ کے فعل میں اس ہید کی کوئی گنجائش نہیں اور آپ کی یہ تقریر اسکے جواز میں صریح ہے اور نیز ہر کوئی دلیل نہیں
 محض خیال اور مجرور احتمال ہے جس سے استدلال جائز نہیں اور نیز دارقطنی اور حاکم نے جابر سے روایت لکھی کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل نیک فالی کے واسطے کیا کہ قحط کا حال بل جادی اور مینہ برسے اور راوی اسکو فقہ میں اور
 دارقطنی نے اسکو مرسل ہونے کو ترجیح دی ہے پس یہ حدیث محض تخبین اور ظن سے ہر حال مقدم ہے اور بعضوں نے
 کہا کہ آپ نے اسو اسطی چادر پٹی تھی کہ ہاتھ اوڑھنے کو وقت موند ہون پر پٹری رہے سو جواب اسکا یہ ہو کہ پھر سب صحابہ
 آپ کے ساتھ چادر کیوں ملین ہیں اس میں اس تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور نیز ایک طرف سے دوسری طرف پھر اسکو
 تہیہ رہنموی دلالت نہیں کر سکتا ہے پس اس تخبین جو حدیث کا اتباع اولے ہو اور نیز یہ دونوں تاویلین اس پر دلالت
 کرتی ہیں کہ تحویل و جائز نہیں مالا لکہ ہرگز اسکے حنیفہ بھی قائلین کا باب انتقام الزبّ تعالیٰ عنّ جعل میں
 تخلیقہ بالقطر اذ انتھک تحارمۃ خدا کو تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے قحط کے ساتھ بدل لینا جبکہ اسکی حرام کی ہوئی
 چیز میں کی حرمت نہ صرف یہ باب حدیث و خالی ہے کہ تو میں امام نجاشی کی یہ علوت تھی کہ پچھلے باب کہتا تھا پھر یہ
 نظر کرتا سو جو حدیث اسکو مطابق پاتا اسکے تحت میں داخل کرتا اور اس باب کو مطابق وہ حدیث جو ہر مستقار کو دوسرے
 باب میں عبد اللہ بن عمروؓ گذر چکی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدعا سے کفار قریش ایسا قحط پڑا کہ انہوں نے
 ہڈیوں اور مردار کو کھایا نہ شاید بچا گئے اسی حدیث کو اسکے تحت داخل کرنے میں اس واسطے تاخیر کی ہوگی کہ کسی دوسری
 حدیث کو کسی دوسری سند سے اسکو تلاش کر کے نہایت پھر کوئی مانع پیش آگیا ہو گا جسکی وجہ سے کچھ نہ کا موقع ملے

باب لا یشقّ فی المسجد الجامع جمع مسجدین طلب کرنے کا بیان و اما نودی نے لکھا ہے کہ شقاق
 تین قسم پر ہے ایک یہ کہ صرف مینہ کے واسطے دعا کرے ناز نہ پڑے دوسرے کہ بتے کو خطبے میں یا مصلیٰ میں کھڑے ہو کر
 استسقاء کرے اور تیسری قسم سے افضل ہے سوم یہ کہ پہلے روزہ رکھے اور صدقہ دیوے اور توبہ کرے پھر دو رکعتیں نماز
 پڑھ کر دو خطبے پڑھے پھر مینہ کو واسطہ دعا مانگے اور یہ طریقہ سب سے افضل ہے سو تیسرے باب میں تیسری قسم کا ذکر آیا اور
 اس باب میں دوسری قسم کا ذکر ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء کے واسطے میدان میں ٹھکانا نہ اچھا بلکہ محلّ شقاق
 محمدؐ قال حدثنا ابو حمزہ انہ بن عیاض قال حدثنا مریک بن عبد اللہ بن ابی غیر انہ سمع النضر بن
 مالک یذکر ان رجلاً دخل بیعہ الجمعۃ من باب کان وجاہ المنبر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 قائم وخطب فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائماً فقال یا رسول اللہ هلکت الائمۃ
 انقطع السبل فادع اللہ ان یغثنا قال فرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیکہ فقال المؤمنۃ
 اسقنا الائمۃ اسقنا الائمۃ اسقنا قال انسؓ فلا والله ما نری فی السماء من سحاب ولا قریۃ ولا
 شیئاً ولا نین کاویب سلج من بیت ولا دار قال فطلعت من وراءہ سحابۃ مثل الترس فامتلأت سطحت
 السماء انشربت ثم امطرت قال فواللہ ما رأینا الشمس سباً ثم دخل رجل من ذلک البیت فی الجمعۃ
 المقبلہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم وخطب فاستقبلہ قائماً فقال یا رسول اللہ هلکت الائمۃ
 وانقطع السبل فادع اللہ ان یمیکھا قال فرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیکہ ثم قال
 اللہم حوالینا ولاعلینا اللہم علی الاحکام والیجالی والظراب الاولیۃ ومنابرہ الشقی قال فانقطع
 وخرجنا مینی فی الشقی قال مریکؓ قلت انا اھو الرجل الاول قال لا ادیی ثم رجع انسؓ بن اکث
 سؤدیت ہو کہ ایک مرد جبے کو دن منبر کے سامنے دوڑا سو سے مسجد میں آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ
 پڑھتے تھے سو وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا سو اس نے عرض کی کہ یا حضرت جانو مر گئے کہ یہ منبر سننے
 کی وجہ سے انکو کہانے کی کوئی چیز نہیں ملتی اور لو کہیں بند ہو گئیں کہ سواری کے اونٹ ہو کہہ سے مر گئے یا راہ چلنے کو
 عاجز ہو گئے کہ راہ میں گھاس پائی نہیں ملتا یا آدمیوں کو پاس راہ کا خرچ نہیں رہا اور ساری دنیا میں موت نہیں خواب
 دعا کیجی خدا میں برسا دو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتھا تھا کہ یہ دعا کی تین بار الہی ہمارے فرما دو میں ہر
 سید کو برسا الہی ہر مینہ برسا الہی ہر کو بانی دعو اس نے کہا خدا کی قسم کہ تمہاری تمام آسمان پر اکٹھا یا متفرق کیجا دو
 نہ دیکھتے تھے کہ ہر کو اور نہ کوئی اور نشانی بھی بادل کی نہ تھی جو منبر پر ولالت کرے اور ہمارے اور سلع (پہاں) کے
 درمیان نہ کوئی کہرتھا اور نہ کوئی محل تھا جو درمیان میں آ رہا ہو یعنی آسمان بالکل صاف پڑا تھا سو یہ ایک عجیبہ کے
 پیچھے سو ڈال کی طرح چھوٹی گول بدلی اٹھی اور جیسا سان گوریاں پہنچی تو سب آسمان پر چھوٹی گئی پھر چھوٹی گئی

انہ صلی علیہ وسلم نے کہا سو خدا کی قسم کہ سات دن سورج نظر نہ پڑے یعنی ایک ہفتہ لگاتار پانی ریت تار یا اور جھری لگی رہی سو ان میں سے
میں ایک مرد اسی دروازے پر آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ پڑتے ہوئے وہ مرد آپ کے سامنے
کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت جانور پانی کی کثرت سے مر گئے اور زمین بند ہو گئیں آپ خدا سے دعا کیجیو کہ مدینہ کو
روکے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اوٹھاۓ اور یوں دعا کی کہ الہی ہمارے اس پاس پانی برسے ہمیں بار
نہ برسے الہی ٹیلون پر اور پہاڑ یوں پر اور نالوں میں اور جنگل کے درختوں میں مدینہ برسے سو بادل برسے سو رک
گیا اور سورج نکل آیا سو ہم سورج کی روشنی میں چلتے باہر نکلے شریک فرما دیا کہ بیٹے انس سے پوچھا کہ یہ مٹی کا
مرد تھا یا کوئی اور مخالفائے کہا میں نہیں جانتا ف دو سری حدیث میں آیا ہے کہ مدینہ کو اوپر سے بادل مل
گیا کہ مدینہ ڈال کی طرح خالی ہو گیا اس پاس برسا کیا یہ آپ کا معجزہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میدان کی طرف نکلتا
استقرار میں غرض ان میں بلکہ اگر محمد مسجد میں استقرار کرے تو تب بھی جائز ہے اور بھی ہے وجہ مطابقت اس حدیث
کی باب سحر اور اس حدیث سے اور بھی کسی مسئلہ ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جمعہ کو خطبے میں کلام کرنی جائز ہے اور
کلام و مدینہ سے قطع نہیں ہوتا اور یہ کہ خطبہ کہڑے ہو کر پڑھنا چاہیے اور یہ کہ جماعت کی طرف سے ایک آدمی کا خطبا
ہو کہ کلام کرنا جائز ہے اور یہ کہ اہل خیر اور پیغمبر کا دون سے دعا کروانی جائز ہے اور یہ کہ ایک دعا کو تین بار پکارنا
چاہیے اور یہ کہ مدینہ مانگنے کی دعا جمعہ کو خطبے میں داخل کرنی جائز ہے اور یہ کہ منبر پر استقرار کرنا جائز ہے اور
جمعہ کی نماز استقامت کی نماز کے بدلے کافی ہو جاتی ہے اول حدیث کی سیاق سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اپنے جمعہ کے
ساتھ استقامت کی نیت کر لی تھی اور اس قسم میں تحویل روا اور استقبال قبلہ کو ترک کرنا جائز ہے اور یہ کہ حسین نبوت
کی نشانی ہے کہ آپ کی دعا سے فوراً مدینہ برپا شروع ہوا اور آپ کی دعا سے بند ہوا اور یہ کہ دفع ضرر کے واسطے
دعا مانگنی تو کل کے منافی نہیں اگرچہ تفویض الے اللہ افضل ہے اور یہ کہ خطیب کو لوگوں کے حالات کو سمجھنے کے
منبر پر نہ جانا جائز ہے اور حاجت کو واسطے مسجد میں پکار کر بولنا جائز ہے اور یہ کہ دعا میں ہاتھ اٹھانے جائز
ہیں اور یہ کہ حاجت کو واسطے صورت کی دعا مانگنی جائز ہے باب الاستسقاء فی خطبة الجمعة غیر
مستقبل القبلة ترجمہ جمعہ کو خطبے میں مدینہ کے واسطے دعا مانگنی جائز ہے اور اس میں تسبیح کی طرف اشارہ
کی کہ نہ وقت نہیں حلا ثنائیکہ بن سعید حدثنا اسمعیل بن جعفر عن شریک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما
ان رجلاً دخل المسجد يوم الجمعة من باب كان مخدوراً الفناء وسئل الله صلى الله عليه وسلم
قال يا محمّد فاستقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم قائماً ثم قال يا رسول الله هلكت الاموال فان
انقطع السبل فادع الله بعثتنا فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه فقال اللهم اعثنا
اللهم اغثنا اللهم اغثنا قال انس ولا والله ما نرى في السماء من سحب ولا قرعة وما

بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْهُ وَرَأَى مِنْهَا سَحَابَةً مِثْلَ الْبَرَقِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتْ هَامَتْ
تَرْتُ امْطَرَتْ فَلَمَّا رَأَى اللَّهُ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسُ سَبْنَا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُخَاطَبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ كُنْتَ لِأَمْوَالٍ وَأَنْقَطَعَتْ
السُّبُلُ فَأَدْعُ اللَّهَ يُخَسِّكُ لَعَنًا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوِّنَا
وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى الْأَحْكَامِ وَالْظَرَائِبِ بَطُونِ الْأَرْدَنِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا
نَمْتَنِي فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيكَ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَهْوَى الرَّجُلُ الْأَوَّلُ فَقَالَ مَا أَدْرِي تَرْجِمُهُ نَسْرٌ
سے روایت ہو کہ ایک مرد جمعہ کو دن بعد میں آیا اس روانہ سے جو دارالقضا کی طرف تھا الخ باقی ترجمہ ہکا وہی ہے
جواب بھی گندراہان نقطہ اس لفظ سے عرض ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو خطبے میں مدینہ کو واسطے دعا
مانگی اور جمعہ کو خطبے کو استقبال قبلہ ترک کرنا لازم ہے پس جبنا سبت اس حدیث کی باب سوا ہے یا ابی
الاستیعار علی النیر منیر منیر کے واسطے دعا مانگی جائز ہے حدیثنا مسندہ قال حدیثنا ابو عروانہ
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَاطَبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَطِ الْمَطَرُ فَادْعِ اللَّهَ أَنْ يُسْقِنَا فَدَعَا فَمَطَرٌ نَافِعًا لَنَا أَنْ نَصِلَ
إِلَى مَادِنَا فَمَارَ لَنَا الْمَطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ قَالَ فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَقْرَفَ عَنَّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ حَوِّنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَلَمَّا
رَأَتْ السَّحَابُ بِنَقْطَعٍ مِثْلًا وَنِمْأًا لَا يُعْطَرُونَ وَلَا يُعْطَرُونَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ تَرْجِمُهُ نَسْرٌ سے روایت ہو کہ
جسالت میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو دن خطبہ پڑھتے تھے کہ ایک مرد آیا سوائے عرض کی کہ یا
حضرت میں نہ ہو گیا سو آپ خدا سے دعا کیجیے کہ ہو پانی دیو ہو سو آپ دعا کی سو خدا نے ہمیر مدینہ کو برسا یا
میں نہیں نزدیک تھا کہ ہم پانی کی کثرت سوائے گہروں میں پیو بچیں یعنی پانی کا مقدس نہ تھا کہ ہم مشکل سے
اپنے گہروں میں پیو بچے سوائے جماعت ہمیشہ لگا رہا پانی برستا سو بھر دے دی کوئی اور کھڑا ہوا سو عمر
کی کہ یا حضرت خدا سے دعا کیجیے کہ مدینہ کو روکے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی کہ اے اے ہمارے اس
پاس برسے ہمیر بربستہ سوائے مینے بادل کو دیکھ کہ دہنے بائیں کر لے کرے ہو گیا یعنی مدینہ سے ٹل گیا اگر
پاس کے لوگوں پر برستا اللہ مدینے والوں پر نہ برستا یہ آپ کا معجزہ تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منیر پر
منیر کے واسطے دعا مانگی جائز ہے باب میں التَّحَنُّنُ بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِي الْأَسْتِغْثَارِ جَمْعُ كَيْ تَارِ اسْتِغْثَارِ
کی ناز کہ بے کافی ہو جاتی ہے حدیثنا عبد اللہ بن مسعود عن عائشہ عن شریک بن عبد اللہ عن
أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ كُنْتَ الْمَوَانِي وَنَقَطَتْ السُّبُلُ فَقَالَ

فَمَطُرُوا مِنْ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ لَمْ يَجَاءَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ مَنِ الْبَيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاسِنُ فَقَامَ
فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلَى الْأَكَامِ وَالْظُّلُمِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَأَلْبَحَابُ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابِ التَّوْبِ
ترجمہ انس سے روایت ہو کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا سو عرض کی کہ یا حضرت! اپنی قلت سے
جانور مر گئے اور امین بند ہو گئیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینہ کو واسطے دعا کی سو خدا نے ہمیشہ میرا یا
اُس جیسے کو زندہ جسے تک بچھڑ کوئی مرد یا سو عرض کی کہ یا حضرت! کہہ رہا ہوں کہ کثرت سے گڑھے گئے اور امین بند ہو گئے
اور جانور مر گئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے مینوں پر اور پہاڑیوں پر اور نالوں میں اور دشتوں کو
کی جگہوں میں مینہ برسے پس بادل مدینہ کو مل گیا اور خدا ہو گیا جیسا کہ کثیر ابدن سے خدا ہو جاتا ہے یا مگرے
مگرے ہو گیا جیسا کہ کثیرہ قطع کے وقت مگرے مگرے ہو جاتا ہے ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعے کی نماز
استسقا کی نماز کے بدلے کافی ہو جاتی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا میں فقط جمعے کی نماز پر کفایت
کی **بَابُ الدَّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثَرَتِ الطُّغْيَانِ** جب پانی کی کثرت اور امین بند ہو جاویں اور مینوں
میں پانی کے نالے بہ چلیں تو اس وقت مینہ بند ہونے کو واسطے دعا مانگنی جائز ہے **حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ
حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ شَيْخَيْهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَوَاسِنُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَأَدْعُ اللَّهَ فَادْعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَمَطُرُوا مِنْ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ لَمْ يَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ
الْبَيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاسِنُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ عَلَى دُورِ
الْجِبَالِ وَالْأَكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَأَلْبَحَابُ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابِ التَّوْبِ ترجمہ
اور طلب حدیث انس کا وہی ہے جو اوپر گذر اور عرض بیان صرف اس لفظ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دعا کی پس مینے سو بادل مل گیا اور مینہ بند ہو گیا اور طلب اس باب کا یہ ہے کہ جیسے کہ قحط کے وقت مینہ کو واسطے
دعا مانگنی جائز ہے ویسے ہی مینہ کی کثرت اور طغیانی کے وقت بھی دعا مانگنی جائز ہے تا لوگوں کو فسر نہ
ہوئے **بَابُ مَا قِيلَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوَّلُ رِذَاءُهُ فِي الْأَسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ** بعض
کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعے کو دن استسقا میں چار کو زمین میں **حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَيْخٍ
قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنَى بْنُ عِمْرَانَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ
رَجُلًا شَكَاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَاكَ الْمَالِ وَجَهْدَ الْعِيَالِ فَدَعَا اللَّهَ يَسْتَعِينُ لَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ
بِأَنَّ حَوْلَ رِذَاءَهُ لَا اسْتَقْبَلَ الْقَبْلَةَ** ترجمہ انس سے روایت ہو کہ ایک آدمی نے جانور مرے اور بال
بچوں کی ہول اور تکلیف کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی یعنی قحط پڑ گیا ہے اور مینہ نہیں برسا**

اپنے مذہب کے واسطے خدا سے دعا کی اور انہیں نے نہ کیا۔ کہ اپنے چادر کو پٹا اور نہ کیا۔ اپنے قبیلہ کی طرف منکب
 و اس حدیث سے بعض دلیل کی جاتی ہے کہ ہر شخص چادر پٹ کر اور ہنسی سنت نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ
 احتمال ہے کہ انہیں سے تیسے دوم درجے کو راوی کا یہ قول ہو نہ ان کے شاگرد کا اور نیز راوی کے مذکور کرنے سے
 لازم نہیں آتا کہ واقع میں بھی نہ ہو اور نیز اگر فرضاً اپنے اس موقع میں چادر کو نہ بھی پٹا ہو تو اس تحویل و داعی لفظی
 نہیں ہو سکتی لیسے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ استقارہ کلمہ سے آیا ہے پس ایک کو ذکر سے دوسرے کی
 لفظی لازم نہیں آتی اور نہ جس حدیث میں تحویل و دار کا ذکر ہے وہ بھی عدم تحویل و داعی لفظی پر دلالت کر گئی اور یہ
 خصم کو مضرب اور بعض کہتے ہیں کہ اپنے چھ یا سات بار استقا کیا ہے سو ایک بار کے سوا اپنے کہیں چادر کو
 نہیں پٹا سو جواب اس کا وہی ہے جو اوپر گذرا کہ استقا کئی قسم ہے ایک قسم دوسری سے علیحدہ ہو ایک میں
 تحویل کا ذکر ہے دوسری میں نہیں اور ایک میں استقبال قبیلے کا ذکر ہے دوسری میں نہیں اور ایک
 نماز کا ذکر ہے دوسری میں نہیں سو چادر کا دوسری قوتوں میں پٹنا اس کی لفظی پر دلالت نہیں کرتا اور نیز
 عدم ذکر عدم وقوع کو مستلزم نہیں اور نیز یہ زیادتی علم کی ہے بلکہ مقدم ہوگی اور نیز غائضہ رضی سے بھی ابو داؤد میں
 روایت آچکی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استقامین چادر کو پٹ کر اور ہاں معلوم ہو کہ آپ نے کئی
 بار چادر کو پٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے استقا کیا اور چادر کو نہ پٹا سو جواب اس کا بعد تسلیم
 صحت کی ہو کہ اس سے دوسرے طریقوں کی لفظی نہیں نکلتی ہے در کسی اور طریقے سے استقا جائز نہ ہو گا
 حالانکہ چادر میں کسی کو بھی کلام نہیں اور نیز خالی نہیں اس کے کہ عمرہ کا یہ فعل یا تو تحویل کی عدم استجاب پر دلالت
 کرے گا اور یا عدم جواز پر کرے گا سو شق اول ہر کو مضرب نہیں کہ ہم استجاب کو اور صدیقین سے ثابت کر لیونگے اور شق
 ثانی سے اور سب طریقے ناجائز ہیں کیونکہ وہ خصم کو مضرب لیسے کہ استقامین نماز وغیرہ کے جواز کا وہ
 ہی قائل ہے اور نیز اسکے بعض طریقوں میں خطبے کا یہی ذکر آگیا ہے جیسا کہ زیر سے انساب میں بیان کیا اگر
 نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو کہہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عباس کو والد کی طرح جانتے تھے انہیں خصم کو لازم ہو گیا
 کہ خطبے کا قائل ہو ورنہ یہ طریقہ خال کو واسطے چادر کو پٹنا اس کی ترک کو مستلزم نہیں بلکہ اس کے ہمیشہ کرنے کو
 مستلزم ہے اور نیز کسی حکم میں کسی علت کا پایا جانا اسکے ثبوت ہونے کو منافی نہیں بآج ذالاستغفر
 ابی ایوب استغفریہ کہ ہم نے تم کو یہ حکم دیا کہ جب لوگ امام کو استقا کے واسطے شفع بنا نا چاہیں کہ وہ خدا سے کہو
 لیے میں نے تم کو یہ حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ رَسُوْلِكَ
 ابی عبد اللہ بن ابی عمر عن ابن عباس قال جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال
 يا رسول الله هلكت النواصي ونقطعت السبل فادع الله فادع الله فاطرنا من الجمعة الى الجمعة

دعا کی پس پانی دینے کو سو سات دن لگا تا کہ ان پانی برسا لوگوں نے پانی کی کثرت سے شکایت کی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون دعا کی کہ اہی ہمارو اس پاس مینہ برسے ہمیرا ب برسے پس آپ کے سحر بادل ٹل گیا اور اس پاس کے لوگ پانی دے گئے لیکن اس پاس لوگوں پر برسا کیا مدینہ غالی ہو گیا فتح الباری میں لکھا ہے کہ جب کفار قریش نے مسجد میں اونٹ کی اوچڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیڑ پر رکھ دی تب آپ ان کے حتمین قحط کی بددعا کی پھر ان کے واسطے مینہ کی دُعا کی لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کے واسطے کافروں کے حتمین مینہ کی دعا کرنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے لیسے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا کہ آپ کو اسکی صحت پر اطلاع ہو گئی تھی پس آپ کو سوا اور کسی امام کو کافروں کے واسطے دعا کرنی جائز نہیں لیکن اگر یہ امید ہو کہ کافر لوگ کفر کو چھوڑ دیں گے یا اس عام مسلمانوں کو نفع پہونچے گا تو ایسی حالت میں کافروں کے واسطے مینہ کی دعا کرنی جائز ہے واللہ اعلم اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سات دن لگا تا کہ پانی برسا دو بار واقع ہوا ہے ایک بار تو یہ معاملہ کے مین ہوا ہے کہ پہلے آپ نے کفار قریش پر قحط کی بددعا کی اور پھر جب جنگ ہوئی اور ابوخیان نے آپ مینہ کی درخواست کی تو ان کے واسطے مینہ کی دعا مانگی اور اس حدیث میں اسی کے کو معاملہ کا ذکر ہے اور دوسری بار یہ معاملہ مدینے میں واقع ہوا ہے کہ آپ نے جمعے کو خطبے میں مینہ کی دعا مانگی جیسا کہ انس کی حدیث میں مذکور ہو چکا ہے پس واقع متعدد ہے اور شاید احتمال ہو کہ موت کے مین ابو طالب بھی موجود ہوگا اس واسطے اسو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں تحریر کیا ماسر ذکرہ باب الدعاء اذا اذن المطر حوالہ کیا و لا علینا جب مینہ کثرت کرے تو موت یہ دعا مانگنی جائز ہے کہ اہی ہمارو اس پاس پانی برسے ہمیرا ب برسے و غرض اس باب یہ کہ اگر مینہ کی کثرت دعا مانگے تو اس قسم کے لفظوں دعا مانگے اسلئے کہ مینہ اس کی رحمت ہو سوا کے مطلق نہ ہونے کو واسطے دعا مانگنی مناسب نہیں بلکہ ایسے طور سے دعا کر کہ نفع باقی رہے اور ضرر مرفوع ہو جاوے جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا مضمون ہو کہ ہمارو اس پاس برسو ہمیرا ب برسو بحمدہ تعالیٰ مُحَمَّدٌ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَامَ النَّاسُ فَمَاحُوا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَطَطُ الْمَطَرِ وَأَحْمَرَاتُ الشَّجَرِ وَهَلَكَتِ أَبْهَائُهُمْ فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَتَقَبَّلَ اللَّهُمَّ اسْقِئْنَا مَرَّتَيْنِ وَابْكُمُ اللَّهُ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَرَعَةً مِنْ سَحَابٍ فَتَنَاتُ سَحَابَةً وَأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُطِيرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي قَلْبِيهَا فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ مَاحُوا إِلَيْهِ لَهْدَمَتِ الْبُيُوتُ وَالْقَطْعَتِ السُّبُلُ فَأَدْعُ اللَّهَ يَجِئْهَا اسْقِئْنَا اللَّهُمَّ يَا نَبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا وَتَكَفَّنَا الدِّيْنَةَ فَجَعَلَتْ طُغْرَاهَا وَمَا عَطَى الدِّيْنَةَ قَطْرًا فَظَهَرَتْ إِلَى الدِّيْنَةِ وَرَأَاهَا الْقَوْمُ مِثْلُ

باب کیف حوّل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہرہ الی الناس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ کو لوگوں کی طرف کھینچ کر دیا اور ادم قال حدثنا ابن ابی ذئب عن الزہری عن عبد بن قیس عن عیثہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم خرج یمسقی قال فحوّل الی الناس ظہرہ و استقبل القبلة یدعو الیہ حوّل رداءہ ثمّ ملى لئلا یکن یمسقی جہد فیہما بالقرآن ثمّ جمہ عبد بن یزید سے روایت ہو کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس دن کہ آپ نبی مانگنے کو واسطے باہر نکلے تو آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیری اور قبلہ کی طرف منہ کیا اس حالت میں کہ دعا کرتے ہو پھر اپنی چادر کو پٹا بھر کھود کر کتین نماز پڑھائی انہیں قرأت پکڑ کر پڑھی و اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ نے دہائی طرف سے قبلہ کی طرف منہ پھیرا یا بائیں طرف کی طرف ظاہر اسے تفسیر ثابت ہوتی ہے کہ جس طرف سے چاہے پھیرے لیکن دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دہائی طرف سے منہ پھیرا ہو گا کہ آپ یہ کام میں دہائی طرف سے شروع کرنے کو پسند کرتے تھے باب صلوات الاستسقاء رکعتین استسقاء کی نماز دو رکعتیں ہے و امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ تمام علماء سلف اور خلف صحابہ و تابعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے کہ استسقاء میں نماز سنت ہو اور انہیں کوئی مخالف نہیں ہوا مگر ابو حنیفہ م اور دلیل اسکی وہ حدیثیں ہیں جنہیں نماز کا ذکر نہیں اور جو علماء کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کو واسطے دو رکعتیں نماز پڑھی اور جن حدیثوں میں نماز کا ذکر نہیں ہوا انہیں سے بعضے تو راوی کے سیان پر محمول ہیں اور بعضی وہ ہیں کہ آپ نے جسے کہ خطبے میں استسقاء کیا اور اسکے پیچھے نماز آتی ہے وہ اپنے نماز استسقاء کے بدلے جمع کی نماز پر کفایت کی اور وہی نماز اسکے بدلے کافی ہو گئی اور اگر استسقاء میں طلق نماز پڑھے تو یہ بیان ہو گا کہ بدو نماز کے بھی استسقاء جائز ہے اور جواز میں کسی کو بھی اختلاف نہیں اور جو حدیثیں کہ نماز کی مثبت ہیں وہ اپنے مقدم ہو گئی اسلئے کہ وہ علم کی بنیاد پر ہے اور انکے درمیان کوئی تعارض نہیں کہ وہ قریب قریب تمام ہے کام اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ سب تہرور کے علماء اس پر متفق ہیں کہ استسقاء میں نماز مشروع ہے مگر ابو حنیفہ م سے روایت ہو کہ مشروع نہیں پس جب وہ صحابہ و تابعین وغیرہ کے مل کے سب سے سنت کو ترجیح ہو گئی اور نیز بعض حدیثوں میں جو نماز کو نہیں تو یہ عدم ذکر عدم وقوع کو مستلزم نہیں پس معلوم ہوا کہ استسقاء میں نماز سنت ہو اور نیز خفیہ کے نزدیک امام کا قول مفتی زہدین بلکہ انکے نزدیک فتویٰ صاحبین کو قائل ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مطلق استغفار کو فرمایا ہے چنانچہ فرمایا استغفر و انکم آتایس نماز اس میں داخل نہیں ہوگی سو جواب ارکایہ ہے کہ اگر اس آیت سے استدلال کیا جاوے تو اس سے لازم آوے گا کہ نماز مطلق جائز ہو اسلئے کہ انہیں فقط استغفار کا ذکر ہے پس نماز سے زیادہ علی النصبح الواحد لازم آوے گی اور وہ موجب حصول خفیہ کا جائز نہیں حالانکہ نماز کے جواز کی خفیہ بھی قائل ہیں اور نیز ہم کہتے ہیں کہ نماز بھی استغفار میں داخل ہے

بلکہ ہسکا عین ہے پس نماز کی نفی اس سے نہیں نکلتی ہے اور نیز اگر نماز اور استغفار کے درمیان فرق تسلیم کیا جاوے تو کہا جاوے گا کہ خبر واحد کے ساتھ عموم کتاب کی تخصیص کنی اللہ اربعہ وغیرہ اہل اصول کے نزدیک جائز ہو پس اس آیت کو ساتھ حدیث نماز کے مخصوص کیا جاوے گا اور نیز اگر استغفار میں فقط استغفار ہی پر کفایت کیا جاوے تو تب بھی جائز ہے ایسے کہ استغفار کئی طرح سے ثابت ہو چکا ہے پس تطہیق مقدم ہے اہمال پر اور نیز ساق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں استغفار سے استقامت نہیں ایسے کہ مال اور اولاد اور باغون وغیرہ کئی چیزوں کو اس کے ساتھ معلق کیا ہے اور مقصود استقامت میں فقط ایہ ہوتا ہے لایعنی میں معلوم ہو کہ مراد استغفار سے اس آیت میں ایمان ہی پر استدلال کرنا اس کو صحیح نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں استغفار کیا اور فقط دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی سو جواب یہ کہ یہ پہلے گند چکا ہے کہ استغفار کئی طور سے آیا ہے پس احتیاطاً کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے واسطے بیان جواز کے فقط دعا پر کفایت کی ہو ایسے کہ فقط دعا پر کفایت کرنا بھی جائز ہے کما مرقدہ تحب یا جائز امر کی ترک پر انکار کرنا کچھ ضرور نہیں ہے اور نیز تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ کا یہ مذہب ہو کہ نماز ہی کما مر من کلام النبی پس عمر رضی اللہ عنہ کی نماز نہ پڑھنے سے کچھ فرج نہیں اور نیز عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ بعض طریقوں میں خطبہ پڑھنا بھی ثابت ہو چکا ہے کما مر من اس سے لازم آوے گا کہ خطبہ بھی مشروع ہو حالانکہ حنفیہ اسکے قائل نہیں اور نیز اس سے لازم آوے گا کہ استقبال قبلہ بھی سنون نہ ہو کہ اس حدیث عبد اللہ کے سوا اور کسی حدیث میں اسکا ذکر نہیں اور نیز حنفیہ کا فتوے صاحبین کے قول یہ ہے پس عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور نیز لوگوں نے عمر پر انکار کیا کہ یہ استغفار نہیں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ استغفار کی نماز میں جماعت ثابت نہیں سو جواب یہ کہ اگر اس باب کی حدیثوں میں صیرح موجود ہے فصلے لنا کہ تمہیں یعنی اپنے ہکود و کہ تمہیں پر عامی پس خیال فاسد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا سو جواب یہ کہ یہ خاصہ محض احتمال سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور نیز اس سے لازم آوے گا کہ نماز بالکل جائز ہو حالانکہ نماز حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے بلکہ اسی پر فتویٰ ہے پس اسکا خاصہ ہونا خود انہیں کے فتویٰ سے باطل ہو گیا اور نیز اگر خاصہ ہو تو تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ اسکے جائز ہونے کو قائل نہ ہوتے حالانکہ جواز کے سب قائل ہیں اور کسی نے اسکا خاصہ ہونا نہ سمجھا حالانکہ وہ اہل زبان عمر و اب کی کلام کو خوب سمجھتے تھے پس معلوم ہوا کہ اسکو خاصہ کہنا محض خیال فاسد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ استغفار کو باب میں حدیثیں مختلف آئی ہیں پس دلیل ہے انکے مضطرب ہونے کی سو جواب یہ کہ یہ مضطرب مستلزم اس بات کو کہ استغفار کسی طور پر جائز نہ ہو اور یہ بات بالاجماع باطل ہے پس دعویٰ مضطرب بالاجماع باطل ہے اور نیز یہ کہ مضطرب ہونا مستلزم اس بات کو کہ استغفار میں نماز جائز نہ ہو حالانکہ نماز بالاجماع جائز ہے اور نیز حنفیہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے پس دعویٰ مضطرب خود حنفیہ کے قول سے باطل ہو اور نیز استغفار کی حدیثوں کا

مختلف طور سے آنا ان کے مضطرب ہونیکو مستلزم نہیں بلکہ ہر طور سے جائز ہے اور ہر طریقہ سبائے خود مستقل ہے
 پس جب طور سے چاہے کرے لیکن سنت یہی ہو کہ استسقاء میں نماز پڑھے اور چونکہ حنفیہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے تو یہ
 بھی اسکے سنت ہونیکو دلیل ہے ورنہ حنفیہ امام کے قول کو چھوڑ کر سپر فتویٰ زودیتے **حَدَّثَنَا ثَنِي قُشَيْبَةُ بْنُ**
سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اسْتَسْقَى فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَّبَ رِءَاةَهُ ترجمہ عبد اللہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا کیا
 سو دو رکعتیں نماز پڑھی اور اپنی چادر کو لپیٹ کر اوڑھنا **ف** بجھے کہتے ہیں کہ اس حدیث عبد اللہ بن زید کے سوا اور
 کسی حدیث میں نماز کا ذکر نہیں ہو جواب لکھا ہے کہ یہ بات غلط ہے بلکہ اور کئی حدیثوں میں بھی نماز کا ذکر آگیا ہے
 جیسے کہ ماکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا کو واسطے دو رکعتیں نماز پڑھی
 پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں اور طبرانی نے انس سے روایت کی ہے
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا میں دو رکعتیں نماز گذاری اور انہیں فقط ایک ایک تکبیر ہی اور نیز ابن عباس سے
 سونہن اربعہ میں روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقا کے واسطے عید گاہ کی طرف نکلے سو اپنے عید کی
 طرح دو رکعتیں نماز پڑھی اور ظاہر ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات متعدد ہیں تاکہ سب بیخون میں تطبیق
 ہو جاوے میر ثابت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا میں کئی بار نماز پڑھی ہے پس سنت ہونا اسکا ثابت
 ہو گیا **بَابُ لَا اسْتِسْقَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِيدَ گاہ میں استسقا کرنے کا بیان** یعنی مسجد کے عید گاہ میں جا کر
 استسقا کرے وہ استسقا کو اول ایک باب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میدان کی طرف نکلا نہ کہ وہ چمکا ہے اور
 اس باب میں خاص عید گاہ کا ذکر ہے پس پہلا باب بطلان ہے اور یہ عقیدہ ہے لیکن غمانے کہے کی مسجد اور بیت المقدس
 کی اس کو سنتے ہو کہ اس میں نسبت عید گاہ کے زیادہ ثواب ہو **حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا**
سَفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ
يَتَنَقَّى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَّبَ رِءَاةَهُ قَالَ سَفْيَانُ وَاحْبَرَنِي الْمُسَوِّدِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ
قَالَ جَعَلَ أَيُّمَهُ عَلَى الشِّمَالِ ترجمہ عبد اللہ بن زید سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقا کو واسطے
 عید گاہ کی طرف نکلے اور قبلے کی طرف نہ کیا سو دو رکعتیں نماز پڑھی اور چادر کو پٹا اٹکی واپسی طرف کہا میں ہونڈ ہے
 کہ کی واپس لوٹا اس حدیث کو معلوم ہوا کہ استسقا کے واسطے عید گاہ کی طرف نکلا مسجد **بَابُ لَا اسْتِسْقَاءَ**
الْقِبْلَةِ فِي لَا اسْتِسْقَاءَ استسقا میں قبلہ کی طرف نہ کرنا مسجد **حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ**
قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَمَّادَ بْنَ قَيْمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ
الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ يَمْشِي وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا أَوْرَادَ أَنْ يَدْعُو

[illegible]

بابون میں فرق ظاہر ہے حکم شتا محمد بن ہشام قال حدثنا يحيى وابن ابي عبد بن عن سفيان عن قتادة
عن ابن ابي مالك قال كان النبي صلى الله عليه وسلم كما يوقع يديه في شيء من دُعَاؤِهِ اَلَا اَلَا اَلَا اَلَا
وَاَنَّهُ يُرْفَعُ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ اَبْطَاقِهِ ترجمہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ
کسی دعا میں نہیں اٹھاتے تھے مگر مینہ کی دعا میں ہو مگر آپ حسین ہاتھوں کو اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ کی
غفلتوں کی سفیدی دیکھی جاتی تھی و ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مستفاد کو
سوا اللہ کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے حالانکہ یہ واقع کے مخالف ہوا کیلئے کہ دوسری بہت حدیثوں سے
معلوم ہوتا ہے کہ مینہ کی دعا کے سوا اور دعاؤں میں بھی آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس قسم کی حدیثیں بے شمار
ہیں پس کہ نہیں قاصر ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان بہت حدیثوں کے ساتھ عمل کرنا ادا ہے اور یہ حدیث انس
کی محمول ہو اس پر کہ ان سے آپ کو اور غفلتوں میں ہاتھ اٹھاتے نہیں دیکھا اور ان کے نزدیک یہ سہو لازم نہیں
آتا کہ دوسرے نے ہی آپ کو ہاتھ اٹھاتے نہ دیکھا ہو پس مثبت کو نافی پر مقدم کیا جاوے گا صراحتی حالت
میں کہ مثبت جماعت ہو اور نافی ایک ہو اور بعض کہتے ہیں کہ انس کی نفی خاص صفت پر محمول ہے یعنی
استقامت میں ہاتھوں کو بہت بلند اٹھاتے تھے اور اگر سوا دوسری دعاؤں میں ہو تو بلند کرتے تھے اس کا مطلب
ہے کہ استقامت کے سوا اور دعاؤں میں مطلق ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور امام نووی نے لکھا ہے کہ علماء کہتے
ہیں کہ جو دعا اگر کسی بلا کے دفع کرنے کو واسطے کیجاوے اس میں سنت یہ کہ اٹھنے ہاتھ سے دعا کرے یعنی ہاتھوں
کی پیشہ کو آسمان کی طرف کرے اور جو دعا کو کسی چیز کے حاصل کرنے اور دعا مانگنے واسطے کیجاوے اس میں سنت
یہ ہے کہ یہ ہاتھ سے دعا کرے یعنی ہاتھوں کی پیشہ کو زمین کی طرف کرے جیسا کہ معمول اور رواج ہے
پس احتمال ہے کہ انس کے انکار کا یہ معنی ہو کہ میں نے آپ کو استقامت کے سوا اور کسی دعا میں اٹھنے ہاتھ سے دعا
کرتے نہیں دیکھا پس اس تاویل سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاوے گی باری مَا يَقَالُ إِذَا مَطَرَتْ جَبْتُ
بِرْسِنِ لَے لَوَا سَوَقْتِ كَيَا دَعَا بَرَّ هِي جَاوَسَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَصَيْبٍ الْمَطَرِ يَعْنِي ابْنُ عَبَّاسٍ
آیت اِذْ كَصَيْبٍ مِنَ السَّمَاءِ کی تفسیر میں کہا کہ مراد صیغہ مینہ ہے و عرض امام بخاری کی اس تفسیر کے نقل کرنے
سے یہ کہ حدیث آئندہ میں جو صیغہ لفظ باری سے مراد اس سے مینہ ہے اور یہی ہے قول جہور علماء کا اور ان
میں کہا کہ صیغہ کا معنی مینہ ہے سند اللہ ہے وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَأَصَابَ يَعْنِي ابْنُ عَبَّاسٍ
سوا اور کسی نے کہا کہ صَابَ يَصُوبُ اور أَصَابَ يَصِيبُ جہور و زید و نو کا ایک معنی ہے یعنی تازہ اور صیغہ
جوف ملو سے مشتق ہے یعنی موجب جس کا معنی مینہ سے ملنے کے لئے کہا ہے اور اسکے فعل اسطورہ عمل
ابن صَابَ يَصُوبُ وَأَصَابَ يَصِيبُ و خلاصہ یہ کہ ابن عباس کی کلام میں فقط صیغہ کے معنی کا بیان ہے

اور غیر کی نظام میں اس کو شقاق بیان ہو کہ اسکا اصل کیا ہے اور کس لفظ سے مشتق ہے اور ابن عباس کے اثر کی کتاب
باب کو ساتھ اسطور سے ہو کہ چونکہ صیغہ لفظ حدیث میں واقع ہوا ہے اس واسطے امام بخاری نے اس کے معنی پہلے
بیان کر رکھا اور نیز امام بخاری کی یہ عادت ہو کہ جب کوئی لفظ قرآن کا حدیث کے لفظ کے مطابق ہو تو اس لفظ قرآن
کا معنی بھی اس جگہ میں بیان کر دیتا ہے **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا**
عَبِيدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا
رَأَى الْمَطَرُ قَالَ اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا تَابِعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَرَوَاهُ الْأَوْدَاهِيُّ وَ
عُقَيْلٌ عَنْ نَافِعٍ تَرْجُمَةً عَنْهُ رَوَى عَنْهُ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مینہ دیکھتے تو یوں دعا کرتے
اے الہی نفع دینے والا مینہ برسا یعنی ضرر دینے والا نہ ہو **وَفِي حَدِيثٍ مَعْلُومٍ** ہوا کہ جب مینہ برسنے لگے تو یہ دعا
پڑھتے کہ اے الہی مینہ نافع ہو مضبوط ہو پس مطابقت حدیث کی باب کو ظاہر ہے **بَابُ مَنْ تَقَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتَّى**
يَتَخَادَرَ عَلَى الْحَيْثُومِ جو شخص مینہ میں کہڑا ہو کہ قصد اپنے بدن پر مینہ برسانا چاہے یہاں تک کہ اسکی ڈالہری پر
ہینکنے لگا اس نیت کو کہ وہ خدا کے پاس سوتا رہے اور اپنی دنیا خیر کے ساتھ اوروہ نہیں ہوا تو یہ
مکر وہ نہیں بلکہ مستحب اور واجب نواب ہو **وَفِي حَدِيثٍ مَعْلُومٍ** میں اس سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہڑے کو اپنے بدن سے کہڑا ہاں تک کہ ایکے بدن پر مینہ برسا یعنی عرض کی کہ اپنے یہ کام کو واسطے کیا ہے فرمایا کہ وہ
خدا کے نزدیک تازہ وارد ہے اور زمین کو ساتھ مینہ اوروہ نہیں ہوا **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا**
عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْدَاهِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَلْفَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي
الْأَسَدُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَمَّا بَيْتُ النَّاسِ سَنَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَحْمَرَانِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْكَ الْمَالُ وَحُلُو
الْعِيَالِ قَادَحٌ لَنَا أَزَيْتُنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ فَرَعَةٌ قَالَ
فَنَارُ سَعَادٍ أَمْثَالُ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ عَنْ مَنبَرِهِ حَتَّى دَأَيْتِ الطَّرِيقَ يَتَخَادَرُ عَلَى لِحْمَتِهِ قَالَ فَنُفِرْنَا
يَوْمَئِذٍ ذَلِكَ وَمِنْ الْعَدُوِّ وَمِنْ بَعْلِ الْعَدُوِّ وَالَّذِي يَلْبِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْآخَرَى فَقَامَ ذَلِكَ الْآخَرَانِ
أَوْ رَجُلٍ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْكَ الْإِسْلَامُ وَغَيْرُ الْمَالِ قَادَحٌ لَنَا قَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَمَا جَعَلَ يُثِيرُ بَيْدِي إِلَى نَاحِيَةِ مِنَ السَّمَاءِ
لَا أَفَرُجَتْ حَتَّى صَارَتْ الْمَدِينَةُ فِي مِثْلِ الْبَعْرِ بَرَحَتْ سَالُ الْوَاجِبِ وَادَعَى قَنَاءَ شَهْرًا قَالَ ثُمَّ
يَحْيَى أَحَدًا مِنْ نَاحِيَةِ الْأَحْدَثِ بِالْجَمْعِ تَرْجُمَةً عَنْهُ رَوَى عَنْهُ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
وقت لوگوں میں مخاطب اسوجہاں الت میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمع کو دن ہنر خطبہ پڑھتے ہو کہ (اچانک)

ایک گنوار کھڑا ہوا سوئے عرض کی کہ یا حضرت پانی کی قلت ہو جانور مر گئے اور بال بچے ہو کہہ سہ مرتبہ میں سو آپ
خدا سے ہمارے واسطے دعا کیجیے کہ بھوک پانی دیو ہو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے واسطے ہاتھ اوٹھائے
اور آسمان پر کہیں بلی کا نشان نہ تھا سو پہلے دن کی طرح بادل اوٹھا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے تڑنے لڑ کر
یہاں تک کہ سینے دیکھا کہ پانی آپ کی داڑھی سے پکنا ہے سو ہم مینہ برسا کر گئے اسدن بھی در اس سے پچھلے
دن ہی در اس سے پچھلے دن ہی اور جو اس کے ساتھ متصل ہے آئندہ جسے تک یعنی بارسات دن تک چہرہ ہی لگی
رہی سو پھر وہی گنوار یا کوئی اور مرد کھڑا ہوا سو عرض کی کہ یا حضرت پانی کی کثرت ہو گھر ڈھ گئی اور جانور ڈوب
گئی سو آپ خدا سے ہمارے واسطے دعا کیجیے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی واسطے ہاتھ اوٹھا کر دیون
دعا کی کہ اگلی ہمارے اس بایں سے ہم پر بارش سے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے آسمان کی کسی طرف
اشارہ نہیں کرتے مگر بادل اس طرف کو کہل جاتا تھا سو مدینے کو اوپر سے بادل مل گیا اور مدینہ ڈال کی طرح فنا
ہو گیا یہاں تک کہ قنات کا نالا ایک مہینہ تک بیتار بنا سو کوئی آدمی کسی طرف سے نہیں آتا تھا مگر بہت مینہ کی خبر دیتا
تھا یعنی ہر طرف مینہ کی خبر آتی تھی ف عرض امام بخاری کی اس حدیث کو یہ ہے کہ مینہ کا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی داڑھی سے پکنا اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ قصد آپ مینہ میں کہلے رہو تاکہ مینہ آپ کے بدن پر پڑے اسلئے
کہ اگر یہ امر قصد نہ ہوتا تو آپ مینہ کے ابتداء میں منبر سے تلے اتر آتے لیکن آپ یہ تک خطبہ پڑھتے رہے یہاں تک
کہ مینہ کی کثرت ہو گئی اور آپ کی داڑھی سے پانی ٹپکنے لگا اور سلم کی حدیث جو اوپر مذکور ہوئی وہ صحیح ہے اور
کہ آپ قصد مینہ میں کہلے رہے یہی معلوم ہوا کہ مینہ میں کہلے ہو نا اور اپنے بدن پر مینہ برسا سو مستحب ہے **باب**
لَا أَهْبَتِ الزَّيْجُ حَتَّى أَهْبَى حَتَّى تَوَكَّيَا كَرَا جَلَسَ يَلُورُ كَيَا دَعَا بِرُهْنِي جَاهِيَةً فَاسْتَقَامَ
مَطْلُوبٌ مِينَهُ هُوَ تَابَهُ اور اکثر اوقات آندھی بھی اسکو ساتھ ہوتی ہے پس اسی مناسبت کو واسطے اس باب کو
اسْتَقَامَ كَيْسُ بَابُ مِينَ دَاخِلٌ كَيْسُ حَلَّ كُنَّا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مُرَيْمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَتْ الزَّيْجُ الشَّدِيدَةُ إِذْ أَهْبَتْ عَرُفٌ ذَلِكَ فِي حَجَرِ
الْبَيْتِ مَسَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَجَمَ لَيْسَ بِنَاكٍ سُرُورِيتُ هُوَ كَيْسُ حَتَّى أَهْبَى حَتَّى تَوَكَّيَا كَرَا جَلَسَ يَلُورُ كَيَا دَعَا بِرُهْنِي جَاهِيَةً فَاسْتَقَامَ
مَطْلُوبٌ مِينَهُ هُوَ تَابَهُ اس کے چہرے مبارک میں پہچانا جاتا یعنی خوف کو آپ کے چہرے مبارک کا رنگ مل جاتا اور برقرار ہو جاتا
کہ سب ادا اسکے ساتھ بند ہو کر کوئی عذاب نازل نہ ہو جاوی جیسا کہ عادی قوم پر نازل ہوا ف اس حدیث کو معلوم
ہو کہ جب سخت آندھی چلے تو ہر وقت خوف کرنا چاہیے اور صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ جب سخت
آندھی چلتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون دعا کرتے **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا**
أُرْسِلْتُ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ یعنی الہی میں تجھ سے

اسکی بھائی اور اس کے اندر کی بھلائی اور جو واسطے یہ آندھی بھی گئی اسکی بھلائی مانگتا ہوں اور اسکی بُرائی اور اس کے اندر کی بُرائی اور جو واسطے یہ بھی گئی اسکی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں پس معلوم ہوا کہ جب سخت آندھی چلے تو اس وقت آدمی خوف کرو اور یڈو غار پر ہے اور شاید امام بخاری نے اپنی عادت کو موافق احمدیت کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ ترجمے کو مطلق چھوڑ دیا و السلام کباب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَضْرُوتُ بِالضَّبَا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ مجھ کو فتنہ نصیب ہوئی پورب کی ہواسے اور ہلاک ہوئی عادی کی قوم پیچیم کی ہواسے و نصیب اس ہوا کا نام ہے جو پورب پیچیم کو چلتی ہے اور اسکو متوجہ ہی کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے دروازے پر کھاتی ہے اور دوبراس ہوا کا نام ہے جو پیچیم سے پورب کو چلتی ہے اور خوب اس ہوا کا نام ہے جو دہر سے اُتر کر چلتی ہے اور شمال اس ہوا کا نام ہے جو اتر سے دہر کو چلتی ہے اور صاکی ہوا بادل کو جمع کرتی ہے اور اکثر اوقات اُپوت مینہ برستا ہے پس یہی ہے وجہ نسبت اس باب کی اس قات حَلَّ كُنَّا مُسْلِمًا قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ جَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَضْرُوتُ بِالضَّبَا وَأَهْلُكْتَ عَادًا بِاللَّذْبِ بَوْرًا ترجمہ اسے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو فتنہ نصیب ہوئی پورب کی ہواسے اور ہلاک ہوئی عادی کی قوم پیچیم کی ہواسے و جب پانچویں سال ہجری کے جنگ احد میں کفار قریش کو شکست ہوئی تو بعد اس کے کفار قریش عرب کی بہت قوموں کو جمع کر کے مدینے پر چڑھا لائے اور مدینے کو اگر چاروں طرف گھیر لیا اس لڑائی کو جنگ خندق اور جنگ احزاب کہتے ہیں سہ ماہ کا فوجی لشکر دس ہزار تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تین ہزار تھا سو چند روز تک کافر مدینے کو گھیر رہے تب خدا نے پورب کی ہوا بھجوائی کہ اُسے کافروں کے منہ پر مٹی ڈالی اور ان کے خیمے اوکھا ڈیٹھ اور آگ کو بجھا دیا سو کافریہ حال دیکھ کر سب ہلاک ہو گئے اور مدینے کو چھوڑ گئے پس یہی معنی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کہ مجھ کو پورب کی ہواسے فتنہ نصیب ہوئی اور عادی کی قوم نے جب خدا کا حکم مانا تو خدا نے ان پر پیچیم کی آندھی بھیجی اُسے سب کو یکبار فنا کر دیا اور ان کے درختوں کو بیج و بنیاد سے اکھاڑ دیا اور ان کے گہروں کو ڈھلا دیا اور پتھر و لٹے انکی گردلوں کو توڑ ڈالا اور ابن عباس سے روایت ہو کہ جب ان پر آندھی چلی تو سب کافر گہروں کے اندر گھس گئے اور دروازوں کو بند کر لیا سو اس ہوائے دزدانوں کو توڑ ڈالا اور مٹی سے گہروں کو بہر دیا اور کافر مٹی میں دب گئے اور آٹھ روز تک مٹی کے تلے حال بچا کرتے رہے آخر کو مر گئے لغو و بابت من ذلک اس واسطے کہتے ہیں کہ پیچیم کی ہوا پورب کی ہواسے سخت ہو کہ اس عادی کی قوم بالکل ہلاک ہو گئی اور پورب کی ہواسے خندق کو دن ایک کافر بھی ہلاک ہوا بلکہ صحیح مسلم اپنے گہروں کو پلٹ گئے کہتے ہیں یہ واسطے ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم پر بہت مہربان تھے اور ان کے اسلام کے سیدھا تھے پس اس بیان سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُحدیت

مذکور کا مطلب ہر مہر کیا کباب ماقبل فی الزلازل والایات زلزلوں اور قیامت کی بعض نشانیوں کا بیان
یہ قیامت پہلے زمین میں کئی بار زلزلہ پیدا ہوگا اور کئی نشانیاں پیدا ہونگی حد ثنا ابوا یمن قال
اخبرونا شعیب قال حد ثنا ابو الزناد عن عبد الرحمن بن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا تقوم الساعة حتی یقبض العلم وتكثر الزلازل ویقلب الزمان وتظهر الفتن ویکثر
الخراب وهو القتل حتی یكثر فینکھ المال فیقبض ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم ہوگی یہاں تک کہ علم اوٹھا یا جاویگا اور زلزلے بہت پیدا ہونگے
اور زمانہ قریب ہو جاویگا اور فتنے فساد ظاہر ہونگے اور لڑائیں بہت ہونگی یہاں تک کہ تم میں مال بہت ہو جاویگا
تو اہل بڑیگا یعنی مال بہت ہو جاویگا اور لوگ کم ہونگے یا قیامت کی خوف سے لوگوں کو مال کی طرف رغبت
نہیں ہوگی کہ اسکو کوئی نہیں لیوگا یا زمین اپنے خزانوں کو باہر نکال ڈالیگی ف یہ جو اپنے فرمایا کہ زمانہ قریب
ہو جاویگا تو اسکا معنی کئی طور سے ہو سکتا ہے ایک کہ برکت و برہم جاویگی اور لوگوں کو کاروبار سے فائز
بالکل ہوگا یا دن ات جلدی گذر جاویگا یا قیامت قریب ہو جاویگی یا اس زمانہ کے لوگ شر سے قریب ہو جاویں گے
یا یہ زمانہ عام اس زمانے خاص یعنی قیامت کو قریب ہو جاویگا یا دن ات چھوٹے ہو جاویں گے اور وجہ نسبت
اس باب کی اتقا سے سطور پہلے کہ اس باب میں زلزلوں کا بیان ہو اور زلزلہ اکثر اوقات میںہ کے ساتھ ہوتا
ہے ہی اس لئے مناسبت کافی ہے اور جیسے کہ انہی چلنے کو وقت دعا پڑھنی آئی ہے ویسے زلزلے کے
وقت کوئی دعا منقول نہیں اور زلزلے کی وقت نماز پڑھنے میں علما کو اختلاف ہو امام احمد اور حاکم اور ایک
جماعت علما کی کہتے ہیں کہ زلزلے کو وقت نماز پڑھی جاوی اور امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر اس باب میں کوئی حد
ثابت ہو جاوی تو پڑھے ورنہ نہیں اور ابن عباس اور علی اور عائشہ رض سے ابن حبان وغیرہ روایت کی ہرگز
کی نماز چھ رکعتیں میں اور چار بعد میں حد ثنا محمد بن النعمان قال حد ثنا الحسن بن الحسن قال
حد ثنا ابن عوف عن نافع عن ابن عمر قال اللہم بارک لنا فی شامنا و فی یمیننا... قالوا و فی
بحرنا قال قال اللہم بارک لنا فی شامنا و فی یمیننا قالوا و فی بحرنا قال اللہم بارک لنا فی شامنا و فی بحرنا
و یہا یظلم قرن الشیطان ترجمہ عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الہی
برکت دو ہکو ہمارے شام میں الہی برکت دو ہکو ہمارے یمن میں لوگوں نے کہا اور ہمارے بحر میں کیسے عرض کی
کہ آپ نجد کے واسطے ہی برکت کی دعا کیجیے کہنے فرمایا الہی برکت دو ہکو ہمارے شام میں الہی برکت دو ہکو ہمارے
یمن میں لوگوں نے عرض کی اور ہمارے بحر میں فرمایا کہ یمن تو زلزلے اور فساد واقع ہونگے اور بحر میں شیطان
کا سینکڑوں سوچ نکلتا ہے ف شام کا ملک کو اور مدینہ کی طرف ہو اور یمن کی طرف ہو اور

نجد کا ملک پرب کی طرف ہو سو اپنے شام کو اپنی طرف اس واسطے نسبت کیا کہ وہ پیغمبرؐ کی زمین ہو اور
 یمن کو اپنی طرف اس واسطے نسبت کیا کہ تہام کی زمین ہے اور تہام یمن سے متعلق ہے یا کہ آپؐ کی پیدائش
 جگہ ہے اور وہ یمن سے متعلق ہے اور مدینہ آپؐ کی مدین ہو گئی کی جگہ ہے اور وہ شام سے متعلق ہے خلاصہ یہ
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ نجد کے ملک میں زلزلے اور فساد پیدا ہونگے اس وجہ سے آپؐ
 انکو واسطے دعا کی اور مرد سینگ کو شیطان کی فوج ہے کہ نئے فساد کا سبب ہوتی ہیں یا درجہاں مراد ہے
بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتَجْعَلُونَ مِنْ ذُلِّكُمْ أَكْثَرَ تَكْلِفَاتٍ قَالُوا ابْنُ عَبَّاسٍ شکر کہ اس آیت کی
 تفسیر کا بیان اور اپنا حصہ بھی لیتے ہو کہ تم جیٹلاتے ہو ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد زق سے اس آیت میں شکر
 ہو یعنی جو شکر کہ تمکو خدا کے مینہ برسانے پر کرنا چاہیے تھا وہ یہی ہو کہ تم مینہ برسانے والی کسی تکذیب کر رہے ہو
 اور مینہ کو تارین کی طرف نسبت کرتے ہو یعنی شکر کے بدلے کسی تکذیب کرتے ہو اور ہر کو جیٹلاتے ہو خدا
الْمُغِيلُ قَالَ كَانَ كُنَى مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ حَبِيبِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ مَسْعُودٍ
عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجَعْفَرِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةَ الصُّبْرِ بِأَمْرٍ
عَلَيْهِ إِزْسَامًا كَانَتْ مِنْ أَلْيَاكِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ
تَذُنُونَ مَاذَا أَقَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنِينَ وَكَافِرِينَ فَأَمَّا مَنْ
قَالَ مَطْلُ نَابِعِصِّلَ اللَّهُ وَرَحْمَتِهِ فَنَازِلَكَ مُؤْمِنِينَ وَكَافِرِينَ أَلَا كَيْفَ أَمَّا مَنْ قَالَ يَنْبُوذُ كَذَا وَكَذَا
فَنَازِلَكَ كَافِرِينَ يَنْبُوذُ أَلَا كَيْفَ ترجمہ زید بن خالد جہنی سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہکو
 حدیث میں صبح کی نماز پڑھائی مینہ سے پیچھے جو اس بات کو برساتا ہو جب نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ
 ہو کر اور فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب کیا کہا لوگوں نے عرض کی کہ اللہ اور ہر کار عمل خوب جانتا ہے
 خدا نے فرمایا کہ صبح کو میرے بندوں سے بعض ایمان لائے اور بعضے کافر ہو کر جو جس نے کہا کہ ہم اللہ کے فضل
 اور اس کی رحمت کو مینہ برساتی گئے ہیں وہ شخص میرے ساتھ ایمان کہتا ہے اور ستاروں کے انکار کرتا ہے اور جس نے
 کہا کہ ہم فلاں فلاں ستاروں کی تاثیر سے مینہ برساتی گئے سو وہ میرے ساتھ کفر کرتا ہے اور ستاروں کے ساتھ ایمان
 کہتا ہے **و** کہتے ہیں کہ علم نجوم اور سیلاب اسلام کے زمانے میں حق تھا بعد ازاں منور ہو گیا اب ہر کو ساتھ عمل
 کرنا باطل ہے اور.... باعتبار عادت الہی کے اگر یہ ستاروں میں کاسبیب ہو سکتے ہیں جیسا کہ آگ کا جلانا اور پانی سے
 پیاس کا دفع ہونا وغیرہ وغیرہ لیکن شہر عمل کرنا بعد ازاں اعتبار سے خاص امتوں کو اختیار کرنا اور الکی حادثہ خواست کا
 اعتبار کرنا اسلام کے مخالف ہو لہذا وہ جدید کہنا فی ہے اگر انکی تاثیر کا اعتقاد ہو تو کفر ہے والا حرام ہے اور اس حدیث
 کا باقی بیان اولیٰ الصلوٰۃ کے باب سے قبل الامام الناس از اسلام میں منضبط مذکور ہو چکا ہے وہاں مطالعہ کرنا چاہیے

اور معمر بن ابی عیسیٰ سے روایت ہو کہ ایک با حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں منیر سابت آپ پہ
 حدیث فرمائی اور اس وقت یہ آیت اتری وَتَجْعَلُونَ مِنْ ذَلِكُمْ أَنْكُمُ تَكْفُرُونَ پس جب مناسبت اس حدیث اور
 اثر ابن عباس کے باب سے ظاہر ہو گئی باب کا یہ دیکھتی جتنی اللہ عز وجل کوئی نہیں جانتا
 کہ منہ کب دیگا سو اسی خدا کے وقال ابو ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس لا یعلمہن
 الا اللہ یعنی ابو ہریرہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں کہ انکو
 سو اسی خدا کے کوئی نہیں جانتا حدیثنا محمد بن یونس قال حدثنا سفیان عن عبد اللہ بن حنیئ
 عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الغیب خمس لا یعلمہا الا اللہ لا یعلمہ احدنا
 ان یكون فی غیب ولا یعلمہ احدنا ما یكون فی الارحام ولا نعلم نفس ما ذاک کسب عد او ما تدعی نفس
 یا علی اخص قوت وما یبدی احد متی جتنی اللہ عز وجل سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ گنجان غیب کی پانچ چیزیں ہیں انکو کوئی نہیں جانتا سو خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور کوئی جی نہیں
 جانتا کہ عورتوں کے پیٹوں میں کیا ہے لڑکی یا لڑکا اور کوئی جی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا
 کہ کس میں میں رہے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ منہ کب دیگا ف یعنی غیب کی بات بالیقین سو اسی خدا کے کوئی نہیں
 جانتا غیب کا دروازہ ساری عالم پر بند ہے اسکی کنجی کسی کے پاس نہیں کہ جب چاہے کہو لے اور بے تردد دریا
 کرے میغیر ذہن کو وحی سے اور اولیا کو الہام سے حاصل ہوتا ہے لیکن غیب انی نہیں خدا کے بتلانے سے معلوم
 ہوتا ہو علاوہ اسکے وحی اور الہام ہر وقت قابو میں نہیں کہ جب چاہیں دریافت کر لیں اسی طرح نجوم اور رمل اور
 میں ہی یقین حاصل نہیں ہوتا صرف حساب اور اٹکل ہے ہزار بار مخالف ہوتا ہے کہی موافق ہی پڑ جاتا ہے
 اسی طرح حاملہ عورت کو پیٹ میں معلوم نہیں ہو سکتا کہ لڑکا ہے یا لڑکی گور ہے یا کالا اسکو سب اعضا و رستہ
 یا ناقص خلاصہ یہ کہ علم غیب اسکے ساتھ مخصوص ہو بالیقین کبھی معلوم نہیں ہو سکتا اور یہی عقیدہ تمام اہل اسلام کا
 جسکے اس اعتقاد میں غفل ہے بالیقین اسکے ایمان میں غفل ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ غیب کی چیزیں کیا
 ہیں میں پانچ چیزیں کو واسطے خاص کیا تو جواب سکا یہ ہو کہ یہ پانچ چیزیں سب کا اصل ہیں اور سب پوشیدہ چیزیں
 انکو اندر داخل ہیں سو واسطے خاص نہیں پانچ کو بیان کیا کہ تمام نبیات کی جزا اور اصل ہیں اور یہ واسطے لوگ
 انہیں پانچ چیزیں کے جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ واسطے کہ سوال انہیں پانچ سے تھا سو انہیں کی نفی
 کی واسطے آیت اتری اور نیز ایک عہد کے ذکر کرنے سے زیادہ کی نفی لازم نہیں آتی واللہ اعلم البواب انکون
 سورج اور چاند کے کہیں لگنے کا بیان ف کہیں لگنے سے مقصود ہے کہ غافلون کو تنبیہ ہو جاوے کہ خدا کے عذاب بخوف
 نہ ہو میں اور نیز اس میں اشارہ ہے ہر طرف کہ جب حق تعالیٰ سورج اور چاند کو باوجود ایسی روشنی کو سیاہ کر دیتا

تو ایسے ہی جو لوگ گناہ کرتے ہیں انکے دلوں کو بھی میا کر کہتا ہے اور نیز اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ سورج اور چاند بے خود
مستقل نہیں بلکہ فرمان الہی کے تابع ہیں اور عیب دار ہیں اور مذہب غریب اور ہودہ لائق عبادت کو نہیں دینے والا ﴿لَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَعْدَادًا﴾
باب الصلوٰۃ فی کسوف الشمس سورج گہن کی نماز کا بیان و گہن کے وقت نماز پڑھنی بالاتفاق ثابت
ہو لیکن اسکے حکم میں اختلاف ہو چکا ہے علماء کے نزدیک گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور امام ابو حنیفہ وغیرہ سے روایت
کر دہ واجب ہے اور نیز امام مالک اور شافعی اور احمد اور جہور علماء کے نزدیک اس میں جماعت کرنی سنت ہے اور بعض عراق
والے کہتے ہیں کہ نہایت ہے **حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَحْمُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِي جَبْرَةَ قَالَ**
لَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْرٌ رَدَّ أَعْرَافَهُ
حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلَّى بِأَرْكَعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَتْ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ
لِمَوْتِ أَحَدٍ وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يَنْكَسِفَ مَا يَكُمُ تَرْجُمَةُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ روایت ہے کہ ہم حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے سورج میں گہن آ رہا تھا آپ چادر کو کہنچے تھے کہ پڑی ہوئی ہے بہت جلدی سے باہر آ کر کیا نکاح
کو مسجد میں داخل ہو کر اور ہم بھی مسجد میں آئے سو آپ نے ہکودو کہنیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ سورج روشن ہو گیا پھر فرمایا کہ
سورج اور چاند و نشانیاں ہیں خدا کی نشانیوں سے کسی کے مرنے کی نشانیوں گہن نہیں پڑتا پھر جب تم گہن کو دیکھا کرو
تو نماز پڑھا کر اور اس سے دعا کر کیا کرو یہاں تک کہ دوہو جاوے وہ چیز جو واقع ہوئی ہے ساتھ ساتھ یہاں جلال الہی سے
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن میں نماز ثابت ہو ویسا ہی بیاض اور سورج کے جامع مسجد میں پڑھی جاوے اور سورج
کو جماعت پڑھی جاوے اور امام نووی نے کہا کہ عورت اور مسافر وغیرہ کو بھی یہ نماز جائز ہے اور نہ نماز تہا بھی جائز ہے اور
یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کہنچہ اسی کو منسوخ ہے جو فخر اور ریاء سے کہنچے **حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو كَعْبٍ**
بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ ابْنِ مَعْمَرٍ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعْدٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنْ هُمَا آيَاتَانِ مِنَ آيَاتِ اللَّهِ وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَاقْضُوا
فَصَلُّوا ترجمہ ابو سعد رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقرر سورج اور چاند کو کسی کے مرنے سے
گہن نہیں لگتا لیکن وہ دو نشانیاں ہیں خدا کی نشانیوں سے پھر جب تم گہن کو دیکھو تو کہہ کر پڑھو اور نماز پڑھا کر
و اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن کی نماز کا کوئی وقت معین نہیں اس لیے کہ اسے نماز کو گہن کے دیکھنے کے ساتھ
معلق کیا ہے اور گہن ہر وقت ممکن ہے پس مکروہ وقتوں میں ہی یہ نماز جائز ہوگی اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ
کا اور حنیفہ کہتے ہیں کہ مکروہ وقت اس سے مستثنیٰ ہیں اور یہی ہے مشہور قول امام احمد رحمہ اللہ کہ اگر کہنچہ تم میں کو وقت اسکا
سورج نکلنے کے بعد سے نہال تک ہے لیکن پہلے قول کو ترجیح ہے اس لیے کہ مقصود یہ ہے کہ نماز روشن ہونے سے پہلے
واقع ہو اور پھر سب کا اتفاق ہو کہ بعد روشن ہو جائے سورج کے نماز کی قضا نہیں اگر نماز کے واسطے کوئی وقت میں

کیا جاوے تو جائز ہے کہ اس سے پہلے سورج روشن ہو جاوے پس مقصود اصلی نیت ہو جاوے لیکہاں ثابت ہو کہ اس نماز
 کا کوئی وقت معین نہیں بلکہ مکروہ وقتوں میں بھی جائز ہے واللہ اعلم بحکمہ **حَدَّثَنَا أَبُو صَبْعَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ**
قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ أَعْمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَخْذِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الشَّمْسَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا يَحْيَاوَانِ وَلَكِنَّمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا
رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا ثُمَّ جُمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ رِوَايَتِهِ بِكَ حَضْرَتِ صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَا يَكُونُ مَقَرُّ سُرُجٍ أَوْ رُجَا بِكَ كَسِي
لَهُ صَبْغٌ وَبِأَهْلِهِ هُنَّ هُنَّ لَيْكِنَ وَهُوَ نَشَانُ هُنَّ خَدَاكِ لِنَشَانِيُونَ تَسُوجِبُ تَمَّ كَهْنُ كُودِكِيهَا كُودُ تَوْنَا زِيَارُ كُودُ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ زِيَادِ
ابْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُعِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا يَحْيَاوَانِ فَإِذَا رَأَيْتُمُ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ تَرْجُمُهُ فَمِنْ
 شُعْبَةَ رَوَايَتِهِ بِكَ حَضْرَتِ صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَا يَكُونُ مَقَرُّ سُرُجٍ أَوْ رُجَا بِكَ كَسِي
 وسلم کے بیت کا انتقال ہوا سو لوگوں نے کہا اگر کہیں ابراہیم کی موت پڑا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو
 اور چاند میں کسی کے مرنے جیسے کہیں نہیں پڑا سو جب تم کہیں کو دیکھا کرو تو نماز پڑھا کرو اور دعا کر لیا اور وقت
 جاہلیت کو لوگ باعقاد رکھتے تھے کہ جب سورج یا چاند کو گھٹے تو کوئی نذر اور مر تاسے یا کوئی اور حادثہ میری زندگی
 ہو تاسے اسی خیال سے بعض لوگوں نے یہ بات کہی کہ ابراہیم کی موت ہو گئی ہو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 بیان فرمایا کہ یہ اعتقاد لوگوں کا غلط اور باطل ہے کسی سے مرنے جیسے کہیں موقوف نہیں بلکہ خدا کی قدرت ہی
 اور حکمت اس میں ہے کہ بعض لوگ سورج اور چاند کی بڑی تعظیم کرتے تھے سو بیان فرمایا کہ انکو اپنی ذات پر کچھ اختیار
 نہیں بلکہ انہوں کی طرح ان میں بھی تغیر اور نقص واقع ہوتا ہے پس انکی تعظیم کر لی جائے نہیں اور ان حدیثوں
 میں مطلق نماز کا ذکر ہے کسی خاص طور کا ذکر نہیں کہ کہیں کی نماز اس طور سے پڑھی تو میں اشارہ ہے کہ روز
 کو معمولی طور پر نماز پڑھنی بھی کافی ہو جاتی ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہوں جیسا کہ آئندہ آدینا
 اور یہی قول ہے اکثر علماء کا اور بعض کہتے ہیں کہ ایک ایک رکوع سے نماز کافی نہیں اسد اعلم **بَابُ الْمُكَدِّفَةِ**
فِي الْكُسُوفِ كَهْنُ مِّنْ خَيْرٍ كَرْنُ كَابِلَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْفَةَ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ قِيَامًا فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ
الْقِيَامَ وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ

اسی لئے کہ یہ سب ایک ایک میں واقع ہوا ہے جس کا بار ہیم کا انتقال ہوا اور جب ائمہ ایک ہوا تو راجح حدیثوں کے ساتھ عمل کرنا اور بعضوں نے ان روایتوں میں اس طور سے تطبیق دی ہے کہ جتنی وجہ ہو کہ گہن کی نماز حدیثوں میں آئی ہے سب طور سے پڑھنی جائز ہے یعنی خواہ ہر رکعت میں دو رکوع کرے یا تین رکعت چار یا پانچ رکوع کرے ہر طور سے جائز ہے اور یہی قول ہے اسحاق بن اہویہ اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن خزیمہ وغیرہ ایک جماعت علماء کا یہ لوگ کہتے ہیں کہ گہن کئی بار واقع ہوا ہے اور مختلف اوقات میں گہن کی نماز بھی مختلف طور سے واقع ہوئی ہے پس جس طور سے کوئی پڑھے جائز ہے سلام خود بھی نے کہا کہ یہ بات قوی ہے اور وجہ کو ساتھ بعض صحابہ کا کہن لیکن خفیہ کہتے ہیں کہ گہن کی نماز بھی اور نمازوں کی طرح ہے یعنی ہر رکعت میں فقط ایک رکوع کرے ایک سے زیادہ رکوع نہ کرے اور اس باب میں وہ کئی دلائل پیش کرتے ہیں اول دلیل انکی وہ حدیثیں ہیں جو ہم سب سے دوسرے میں مطلق آئی ہیں ایک یاد رکوع کا آئینہ ذکر نہیں ہو جواب اسکا کئی وجہ سے ہو وہ اول یہ ہے کہ جن روایتوں میں دوسری رکوع کی نفی ہے وہ روایتیں صحیح نہیں مدعی انکی حجت ثابت کرے اور جو روایتیں مطلق ہیں وہ معمول میں مقتدرہ اس لئے کہ جب مطلق اور مقتدرہ ایک حادثے میں مع اردہ ہوں تو اس وقت مطلق کو مقتدرہ پر حمل کرنا واجب ہو ورنہ دوم یہ کہ ائمہ در کوع کی حدیثیں بہت طریقوں سے ثابت ہیں اور بہت صحابہ اسکے راوی ہیں پس وجہ کثرت طرق کے انکو ترجیح ہوگی وجہ سوم یہ کہ ائمہ در کوع کی حدیثیں صحیحین کی ہیں اور صحیحین کی حدیثوں کو بالاتفاق ترجیح ہے صحیح چہارم یہ کہ حدیثیں ائمہ در کوع کی متصل میں اور بزیادی تکرار اور وہ مزید علیہ کی منافعی نہیں پس متعین ہو گا کہ بڑا ناساقت اسکے کذا قال علماء اشوکانی فی نیل الاوطار اور دلیل دوم خفیہ کی یہ ہے کہ ائمہ در کوع کی حدیثیں مضطرب ہیں اس لئے کہ بعض میں در کوع کا ذکر ہے اور بعض میں تین رکوع وغیرہ کا ذکر ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ محض خیال فاسد ہے اس لئے کہ یہ متعدد واقعات کا ذکر ہے اور گہن کئی بار واقع ہوا ہے جبکہ اگر اوپر گزرا پس ہر طور سے جائز ہو گا اور اگر بعض محال واقع کا مستند ہوتا تسلیم یہ کیا جاوے تو در کوع کی حدیثیں نہایت اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں پس انکو ساتھ عمل کیا جاوے گا اور تین یا زیادہ رکوع کی روایتیں اس درجہ کی صحیح نہیں ہیں پس وہ مرجوح ہوگی علاوہ ان میں ابن عبدالبر نے کہا کہ تین یا زیادہ رکوع کی روایتیں معلول اور ضعیف ہیں اور یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ ضعیف روایتوں کا ضعف صحیح روایتوں میں اثر کر جائے پس باوجود اسکے انکو مضطرب کہنا کمال بے انصافی ہے اور پلے دسے کی جرات اندیز قسطلانی نے سمجھا ہے کہ مضطرب ائمہ کی مثال نہایت کم ہے اور نیز کہا کہ تطبیق کے وقت مضطرب در ہو جاتا ہے اور نیز چھوٹا مذہب بھی یہ مضطرب باطل ہے پس دعویٰ اضطراب کرنا باطل ہوا اور نیز ہر رکعت میں ایک ایک رکوع کرنا بھی جائز ہے پس باوجود تطبیق کے کیا ضرر ہے کہ اتنی حدیثوں میں کو در کریں اور بعض کہتے ہیں کہ بعضی روایتوں میں پانچ سے زیادہ رکوع بھی آئے ہیں سو اسکا جواب یہ کہ وہ روایتیں سب کی سب ضعیف ہیں

پس انکے ساتھ ہتھللا اور محل کرنا صحیح نہیں اور بقدر صحت کہا جاوے گا کہ گھن کی نماز چھ یا سات رکوع سے بھی جائز ہے کبھی اس طرح سے بھی پڑھ لیا جائے گا کہ گھن کی بار واقع ہوا ہے کام اور بعض کہتے ہیں کہ لوگوں کو گمان ہوا ہو گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اوٹھایا ہے پس انہوں نے بھی سر اوٹھایا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع میں یا پھر ایسے ہی دوسری اور تیسری بار کیا سو جواب یہ کہ محض خیال فاسد ہو اور تمام صحابہ کو حق میں سونپنی ہے اسلئے کہ ہمیشہ آپ رکوع کو ہتھللا کی طرح کیا کرتے تھے کہ صحابہ کو بہول جانے کا خیال گذرتا تھا پھر باوجود اسکے کسی صحابی سے منقول نہیں کہ کبھی ایسا کیا ہو یا کبھی محض گمان سے کسی نے سر اوٹھایا ہو پس اتنی بات گمان سے سر اوٹھانا صحابہ کی شان سے نہایت بعید ہے اور نیز علامہ عینی حنفی نے مقرر ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہ احتمال بھی مفید نہیں اسلئے کہ اگر دو رکوع میں اس احتمال کو تسلیم کیا جاوے تو تین اور چار رکوع میں یہ احتمال بالکل نہیں ہو سکتا اور نیز صحابہ کی شان سے یہ بات بھی بہت بعید ہے کہ بدون دیکھنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی امر کو منسوب کریں ایسا ہو تو پھر کل حدیثوں میں یہ احتمال ہو سکتا ہے پس کل حدیثوں کا دفتر بے اعتبار ہو جاوے گا اور نیز مسجد میں اپنے نماز پڑھ رہی تھی اور اسید یا مستقر مخلوق بشتیار نہیں تھی کہ آگے آواز دہنی جالی میں معلوم ہوا کہ یہ احتمال باطل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما پہلی صفوں میں تھے انہوں نے گمان سے روایت کی ہوگی سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محض خیال فاسد ہے اس احتمال سے تمام حدیثیں بے اعتبار ہو جاتی ہیں ہر جگہ اس احتمال کو دخل ہے اور نیز یہ حدیث فقط ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی نہیں بلکہ اور بہت صحابہ بھی ایسے ہی روایت کی ہیں کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے گمان سے روایت کی ہوگی کیونکہ جاری ہوئی اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکیر کی چھلنی قرار پڑی تھی بکیر کی چھلنی پر رکوع کیا ہے سمع اللہ لکن حمدہ ربنا لک الحمد کہا سو اگر عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت انہیں سننی تھی تو پھر بکیر کی چھلنی اور قرارت پڑھنا اور سمع اللہ لکن حمدہ ربنا لک الحمد کہنا اسکو کہاں سے معلوم ہوا پس باوجود اس تفسیر کے جہاں میں کون ایسا عقلمند ہے کہ یہ بات منہ سے نکال سکے کہ انہوں نے گمان سے روایت کی ہوگی اور نیز سند امام شافعی اور ابو یوسف اور بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ گھن کی نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ہتھللا تھا سب احتمال باطل ہو گئے اور عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہ احتمال بھی مفید نہیں اسلئے کہ شافعی رحمہ کی دلیل فقط یہی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نہیں کہ یہ احتمال مفید ہو بلکہ اسکی دلیل اور بھی کئی حدیثیں ہیں جیسے کہ حدیث جابر اور عبداللہ بن عمر وغیرہ کی ہے اور نیز جب عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بقول حنفیہ کے لوگوں کو سر اوٹھانے دیکھا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تمام صفوں نے سر اوٹھایا تھا کیونکہ دو چار آدمی کے سر اوٹھانے سے سب خیال بالکل نہیں آسکتا ہے اور جب پہلی صفوں کا یہ حال تھا تو سب طرح بھی تمام صفوں نے بھی اگھو دیکھ کر اپنا سر اوٹھایا

ہوگا تو معلوم ہوا کہ تمام صحابہؓ نے اپنے سر کو اوٹھا یا تہا اور ہر طرح چل دیا یا پنچ بار سب نے کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ
 اول تو ایسا معاملہ اتنی بار اتنے صحابہؓ سے وقوع میں آنا عاقلہ محال ہے دوم جب تمام صحابہؓ نے یہ معاملہ کیا اور
 اتنی دفعہ رکوع سے سر اوٹھا یا اور سب کو اس کا علم تھا سو پھر صحابہؓ سے اس باب میں روایتیں مختلف کیوں آئیں
 ای روایت متفق ہوئی چاہیے تھی اور پھر فائزہؓ سے ایک روایت اور دوسری میں رکوع کی مختلف کیوں
 آئی اور نیز یعنی جہنی نے شرح ہدایہ میں لکھا کہ امامین نے اس کے بعضے کہتے ہیں کہ گھبراہٹ کی بار واقع ہوا
 ہے اور آگے گھبراہٹ کی نماز کہی بار پڑھی ہے سو جس نے جو کچھ دیکھا اسی کو یاد رکھا اور اسی کو روایت کیا اور بعضے
 نے کہ ابن عباسؓ کا عمل اس کی حدیث کو بخلاف ہو سو جواب اس کا یہ ہے کہ امام شافعیؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے ابن
 عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اُس نے بصرہ میں گھبراہٹ کی نماز پڑھائی اور ہر رکعت میں دو رکوع کیے اور لوگوں کو بھی یہی تعلیم
 دی کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہیں کہ ان کے بعد فی الفتح میں ابن عباسؓ کا عمل اچھی روایت کو بخلاف کہنا محض خیال فاسد ہے
 اور ابن عباسؓ سے کسی صحیح روایت میں اس کا خلاف ثابت نہیں ہوا مدعی کو لازم ہے کہ ثابت کرے اور نیز زاوی
 ابیہرہ سے روایت ہے کہ بخلاف عمل کرنا موجب جرح نہیں جیسا کہ بیان اس کا تیسرے پارے میں گذر چکا ہے اور بعضے
 نے روایت کی ہے کہ بخلاف نقل کرتے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ دو رکوع کی حدیث ابن عمرؓ سے صحیحین میں موجود
 ہے جس میں روایت کی حدیث کو مقابلے میں اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہو معلوم ہوا کہ ان حدیثوں میں کچھ تعارض
 نہیں ہے ایسی کہ بعضی شیعہ ایک رکوع کی صیغہ میں پس مروج ہو گئی اور بعضی حدیثیں مطلق ہیں پس مقتضی
 معمول ہوئی اور یا تعدد واقعہ پر معمول ہو گئی پس متاخر فضل کی تاریخ معلوم نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ ان میں تعارض
 واقع ہوا اور درجہ جس سے ساقط ہو جاوین اور طحاوی نے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ حنفیوں کا قول اس باب میں
 قیاس پر مبنی ہے جیسے گھبراہٹ کی نماز کو انہوں نے اور اھل نہر قیاس کر لیا ہے جو جہو علیا اس کا جواب دیتے ہیں
 کہ نقص کے ہوتے قیاس باطل ہے اور نیز گھبراہٹ کی نماز عید وغیرہ کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے جہاں جماعت ہوتی
 ہو عید کی نماز تو طاق نفیوں سے ہو اسلئے متنازع ہے کہ اس میں بغیر یا وہ میں اور جہاں میں رکوع ہو وہ نہیں اور
 خوف کی نماز میں بہت فعل نماز کے مخالف واقع ہوتے ہیں پس یہی طرح گھبراہٹ کی نماز بھی زیادہ رکوع کو ساتھ
 مخصوص ہو گئی سو اس کے پڑھنے میں نقص اور قیاس وہ لوگ کے ساتھ عمل ہو جاتا ہے بخلاف اس کو جو اس پر عمل نہ کرے
 باب النکاح والصلوة جامعۃ فی الکسوف گھبراہٹ کی نماز میں الصلوۃ جامعۃ پکار کر کہنے کا بیان ہے یعنی
 لوگوں کو جمع کرنے کو واسطیہ پکار کر کہنا جائز ہے اور معنی اس کا یہ ہے کہ اگر طرف نماز جمع کرنے والی کی حد
 استحائ قال اخبرنا یحییٰ بن یزید قال اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن بن عوف الزہری عن عبد اللہ
 بن عیمر قال لما کسفت الشمس علی عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوذی ان الصلوۃ جامعۃ ترجمہ ہے

بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام کے زمانے میں جب سورج گرگھن لگا تو لوگوں میں پکارا گیا اہل صلوٰۃ جامعتہ
 و اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھن کی نماز میں لفظ پکار کر کہنا جائز بلکہ مستحب ہے اور یہی مذہب ہوا امام احمد اور اسکے
 موافقوں کا لیکن اسپر سب کا اتفاق ہے کہ گھن کی نماز میں اذان کہی جاوے اور نہ اقامت کہی جاوے کہ باب
 خطبۃ الامام فی الکسوف گھن میں امام کے خطبہ پڑھنے کا بیان ہے کہ گھن کے وقت خطبہ پڑھنے میں علماء کو
 اختلاف ہے امام شافعی اور اسحاق اور ابن جریر وغیرہ ہی اہل حدیث کہتے ہیں کہ گھن کی نماز کے بعد خطبہ پڑھنا مستحب
 اور دلیل انکی وہ حدیثیں ہیں جو صحیحین میں غیر ہیں موجود ہیں کہ حضرت علیؓ علیہ السلام نے گھن کی نماز کے بعد خطبہ
 پڑھا اور امام مالک اور ابو حنیفہ وغیرہ کے نزدیک گھن میں خطبہ مستحب نہیں لیکن امام مالک نے موطا میں خطبے کی حدیث
 نقل کی ہے اور اسپر سکوت کیا اور خیفہ جو خطبے کو قائل نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ خطبہ منقول نہیں ہو جواب اسکایہ ہے کہ
 بہت حدیثیں صحیحہ متفق علیہا میں خطبے کا ذکر آچکا ہے اور وہ صاحب کثرت کی ہیں ہر خطبہ منقول ہونے کا
 کیا معنی اور بعض کہتے ہیں کہ اس خطبے سے مقصود آپ کا خاص خطبہ نہیں بلکہ مقصود آپ کا اس سے رو کر ہوتا تھا
 اس شخص جو یہ اعتقاد کہتا تھا کہ گھن کسی کے مرنے سے ہوتا ہے سو جواب اسکایہ ہے کہ خطبہ اور اسکے شرائط حمد
 اور ثنا اور وعظ وغیرہ کا ذکر صحیح حدیثوں میں صریح آچکا ہے فقط اعلام پر اقتصار نہیں کیا اور اصل اتباع میں شریعت
 ہو اور خاصہ سو کسی دلیل کے ثبات نہیں ہو سکتا ہے پس خطبہ پڑھنا جائز ہے اور ابن دینق نے کہا کہ خطبے کے
 مقاصد کسی چیز میں نہیں اصل مقصود اس سے حمد اور ثنا اور وعظ ہو سو اسکا ذکر گھن کے خطبے میں صریح
 موجود ہے چنانچہ اپنے پہلے حمد اور ثنا کہی ہر اپنی عبودیت اور رسالت کا اقرار کیا ہر شہادت اور وزخ اور قبر وغیرہ کا
 حال بیان کیا اور یہ تمام مقاصد خطبے کی ہیں پس اس میں حضرت علیؓ علیہ السلام کی پیروی کر لی بہتر ہے اور نیز بعض نے
 حدیثوں میں فقط خطبے کا ذکر کسی کے مرنے جیسے کا اس میں نہیں ہر اس میں یہ تاویل کیوں کر چل سکے گی اور نیز
 جب تقدیر واقعہ ثابت ہوا تو ہر اس میں تعلیم وغیرہ کی تاویل کیسے چل سکے گی لیکن بعض کہتے ہیں کہ گھن میں
 اور عیدین کے خطبے کی طرح دو خطبے پڑھے اور در بیان بیٹھے بلکہ فقط ایک ہی خطبہ پڑھے اور عینی حنفی نے
 شرح ہدایہ میں خطبے کو بڑے زور شور سے ثابت کیا ہے اور اسکے منکر پر سخت دکیا ہے چنانچہ پہلے حنفیوں کی کتابوں
 کو رد کر کے بعد اسکے فرمایا کہ میں کہتا ہوں استدراک ہو سو کہ خطبہ کس طرح نہ کہا جاوے گا حالانکہ خطبے کے مقاصد کسی خاص
 چیز میں منحصر نہیں خاص کر ثابت ہو چکا ہے کہ آپؐ ہر مرتبہ چاہے اور شروع کیا ساتھ اسچیز کے جو خطبے کا اصل مقصود
 ہو سو خدا کی تعریف کی اور شہرت لکھی اور وعظ اور نصیحت کی اور مرنے پر چڑھنے کو ناسی اور ابن جبان وغیرہ نے روایت
 کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ علیہ السلام نے گھن میں دعا اور صدقہ اور نماز کا حکم فرمایا سو جواب اسکایہ
 کہ کسی امر کا جائز اور مشروع ہونا فقط آپ کے فرمائے پر متوقف نہیں بلکہ آپ کے فعل سے بھی مشروع ہونا ثابت ہو جاتا ہے

والا فعلی جیشین سبج لعل ہو جاوینگی اور چونکہ بیان ایکے فعل سے خطبہ ثابت ہو چکا ہے اسلئے وہ بھی جائز ہوگا اور بعد میں
ہونے سوچ کے خطبے کا پڑھنا اسکی عدم شریعت کو تسلیم نہیں چنانچہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ
عہا عنہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوئے تو پہلے روشن ہو جاوے
تو نماز اور خطبہ دونوں ساقط ہو جاتے ہیں اور اگر نماز کے وسط میں روشن ہو جاوے تو سب کو پورا کر دینا
میں قطع نہ کرے پس اس ہایں ثابت ہو اگر کہیں میں خطبہ پڑھنا مستحب ہے واللہ اعلم **وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَاسْمَاءُ**
حُطْبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجْمٌ يَضَاهُ شَيْءٌ اور اسمائہ نے کہا کہ کہیں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خطبہ پڑھا **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْرَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ** **وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ**
قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قال حدثني عروة عن عائشة زوجة النبي صلى الله
عليه وسلم قالت خسفت الشمس في حياة النبي صلى الله عليه وسلم فخرج إلى المسجد قال نصفت
الناس وراموا فلكرة فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فزأمة طوييلة ثم كثر فركم ركوعاً
طويلاً ثم قال سمع الله لمن حده فقام ولم يسجد وقرأ آية طوييلة هي أدنى من القرآن
الأولى ثم كثر ركوعاً طويلاً هو أدنى من الركوع الأولى ثم قال سمع الله لمن حده فركم ركوعاً
وكان الحمد لله سجدة ثم قال في الركعة الأخيرة مثل ذلك فاستكمل أربع ركعات في أربع سجرات
وانحلت الشمس قبل أن ينصرف ثم قام فأنشأ على الله بما هو أهله ثم قال هما آيتان من آيات
الله لا يخفان لموت أحد ولا يحيون فإذا رايتموها فادعوا إلى الصلوة وكان يحدث كثير من
عباس ابن عبد الله بن عباس كان يحدث يوم خسفت الشمس عتيل حديث عروة عن عائشة
قفلت لعروة أن آخاك يوم خسفت الشمس بالمدينة لم يزد على دفتين مثل الطير قال أجل
لأنه أخطأ السنة ترجم عائشة بسند ايت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت سوچ میں کہیں پڑا سو
آپ سجد کی طرف نکلے بعد لوگوں نے آپکے پیچھے صف باندھی سو آپ نے تکبیر کی اور بیت لبنی قرات پڑھی پھر تکبیر
اور بیت لبنا کو کوع کیا پھر کہا سمع اللہ من حمد پس سید ہو کہڑے رہو اور سجدہ کیا اور یہ بیت لبنی قرات پڑھی اور
وہ پہلی قرات کو کم تھی پھر تکبیر کی اور بیت لبنا کو کوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر کہا سمع اللہ من حمد ربنا لک الحمد
پھر سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں بھی ویسا ہی کیا سو چار سجدوں میں چاند کو کوع کو پورا کیا اور سوچ روشن ہو گیا فارغ
ہونے سے پہلے پھر کہڑے ہوئی سو خدا کی تعریف کی جو اسکے لائق تھی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں ان میں خدا
کی نشانیوں سے کسی کے مرنے جینے سے امنین کہیں نہیں پڑتا سو جب تم کہیں کو دیکھا کرو تو نماز کی طرف متوجہ
ہو اگر وہ گناہ پکارا دے اور کثرت سے بیان کیا کہ ابن عباس ہی عائشہ کی طرح حدیث بیان کرتے تھے (ابن شہاب کا تہا ہی)

وف ثوری اور بعض کو نے والون سے منقول ہو کہ گھن میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ نماز پڑھنی منع ہے بلکہ
 بخامی نے اس باب کے اشارہ کیا کہ یہ قول مردود ہے اور شافعی اسے روایت ہو کہ گھن کی نماز میں سب عورتیں باہر
 رہیں مگر جو بصورت ہو وہ باہر نہ آویں اور امام مالک سے بھی یہی روایت آئی ہے **حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ**
قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْفَةَ عَنْ أُمِّ آتَةَ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُذَنَّبِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَهْلًا
قَالَتْ كُنْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ
فَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ يُصَلِّيُ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ كَأَشَارَتِ بَيْدِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ فَقُلْتُ ابْتَرَأُ
فَأَسَدَتْ أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَكُفْتُ حَتَّى تَجَلَّ لِي الْعَشِيُّ فَجَعَلْتُ أَصْبَحْتُ فَوْقَ رَأْسِ الْمَاءِ فَلَمَّا انْصَرَفَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللَّهَ وَأَشْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لِمَرَّةٍ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ
فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةُ وَالنَّارُ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْقَاتِ بَابِزِ فَتَنَةٍ
الَّذِ جَالٍ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا
الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ الْمُؤْمِنَةُ لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَ دَابِلُ الْبَنَاتِ وَ
الْهُدَى فَاجْتَنَانَا وَاتَّبَعْنَا فَيَقَالُ لَهُ أَمْ صَلَّيْنَا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنَّ كُنْتَ لَمُوقِنًا وَأَمَّا الْمُنَانِي أَوْ
الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ
 ترجمہ اسما بنت ابی بکر نے روایت ہو کہ میں عائشہ پاس آئی جبکہ سوچ میں گھن پڑا سوچا کہ لوگ کھڑے نماز
 پڑھتے تھے اور عائشہ بھی کھڑی نماز پڑھتی تھیں سو میں نے عائشہ سے کہا کہ کیا حال ہے تو گون کا سوئے اپنی ہاتھ
 آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا اللہ پاک ہو (یہ طبع حیرت رفت کہتو میں) میں نے کہا کیا یہ گھن عذاب کی نشانی ہے
 سوئے سے اشارہ کیا کہ ان یہ عذاب کی نشانی ہے اسما نے کہا کہ میں ہی (اسکو ساتھ) نماز کو کھڑی بھی بیٹھا تھا
 میں ہوش ہو گئی یعنی اگر کئی شدت کو میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا سو جب حضرت علی علیہ السلام نماز
 ختم ہوئی تو خدا کی تعریف کی اور اس پر ثنا کہی پھر فرمایا کہ کوئی چیز نہیں جسکو میں نے دیکھا ہو انہیں بتا کر کہ میں نے اسکو
 دیکھ لیا ہے اپنی آجکے میں بیٹھا تھا کہ بہشت اور دوزخ کو ہی دیکھا اور مقرر مجھ کو وحی ہوئی کہ تم قبروں میں مبتلا کیے
 جاؤ گے مثل فتنے دجال کی اور تم میں سے ہر ایک آدمی لایا جاویگا یعنی اسکو پاس فرشتے آئیں گے سو اس سے چھٹیکے
 کہ تو اس مرد یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جانتا ہے اور انکے ساتھ کیسا اعتقاد کہتا ہے سو جو ایماندار ہو گا تو
 کہیں گا کہ وہ محمد اللہ کے رسول میں لائو ہمارے پاس دلیلین روشن اور ہدایت سوہنے انکی پیغمبری کو قبول کیا اور اسکو
 ساتھ ایمان لائے اور انکی پیروی کی سو انکو کہا جاویگا کہ سو جاچیں اور آرام سے کہ انکے کبھی بے آرامی نہیں پڑے
 سو جاوے گا کہ تو نیکو کام ہے ہم جانتے ہیں کہ تو انکو ساتھ یقین کہتا ہے اور جو منافق بے دین ہو گا وہ کہیں گا کہ

کچھ نہیں جانتا میں نے لوگوں کو ایک چیز کہتے سنا تھا سو میں نے بھی اسکو کہا یعنی دین کو سنا لیکر اس کے ساتھ دل سے یقین کیا اور اسکی تصدیق نہ کی یا دین کی تحقیق نہ کی سنی سنائی بات کا یقین کر لیا **ف** یہ حدیث کتاب العلم اور کتاب الطہارۃ میں پہلے گزر چکی ہے اور اس حدیث کو بعض طریقوں میں آیا ہے کہ دوسری عورتیں اسما سے وہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پچھلی صفوں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں جیسا کہ نماز نیچگانہ میں انکی عادت تھی پس معلوم ہوا کہ گھن میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ میں انکی عورتوں کے ساتھ آئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ پر کھڑے ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں نے مردوں کے ساتھ نماز پڑھی و الا مسجد میں آنے کو کوئی مضرت ہے **بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْعِنَاةَ** **ف** **فِي كَسْوَةِ الشَّامِ** سورج گھن میں غلام آزاد کرنے کا بیان **حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ أَبِي حَتْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ عَرُوشَةَ عَنْ قَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِنَاةِ فِي كَسْوَةِ الشَّامِ** ترجمہ اسما سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گھن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا **و** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھن میں غلام آزاد کرنا مستحب ہے اور وہ مناسب کی ان کے در بیان یہ کہ مقصود گھن میں لوگوں کو عذاب سے ڈرانا ہے اور سب سخت عذاب آگ کا ہے پس مناسب ہوا کہ اس میں افضل صدمہ آگ سے بچانے والا دیا جاوے اور وہ غلام کا آزاد کرنا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی غلام مسلمان کو آزاد کرے خدا اسکی ہر عضو کو بے اسکی ہر عضو کو آگ سے آزاد کرنا ہے پس جو مناسب کی ظاہر ہو گئی **بَابُ صَلَاةِ الْكُوفِ فِي الْمَسْجِدِ** گھن کی نماز مسجد میں پڑھنے کا بیان یعنی سنت ہو کہ گھن کی نماز مسجد میں پڑھی جاویں **حَدَّثَنَا إِبْنُ عُيَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذَكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْعَذَابُ النَّاسِ فِي قُبُورِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِدٌ أَبَدٌ مِنَ ذَلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرَّ كَمَا كَلَفْتِ الشَّمْسُ وَجَعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرِي إِلَى الْحِجْرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَقَامَ النَّاسُ وَرَأَوْهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ وَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ الْأَوَّلِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**

سو میں نے عروہ سے کہا کہ جب بیٹے میں سورج کو گھسن لگا تو تیرے بہائی نے صبح کی نماز کی طرح دو رکعت پڑھ کر زیادہ نہیں کیا تھا یعنی نہ قرأت لمبی پڑھی اور نہ ہر رکعت میں دو رکوع کیلئے اُسے کہا ان وہ حضرت علیؑ علیہ السلام کی سنت ہو چک گیا ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھسن کی نماز میں سنت یہ ہو کہ دو رکوع کرے اور ہر صورت عروہ کا قول نہیں بلکہ اُسے اپنی دلیل عائشہؓ کی حدیث بیان کی ہے پس قول حکام مرفوع ہے و عبد اللہ کے قول پر اگر ترجیح ہوگی کہ وہ موقوف ہو ہیواسطے اُسے ہکو مخطیٰ ٹھہرایا والا ایک ایک رکوع کے ساتھ اصل سنت داہو جاتی ہے گو کمال حاصل نہیں ہوتا اور بھی احتمال ہے کہ یہ حدیث اسکو نہ پہونچی ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھسن کی نماز میں جماعت شرط نہیں اسلیئے کہ اسپین نماز کی طرف جلدی کرنے کا حکم آیا ہے اور جماعت کی انتظام سے بعض لغتاً اصل نماز بھی فوت ہو جاتی ہے اور جو شخص اس حدیث سے مطلق نماز پر دلیل پکڑی اُسے خطا کی بابت حلی یقول گفت الشمس اذا خست کیا یہ کہنا جائز ہے کہ سچ کو کسوف ہوا یا خسوف ہوا ف عروہ سے روایت ہو کہ یہ نہ کہ کوسورج کو کسوف ہوا بلکہ یہ کہ کوسوف ہوا اور فقہاء کے استعمال میں سورج گھسن میں کسوف کہا جاتا ہے اور چاہے گھسن میں خسوف کہا جاتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے یعنی گھسن پڑنا اور سورج گھسن میں سورج دونوں کا بولنا جائز ہے اور چاند زمین پر ڈونا کا بولنا جائز ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے وقال الله عز وجل وخسف القمر ليعنه خزائن فزايك قياست بين چاند سیاہ ہوا دیگاف پس اس سے معلوم ہوا کہ خسوف سورج کے ساتھ خاص نہیں حدث ثنا سعيد بن عفيرة قال ثنا الليث قال حدثني عقيل عن ابن شهاب قال أخبرني عمره بن الزبير أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أخبرته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى يوم خسف الشمس فقام فقرأ سورة طه ولما رآكم ركع ركعتين طويلا ثم رآكم داسة فقال سمع الله من حمدة فقام كما هو ثم رآ قراءة طويلا وهي أدنى من الركعة الأولى ثم رآكم ركع ركعتين طويلا وهي أدنى من الركعة الأولى ثم سجداً طويلاً ثم فعل في الركعة الأخيرة مثل ذلك ثم سلم وقد تجلى الشمس فخطب الناس فقال في كسوف الشمس والقمر إنهما آيتان من آيات الله لا يخفان ليوت أحدهما ولا يجذبان فإذا رأيتموهما فادعوا إلى الصلوة ترجمہ اور اس حدیث عائشہ رضہ کا وہی جواب پڑ گزرا اسپین اتنا زیادہ ہے کہ دوسری رکعت میں بھی پہلی رکعت کی طرح کیا ہم سلام پیری پر خطبہ پڑھا ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسوف اور خسوف کا اطلاق دونوں پر جائز ہے اسلیئے کہ اسپین کسوف کو بھی دونوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور خسوف کو بھی دونوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخوف اللہ عباده بالسکوف قال ابو موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ علیہ السلام کی اس حدیث کا بیان کہ اند گھسن سے اپنے منبر دن کو ڈرتا ہے روایت کیا ہے اسکو ابوموسیٰ نے حضرت علیؑ

علیہ السلام و حدیثنا قتیبا بن سعید قال حدثنا حماد بن زید عن یونس عن الحسن عن ابی بکرہ
 قال قال رسول اللہ علیہ وسلم ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ لا ینکسران لیوت احد
 واکن یخوف اللہ بہما عبادہ لکن ینکسر عبد الوارث وشعبہ وخالد بن عبد اللہ وحماد بن سلمہ
 عن یونس یخوف اللہ بہما عبادہ وناحیہ موسیٰ عن مالک عن الحسن قال اخبرنی ابو بکرہ عن النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم یخوف اللہ بہما عبادہ لکن ینکسر عبد الوارث وشعبہ وخالد بن عبد اللہ وحماد بن سلمہ
 سے اسد علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقرر سورج اور چاند دونشاں بیان میں خدا کی نشانیوں سے کسی کے مرنے سے اس میں
 نہیں پڑتا لیکن خدا اس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے یعنی تا انکو قیامت یاد آوے کہ اس میں بھی سورج سیاد ہوگا
 پس گناہ سے توبہ کریں اور خدا کی عبادت کریں اور باقی بیان اسکا اور پر گزرا اور اگر کوئی فلسفی کہے کہ گہن کا ہونا
 ایک امر عادی کہ معین وقت میں واقع ہوتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے
 میں بارہویں تاریخ چاند کی سورج میں گہن پڑا تھا اور فلسفیوں کے حساب کے موافق اس تاریخ میں گہن نہیں پڑتا ہے
 اور نیز خدا تعالیٰ کے کئی ایسے فعل بھی ہیں کہ عادت کو مخالف ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کہ سکتا ہے اور
 جو وقت چاہے گہن ہو سکتا ہے پس معین وقت پر اسکو موقوف کہنا خدا کی عامہ قدرت کو مخالف ہے اور نیز
 یہ تنویف کو مخالف نہیں پس سلاؤن کو لازم ہے کہ خدا کی قدرت عامہ پر اعتقاد رکھیں اور فلسفیوں کے خیالات
 فاسدہ سے بچتے ہیں ۵ گفتہ یونانیان پیغام نفس ست مہوا + حجت ایمانیان فرمودہ پیغمبرست۔ اور فتح الباری
 میں فرمایا کہ اس حدیث میں وہ ہے ہئیت النور کہ کہتے ہیں کہ یلہر عادی ہے اپنے وقت سے مقدم و مؤخر نہیں ہوتا
 اور جو رد کی یہ ہے اگر ایسا ہوتا جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو پیراس میں ڈالنے کو کوئی معنی نہ ہوتا بلکہ ہوتا بمنزہ جزا اور بد
 جو دریا میں واقع ہوتا ہے اور حدیث الی موسیٰ کی جو آئین آتی ہے اس میں صاف موجود ہے کہ آپ گہن اگر کبڑ کو
 خوف کرتے ہیں تو شاید قیامت قائم ہو گئی اگر گہن حساب پڑتا تو پیر گہن لے کر کوئی معنی نہ ہوتا اور اگر حساب پر موقوف
 ہوتا تو پیر خیرات اور عتق اور نماز اور ذکر کے حکم کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا پس ظاہر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ
 تنویف کا فائدہ دیتا ہے اور اس سے امید ہوتی ہے کہ گہن دفع ہو جاوے اور نیز اہل ہئیت کہتے ہیں کہ دراصل سورج
 کو گہن لگتا بلکہ فقط چاند سورج اور اہل میں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وقت جمع ہونے ان دونوں کے عقد
 میں اور کہتے ہیں کہ سورج چاند سے کئی حصے بڑا ہے سو جب اہو تو پیر چھوٹا بڑیکے آگے حاجب کیسی ہو سکتا ہے
 جبکہ اسکے مقابل ہو بڑا بہت ہوگا کسی کیسی سیاہ ہو سکتا ہے فاصکر ایسی حالت میں کہ وہ اسکی جگہ سے اور کس طرح
 روک سکتی ہے زمین سورج کے نور کو حالانکہ وہ آگوا کیٹا ویسے اور کوئے زمین ہو اسلئے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ

سریہ پانی ڈالنا جائز ہے و اس باب میں امام بخاری نے کئی حدیث بیان نہیں کی شاید اس کی حدیث پر کفایت کی ہوگی جو کئی بار اور پر گزری ہے اور بعض نسخوں میں یہ باب نہیں باب الزکوة الاولیٰ فی الکسوف اطلول کہیں کی نماز میں پہلی رکعت کو بہت لمبا کرنا چاہیے حد ثنا حماد بن عیسیٰ قال حد ثنا ابو احمد قال حد ثنا سفیان عن یحییٰ عن عمرہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم فی کسوف الشمس اربع رکعات فی مسجدین کاد انی اطلول ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کہیں کہیں لوگوں کو نماز پڑھائی دو رکعتوں میں چار رکوع کیے پہلی رکعت دو سو لمبی تھی و ابن بطال نے کہا کہ ہمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ پہلی رکعت ہم قیام اور رکوع کے دوسری رکعت سو لمبی تھی اور امام نووی نے کہا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دو رکعتوں کا پہلا قیام اور رکوع کے دوسرے قیام اور رکوع سے لمبا ہے اور میں اختلاف ہے کہ پہلی رکعت کا دوسرا قیام اور دوسری رکعت کا پہلا قیام دو سو لمبی میں برابر ہیں یا پہلا دوسرے لمبا ہے لیکن ترجیح یہ ہے کہ پہلا قیام دو سو لمبا ہے باب الجھیر بالقرآن فی الکسوف کہیں کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنے کا بیان حد ثنا حماد بن عیسیٰ قال حد ثنا الولید قال حد ثنا ابن زبیر سمع ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ قالت خیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوة الخسوف یقرأ فیہ فاذا فرغ من قرآنہ کبر فزکم وادفع من الزکوة قال سمع اللہ من حیۃ ربنا واک الحمد ثم یقرأ القراءۃ فی صلوة الکسوف اربع رکعات فی رکعتین واربع سجدات وقال الاول ذاعی وعروۃ سمعت الزہری عن عروۃ عن عائشۃ ان الشمس خفت علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبعث منادیا للصلوة جامعۃ فقام نصلی اربع رکعات فی رکعتین واربع سجدات قال وَاخبرنی عبد الرحمن بن عیسیٰ سمع ابن شہاب مثله قال الزہری فقلت ما صنعت احک ذلك عبد اللہ بن الزبیر ما صلی الا رکعتین مثل الصبر اذا صلی بالمدينة وقال اجل انک اخذت السنة فالباع سليمان بن كنانة في سفیان بن عیینہ عن الزہری فی الجھیر ترجمہ عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھی سو جب اپنی قرأت کو فارغ ہوئی تو تکبیر کہی اور رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو کہا سمع اللہ حمد ربنا واک الحمد پھر قرأت کو دو سو لمبی پڑھ لیا یعنی پہلے رکوع کے بعد دو رکعتوں میں چار رکوع کیے اور چار سجدے کیے اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے میں سورج کو کہیں لگا سو آپ نے کسی کو یہی کہ لوگوں میں الصلوة جامعۃ پکار کرے سو آپ آگے بڑھے اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے نہری کہتا ہے کہ یہ عروہ سے کہا کہ کثیر ہے باہمی عبد اللہ بن زبیر کیا نہ نماز پڑھی مگر دو رکعتیں صبح کی نماز کی طرح جبکہ

میں نے اسے نماز پڑھی اسے کہا ہاں وہ سنت ہو چک گیا متابعت کی ہے ابن عمر کی سلیمان بن کثیر اور سیف بن عیینہ زہری سے قرأت کو پکار کر پڑھنے میں سنت اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھن کی نماز میں قرأت کو پکار کر پڑھنا چاہیے اور یہی مذہب امام احمد اور اسحاق اور ابو یوسف و محمد کا اور یہی قول ہے ابن منذر اور ابن خنبلہ وغیرہ محدثین کا اور یہی مذہب ابن عربی مالکی کا اور یہی روایت ہے حضرت علیؓ سے اور امام شافعیؒ اور مالکؒ اور ابو حنیفہؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ سورج گھن میں قرأت کو پوچھنا شیعہ مذہب ہے اور چاند گھن میں قرأت کو پکار کر پڑھنا اور اس باب میں مختلف روایتیں آئی ہیں بعض سے جہر ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اخفاء ثابت ہوتا ہے لیکن مثبت کو ساتھ زیادتی علم کی ہے پس اس کو ساتھ عمل کرنا اولیٰ ہے اور اگر تعدد واقع کا ثابت ہو تو ہر گاہ کہ واسطے بیان جواز کے یعنی جہر بھی جائز ہے اور اخفاء بھی جائز ہے اور جس حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ کی آواز نہیں سنی جاتی تھی وہ لفظی جہر پر دلالت نہیں کرتی اور ابن عربیؒ نے کہا کہ گھن کی نماز میں قرأت کو پکار کر پڑھنا میرے نزدیک اری ہے ایسے کہ یہ نماز جامع ہے اور اس کے واسطے لوگوں کو پکارا جاتا ہے اور انہیں خطبہ پڑھا جاتا ہے پس شاہد ہوگی ساتھ عید اور استسقاء کے والد اعظم امام نوویؒ نے کہا کہ اس سب کا اتفاق ہے کہ دونوں کھتوں کے پہلے قیام میں سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے اور دوسرے قیام میں اختلاف ہے سو مذہب کا راہ مذہب امام مالکؒ اور اسکے جہر اور اصحاب کا یہ ہے کہ اس میں بھی فاتحہ پڑھنی فرض ہے بعد اس کو قیام صحیح نہیں اور محمد بن سلمہ مالکیؒ نے کہا کہ دوسرے قیام میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** باب مَاجَاءَ فِي سُورَةِ الْقُرْآنِ وَصَلَتْهُ اَنْ مَدِيْتُوْنَ کا بیان جو تلاوت قرآن کے بعد دن میں ارد ہوئی ہیں اور ان بعد دن کے سنت ہوئے کا بیان امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ تلاوت کے بعد دن کی تعداد اور گنتی میں علماء کو اختلاف ہے سو مذہب امام شافعیؒ اور ایک گروہ کا یہ ہے کہ تلاوت کو مسجد چودہ بین امین سے دو مسجد سورہ حجر میں ہیں اور تین مسجد ہو مفصل میں ہیں اور سورہ ص کا سجدہ انہیں داخل نہیں بلکہ وہ سجدہ شکر کا ہے اور امام مالکؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ تلاوت کو گیارہ سجدہ میں مفصل کے تین سجدہ و ان کے نزدیک ثابت نہیں اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ وہ چودہ سجدہ میں جیسا کہ مذہب شافعیؒ وغیرہ کا ہے لیکن وہ سورہ حجر کی ایک سجدہ کو ساقط کرتے ہیں اور اس کو بدلے ص کا سجدہ انہیں داخل کرتے ہیں اور احمد اور ابن شریف وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ پندرہ سجدہ میں ہیں وہ سب بعد دن کو ثابت کر لیتے ہیں اور تلاوت کو مسجدوں کی جگہ میں قرآن میں شور میں اور سب کو معلوم میں اور نیز زمین بھی اختلاف ہے کہ تلاوت کو مسجد کی سنت ہیں یا واجب ہیں سو جہر و علماء کے نزدیک یہ سب مسجد و سنت ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسجد و تلاوت کو واجب ہیں فرض نہیں کہ ان کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق ہے و سیاقی بیان انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ان کے ثبوت میں کسی کو اختلاف نہیں

اور سجدہ تلاوت کا سنت ہو پڑھنے والے کو حقین بھی اور سننے والیکے حقین بھی اور اگر وہ دونوں نماز سے باہر ہوں تو سننے والے کو سجدہ میں پڑھنے والے کی پیروی کرنی ضرور نہیں بلکہ خواہ اپنے سر کو اس سے پہلو اوٹھا دی اور خواہ اس سے پیچھے دیر تک سجدہ میں ہے ہر طور سے جائز ہے اور اگر قاری سجدہ کرے تو سننے والے کو سجدہ کرنا جب بھی جائز ہو خواہ قاری منوسے ہو یا مومن ہو یا لوط کا ہو یا عورت وغیرہ ہونے لگے مخصوص اور بعضوں نے کہا کہ جس جس جگہ سجدہ کا حکم آیا ہے یا اسکی ترغیب آئی ہے یا اسکی فاعل کی تعریف آئی ہے سب جگہ سجدہ کرنا مشروع ہے اور اسوجہ سے سجدہ کرنا شمار بہت ہو جاتا ہے اور علیہم سہ روایت ہو کہ جس جگہ سجدہ کا حکم واقع ہو ہے وہ واجب ہے، حدیثنا محمد بن بشر قال حدثنا عندنا قال حدثنا شعبہ عن ابی اسحاق قال سمعت الاسود عن عبد اللہ قال قرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم النعم بمکة فبجد فیہا وسجد من معہ غیر شیخ اخذ لقاہم حصی اور اب فرقة الى جہتہ وقال یکفینی هذا فایتہ بعد قتل کافرا ثم جمہ عبد اللہ بن مسعود سہوا کہ حضرت علی علیہ السلام نے مکہ میں سورہ والنجم پڑھی سو آپ نے اس میں سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا سو اسے ایک شخص کے کہ اس نے مٹی یا لکڑی کی ایک ٹکڑی بکڑی اور اسکو اپنے ماتھے کی طرف اوٹھایا اور کہا کہ مجھ پر یہی کافی ہے یعنی آپ کے ساتھ تکبر سے زمین پر سجدہ کیا بلکہ مٹی کو زیر پاؤں اوٹھا کر ماتھے کو ساتھ لگا لیا سو لوگ اسے مینے اسکو دیکھا کہ غرض میں مقبول ہوا اس شخص کے نام میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ امیر بن خلف تھا جو جنگ ید رکے دن کا فرما اور یہ جو کہا کہ سب لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا تو یہ طلب رکھتا ہے کہ جب سورہ فجر اتری تو جو لوگ سلمان اور کافر اور جن مان حاضر تھے سب آپ کے ساتھ سجدہ کیا یہاں تک کہ مشہو ہو گیا کہ اس کے والے سلمان ہو گئے اور طبرانی میں بخاری سے روایت ہو کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے مکہ میں سلام کو لوگوں میں ظاہر کیا تو لوگ سلمان ہو گئے اسوقت ابو جہل وغیرہ طائف میں تھے سو جب وہ طائف کو پہنچ کر اسے وزیر لوگوں کو سلام سے پہلے اللہ کو کافروں کا آپ کے ساتھ یہ سجدہ کرنا اسوقت میں واقع ہوا ہو گا جن لوگوں میں یہ سلمان ہو گئے تھے ابو جہل وغیرہ کے آنے سے پہلو اور بعضوں نے کہا کہ آپ کے غلبے جلالت اور قہر کے سبب کافر بے قرار ہو گئے تھے اور بے اختیار ہو کر سجدہ کیا تھا والہ اعلم باب السجدة تنزیل السجدة منزلاً من سجدہ کرنے کا بیان و ابن بطال نے کہا کہ سورہ تنزیل کے سجدہ پر سب کا اتفاق ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے اندر بھی یہ سجدہ کیا جاوے یا نہ کیا جاوے اور مفصل بیان اسکا کتاب الجمعہ میں پہلے گزر چکا ہے کہ اکثر اہل علم اس سجدہ کو نماز میں جائز نہیں کہتے ہیں اور امام ابن سیرین اور نخعی وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ جائز بلکہ مستحب ہے حدیثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سعیدان عن سعد بن ابی اھیم عن عبد الرحمن عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الجمعۃ فی صلوة الفجر کما تنزیل السجدة وھل انی علی

الکتاب ترجمہ ابوہریرہ سے روایت ہو کہ جسے کو دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورہ الفم تنزیل اور
 اہل سنت علی الانسان پڑا کرتے تھے باب سجدة ص سورہ ص کے سجدہ کا بیان حدیث شکان
 سلیمان بن حرب و قلوب النعمان قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن عکرمہ عن ابن عباس قال
 من لیس من عزانجہ الشجر وقد رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدة فیہا ترجمہ ابن عباس
 سے روایت ہو کہ سورہ ص کا سجدہ واجب نہیں اور بیٹے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سجدہ
 کرتے تھے خوف ابن منذر وغیرہ نے علی رض سے روایت کی ہے کہ جو حم اور نجم اور قرا اور تنزیل کے سجدہ واجب
 ہیں اور ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت آئی ہے سو اجماع کے اور بعضوں نے کہ سورہ اعراف اور سبحان اللہ
 اور حم اور الفم کے سجدہ واجب ہیں لیکن جمہور علماء کے نزدیک کوئی سجدہ تلاوت کا واجب نہیں کہا میں یہ
 اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ مراد عزیمت و زیادہ تاکید ہے وجوب نہیں ایسی ہے کہ بعض استجابات کی بعضوں
 کو زیادہ تاکید ہے یا مراد یہ ہے کہ یہ سجدہ ثابت ہو امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ سجدہ شکر کا ہے اور حقیقہ کہتے ہیں کہ
 یہ سجدہ بھی واجب ہے لیکن مجرد فعل سے وجوب ثابت نہیں ہو سکتا ہے چہ جائیکہ ایک بار کا فعل ہو اور نیز دوسرے
 دن آپ سورہ بنبر پڑھی اور فرمایا کہ میں نے صرف تمہاری خاطر سجدہ کیا ہے کہ تمکو سجدہ کے لیے مستعد دیکھا
 ہیں حدیث سب تاویوں کو باطل کرتی ہے باب سجدة النجم قالہ ابن عباس عن النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم سورہ نجم میں سجدہ کر کے کا بیان روایت کیا ہے اس حدیث کو ابن عباس نے حضرت منے
 اللہ علیہ وسلم سے حدیث شکان حماد بن عمار قال حدثنا شعبہ عن ابی اسحاق عن الاسود عن
 عبد اللہ بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر اسوۃ النجم فوجد بها کما بقی احد من القدم
 الا سجدة فاحذ رجل القوم کفایت حصی او تراب فرفعه الی وجہہ قال یکفیننی ہذا
 قال عبد اللہ فلقد رایتہ بعد فیل سکا و اکثر جمہ اس حدیث ابن مسعود کا پہلے باب میں گذر چکا ہے
 باب سجود المسلمین مع الشریکین و الشریک نجس لیس کہ وصو مسلمانوں کا مشرکوں کے
 ساتھ سجدہ کرنا اور مشرک ناپاک ہے اور اُس کا وضو درست نہیں و برابر اس سے سجدہ کر کے تکیہ ہے یعنی
 جب مشرک باوجود اہل ہونے کو سجدہ پر برقرار کہا گیا تو اہل کو بطریق اولی لائق ہے کہ سجدہ کرے اور
 احتمال ہے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ خوف فوت کو وقت میں سجدہ کرنا جائز ہے اور تا یہ کہ اسے اسکی قول ابن عباس
 کا کہ مسلمانوں اور مشرکوں وغیرہ نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا ایسی ہے کہ مشرکوں کا وضو درست نہیں پس اس سے لازم
 آتا کہ بیوقوف سجدہ کرنا درست ہے، واللہ اعلم و کان ابن عمر یسجد علی غیر وضو یعنی ابن عمر نے بے وضو سجدہ
 کیا کرتے تھے یہ بات عادیہ معلوم ہوتی ہے کہ جو مسلمان اُس وقت آپ کے پاس حاضر تھے سب وضو کرتے

بلکہ بعض انہیں سے ضرور مومن ہونگے اور جب سب لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور آپ نے کسی پر ننگا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ سجدہ مومنو سجدہ کرنا جائز ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی بات اور مضمون نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے کہ سجدہ تلاوت کا بے طہارت جائز نہیں ہو مگر اس سے جنابت ہو نہ وضو پس انہیں کو قمارض نہیں لیکن سوا حشر نبی کے ابن عمر کا اس مسئلے میں کوئی موافق نہیں بلکہ سب جو علماء کا یہی ذریعہ ہے کہ بے وضو سجدہ مستحب نہیں **حَدَّثَنَا سَدِّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالْحَجْمَةِ وَتَسْبِيحًا مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْجَنِّ وَالْإِنْسِ رَوَاهُ أَبُو هِلْمَةَ عَنْ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ** ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم میں سجدہ کیا اور مسلمانوں اور مشرکوں اور جنوں اور آدمیوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا یعنی جو اس مجلس میں موجود ہو ف اور یا مگر اس سے یہ ہو کہ اس واقعہ کا علم سب جنوں اور آدمیوں کو پہنچ گیا اور بعض مذہبن کہتے ہیں کہ کافروں نے آپ کے ساتھ اسو طو سجدہ کیا کہ شیطان نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بتوں کی تعریف کروا دی تھی لیکن یہ تصدیق حدیث میں اور محققین کے نزدیک باطل اور موضوع ہے کہ ماسیاتی یا یہ انتشار اللہ تعالیٰ فی سورہ الحج اور شیطان کا داخل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونا کیسے ممکن ہے حالانکہ خدا نے فرمایا کہ میرے بندوں پر جبکہ جو کچھ قدرت نہیں ان عبادی کیسے کہ عینکھنہ سلطان پس جب عام مسلمانوں کا یہ حال ہے تو پھر تم ان مخلوق کے سردار پر وہ کیسے قدرت پاسکتا ہے **بَابُ مَنْ قَرَأَ التَّحْمِذَ وَكَمْ لِيَجِدَ تَوْخِصَ سَجْدَةٍ كِي آت** ترجمہ ہے اللہ زمین سجدہ نہ کرے **حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الزَّيْنِعِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّامِعِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ ابْنِ سَيْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ رَجُلًا مِنْ ثَابِتٍ فَوَعَدَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَجْمَةَ فَلَمْ يَجِدْ فِيهَا تَرْجُمَةً زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ سَعْدٍ** ترجمہ ہے کہ اس نے سورہ نجم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا تو آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا ف انکی کہتے ہیں کہ مفصل میں سجدہ تلاوت کا نہیں اور ابو ثور نے کہا کہ سورہ نجم میں خاص کر سجدہ نہیں ہوا مگر بخاری نے اس باب و اشارہ کیا ہے اس طرف کہ یہ قول مردود ہے اسلئے کہ آپ کا اس وقت سجدہ نہ کرنا مطلق ترک پر دلالت نہیں کرتا اسلئے کہ احتمال ہے کہ آپ نے بیان جو ان کے واسطو سے کو ترک کر دیا ہو یعنی کہی چھوڑ دیا بھی جائز ہے علاوہ ازین اگر اطمینانے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم میں سجدہ کیا سو ہم نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور راوی اس حدیث کو سب ثقہ میں ہیں ضرور ہے کہ انہیں تطبیق دی جاوی اور وہ تطبیق کی وہی ہے جو اوپر گذری اور خفیہ اس حدیث میں تاویل کرتے ہیں کہ شاید زید نے سجدہ کی آیت در میان سے چھوڑ دی ہوگی اسو اسطے سجدہ نہ کیا جو جواب سکا ہے کہ جب قاری سجدہ کی آیت نہ پڑھے تو پھر بالاتفاق سجدہ واجب نہیں ہوتا

المحدث راوی کی یہ خبر محض لغو ہے اسکی صحت کی کوئی وجہ نہیں اور نیز اگر واجب ہوتا تو آپؐ یہ کو اسکا حکم فرماتے
 کہ مہلت کو ساتھ ہی سہی اور جب اپنے اسکو حکم نہ فرمایا مع وقت بیان کے تو معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کا کہ جب
 نہیں حکم کیا آدم بن ابی ایاس قال حکمنا ابن ابی ذئب قال حکمنا یزید بن عبد اللہ بن قسبط
 عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت قال قرأت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والحمد فکلم بجم
 فیہا ترجمہ اسکا وہی جو اور گزر باب سجدہ تو اذا السماء انشقت سورہ ذوالسما انشقت میں سجدہ
 کرنا بیان حکم ثنا مسلم بن ابراہیم ومعاذ بن فضالہ قال حکمنا ہشام عن عقیب عن ابی سلمہ
 قال رأیت ابا ہریرۃ قرأ اذا السماء انشقت فوجد بھ لقلت ما ابا ہریرۃ کہ اذک لتجد قال لولہ
 اد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجد کہ انجد ترجمہ ابوسلمہ نہ سے روایت ہو کہ میں نے ابو ہریرۃ کو دیکھا کہ نے
 سورہ ذوالسما انشقت پڑھی اور میں سجدہ کیا سو میں نے کہا کہ اسے ابو ہریرہ کیا میں تجھکو سجدہ کرتے نہیں دیکھتا
 ہائے امین سجدہ نہیں چاہیے ابو ہریرہ نے کہا کہ اگر میں حضرت کو سجدہ کرتے نہ دیکھتا تو سجدہ نہ کرتا
 فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابوسلمہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صحاب کا عمل اس کے برخلاف تھا اس واسطے اس نے
 انکار کیا لیکن اس میں نظر ہے اور بقدر تسلیم مطلق سجدہ کے نفی اس سے نہیں نکلتی احتمال ہے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ
 یہ سجدہ نماز میں نہیں اور نیز جب ابو ہریرہ نے یہ حدیث بیان کی تو ابوسلمہ وغیرہ نے اس کے ساتھ تنازع نہ کیا اور نہ
 عمل مستمر کے ساتھ اس پر حجت پکڑی پس معلوم ہوا کہ یہ دعویٰ باطل ہے اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء
 راشدین سے اسکا فعل ثابت ہو چکا تو پھر ایسا کون عمل مستمر ہو چکا اعتبار کیا جاوے حالانکہ علماء ردینی سے اسکا
 برخلاف ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ عمر اور ابن عمر وغیرہ صحابہ اور تابعین سے منقول ہے باب من سجد لیجھج
 القاری جب سجدہ کی آیت پڑھنے والا سجدہ کرے تو ٹھنسنے والا بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے و ابن بطال
 کہہ گا پھر سب علماء کا اجماع ہے کہ جب سجدہ کی آیت پڑھنے والا سجدہ کرے تو ٹھنسنے والے پر بھی سجدہ کرنا لازم ہو جاتا
 لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ سامع اسکو قصد نے کیا یا نہ کیا اور اس باب میں اشارہ ہے کہ جب پڑھنے والا سجدہ کرے
 سننے والا بھی سجدہ نہ کرے اور ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک سننے والے پر یہ حال میں سجدہ کرنا واجب ہے خواہ قاری سجدہ کرے
 خواہ نہ کرے اور خواہ اسکو قصد کان لکھا کرے اور خواہ اتفاقاً اس کے کان میں گواڑ پڑ جاوے اور امام شافعی کہتے ہیں
 کہ اگر کوئی اتفاقاً آیت سجدہ کی آواز سنے تو پھر سجدہ کرنا واجب نہیں لیکن افضل یہ ہے کہ سجدہ کرے وقال
 ابن مسعود لیتیم بن حذ کہ وہو علیکم ففقر علیہ سجدۃ فقال انجد فانک لمانا فیہا یعنی
 ابن مسعود نے یتیم سے کہا اور وہ کم عمر تھا سو اس نے ابن مسعود پر سجدہ کی آیت پڑھی سو ابن مسعود اسکا ہا کہ سجدہ کر
 اس واسطے کہ مقرر تو ہمارا امام ہے سجدہ میں ف ظاہر اس قول ابن مسعود سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تو سجدہ

نہ کرے تو ہم بھی سجدہ نہ کرے گی پس معلوم ہو گا اگر قاری سجدہ نہ کرے تو سننے والا بھی نہ کرے پس یہی ہے وجہ ناسبت
 اس حدیث کی باب سجدہ اور ابن ابی شیبہ نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ ایک لڑکے نے حضرت علیؓ اور علیہ السلام
 کو پاس سجدہ کی آیت پڑھی اور حضرت علیؓ و سلم نے سجدہ نہ کیا سو اس لڑکے کو کہا کہ یا حضرت کیا اس آیت
 میں سجدہ کرنا نہیں آیا یا مان آیا ہے لیکن اگر تو سجدہ کرنا تو ہم بھی سجدہ کرتے سو یہ حدیث صحیح ہے اس باب
 میں تاویل کی اس میں مطلق گنجائش نہیں پس ثابت ہو گا اگر امام سجدہ نہ کرے تو سننے والے پر بھی سجدہ کرنا لازم نہیں بلکہ
 افضل یہ ہے کہ سجدہ کرے گو امام سجدہ نہ کرے **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ**
قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّورَةَ الرَّحْمٰنُ فِيهَا
السُّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّىٰ مَا يَسْجُدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَهَنَّمَ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ و سلم
 و سلم ہر سورہ پڑھتے تھے جس میں سجدہ ہو تو سو آپ سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی اپنے ماتھے کی جگہ
 پا نہ لے لے آدمیوں کے جو ہم سے سجدہ کی جگہ ملتی وہ اگر آدمیوں کے جو ہم سے سجدہ کی جگہ نہ پاؤ تو لوگ آدمی کی
 پیٹھ پر سجدہ کر لیں ایسی جگہ کی کہ وقت زمین پر ہر جا نہ ہے **بَابُ إِذَا قُرِئَ الْاَمَامُ**
السُّجْدَةَ جَبَّامًا سَجْدَتُكَ اِيْتِ يَرْبُ ہے تو ہر وقت آدمیوں کو سجدہ کے واسطے ہجوم کرنا جائز ہے **حَدَّثَنَا**
يُحْيٰى بْنُ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سُرَيْجٍ قَالَ اخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ كَافِرِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَانْزَلْهُمْ حَتَّىٰ مَا يَسْجُدُ أَحَدُنَا لِمَجْهَرٍ
مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ ترجمہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ تھے حضرت علیؓ و سلم پڑھتے آیت سجدہ کی ہر
 آیت کے پاس ہوتے سو آپ سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے سو ہم ہجوم کرتے یہاں تک کہ کوئی اپنے ماتھے
 کی جگہ پا نہ لے یا اگر اس میں سجدہ کرے **بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ كَرِهَ جِبَّ النَّجْوَى** اس شخص کا بیان
 جو اعتقاد کرتا ہے کہ خدا نے سجدہ تلاوت کا واجب نہیں کیا ہے اکثر علماء کہتے ہیں کہ سورہ تلاوت کا واجب نہیں
 سنت ہو **وَقِيلَ لِكَيْفَ رَأَى بَنِي حَصَيْنَ الرَّجُلَ كَيْفَ مَعَهُ السُّجْدَةُ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ اَلَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا**
مَكَانًا لَا يُؤْتِجِبُ عَلَيْهِ یعنی بعد اعلان ہو گا کہ اگر کوئی مرد سجدہ کی آیت سنے ادا کے سننے کے واسطے بیٹھا
 ہو بیٹھنے لگے یا نہ بیٹھنے کا قصد نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے اس نے کہا پہلا تبارک اگر اس کے سنی کی نیت ہو بیٹھنے لگا
 حکم کیا ہے امام بخاری نے کہا گو یا بعد اعلان قصد اس نے دل سے پر سجدہ ہو کر واجب نہیں کرنا بیٹھنے جب قصد نہ
 والے پر تلاوت کا سجدہ واجب نہیں ہوتا تو اتفاقاً سننے پر بطریق اولیٰ واجب نہیں ہو گا **وَقَالَ سَلْمَانُ**
الَهَمْدُ اَعَدَّ دُنَا لِيَسْمَعُ سَلْمَانُ مَنَ كَمَا كَرِهَ هُوَ اسطے ہاں نہیں کہ سجدہ کرین **فَإِنْ سَجَدَ الرَّزَلُ** نہ روایت کی ہے
 کہ سلمان فارسی ایک مجلس گذری وہاں لوگوں نے سجدہ کی آیت پڑھی پس سجدہ کیا اگر سلمان سجدہ نہ کیا

اسکو کہا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا تب اس نے یہ کہا یعنی ہماری نیت ٹھنسنے کی نہیں تھی و اس سے معلوم ہوا
 کہ اگر کوئی بے قصد سجدہ کی آیت سے تو اس پر سجدہ واجب نہیں **وَقَالَ عُمَانُ اِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰی مَنْ ارْتَمٰ**
 یعنی عثمان نے کہا کہ سجدہ تلاوت کا فقط اسی پر واجب ہے جو اسکو قصد اس نے و عبد الرزاق نے روایت کی
 کہ عثمان نے ایک موطا پر گندے سوائے سجدہ کی آیت پڑھی اس نیت کہ عثمان بھی اسکو ساتھ سجدہ کریں سو اس وقت
 عثمان نے یہ کہا اور یہ بات کہہ کر چلے گئے اور سجدہ نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اتفاق سے سجدہ کی آیت سے
 اور سننے کا قصد نہ ہو تو اس پر سجدہ تلاوت کا واجب نہیں ہوتا **وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا يَسْجُدُ اِلَّا اَنْ يَكُونَ حَاضِرًا**
فَاِذَا سَجَدْتَ وَاَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ **فَاِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ**
 یعنی دوسری سنا ہوا کہ نہ سجدہ کر گریہ تو پاک ہو دوسری درجہ سجدہ کرنے لگو اور تو گھر میں ہو تو قبلے کی طرف نہ کر اور اگر
 تو سفر میں ہو تو جو گھر گناہ نہیں سجدہ کر جب طرف کثیر اسنے ہوتا اس سے بھی معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کا واجب
 نہیں اسلئے کہ اگر واجب ہوتا تو سواری پر جا رہا ہو تا کیونکہ اس کے وقت واجب کا سواری اور اگر ناجائز نہیں
وَكَانَ الشَّائِبُ بْنُ بَزْدَةَ لَا يَسْجُدُ لِيُصَوِّدَ الْقَامِ یعنی ہر سب اب بن بزد کہ نہ سجدہ کرتے تھے واسطے سجدہ
 قصر خوان کے یعنی اگر کوئی واسطے سجدہ کی آیت پڑھتا تو اسکو واسطے سجدہ تلاوت کا کرتے و اس سے بھی
 معلوم ہوا کہ اگر کوئی بے قصد سجدہ کی آیت سے تو اس پر سجدہ تلاوت کا کرنا واجب نہیں و ان تارے معلوم
 ہوا کہ سننے والے پر سجدہ تلاوت کا واجب نہیں اور جو لوگ اسکو واجب کہتے ہیں وہ پڑھنے والے اور سننے والے
 میں فرق نہیں کرتے بلکہ دونوں پر واجب کہتے ہیں جیسا کہ ہادی بن کہا ہے کہ پڑھنے والے کو دو سجدہ واجب ہے
 خواہ سننے کا قصد کری یا نہ کر پس مناسبت ان نام کی باب سے ظاہر ہے اور حنفیہ کے پاس ان اثر قون کا کوئی
 جواب معقول نہیں **حَدَّثَنَا اَبُو اَحْمَدَ بْنُ مَوْسَى قَالَ اخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اخْبَرَنَا**
قَالَ اخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ ابِي مَلِيكَةَ عَنْ عُمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الشَّيْبِيِّ عَنْ رِبْعَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَدْمِ
الشَّيْبِيِّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رِبْعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ مِمَّا حَضَرَ رِبْعَةَ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَوْلُ يَوْمَ الْحَجَّةِ
عَلَى النَّبِيِّ سَوْرَةُ النُّحْلِ حَتَّى إِذَا آجَاءَ السَّجْدَةُ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتَّى إِذَا كَانَتْ الْجُمُعَةُ
الْقَابِلَةَ قَرَأَ بِهَا حَقًّا إِذَا آجَاءَتِ السَّجْدَةُ قَالَ مَا يَهَيَّا النَّاسُ اِنَّمَا غَرُّ بِالطُّجُودِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ
اَصَابَ وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا رَنَمَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ هَذَا دَفْعًا عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اللَّهَ لَمْ يَقْرَأْ مِنَ
الطُّجُودِ اِلَّا اَنْ تَنَاءَ مَرْجَمَةٌ يَوْمَ رَدَّ عُمَرُ فَاذْهَبَ رَدَّ فِي مَجْلِسٍ مِنْ حَاضِرِ يَوْمَ سَمِعَ عُمَرُ مِنْ جَمْعٍ كَـ
 دن سب سجدہ نخل پڑھی یہاں تک کہ جب سجدہ کی آیت آئی تو منبر سے ملے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا
 یہاں تک کہ میں دوسرا جمعا یا تو عمر نے نہیں پڑھی وہ پڑھی یہاں تک کہ جب سجدہ کی آیت آئی تو فرمایا کہ اسکو

ہم سجدہ کی اہمیت پر گزرتے ہیں سو جو سجدہ کرے وہ سنت کو پہنچا اور جو سجدہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں اور اگر نہ کرے
خود سجدہ نہ کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خدا نے سجدہ کو فرض نہیں کیا مگر یہ کہ ہم چاہیں تو سجدہ کریں ورنہ
یہ حدیث ظاہر ہے ہمیں کہ سجدہ تلاوت کا واجب نہیں چنانچہ فہم الباری میں لکھا ہے کہ سجدہ تلاوت کو واجب نہ کہ
پھر حدیث عمرہ کی بڑی قوی دلیل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بدین ضرورت کو سجدہ تلاوت کا ترک کرنا جائز ہے اور
سجدہ تلاوت کو واجب ہونے کی ایک دلیل ہے جو امام طحاوی حنفی نے بیان کی کہ جو آیتیں سجدہ تلاوت
میں وارد ہوئی ہیں ان میں سے بعضی تو مصنفہ خبر کے ساتھ واقع ہوئی ہیں جو آیتیں کہ امر کے ساتھ واقع ہوئی ہیں
ان میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان میں سجدہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان میں سواگر سجدہ تلاوت کا واجب ہوتا
تو مصنفہ میں بطریق اولیٰ اتفاق ہوتا پس ان تمام حدیثوں اور اقوال سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں
سنت ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور مالک اور احمد اور اسحاق اور اوزاعی اور جہو علماء کا اور دلیل انکی
یہ حدیثیں ہیں جو اس باب میں مذکور ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ عمر فاروقؓ نے اس قول کو صحابہ کے سامنے کہا
اور باوجود کثرت کو کسی نے اس پر انکار نہ کیا پس اجماع سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت کا واجب نہیں اور نیز دلیل
وہ حدیث ہے جو زید بن ثابتؓ کو اور پرہزہ کو ہوشی اور اگر واجب تھا تو سوار کو ایما اور کعبہ سے ادا کرنا اور رکوع میں
اسکا داخل کرنا جائز نہ ہوتا اور امام حنفیہ کہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت کا واجب ہے اور وہ اس پر کئی دلیلیں پیش کرتے
ہیں پہلی دلیل انکی وہ آیتیں ہیں جن میں صیغہ امر کا واقع ہوا ہے جیسا کہ آیت فاسجدوا للہ کہتے ہیں کہ صلی علیہ وسلم
وجوب کو ہوتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ امر استحباب اور سنیت پر محمول ہے اور یا مراءس سے سجدہ نماز کا ہو
اور یا مراءس نماز میں وجوب دلالت کرے لگا اور سجدہ تلاوت میں نیست دلالت کرے لگا اور یہ منہی ہے اور یہ قاعدہ
امام شافعیؒ وغیرہ کے کہ وہ مشترک لفظ کو دو معنوں پر محمول کرنے کو جائز کہتے ہیں اور اس امر کو استحباب پر
محمول کرنے کی دلیل وہ حدیثیں جو اوپر مذکور ہیں اور آیتوں سے سجدہ تلاوت امر اور کہنے پر اتفاق نہیں بلکہ ہوا
علماء کے مخالف ہیں کما تورد اگر اتفاق ہوتا تو پھر جہو علماء اسکو سنت نہ کہتے بلکہ واجب کہتے اور باوجود مخالف
ہونے جہو کے اتفاق کیا مئے ہو گیا اگر اس کے برعکس دعویٰ کیا جاوے کہ کہا جاوے کہ یہ امر بالاتفاق استحباب پر محمول ہے
یا مراءس سے سجدہ نماز کا ہے تو ممکن ہے نہ ہو جو ایک فہم جو ابنا اور نیز اگر اس امر کو وجوب پر محمول کیا جاوے تو یہ
اس سے سجدہ تلاوت کی فرضیت ثابت ہوگی نہ وجوب اسلئے کہ وجوب مراءس فرض ہے اور خفیہ کے مخالفین
ہو کہ وہ فرضیت کو قائل نہیں بلکہ وجوب کے قائل ہیں اور نیز علیؓ نے اور ابن عباسؓ وغیرہ سوا چار سجدوں کے اور
واجب نہیں جانتے پس اگر باہر عام ہوتا تو سب سجدوں کو شامل ہوتا اور دوسری دلیل انکی وہ آیتیں ہیں جن میں
سجدہ کے بعد بر دلالت کو نہیں بلکہ بعضی وہ آیتیں ہیں جو کافروں کے سجدہ نہ کرنے کی مذمت پر دلالت

اور بعضی صیغہ امر کے ساتھ واقع ہوئی ہیں

کرتی ہیں اور بعضی وہ آیتیں جو فرشتوں کے فعل سے ضرورتی ہیں پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت کا واجب ہے اسلئے کہ گناہ کے ساتھ تشبیہ و بہیز کرنی اور فرشتوں کا اقتدار نا واجب ہے سو جواب اس کا بھی وہی جو پہلی دلیل میں گذر اور نیز جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل میں پیروی واجب نہیں بلکہ بعضے فعل مستحب اور مباح بھی ہیں تو پھر اور پیغمبرین اور فرشتوں کی پیروی کہاں سے واجب ہوگی اور بعضے کہتے ہیں کہ انکی دلالت ظنی ہے اسلئے فرصت پر دلالت نہیں کر سکتے بلکہ وجوب دلالت کر نیکی سو جواب اسکایہ ہے کہ محض خیال فاسد ہے اسلئے کہ اولاً تو فرض اور واجب میں فرق مخالف کے نزدیک مسلم نہیں دوم امر اور عید شدید کی آیتوں میں یہ احتمال ظنیت کا بالکل نہیں ہو سکتا کہ امر یا تو فرصت کو واسطے ہوگا یا استحباب کے واسطے ہوگا انکے درمیان کوئی اور درجہ نہیں مدعی پر لازم ہے کہ اصول سے کوئی وجوب کا درجہ انہیں ثابت کرے اور نیز جب انکی دلیل ظنی ہیری تو جو حدیثیں کہ عموم وجوب پر دلالت کرتی ہیں وہ انکی معارض ہو جائیگی اور دلیل ظنی خبر واحد سے بالاتفاق کم ہے بلکہ قیاس سے بھی اسکا درجہ کم ہے پس اندرین صورت یہ حدیثیں عدم وجوب کی بالاتفاق اپنے مقدم ہوگی کہ درجہ شہرت کو پیروی نہیں اور پھر صحابہ کا اجماع سکونی ہو چکا ہے اور تیسری دلیل انکی یہ حدیث ہو کہ حضرت اعلیٰ اللہ علیہ وسلم نے فہم کے دن سجدہ کی آیت پڑھی ہونام لوگوں نے انکی پیروی کیا سو اور پیادہ سو جواب اسکایہ ہے کہ مجرد فعل سے وجوب ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور کچھ ضرور نہیں کہ فقط وجوب ہی میں بیجوم ہو بلکہ سنت اور استحباب میں بھی بیجوم ہو سکتا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ دو معذور کو ایک لفظ مشترک میں جمع کرنا جائز نہیں سو جواب اسکایہ ہے کہ فرض اور واجب میں فرق کرنا بھی جائز نہیں بنا ہوا جو کم ہو جائنا اور نیز جب امام شافعی علیہ السلام نے مجتہد اسکو جائز کہتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ امتناع اتفاق نہیں مگر اس سے امام شافعی مراد الزام نہیں آسکتا ہے ہر مجتہد کی اپنی اپنی اصطلاح علویہ ہے پس یہ عین متنازع فیہ مسئلہ ہے سو کو خصم کے پیش کرنا محض فضول ہے اور بعضے خفی عمرہ کی حدیث میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ فرض اور واجب میں فرق ہے اور نفی فرض سے نفی واجب کی لازم نہیں آتی ہے سو جواب اسکایہ ہے کہ محض حنفیوں کی اصطلاح ہے اور صحابہ اس میں کچھ فرق نہیں کرتے تھے اور عمرہ کا قول (کہ جو سجدہ نہ کرے اسکو کچھ گناہ نہیں) صحیح ہے اس تاویل کے باطل ہونے میں ادب سے کہتے ہیں کہ ابن عمر نے جو کہا کہ اگر ہم چاہیں تو سجدہ کریں سو اسکا معنی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو واجب ہو جائیگا سو جواب اسکایہ ہے کہ اس تاویل کا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے اسلئے کہ مستحب مباح امر کے التزام سے اسکا وجوب لازم نہیں آتا اور نیز عمرہ کا قول مذکور صحیح ہے اس تاویل کے باطل ہونے میں اسلئے کہ فعل کی ترک ہو گناہ کا نہ ہونا اسکے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے اور یہ جو ابن عمر نے کہا کہ خدا نے ہم پر سجدہ فرض نہیں کیا تو بعضے خفی اسکایہ معنی کرتے ہیں کہ جب سجدہ کی آیت پڑھی تو سید وقت سجدہ کرنا

واجب نہیں بلکہ اس سے پیچھے مہلت کو ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور یہی ہے منہ عمرہ کہ اس قول کا جو عمدہ مکرر ہے کہ
گناہ نہیں سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ تاویل ظاہر اس حدیث کو بالکل مخالف ہے اور نیز انہیں صریح موجود ہے کہ عمرہ
سجدہ کیا اور اگر عمرہ بعد کو سجدہ کر لیتے تو مادی یون نہ کہتا اور نیز کسی صحابی سے ثابت نہیں کہ اس نے اس سجدہ کو بعد
انکو مہلت کو ساتھ ادا کیا ہو اور اگر صحابہ اسی وقت یا مہلت کو ساتھ اس سجدہ کو کرتے تو راوی اسکو نقل کرتا جیسا
پہلے جمعے کو سجدے کو نقل کیا کیونکہ جب راوی نے آٹھ دن گزشتہ کے واقعہ کو یاد رکھا اور بیان کر دیا تو پھر دو چار
گہڑی کے واقعہ کو ترک کرنا کیسے ممکن تھا خاص کر ایسی حالت میں کہ راوی کی غرض اس حدیث کو روایت کرنے سے صرف
سجدہ بیان کرنا ہے کہ انہو ظاہر من الشیاق میں معلوم ہوا کہ کسی صحابی نے اس دن سجدہ نہیں کیا پس محض احتمال
بظاہر معنی حدیث کو مقابلہ میں قطعاً باطل ہو اور نیز جب سجدہ تلاوت کی تاخیر جائز ہے تو پھر حنفیہ کو مکررہ وقت
کیونہ جائز کہتے ہیں کامل وقت تک اسکو تاخیر کیوں نہیں کرتے اور نیز اگر ابن عمر کے قول کا یہ معنی کیا جاوے تو اس
سجدہ تلاوت کی فرضیت لازم آوے گی و لم یقل بہ اجماع اور نیز حنفیہ بھی اس کے قائل نہیں فاما جو اہم فہو جونا اور اس حدیث
ابن عمر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطبے میں قرآن پڑھنا جائز ہے اور اگر کسی سجدہ کی آیت پڑھ کر تو منبر سے تلے
کر سجدہ کرنا جائز ہے اور اس سے خطبہ قطع نہیں ہوتا اور امام مالک سے روایت ہو کہ اگر خطیب سجدہ کی آیت پڑھ کر
تو سجدہ مکرر بلکہ خطبہ پڑھی جاوے مگر یہ حدیث عمرہ کی صریح ہے اسکو رد میں کہ اس نے منبر سے تلے اتر کر سجدہ کیا اور کسی
اوپر انکار نہ کیا **باب من قرأ التَّحْدِثَ فِي الصَّلَاةِ فَهُوَ يَخْأُ** اگر کوئی شخص سجدہ کی آیت کو نماز میں پڑھے
اور نماز کے اندر سجدہ کو کر لے تو جائز ہے **ف** امام مالک سے منقول ہے کہ اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھے تو نماز
کو اندر سجدہ مکرر ہو مگر امام بخاری کی غرض اس **باب** یہ کہ یہ قول مروود ہے **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَوْصِلُ**
قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي حَتْمَةَ يَقُولُ قَالَ سَمِعْتُ مَعْنَى ابْنِ مَرْيَةَ الْغَنَوِيَّ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ
فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ سَجَدْتُ بِمَا خَلَفَ ابْنُ الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَرَأَى السَّجْدَ فِيهَا
حَتَّى الْقَائِمُ تَرْجِعُهُ ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنِ مَرْيَةَ الْغَنَوِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ مَعْنَى ابْنِ مَرْيَةَ الْغَنَوِيَّ
پڑھی اور سجدہ کیا سو میں نے کہا یہ سجدہ کیسا ہے ابو ہریرہ نے کہا کہ اس نے حضرت علیؑ کے پیچھے یہ سجدہ کیا
میں نے حضرت علیؑ کو سجدہ کیا تو ہمیشہ میں نے اسکو نماز میں کر دینا ہوا تھا کہ آپؑ ملاقات کر کے
عالم اور حین **ف** اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کا نماز کے اندر کرنا جائز ہے **باب من لم يجد مؤنفاً**
للشَّوْءِ مَعَ الْإِسْلَامِ مِنَ الزَّحَامِ جو شخص آدمیوں کی جو مہ سے امام کے ساتھ سجدہ کی جگہ پناوہ کیا کرے **ف**
اگر فرض نماز میں آدمیوں کی کثرت ہو اور سجدہ کرنے کی جگہ نہ ملے تو لنگھ آدمی کی بیٹھ کر سجدہ کرے اور یہی قول ہے ابن
عمرہ کا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں کہنے والے اور احمد اور ساق اور عطا اور زہری کہتے ہیں کہ دیکر کہ یہ ہاتھ کے

جب لوگ سر اوٹھا دیں تو سوقت سجدہ کر کے اور ساتھ ایکے قائل میں جمہو علماء اور امام مالک کا قول بھی ہے،
 اور جب فرضوں میں یہ بات جائز نہ ہوئی تو سجدہ تلاوت میں بطریق اولے جائز نہ ہوگی اور ظہر فرض امام بخاری
 کی اس سے بھی معلوم ہوا ہے کہ بطرح سے ہو سکتا ہے کہ سجدہ کر کے گواہ کی بیٹی پر کرنا پڑے حد ثنا
 صدقہ بن الفضل قال حدثنا يحيى بن سعيد عن عبيد بن عبد الله عن نافع عن ابن عمر قال قال كان النبي
 صلى الله عليه وسلم يقرأ السورة التي فيها التمجيد فيسجد ويسجد حتى ما يجد أحدا نامكنا
 لم يجز جنته ترجمہ ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں... سورتہ کو پڑھتے تھے چہرہ میں
 سجدہ ہوتا سو آپ سجدہ کرتے اور ہم سب بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں سے بعضے ہاتھ اٹھانے
 کی جگہ بناتے کہ ہمیں سجدہ کریں بیٹے سب سجدہ کرتے تھے کوئی باقی نہیں رہتا تھا اور یہ معاملہ کئی بار واقع ہوا
ابواب تفصیل الصلوة نماز کے قصر کرنے کا بیان + **بسم الله الرحمن الرحيم باب**
ما جاء في التقصير وكيفية حتى يُقصر سفر من دو گنا پڑھنے کا بیان اور کتنے دن ٹھہرے یہاں تک کہ
 قصر کرے **ف** اس باب میں دو مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی سفر کو جاوے تو اس میں چار رکعت فرض
 کو دو رکے پڑھنا جائز ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی سفر کو جاوے اور کسی غیر شہر میں چند روز ٹھہر جائے
 تو اس میں دو گنا پڑھنے کی حد کتنے دن تک ہے وٹل یا پندرہ یا اس سے کم و بیش سو جانا چاہیے کہ سب علماء کا
 اجماع ہو چکا ہے اس پر مسافر کو سفر کی حالت میں قصر کرنا یعنی دو گنا پڑھنا جائز ہے لیکن امام شافعی اور مالک
 اور ابو حنیفہ اور احمد اور جمہو علماء کہتے ہیں کہ ہر سفر مباح میں قصر جائز ہے خواہ عبادت کو واسطے ہو خواہ
 تجارت کو واسطے ہو لیکن مسافر کو سفر میں تکلیف ہوتی ہے پس تخفیف کو لیتے اس کے حقیق قصر جائز رکھا گیا
 اور بعض کہتے ہیں کہ اگر خوف کا سفر ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فقط حج یا عمرے یا جہاد کو
 سفر میں قصر جائز ہے اور میں نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فقط عبادت کو سفر میں جائز ہے اور میں نہیں اور
 نیز شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ اگر گناہ کا سفر ہو جیسے کہ چوری وغیرہ کے واسطے
 سفر کرے تو اس میں قصر جائز نہیں اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ گناہ کے سفر میں بھی نماز کو قصر کرنا اور دو گنا
 پڑھنا جائز ہے اور دوسرے علماء میں بھی علماء کو اختلاف ہو امام شافعی اور احمد اور مالک اور جمہو علماء کہتے ہیں
 کہ جب مسافر کسی شہر یا گاؤں میں چار دن کامل یا زیادہ ٹھہرے کسی نیت کی ہو تو پوری نماز پڑھنا ہے اس کو دو گنا
 پڑھنا جائز نہیں ہے اور چار دن سے کم میں قصر کرنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر پندرہ دن ٹھہرنے
 کی نیت کی ہو تو پوری نماز پڑھنا ہے موقت اس کو قصر کرنا جائز نہیں بلکہ اگر اس سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس کو قصر
 کرنا جائز ہے اور دلیل امام شافعی رحمہ کی حدیث انصاف کی ہے جو ایسی آتی ہے کہ فی قصر کے چار دن ہونا جائز

سو بھی مروی ہے آئمہ تنفیذ جو پندرہ دن کے قائل ہیں تو وہ ہر دو علم کے اقل مدت پر قیاس کر کے ہیں لیکن نس کے
 مقابلے میں قیاس بالاجماع فاسد ہے بلکہ ضعیف حدیث ہی قیاس پر مقدم ہے اور اسحاق بن ابیہر کا منہب
 یہ ہو کہ اگر انیس دن کی نیت کرے تو قصر کرے ورنہ پورنٹنی ٹپ ہے اور اگر مسافر کی نیت ہٹنے کی نہ ہو بلکہ یہ
 نیت ہو کہ آج جاؤنگا یا کل چلا جاؤنگا تو اکثر علماء کہتے ہیں کہ دو گانہ ٹپ ہے اگرچہ کئی مہینوں یا برسوں تک
 ٹپ رہا ہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ وہ آذربایجان میں چھے مہینے متردد ٹپ رہے رہو اور قصر کرتے رہے
 اور امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر اس تردد میں اٹھارہ دن ٹپ رہا ہے تو بعد اسکے قصر کرنا جائز نہیں پوری نماز
 ٹپ ہے جیسا کہ عمران بن حصین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے کو سال کے میں
 اٹھارہ دن ٹپ رہے یہ قصر کرتے تھے اور بعض انیس دن کہتے ہیں بلکہ علم بالصواب اور ابن منذر وغیرہ نے ایسا
 نقل کیا ہے اسکو صمیم اور شام کی نماز میں قصر جائز نہیں حدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوْنٍ
 عَنْ عَامِرٍ وَحَصَيْنِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ عَشَرَ
 يَوْمًا فَكُنَّا إِذَا سَأَلْنَا سَعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَإِنْ رَفَعْنَا أَقَمْنَا ترجمہ ابن عباس سے روایت کہ حضرت
 اللہ علیہ وسلم کے میں انیس دن ٹپ رہے یہ دو گانہ ٹپ تھے تو جو صمیم مسافر ہوتے اور کسی جگہ انیس دن ٹپ تے تو
 دو گانہ ٹپ تے اور اگر اس سے زیادہ دن ٹپ رہتے تو پوری نماز ٹپ تے اس حدیث کو بعض طریقوں میں متردد
 کا ذکر آیا ہے اور بعض میں پندرہ دن کا ذکر آیا ہے اور بعض میں اٹھارہ دن کا ذکر آیا ہے سو یہی نے ان میں طوا
 سے تطبیق دی ہے کہ جس نے انیس دن کہا ہے اُسے داخل ہونے اور نکلنے کا دن بھی شمار کر لیا ہے اور جس نے
 اٹھارہ دن کہا ہے اُسے دو دن سے ایک دن شمار کیا ہے اور جس نے ستر دن کہا اُسے دو کو شمار نہیں کیا اور
 پندرہ دن کا ذکر کیا تو شاید اُسے یہ خیال کیا ہے کہ اہل روایت ستر دن کی ہے اور داخل ہونے اور نکلنے کا دن
 اُسے اس میں شمار نہیں کیا پس باقی پندرہ دن ہے پس اسے معلوم ہوا کہ انیس دن کی روایت کو جبکہ زیادہ ترجیح ہے
 اور اکثر روایات صحیحہ کے موافق آئی ہیں اور امام شافعی اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوم ہجرا
 کو معاذ میں متردد تھے مگر وہ تابع ہو جاوین تو مدینے کی طرف پٹ جاوین ورنہ اُسے اٹھارہ دن میں معلوم ہوا کہ جو قصر
 متردد ہو کہ جیسا پنے کام سے فارغ ہو گا وہ ان کو کوچ کر لیا تو انکو دو گانہ پٹہ سے اسیلے کہ اہل مقیم میں تمام ہے
 جب ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ سفر میں نہیں ٹپ رہے تو ابن عباس سے کو نہایت غر کے
 قرار دیا واللہ اعلم حدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّبِّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي مَعْمَرٍ
 أَنَّهُ يَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَيْلَتَيْنِ
 حَتَّى يَجْعَلَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلَمَّا أَقَمْنَا مَكَّةَ شَيْئًا قَالَ أَقَمْنَا عَشْرًا ترجمہ ابن عباس سے روایت ہو کہ ہم

حضرت علیؓ اور علیہ السلام کے ساتھ مہینے کے نو نکلے سو آپؐ دودھ کرتین پڑتے تھے یعنی چار رکعت فرض کے بدلے دو گنا پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم مہینے کی طرف پلٹ آئیں گے کہا کیا تم کے مین کچھ دن ٹھیرے تھے انہوں نے کہا ہم ٹھہرے دس دن ٹھہرے تھے ف یہ حدیث سنائی ابن عباسؓ کی حدیث مذکور کی معارض نہیں ہوا اسلئے کہ ابن عباسؓ کی حدیث فتح کے کو دن کی ہے اور انسؓ کی حدیث حجۃ الوداع کے دن کی ہے اور یہ جو ابن عباسؓ نے کہا کہ ہم دس دن کے مین ٹھہرے تھے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ خاص کے مین دس دن ٹھہرے بلکہ اسکا مطلب یہ کہ آپؐ کے اور اسکے گرد جو مین دس دن ٹھہرے اور بیان اسکا طور یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں آپؐ جو تھی ذیحجہ کو کے مین داخل ہوئی اور پانچویں اور چھٹی اور ساتویں کو کے مین ٹھہرے اور آٹھویں کے دن مناکو گئے اور نوافل کے دن عرفات میں گئے اور دسویں کے دن طہ کے پہر نما میں آئے سو گیارہویں اور بارہویں دن مین ٹھہرے پھر تیرہویں کے دن کے مین آئے اور چودھویں کے دن مہینے کی طرف نکلے مکہ مکرمہ کے مین ٹھہرے کی چار دن ہوئی اور جب داخل ہوئے کا دن اس کے نکال دیا تو باقی تین دن ہے پس معلوم ہوا کہ اگر سا فر چار دن سو کم ٹھہرے کی نیت کرے تو دو گنا پڑھے اسلئے کہ آپؐ کی نیت اقامت کی تھی کہ حاجی کو حج اور اگر نئے تک ٹھہرنا ضروری ہے بجز اسکے کوئی چارہ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تین دن اقامت شرعیہ نہیں اور یہ کہ داخل ہونے اور نکلنے کا دن اس میں محسوب نہیں اور اہل شافعی کہتے ہیں کہ اسکا روزہ مین اوسی نے مساحت کی ہے کہ منے اور عرفات کو دنوں کو بھی کے کو دنوں مین داخل کیا حالانکہ وہ اُس سے خارج ہیں پس معلوم ہوا کہ آپؐ کے مین کامل چار دن نہیں ٹھہرے اور امام احمدؒ نے کہا کہ اس حدیث انسؓ کا کوئی معنی نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ کہا جادو کہ آپؐ جتنوں دن کے اور منا اور عرفات وغیرہ مین ٹھہرے تھے انسؓ نے سب کو شمار کر لیا باب الصلوٰۃ یعنی منے مین نماز پڑھتے کا بیان ف منا ایک پہاڑی کا نام ہے مین کو اس کے آٹھویں ذی حجہ کو حاجی لوگ دن مان جا کر ٹھہرتے ہیں اور عرفات کو طہ کر پیر دسویں اور گیارہویں اور بارہویں کو مین آکر ٹھہرتے ہیں بجز شخص بھرے حج کے واسطے سفر کر کے کے مین آدھو اسکو ان دنوں کے اور منا اور عرفات وغیرہ مین نماز کا قصر کرنا جائز ہے اور جو لوگ کو مین ہتے ہیں انکی نماز مین اختلاف ہو چکا ہے کہتے ہیں کہ کے مین ہمیشہ پڑھنے والے مناد وغیرہ جگہوں مین دو گنا پڑھیں اور اسی طرح مین مین ہمیشہ پڑھنے والے بھی کرنا اور کے وغیرہ مین دو گنا پڑھیں اور قاعدہ انکا یہ ہے کہ کے اور منا وغیرہ والے اپنے گھر مین یعنی کے اور منے وغیرہ مین قصر کریں اور اسکے سوا دوسری جگہوں عرفات اور مزدلفہ وغیرہ مین قصر کریں اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ وغیرہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ کے اور منا والے قصر کریں پوری نماز پڑھیں اور امام مالکؒ جہاں جگہوں مین قصر کر سکتے ہیں تو اسکی وجہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عبادت جہ کے سبب ہو نہ سفر کے سبب اسلئے کہ کے کا

اور سنا میں سفر کی مسافت نہیں لیکن امام طحاوی نے اُس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر اس کے سبب قصر پڑا تو پھر سنا والوں کو حج کے دنوں میں اپنے گھر میں بھی قصر کرنا جائز نہ ہوتا حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں اور جب پورے مہینے میں کہ قصر سفر کے سبب جائز ہو ہے اور کے اور سنا وغیرہ جگہوں کے درمیان حد سفر کی پائی نہیں جاتی پس کے اور سنا والوں کو قصر کرنا جائز نہیں ہوگا حد ثنا مسند دُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِي دُكَّتَيْنِ وَابْنُ جُبَيْرٍ عَنْ عُمَرَ وَمَعَ هُثَيْلَانَ صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ مَرْثَدَةَ ثُمَّ أَتَمَّهَا

ترجمہ ابن عمر سے روایت ہو کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر اور عمر کے ساتھ منامین دو رکعتیں پڑھیں پس ایسے دو گانہ پڑھا اور عثمان کے ساتھ اس کے ابتداء خلافت میں بھی دو گانہ ہی پڑھا پھر بعد ازاں عثمان نے اسکو پورا پڑھا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفے منامین دو گانہ پڑھتے رہے اور عثمان نے بھی اپنی حکومت کے ابتداء میں سنا کے درمیان دو ہی رکعتیں پڑھیں پس معلوم ہوا کہ مسافر کو منامین دو گانہ پڑھنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی باب اس اور حضرت عثمان نے جو بعد ازاں منامین پوری نماز پڑھی تو اسکا سبب ہو کہ وہ قصر کو اسی شخص کے ساتھ خاص کرتے تھے جو عین سفر کے درمیان وہ میں جابر یا موسیٰ کا امام احمد رضا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جو فتح الباری میں مذکور ہے لہذا اگر سفر کے درمیان کسی جگہ میں چند روز ٹھہر جاوے تو وہ پوری نماز پڑھے گوشت ٹھہرنے کی نہ ہو کہ اسکا حکم بقیم کا ہے اور طحاوی نے روایت کی ہے کہ عثمان نے سنا کے چار رکعتیں ہو واسطے پڑھیں کہ اس سال جنگلی لوگ جو کویت آئے تھے پس عرض عثمان کی اُس سے یہ تھی کہ ان جنگلیہ کو معلوم ہو جاوے کہ نماز چار رکعت ہو اور یہی سنتی ہے روایت کی ہے کہ عثمان نے منامین پوری نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دو گانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لیکن اس سال میں جنگلی لوگ بیت آئے تھے سو میں اور اس سے کہ یہ لوگ سب قوتوں میں دو گانہ پڑھنے کو سنت ٹھہرا دیں اور ایک جنگلی نے اسکو منامین کہا کہ اے ایسے المؤمنین میں نے جب کو پہلے سال منامین دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تھا تب سو میں ہمیشہ دو گانہ پڑھتا ہوں اور یہ طریق اسی ہے ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں اور اس سے کوئی مانع نہیں کہ اصل سبب انکو پوری نماز پڑھنے کا ہی ہو اور یہ وجہ پہلی وجہ کے معارض نہیں بلکہ اسکی تقویت کرتی ہے اسلئے کہ حالت اقامت کی سفر کے درمیان زیادہ قریب اطراف مطلق اقامت کی بخلاف راہ چلنے والیکے اور بعض کہتے ہیں کہ عثمان نے دو نوامیوں کو جائز نہ کہتے تھے اتمام کو بھی اور قصر کو بھی کہ مسایاتی آثار اللہ تعالیٰ اور سلم میں روایت ہو کہ ابن عمر نے جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو پوری پڑھتے اور جب نماز پڑھتے تھے تو دو گانہ پڑھتے تھے اور شیخ ابن حجر نے پہلی وجہ کو اختیار کیا ہے اور مترجم کی یہ دوسری وجہ مختار ہے اور پہلی وجہ کا حال ہی یہی نکلتا ہے جیسا کہ آئندہ آدیکہ انشاء اللہ تعالیٰ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَنَا نَاثِلُ بْنُ سَعْدٍ سَمِعْتُ سَاعِدَةَ بِنْتُ وَهَبٍ قَالَتْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور نیز ابن مسعود نے باوجود اس انکار کے عثمان کی موافقت کی اور انکو ساتھ چار کعبین ملاڑی ہی اور کہا انشر کے
خوف سے مینے پڑی ہے پس اگر پوری نماز پڑھنی جائز نہ ہوتی تو ابن مسعود نے ناجائز نہ کر کبھی اختیار نہ کرتے اور شیخ
ابن حجر نے فتم الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منامین پوری نماز پڑھنی یہی ابن مسعود کے
نزدیک جائز تھی ولا چار کعبت وغیرہ سے حصہ لینے کی تمنا کرنے کو کوئی معنی نہ تھی بلکہ سب نماز باطل ہو جاتی اور
بعضے کہتے ہیں کہ ابن مسعود کے نزدیک دو گناڑی نہافر ص تھا بنا برا کے یہ تاویل ابن حجر کی صحیح دہلی بلکہ پوری نماز
پڑھنی باطل ہوگی سو جواب کا یہ ہے کہ قصر کو فرض کہنا حقیقہ کے یہی مخالف ہو کہ وہ اسکو واجب کہتے ہیں اور نیز
ابن مسعود نے عثمان کے ساتھ پوری نماز پڑھی پس انہیں بیعت گو امام وقت کی مخالفت نہ پائی گئی لیکن
اسمین کچھ شک نہیں کہ ابن مسعود کی نماز باطل ہوئی اور امام کی مخالفت کو خوف سے اسنے اپنی نماز کو باطل کیا
میں اب حقیقہ کو لازم ہے کہ اسکی نماز کی صحت ثابت کریں مودودہ خط القناد باب کما اقام النبی صلی اللہ
علیہ وسلم رتی حجۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے وقت کتنوں کے مین ٹھہرے و مقصود
اس باب سے یہ ہو کہ تحقق قصر من نیت قاست کی ہے اور وہ مدت تھی جو خاص کے مین ٹھہری منا کی طرف بھٹنے
سو پہلے دروہ مین مین اسلئے کہ آپ جو غنی ذیچہ کو کے مین داخل ہوئی اور ٹھہریں کو منا کی طرف بھٹے سو پھر
اسمین انیس نماز مین پڑھیں چوتھی کی ظہر سے آٹھویں کی ظہر تک اور اسمین آپ کی نیت اقامت کی تھی لیکن چون
چلے دن آپ نہیں ٹھہرے اسلئے کہ داخل ہونے اور نکلنے کا دن اسمین محسوب نہیں ہوا حد ثنا موسیٰ بن
اسحاق قال حد ثنا وہیب قال حد ثنا ایوب عن ابی الیاء عن ابی عبد اللہ عن ابن عباس قال قال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم واصحابہ الصبر والیعتہ یلبون بالحق فامرهم ان یجعلوا عمامۃ الا من کان معہ
حدی تابعہ عطاء عن حیا بن حمہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب
چوتھی ذیچہ کو کے مین اسے اس حال مین کہ وہ حج کے ساتھ لبیک کہتے تھے یعنی صرف حج کا احرام باندھ ہوئے
تھو سو آپ نے انکو حکم فرمایا کہ انکو عمرہ کر ڈالیں جبکی نیت چھوڑ کر عمرے کی نیت کر لیوں اور عمرہ کر کے احرام کہول
ڈالیں پھر ٹھہریں ذیچہ کے دن نیا احرام باندھ کر حج ادا کریں مگر جو شخص ہی ساتھ لایا ہے وہ حج کے احرام کو
نہ توڑے بلکہ اپنے احرام پر قائم رہے اور تمام احکام حج کے ادا کر کے طہال ہوئی و امام شافعی اور مالک
اور ابو حنیفہ اور جہوہ علماء سلف خلف کو نزدیک حج کے احرام کو عمرہ کر کے کہول ڈالنا جائز نہیں وہ کہتے ہیں کہ
یہ معاملہ صحابہ کے ساتھ نہانے کے بعد کام کسی کو جانو نہیں اور امام احمد اور ایک جماعت اہل ظاہر کے نزدیک اب بھی
ایسا کرنا جائز ہے اور ابن عباس البری نے کہا کہ مین کسی صحابی کو نہیں جانتا کہ اسنے اس کام کو جائز کہا ہو سکا ابن عباس
کو اور بیان اس مسئلے کا کتاب الحج مین ابنہ آویگا انشاء اللہ بعضے کہتے ہیں کہ مقصود اس باب سے یہ ہے کہ

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کتنے دن کے اور اسکے گرد جوار میں ٹہیرے سوا سحریت اور ثبات ہو چکا ہے کہ آپ بھی اور اسکے گرد جوار میں کل دن ٹہیرے جو تھی ذی جو کو کے میں داخل ہو کر اور چودھویں تاریخ کو مکہ سے مدینہ کو بیٹ گئے اور اس حدیث میں عباسؓ میں اگر اسکے انتہا کا ذکر نہیں لیکن قایع سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے میں کل دن ٹہیرے کامر و اللہ علم قایع فی کہ تَقْصُرُ الصَّلَاةُ کتنے دن کے سفر میں قصر کرنا جائز ہے و مقصود اس باب سے یہ ہے کہ مدت اور حد سفر کی کہانتک اور کتنے دن تک ہے کہ جب کوئی مسافر اسکی طرف پہنچنے کی نیت کرتے ہو تو قصر کرنا جائز ہے اور اس سے کم میں جائز نہیں اور اس میں قول پر اختلاف ہے اور امام بخاری کے نزدیک مختار مذہب ہے کہ اتنی مدت سفر کی ایک ات دن ہے اور امام نووی نے کہا کہ امام شافعی اور مالک اور اوزاعی اور فقہا اصحاب حدیث وغیرہ کہتے ہیں کہ روزہ منزلوں سے کم سفر میں قصر کرنا جائز نہیں اور وہ اگر تالیس میل کی ہوتی ہیں اور ایک میل چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے اور ایک ہاتھ چوبیس انگلی کا ہوتا ہے جو رٹائی طرف سے اور ایک انگلی جو کی ہوتی ہے جو رٹائی طرف سے اور ابو حنیفہ اور کوفی والے کہتے ہیں کہ تین منزلوں سے کم سفر میں قصر کرنا جائز نہیں اور یہی مشغول ہوشیار اور ابن مسعود اور حذیفہ سے اور بعض کہتے ہیں کہ تین دن حد ہے اور ان کے نزدیک تمام دن ملکہ اگر صبح سے دوپہر تک چل کر مقصود کی جگہ پہنچ جاوے اور امام کریم دوسرے دن دریں دن اسی طرح کرے اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ ہر سفر میں دو گانہ پڑھنا جائز ہے خواہ قصور ہو یا بہت یہاں تک کہ تین کوس کے سفر میں بھی قصر کرنا جائز کہتے ہیں اور شیخ عبدالحی دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک سفر کی حد میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی بلکہ ہر سفر کو سفر کہا جاتا ہے خواہ تھوڑا ہو خواہ بہت ہو اور حدیثوں سے مطلق سفر ثابت ہوتا ہے اور یہی بات ٹہیک معلوم ہوتی ہے لہذا تَحْصَا وَاسْمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَصْرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اتنی مسافت کو سفر نامہ کہا جس کا ابھر رٹائی کی حد سے ثابت ہوتا ہے وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ رُجُلٍ وَهُوَ سِتَّةٌ عَشَرَ فَرَسًا یعنی ابن عمر اور ابن عباس چار رید کے سفر میں قصر کرتے تھے اور روزہ کہتے تھے اور چار رید سولہ فرسخ کے ہوتے ہیں و ایک رید چار فرسخ کی ہوتی ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور میل کی حد اور بیان ہو چکی ہے اور بعض لوگ کہا کہ میل اسکو کہتے ہیں جہاں تک آدمی کی نظر پہنچے اور بعض لوگ کہا میل کی حد وہاں تک ہے کہ برابر زمین پر کسی شخص کو دیکھے اور معلوم کر سکے کہ وہ عورت ہو یا مرد آنے والا یا جانے والا اور بعض لوگ کہا کہ میل بارہ ہزار قدم کا ہوتا ہے اور بعض لوگ کہا کہ چار ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے اور بعض لوگ کہا کہ تین ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے اور بعض لوگ نے کہا کہ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے اور بعض لوگ کہا کہ پانچ ہاتھ کا ہوتا ہے اور بعض لوگ کہا کہ اونٹ کو ہزار قدم کا ہوتا ہے لیکن ان سب میں صحیح قول یہی ہے جو امام نووی نے بیان کیا کہ میل چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے

نکاہے اور مجاہد سے روایت ہو کہ جس دن سفر کرے اُس بات تک قصر نہ کرے اور امام مالک
 سے کم میں قصر نہ کرے لیکن امام نووی نے کہا کہ یہ اقوال اجماع سلف اور خلف کو مخالفین
 میں نہیں جانتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی سفر میں مسینے سے نکلنے سے پہلے
 حکم پر عمل کرنا دے ہو مختلف فیہ ہے وخرج علی بن ابی طالب بنقص وھو یرحمہ
 فیلک علیہ الکوفۃ قال لا حتی ندخلھا ترجمہ ترجمہ علی رضی اللہ عنہ نے سفر کی نیت پر گھر سے
 پرنا اور وہ کوئے شہر کے گہرے دن کو دیکھتے تھے سو جب وہ سفر سے پہلے کسی نے انکو کہا کہ
 مرنے کا ہے تو کیا اب بھی قصر کر دے یا پوری نماز پڑھو گے اُس نے کہا ہم پوری نماز نہیں پڑھیں گے
 میں داخل ہو دوں یعنی جبکہ مسافر اپنے شہر یا گاہ میں داخل ہووے تب تک حکم مسافر
 در احکام سفر کے اس پر جاری ہونگے حد ثنا ابی نعیم قال حد ثنا الشافعی عن محمد بن المنکدر
 ابن مکیۃ عن انس بن مالک قال صلیت الظهر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 لما اذبحوا العصر بکذا الحکفۃ رکعتین ترجمہ انس سے روایت ہو کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
 ساتھ مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور زوی الخلفہ (ایک جگہ کا نام ہے مدینہ سے چھ میل
 دور کعبین پڑھیں وقت اس وقت کا ذکر ہے جبکہ آپ حج کی نیت پرشیں سے ملے گوردان ہوئی ظہر کی نماز
 آپ سے سو چلے جب فی الخلفہ میں پہنچے تو عصر کو وقت ہو گیا تو وہ ان آپ سے عصر کو قصر کر کے پڑھو اور
 بیشہ قصر کرتے ہو یہاں تک کہ مدینہ میں پہنچ گئے اور یہ سوا اہل اتفاق واقع ہو اگر اُس سے پہلے نماز کا وقت نہیں
 پہنچا تو آپ سے پہلو شہر کے متصل دو گاہ پڑھنے کو جائز نہیں کہتے حد ثنا عبد اللہ بن محمد
 حد ثنا شافعی عن الزھرئی عن عروۃ عن عائشۃ قالت الصلوۃ اول ما فرضت رکعتان فأقرت
 العشر وأتمت الصلوۃ الحضر قال الزھرئی فقلت لعروۃ کیف قال عائشۃ تہتم قال تاکون
 ترجمہ عائشہ سے روایت ہو کہ اُس نے کہا کہ ابتدا اسلام میں جب پہلے نماز فرض ہوئی تو دو رکعتیں
 اور عصر اور شام کی نماز کے دو دو فرض تھے سو بعد اُنکو سفر کی نماز اسی سابق حال پر قائم
 ہو رہی تھی گئی یعنی گھر میں چار اور سفر میں دو گاہ قرار پایا نہ پوری کے کہا کہ میں نے عروہ سے
 فہمہ رکھ کر پوری نماز پڑھتی ہے یعنی اسکا کیا سبب ہے اُس نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے
 عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت وہ قصر اور تمام دو کو جاکر تہمتیں صبیحہ کے عثمان رضی اللہ عنہ
 سے عائشہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں قصر کو غیر کے ساتھ متفق کیا ہے پس جبکہ سفر یا حج
 یا اور جو کہ اپنے گاؤں آگے رہنے پر نکلنے کو وقت سفر یا جائز ہے تو اس وقت قصر

جائز ہو گا پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی باب ہو گا بعد اسکے جاننا چاہیے
عدم وجوب میں علما کو اختلاف ہوا امام شافعی اور احمد اور مالک بن انس اور اکثر علما
اور تمام دو قوام جائز ہیں لیکن قصر افضل ہے اور یہی قول ہے مجہو صحابہ اور تابعین
میں پہلی دلیل انکی یہ ہے کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ صحابہ رضہ حضرت صلے اللہ علیہ
لے تھے سو بعضے قصر کرتے بعضے پوری نماز پڑھتے اور بعضے روزہ رکھتے اور بعضے
نہ کرتے کسی پر سب نہیں کرتا تھا اور دوسری دلیل انکی یہ حدیث عثمان انکی ہے جو ابو
انکی مجہو صحابہ اور تابعین کا قول ہے جیسا کہ فتح الباری میں مذکور ہے اور نیز دلیل انکی یہ ہے
جسٹام ان تقصروا میں الصلوۃ اور نیز دلیل انکی اس حدیث کا قول ہے جیسا کہ لو پر گذر آ رہی ہے
یہ ہے کہ جب سفر میں اگر شامل ہو جاوے تو اسکو چار رکعتیں پڑھنی بالاجماع جائز ہیں
مگر فرض ہوتا تو مسافر کو تطہیم کا اقتدار ناجائز نہ ہوتا اور طحاوی نے کہا کہ فرض کی دو چار رکعتوں میں
ہے پس قصر اور تمام دونوں اختیار دینا جائز ہو گا سو جواب اسکایہ ہے کہ یہ قیاس ہے نص کی مستحاط
نص کے مقابلے میں قیاس کرنا بالاجماع غلط ہے اور نیز جب مسافر کو مقیم کا اقتدار نہ ہو اور پورے
پڑھنے کا اختیار ہے تو پھر اس خیال غلط کی انجائش کہاں ہے اور نیز مناسبت میں نہیں نا واجب ہوا
اور بعض میں اختیار ہے خواہ اسی دن دن نہیں رہے خواہ تین دن نہیں رہے ہر طرح جائز ہے پس معلوم ہو
یہ قول طحاوی کا باطل ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اور اکثر علما کہتے ہیں کہ سفر میں قصر کرنا واجب ہے پوری نماز
پڑھنی جائز نہیں اور وہ اس باب میں کئی دلائل پیش کرتے ہیں اول دلیل انکی یہ حدیث عائشہ رضہ کی ہے
جو ابی مذکور ہوئی کہ ابتداء میں نماز دو رکعتیں فرض ہوئی تھی ابو سو جواب اسکایہ ہے جب پہلے گذر چکا ہے
سراج کی رات میں پہلے دو رکعتیں نماز فرض ہوئی سو اگر غرب کو پھر بوقت کو بعد صبح کی نماز میں دو
اخذ یا دہ کی گئیں سو اگر اور غرب کو پھر جب چار رکعتیں امر قد پا چکا تو آیت فلیس علیکم جناح
الصلوۃ کے نازل ہونے کو وقت سفر کی نماز میں تخفیف ہو گئی اور تا یہ کہ اگر اسکی جواب میں آئیے
کہ نماز میں قصر کرنا مستند ہجری میں واقع ہوا پس معلوم ہو گا کہ امر عائشہ رضہ کے قول سے کو
گئی ہے کہ باعتبار ازال الیہ الامر من التخفیف کو برقرار رکھی گئی نہ کہ جب فرض
رہی پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصر واجب ہے اور نیز یہ حدیث اس آیت کو مخالفہ
تقصیر من الصلوۃ اسلیکے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر کرنا جائز ہے اور نیز یہ آیت
اصل چار رکعتیں تھیں یہ دو باقی ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہو گا کہ اصل میں دو ہی تھیں

مہاراجہ خاں شاہ کا فضل بھی عجیب و غریب کرتا ہے۔

حضرت علیؓ کی بیوی حضرت زینبؓ کی بیوی نے کہا کہ جب آپ کو سفر میں جانور کی بہت جلدی چلی تو
 سنا کہ غراب و خنایا ناز کو جمع کر کے پڑا ہے سالم نے کہا کہ جب عبداللہ بن عمرؓ کو یہ
 ہی دو کو جمع کر لیتے تو تعظیم سالمؓ کا کہا کہ تھے ابن عمرؓ جمع کرنے میں بوجہ بن عمرؓ کو فرما دینا
 بن عمرؓ نے شام کی نماز میں دیر کی لینے دینے کو بہت جلدی کے ساتھ چلے جاتے تھے اور وہ
 پڑھتا تو اوز سے فریاد کیا گیتا تھا یعنی اُسکو اپنی بیوی کی سخت بیماری کی خبر پہنچی تھی سو میں اُسکو
 پڑھتا ہوں کہ اچل اُگے پڑھینگے سو پہر میں کہا کہ ناز کو پڑھ لو اُسے کہا چل اُگے پڑھینگے یہاں تک کہ
 میں ایک چلو پہر سواری سے تے اترے اور نماز پڑھی پھر کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح
 دیکھا ہے جبکہ میں آپ کو جلدی میں ڈالتا اور ابن عمرؓ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
 بعد اُن کو چلنے کی بہت جلدی ہوتی تو شام کی تکبیر کہتے تھے کہ میں نے پڑھا ہے پھر سلام دے
 بد نفل پڑھتے یہاں تک کہ رات کو دروازہ کھولتے تھے کہ میں نے پڑھا ہے پھر سلام دے
 یٰ مین جو کتاب البھادری
 یہاں تک

خوف

درود جب پڑھیں پھر کلمہ پڑھیں اور کہیں کہ تو خدا کی
 زیر پستے است ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ستر میں از منون کو سوار
 عورت کو وقت جائز ہیں کیا کرتا ہے یہی معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ علیہ السلام
 سے یہ سیدھا کہ آپ نے انکو سوار پر پڑھا وہ قد قد مباحث فیہ اور جسے کہتے ہیں کہ سب
 داخل پڑھنے جائز ہیں تو یہاں سے کوئی جائز ہو گئے مگر امام کا کہتے ہیں کہ اسکو نقل جائز
 نہ دے کہ حق میں ظنون کو جائز کہہا ہے فقط الحمد للہ کہ ترجمہ پڑھا
 دلوں اسکو پڑھیں پڑھادین اور اس سے فائدہ اور ہادین ہ مترجم کے ہی میں
 یہ آخر دعوئنا ان الحمد للہ رب العالمین الصلوۃ والسلام علی رسولہ اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ صحابہ

ابی شرح اردو دیکھو البخاری کا ترجمہ

صفحہ	مطالب کتاب
۱	ابن ابی الحدید
۲	تبعی الحسبیت
۳	در کون کا بیان
۴	عہد و زمانہ
۵	ابو اسب الو
۶	در کون کا بیان
۷	جن و زور و غیرت اور ایک طالع و غیر
۸	در کون کا بیان
۹	رات کی نماز و دو رکعت پڑھنی اور کون کا بیان
۱۰	در کون کا بیان
۱۱	در کون کا بیان
۱۲	در کون کا بیان
۱۳	در کون کا بیان
۱۴	در کون کا بیان
۱۵	در کون کا بیان
۱۶	در کون کا بیان
۱۷	در کون کا بیان
۱۸	در کون کا بیان
۱۹	در کون کا بیان
۲۰	در کون کا بیان



